بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

اور ہم نے آپ کی طرف یہ نصیحت اتاری تا کہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دیں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ (النحل: 44)

قرآنی آیات اور صحیح احادیث

پر مشتمل

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد پنجم

سورۃ الزخرف تا سورۃ الناس

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

تفسیر
ابونعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ

Dar ul Andlus
Ph: +92-42-7230549
Fax: +92-42-7242639

تفسیر دعوۃ القرآن

نام کتاب

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد پنجم

سورۃ الزخرف تا سورۃ الناس

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد ﷾

تفسیر
ابونعمان سیف اللہ خالد

ناشر

دار الاندلس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ پر مشتمل

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد پنجم

سورۃ الزخرف تا سورۃ الناس

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

تفسیر
ابو نعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ

دار الاندلس
۴۔ لیک روڈ، چوبرجی لاہور
Ph: +92-42-37230549 Fax: +92-42-37242639

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

سورة الزخرف مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

حٰمٓ ① وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ③ وَ اِنَّهٗ فِيْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ④

''حٰمٓ۔ اس کتاب کی قسم جو کھول کر بیان کرنے والی ہے! بے شک ہم نے اسے عربی قرآن بنایا، تا کہ تم سمجھو۔ اور بے شک وہ ہمارے پاس اصل کتاب میں یقیناً بہت بلند، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اہل عرب! اس کتاب مبین کی قسم، جو حق و باطل کو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتی ہے! اسے ہم نے عربی زبان میں نازل کیا ہے، تا کہ تم لوگ اس کے اغراض و مقاصد کا ادراک کر سکو اور سمجھ سکو کہ ہمارا تم سے کیا مطالبہ ہے۔ اگر قرآن مجید عربی زبان میں نہ ہوتا تو اہل عرب بہانا بناتے کہ ہم اسے کیسے سمجھیں؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٤٤] ''اور اگر ہم اسے عجمی قرآن بنا دیتے تو یقیناً وہ کہتے اس کی آیات کھول کر کیوں نہ بیان کی گئیں، کیا عجمی زبان اور عربی (رسول)؟''

اگلی آیت میں فرمایا کہ یہ قرآن مبین ہمارے پاس لوح محفوظ میں موجود ہے، اس کا مقام بہت ہی اونچا ہے اور یہ بڑی حکمتوں والی کتاب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الواقعة : ٧٧ تا ٨٠] ''کہ بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت پڑھی جانے والی چیز ہے۔ ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ اسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا مگر جو بہت پاک کیے ہوئے ہیں۔ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ

مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴾ [عبس : ۱۱ تا ۱٦] ’’ایسا ہرگز نہیں چاہیے۔ یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے۔ تو جو چاہے اسے قبول کر لے۔ ایسے صحیفوں میں ہے جن کی عزت کی جاتی ہے۔ جو بلند کیے ہوئے، پاک کیے ہوئے ہیں۔ ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جو معزز ہیں، نیک ہیں۔‘‘

أَفَنَضْرِبُ عَنكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَن كُنتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِينَ ﴿٥﴾ وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِن نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ ﴿٦﴾ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٧﴾ فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشًا وَمَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ﴿٨﴾

’’تو کیا ہم تم سے اس نصیحت کو ہٹا لیں، اعراض کرتے ہوئے، اس وجہ سے کہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔ اور کتنے ہی نبی ہم نے پہلے لوگوں میں بھیجے۔ اور ان کے پاس کوئی نبی نہیں آتا تھا مگر وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ تو ہم نے ان سے زیادہ سخت پکڑ والوں کو ہلاک کر دیا اور پہلے لوگوں کی مثال گزر چکی۔‘‘

کفار مکہ کے کفر و شرک پر اصرار اور قرآن مجید سے مسلسل اعراض پر نکیر کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمھاری زیادتیوں اور حد سے تجاوز کی وجہ سے ہم قرآن کا نازل کرنا بند کر دیں گے؟ بلکہ تمھارا حق سے اعراض تو اور اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ قرآن نازل ہوتا رہے، شاید کہ کسی دن تمھارے دل میں حق بات اتر جائے، تم مشرف بہ اسلام ہو جاؤ اور تمھارے دل کی دنیا بدل جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا ﴾ [مریم : ۹۷] ’’سو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا ہے، تاکہ تو اس کے ساتھ متقی لوگوں کو خوشخبری دے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائے جو سخت جھگڑالو ہیں۔‘‘

اگلی آیت میں کفار کو مزید فرمایا کہ تمھاری طرف سے ہمارے نبی اور قرآن کا انکار کوئی نئی بات نہیں ہے، ہم تم سے پہلے بھی بہت سے انبیاء بھیجتے رہے ہیں اور ان کی قوموں نے ان کا مذاق اڑایا، ان کی نبوتوں اور اللہ کی کتابوں کا انکار کیا تو ہم نے ان میں سے جو سب سے زیادہ طاقت ور قومیں تھیں انھیں عذاب بھیج کر ہلاک کر دیا اور ان قوموں کے واقعات اور ان کی ہلاکت و تباہی کی روداد یں قرآن کریم میں مختلف مقامات پر مذکور ہیں، جنھیں سن کر تمھیں عبرت حاصل کرنی چاہیے، لیکن افسوس ہے کہ بعد والے ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴾ [المؤمن : ۸۲، ۸۳] ’’تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ (تعداد میں) ان سے زیادہ تھے اور قوت میں اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے ان سے بڑھ

کرتے تھے، تو ان کے کسی کام نہ آیا، جو وہ کماتے تھے۔ پھر جب ان کے رسول ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے تو وہ اس پر پھول گئے جو ان کے پاس کچھ علم تھا اور انھیں اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔''

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یقیناً ضرور کہیں گے کہ انھیں سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔ وہ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں تمھارے لیے راستے بنائے، تاکہ تم راہ پاؤ۔''

مشرکین مکہ کے لیے دعوت توحید کا اعادہ کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ اے میرے نبی! اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو بغیر کسی توقف و تردد کے یہی جواب دیں گے کہ انھیں اس نے پیدا کیا ہے جو بڑے مقام و عزت والا ہے اور جس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ لوگو! اس عزیز و علیم ذات کی صفت یہ بھی ہے کہ اس نے زمین کو تمھارے لیے ہموار اور آرام دہ بنایا ہے، جس پر تم چلتے ہو، سوتے ہو اور اپنی تمام ضروریات زندگی پوری کرتے ہو۔ اسی نے تمھارے لیے زمین پر پہاڑوں اور وادیوں کے درمیان راستے بنائے ہیں، تاکہ تم ان پر چل کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکو اور اپنی معیشت کے لیے تجارتی کاروبار انجام دے سکو۔

مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ : یعنی وہ اعتراف کریں گے کہ ان کا خالق تو اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے، اس کے باوجود اس کے ساتھ بتوں اور شریکوں کی عبادت کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ [الزمر : ۳۸] ''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔''

وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝۱۱

''اور وہ جس نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ ایک مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی

طرح تم نکالے جاؤ گے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بھی ہے کہ وہ آسمان سے اپنی حکمت و مصلحت کے تقاضے کے مطابق مناسب مقدار میں بارش نازل کرتا ہے، جس سے وہ مردہ شہروں کو زندگی دیتا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ جس طرح بارش کے قطروں سے مردہ زمین میں جان آ جاتی ہے، پودے لہلہا اٹھتے ہیں اور انواع واقسام کے پھل اور پھول اگ آتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، جو زندہ ہوتے ہی میدان محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے اور اپنے رب کے حضور اپنے اعمال کا حساب دینے کے لیے دست بستہ کھڑے ہو جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴾ [ق : ۹ تا ۱۱] "اور ہم نے آسمان سے ایک بہت بابرکت پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ باغات اور کاٹی جانے والی (کھیتی) کے دانے اگائے۔ اور کھجوروں کے درخت لمبے لمبے، جن کے تہ بہ تہ خوشے ہیں۔ بندوں کو روزی دینے کے لیے اور ہم نے اس کے ساتھ ایک مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح نکلنا ہے۔"

وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝۱۲ لِتَسْتَوٗا عَلٰي ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝۱۳ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝۱۴

"اور وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے اور تمھارے لیے وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر بیٹھو، پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو، جب ان پر جم کر بیٹھ جاؤ اور کہو پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے لیے تابع کر دیا، حالانکہ ہم اسے قابو میں لانے والے نہیں تھے۔ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اس نے انواع واقسام کی چیزیں اور تمام حیوانات و نباتات کے جوڑے پیدا کیے ہیں، صرف اس کی ذات اکیلی ذات ہے، اس کا کوئی جوڑا نہیں ہے۔ اسی نے انسان کو کشتی بنانے کا علم دیا اور اس کے لیے چوپائے پیدا کیے، لوگ ان کشتیوں اور چوپاؤں پر سوار ہو کر سفر کرتے ہیں۔ اہل عقل و خرد اور اہل ایمان جب ان کشتیوں اور چوپایوں پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے اس رب کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں کہ جس نے ان جانوروں کو ان کے تابع فرمان بنا دیا ہے۔ اگر اللہ نہ چاہتا تو انھیں وہ مسخر نہیں کر سکتے تھے۔ لوگ سوار ہو کر اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس دنیاوی زندگی کے بعد ہمیں لوٹ کر اپنے رب ہی کے پاس جانا ہے۔

سواریوں کا احسان جتلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ۸] ’’اور گھوڑے اور خچر اور گدھے، تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے، اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝ وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ۷۹ تا ۸۱] ’’اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے چوپائے بنائے، تاکہ ان میں سے بعض پر تم سوار ہو اور انھی میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور تمھارے لیے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ تم ان پر اس حاجت تک پہنچو جو تمھارے سینوں میں ہے اور انھی پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔ اور وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، پھر تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے۔‘‘

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب اپنی سواری پر سوار ہونے لگے تو آپ نے رکاب میں پیر رکھتے ہی فرمایا: « بِسْمِ اللّٰهِ »، پھر جب جم کر بیٹھ گئے تو فرمایا: « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ »، پھر کہا: « سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ، وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ » ’’پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے تابع کیا اور ہم از خود اسے اپنا تابع نہیں بنا سکتے تھے اور بلاشبہ ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔‘‘ پھر تین مرتبہ « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ » کہا اور تین مرتبہ « اَللّٰهُ اَكْبَرُ »، پھر فرمایا: « سُبْحَانَكَ إِنِّيْ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ إِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ » ’’اے اللہ! تو پاک ہے، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، تو مجھے معاف فرما دے، بلاشبہ تیرے سوا اور کوئی نہیں جو گناہوں کو بخش سکے۔‘‘ اور پھر ہنس دیے۔ میں نے پوچھا، امیر المومنین! آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایسے ہی کیا تھا جیسے میں نے کیا ہے اور پھر آپ ہنس دیے تھے، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ’’بلاشبہ تیرے رب کو اپنے بندے پر تعجب آتا ہے جب وہ کہتا ہے: « رَبِّ اغْفِرْ لِيْ » ’’میرے رب! مجھے بخش دے‘‘ تو (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔‘‘ [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب ما یقول الرجل إذا رکب : ۲۶۰۲۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء ما یقول إذا رکب دابة : ۳۴۴۶]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے لیے جب کبھی اپنی سواری پر سوار ہوتے تو تین مرتبہ تکبیر کہہ کر یہ دعا پڑھتے: « سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَ مِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَ اطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَ كَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَ سُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ » ’’پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے لیے تابع کر دیا، حالانکہ ہم اسے قابو میں لانے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں۔

اے اللہ ! ہم اپنے اس سفر میں تجھ سے نیکی اور تقویٰ کا سوال کرتے ہیں اور اس عمل کا سوال کرتے ہیں، جسے تو پسند کرے۔ اے اللہ ! ہمارا یہ سفر ہم پر آسان فرما دے اور ہم سے اس کی دوری کم کر دے۔ اے اللہ ! تو ہی سفر میں ساتھی اور گھر والوں میں نائب ہے، اے اللہ ! میں تجھ سے سفر کی مشقت سے اور مال اور اہل خانہ میں غمناک منظر دیکھنے سے اور ناکام لوٹنے کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔" اور جب واپس آتے تو یہی کلمات کہتے، البتہ ان الفاظ کے اضافے کے ساتھ: « آئِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ » "ہم واپس لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب ہی کی حمد کرنے والے ہیں۔" [مسلم، کتاب الحج، باب استحباب الذكر إذا ركب دابته ...... الخ : ۱۳۴۲]

ع
وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿15﴾

"اور انھوں نے اس کے لیے اس کے بعض بندوں کو جز بنا ڈالا، بے شک انسان یقیناً صریح ناشکرا ہے۔"

مشرکینِ مکہ کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ انھوں نے اللہ کے بندوں میں سے بعض کو یعنی فرشتوں کو اس کی بیٹیاں کہا، اس سے بڑھ کر جھوٹ اور کفر کیا ہو سکتا ہے؟ انھیں کیسے معلوم ہوا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور اللہ کے ساتھ وہ بھی عبادت کے مستحق ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کفرانِ نعمت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو اعتراف کرتے ہیں کہ وہی ذاتِ واحد خالق ارض و سما ہے، اس کا کوئی ثانی نہیں ہے اور پھر اس کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی وہ اولاد اس کے مماثل و مشابہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿4﴾ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴾ [الكهف : ٤، ٥] "اور ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے کہا اللہ نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے۔ نہ انھیں اس کا کوئی علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو۔ بولنے میں بڑی ہے، جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، وہ سراسر جھوٹ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔"

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿16﴾ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴿17﴾

"یا اس نے اس (مخلوق) میں سے جسے وہ پیدا کرتا ہے (خود) بیٹیاں رکھ لیں اور تمھیں بیٹوں کے لیے چن لیا؟ حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوش خبری دی جائے جس کی اس نے رحمان کے لیے مثال بیان کی ہے تو اس کا منہ سارا دن سیاہ رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی کے خلاف ان کی جرأت تو دیکھیے کہ انھوں نے اس کے لیے اولاد بھی ٹھہرائی تو ایسی جسے اپنے لیے پسند نہیں کرتے، یعنی بیٹیاں، جن سے ان کی نفرت کا حال یہ ہے کہ جب انھیں خبر دی جاتی ہے کہ ان کے

ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو غم و الم سے ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں اور ان کے دل کرب و اذیت سے بھر جاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ ۝ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴾ [النحل : ۵۷ تا ۵۹] ''اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، وہ پاک ہے اور اپنے لیے وہ جو وہ چاہتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔''

سیدہ اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے قریش کی جماعت! اللہ کی قسم! میرے علاوہ تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں ہے۔ زید بن عمرو لڑکیوں کو زندہ دفن ہونے سے بچایا کرتے تھے۔ جب کوئی آدمی اپنی بیٹی کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو زید اس سے کہتے کہ تو اسے قتل مت کر، میں اس کے تمام اخراجات کا ذمہ لیتا ہوں۔ چنانچہ وہ لڑکی کو اپنی پرورش میں رکھ لیتے، پھر جب وہ بڑی ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے، اگر تم چاہو تو میں تمھاری بیٹی تمھارے سپرد کر دیتا ہوں اور اگر تمھاری مرضی ہو تو میں اس کے سب کام پورے کر دوں گا۔ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب حديث زيد بن عمرو بن نفيل : ۳۸۲۸]

أَوَمَنْ يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴿۱۸﴾

''اور کیا (اس نے اسے رحمان کی اولاد قرار دیا ہے) جس کی پرورش زیور میں کی جاتی ہے اور وہ جھگڑے میں بات واضح کرنے والی نہیں؟''

یعنی لڑکیوں کی پرورش اور نشو و نما زیور اور زینت کے سامان کے ساتھ ہوتی ہے اور ان کے ذریعے سے اس کی شخصیت میں پائی جانے والی کمی کو پورا کیا جاتا ہے اور بحث و حجت کی ضرورت پیش آئے تو وہ بات صاف نہیں کر سکتی، بلکہ وہ عاجز و ناتواں ہوتی ہے، جو اس طرح کی ہو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف، جو صاحب عظمت و شان ہے، منسوب کیا جا سکتا ہے؟ اور وہ اللہ تعالیٰ کا جز اور حصہ بن سکتی ہے؟

وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَاثًا أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ﴿۱۹﴾

''اور انھوں نے فرشتوں کو، وہ جو رحمان کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا، کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے؟ ان کی

گواہی ضرور لکھی جائے گی اور وہ پوچھے جائیں گے۔“

یعنی جو فرشتے رات دن اپنے خالق و مالک کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں، انھوں نے انھیں اپنی غایت درجہ کی جہالت و نادانی کی وجہ سے عورتیں بنا دیا۔ کیا جب اللہ نے انھیں پیدا کیا تھا تو اس وقت وہ موجود تھے اور انھیں علم ہو گیا تھا کہ اللہ نے انھیں مؤنث پیدا کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی قدر و منزلت کے خلاف یہ بڑی ہی ظالمانہ جرأت ہے، جس کے بارے میں قیامت کے دن ان سے سوال ہو گا اور کہا جائے گا کہ اپنے دعویٰ کی صداقت پر دلیل و برہان پیش کرو، لیکن وہ عاجز رہیں گے اور تب انھیں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

وَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ؕ﴿۲۰﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾

”اور انھوں نے کہا اگر رحمان چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں، وہ تو صرف اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔ یا کیا ہم نے انھیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے؟ پس وہ اسے مضبوطی سے تھامنے والے ہیں۔“

یعنی وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں ان بتوں کو نہ پوجنے دیتا، جو فرشتوں کی صورت میں بنائے گئے ہیں اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اسے اس بات کا علم ہے اور اس نے ہمیں اس پر برقرار رکھا ہوا ہے، اگر ہمارے اس عمل سے وہ راضی نہ ہوتا تو ہمیں اپنی قدرت کے ذریعے سے اس سے روک دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی کہ انھیں کیسے معلوم ہو گیا کہ اللہ ان کے اس فعل سے راضی ہے؟ یہ محض ان کی بے دلیل و بے بنیاد باتیں ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے اور جس قدر کتابیں نازل فرمائیں، سب کی زبانی صرف اپنی عبادت کا حکم دیا اور اپنے سوا ہر چیز کی عبادت سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۚ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ [النحل : ۳٦] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہو گئی۔ پس زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔“

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی تھی کہ یہ اس پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں اور اس کے مطابق غیر اللہ کی عبادت کر رہے ہیں؟ نہیں، ان کے پاس کوئی کتاب نہیں اور ان کو خود بھی اس بات کا اقرار ہے کہ وہ کسی کتاب کی بنیاد پر ایسا نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴾ [الروم : ۳۵] ”یا ہم نے ان پر کوئی دلیل نازل کی ہے کہ وہ بول کر وہ چیزیں بتاتی ہے جنھیں وہ اس

کے ساتھ شریک ٹھہرایا کرتے تھے۔‘‘

بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾

’’بلکہ انھوں نے کہا کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا ہے اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں پر راہ پانے والے ہیں۔‘‘

کفار نے اپنی پوجا پاٹ کے سلسلے میں علمی دلیل دینے سے ہمیشہ پہلوتہی اختیار کی اور وہ پہلوتہی اختیار نہ کرتے تو آخر کرتے بھی کیا؟ ان کے پاس علمی اور کتابی دلیل ہوتی ہی نہیں تھی کہ وہ اسے پیش کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ صاف صاف بغیر کسی جھجک کے ہٹ دھرمی کے ساتھ فخریہ انداز میں کہتے تھے کہ ہم نے اپنے آبا و اجداد کو جس راستے پر پایا تو ہم بس اسی راستے پر چل رہے ہیں اور کیونکہ وہ صحیح راستے پر تھے، لہٰذا ہم بھی صحیح راستے پر ہیں۔ ان کے اس قول کو اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۷۰] ’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴾ [لقمان : ۲۱] ’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، اور کیا اگرچہ شیطان انھیں بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو؟‘‘

وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾

’’اور اسی طرح ہم نے تجھ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر اس کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے چلنے والے ہیں۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قریش کے کافروں نے یہ کوئی نئی بات نہیں کہی ہے، بلکہ ہر دور کے کفار اپنے کفر و شرک پر جمے رہنے کا یہی سبب بیان کرتے رہے ہیں، یعنی آبا و اجداد کی تقلید قدیمی گمراہی ہے، جس میں ہر دور کے اہل کفر مبتلا رہے ہیں۔ اس لیے اے میرے نبی! آپ کو اہل قریش کے کفر و شرک پر ملول خاطر نہیں ہونا چاہیے۔

قٰلَ اَوَ لَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع

"اس نے کہا اور کیا اگر میں تمھارے پاس اس سے زیادہ سیدھا راستہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا؟ انھوں نے کہا بے شک ہم اس سے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا، سو دیکھ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔"

ہر دور کے نبی نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر میں تمھاری راہنمائی ایسی راہ کی طرف کروں جو سعادت و نیک بختی کی راہ ہے، تو کیا پھر بھی تم اپنے آبا و اجداد کی اندھی تقلید میں شقاوت و بدبختی کی راہ پر چلتے رہو گے؟ تو ہر دور کے کافروں نے یہی کہا کہ ہاں! ہم تمھاری دعوت کا انکار کرتے ہیں، یعنی تمھیں ایک ذرہ برابر بھی ہمارے ایمان لانے کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب کفر و شرک پر ان کا اصرار اس حد کو پہنچ گیا، تو ہم نے عذاب بھیج کر ان کا وجود ختم کر دیا۔ اللہ کے دین اور نبی کو جھٹلانے والوں کا انجام ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [المؤمنون: ٤٤] "پھر ہم نے اپنے رسول پے درپے بھیجے۔ جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا انھوں نے اسے جھٹلا دیا، تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا اور انھیں کہانیاں بنا دیا۔ سو دوری ہو ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۳۹] "اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔"

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾

"اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا بے شک میں ان چیزوں سے بالکل بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا کیا، پس بے شک وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور خلیل ابراہیم علیہ السلام کا حال بیان کر کے اہل قریش کو دعوتِ فکر دی کہ تم لوگ جس ابراہیم کی محبت کا دم بھرتے ہو، انھوں نے تو اپنے باپ دادا کی تقلید سے اعلانِ براءت کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ میں محض تمھاری تقلید میں تمھارے جھوٹے معبودوں کی عبادت نہیں کروں گا۔ کائنات میں جو عقلی دلائل و براہین موجود ہیں وہ سب اس بات کی طرف راہنمائی کرتے ہیں کہ میں اسی ذات واحد کی پرستش کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ میرا رب مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ وہ اپنے صحیح دین کی طرف میری راہنمائی کرے گا، اپنی بندگی کی توفیق

دے گا، لہٰذا میں تمھارے معبودوں کی عبادت سے سخت بے زار ہوں، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴾ [الشعراء : ۷۵ تا ۸۲] ''کہا تو کیا تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے۔ تم اور تمھارے پہلے باپ دادا۔ سو بلاشبہ وہ میرے دشمن ہیں، سوائے رب العالمین کے۔ وہ جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے۔ اور وہی جو مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ اور وہ جو مجھے موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا۔ اور وہ جس سے میں طمع رکھتا ہوں کہ وہ جزا کے دن مجھے میری خطا بخش دے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ﴾ [الممتحنة : ٤] ''یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ۔''

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۲۸

''اور اس نے اس (توحید کی بات) کو اپنے پچھلوں میں باقی رہنے والی بات بنا دیا، تاکہ وہ رجوع کریں۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو بھی یہی تعلیم دی تھی اور ساتھ یہ تاکید بھی کر دی تھی کہ اگر تم میں کوئی اختلاف واقع ہو جائے تو اسی کلمۂ توحید کی طرف رجوع کرنا اور میری اس تعلیم کو کبھی نہ بھولنا۔ وہ تعلیم یہی تھی کہ اللہ کے سوا کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو پرستش کے قابل ہو۔

بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝۲۹ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝۳۰

''بلکہ میں نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو برتنے کا سامان دیا، یہاں تک کہ ان کے پاس حق آ گیا اور وہ رسول جو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ اور جب ان کے پاس حق آیا تو انھوں نے کہا یہ جادو ہے اور بے شک ہم اس سے منکر ہیں۔''
یعنی ان کفار کی گمراہی کا یہ سبب نہیں کہ ان کے پاس بہت عرصے سے کوئی رسول نہیں آیا، بلکہ ان کی گمراہی کا اصل

سبب یہ ہے کہ میں نے ان کو بھی اور ان کے آبا واجداد کو بھی دنیاوی ساز و سامان سے خوب نوازا اور یہ لوگ دنیاوی ساز و سامان میں کھو گئے، مجھ سے اور میرے احکامات سے غافل ہو گئے، کلمہ توحید کو، جو انھیں ابراہیم علیہ السلام سے ملا تھا، بھول گئے اور پوری طرح شرک میں مبتلا ہو گئے، یہاں تک کہ ان کے پاس اللہ کے رسول واضح حق لے آئے۔ تب بھی انھوں نے شرک کو نہ چھوڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہا۔ شرک و ضلالت کی وادیوں میں بھٹکتے ہوئے اتنی دور نکل گئے کہ راہِ حق پر ان کا لوٹ کر آنا ناممکن سا ہو گیا۔ ان کی اسی فطرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۝ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [الصافات: ۱۲ تا ۱۵] ’’بلکہ تو نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب انھیں نصیحت کی جائے وہ قبول نہیں کرتے۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو خوب مذاق اڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ صاف جادو کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾

’’اور انھوں نے کہا یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟‘‘

اہل قریش فخر و غرور میں آ کر کہتے تھے کہ منصب رسالت مکہ کے ولید بن مغیرہ یا طائف کے عروہ بن مسعود جیسے آدمی کو ملنا چاہیے، جو دنیاوی مال و جاہ والے ہیں۔ یہ بھی ان کی کور مغزی اور غایت درجہ کی مادہ پرستی تھی کہ رسالت جیسے عظیم منصب کا حق دار کسی دنیا دار کو سمجھتے تھے، حالانکہ یہ تو روحانیت کا وہ عظیم ترین رتبہ ہے جس کا مستحق وہی انسان ہو سکتا ہے جو صفائے قلب، طہارت نفس، اخلاق و فضائل اور قدسی کمالات کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہو۔

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾

’’کیا وہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے خود ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں تقسیم کی اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا، تاکہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنا لے اور تیرے رب کی رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔‘‘

فرمایا کہ اے رسول! کیا یہ آپ کے رب کی رحمت یعنی نبوت کو تقسیم کرنے والے ہیں؟ نبوت کو تقسیم کرنا ان کا کام نہیں، یہ تو خالص اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے نبوت عطا فرماتا ہے، نبی کا انتخاب اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ کون اس منصب کا اہل ہے اور کون نہیں؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ﴾ [الأنعام : ۱۲٤] ’’اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌۢ بَصِيۡرٌ ﴾ [الحج : ۷۵] ''اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے چنتا ہے اور لوگوں سے بھی، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

آگے فرمایا کہ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ دنیا کی زندگی میں انھیں ان کی روزی ہم مہیا کرتے ہیں۔ ایسے عاجز لوگ اللہ پر اعتراض کرنے کی کیسے جرأت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) جیسے فقیر آدمی کو اللہ نے کیوں اپنا رسول بنا دیا؟ اللہ کی ذات وہ ہے جس نے انسانوں کو مختلف طبقات و درجات میں بانٹ رکھا ہے، کسی کو مال دار بنایا ہے تو کسی کو فقیر، پھر فقیر کو مال دار کے لیے مسخر کر دیا ہے، تاکہ اس کی خدمت کرے اور جو مزدوری ملے اس سے اپنی ضرورت پوری کرے۔ نہ مال دار کی مال داری اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک محبوب ہے اور نہ فقیر کی محتاجی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک مبغوض ہے۔ یہ اختلاف درجات اللہ کی حکمت و مصلحت کے مطابق ہے، لیکن وافر رزق اور بلند مرتبہ اس بات کا متقاضی نہیں کہ ہم جسے رزق اور مرتبہ میں فضیلت دیں اسے نبوت بھی عطا کر دیں۔ نبوت کے لیے جس اہلیت اور قابلیت کی ضرورت ہے وہ اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منصبِ نبوت دنیا کے مال و جاہ سے کہیں زیادہ بہتر ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جنھیں یہ نبوت دی گئی ہے، یعنی نبی کریم ﷺ، وہ ان لوگوں سے کہیں بہتر ہیں جو اگرچہ مال و دولت رکھتے ہیں، لیکن اللہ کی نگاہ میں ادنیٰ اور حقیر ترین لوگ ہیں۔

وَلَوۡلَاۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلۡنَا لِمَنۡ يَّكۡفُرُ بِالرَّحۡمٰنِ لِبُيُوۡتِهِمۡ سُقُفًا مِّنۡ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيۡهَا يَظۡهَرُوۡنَ ۙ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوۡتِهِمۡ اَبۡوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيۡهَا يَتَّكِـُٔوۡنَ ۙ﴿۳۴﴾ وَزُخۡرُفًا ؕ وَاِنۡ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ؕ وَالۡاٰخِرَةُ عِنۡدَ رَبِّكَ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۳۵﴾ ع

''اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی امت ہو جائیں گے تو یقیناً ہم ان لوگوں کے لیے جو رحمان کے ساتھ کفر کرتے ہیں، ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی، جن پر وہ چڑھتے ہیں۔ اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی، جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں۔ (چاندی کے بنا دیتے) اور سونے کے اور یہ سب کچھ دنیا کی زندگی کے سامان کے سوا کچھ نہیں اور آخرت تیرے رب کے ہاں متقی لوگوں کے لیے ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سارے لوگ ہی کافر ہو جائیں گے، تو دنیا تو وہ حقیر شے ہے کہ ہم تمام کافروں کے گھروں کی چھتوں اور سیڑھیوں کو چاندی کا بنا دیتے اور ان کے گھروں کے دروازوں، چارپائیوں اور کرسیوں کو بھی چاندی کا بنا دیتے۔ ہم انھیں سونے اور جواہر کے بنے سامان ہائے زینت سے بھی نواز دیتے، تاکہ وہ کفر و طغیان میں بڑھتے چلے جاتے اور شدید ترین عذاب کے مستحق بنتے۔ اس لیے کہ دنیا کی عارضی نعمتوں کی اللہ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہے۔ دنیا فانی ہے اور اس کا مال و متاع بھی فانی اور چند روزہ ہے، جیسا کہ ارشاد

فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ۲۰] ''جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر دنیا کی حیثیت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس میں سے کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔'' [ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی ھوان الدنیا علی اللہ عزوجل : ۲۳۲۰]

وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ : یعنی آخرت آپ کے رب کے ہاں خاص پرہیز گاروں ہی کے لیے ہے، ان کے علاوہ کوئی اور اس میں ان کا شریک نہیں ہو سکے گا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے بالا خانے میں گئے اور تب آپ نے اپنی ازواج مطہرات سے 'ایلا' کر رکھا تھا۔ جب دیکھا کہ آپ ایک چٹائی کے ٹکڑے پر لیٹے ہوئے ہیں، جس کے نشان آپ کے جسم مبارک پر نمایاں ہیں تو وہ رونے لگے اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ آپ کی امت کو کشادگی عطا کر دے، فارس اور روم کے لوگ تو خوب عیش و عشرت میں ہیں، دنیا انھیں خوب ملی ہوئی ہے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تھے، فرمانے لگے: ''اے ابن خطاب! کیا تو ابھی شک میں ہے؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی نیکیوں کا بدلہ انھیں دنیا ہی کی زندگی میں جلدی عطا کر دیا گیا ہے۔'' [بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفة والعلیة المشرفة ...... الخ : ۲۴۶۸۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الإیلاء و اعتزال النساء ...... الخ : ۱۴۷۹]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور تم سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ان کی پلیٹوں میں کھاؤ، کیوں کہ یہ، ان (کافروں) کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں۔'' [بخاری، کتاب الأطعمة، باب الأکل فی إناء مفضض : ۵۴۲۶۔ مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم استعمال إناء الذھب والفضة ......الخ : ۲۰۶۷/۵]

وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾

''اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ

رہنے والا ہوتا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اہمیت بیان کی ہے کہ جو لوگ قرآن اور اس میں موجود احکام سے اعراض کرتے اور اسے چھوڑ کر دیگر گمراہیوں کو اپناتے ہیں، اللہ تعالیٰ بطور عقاب ان کے پیچھے شیطان کو لگا دیتا ہے، پھر شیطان جو کچھ کہتا ہے وہ وہی کام کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴾ [النساء : ۳۸] ”اور وہ لوگ جو اپنے اموال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر، اور وہ شخص کہ شیطان اس کا ساتھی ہو تو وہ برا ساتھی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۝ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝ وَّلَاُضِلَّنَّھُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّھُمْ وَلَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۝ يَعِدُھُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُھُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىھُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴾ [النساء : ۱۱۷ تا ۱۲۲] ”وہ اس کے سوا نہیں پکارتے مگر مونثوں کو اور نہیں پکارتے مگر سرکش شیطان کو۔ جس پر اللہ نے لعنت کی اور جس نے کہا کہ میں ہر صورت تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ ضرور لوں گا۔ اور یقیناً میں انھیں ضرور گمراہ کروں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور آرزوئیں دلاؤں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور چوپاؤں کے کان کاٹیں گے اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت بدلیں گے اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔ وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔ یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، عنقریب ہم انھیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہمیشہ۔ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [المجادلۃ : ۱۹] ”شیطان ان پر غالب آ گیا، سو اس نے انھیں اللہ کی یاد بھلا دی، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ سن لو! یقیناً شیطان کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کا ساتھی جن مقرر کر رکھا ہے۔“ صحابہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے جواب

دیا: ''ہاں! میرے ساتھ بھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ میرا (مطیع) ہوگیا ہے۔ اب وہ مجھے خیر کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیتا۔'' دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''تم میں سے ہر کسی کے ساتھ اس کا ایک ساتھی جنوں میں سے اور ایک ساتھی فرشتوں میں سے مقرر کر دیا گیا ہے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان و بعثه سرایاہ لفتنة الناس ...... الخ : ۲۸۱٤]

وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾

''اور بے شک وہ ضرور انھیں اصل راستے سے روکتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں۔''

یعنی وہ شیاطین قرآن سے اعراض کرنے والوں کو راہِ حق کی اتباع سے روکتے رہتے ہیں اور ان کے دل میں خیال ڈالتے رہتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں، حالانکہ یہ سب کچھ شیطانوں کا دھوکا اور فریب ہوتا ہے۔ الغرض اس طرح شیاطین انسانوں کو صحیح راستے پر نہیں آنے دیتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴾ [العنکبوت : ۳۸] ''اور عاد اور ثمود کو (ہم نے ہلاک کیا) اور یقیناً ان کے رہنے کی کچھ جگہیں تمھارے سامنے آ چکی ہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے کام مزین کر دیے، پس انھیں اصل راستے سے روک دیا، حالانکہ وہ بہت سمجھدار تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النحل : ٦٣] ''اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے۔ سو وہی آج ان کا دوست ہے اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾

''یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا اے کاش! میرے درمیان اور تیرے درمیان دو مشرقوں کا فاصلہ ہوتا، پس وہ برا ساتھی ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہمارے سامنے وہ دونوں حاضر ہوں گے، تو قرآن کریم سے منہ پھیرنے والا اپنے شیطان دوست سے کہے گا کہ اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی، لیکن اس وقت بے زاری سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ تو اے لوگو! ہوشیار ہو جاؤ، بے شک شیطان انسان کا برا ساتھی ہے۔ اس سے دنیا میں بے زاری کا اظہار کرو گے تو تمھیں کوئی فائدہ پہنچے گا، ورنہ آخرت میں اس کے ساتھ ساتھ تمھیں بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾

''اور آج یہ بات تمھیں ہر گز نفع نہ دے گی، جب کہ تم نے ظلم کیا کہ بے شک تم (سب) عذاب میں شریک ہو۔''

یعنی اس دن اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک بنانے کی وجہ سے تم پر آج کے دن عذاب واجب ہو گیا ہے، اب کوئی تمنا تمھیں کام نہیں دے گی اور تم سب یعنی تم اور تمھارے شیاطین دوست جہنم کے عذاب میں برابر کے شریک ہو گے۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾

''پھر کیا تو بہروں کو سنائے گا، یا اندھوں کو راہ دکھائے گا اور ان کو جو صاف گمراہی میں پڑے ہیں۔ پس اگر کبھی ہم تجھے لے ہی جائیں تو بے شک ہم ان سے انتقام لینے والے ہیں۔ یا ہم واقعی تجھے وہ (عذاب) دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے تو بے شک ہم ان پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کفار مکہ کی رشد و ہدایت کی بڑی خواہش رکھتے تھے، اسی لیے ان کے سامنے دعوت حق پیش کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے اور ان کی سرد مہری اور بے اعتنائی دیکھ کر ملول خاطر ہوتے، تو اللہ تعالیٰ انھیں تسلی دیتا اور کہتا کہ آپ کا کام تو صرف دعوت اسلام پیش کر دینا ہے۔ ہدایت دینا تو صرف اللہ کا کام ہے اور کفارِ مکہ تو بہرے ہیں، ان سے تو قوت سماعت سلب کر لی گئی ہے، یہ کب اللہ کی آیتوں اور دلیلوں کو سن سکیں گے؟ یہ تو اندھے ہیں، قوت بصارت سے محروم ہیں، اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر بھی ان سے عبرت حاصل نہیں کر سکیں گے۔ سیدھی راہ سے کوسوں دور نکل گئے ہیں، اب راہ راست پر نہیں آ سکیں گے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [النمل : ۸۰، ۸۱] ''بے شک تو نہ مُردوں کو سناتا ہے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سناتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں۔ اور نہ تو کبھی اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والا ہے، تو نہیں سنائے گا مگر انھی کو جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں، پھر وہ فرماں بردار ہیں۔''

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یا تو آپ ان پر غالب آنے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے، تو ہم ان کے کفر و شرک کا انتقام عذابِ جہنم کے ذریعے سے لیں گے، یا اپنے وعدے کے مطابق اپنی قدرت کا کرشمہ آپ کو دنیا ہی میں دکھا دیں گے، غرض یہ کہ اگر یہ کفر و شرک سے باز نہ آئے تو ان پر عذاب ضرور نازل ہو گا، خواہ آپ کی زندگی میں

نازل ہو، یا آپ کی وفات کے بعد نازل ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [يونس : ٤٦] ”اور اگر کبھی ہم تجھے اس کا کچھ حصہ واقعی دکھلا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں، یا تجھے اٹھا ہی لیں تو ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے، پھر اللہ اس پر اچھی طرح گواہ ہے جو وہ کر رہے ہیں۔“

سیدنا ابو بردہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ستارے آسمان کے بچاؤ کا سبب ہیں، جب ستارے جھڑ جائیں گے تو آسمان پر وہ چیز واقع ہو جائے گی جس کا وہ وعدہ دیا جاتا ہے (یعنی آسمان پھٹ جائے گا) اور میں اپنے اصحاب کے لیے ذریعۂ امن ہوں، میرے جانے کے بعد میرے صحابہ پر وہ دور آ جائے گا جس کا یہ وعدہ دیے جاتے ہیں۔“ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب بيان أن بقاء النبي ﷺ أمان لأصحابه ...... الخ : ٢٥٣١]

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ ۚ وَ سَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾

”پس تو اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھ جو تیری طرف وحی کیا گیا ہے، یقیناً تو سیدھے راستے پر ہے۔ اور بلاشبہ وہ یقیناً تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے ایک نصیحت ہے اور عنقریب تم سے پوچھا جائے گا۔“

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جب کفارِ مکہ کا حال وہ ہے جو گزشتہ آیات میں بیان ہوا ہے، یعنی دعوتِ حق سے استفادہ کی ہر صلاحیت ان سے سلب کر لی گئی ہے، تو آپ ان کے کفر و شرک پر غمگین نہ ہوں، بلکہ جو قرآن آپ پر نازل ہوا ہے اور جو دینِ حق آپ کو دیا گیا ہے اس پر گامزن رہ کر اللہ کا شکر ادا کیجیے۔ جو قرآن آپ پر نازل ہوا ہے وہ آپ اور آپ کی امت کے لیے نہایت باعثِ شرف و عزت ہے اور وہ عبرت و موعظت اور شرائع اسلام کا خزانہ ہے۔ قیامت کے دن آپ کی امت سے پوچھا جائے گا کہ انھوں نے کس حد تک احکامِ قرآنی کی پابندی کی؟

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ : سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ امر (یعنی خلافت و امارت) قریش ہی میں رہے گا، جو ان سے (اس معاملہ میں) جھگڑے گا (اور اسے ان سے چھینے گا)، اسے اللہ تعالیٰ جہنم میں اوندھے منہ گرائے گا، اس وقت تک جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے۔“ [بخاري، كتاب الأحكام، باب الأمراء من قريش : ٧١٣٩]

ع
۱۰
وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ع

”اور ان سے پوچھ جنھیں ہم نے تجھ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا، کیا ہم نے رحمان کے سوا کوئی معبود بنائے ہیں،

جن کی عبادت کی جائے؟‘‘

تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے صرف توحید باری تعالیٰ کی دعوت دی، کسی نے بھی بتوں کی پرستش کی طرف لوگوں کو نہیں بلایا، یعنی آپ نے اہل قریش کے سامنے کوئی نئی دعوت پیش نہیں کی کہ وہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں اور آپ کے درپے آزار ہیں۔ یہ تو وہی دعوت ہے جو تمام انبیاء نے اپنی قوموں کے سامنے پیش کی تھی۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو یہی نصیحت کی کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الأنبياء : ٢٥] ’’اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ [النحل : ٣٦] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔‘‘

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو اس نے کہا بے شک میں تمام جہانوں کے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔ تو جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آیا، اچانک وہ ان کے بارے میں ہنس رہے تھے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے و رسول موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھیں فرعون اور اس کی قوم کے امراء، وزراء، قائدین، پیروکاروں اور قبطی و اسرائیلی رعایا کی طرف مبعوث فرمایا، تاکہ وہ انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کی پوجا سے منع کریں۔ انھیں بڑے بڑے معجزات بھی عطا کیے، مثلاً ید بیضا اور عصا۔ اس کے علاوہ طوفان، ٹڈی دل، جوئیں، مینڈکوں اور خون کے عذاب اور پھر فصلوں، جانوروں اور پھلوں کی کمی کی صورت میں عذاب، مگر اس سب کے باوجود انھوں نے تکبر کیا اور اتباع و اطاعت سے انکار کیا اور ان معجزات کے لانے والے کی تکذیب کی اور اس کا مذاق اڑایا۔ عذابات کا تذکرہ کرتے ہوئے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٣٠] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے فرعون کی آل کو قحط سالیوں اور پیداوار کی کمی کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا

عَنۡهُمُ الرِّجۡزَ اِلٰۤى اَجَلٍ هُمۡ بٰلِغُوۡهُ اِذَا هُمۡ يَنۡكُثُوۡنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۳ تا ۱۳۵] ’’تو ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون، جو الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انھوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔اور جب ان پر عذاب آتا تو کہتے اے موسیٰ! اپنے رب سے اس عہد کے واسطے سے دعا کر جو اس نے تیرے ہاں دے رکھا ہے، یقیناً اگر تو ہم سے یہ عذاب دور کر دے تو ہم ضرور ہی تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو ضرور ہی بھیج دیں گے۔ پھر جب ہم ان سے عذاب کو ایک وقت تک دور کر دیتے، جسے وہ پہنچنے والے تھے تو اچانک وہ عہد توڑ دیتے تھے۔‘‘

وَ مَا نُرِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكۡبَرُ مِنۡ اُخۡتِهَا ۚ وَ اَخَذۡنٰهُمۡ بِالۡعَذَابِ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَ قَالُوۡا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنۡدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهۡتَدُوۡنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِذَا هُمۡ يَنۡكُثُوۡنَ ﴿۵۰﴾

’’اور ہم انھیں کوئی نشانی نہیں دکھلاتے تھے مگر وہ اپنے جیسی (پہلی نشانی) سے بڑی ہوتی اور ہم نے انھیں عذاب میں پکڑا، تاکہ وہ لوٹ آئیں۔اور انھوں نے کہا اے جادوگر! ہمارے لیے اپنے رب سے اس کے ذریعے دعا کر جو اس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے، بے شک ہم ضرور ہی سیدھی راہ پر آنے والے ہیں۔ پھر جب ہم ان سے عذاب ہٹا لیتے، اچانک وہ عہد توڑ دیتے تھے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ فرعون اور فرعونیوں کا استہزا کچھ اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہ نشانیاں ہی اس قابل نہ تھیں کہ ان پر اثر انداز ہوتیں، بلکہ وہ ایسا محض کبر و عناد کی وجہ سے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر نشانی پہلی نشانی سے بڑی ہوتی تھی۔ ہم نے انھیں دنیاوی عذاب میں بھی مبتلا کیا کہ شاید اس طرح وہ رجوع الی اللہ کریں، لیکن جب عذاب کی سختی سے تلملا اٹھے تو موسیٰ سے کہا، اے جادوگر! تم کہتے ہو کہ تمھارا رب تم پر ایمان لانے والوں سے عذاب کو ٹال دیتا ہے، تو دعا کرو کہ وہ ہم سے عذاب کو دور کر دے۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے اور جسے تم راہ ہدایت کہتے ہو اسے اختیار کر لیں گے، چنانچہ ہم نے ان سے عذاب کو ٹال دیا، تو وہ فوراً بدعہدی کر بیٹھے اور ضلالت و گمراہی میں اور آگے بڑھتے چلے گئے۔

وَ نَادٰى فِرۡعَوۡنُ فِىۡ قَوۡمِهٖ قَالَ يٰقَوۡمِ اَلَيۡسَ لِىۡ مُلۡكُ مِصۡرَ وَ هٰذِهِ الۡاَنۡهٰرُ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِىۡ ۚ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۵۱﴾ اَمۡ اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡ هٰذَا الَّذِىۡ هُوَ مَهِيۡنٌ ۙ وَّ لَا يَكَادُ يُبِيۡنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوۡ لَاۤ اُلۡقِىَ عَلَيۡهِ اَسۡوِرَةٌ مِّنۡ ذَهَبٍ اَوۡ جَآءَ مَعَهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ مُقۡتَرِنِيۡنَ ﴿۵۳﴾ فَاسۡتَخَفَّ قَوۡمَهٗ فَاَطَاعُوۡهُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ﴿۵۴﴾

’’اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کی، اس نے کہا اے میری قوم! کیا میرے پاس مصر کی بادشاہی نہیں ہے؟ اور یہ نہریں میرے تحت نہیں چل رہیں؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟ بلکہ میں اس شخص سے بہتر ہوں، وہ جو حقیر ہے اور قریب نہیں کہ وہ بات واضح کرے۔ پس اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے، یا اس کے ہمراہ فرشتے مل کر کیوں نہیں آئے؟ غرض اس نے اپنی قوم کو ہلکا (بے وزن) کر دیا تو انھوں نے اس کی اطاعت کر لی، یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔‘‘

جب موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے عذاب ٹل گیا تو فرعون اپنے دل میں ڈرا کہ کہیں لوگ واقعی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئیں، اس لیے اس نے پینترا بدلتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ کیا میں حکومت مصر کا مالک نہیں ہوں؟ کیا دریائے نیل کی چاروں شاخیں میرے محل کے پاس سے نہیں گزرتی ہیں، کیا تم لوگ میری ان تمام نعمتوں اور قدرتوں کا مشاہدہ نہیں کرتے ہو؟ تو پھر میں بہتر ہوں یا یہ حقیر انسان؟ یعنی موسیٰ، جو اپنی خدمت آپ کرتا ہے اور اپنی بات واضح نہیں کر پاتا۔

اگر یہ واقعی پیغمبر ہے اور بڑا آدمی ہے تو اس کے بھیجنے والے نے اسے سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنا دیے؟ تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا کہ واقعی یہ کوئی بڑا انسان ہے، یا پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ اس کے ساتھ کچھ فرشتے ہوتے جو ہر دم اس کے ساتھ رہتے اور اس کی نبوت کی گواہی دیتے؟

فرعون نے اپنی قوم کے دل میں یہ بات ڈالنا چاہی کہ رسول کو بڑی شان و شوکت والا اور فرشتوں میں گھرا ہوا ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس کی شیطانی چال کام کر گئی، لوگوں نے اس کی بات مان لی اور موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ پہلے ہی سے اللہ کی بندگی سے برگشتہ تھے۔

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ ع ۱۱

’’پھر جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ پس ہم نے انھیں پیچھے آنے والوں کے لیے پیش رو اور مثال بنا دیا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب فرعون اور فرعونیوں نے ہمارے غیظ و غضب کو بھڑکا دیا، موسیٰ اور ان کے معجزات کی تکذیب کی، انھیں جادوگر کہا اور ایمان لانے کا وعدہ کر کے بدعہدی کی، تو ہم نے ان سے انتقام لے لیا اور تمام کو دریا میں ڈبو کر انھیں آنے والی قوموں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الشعراء: ۶۵ تا ۶۸] ’’اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو بچا لیا۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بے شک تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، بے حد رحم والا ہے۔‘‘

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا ہے (اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے، تاکہ وہ خوب نافرمانی کر لے اور عذاب کا مستحق ہو جائے)، تاہم پھر جب وہ پکڑتا ہے تو اسے چھوڑتا نہیں۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرىٰ ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

وَ لَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ قَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾

''اور جب ابن مریم کو بطور مثال بیان کیا گیا، اچانک تیری قوم (کے لوگ) اس پر شور مچا رہے تھے۔ اور انھوں نے کہا کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ انھوں نے تیرے لیے یہ (مثال) صرف جھگڑنے ہی کے لیے بیان کی ہے، بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں۔''

جب سورۂ انبیاء کی یہ آیت: ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ﴾ [الأنبياء : ٩٨] ''بے شک تم اور جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں'' نازل ہوئی تو مشرکین مکہ نے یہ اعتراض اٹھایا کہ عبادت تو عیسیٰ علیہ السلام کی بھی کی جاتی ہے، کیا وہ بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے؟ پھر اس اعتراض کا خوب پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا۔ انھوں نے یہی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ خاموش رہے، کیونکہ آپ خود کوئی جواب دینے کی نسبت یہ بات زیادہ پسند فرماتے تھے کہ مشرکین کے ایسے اعتراضات کے جو جواب بذریعہ وحی نازل ہوں وہی ان کو دیے جائیں۔ آپ کی خاموشی پر مشرکین قہقہے لگانے اور کھل کھلا کر ہنسنے لگے، جس کا مطلب یہ تھا کہ ہماری اس دلیل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چپ کرا دیا ہے۔ مشرکین مکہ نے غل یہ مچایا تھا کہ اللہ کے سوا سارے ہی معبود جہنم کا ایندھن بنیں گے تو پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہمارے معبودوں سے اچھے کیسے ہو گئے اور ہمارے معبود ان سے کم تر کیسے ہوئے؟ پھر تو ہم اپنے ہی معبودوں کو اچھا کہیں گے۔

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا مقصد طلب حق نہیں، بلکہ محض مجادلہ تھا اور پوری قوم قریش اس مرض میں مبتلا ہے کہ وہ لوگ باطل کو غالب کرنے کے لیے جدال کا سہارا لیتے ہیں۔

مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ : یعنی انھوں نے یہ مثال محض جھگڑنے کے لیے پیش کی ہے۔ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو بھی قوم ہدایت کے بعد گمراہ ہوئی تو انھیں جھگڑے میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴾ ''انھوں نے تیرے لیے یہ (مثال) صرف جھگڑنے ہی کے لیے بیان کی ہے، بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں۔'' [مسند أحمد : ٥/ ٢٥٢، ح : ٢٢٢٢٦۔ ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة الزخرف : ٣٢٥٣۔ ابن ماجه، كتاب السنة، باب اجتناب البدع و الجدل : ٤٨]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو آدمیوں میں سے زیادہ ناپسند وہ ہے جو ہٹ دھرم اور سخت جھگڑالو ہو۔'' [مسلم، کتاب العلم، باب في الألد الخصام : ٢٦٦٨]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں بھی ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امانت دار سمجھا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب جھگڑا کرے تو بدزبانی پر اتر آئے۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ٣٤۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٨]

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾

''نہیں ہے وہ مگر ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنا دیا۔ اور اگر ہم چاہیں تو ضرور تمھارے عوض فرشتے بنا دیں، جو زمین میں جانشین ہوں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح مقام بیان کیا ہے کہ وہ معبود نہیں، بلکہ اللہ کے ان گنت بندوں میں سے ایک بندہ ہیں۔ اللہ نے ان کو منصبِ رسالت کے لیے چن لیا تھا اور ان کی پیدائش کو بنی اسرائیل کے لیے عبرت و موعظت کا سبب بنایا تھا۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اگر وہ چاہتا تو انسانوں کو ہلاک کر دیتا اور ان کی جگہ زمین میں فرشتوں کو لا کر بسا دیتا، جو اسے اپنے سجدوں سے آباد کرتے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے۔

وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَ لَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾

''اور بلاشبہ وہ یقیناً قیامت کی ایک نشانی ہے تو تم اس میں ہرگز شک نہ کرو اور میرے پیچھے چلو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور کہیں شیطان تمھیں روک نہ دے، بے شک وہ تمھارے لیے کھلا دشمن ہے۔''

یعنی اے رسول! ان سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ ابن مریم قیامت کی نشانی بھی ہیں، لہٰذا تم قیامت کے بارے میں شک نہ کرو۔ قیامت آئے گی اور یقیناً آئے گی اور ابن مریم علیہما السلام قیامت کے قرب کی علامت بن کر آئیں گے۔ اللہ کی طرف سے میں تمھیں جن باتوں کا حکم دیتا ہوں ان پر عمل کرو، اللہ کو ایک جانو، اس کے ساتھ غیروں کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اس نے جو احکام فرض کیے ہیں انھیں بجا لاؤ، یہی سیدھی راہ ہے۔

دیکھو! شیطان تمھارے دلوں میں اسلام، قرآن اور میرے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر کے تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔ میری پیروی کرنا نہ چھوڑو، کیونکہ میں تمھیں اسی دین کی دعوت دے رہا ہوں جو تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا دین تھا اور جس کی وضاحت و بیان کے لیے تمام کتابیں نازل ہوئیں۔ دیکھو! شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے۔ اس لیے اس سے بڑھ کر کم عقلی کیا ہوگی کہ تم اپنے صریح دشمن کی پیروی کرو۔

وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا : صحیح بات اس بارے میں یہ ہے کہ اس سے مراد ان کا قیامت سے پہلے نازل ہونا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ [النساء : ۱۵۹] ”اور اہل کتاب میں کوئی نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لائے گا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم میں عیسیٰ علیہ السلام جو مریم کے بیٹے ہیں منصف اور حاکم بن کر نہ نازل ہوں۔ وہ صلیب توڑ دیں گے، سور کو قتل کر دیں گے اور جزیہ لینا بند کر دیں گے۔ تب مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔“ [بخاری، کتاب المظالم، باب کسر الصلیب و قتل الخنزیر : ۲٤۷٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ زمانہ قریب ہے جب مریم کے بیٹے تم میں عادل حکمران بن کر نازل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑ پھینکیں گے، سور کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور اس وقت مال کی بہت کثرت ہوگی، یہاں تک کہ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔ (یہ حالت برقرار رہے گی، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آ جائے گا کہ) اس وقت ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب نزول عیسٰی ابن مریم علیهما السلام : ۳٤٤۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب نزول عیسٰی ابن مریم حاکمًا ...... الخ : ۱۵۵]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کا ایک گروہ حق کے لیے ہمیشہ قیامت تک لڑتا رہے گا اور وہ غالب رہے گا، پھر عیسیٰ ابن مریم صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہوں گے۔ اس گروہ کا امام کہے گا، آیئے! آپ نماز پڑھایئے! وہ کہیں گے، نہیں یقیناً تم میں سے بعض، بعض پر حاکم ہیں۔ یہ وہ بزرگی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا فرمائی ہے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب نزول عیسٰی ابن مریم حاکمًا ...... الخ : ۱۵٦]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دجال میری امت میں نکلے گا اور چالیس تک رہے گا۔ میں نہیں جانتا چالیس دن رہے گا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا۔ ان کی شکل عروہ بن مسعود ثقفی کی سی ہوگی۔ وہ دجال کو ڈھونڈیں گے اور اسے قتل کر دیں گے، پھر سات برس تک لوگ اس طرح رہیں گے کہ دو آدمیوں میں کوئی دشمنی نہیں ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا، تو

زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں رہے گا کہ جس کے دل میں رتی برابر بھی ایمان یا بھلائی ہو، مگر یہ کہ وہ ہوا اس کی جان نکال لے گی، یہاں تک کہ اگر کوئی تم میں سے پہاڑ کے کلیجہ (یعنی کسی غار) میں گھس جائے تو یہ ہوا وہاں بھی پہنچ کر اس کی جان نکال لے گی۔'' عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے (اس کے بعد) فرمایا: ''پھر برے لوگ (دنیا میں) رہ جائیں گے، وہ پرندوں کی طرح کم عقل و بے وقوف ہوں گے اور ان کے اخلاق درندوں کی طرح ہوں گے۔ نہ وہ اچھی بات کو اچھا سمجھیں گے اور نہ بری بات کو برا۔ پھر شیطان ایک صورت بنا کر ان کے پاس آئے گا اور کہے گا، تم (میری بات کا) جواب کیوں نہیں دیتے؟ وہ کہیں گے، تو ہمیں کیا حکم دیتا ہے؟ تو شیطان انھیں بتوں کی پوجا کا حکم دے اور وہ اسی (بت پرستی کی) حالت میں ہوں گے، اس کے باوجود کہ ان کی روزی کشادہ ہوگی اور وہ مزے سے زندگی گزاریں گے، پھر صور پھونکا جائے گا۔ اسے جو بھی سنے گا وہ ایک طرف سے اپنی گردن جھکا دے گا اور دوسری طرف سے اٹھا لے گا (یعنی بے ہوش ہو کر گر پڑے گا) سب سے پہلے صور (کی آواز) کو وہ سنے گا جو اپنے اونٹوں کے حوض کی مرمت کر رہا ہوگا۔ وہ بے ہوش ہو جائے گا اور دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جو شبنم کی طرح ہوگی۔ اس سے لوگوں کے بدن اگ آئیں گے، پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے۔ پھر پکارا جائے گا، اے لوگو! اپنے مالک کے پاس آؤ اور (فرشتوں سے کہا جائے گا کہ) ان کو کھڑا کرو۔ تب ان سے سوال کیا جائے گا اور پھر کہا جائے گا کہ ایک لشکر دوزخ کے لیے نکالو۔ پوچھا جائے گا، کتنے لوگ؟ حکم ہوگا، ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے نکالو۔'' آپ نے فرمایا: ''یہی وہ دن ہوگا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور یہی وہ دن ہے جب پنڈلی کھلے گی۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال و مکثہ ...... الخ : ۲۹۴۰]

وَ لَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَ لِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾

''اور جب عیسیٰ واضح دلیلیں لے کر آیا تو اس نے کہا بے شک میں تمھارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور تاکہ میں تمھارے لیے بعض وہ باتیں واضح کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔''

یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس معجزات لے کر گئے، تو انھیں خبر دی کہ میں تمھارے پاس نبی بنا کر اور حکمت کا خزانہ دے کر بھیجا گیا ہوں، تاکہ تمھیں حکمت کی باتیں سکھاؤں اور موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد دین کے جن احکام میں تمھارے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا ہے، ان میں حق کو واضح کروں۔ اس لیے بنی اسرائیل کے لوگو! اللہ کی نافرمانی سے ڈرو اور توحید اور احکام باری تعالیٰ کے متعلق جو باتیں میں تمھیں بتلاتا ہوں انھیں قبول کرو۔ بے شک میرا اور تمھارا رب

اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس لیے تم سب صرف اس کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾

’’پھر کئی گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا، سو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا ایک دردناک دن کے عذاب سے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

لیکن ہوا یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے زندہ اٹھائے جانے کے بعد نصاریٰ ان کے بارے میں مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ان میں سے بعض اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور حق بات بھی یہی ہے۔ بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی اولاد ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ خود اللہ ہیں، جبکہ اللہ کی ذات اس سے پاک، بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾

’’وہ قیامت کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ جائے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں۔‘‘

یعنی قیامت یقیناً واقع ہونے والی ہے، یہ لوگ اس سے غافل ہیں اور اس کی تیاری نہیں کر رہے۔ جب وہ اچانک آئے گی تو انھیں خبر تک نہیں ہوگی اور اس وقت وہ حد درجہ نادم اور پشیمان ہوں گے، لیکن اس وقت ندامت و پشیمانی ان کے کچھ کام نہیں آئے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴾ [محمد : ۱۸] ’’تو وہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے قیامت کے کہ وہ ان پر اچانک آ جائے، پس یقیناً اس کی نشانیاں آ چکیں، پھر ان کے لیے ان کی نصیحت کیسے ممکن ہوگی، جب وہ ان کے پاس آ جائے گی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۴۰] ’’بلکہ وہ ان پر اچانک آئے گی تو انھیں مبہوت کر دے گی، پھر وہ نہ اسے ہٹا سکیں گے اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔‘‘

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَ لَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع ۷/۱۴

’’سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ۔ اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار تھے۔ جنت میں داخل ہو جاؤ تم اور تمھاری بیویاں، تم خوش کیے جاؤ گے۔‘‘

دنیا میں جن کی دوستی کی بنیاد معصیت، فتنہ وفساد، حق سے دشمنی اور دیگر مادی اور شہوانی اغراض و مقاصد پر ہے، وہ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے، آپس میں اظہار نفرت کرنے لگیں گے۔ اس لیے کہ جب یہ ساری باتیں ان کے عذاب کا سبب بنتی نظر آئیں گی تو ان کی دوستی دشمنی میں بدل جائے گی۔ لیکن جو لوگ یہاں اللہ سے ڈرتے ہیں اور آپس میں اللہ اور اس کے رسول کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، وہ قیامت کے دن بھی ایک دوسرے سے محبت کریں گے۔ اس لیے کہ دنیا میں جن دینی اغراض و مقاصد پر ان کی محبت کی بنیاد تھی، اس دن وہ ساری باتیں ان کے لیے ثواب ونجات کا سبب بن جائیں گی۔ اس لیے ان کی آپس کی محبت اور بڑھ جائے گی اور ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہے گی، جب اللہ تعالیٰ انھیں پکار کر کہے گا کہ اے میرے بندو! آج کے بعد تمھیں کوئی خوف اور کوئی حزن وملال لاحق نہیں ہوگا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ان خوش قسمت بندوں کی کچھ صفات بیان کر کے وضاحت کر دی کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے ہیں اور دین اسلام پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مزید فرمائے گا کہ اے میرے بندو! تم اپنی نیک بیویوں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، جہاں تمھیں ایسی فرحت وشادمانی ملے گی کہ تمھارے چہرے کھل اٹھیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ تَعۡرِفُ فِيۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِيۡمِ ﴾ [المطففین : ۲٤] ''تو ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچانے گا۔''

اَلۡاَخِلَّآءُ يَوۡمَئِذٍۢ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِيۡنَ : یعنی ہر وہ دوستی اور رفاقت جو غیر اللہ کے لیے ہوگی قیامت کے دن دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی، جبکہ وہ دوستی جو اللہ کے لیے ہوگی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائم ودائم رہے گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا بَيۡعٌ فِيۡهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالۡكٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴾ [البقرة : ۲٥٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔''

يُطَافُ عَلَيۡهِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَهَبٍ وَّاَكۡوَابٍ ۚ وَفِيۡهَا مَا تَشۡتَهِيۡهِ الۡاَنۡفُسُ وَتَلَذُّ الۡاَعۡيُنُ ۚ وَاَنۡتُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝٧١ وَتِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِىۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝٧٢ لَكُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ كَثِيۡرَةٌ مِّنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ۝٧٣

''ان کے گرد سونے کے تھال اور پیالے لے کر پھرا جائے گا اور اس میں وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔ اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔ تمھارے لیے اس میں بہت سے میوے ہیں، جن سے تم کھاتے ہو۔''

اہل جنت کے سامنے سونے کی رکابیوں اور پلیٹوں میں لذیذ ترین کھانے پیش کیے جائیں گے اور سونے ہی کے پیالے ہوں گے جو انواع و اقسام کی بہترین شرابوں سے لبالب ہوں گے۔ جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی کوئی نفس خواہش کرے گا اور جس سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور ملے گا۔ جنتیوں سے کہا جائے گا کہ اب تم ہمیشہ یہیں رہو گے، نہ تمھیں موت لاحق ہوگی اور نہ یہ نعمتیں ختم ہوں گی۔ یہ جنت تمھیں ان بھلائیوں کے بدلے میں ملی ہے جو تم دنیا میں کرتے رہے تھے۔ جنت میں تمھیں بے شمار تازہ پھل اور خشک پھل ملا کریں گے، جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ تمھیں ان کے کھانے سے کبھی روکا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ١٩] ”لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سونے اور چاندی کے برتن میں نہ پیو اور نہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاؤ، کیونکہ سونے اور چاندی کے برتن دنیا میں کافروں کے لیے ہیں اور آخرت میں ہمارے لیے ہیں۔“ [بخاری، کتاب الأطعمة، باب الأكل في إناء مفضض : ٥٤٢٦]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو (اس حالت میں) لایا جائے گا گویا کہ وہ ایک چتکبرا مینڈھا ہے، اسے جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ دیا جائے گا۔ پھر ایک منادی ندا کرے گا، اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی، اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی، ہر شخص ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا جس حالت میں وہ (اب) ہے۔ یہ سن کر جنتیوں کی خوشی اور بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ٢٨٤٩۔ بخاری، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٤٨، عن ابن عمر رضی الله عنهما]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ عیش میں رہے گا (رنج و غم سے اسے کبھی واسطہ نہیں پڑے گا)، اس کے کپڑے کبھی پرانے نہیں ہوں گے اور اس کی جوانی کبھی زائل نہیں ہوگی۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في دوام نعيم أهل الجنة ...... الخ : ٢٨٣٦]

سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک منادی ندا کرے گا (اے اہل جنت!) بے شک اب تم تندرست رہو گے کبھی بیمار نہیں پڑو گے، تم زندہ رہو گے تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی، تم جوان رہو گے تمھیں کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا، تم عیش میں زندگی گزارو گے تمھیں حزن و ملال کبھی نہیں ہوگا۔“ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٤٣] ”اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔“

[مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی دوام نعیم أهل الجنة ...... الخ : ۲۸۳۷]

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿٧٦﴾

’’بے شک مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اسی میں ناامید ہوں گے۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ خود ہی ظالم تھے۔‘‘

سعادت مند لوگوں کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے بدبختوں کا ذکر شروع فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو مجرم دنیا میں کفر و شرک اور دیگر معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور اسی حال میں ان کی موت آ جاتی ہے، تو وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ ان کا عذاب کبھی ہلکا نہیں کیا جائے گا اور ان کے دلوں پر ہمیشہ کے لیے یاس و نومیدی کا گہرا سایہ پڑ جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴾ [البقرة : ۱۶۱، ۱۶۲] ’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ کی اور فرشتوں اور لوگوں کی، سب کی لعنت ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴾ [فاطر : ۳۶] ’’اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔‘‘

آخری آیت میں فرمایا کہ اللہ نے انھیں دوزخ میں بھیج کر ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے رہے۔ نہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے اور نہ دوزخ میں جاتے۔ انھوں نے دوزخ میں جانے کا سبب خود پیدا کیا، لہٰذا دوزخ کے عذاب کے وہ خود ذمہ دار ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴾ [یونس : ٤٤] ’’بے شک اللہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اور لیکن لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔‘‘

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام کیا ہے اور میں نے اسے تم پر بھی حرام کر دیا ہے، سو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔‘‘ [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنَاكُم بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ

اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾

''اور وہ پکاریں گے اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام ہی کر دے۔ وہ کہے گا بے شک تم (یہیں) ٹھہرنے والے ہو۔ بلاشبہ ہم تو تمھارے پاس حق لے کر آئے ہیں اور لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں۔''

اہل جہنم خازنِ جہنم کو پکاریں گے اور کہیں گے، اے مالک! تم ہمارے لیے اپنے رب سے سوال کرو کہ وہ ہمیں مار ڈالے، تا کہ اس عذاب سے نجات مل جائے۔ تو ایک طویل مدت کے بعد مالک انھیں جواب دے گا، میرے رب کا کہنا ہے کہ تم لوگ اب اسی میں رہو گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴾ [فاطر : ۳۶، ۳۷] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور وہ اس میں چلائیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال لے، ہم نیک عمل کریں گے، اس کے خلاف جو ہم کیا کرتے تھے۔ اور کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا اور تمھارے پاس خاص ڈرانے والا بھی آیا۔ پس چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

آگے فرمایا کہ ہم نے تمھارے پاس کتابیں بھیجیں اور انبیاء مبعوث کیے، جنھوں نے تمھارے سامنے حق کی دعوت پیش کی تو تم نے اظہار نفرت کیا اور ایمان نہیں لائے۔ اب کافر اللہ کے سامنے کوئی حجت پیش نہیں کر سکتے، کیونکہ رسولوں کا آنا ہی اللہ کی طرف سے اتمام حجت ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء : ۱۶۵] ''ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تا کہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ : سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمبا خواب بیان کیا، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بیان کیا: ''پھر ہم آگے بڑھے اور ایک نہایت بدصورت آدمی کے پاس پہنچے۔ اتنا کہ جتنے تم نے دیکھے ہوں گے ان میں سب سے زیادہ بدصورت، اس کے پاس آگ جل رہی تھی اور وہ اسے جلا رہا تھا اور اس کے چاروں طرف دوڑ رہا تھا، میں نے ان (جبریل اور میکائیل) سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟...... تو انھوں نے کہا، وہ شخص جو جہنم کی آگ بھڑکا رہا ہے اور اس کے چاروں طرف چل پھر رہا ہے وہ جہنم کا

داروغہ مالک ہے۔" [بخاری، كتاب التعبير، باب تعبير الرؤيا بعد صلاة الصبح : ٧٠٤٧]

سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴾ "اور وہ پکاریں گے اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام ہی کر دے۔ وہ کہے گا بے شک تم (یہیں) ٹھہرنے والے ہو۔" [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ ونادوا يا مالك ليقض علينا ربك قال إنكم ماكثون ﴾ : ٤٨١٩]

اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾

"یا انھوں نے کسی کام کی پختہ تدبیر کر لی ہے؟ تو بے شک ہم بھی پختہ تدبیر کرنے والے ہیں۔"

کافر اسلام کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کے لیے مختلف قسم کی سازشیں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھوں نے کسی ایسی ہی سازش کا پکا ارادہ کر لیا ہے تو انھیں خبردار ہو جانا چاہیے کہ ہم نے بھی ان کی سازش کو ناکام بنانے کے لیے پکا ارادہ کر لیا ہے، ان کی تدبیریں سب الٹ جائیں گی اور یہ خود ہی اپنی تدبیروں کا شکار ہو جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴾ [الطور : ٤٢] "یا وہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی چال میں آنے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے مقابلے میں کافروں کی تدبیر نہیں چلتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ [النمل : ٥٠ تا ٥٢] "اور انھوں نے ایک چال چلی اور ہم نے بھی ایک چال چلی اور وہ سوچتے تک نہ تھے۔ پس دیکھ ان کی چال کا انجام کیسا ہوا کہ بے شک ہم نے انھیں اور ان کی قوم، سب کو ہلاک کر ڈالا۔ تو یہ ہیں ان کے گھر گرے ہوئے، اس کے باعث جو انھوں نے ظلم کیا۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو جانتے ہیں۔"

اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾

"یا وہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک ہم ان کا راز اور ان کی سرگوشی نہیں سنتے، کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ کفار مکہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے دلوں کے بھیدوں اور پوشیدہ جگہوں میں اسلام اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان کی سرگوشیوں کو نہیں سنتے۔ یہ ان کی خام خیالی اور نادانی ہے، ہم ان کے دلوں کے بھیدوں کو جانتے ہیں اور ان کی سرگوشیوں کو سنتے ہیں۔ ہمارے فرشتے ان کے تمام اقوال و افعال لکھ لیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ اِذۡ یَتَلَقَّی الۡمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِیۡدٌ ۝ مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡهِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ ﴾ [ق : ۱۷، ۱۸]

''جب (اس کے ہر قول وفعل کو) دو لینے والے لیتے ہیں، جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہیں۔ وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔''

قُلۡ اِنۡ کَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ٭ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِیۡنَ ﴿۸۱﴾ سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۸۲﴾

''کہہ دے اگر رحمان کی کوئی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوں۔ پاک ہے آسمانوں اور زمین کا رب، جو عرش کا رب ہے، اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔''

کفار مکہ نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس عقیدے کی تردید کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی زبانی کہا کہ اگر بفرض محال اللہ کی کوئی اولاد ہوتی، تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا، لیکن چونکہ اس کی اولاد نہیں ہے، اس لیے میں اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مذکور بالا مشرکانہ خیال سے اپنی پاکی بیان کی ہے، یعنی اس کی ذات اس عیب سے پاک ہے کہ کوئی اس کی اولاد ہے، وہ تو آسمانوں اور زمین کا اور عرش بریں کا رب اور مالک ہے۔ ہر چیز اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

فَذَرۡهُمۡ یَخُوۡضُوۡا وَ یَلۡعَبُوۡا حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَهُمُ الَّذِیۡ یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۸۳﴾

''پس انھیں چھوڑ دے فضول بحث کرتے رہیں اور کھیلتے رہیں، یہاں تک کہ اپنے اس دن کو جا ملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ کی دعوتِ توحید کو قبول نہیں کرتے اور اپنے شرک پر اصرار کرتے ہیں، تو آپ انھیں ان کی باطل پرستی میں بھٹکتا چھوڑ دیجیے اور لہو ولعب میں مشغول رہنے دیجیے، یہاں تک کہ قیامت کا دن آ جائے، جب اللہ انھیں ان کی افترا پردازی کی وجہ سے جہنم میں ڈال دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَوَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ۝ الَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ خَوۡضٍ یَّلۡعَبُوۡنَ ۝ یَوۡمَ یُدَعُّوۡنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ بِهَا تُکَذِّبُوۡنَ ﴾ [الطور : ۱۱ تا ۱۴] ''تو اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو فضول بحث میں کھیل رہے ہیں۔ جس دن انھیں جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا، سخت دھکیلا جانا۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔''

وَ هُوَ الَّذِیۡ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الۡاَرۡضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۸۴﴾ وَ تَبٰرَکَ الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَهُمَا ۚ وَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۵﴾

''اور وہی ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور بہت برکت والا ہے وہ جس کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

اللہ کی ذاتِ برحق ہی ارض و سما میں عبادت کیے جانے کے لائق ہے، ہر تعظیم و محبت کا وہی تنہا مستحق ہے اور ہر بندے کی ذلت و عاجزی صرف اسی کے لیے جائز ہے۔ اس کا ہر فعل مبنی بر حکمت اور اس کا علم مخلوق کے تمام احوال کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس کی ذات بیوی اور اولاد کی محتاج نہیں ہے، وہ اس عیب سے برتر و بالا ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر شے کا وہی تنہا مالک ہے، اس کے سوا کسی کو خبر نہیں کہ قیامت کب واقع ہوگی؟ سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، جہاں وہ ہر ایک کو اس کے کیے کا بدلہ دے گا۔

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾

''اور وہ لوگ جنھیں یہ اس کے سوا پکارتے ہیں، وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتے مگر جس نے حق کے ساتھ شہادت دی اور وہ جانتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں مشرکین عرب کے اس مشرکانہ عقیدہ کی تردید ہے کہ فرشتے اور ان کے دیگر جھوٹے معبود قیامت کے دن ان کے لیے سفارشی بنیں گے۔ فرمایا کہ شفاعت تو اللہ کی اجازت سے صرف اس کے وہ بندے کریں گے، جو اللہ کی وحدانیت کے صدق دل سے قائل ہوں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٨٧﴾

''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ انھیں کس نے پیدا کیا تو بلاشبہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جاتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کہا ہے کہ اگر آپ مشرکین سے پوچھیں کہ انھیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اللہ نے پیدا کیا ہے۔ یعنی یہ بات اتنی ظاہر ہے کہ وہ کسی حال میں بھی اس کا انکار نہیں کر پاتے، تو پھر ان کی یہ کتنی بڑی نادانی ہے کہ عبادت اس کے سوا غیروں کی کرتے ہیں۔ اسی لیے آیت کے آخر میں کہا گیا ہے کہ یہ جانتے ہوئے کہ ان کا خالق اللہ ہے، اس کے سوا غیروں کی عبادت کیسے کرتے ہیں؟

وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾

''قسم ہے رسول کے ''یا رب'' کہنے کی! کہ بے شک یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے۔ پس ان سے درگزر کر اور کہہ سلام ہے، پس عنقریب وہ جان لیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے اپنے رسول (ﷺ) کی اس درد بھری بات کا علم ہے کہ اے میرے رب! یہ مشرکین مکہ ایمان نہیں لائیں گے، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ [الفرقان : ۳۰] ''اور رسول کہے گا اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑا ہوا بنا رکھا تھا۔''

اگلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ ان کا عناد اور ان کے دل کی سختی حد سے بڑھی ہوئی ہے، پس اے میرے رسول! آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے اور ان سے الگ ہو جائیے، انھیں عنقریب ہی اپنا انجام معلوم ہو جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ [الأنعام : ۱۳۵] ''کہہ دے اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرو، بے شک میں (بھی) عمل کرنے والا ہوں، تو تم عنقریب جان لوگے وہ کون ہے جس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہوتا ہے۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔''

سورة الدخان مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ﴿۴﴾

’’حٰمٓ۔ اس بیان کرنے والی کتاب کی قسم! بے شک ہم نے اسے ایک بہت برکت والی رات میں اتارا، بے شک ہم ڈرانے والے تھے۔ اسی میں ہر محکم کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی قسم کھا کر اس بات کی یقین دہانی کرائی ہے کہ یہ قرآن محمد (ﷺ) کا کلام نہیں ہے، بلکہ اسے ہم نے نازل کیا ہے اور وہ رات بڑی ہی خیر و برکت والی تھی جس میں ہم نے اسے نازل کیا تھا۔ وہ شب قدر تھی، جیسا کہ فرمایا: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ﴾ [البقرة : ۱۸۵] ’’رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴾ [القدر : ۱] ’’بلاشبہ ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا۔‘‘

اگلی آیت میں فرمایا کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ آنے والے پورے سال میں واقع ہونے والی حیات و موت، خیر و شر اور روزی میں کشادگی اور تنگی اور دیگر تمام حکمت والے کاموں کو لوح محفوظ سے فرشتوں کے سپرد کرتا ہے۔ اسی کی تشریح کرتے ہوئے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴾ [القدر : ۴] ’’اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر امر کے متعلق اترتے ہیں۔‘‘

أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۝٥ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝٦ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ ۝٧ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝٨

''ہماری طرف سے حکم کی وجہ سے۔ بے شک ہم ہی بھیجنے والے تھے۔ تیرے رب کی رحمت کے باعث، یقیناً وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان چیزوں کا رب جو ان دونوں کے درمیان ہیں، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے، تمھارا رب ہے اور تمھارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اہمیت جتلاتے ہوئے فرمایا کہ اسے ہم نے اپنے پاس لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل کیا ہے اور کہا کہ ہم نے بنی نوع انسان پر مہربانی کرتے ہوئے ان کے پاس انھی میں سے ایک رسول بھیجا ہے، کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی باتوں اور آوازوں کو خوب سنتا ہے اور ان کی ضرورتوں کو بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ اس لیے اس کے علم وحکمت کا تقاضا ہوا کہ وہ ان پر رحم کرتے ہوئے دین ودنیا کی ہر بھلائی کی طرف راہنمائی کے لیے اپنا رسول بھیجے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کو تمھارے اس رب نے رحمت بنا کر بھیجا ہے جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے۔ اگر تمھیں واقعی اس بات کا یقین ہے کہ وہ سارے جہانوں کا رب ہے، تو پھر صرف اسی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ زندگی اور موت اسی کے اختیار میں ہے اور وہی تمھارا اور تمھارے آبا واجداد کا رب ہے۔ یہ آیت اس طرح ہے جس طرح یہ آیت کریمہ ہے: ﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ﴾ [الأعراف : ۱۵۸] ''کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔''

بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ۝٩

''بلکہ وہ ایک شک میں کھیل رہے ہیں۔''

اس آیت میں مشرکینِ مکہ کی حقیقت بیان کر دی کہ وہ توحیدِ باری تعالیٰ اور بعث بعد الموت کے بارے میں گہرے شک میں مبتلا ہیں اور ان کا اقرار کہ اللہ ہی سارے جہاں کا رب ہے، یقین وایمان سے بالکل عاری ہے، اسی لیے تو عبادت میں اس کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں۔ گویا ان کا زبانی اقرار محض لہو ولعب کے طور پر ہے۔ ان کے کھیل کود

کا ذکر کرتے ہوئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۗ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ۝ قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ ﴾ [الأنبياء : ۲ تا ۵] ''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی جو نئی ہو مگر وہ اسے مشکل سے سنتے ہیں اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔ اس حال میں کہ ان کے دل غافل ہوتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے خفیہ سرگوشی کی جنھوں نے ظلم کیا تھا، یہ تم جیسے ایک بشر کے سوا ہے کیا؟ تو کیا تم جادو کے پاس آتے ہو، حالانکہ تم دیکھ رہے ہو؟ اس نے کہا میرا رب آسمان و زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ بلکہ انھوں نے کہا یہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ شاعر ہے، پس یہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے جیسے پہلے (رسول) بھیجے گئے تھے۔''

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝١٠ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝١١ رَّبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا
الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝١٢ أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ۝١٣ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا
مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ۝١٤ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا ۚ إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ۝١٥ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ
إِنَّا مُنتَقِمُونَ ۝١٦

''سو انتظار کر جس دن آسمان ظاہر دھواں لائے گا۔ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ یہ دردناک عذاب ہے۔ اے ہمارے رب! ہم سے یہ عذاب دور کر دے، بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں۔ ان کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ یقیناً ان کے پاس بیان کرنے والا رسول آ چکا۔ پھر انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور انھوں نے کہا سکھلایا ہوا ہے، دیوانہ ہے۔ بے شک ہم یہ عذاب تھوڑی دیر کے لیے دور کرنے والے ہیں، بے شک تم دوبارہ وہی کچھ کرنے والے ہو۔ جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے، بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔''

اس آیت میں دھویں کا جو ذکر آیا ہے اس سے مراد دھویں کی وہ کیفیت ہے جو قحط سالی کے دنوں میں بھوک کی شدت سے اہل مکہ کی آنکھوں کے سامنے پیدا ہوئی تھی، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس دھویں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ (دین اسلام کی طرف) توجہ نہیں کرتے تو اس طرح بد دعا کی: « اَللّٰهُمَّ سَبْعًا كَسَبْعِ يُوسُفَ » ''اے اللہ! (ان پر) یوسف علیہ السلام کے زمانے جیسا سات سالہ قحط نازل کر۔'' چنانچہ قحط نے ان کو پکڑ لیا، تو ہر چیز تباہ ہو گئی، حتیٰ کہ لوگ کھالیں، مردار، ہڈیاں اور بدبودار مُردوں کے جسم تک کھا گئے اور

(تب اگر) ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا تھا تو فاقہ کی وجہ سے اسے دھواں سا نظر آتا تھا۔ آخر ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا، اے محمد! آپ اللہ کی فرماں برداری اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم (فاقہ سے) ہلاک ہوتی جارہی ہے، آپ ان کے لیے اللہ سے دعا کیجیے۔ پھر (ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے) یہ آیات پڑھیں: ﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۙ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۙ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴾ ''سو انتظار کر جس دن آسمان ظاہر دھواں لائے گا۔ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ یہ دردناک عذاب ہے۔ اے ہمارے رب! ہم سے یہ عذاب دور کر دے، بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں۔ ان کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ یقیناً ان کے پاس بیان کرنے والا رسول آ چکا۔ پھر انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور انھوں نے کہا سکھلایا ہوا ہے، دیوانہ ہے۔ بے شک ہم یہ عذاب تھوڑی دیر کے لیے دور کرنے والے ہیں، بے شک تم دوبارہ وہی کچھ کرنے والے ہو۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے بارش کے لیے دعا فرما دی۔ بارش ہوئی، مگر جب انھیں فارغ البالی حاصل ہوگئی تو وہ لوگ پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ سو یہ آیت اسی سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔ [بخاري، كتاب الاستسقاء، باب دعاء النبي ﷺ : اجعلها سنين كسني يوسف : ۱۰۰۷، ٤٨٢٤۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب الدخان : ۲۷۹۸]

نیز اس دھویں سے مراد وہ دھواں بھی ہو سکتا ہے جو قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جیسا کہ سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ آ گئے، تو آپ نے فرمایا: ''جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو قیامت نہیں آئے گی۔ (وہ یہ ہیں) دھواں، دجال کا آنا، جانور، سورج کا مغرب سے نکلنا، عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا آنا، یاجوج ماجوج کا آنا، تین جگہ خسف ہونا (یعنی زمین میں دھنسنا) ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرۂ عرب میں اور آخری نشانی آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی، وہ لوگوں کو ہانک کر میدان محشر کی طرف لے جائے گی، یہ لوگ جہاں رات گزاریں گے آگ بھی وہیں رات کے وقت رک جائے گی اور جہاں یہ دوپہر کو قیلولہ کریں گے آگ بھی وہیں ان کے ساتھ ٹھہرے گی۔'' [مسلم، كتاب الفتن، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة : ۳۹، ٤۰/۲۹۰۱]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چھ نشانیاں ظاہر ہونے سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دھویں کا نکلنا، دجال کا ظاہر ہونا، جانور کا نکلنا، انفرادی عذاب اور اجتماعی عذاب۔'' [مسلم، كتاب الفتن، باب في بقية من أحاديث الدجال : ۲۹٤۷]

<u>رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ</u> : یعنی کافر جب عذابِ الٰہی کو دیکھیں گے تو وہ کہیں گے کہ اے اللہ! اس

عذاب کو ہم سے دور کر دے، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [الأنعام : ۲۷] ''اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔''
اور فرمایا: ﴿ وَأَنذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُم مِّن قَبْلُ مَا لَكُم مِّن زَوَالٍ ﴾ [إبراهيم : ٤٤] ''اور لوگوں کو اس دن سے ڈرا جب ان پر عذاب آئے گا، تو وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں قریب وقت تک مہلت دے دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اور کیا تم نے اس سے پہلے قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تمھارے لیے کوئی بھی زوال نہیں۔''

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس وقت انھیں نصیحت کیسے حاصل ہوگی؟ جبکہ اس سے پہلے جب ہم نے ان کی طرف اپنا رسول بھیجا تھا، جس نے ان تک ہمارے پیغام کو پہنچایا اور انھیں واضح طور پر ڈرایا تھا، تو انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا، اس کی تصدیق نہ کی، بلکہ تکذیب کی اور کہا کہ اس کو کسی نے پڑھایا ہے اور یہ تو دیوانہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ﴾ [الفجر : ۲۳] ''اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور (اس وقت) اس کے لیے نصیحت کہاں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴾ [سبا : ۵۱، ۵۲] ''اور کاش! تو دیکھے جب وہ گھبرا جائیں گے، پھر بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور وہ قریب جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے۔ اور وہ کہیں گے ہم اس پر ایمان لے آئے، اور ان کے لیے دور جگہ سے (ایمان کو) حاصل کرنا کیسے ممکن ہے۔''

اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ہم کچھ دنوں کے لیے عذاب کو ٹال دیں گے، لیکن وہ ایمان لانے کا وعدہ وفا نہیں کریں گے اور کفر و شرک سے باز نہیں آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ لوگ اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بدر کے میدان میں انتقام لے لیا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿١٧﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا اور ان کے پاس ایک بہت باعزت رسول آیا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے کفارِ قریش سے پہلے قوم فرعون کو بھی ایمان باللہ اور اطاعت و بندگی کا حکم دے کر آزمایا، لیکن انھوں نے کفر کو پسند کر لیا۔ ہم نے ان کے پاس اپنا ایک رسول بھیجا تھا جن کا اللہ اور مومنوں کے نزدیک بڑا مقام تھا اور جو حسب نسب میں اونچے اور نہایت بلند اخلاق کے مالک تھے۔ وہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ يَاۤيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴾ [الأحزاب : ٦٩] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ نے اسے اس سے پاک ثابت کر دیا جو انھوں نے کہا تھا اور وہ اللہ کے ہاں بہت مرتبے والا تھا۔'' فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور بالآخر عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۝ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [القصص : ۳۹، ٤٠] ''اور وہ اور اس کے لشکر کسی حق کے بغیر زمین میں بڑے بن بیٹھے اور انھوں نے گمان کیا کہ بے شک وہ ہماری طرف واپس نہیں لائے جائیں گے۔ تو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر انھیں سمندر میں پھینک دیا۔ سو دیکھ ظالموں کا انجام کیسا تھا۔''

اَنْ اَدُّوْۤا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝۱۸ وَّ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْۤ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۹

''یہ کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو، بے شک میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ اور یہ کہ اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، بے شک میں تمھارے پاس واضح دلیل لانے والا ہوں۔''

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ تم اللہ کے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو آزاد کر دو اور انھیں میرے ساتھ ان کے آبائی وطن جانے دو، اس لیے کہ وہ آزاد لوگ ہیں اور ظلم و جور کی وجہ سے اس ملک سے باہر نکل جانا چاہتے ہیں۔ دیکھو! میں تمھاری طرف سچا اور امانت دار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، تا کہ تمھیں نافرمانی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤں۔ انھوں نے فرعون سے یہ بھی کہا کہ اللہ کی ربوبیت کا انکار اور اپنے رب ہونے کا دعویٰ کر کے اور اس کے نبی کی تکذیب اور اس کے بندوں پر ظلم و ستم ڈھا کر اللہ کے خلاف اعلانِ بغاوت نہ کرو، جبکہ میں اپنے دعویٰ کی صداقت پر واضح اور صریح دلیل پیش کرتا ہوں۔

اِنِّيْۤ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ : سلطان مبین سے مراد وہ معجزات تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو دیے گئے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ حَقِيْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۝ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٠٤ تا ١٠٨] ''اور موسیٰ نے کہا اے فرعون! بے شک میں جہانوں کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔ اس بات پر پوری طرح قائم ہوں

کہ اللہ پر حق کے سوا نہ کہوں، بلاشبہ میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل لے کر آیا ہوں، سو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ اس نے کہا اگر تو کوئی نشانی لے کر آیا ہے تو وہ لے آ، اگر تو سچوں میں سے ہے۔ تو اس نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک ظاہر اژدہا تھی۔ اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکنے والا تھا۔"

وَ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾

"اور بے شک میں اپنے رب اور تمھارے رب کی پناہ پکڑتا ہوں، اس سے کہ تم مجھے سنگسار کر دو۔"

یعنی تم نے جو مجھے پتھروں سے مار کر ہلاک کرنے کی دھمکی دی ہے، تو میں نے اس ذاتِ برحق کی بارگاہ میں پناہ لے لی ہے جو میرا اور تم سب کا رب ہے، اس لیے اب مجھے تمھاری طرف سے کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا اور اللہ کی طرف سے میری حفاظت اس بات کی دلیل ہے کہ میں کذاب و مفتری نہیں ہوں، کیونکہ وہ افترا پردازوں کو پناہ نہیں دیتا۔

وَ اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

"اور اگر تم میری بات نہیں مانتے تو مجھ سے الگ رہو۔ آخر اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک یہ مجرم لوگ ہیں۔ پس میرے بندوں کو رات کے کسی حصے میں لے جا، بے شک تم پیچھا کیے جانے والے ہو۔"

موسیٰ علیہ السلام نے ان سے یہ بھی کہا کہ اگر تم لوگ میری نبوت پر ایمان نہیں لاتے، تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، مجھے ایذا نہ پہنچاؤ، لیکن جب ہر ممکن کوشش کے باوجود قبطیوں نے ان کی دعوت قبول نہ کی، بلکہ انھیں قتل کرنے کی ٹھان لی، تو انھوں نے اپنے رب سے دعا کی: ﴿ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِیْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤی اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِیْمَا ﴾ [یونس : ۸۸، ۸۹] "اے ہمارے رب! بے شک تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں بہت سی زینت اور اموال عطا کیے ہیں، اے ہمارے رب! تاکہ وہ تیرے راستے سے گمراہ کریں، اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے، پس وہ ایمان نہ لائیں، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔ فرمایا بلاشبہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی، پس دونوں ثابت قدم رہو۔"

اسی طرح یہاں بھی فرمایا، اے میرے رب! یہ مجرم و مفسد لوگ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی، انھیں بذریعہ وحی حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات وہاں سے نکل جائیں، انھیں یہ بھی خبر دی کہ فرعون اور دیگر قبطی

انھیں گھیر کر واپس لانے کے لیے ان کا پیچھا کریں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ١ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى ﴾ [طٰهٰ : ۷۷] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا، پس ان کے لیے سمندر میں ایک خشک راستہ بنا، نہ تو پکڑے جانے سے خوف کھائے گا اور نہ ڈرے گا۔''

وَ اتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ١ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۲۴

''اور سمندر کو اپنے حال پر ٹھہرا ہوا چھوڑ دے، بے شک وہ ایسا لشکر ہیں جو غرق کیے جانے والے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ جب آپ بحر قلزم پار کر جائیں تو اپنی لاٹھی مار کر دریا کو اس کی اصل حالت میں لوٹانے کی کوشش نہ کیجیے، اسے اسی طرح کشادہ کھلا ہوا چھوڑ دیجیے، تاکہ اس میں فرعون اور فرعونی داخل ہوں اور انھیں ڈبو دیا جائے۔ ان کے انجام کی خبر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی اس لیے دے دی، تاکہ ان کا ڈر جاتا رہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اللہ نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور فرعون اور اس کے لشکر کو ڈبو دیا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۶] ''تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس انھیں سمندر میں غرق کر دیا، اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہیں، تو آپ نے ان سے پوچھا: ''یہ کیا (وجہ ہے کہ تم عاشوراء کا روزہ رکھتے ہو)؟'' تو انھوں نے کہا کہ یہ اچھا (اور بابرکت) دن ہے، یہ وہ دن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی، لہٰذا موسیٰ علیہ السلام اس دن روزہ رکھتے تھے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کا حق دار ہوں۔'' چنانچہ آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم دیا۔ [بخاري، كتاب الصوم، باب صوم يوم عاشوراء : ۲۰۰۴]

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۲۵ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ۲۶ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۲۷ كَذٰلِكَ١۫ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۲۸

''کتنے ہی وہ چھوڑ گئے باغات اور چشمے۔ اور کھیتیاں اور عمدہ مقام۔ اور خوش حالی، جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے۔ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان کا وارث اور لوگوں کو بنا دیا۔''

فرعون اور فرعونی اپنے پیچھے بہت سے باغات اور چشمے، بہت سی کھیتیاں اور زیب و زینت سے آراستہ بہت سی محافل و مجالس چھوڑ گئے اور بہت سی دوسری نعمتیں، مثلاً مال و دولت اور جاہ و حشم وغیرہ بھی چھوڑ گئے، جو ان کے عیش و آرام کا سامان تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے انھیں ان تمام نعمتوں سے نکال باہر کیا اور ان چیزوں کا وارث دوسروں کو بنا دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۷] ''اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، اس سرزمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور تیرے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی، اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کے لوگ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ۝ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۙ۝ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ [الشعراء : ۵۷ تا ۵۹] ''تو ہم نے انھیں باغوں اور چشموں سے نکال دیا۔ اور خزانوں سے اور عمدہ جگہ سے۔ ایسے ہی ہوا اور ہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔''

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝۲۹ ع ۱۴

''پھر نہ ان پر آسمان و زمین روئے اور نہ وہ مہلت پانے والے ہوئے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آل فرعون کی تباہی پر کسی کو افسوس نہ ہوا، ان کے اعمال ہی ایسے تھے کہ ان کی ہلاکت پر کسی کے افسوس کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھیں مہلت نہیں دی گئی، بلکہ فوراً پکڑ لیے گئے، اس لیے کہ اللہ ان کی فطرت سے خوب واقف تھا کہ اگر انھیں مہلت بھی دے دی جائے تب بھی وہ اپنے گناہوں سے تائب ہو کر ایمان نہیں لائیں گے۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝۳۰ ۙ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ذلیل کرنے والے عذاب سے نجات دی۔ فرعون سے، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ایک سرکش شخص تھا۔''

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر اپنے اس احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا تھا، ان کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا، ان کی عورتوں کو ذلیل و رسوا کرنے کے لیے زندہ رکھتا تھا اور ان سے مشکل ترین کام لیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر کے بنی اسرائیل کو اس رسوا کن عذاب سے نجات دے دی۔ آخر میں فرعون کی ہلاکت کا سبب بیان

کرتے ہوئے فرمایا کہ فرعون بڑا ہی متکبر تھا اور کفر باللہ، ظلم اور ارتکاب معاصی میں حد سے تجاوز کر گیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴾ [القصص : ٤] ''بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے رہنے والوں کو کئی گروہ بنا دیا، جن میں سے ایک گروہ کو وہ نہایت کمزور کر رہا تھا، ان کے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ بلاشبہ وہ فساد کرنے والوں سے تھا۔''

وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٣٢﴾ وَآتَيْنَاهُم مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ﴿٣٣﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں علم کی بنا پر جہانوں سے چن لیا۔ اور ہم نے انھیں وہ نشانیاں دیں جن میں واضح آزمائش تھی۔''

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس زمانے کی دیگر تمام قوموں پر فضیلت دی تھی، اپنے اس علم کی بنیاد پر کہ وہ اس قدر و منزلت کے مستحق ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ﴿٥﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ ﴾ [القصص : ٥، ٦] ''اور ہم چاہتے تھے کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جنھیں زمین میں نہایت کمزور کر دیا گیا اور انھیں پیشوا بنائیں اور انھی کو وارث بنائیں۔ اور انھیں زمین میں اقتدار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو ان سے وہ چیز دکھلائیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت سے معجزات و کرامات سے نوازا تھا، جو درحقیقت اللہ کی جانب سے ان کی آزمائش تھی کہ ان نعمتوں پر وہ اللہ کے شکر گزار ہوتے ہیں یا اس کی ناشکری کرتے ہیں۔ پھر بنی اسرائیل کی ناشکری کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴾ [البقرة : ٧٣، ٧٤] ''تو ہم نے کہا اس پر اس کا کوئی ٹکڑا مارو، اس طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا اور تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، تاکہ تم سمجھو۔ پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں جیسے ہیں، یا سختی میں (ان سے بھی) بڑھ کر ہیں اور بے شک پتھروں میں سے کچھ یقیناً وہ ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بے شک ان سے کچھ یقیناً وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں، پس ان سے پانی نکلتا ہے اور بے شک ان سے کچھ یقیناً وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ اس سے ہرگز غافل نہیں جو تم کر رہے ہو۔''

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿٣٥﴾ فَأْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ أَهْلَكْنَاهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾

''بے شک یہ لوگ یقیناً کہتے ہیں۔ کہ ہماری اس پہلی موت کے سوا کوئی (موت) نہیں اور نہ ہم کبھی دوبارہ اٹھائے جانے والے ہیں۔تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ، اگر تم سچے ہو۔ کیا یہ لوگ بہتر ہیں، یا تبع کی قوم اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے؟ ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، بے شک وہ مجرم تھے۔''

مشرکین نے بعث بعد الموت اور آخرت کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ صرف یہی دنیا کی زندگی ہے۔ موت کے بعد اور کوئی زندگی نہیں اور نہ موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنا ہے۔ اس سلسلے میں وہ دلیل یہ دیتے تھے کہ ہمارے آبا و اجداد جب ایک بار دنیا سے چل بسے تو وہ دوبارہ واپس نہیں آئے۔ اس لیے اے محمد (ﷺ)! اور اے مسلمانو! اگر بعث بعد الموت کا عقیدہ صحیح ہے، تو ہمارے ان آبا و اجداد کو زندہ کر کے دکھا دو جو مر چکے ہیں۔ ان کی یہ دلیل باطل اور ان کا یہ شبہ فاسد تھا، اس لیے کہ دوبارہ جی اٹھنا تو قیامت کے دن ہو گا نہ کہ دنیا کی زندگی میں۔ دنیا کی زندگی کے ختم ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کو دوبارہ پیدا کرے گا اور ظالموں کو آتشِ جہنم کا ایندھن بنا دے گا اور اس دن تم لوگوں پر گواہ اور اللہ کے رسول ﷺ تم پر گواہ ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے اپنے اس عذاب سے ڈرایا ہے کہ جو آ جائے تو اسے ٹالا نہیں جا سکتا، جیسا کہ ماضی میں بھی وہ ان جیسے مشرکین اور منکرین بعث بعد الموت، مثلاً، قوم تبع، یعنی اہل سبا پر آیا تو وہ اسے ٹال نہ سکے، بلکہ اللہ عزوجل نے اپنا عذاب بھیج کر انھیں ہلاک کر ڈالا، ان کے شہروں کو تباہ و برباد کر دیا اور انھیں مختلف علاقوں میں تتر بتر کر دیا۔

اس آیت میں کفارِ مکہ کو دھمکی دی گئی ہے کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کو بھی اسی طرح نیست و نابود کر دیا جائے گا جس طرح گزشتہ قوموں کو ہلاک کر دیا گیا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾

''اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔ہم نے ان دونوں کو حق ہی کے

ساتھ پیدا کیا ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔‘‘

آسمانوں کو، زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اس سب کو اللہ تعالیٰ نے بے فائدہ اور بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ ان تمام چیزوں کی پیدائش حق، حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴾ [الروم : ۸] ’’اور کیا انھوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اسے پیدا نہیں کیا مگر حق اور ایک مقرر وقت کے ساتھ اور بے شک بہت سے لوگ یقیناً اپنے رب سے ملنے ہی کے منکر ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۱۵] ’’تو کیا تم نے گمان کر لیا کہ ہم نے تمھیں بے مقصد ہی پیدا کیا ہے اور یہ کہ بے شک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟‘‘

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۴۰ۙ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـــًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝۴۱ۙ

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۴۲ۧ ع ۲ / ۱۵

’’یقیناً فیصلے کا دن ان سب کا مقرر وقت ہے۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ مگر جس پر اللہ نے رحم کیا، بے شک وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

فرمایا کہ قیامت کے دن، جو حق و باطل کے درمیان فیصلے کا دن ہوگا، تمام لوگ میدانِ محشر میں اکٹھے کیے جائیں گے۔ اس دن کوئی رشتہ دار یا دوست اپنے کسی دوسرے رشتہ دار یا دوست کے کام نہیں آئے گا، البتہ جن پر اللہ نے دنیا میں رحم کیا ہوگا اور انھوں نے ایمان باللہ اور توحید باری تعالیٰ کی راہ اختیار کی ہوگی، ان پر اللہ آخرت میں بھی رحم کرے گا، یعنی اپنے کسی بندے کو اس کی شفاعت کی اجازت دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا کہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے پر پوری طرح قادر ہے اور نیک بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

<u>يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـــًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـــًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۴۸] ’’اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝۱۰ۚۖ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ۝۱۱ۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝۱۲ۙ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـــْٔوِيْهِ ۝۱۳ۙ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴾ [المعارج :

۱۰ تا ۱۴] ”اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔ حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے خاندان کو، جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔ اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، پھر اپنے آپ کو بچا لے۔“

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾

”بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔“

ذکرِ آخرت کی مناسبت سے جہنم اور اس میں پائے جانے والے بدترین عذاب کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہاں مجرموں کو زقوم کا پھل کھانے کے لیے دیا جائے گا۔ زقوم کا درخت جنگلوں میں پایا جانے والا بدترین درخت ہے، یہ اللہ کے حکم سے جہنم کی تہ میں اگتا ہے، اس کا پھل نہایت بدشکل اور بدمزہ ہے، جہنمی جب بھوک کی شدت سے اسے کھائیں گے تو وہ زیتون کی تلچھٹ کی طرح یا پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ان کے پیٹوں میں پوری شدت کے ساتھ کھولنے لگے گا اور ان کے دلوں کو جلا ڈالے گا۔

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ: ارشاد فرمایا: ﴿ أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ﴿٦٢﴾ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ﴿٦٣﴾ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ﴿٦٥﴾ فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ ﴾ [الصافات : ٦٢ تا ٦٧] ”کیا مہمانی کے طور پر یہ بہتر ہے، یا زقوم کا درخت؟ بے شک ہم نے اسے ظالموں کے لیے ایک آزمائش بنایا ہے۔ بے شک وہ ایسا درخت ہے جو بھڑکتی ہوئی آگ کی تہ میں اگتا ہے۔ اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے وہ شیطانوں کے سر ہوں۔ پس بے شک وہ یقیناً اس میں سے کھانے والے ہیں، پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر بلاشبہ ان کے لیے اس پر یقیناً سخت گرم پانی کی آمیزش ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تھوہر کا ایک قطرہ دنیا میں گرا دیا جائے تو ساری دنیا کے جانداروں کے اسباب زندگی (یعنی خورونوش کی چیزیں) تباہ کر دے، تب اس شخص کا کیا حال ہو گا جس کی خوراک ہی تھوہر ہو؟“ [ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء فی صفة شراب أهل النار : ٢٥٨٥]

كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ: ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ﴾ [الكهف : ٢٩] ”اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انھیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا،

جو چہروں کو بھون ڈالے گا، برا مشروب ہے اور بری آرام گاہ ہے۔“

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

”اسے پکڑو، پھر اسے بھڑکتی آگ کے درمیان تک دھکیل کر لے جاؤ۔ پھر کھولتے پانی کا کچھ عذاب اس کے سر پر انڈیلو۔ چکھ، بے شک تو ہی وہ شخص ہے جو بڑا زبردست، بہت باعزت ہے۔ بے شک یہ ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ جہنم پر متعین فرشتوں سے کہے گا کہ انھیں ان کے گریبان سے پکڑ لو اور نہایت بے دردی کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے بیچ جہنم میں ڈال دو، پھر ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیل دو، جو ان کے سارے جسم کو جلا ڈالے۔ پھر ان کا ذہنی کرب والم بڑھانے کے لیے بطور استہزا ان سے کہا جائے گا کہ تم دنیا میں بڑی عزت اور اونچے مقام والے بنے پھرتے تھے اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے، تو اب اپنے کبر وغرور کا مزہ چکھو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴾ [الحج : ۱۹، ۲۰] ”یہ دو جھگڑنے والے ہیں، جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جا چکے، ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس کے ساتھ پگھلا دیا جائے گا جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور چمڑے بھی۔“

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جہنمیوں سے کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب جہنم ہے جس کے بارے میں تم دنیا کی زندگی میں شک کرتے تھے اور کہتے تھے کہ قیامت، بعث بعد الموت اور جنت وجہنم کی کوئی حقیقت نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَا اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴾ [الطور : ۱۳ تا ۱۵] ”جس دن انھیں جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا، سخت دھکیلا جانا۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھ رہے؟“

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ ۣ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾

”بے شک متقی لوگ امن والی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ وہ باریک ریشم اور گاڑھے ریشم کا لباس پہنیں گے، اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اسی طرح ہوگا اور ہم ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیں گے، جو بڑی آنکھوں والی ہیں۔ وہ اس میں ہر پھل بے خوف ہو کر منگوا رہے ہوں گے۔ وہ اس میں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے، مگر وہ موت جو پہلی تھی اور وہ انھیں بھڑکتی آگ کے عذاب سے بچائے گا۔“

بدبختوں اور بدنصیبوں کا حال بیان کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے خوش بختوں اور سعادت مندوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا کی زندگی میں کفر و معاصی سے بچنے والے قیامت کے دن اس مقام پر ہوں گے جہاں انھیں کوئی خوف و ہراس لاحق نہیں ہوگا، وہ باغوں میں اور بہتے چشموں کے درمیان ہوں گے۔ وہاں انھیں پہننے کے لیے باریک اور دبیز ریشمی لباس ملے گا۔ اللہ نے مزید فرمایا کہ جنتیوں کی شادیاں گوری چٹی خوبصورت ترین آنکھوں والی حوروں سے کریں گے، تاکہ ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور ان کے دلوں کو سرور ملے۔ اہل جنت ان جنتوں میں ہر آفت و مصیبت سے مامون ہوں گے اور اپنی پسند کے نوع بہ نوع پھل غلمانِ جنت سے منگوا رہے ہوں گے۔ انھیں کبھی موت نہیں آئے گی اور اللہ تعالیٰ انھیں ہمیشہ کے لیے جہنم کے عذاب سے نجات دے دے گا۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ : یعنی آخرت میں جنت میں ہوں گے اور اس میں موت یا نکالے جانے کے خوف سے امن میں ہوں گے، نیز وہ ہر غم و فکر، گھبراہٹ و پریشانی، تکلیف و تھکاوٹ، شیطان اور اس کے مکر و فریب اور تمام آفات و مصائب سے محفوظ ہوں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ۝ ءَاخِذِينَ مَآ ءَاتَىٰهُمْ رَبُّهُمْ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ قَبْلَ ذَٰلِكَ مُحْسِنِينَ ﴾ [الذاریات : ۱۵، ۱۶] ”بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍۭ ﴾ [القمر : ۵۴، ۵۵] ”بے شک بچ کر چلنے والے باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ صدق کی مجلس میں، عظیم بادشاہ کے پاس، جو بے حد قدرت والا ہے۔“

يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَٰبِلِينَ : ”مُتَقَٰبِلِينَ“ یعنی وہ تختوں پر جلوہ افروز ہوں گے اور ایک دوسرے کے سامنے اس طرح بیٹھے ہوں گے کہ کسی کی طرف کسی کی پشت نہیں ہوگی، ارشاد فرمایا: ﴿ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ۝ فَوَٰكِهُ ۖ وَهُم مُّكْرَمُونَ ۝ فِي جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ۝ عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَٰبِلِينَ ﴾ [الصافات : ۴۱ تا ۴۴] ”یہی لوگ ہیں جن کے لیے مقرر رزق ہے۔ کئی قسم کے پھل اور وہ عزت بخشے گئے ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔“

كَذٰلِكَ ۣ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ : یعنی ان مذکورہ انعامات کے ساتھ ساتھ ہم انھیں ایسی خوبصورت حوریں بھی عنایت کریں گے جن کی آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی بہت زیادہ ہوگی اور آنکھیں بھی موٹی ہوں گی، جن کی خوبی یہ ہوگی: ﴿ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴾ [الرحمٰن : ٥٦] ''جنھیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام گزار دینا دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کے لیے جنت میں ایک ہاتھ برابر جگہ یا کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے، اس سب سے بہتر ہے اور اگر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا میں (لمحہ بھر کے لیے) جھانک لے تو مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز کو روشن کر دے اور فضا کو خوشبو سے بھر دے، جنتی عورت کے سر کا دوپٹا دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب الحور العين و صفتهن : ۲۷۹٦]

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى : یعنی انھیں جنت میں کبھی موت نہیں آئے گی، جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی صورت میں لا کر جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا...... پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا، اے جنت والو! تم اب ہمیشہ ہمیشہ (یہیں) رہو گے، تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! تم بھی اب (یہیں) ہمیشہ ہمیشہ رہو گے، تمھیں بھی کبھی موت نہیں آئے گی۔'' [بخاری، کتاب التفسير، باب قوله تعالٰى : ﴿ و أنذرهم يوم الحسرة ﴾ : ٤٧٣٠۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء : ٢٨٤٩]

سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک پکارنے والا صدا لگائے گا، بے شک تم تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہیں ہو گے، یقیناً تم زندہ رہو گے، کبھی نہیں مرو گے، بلاشبہ تم سدا جوان رہو گے، کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، کوئی شک نہیں کہ تم عیش و عشرت کی زندگی بسر کرو گے، پھر کبھی پریشانی نہیں دیکھو گے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فی دوام نعيم أهل الجنة ...... الخ : ٢٨٣٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص جنت میں جائے گا وہ سکون سے ہو گا اور بے غم رہے گا، نہ کبھی اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ اس کی جوانی زوال پذیر ہو گی۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فی دوام نعيم أهل الجنة...... الخ : ٢٨٣٦]

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾

''تیرے رب کی طرف سے فضل کی وجہ سے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اہل تقویٰ و مومنین کو قیامت کے دن جو نعمت بھی ملے گی، وہ اللہ کا ان پر فضل و کرم ہوگا۔ کوئی شخص صرف اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ٹھیک راستے پر چلو اور میانہ روی اختیار کرو (نہ افراط نہ تفریط)، جان لو کہ کسی کو اس کا عمل ہرگز جنت میں داخل نہیں کرے گا۔'' صحابہ نے عرض کی، اللہ کے رسول! کیا آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا: ''(ہاں!) مجھے بھی نہیں، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ ڈھانپ لے۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين و أحكامهم، باب لن يدخل أحد ...... الخ : ۷۶/ ۲۸۱۶۔ بخاری، كتاب الرقاق، باب القصد والمداومة على العمل : ٦٤٦٣، ٦٤٦٤]

فَإِنَّمَا يَسَّرْنَٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾

''سو حقیقت یہی ہے کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی تعریف بیان کی ہے کہ اے میرے نبی! ہم نے اسے آپ کی مادری زبان یعنی عربی میں نازل کر کے آپ کے لیے اس کا دوسروں کو سمجھانا اور آپ کی قوم کے لیے اس کا سمجھنا آسان بنا دیا ہے، تاکہ اہل مکہ اس میں بیان کردہ عبرتوں، نصیحتوں اور دلائل و براہین سے مستفید ہو کر حق کو قبول کریں اور اپنے رب کی طرف رجوع کریں۔ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟'' [القمر : ۲۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کہو، پھر جتنا قرآن تم بآسانی پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو، اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو اور پھر بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اس کے بعد اطمینان سے سجدہ کرو اور پھر اطمینان سے قعدہ میں بیٹھو اور اسی طرح اپنی نماز میں کیا کرو۔'' [مسلم، كتاب الصلوة، باب وجوب قراءة الفاتحة فى كل ركعة ...... الخ : ۳۹۷]

ع ۱۶

فَارْتَقِبْ إِنَّهُم مُّرْتَقِبُونَ ﴿٥٩﴾

''پس انتظار کر، بے شک وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کیجیے، وہ بھی اس انتظار میں ہیں کہ کب آپ حوادثاتِ زمانہ کا شکار ہو کر دنیا سے رخصت ہو جائیں اور انھیں آپ سے چھٹی مل جائے۔ اس آیت میں اللہ کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نصرت اور اہل مکہ پر غلبے کا وعدہ تھا، جیسا کہ دوسری جگہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ [المجادلة : ٢١] ''اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ [المؤمن : ٥١] ''بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔''

سورة الجاثية مكية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ﴿۲﴾

''حٰمٓ۔ اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن محمد (ﷺ) کا کلام نہیں ہے، بلکہ اسے اس اللہ نے نازل کیا ہے جو زبردست ہے اور حکیم بھی ہے۔ اس کا زبردست ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ دلائل و براہین کی ایسی بھرمار کر دے کہ اس کے دشمن مبہوت و مغلوب ہو جائیں اور اس کا حکیم ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ تمام شکوک وشبہات کا ازالہ کر دے اور اس کے کلام میں کوئی عیب ونقص نہ ہو۔ چنانچہ قرآن کریم توحید باری تعالیٰ کے دلائل و براہین سے بھرا پڑا ہے اور چونکہ وہ کلامِ ربانی ہے اس لیے اس میں کوئی عیب ونقص نہیں ہے۔

اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۳﴾ وَفِيۡ خَلۡقِكُمۡ وَمَا يَبُثُّ مِنۡ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۴﴾

''بلاشبہ آسمانوں اور زمین میں ایمان والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور تمھارے پیدا کرنے میں اور ان جاندار چیزوں میں جنھیں وہ پھیلاتا ہے، ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو یقین رکھتے ہیں۔''

فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں اور خود ان کی پیدائش میں نوع بہ نوع نشانیاں ہیں اور چونکہ ان نشانیوں سے مومنین فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لیے بطور خاص ان کا ذکر کیا، ورنہ اللہ کی نشانیاں تو ہر خاص و عام کے لیے ہیں۔

آگے فرمایا کہ ابن آدم کا تخلیق کے کئی مراحل سے گزر کر پیدا ہونا، دل، دماغ اور عقل جیسی نعمتوں سے بہرہ ور ہونا، سماعت، بینائی اور گویائی پر قادر ہونا، ان کے بارے میں آدمی جتنا غور کرے گا اتنا ہی اللہ کی عظیم قدرت کا اعتراف بڑھتا چلا جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھانت بھانت کے جانور، چوپائے اور حیوانات پیدا کیے ہیں، کوئی خشکی کا جانور ہے، تو کوئی دریا اور سمندر میں رہنے والا۔ ان سب کے بارے میں غور وفکر آدمی کو اس یقین تک پہنچاتا ہے کہ اللہ موجود ہے۔ وہ علام الغیوب ہے، عزیز وحکیم ہے اور اس بات پر قادر ہے کہ قیامت کے دن تمام مُردوں کو دوبارہ زندہ کر کے ان کے اعمال کا ان سے حساب لے۔

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٥﴾

"اور رات اور دن کے بدلنے میں اور اس رزق میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور ہواؤں کے پھیرنے میں ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔"

فرمایا کہ رات اور دن کا ایک دوسرے کے بعد پورے اہتمام کے ساتھ آتے رہنا، موسم کی تبدیلی کے مطابق دونوں کا چھوٹا اور بڑا ہونا، آسمان سے بارش کا نزول جس سے مردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے اور ہواؤں کا ردو بدل، کبھی بادِ صبح گاہی ہے، تو کبھی شام کے وقت چلنے والی ہوا ہے، کبھی شمال کی طرف سے چلنے والی ہے تو کبھی جنوب کی طرف سے، کبھی بادِ سموم ہے تو کبھی آندھی، ان سب تصرفات پر اللہ کے سوا کس کا اختیار ہے؟ وہی تو ہے جو ان تمام قدرتوں کا مالک ہے۔ ان میں اہلِ خرد کے لیے واقعی بڑی بڑی نشانیاں ہیں، جو انسانوں کو اس ذاتِ واحد کی طرف بلاتی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٦٤] "بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں وہ چیزیں لے کر چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر کیا ہوا ہے، ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔"

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾

”یہ اللہ کی آیات ہیں، ہم انھیں تجھ پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں، پھر اللہ اور اس کی آیات کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ وہ نشانیاں ہیں جو اس کی کمال قدرت، کمال حکمت اور اس کے کمال ارادہ و مشیت پر دلالت کرتی ہیں۔ اب ان نشانیوں کے بعد کفارِ قریش کو کس دلیل کا انتظار ہے جسے دیکھ کر وہ اللہ پر ایمان لائیں گے؟

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

”بڑی ہلاکت ہے ہر سخت جھوٹے، گناہ گار کے لیے۔ جو اللہ کی آیات سنتا ہے، جبکہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اڑا رہتا ہے، گویا اس نے وہ نہیں سنیں، سو اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس کافر کا انجام جہنم کی ایک وادی ویل بتایا ہے، جو اللہ کی صفات کے بارے میں خلاف دلیل بات کرتا ہے اور گناہوں کا کثرت سے ارتکاب کرتا رہتا ہے۔ جب اس کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس کی کیفیت ایسی ہوتی ہے کہ گویا اس نے انھیں سنا ہی نہیں، کبر و غرور کی وجہ سے اپنے کفر پر اصرار کرتا ہے اور حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ ایسے کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [لقمان : ۶، ۷] ”اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو غافل کرنے والی بات خریدتا ہے، تاکہ جانے بغیر اللہ کے راستے سے گمراہ کرے اور اسے مذاق بنائے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ اور جب اس پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے، گویا اس نے وہ سنی ہی نہیں، گویا اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، سو اسے دردناک عذاب کی خوش خبری دے دے۔“

بہز بن حکیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد (حکیم) نے اپنے والد (سیدنا معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ”ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو اس غرض سے جھوٹ بولے کہ اس سے لوگ ہنسیں، ہلاکت ہے اس کے لیے، ہلاکت ہے اس کے لیے!“ [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب التشدید فی الکذب : ۴۹۹۰۔ ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء من تکلم بالکلمۃ یضحك الناس : ۲۳۱۵]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نماز (فجر) پڑھا لیتے تو ہماری جانب متوجہ ہوتے

اور پوچھتے: ''گزشتہ رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟'' اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو وہ بیان کر دیتا اور آپ ما شاء اللہ فرماتے۔ ایک دن آپ نے ہم سے سوال کیا: ''کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟'' ہم نے کہا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا: ''میں نے رات (خواب میں) دو آدمیوں کو دیکھا، وہ میرے پاس آئے اور مجھے میرے ہاتھ سے پکڑ کر مقدس زمین کی طرف لے گئے۔ میں نے وہاں دیکھا کہ ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے اور ایک آدمی کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکس (آنکڑا) ہے۔ وہ بیٹھے ہوئے آدمی کے منہ میں ڈال کر اس کے گال کو گدی تک چیر دیتا ہے، پھر دوسرے گال کے ساتھ بھی اسی طرح کرتا ہے، اتنی دیر میں اس کا پہلا گال صحیح ہو جاتا اور وہ اسے دوبارہ چیر دیتا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟...... انھوں نے کہا کہ وہ جھوٹا آدمی تھا جو جھوٹی باتیں بیان کیا کرتا تھا۔ لوگ اس سے جھوٹی بات سنتے اور اس طرح وہ بات دور دور تک پھیل جاتی۔ اسے قیامت تک یہی عذاب دیا جاتا رہے گا جو آپ نے دیکھا۔'' [بخاري، كتاب الجنائز، باب : ١٣٨٦]

وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ؕ﴿۹﴾ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ؕ﴿۱۰﴾

''اور جب وہ ہماری آیات میں سے کوئی چیز معلوم کر لیتا ہے تو اسے مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم ہے اور نہ وہ ان کے کچھ بھی کام آئے گا جو انھوں نے کمایا اور نہ وہ جو انھوں نے اللہ کے سوا حمایتی بنائے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

فرمایا کہ ایسے کافروں کی صفت یہ بھی ہے کہ جب ان کے سامنے قرآنِ کریم کی تلاوت کی جاتی ہے اور اس کے احکام بیان کیے جاتے ہیں، تو وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جھوٹے اور نافرمان انسانوں کا انجام یہ بتایا کہ ان کے لیے آخرت میں ایسا رسوا کن عذاب تیار کیا گیا ہے کہ اس سے بڑھ کر ذلت و رسوائی کوئی نہیں ہو سکتی۔ جہنم ان کا انتظار کر رہی ہے۔ اس دن ان کا مال و جاہ اور ان کی اولاد ان کے کچھ بھی کام نہیں آئے گی اور اللہ کے سوا جن معبودوں کی وہ لوگ پرستش کر رہے ہیں وہ بھی ان سے عذاب کو ٹال نہیں سکیں گے۔ انھیں بڑا ہی سخت عذاب دیا جائے گا۔

هٰذَا هُدًى ۚ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ؑ﴿۱۱﴾ ع ۱۷/۱۱

''یہ سراسر ہدایت ہے اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔''

اس آیت میں اشارہ قرآن کریم کی طرف ہے، جو منبع رشد و ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ایمان لانے والوں کو

گمراہی سے نکال کر راہِ ہدایت پر ڈال دیتا ہے اور کفر و شرک سے نجات دے کر ایمان و توحید کی نعمت سے مالا مال کر دیتا ہے، اس لیے کہ وہ سراپا نور اور سرچشمۂ خیر و برکت ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اپنے رب کی آیات کا انکار کریں گے، ان کے لیے دردناک عذاب کی سزا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

''اللہ وہ ہے جس نے تمھاری خاطر سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ جہاز اس میں اس کے حکم سے چلیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی نے تمھارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا ہے، تاکہ اس کے حکم سے تمھاری کشتیاں اس میں چلتی رہیں اور تم اس کی نعمتیں حاصل کرتے رہو۔ چنانچہ آدمی کشتیوں کے ذریعے سے سفر کر کے دوسرے شہروں میں علم حاصل کرنے اور تجارت کے لیے جاتا، اللہ کی راہ میں جہاد کرتا، سمندروں میں غوطے لگا کر موتی نکالتا اور نوع بہ نوع مچھلیوں کا شکار کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴾ [بني إسرائيل : ٦٦] ''تمھارا رب وہی ہے جو تمھارے لیے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے، تاکہ تم اس کا کچھ نہ کچھ فضل تلاش کرو۔ یقیناً وہ ہمیشہ سے تم پر بے حد مہربان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [النحل : ١٤] ''اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے، اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔''

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

''اور اس نے تمھاری خاطر جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنی طرف سے مسخر کر دیا، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔''

یعنی اے لوگو! اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو اپنے فضل سے تمھارے لیے مسخر کر دیا۔ یہ سب تمھاری خدمات انجام دے رہے ہیں، تمھارے کام میں لگے ہوئے ہیں اور بلاشبہ اس کے یہ احسانات دعوتِ فکر و نظر دیتے ہیں، تاکہ لوگ اس پر ایمان لے آئیں، اس کی وحدانیت کا اقرار کریں، اس کا شکریہ ادا کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ

دَآبَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٦٤] ''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں وہ چیزیں لے کر چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر کیا ہوا ہے، ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔''

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾

''ان لوگوں سے جو ایمان لائے کہہ دے کہ وہ ان لوگوں کو معاف کر دیں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے، تاکہ وہ کچھ لوگوں کو اس کا بدلہ دے جو وہ کماتے رہے تھے۔''

مکی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ اگر انھیں مشرکینِ قریش کی طرف سے اذیت پہنچتی ہے تو عفو و درگزر سے کام لیں اور انتقام لینے کی نہ سوچیں، دعوت الی اللہ کی راہ میں حکمت و دانائی کا یہی تقاضا ہے۔ اگر بالفرض مسلمانوں میں انتقام لینے کی طاقت بھی ہے تب بھی ایسا نہ کریں۔

''ایام اللہ'' سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی قوم کو نعمت سے سرفراز کیا گیا، یا کسی قوم کو مصیبت میں مبتلا کیا گیا، جیسا کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں لوگوں کو 'ایام اللہ' کے ذریعے سے نصیحت کر رہے تھے اور 'ایام اللہ' سے مراد اللہ کی نعمتیں اور اس کی (بھیجی ہوئی) مصیبتیں ہیں۔'' [مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر علیه السلام : ۱۷۲/ ۲۳۸۰]

لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ : یعنی اے مومنو! تم ان سے انتقام لینے کی نہ سوچو، ان کی ایذا رسانیوں کا بدلہ ہم انھیں دیں گے، لیکن عفو و درگزر کا یہ حکم جہاد کے حکم کے ذریعے سے منسوخ ہو گیا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿١٥﴾

''جس نے کوئی نیک عمل کیا تو وہ اسی کے لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

جو شخص اس دنیاوی زندگی میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد نیک عمل کرتا ہے تو روزِ قیامت اس کا فائدہ اسے ہی پہنچے گا کہ عذاب نار سے نجات پا جائے گا اور جو شخص برا عمل کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچائے گا کہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ آخر میں فرمایا کہ تم سب کو اپنے رب کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے، جہاں وہ ہر ایک کو اس

کے عمل کا بدلہ دے گا، بھلا کرنے والوں کو بھلا اور برا کرنے والوں کو برا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۫ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ﴾ [بني إسرائيل : ۷] ''اگر تم نے بھلائی کی تو اپنی جانوں کے لیے بھلائی کی اور اگر برائی کی تو انھی کے لیے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴾ [الروم : ۴۴] ''جو کفر کرے سو اس کا کفر اسی پر ہے اور جو کوئی نیک عمل کرے سو وہ اپنے ہی لیے سامان تیار کر رہے ہیں۔''

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور انھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔ اور انھیں (دین کے) معاملے میں واضح احکام عطا کیے، پھر انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس میں ضد کی وجہ سے، بے شک تیرا رب ان کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو تورات اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی فہم و بصیرت دی اور ان میں موسیٰ، ہارون، یوسف، داؤد، سلیمان اور عیسیٰ علیہم السلام جیسے انبیاء پیدا کیے۔ ان کے دورِ ایمانی میں دیگر قوموں پر انھیں فوقیت دی اور تورات و انجیل میں حلال و حرام کا واضح علم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صریح دلائل بیان کیے، تاکہ ان کی بعثت کے بعد انھیں پہچان کر ان پر ایمان لائیں، لیکن برا ہو بغض و حسد کا، جس کی وجہ سے انھوں نے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا۔

<u>وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ</u> : یعنی انھیں کھانے اور پینے کی پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۵۷] ''اور ہم نے تم پر من اور سلویٰ اتارا، کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمھیں دی ہیں اور انھوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ اپنے آپ ہی پر ظلم کیا کرتے تھے۔''

<u>وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ</u> : یعنی انھیں ان کے زمانے کے تمام لوگوں پر فضیلت بخشی، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [البقرة : ۴۷] ''اے بنی اسرائیل! میری نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور یہ کہ بلاشبہ میں نے ہی تمھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔''

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ قیامت کے دن ان یہود کے درمیان فیصلہ کرے گا اور ان کو ان کے کیے کا بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [یونس : ۹۳] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانا دیا، باعزت ٹھکانا، اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا، پھر انھوں نے آپس میں اختلاف نہیں کیا، یہاں تک کہ ان کے پاس علم آ گیا، بے شک تیرا رب ان کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔''

اس آیت میں امت محمدیہ کے لیے زبردست تنبیہ ہے کہ قرآن وسنت کے ساتھ اگر انھوں نے بھی ویسا ہی برتاؤ کیا، جیسا کہ یہود ونصاریٰ نے کیا ہے، تو پھر وہ بھی برے انجام کا انتظار کریں۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۱۸

''پھر ہم نے تجھے (دین کے) معاملے میں ایک واضح راستے پر لگا دیا، سو اسی پر چل اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چل جو نہیں جانتے۔''

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ سے پہلے بنی اسرائیل کو اپنی طرف سے ایک شریعت عطا فرمائی اور ان کو اس پر چلنے کا حکم دیا۔ وہ اس شریعت پر نہ چلے اور مختلف فرقوں میں بٹ کر مختلف راستوں پر چلنے لگے۔ ان کی کجی کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا، اب ان کے بعد ہم نے آپ کو ایک شریعت پر قائم کر دیا ہے، مگر آپ کو چاہیے کہ آپ اس شریعت پر عمل کریں۔ بنی اسرائیل آپ کو اس شریعت سے ورغلانے کی کوشش کریں گے، آپ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ بھی رسول اللہ ﷺ کو ان کی خواہشات کی پیروی کرنے سے اور شریعت اسلامیہ کی جزوی خلاف ورزی کرنے سے بھی منع کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۴۸ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۴۹ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۴۸ تا ۵۰] ''اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے اور اس پر محافظ ہے۔ پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ

کر، اس سے ہٹ کر جو حق میں سے تیرے پاس آیا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ایک امت بنا دیتا اور لیکن تاکہ وہ تمھیں اس میں آزمائے جو اس نے تمھیں دیا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ اور یہ کہ ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر اور ان سے بچ کہ وہ تجھے کسی ایسے حکم سے بہکا دیں جو اللہ نے تیری طرف نازل کیا ہے، پھر اگر وہ پھر جائیں تو جان لے کہ اللہ یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے کچھ گناہوں کی سزا پہنچائے اور بے شک بہت سے لوگ یقیناً نافرمان ہیں۔ پھر کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے، ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔‘‘

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۱۹

’’بلاشبہ وہ اللہ کے مقابلے میں ہرگز تیرے کسی کام نہ آئیں گے اور یقیناً ظالم لوگ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور اللہ متقی لوگوں کا دوست ہے۔‘‘

یعنی اے رسول! اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ سمجھ لیجیے کہ یہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کے ذرا بھی کام نہیں آسکتے اور اے رسول! یہ ظالم آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، لیکن متقیوں کے دوست نہیں، متقیوں کا دوست تو اللہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ﴾ [البقرة : ۲۵۷] ’’اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لاتے ہیں۔‘‘

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝۲۰

’’یہ لوگوں کے لیے سمجھ کی باتیں ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں ہدایت اور رحمت ہے۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی عظمت بیان کی ہے کہ اس میں جو احکام شریعت اور جو براہین و دلائل بیان کیے گئے ہیں ان میں غور وفکر کرنے سے قلب مومن میں ایسی بصیرت پیدا ہوتی ہے کہ وہ نافع و ضار اور حق و باطل کے درمیان تفریق کرنے لگتا ہے، یہ وہ کتاب ہے جو مومنوں کے لیے منبعِ ہدایت و رحمت ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ۬ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ

وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾ [یونس : ۵۷، ۵۸] ''اے لوگو! بے شک تمھارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور اس کے لیے سراسر شفا جو سینوں میں ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت آئی ہے۔ کہہ دے (یہ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی سے ہے، سو اسی کے ساتھ پھر لازم ہے کہ وہ خوش ہوں۔ یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع ۱۸

''یا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، انھوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہوگا؟ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔''

فرمایا، کیا شرک و معاصی کا ارتکاب کرنے والے اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم انھیں دنیا اور آخرت میں ان لوگوں کے برابر بنا دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے؟ اہل ایمان نے تو دنیا میں صرف اپنے رب کی بندگی کی اور سکونِ قلب کی دولت سے مالا مال رہے اور آخرت میں اس کی رحمت اور جنت کے حق دار ہوں گے۔ شرک و معاصی کا ارتکاب کرنے والے تو دنیا میں اپنے رب کے نافرمان رہے اور سکونِ قلب سے محروم رہے اور آخرت میں اس کی رحمت اور جنت سے محروم کر دیے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۲۳، ۱۲۴] ''تو جو میری ہدایت کے پیچھے چلا تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ مصیبت میں پڑے گا۔ اور جس نے میری نصیحت سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ گزران ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ [السجدۃ : ۱۸ تا ۲۰] ''تو کیا وہ شخص جو مومن ہو وہ اس کی طرح ہے جو نافرمان ہو؟ برابر نہیں ہوتے۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور رہے وہ لوگ جنھوں نے نافرمانی کی تو ان کا ٹھکانا آگ ہی ہے، جب کبھی چاہیں گے کہ اس سے نکلیں اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا آگ کا وہ عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

’’اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اظہارِ حق اور عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے پیدا کیا ہے' اور نیک و بد کا برابر ہونا حق کے منافی اور عدل و انصاف کے خلاف ہو گا۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ زمین پر رہنے والے جو جن و انس اس کی بندگی کریں، انھیں اچھا بدلہ دیا جائے اور جو اس کی نافرمانی کریں انھیں ان کے برے کرتوتوں کے بدلے عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [الدخان : ۳۸ تا ۴۰] ’’اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔ ہم نے ان دونوں کو حق ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔ یقیناً فیصلے کا دن ان سب کا مقرر وقت ہے۔‘‘

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۲۳

’’پھر کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ پھر اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔‘‘

یعنی اے رسول ! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا الٰہ بنا رکھا ہے۔ ایسے شخص کو اللہ نے بھی اس کے علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔ اس کے کانوں پر اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے، تو اب اللہ کے بعد اسے کون ہدایت پر لا سکتا ہے؟ تو پھر اے لوگو! تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے؟ الغرض جو شخص اپنی خواہشات کو الٰہ بنائے اسے ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی۔ نہ اس کے کانوں میں حق بات سننے کی صلاحیت رہتی ہے اور نہ دل میں حق بات سمجھنے کی صلاحیت رہتی ہے، بصارت، سماعت اور عقل سب بے کار ہو جاتی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ [الفرقان : ۴۳، ۴۴] ’’کیا تو نے وہ شخص دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا، تو کیا تو اس کا ذمہ دار ہو گا۔ یا تو گمان کرتا ہے کہ واقعی ان کے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، وہ نہیں ہیں مگر چوپاؤں کی طرح، بلکہ وہ راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔‘‘

وَ قَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾

''اور انھوں نے کہا ہماری اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی (زندگی) نہیں، ہم (یہیں) جیتے اور مرتے ہیں اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا، حالانکہ انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں، وہ محض گمان کر رہے ہیں۔''

یعنی کافر کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے بس دنیا کی زندگی ہے، اسی زندگی میں ہم مرتے ہیں اور اسی زندگی میں ہم زندہ رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ نہ کوئی زندگی ہے اور نہ کوئی حساب کتاب۔ ہمیں کوئی نہیں مارتا سوائے زمانے کے، یعنی زمانے کے تغیر وتبدل سے ہماری موت واقع ہوتی ہے اور ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ یہ ایک فطری امر ہے، اس کو اللہ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں۔ کافروں کی یہ بات بالکل غلط ہے، حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ اللہ ہی کے حکم سے ہوتا ہے۔ زمانے کا تغیر وتبدل اور موت وحیات سب اس کے ہاتھ میں ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے جب وہ زمانے کو برا کہتا ہے، حالانکہ زمانہ تو میں ہوں، سب کام میرے ہاتھ میں ہیں۔ میں ہی رات اور دن کو تبدیل کرتا رہتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وما يهلكنا إلا الدهر ﴾ : ۴۸۲۶۔ مسلم، کتاب الألفاظ، باب النهي عن سب الدهر : ۲۲۴۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زمانے کو گالی نہ دو، کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے۔'' [مسلم، کتاب الألفاظ، باب النهي عن سب الدهر : ۵/۲۲۴۶]

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع ۳ ۱۹

''اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کی دلیل اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ کہتے ہیں ہمارے باپ دادا کو لے آؤ، اگر تم سچے ہو۔ کہہ دے اللہ ہی تمھیں زندگی بخشتا ہے، پھر تمھیں موت دیتا ہے، پھر تمھیں قیامت کے دن کی طرف (لے جاکر) جمع کرے گا، جس میں کوئی شک نہیں اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

فرمایا کہ جب مشرکین مکہ کے سامنے ان آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے جن میں یہ بیان آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی مخلوق کو دوبارہ زندہ کرے گا، تو ان آیات کی تردید کے لیے ان کے پاس ان کے اس قول کے سوا کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اچھا اگر بعث بعد الموت کا عقیدہ صحیح ہے تو پھر ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی فرمایا کہ اے کفارِ قریش! تمھیں زمانہ ہلاک نہیں کرتا، بلکہ اللہ تمھیں زندگی دیتا اور موت کے

گھاٹ اتارتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ﴾ [البقرة : ۲۸] ''تم کیسے اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر وہ تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا۔''

آگے فرمایا کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو وہ تمھیں دوبارہ زندہ کرکے میدانِ محشر میں اکٹھا کرے گا، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، اس لیے کہ جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے وہ یقیناً دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر لوگ اس حقیقت کے ادراک سے قاصر ہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴾ [المعارج : ۶، ۷] ''بے شک وہ اسے دور خیال کر رہے ہیں۔ اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔''

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

''اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل والے خسارہ پائیں گے۔ اور تو ہر امت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا، ہر امت اپنے اعمال نامہ کی طرف بلائی جائے گی، آج تمھیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ یہ ہماری کتاب ہے جو تم پر حق کے ساتھ بولتی ہے، بے شک ہم لکھواتے جاتے تھے، جو تم عمل کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہی آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، اسی نے انھیں پیدا کیا ہے اور وہی ان میں تصرف کرتا ہے۔ جس کی قدرت اور علم و حکمت کا یہ عالم ہو، اس کی اس بات کو کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرکے انھیں حساب و جزا کے لیے میدان محشر میں جمع کرے گا؟ قیامت کا دن وہ دن ہوگا جب اپنے رب کے ساتھ غیروں کو شریک بنانے والے سب کچھ کھو دیں گے اور جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ اے میرے نبی! آپ اس دن دیکھیں گے کہ تمام قومیں اور جماعتیں میدانِ محشر میں حساب کے وقت نہایت ذلت و مسکنت کے عالم میں اپنے گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی ہوں گی اور ہر جماعت کے سامنے اس کا نامۂ اعمال پیش کیا جائے گا، یا ہر جماعت کے سامنے وہ کتاب رکھی جائے گی جو دنیا میں ان کی ہدایت کے لیے بھیجی گئی تھی۔ ان سے کہا جائے گا کہ آج تمھیں تمھارے اعمال کا بدلہ چکایا جائے گا اور تمھارا یہ نامۂ اعمال تمھیں سب کچھ بتا رہا ہے، دنیا میں تم جو کچھ کرتے رہے ہم اپنے فرشتوں کے ذریعے سے اسے لکھتے رہے، ایک ذرہ کے برابر بھی تمھاری نیکی یا بدی کہیں غائب نہیں کی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الكهف : ٤٩] ''اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ: ﴿ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ﴾ [بني إسرائيل : ٧١] ''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے'' اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان میں سے ایک آدمی کو بلایا جائے گا اور اسے اس کے داہنے ہاتھ میں اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا اور اس کا بدن ساٹھ ہاتھ بڑھا دیا جائے گا۔ اس کا چہرہ روشن کیا جائے گا، تو اس کے سر پر موتیوں کا چمکتا ہوا تاج پہنایا جائے گا اور وہ اپنے دوستوں کی طرف جائے گا اور وہ اسے دور ہی سے دیکھ کر کہیں گے کہ یا اللہ! ہمیں بھی ایسی ہی نعمتیں عطا فرما اور اس میں ہمیں برکت دے، یہاں تک کہ وہ ان کے پاس آئے گا اور ان سے کہے گا کہ تم کو خوشخبری ہو، تم میں سے ہر ایک کے لیے ایسا ہی انعام ہے۔ جبکہ (اس دن) کافر کا منہ کالا ہوگا اور اس کا بدن آدم علیہ السلام (کے قد) کی مانند ساٹھ ہاتھ بڑھا دیا جائے گا اور اسے بھی ایک تاج پہنایا جائے گا، لیکن اس کے دوست جب اسے دیکھیں گے تو کہیں گے، ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس شر سے، اے اللہ! یہ ہمارے پاس نہ آئے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر وہ ان کے پاس آئے گا، وہ کہیں گے، یا اللہ اسے ذلیل فرما، تو وہ کہے گا، (آج) اللہ نے تم سب کو ذلیل کیا ہے، کیونکہ تم سب کے لیے اسی طرح کی ذلت ہے۔'' [ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة بني إسرائيل : ٣١٣٦]

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝

''پھر جو لوگ تو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے سو انھیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا، یہی واضح کامیابی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اپنی مخلوق کے بارے میں اپنے فیصلے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے دنیاوی زندگی میں ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کی اور شرک و معاصی سے اجتناب کیا، آج ان کا رب انھیں اپنی رحمت یعنی جنت میں داخل کر دے گا۔ کھلی اور صریح کامیابی یہی ہے کہ آدمی ہر خوف و ہراس سے نجات پا جائے اور دائمی فرحت و شادمانی کو پالے۔

﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ﴾ : ''رحمت'' سے مراد جنت ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تیرے ذریعے سے رحم کروں گا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و تقول هل من مزيد ﴾ : ٤٨٥٠]

﴿ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۳۱ ﴾

''اور رہے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تو کیا میری آیات تمھارے سامنے نہ پڑھی جاتی تھیں؟ پھر تم نے تکبر کیا اور تم مجرم لوگ تھے۔''

یعنی جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور شرک و معاصی کا ارتکاب کیا، ان سے کہا جائے گا کہ کیا میرے انبیاء تمھارے پاس نہیں آئے اور کیا میری آیتیں تمھیں پڑھ کر نہیں سنائی گئیں اور تمھیں اللہ کا خوف نہیں دلایا گیا؟ ہاں! تمھیں یقیناً میری آیتیں سنائی گئیں، لیکن تم نے تکبر میں آ کر ان کا انکار کر دیا اور تم لوگ تھے ہی بڑے مجرم صفت لوگ، اسی لیے تو تم نے بندہ ہو کر بندگی کی راہ چھوڑ دی، شیطان کی پیروی کی اور گناہوں کا ارتکاب کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ اَلنَّارُ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [الحج : ۷۲] ''اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جائے تو تو ان لوگوں کے چہروں میں جنھوں نے کفر کیا، صاف انکار پہچان لے گا، قریب ہوں گے کہ ان لوگوں پر حملہ کر دیں جو ان پر ہماری آیات کی تلاوت کریں۔ کہہ دے تو کیا میں تمھیں اس سے بری چیز بتاؤں؟ وہ آگ ہے جس کا اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جنھوں نے کفر کیا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۙ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۸ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۹ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۱۰ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴾ [الجاثية : ۷ تا ۱۱] ''بڑی ہلاکت ہے ہر سخت جھوٹے، گناہ گار کے لیے۔ جو اللہ کی آیات سنتا ہے، جبکہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اڑا رہتا ہے، گویا اس نے وہ نہیں سنیں، سو اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔ اور جب وہ ہماری آیات میں سے کوئی چیز معلوم کر لیتا ہے تو اسے مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم ہے اور نہ وہ ان کے کچھ بھی کام آئے گا جو انھوں نے کمایا اور نہ وہ جو

انھوں نے اللہ کے سوا حمایتی بنائے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ یہ سراسر ہدایت ہے اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔"

وَ اِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾

"اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ کا وعدہ حق ہے اور جو قیامت ہے اس میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے، ہم تو محض معمولی سا گمان کرتے ہیں اور ہم ہرگز پورا یقین کرنے والے نہیں۔"

یعنی جب تم سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کا یہ وعدہ برحق ہے کہ وہ اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، حساب و جزا کے لیے انھیں میدانِ محشر میں اکٹھا کرے گا اور قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے، تو تم کہتے تھے کہ ہمیں قیامت کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اسے ہم وہم وخیال ہی سمجھتے ہیں، ہمیں بالکل یقین نہیں ہے کہ قیامت نام کی کوئی چیز واقع ہوگی۔

وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ قِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

"اور ان کے لیے ان اعمال کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی جو انھوں نے کیے اور انھیں وہ چیز گھیر لے گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اور کہہ دیا جائے گا کہ آج ہم تمھیں بھلا دیں گے جیسے تم نے اپنے اس دن کے ملنے کو بھلا دیا اور تمھارا ٹھکانا آگ ہے اور تمھارے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفر وشرک اور معاصی کا ارتکاب کرنے والوں کا برا انجام ان کے سامنے ہوگا اور عذاب نار انھیں چہار جانب سے گھیر لے گا کہ جس کا وہ دنیا میں مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ آج ہم تمھیں جہنم میں ڈال کر اسی طرح بھول جائیں گے جس طرح تم اس دن کو بھول کر شرک و معاصی کا ارتکاب کرتے رہے، نیک عمل سے دور رہے، جو آج عذاب نار سے تمھاری نجات کا سبب بنتا۔ اب کوئی نہیں جو تمھیں عذاب نار سے نجات دلا سکے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدۃ : ۱٤] "سو چکھو، اس وجہ سے کہ تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا، بے شک ہم نے تمھیں بھلا دیا اور ہمیشگی کا عذاب چکھو، اس کی وجہ سے جو تم کیا کرتے تھے۔" اور فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَ مَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٥١] "وہ جنھوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنا لیا اور انھیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا تو آج ہم انھیں بھلا دیں گے، جیسے وہ اپنے اس دن کی

ملاقات کو بھول گئے اور جیسے وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ (اپنے بعض بندوں سے قیامت کے دن) فرمائے گا کہ اے فلاں! بھلا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی اور تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ اور تجھے بیوی نہیں دی تھی اور گھوڑوں، اونٹوں کو تیرا مطیع نہیں کیا تھا؟ اور میں نے تجھے چھوڑا کہ تو حکومت کرتا تھا اور چوتھا حصہ (بطور ٹیکس) لیتا تھا؟ بندہ کہے گا کہ کیوں نہیں۔‘‘ آپ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو مجھ سے ملاقات کرنے کی امید رکھتا تھا؟ وہ کہے گا، نہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں بھی تجھے بھول جاؤں گا جیسے تو مجھے بھول گیا تھا۔‘‘ [مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ٢٩٦٨]

ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾

’’یہ اس لیے کہ بے شک تم نے اللہ کی آیات کو مذاق بنا لیا اور تمھیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا، سو آج نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔‘‘

اللہ تعالیٰ کافروں سے فرمائے گا، یہ سزا تمھیں اس لیے مل رہی ہے کہ تم اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا کرتے تھے، آخرت کے متعلق کبھی سوچتے ہی نہیں تھے، دنیا کی زندگی نے تمھیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا، تو آج تم جیسے لوگ نہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ انھیں معافی دی جائے گی، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٢٤] ’’پس اگر وہ صبر کریں تو آگ ان کے لیے ٹھکانا ہے اور اگر وہ معافی کی درخواست کریں تو وہ معاف کیے گئے لوگوں سے نہیں ہیں۔‘‘

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَ لَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۪ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع

’’پس اللہ ہی کے لیے سب تعریف ہے جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب، تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور اسی کے لیے آسمانوں اور زمین میں سب بڑائی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

فرمایا کہ لوگو! ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور جو تمام جہانوں کا رب ہے، اس لیے تم اسی کی تعریف بیان کرو، نہ کہ بتوں اور جھوٹے معبودوں کی۔ سنو! آسمانوں اور زمین میں ہر بڑائی اور ہر کبریائی اسی کے لیے سزاوار ہے۔ اس لیے کہ وہ زبردست اور ہر چیز پر غالب ہے اور اپنے تمام اعمال و تصرفات میں نہایت ہی

حکیم و دانا ہے، اس کا کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ : سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عزت اس (اللہ) کی ازار ہے اور بزرگی اس (اللہ) کی چادر ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) جو شخص ان میں سے کسی کو بھی مجھ سے چھینا چاہے گا میں اسے جہنم رسید کروں گا۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحريم الكبر : ۲۶۲۰]

سورۃ الاحقاف مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

حٰمٓ ① تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ②

''حٰمٓ۔ اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی یقین دہانی کرائی ہے کہ قرآن کریم نبی کریم ﷺ کا کلام نہیں ہے، بلکہ اس اللہ کا کلام ہے جو زبردست، ہر چیز پر غالب اور بڑا حکیم و دانا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰۤی اَمۡرِہٖ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴾ [یوسف : ۲۱] ''اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَمَّاۤ اُنۡذِرُوۡا مُعۡرِضُوۡنَ ③

''ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہے حق اور مقررہ میعاد ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اس چیز سے جس سے وہ ڈرائے گئے، منہ پھیرنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو، زمین کو اور ان کے درمیان کی مخلوقات کو عبث اور بے کار پیدا نہیں کیا، بلکہ ان کی تخلیق کا ایک عظیم مقصد ہے اور وہ ہے جن وانس کی آزمائش۔ دوسرا اس کے لیے ایک وقت بھی مقرر ہے، جب وہ وقت موعود آجائے گا تو آسمان و زمین کا یہ موجودہ سارا نظام بکھر جائے گا۔ نہ آسمان، یہ آسمان ہوگا اور نہ زمین، یہ زمین ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ وَ السَّمٰوٰتُ ﴾ [إبراھیم : ٤٨] ''جس دن یہ زمین اور زمین سے بدل دی

جائے گی اور سب آسمان بھی۔“

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل کفر اپنی تخلیق کے مقصد سے یکسر غافل ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یاد دہانی کے لیے کتابیں نازل کیں اور انبیاء بھیجے، جنھوں نے انھیں آخرت کے عذاب سے ڈرایا، لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوا، تو وہ عنقریب اس کفر و سرکشی کا انجام جان لیں گے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴

”کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔“

نبی کریم ﷺ کی زبانی مشرکین سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کے سوا جن معبودوں کو تم پکارتے ہو، ذرا ان کے بارے میں مجھے خبر تو دو کہ انھوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمان میں پائی جانے والی کسی چیز میں ان کا حصہ ہے، جس کے سبب وہ عبادت کے مستحق ہیں، یا قرآن کریم سے پہلے تمھارے پاس کوئی ایسی آسمانی کتاب آئی ہے جس میں تمھارے دین و عقیدہ کے صحیح ہونے کی دلیل پائی جاتی ہے، یا اقوام گزشتہ کے علوم کا کوئی حصہ تمھارے پاس ہے، جس میں یہ شہادت موجود ہے کہ تمھارے جھوٹے معبود عبادت کے مستحق ہیں؟ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل لاؤ، حقیقت یہ ہے کہ تمھارے پاس کوئی بھی دلیل موجود نہیں ہے، اس لیے اے مشرکو! تم اللہ کے ساتھ غیروں کو کیوں شریک بناتے ہو اور کیوں ان کی عبادت کرتے ہو؟

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝۵

”اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔“

اہل کفر کی شقاوت و بدبختی بیان کی جا رہی ہے کہ اس آدمی سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے علاوہ کسی ایسے جھوٹے معبود کو پکارتا ہے جو اس کی پکار کو قیامت تک نہیں سن سکتا، اس لیے کہ یا تو وہ مٹی اور پتھر کا بنا ہوا بت ہے، یا کوئی بندۂ عاجز و مسکین ہے، جو اپنے حال میں مشغول ہے اور وہ اللہ کی مرضی کے بغیر ایک تنکا بھی نہیں ہلا سکتا، جیسا کہ ارشاد

فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۞ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحج : ۷۳، ۷٤] ’’اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۹٤] ’’بے شک جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں، پس انھیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمھاری دعا قبول کریں، اگر تم سچے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۹۷] ’’اور جنھیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی مدد کرتے ہیں۔‘‘

وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۞

’’اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔‘‘

یعنی قیامت کے دن میدانِ محشر میں جب سب لوگ جمع ہوں گے تو وہ معبودانِ باطلہ ان کے دشمن بن جائیں گے اور ان سے اعلان براءت کر دیں گے اور صاف صاف کہہ دیں گے کہ ہم نے انھیں نہیں کہا تھا کہ یہ ہماری عبادت کریں اور نہ ہم جانتے ہیں کہ انھوں نے ہماری عبادت کی تھی۔ اے ہمارے رب! ہم ان سے اپنی بے زاری اور براءت کا اعلان کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۞ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۸، ۳۹] ’’فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنے ساتھ والی کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۞ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ

عَلَيْهِمْ ضِدًّا﴾ [مریم : ۸۱، ۸۲] ’’اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مدمقابل ہوں گے۔‘‘

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٧﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ۖ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٨﴾

’’اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا حق کے بارے میں، جب وہ ان کے پاس آیا، کہتے ہیں یہ کھلا جادو ہے۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود گھڑ لیا ہے، کہہ دے اگر میں نے اسے خود گھڑ لیا ہے تو تم میرے لیے اللہ کے مقابلے میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے، وہ ان باتوں کو زیادہ جاننے والا ہے جن میں تم مشغول ہوتے ہو، وہی میرے درمیان اور تمھارے درمیان گواہ کے طور پر کافی ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اللہ عزوجل نے مشرکین کے کفر وعناد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب انھیں اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جو لفظ ومعنی کے اعتبار سے بے حد واضح اور روشن ہیں، تو بجائے اس کے کہ ان میں غور وفکر کرتے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتے، فوراً ان کا انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو کھلا جادو ہے، بلکہ کفر وسرکشی میں اور آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو محمد (ﷺ) خود گھڑتا ہے اور لوگوں کو اللہ کا کلام بنا کر سناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ان کے اس جھوٹ کی تردیدیوں کی کہ میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی افترا پردازی کیسے کر سکتا ہوں، جبکہ میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے اللہ کی طرف کوئی جھوٹ منسوب کیا تو وہ مجھے ضرور اس کی سخت سزا دے گا، اس سزا سے تم سمجھ لینا کہ میں جھوٹا ہوں اور ایسی صورت میں تم میری کوئی مدد نہ کرنا، بلکہ ایسی صورت میں تم میری کوئی مدد کر بھی نہیں سکو گے، پھر فرمایا کہ قرآن کریم کے بارے میں تم کبھی کہتے ہو کہ وہ جادو ہے اور کبھی کہتے ہو کہ یہ تو محمد (ﷺ) ہی کا کلام ہے، تو اللہ تعالیٰ تمھاری ان ہرزہ سرائیوں کو خوب جانتا ہے، وہ میرے اور تمھارے درمیان بحیثیت گواہ کافی ہے کہ یہ قرآن اسی کا کلام ہے اور میں نے یہ بات تم تک پہنچا دی ہے۔ تم لوگ کذاب اور مفتری ہو، کبھی اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتے ہو اور کبھی میرے اور قرآن کے بارے میں۔ آخر میں فرمایا کہ وہ کفر سے تائب ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا اور ان پر بے حد رحم کرنے والا ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا : یعنی اگر میں جھوٹ بولوں اور یوں دعویٰ کروں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اور حقیقت میں ایسا نہ ہو تو وہ مجھے سخت سزا دے گا اور اہل زمین میں سے کوئی بھی

مجھے اللہ سے نہیں بچا سکے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ١ۙ۬ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًاۙ۰۰۲۲ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ١ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ﴾ [الجن : ٢٢، ٢٣] ”کہہ دے یقیناً میں، مجھے اللہ سے کوئی بھی کبھی پناہ نہیں دے گا اور میں اس کے سوا کبھی پناہ کی کوئی جگہ نہیں پاؤں گا۔ مگر (میں تو صرف) اللہ کے احکام پہنچانے اور اس کے پیغامات کا (اختیار رکھتا ہوں) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِۙ۰۰۴۴ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِۙ۰۰۴۵ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴾ [الحاقۃ : ٤٤ تا ٤٦] ”اور اگر وہ ہم پر کوئی بات بنا کر لگا دیتا۔ تو یقیناً ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ پھر یقیناً ہم اس کی جان کی رگ کاٹ دیتے۔“

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَ لَا بِكُمْ١ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ وَ مَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۰۰۹

”کہہ دے میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ (یہ کہ) تمھارے ساتھ (کیا)، میں تو بس اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے اور میں تو بس واضح ڈرانے والا ہوں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مشرکین مکہ سے یہ کہنے کا حکم دیا کہ میں اللہ کا کوئی پہلا نبی نہیں ہوں، مجھ سے پہلے بھی کئی رسول آئے ہیں۔ میں کوئی ایسی نئی بات تو نہیں لایا جس کی کوئی نظیر نہ ہو کہ تم اپنی طرف سے میری بعثت کو عجیب وغریب سمجھو۔ مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کو ان کی امتوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔

وَ مَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَ لَا بِكُمْ : یعنی میں نہیں جانتا کہ اس دنیا میں میرے ساتھ کیا ہوگا، میں مکہ ہی میں رہوں گا، یا یہاں سے نکلنے پر مجھے مجبور ہونا پڑے گا؟ مجھے موت طبعی آئے گی یا تمھارے ہاتھوں میرا قتل ہوگا؟ تم جلد ہی سزا سے دوچار ہو گے، یا لمبی مہلت تمھیں دی جائے گی؟ ان تمام باتوں کا علم صرف اللہ کو ہے، مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ یا تمھارے ساتھ کل کیا ہوگا؟ تاہم آخرت کے بارے میں یقینی علم ہے کہ اہل ایمان جنت میں اور کافر جہنم میں جائیں گے، جیسا کہ سیدہ ام علاء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب انصار نے مہاجرین کے قیام کے لیے قرعہ اندازی کی تو سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا نام ہمارے ہاں ٹھہرنے کے لیے نکلا، پھر وہ بیمار پڑ گئے تو ہم نے ان کی وفات تک ان کی تیمارداری کی، (جب وہ فوت ہو گئے) تو ہم نے انھیں ان کے کپڑوں میں لپیٹ دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے کہا، اے ابوسائب! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں، میں گواہی دیتی ہوں کہ تمھیں اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ اللہ نے اسے عزت بخشی ہے؟“ میں نے کہا، اللہ

کی قسم ! مجھے (ان کے بارے میں) کچھ معلوم نہیں، لیکن میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اے اللہ کے رسول ! (اگر اسے عزت نہیں ملی) تو اللہ تعالیٰ کسے عزت سے نوازے گا؟ آپ نے فرمایا: ''جہاں تک ان کا تعلق ہے تو یقینی بات (موت) ان تک پہنچ چکی ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے خیر کی امید رکھتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں، اس کے باوجود مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔'' ام علاء کہتی ہیں کہ واللہ! عثمان کے بعد میں کسی انسان کی پاکی بیان نہیں کروں گی۔ انھوں نے بیان کیا کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے خواب میں ایک جاری چشمہ دیکھا، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ان کا نیک عمل ہے، جو ان کے لیے جاری کر دیا گیا ہے۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب العین الجاریة فی المنام : ۷۰۱۸، ۱۲۴۳]

تیسری بات اللہ نے اس آیت میں اپنے رسول کی زبانی یہ کہی کہ میں تو صرف وحی الٰہی کی اتباع کرتا ہوں، اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کرتا ہوں۔ چوتھی بات یہ کہی گئی ہے کہ میں اللہ کی جانب سے لوگوں کو صاف صاف ڈرانے والا ہوں، تو جو شخص میری بات پر دھیان دے گا اور شرک و معاصی سے پرہیز کرے گا وہ عذاب جہنم سے نجات پائے گا اور جو ٹھکرا دے گا، اس کا معاملہ میرے رب کے حوالے ہے، چاہے گا تو عذاب دے گا اور چاہے گا تو اسے راہِ راست پر ڈال دے گا اور اس کے حال پر رحم کرے گا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ ع ۱

''کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر یہ اللہ کی طرف سے ہوا اور تم نے اس کا انکار کر دیا اور بنی اسرائیل میں سے ایک شہادت دینے والے نے اس جیسے (قرآن) کی شہادت دی، پھر وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا (تو تمھارا انجام کیا ہوگا) بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

یعنی اے رسول ! آپ ان سے پوچھیے، بتاؤ! اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کا انکار کرو، باوجود اس کے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اس جیسی ایک کتاب کی گواہی دی اور وہ ایمان بھی لے آیا اور تم تکبر ہی کرتے رہے اور ایمان نہ لائے تو تمھارا کیا انجام ہوگا ؟ کیا تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے؟ ہر گز نہیں، اللہ ظالم لوگوں کو راہِ راست پر چلا کر منزل مقصود پر نہیں پہنچاتا۔

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ : بنی اسرائیل کے ایک گواہ سے مراد اہل کتاب میں سے وہ شخص ہے جو ایمان لے آیا اور قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ اسی قسم کا اشارہ دوسری آیت میں بھی پایا جاتا ہے، ارشاد فرمایا:

﴿ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴾ [الرعد : ۴۳]

’’اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کہتے ہیں تو کسی طرح رسول نہیں ہے۔ کہہ دے میرے درمیان اور تمھارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے اور وہ شخص بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔‘‘

بنی اسرائیل میں سے بہت سے لوگ ایمان لائے، ان میں سے سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ خاص طور پر مشہور ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ۝ وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ۱۰۷، ۱۰۸] ’’بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا، جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ یقیناً ہمیشہ پورا کیا ہوا ہے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے ابو القاسم ! ہم آپ سے چند سوال کرتے ہیں، جن کے صحیح جواب نبی کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا (اگر آپ سچے نبی ہیں تو ان کے جوابات دیجیے)، آپ نے فرمایا: ’’مجھ سے جو چاہو پوچھو، مگر میں تم سے اللہ تعالیٰ کا عہد لیتا ہوں اور وہ عہد جو یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے لیا تھا کہ اگر میں ٹھیک ٹھیک جواب دوں گا تو تم میری نبوت کا اقرار کرو گے اور میری فرماں برداری کے پابند ہو جاؤ گے۔‘‘ انھوں نے آپ سے وعدہ کیا اور عہد کیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا : ’’مجھ سے جو چاہتے ہو سوال کرو۔‘‘ انھوں نے کہا، پہلے تو یہ بتائیے کہ تورات نازل ہونے سے پہلے اسرائیل (یعنی یعقوب علیہ السلام) نے اپنے نفس پر کس چیز کو حرام کیا تھا ؟ دوسرا ہم پوچھتے ہیں کہ عورت اور مرد کے پانی کی کیا کیفیت ہے؟ اور کیوں کبھی لڑکا پیدا ہوتا ہے اور کبھی لڑکی؟ تیسرا یہ بتائیے کہ تورات میں جس نبی اُمّی کی خبر ہے اس کی خاص نشانی کیا ہے؟ اور اس کے پاس کون سا فرشتہ وحی لے کر آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’مجھے تم عہد دے چکے ہو نا کہ اگر میں نے صحیح جواب دیے تو تم میری پیروی کرو گے؟‘‘ ان یہودیوں نے وہ عہد اور میثاق دے دیا جو آپ چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ’’میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی تھی ! کیا تم نہیں جانتے کہ جب یعقوب علیہ السلام عرق النساء کی بیماری میں سخت تکلیف میں تھے تو نذر مانی کہ اگر اللہ مجھے اس مرض سے شفا دے گا تو میں اپنے کھانے کی سب سے مرغوب چیز اور پینے کی سب سے زیادہ محبوب چیز چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ جب تندرست ہوئے تو انھوں نے اونٹ کا گوشت کھانا اور اونٹنی کا دودھ پینا، جو آپ کے پسند خاطر تھا، چھوڑ دیا۔‘‘ ان سب نے قسم کھا کر کہا کہ ہاں ! یہ سچ ہے۔ آپ نے فرمایا: ’’اللہ ! ان پر گواہ ہو جا، میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی ! کیا تم جانتے ہو کہ مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زردی مائل ہوتا ہے، جو بھی غالب آ جائے اس کے مطابق پیدائش ہوتی ہے اور شکل و صورت بھی، جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو حکم الٰہی

سے اولاد نرینہ ہوتی ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو حکم الٰہی سے اولاد مؤنث ہوتی ہے۔'' سب نے قسم کھا کر کہا، بے شک آپ نے بجا فرمایا۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! ان پر گواہ ہو جا۔ میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی، کیا تم جانتے ہو کہ اس اُمیّ نبی کی خاص نشانی یہ ہے کہ اس کی آنکھیں تو سوتی ہیں مگر اس کا دل جاگتا رہتا ہے۔'' سب نے قسم کھا کر کہا، آپ نے بالکل صحیح جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! ان پر گواہ ہو جا۔'' انھوں نے کہا، اب ایک اور سوال کا جواب بھی عنایت فرما دیجیے، اسی پر بحث کا خاتمہ ہے، ہم آپ سے مل جائیں گے یا جدا ہو جائیں گے، وہ یہ کہ فرشتوں میں سے آپ کا ولی کون ہے (یعنی کون وحی لے کر آتا ہے)؟ آپ نے فرمایا: ''میرا ولی جبریل ہے اور وہی تمام انبیاء کے پاس پیغام باری تعالیٰ لاتا رہا۔'' انھوں نے کہا کہ ہم آپ سے جدا ہوتے ہیں، اگر آپ کے پاس کوئی دوسرا فرشتہ وحی لے کر آتا تو ہم آپ کی فرماں برداری اور تصدیق کرتے۔ آپ نے فرمایا: ''اس کی تصدیق کرنے سے تمھیں کس چیز نے روکا؟'' انھوں نے جواب دیا کہ یہ ہمارا دشمن ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ: ﴿ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة: ۹۷ تا ۱۰۱] [مسند أحمد: ۲۷۸/۱، ح: ۲۵۱۸۔ مسند أبی داوٗد الطیالسی: ۲۸۵٤۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة الرعد: ۳۱۱۷]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کے بارے میں جو زندہ ہو اور زمین پر چل پھر رہا ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس کا جنتی ہونا نہیں سنا، سوائے سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے۔ انھی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأحقاف: ۱۰] ''اور بنی اسرائیل میں سے ایک شہادت دینے والے نے اس جیسے (قرآن) کی شہادت دی، پھر وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا (تو تمھارا انجام کیا ہوگا) بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب مناقب عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ: ۳۸۱۲۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ: ۲٤۸۳]

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَ اِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪

''اور ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا، ان لوگوں سے کہا جو ایمان لائے اگر یہ کچھ بھی بہتر ہوتا تو یہ ہم سے پہلے اس کی طرف نہ آتے اور جب انھوں نے اس سے ہدایت نہیں پائی تو ضرور کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔''

مشرکین مکہ بلال، عمار، صہیب، خباب (رضی اللہ عنہم) اور ان جیسے کمزور مسلمانوں کا نام لے کر کہتے تھے کہ اگر قرآن اور نبوتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کوئی خیر ہوتی، تو یہ فقیر و حقیر قسم کے لوگ ایمان لانے میں ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔ وہ سمجھتے تھے

کہ ہر عزت و شرف کے پہلے مستحق وہی ہیں۔ انھیں معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے نوازتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے اور اپنے دین کے لیے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ انھی مشرکین کے بارے میں آیت کے آخر میں کہا گیا ہے کہ چونکہ انھیں قرآن کریم پر ایمان لانے کی توفیق نہیں ملی، اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پرانا جھوٹ ہے جو محمد (ﷺ) کو کہیں سے مل گیا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ یہی وہ تکبر ہے جس کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تکبر حق کا انکار کرنے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانه : ۹۱]

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۟ﶔ

''اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی اور یہ ایک تصدیق کرنے والی کتاب عربی زبان میں ہے، تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے ظلم کیا اور نیکی کرنے والوں کے لیے بشارت ہو۔''

اس آیت میں مشرکین کے اسی قول کی کہ یہ قرآن پرانا جھوٹ ہے، تردید کی گئی ہے کہ اس کتاب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی تھی جو خیر کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرتی اور ان کے لیے باعث خیر و رحمت تھی۔ یہ دونوں کتابیں یعنی تورات اور قرآن اصول شریعت میں متفق ہیں، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن کریم تورات کی تصدیق کرتا ہے، حالانکہ یہ قرآن عربی زبان میں ہے اور تورات عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی، یہ بات بھی دلیل ہے کہ قرآن وحی الٰہی ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن اس لیے نازل کیا گیا ہے تاکہ نبی کریم ﷺ مشرکین مکہ کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں، جنھوں نے شرک و معاصی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا ہے اور نیک عمل کرنے والے مومنوں کو جنت کی بشارت دیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۟ﶕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۟ﶖ

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ لوگ جنت والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہنے والے، اس کے بدلے کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص توحید پر جم جائے، اللہ تعالیٰ ہی کو الٰہ مانے، اسی کی عبادت کرے، اسی کی اطاعت کرے، اسی کا ہو جائے، مانگے تو اسی سے مانگے، لو لگائے تو اسی سے لگائے تو ایسے شخص کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی

غم۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ یوں بیان کیا ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳۰ تا ۳۲] ”بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمھارے دل چاہیں گے اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔“

سیدنا سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کی ایک ایسی بات بتا دیجیے کہ پھر میں اس کو آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ نے فرمایا: ”کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب جامع أوصاف الإسلام : ۳۸]

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ ۱۵ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝ ۱۶

”اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید کی، اس کی ماں نے اسے ناگواری کی حالت میں اٹھائے رکھا اور اسے ناگواری کی حالت میں جنا اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کو پہنچ گیا تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جسے تو پسند کرتا ہے اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح فرما دے، بے شک میں نے تیری طرف توبہ کی اور بے شک میں حکم ماننے والوں سے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ ہم ان سے وہ سب سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انھوں نے کیے اور ان کی برائیوں سے درگزر کرتے ہیں، جنت والوں میں، سچے وعدے کے مطابق جو ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو نصیحت کی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے، اس کی ماں حالت حمل میں ہر تکلیف گوارا کرتی رہی، اسے اپنے بطن میں لیے پھری اور ولادت کے وقت بھی شدتِ الم سے دوچار ہوئی، یہ تمام باتیں انسان سے تقاضا کرتی ہیں کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرے۔ بالخصوص ماں کے ساتھ جس نے تیس ماہ تک مدتِ حمل، وضع حمل اور رضاعت کے مراحل سے گزر کر اسے پالا پوسا اور ہر تکلیف کو خوشی خوشی گوارا کیا۔ مومن آدمی ولادت و رضاعت اور نشو ونما کے مراحل سے گزرتا ہوا بھر پور جوانی کو پہنچ جاتا ہے۔ جب اس کی عمر چالیس سال ہو جاتی ہے اور عقل و ہوش مندی میں پختہ ہو جاتا ہے تو اسے اپنے اللہ کے احسانات کے ساتھ ساتھ اپنے والدین کے احسانات کا احساس شدید ہونے لگتا ہے تو دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب! تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو ہدایت دی ہے اور مجھ پر اور ان پر ان گنت احسانات کیے ہیں، تو اب ان احسانات کا شکر ادا کرنے کی مجھے توفیق عطا فرما دے۔ مجھے اس بات کی بھی توفیق عطا فرما دے کہ تیری مرضی کے کام کرتا رہوں اور اے میرے رب! میری اولاد میں نیکی کو جاری کر دے اور ان میں صفتِ صلاح کو راسخ کر دے کہ وہ ہر حال میں اس پر قائم رہیں۔ میرے رب! میں ان گناہوں سے تائب ہوتا ہوں جو میں نے ماضی میں کیے ہیں اور میں تیرے حضور سرِ تسلیم خم کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ تیرے اوامر و نواہی کو مانوں گا اور تیرے حکم کی پیروی کروں گا۔ آیت زیرِ تفسیر میں ماں باپ کے ساتھ جس حسن سلوک کی وصیت کی گئی ہے، قرآن مجید کے کئی اور مقامات پر بھی اللہ تعالیٰ نے اسی بات کا حکم دیا ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۲۳، ۲۴] ”اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر کبھی تیرے پاس دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ ہی جائیں تو ان دونوں کو ”اف“ مت کہہ اور نہ انھیں جھڑک اور ان سے بہت کرم والی بات کہہ۔ اور رحم دلی سے ان کے لیے تواضع کا بازو جھکا دے اور کہہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جیسے انھوں نے چھوٹا ہونے کی حالت میں مجھے پالا۔“ بچے کی وجہ سے دورانِ حمل، وضع حمل اور بعد از ولادت ماں کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾ [لقمان : ۱۴] ”اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔“

ماں کی تکالیف کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی اللہ تعالیٰ نے ماں کا حق زیادہ رکھا، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تمھاری ماں'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ''پھر تمھاری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ فرمایا: ''پھر تمھاری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ فرمایا: ''پھر تمھارا باپ۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة : ۵۹۷۱۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب بر الوالدين ...... الخ : ۲۵۴۸]

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نیک صفت انسانوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ ان کے نیک اعمال کو قبول فرمائے گا، انھیں بہت ہی اچھا بدلہ دے گا اور توبہ کر لینے کی وجہ سے ان کے گناہ معاف کر کے ان کے نام اہل جنت کی فہرست میں لکھ دیے جائیں گے، اللہ کا یہ وعدہ سچا وعدہ ہے جو ان سے دنیا میں انبیاء و رسل کی زبانی کیا جاتا تھا۔

وَ الَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِيْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَ قَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَ هُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖۗ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَ لِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

''اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اف ہے تم دونوں کے لیے! کیا تم مجھے دھمکی دیتے ہو کہ مجھے (قبر سے) نکالا جائے گا، حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکیں۔ جب کہ وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے (ہوئے کہتے) ہیں تجھے ہلاکت ہو! ایمان لے آ، بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔ تو وہ کہتا ہے یہ پہلے لوگوں کی فرضی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر بات ثابت ہوگئی ان امتوں سمیت جو جن و انس میں سے ان سے پہلے گزر چکیں، یقیناً وہ خسارہ پانے والے تھے۔ اور ہر ایک کے لیے الگ الگ درجے ہیں، ان اعمال کی وجہ سے جو انھوں نے کیے اور تاکہ اللہ انھیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

مومن لڑکے کے اوصاف بیان کرنے کے بعد اب کافر لڑکے اور اس کی بداعمالیوں کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جب اس کے والدین نے اسے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے کی دعوت دی، تو اس نے ان سے کہا کہ میں تم سے اور تمھاری باتوں سے تنگ آ چکا ہوں، کیا تم مجھے اس بات کا یقین دلانا چاہتے ہو کہ مرنے کے بعد میں اپنی قبر سے دوبارہ اٹھایا جاؤں گا؟ حالانکہ سبھی جانتے ہیں کہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں آئیں اور گزر گئیں اور کوئی واپس نہیں آیا۔ ماں باپ اس کی کافرانہ باتیں سن کر اس سے کہنے لگے کہ اپنی ہلاکت و بربادی سے بچو، ایمان لے آؤ،

اللہ تعالیٰ کے وعدۂ آخرت کی تصدیق کرو اور اقرار کر لو کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق سے یہ وعدہ برحق ہے کہ وہ انھیں ان کی قبروں سے اٹھا کر میدانِ محشر میں لا کھڑا کرے گا، تاکہ انھیں ان کے اعمال کا بدلہ چکائے۔ کافر لڑکے نے اپنے ماں باپ کی نصیحت کو ٹھکرا دیا اور اللہ کے وعدۂ آخرت کی تکذیب کرتے ہوئے کہا کہ بعث بعد الموت کا عقیدہ گزشتہ قوموں میں رائج ایک افسانہ ہے، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ کا عذاب واجب ہو گیا ہے کہ جس کی صراحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [ص : ۸۵] ''کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا، جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے۔''

آخر میں کہا گیا کہ اصل گھاٹا پانے والے یہی منکرین قیامت ہیں کہ انھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اختیار کر لی ہے۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں قسم کے لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق بدلے ملیں گے، اہل جنت اپنے اعمال کے مطابق درجات طے کرتے ہوئے بلندی کی طرف چلے جائیں گے اور اہل جہنم اپنے گناہوں کے مطابق اسفل السافلین کی طرف گرتے چلے جائیں گے اور دونوں فریقوں میں سے کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہو گا۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ : یعنی ہر ایک کے لیے اس کے عمل کے مطابق عذاب ہو گا اور اللہ تعالیٰ کسی پر بھی ذرہ بھر بلکہ اس سے بھی کمتر ظلم نہیں کرے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۶۰] ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سو اسے جزا نہیں دی جائے گی، مگر اسی کی مثل اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۫ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۲۵] ''پھر کیا حال ہو گا جب ہم انھیں اس دن کے لیے جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع

ع ۲

''اور جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، آگ پر پیش کیے جائیں گے، تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے جا چکے اور تم ان سے فائدہ اٹھا چکے، سو آج تمھیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا، اس لیے کہ تم زمین میں کسی حق کے بغیر تکبر کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ مشرکین مکہ کو اس دن کی یاد دلایئے جب جہنم اور ان کے درمیان سے پردہ اٹھ جائے گا اور آگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگیں گے۔ اسی دن ان سے زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا کہ تم نے تو دنیا میں اپنی تمام خواہشات پوری کر لیں اور لذت کی تکمیل کر لی، یہاں اب تمھارے لیے عذاب کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ تم دنیا میں ناحق تکبر کرتے تھے اور اپنے رب کی بندگی سے روگردانی کرتے تھے، اس لیے آج تمھیں ایسا رسوا کن عذاب دیا جائے گا جس سے بڑھ کر کوئی ذلت و رسوائی نہیں ہو سکتی۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ایک نیکی کے معاملے میں بھی ظلم نہیں کرے گا، وہ اسے اس کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا، جبکہ کافر کو اس کی ان نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی، دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرۃ ...... الخ : ۲۸۰۸]

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا : (سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹے) ابراہیم کہتے ہیں کہ ایک دن عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا ہوا تھا (شام کے وقت روزہ افطار کرنے کے لیے) جب ان کے سامنے کھانا رکھا گیا تو (کھانے کی نعمتیں دیکھ کر) کہنے لگے، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (احد کے دن) شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے، لیکن انھیں جس چادر میں کفن دیا گیا (وہ اتنی چھوٹی تھی کہ) اگر اس سے ان کا سر ڈھانپتے تھے تو ان کے پاؤں ننگے رہ جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو ان کا سر ننگا رہ جاتا تھا اور حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ (بھی اسی دن) شہید ہوئے اور وہ بھی مجھ سے بہتر تھے، پھر اس کے بعد ہم لوگوں کو دنیا کی فراوانی دی گئی اور ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہماری نیکیوں کا صلہ جلدی سے ہمیں دنیا ہی میں نہ مل گیا ہو، پھر اس کے بعد وہ رونے لگے اور اتنا روئے کہ کھانا بھی نہ کھایا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ أحد : ۴۰۴۵]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا، اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے ! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی چین کا لمحہ بھی گزرا تھا؟ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم ! اے میرے رب ! کبھی نہیں۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صبغ أنعم أهل الدنیا فی النار ...... الخ : ۲۸۰۷]

فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: '' وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی غرور اور تکبر ہو گا۔ ایک شخص نے کہا، ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا عمدہ ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ نے

فرمایا: ''اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔''
[مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانہ : ۹۱]

وَ اذۡکُرۡ اَخَا عَادٍ ؕ اِذۡ اَنۡذَرَ قَوۡمَہٗ بِالۡاَحۡقَافِ وَ قَدۡ خَلَتِ النُّذُرُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ مِنۡ خَلۡفِہٖۤ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰہَ ؕ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوۡۤا اَجِئۡتَنَا لِتَاۡفِکَنَا عَنۡ اٰلِہَتِنَا ۚ فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰہِ ۫ۖ وَ اُبَلِّغُکُمۡ مَّاۤ اُرۡسِلۡتُ بِہٖ وَ لٰکِنِّیۡۤ اَرٰىکُمۡ قَوۡمًا تَجۡہَلُوۡنَ ﴿۲۳﴾

''اور عاد کے بھائی کو یاد کر جب اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا، جب کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کئی ڈرانے والے گزر چکے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، بے شک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ انھوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دے، سو ہم پر وہ (عذاب) لے آ جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے، اگر تو سچوں سے ہے۔ اس نے کہا یہ علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تمھیں وہ پیغام پہنچاتا ہوں جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اور لیکن میں تمھیں ایسے لوگ دیکھتا ہوں کہ تم جہالت برتتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اہل قریش کو ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ سنا دیجیے، تا کہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ ہود علیہ السلام نے انھیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور کہا کہ لوگو! اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، اگر تم نے میری بات نہ مانی تو مجھے ڈر ہے کہ ایک بڑے ہی خطرناک دن کا عذاب تمھیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔ قوم عاد نے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور ان سے کہا، کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں کی عبادت سے روکو تو سن لو کہ ہم تمھاری بات نہیں مانیں گے اور تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو کہ ہم پر اللہ کا عذاب ٹوٹ پڑے گا تو وہ کر دکھاؤ۔ ہود علیہ السلام نے ان سے کہا کہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ وہ عذاب آ کر رہے گا، لیکن اس کا وقت مجھے معلوم نہیں ہے، اس کا علم صرف اللہ کو ہے، میرا کام تو صرف پیغام رسانی ہے، لیکن بات یہ ہے کہ تم صریح جاہل اور نادان لوگ ہو۔ ہود علیہ السلام کی قوم کی پہلی نادانی تو یہ تھی کہ وہ عذاب کی جلدی کر رہے تھے، حالانکہ عذاب کا مؤخر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت ہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مہلت کے زمانہ میں قوم کے لوگ ایمان لے آئیں اور عذاب سے بچ جائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ رَبُّکَ الۡغَفُوۡرُ ذُو الرَّحۡمَۃِ ؕ لَوۡ یُؤَاخِذُہُمۡ بِمَا کَسَبُوۡا لَعَجَّلَ لَہُمُ الۡعَذَابَ ؕ بَلۡ لَّہُمۡ مَّوۡعِدٌ لَّنۡ یَّجِدُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖ مَوۡئِلًا ﴾ [الکہف : ۵۸] ''اور تیرا رب نہایت بخشنے والا، خاص رحمت والا ہے، اگر وہ انھیں اس کی وجہ سے پکڑے جو انھوں نے کمایا ہے تو یقیناً ان کے لیے جلد عذاب بھیج دے، بلکہ ان کے لیے وعدے کا ایک وقت ہے جس سے بچنے کی وہ ہرگز کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے۔'' دوسری نادانی ان کی یہ تھی کہ وہ ہود علیہ السلام سے عذاب کے لانے کا

مطالبہ کر رہے تھے، حالانکہ عذاب کا لانا رسولوں کے اختیار میں نہیں ہوتا، بلکہ رسولوں کے بھیجنے والے اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ۝ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۷، ۵۸] ”کہہ دے بے شک میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے، میرے پاس وہ چیز نہیں ہے جسے تم جلدی مانگ رہے ہو، فیصلہ اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں، وہ حق بیان کرتا ہے اور وہی فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ کہہ دے اگر واقعی میرے پاس وہ چیز ہوتی جو تم جلدی مانگ رہے ہو تو میرے درمیان اور تمھارے درمیان معاملے کا ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور اللہ ظالموں کو زیادہ جاننے والا ہے۔“

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝۲۴ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ۝۲۵

”تو جب انھوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔ بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جو تم نے جلدی مانگا تھا، آندھی ہے، جس میں دردناک عذاب ہے۔ جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کر دے گی، پس وہ اس طرح ہو گئے کہ ان کے رہنے کی جگہوں کے سوا کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی، اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔“

قوم عاد نے جب افق آسمان پر ایک بادل کو پھیلا دیکھا جو ان کی وادیوں کی طرف آ رہا تھا اور جو درحقیقت عذاب الٰہی تھا، تو دل کے اندھے خوشی سے کہنے لگے کہ یہ برسنے والا بادل ہے۔ ہود علیہ السلام نے کہا کہ یہ تو وہ عذاب ہے جس کی تمھیں جلدی تھی، یہ ایک تیز ہوا ہے جو اپنے اندر دردناک عذاب لیے ہوئے ہے۔ یہ ہوا اپنے رب کے حکم سے تمھاری جان اور مال ہر چیز کو تباہ کر دے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس آندھی نے تمام کافروں کو ہلاک کر دیا، صرف ہود علیہ السلام اور ان کے مسلمان ساتھی بچ گئے اور قوم عاد کے خالی اور ویران مکانات پیچھے رہ گئے۔ آخر میں فرمایا کہ یہ انجامِ بد قوم عاد ہی کے ساتھ خاص نہیں تھا، بلکہ جو لوگ بھی کفر و معاصی کا ارتکاب کریں گے اور سرکشی کی راہ اختیار کریں گے، ان کا بھی ایسا ہی انجام ہو گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴾ [الحاقة : ۶ تا ۸]

”اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان

پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے مشرق سے آنے والی ہوا سے مدد دی گئی اور عاد کو مغرب سے آنے والی ہوا سے ہلاک کیا گیا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قوله : (و هو الذی یرسل الریاح نشرًا بین یدی رحمته) : ۳۲۰۵]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان پر ابر دیکھتے تو (پریشانی کے عالم میں) ادھر ادھر چکر لگاتے، کبھی اندر آتے، کبھی باہر جاتے اور آپ کے چہرے کی رنگت بدل جاتی، پھر جب بارش ہونے لگتی تو آپ کی وہ کیفیت دور ہو جاتی۔ ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات پہچان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا: ''میں نہیں جانتا، ممکن ہے کہ یہ (بادل بھی) ویسا ہی ہو (جس کے بارے میں) قوم عاد نے کہا تھا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [الأحقاف : ۲۴] ''تو جب انھوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔ بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جو تم نے جلدی مانگا تھا، آندھی ہے، جس میں دردناک عذاب ہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قوله : (وهو الذی یرسل الریاح نشرًا بین یدی رحمته) : ۳۲۰۶۔ مسلم، کتاب صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤیة الریح ...... الخ : ۸۹۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی آسمان کے کناروں میں سے کسی کنارے سے ابر اٹھتا دیکھتے تو اپنے تمام کام چھوڑ دیتے، اگرچہ آپ (نفل) نماز پڑھ رہے ہوتے (وہ بھی چھوڑ دیتے) اور یہ دعا پڑھتے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ » ''اے اللہ! میں تجھ سے اس برائی سے پناہ چاہتا ہوں جو اس میں ہے۔'' پھر اگر بادل چھٹ جاتا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور اگر برس جاتا تو یہ دعا پڑھتے: « اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا » ''اے اللہ! اس بارش کو فائدہ مند بنا دے۔'' [مسند أحمد : ۱۹۰/۶، ح : ۲۵۶۲۵]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہوائیں چلتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَ خَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ » ''اے اللہ! میں تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس کو یہ ساتھ لے کر آئی ہے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب صلوة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤیة الریح و الغیم والفرح بالمطر : ۸۹۹/۱۵]

وَ لَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۫ۖ فَمَاۤ اَغْنٰى

عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَ لَآ اَبْصَارُهُمْ وَ لَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں ان چیزوں میں قدرت دی جن میں ہم نے تمھیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تو نہ ان کے کان ان کے کسی کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انھیں اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل قریش سے کہا ہے کہ ہم نے قومِ عاد کو جسمانی قوت اور مال و دولت کا جو وافر حصہ عطا کیا تھا، وہ تمھیں نہیں دیا۔ انھیں اللہ نے نصیحتیں سننے کے لیے کان دیے تھے، نشانیاں دیکھنے کے لیے آنکھیں دی گئی تھیں اور نافع اور ضار اشیاء میں تمیز کرنے کے لیے دل دیا گیا تھا، لیکن انھوں نے اس کی نعمتوں کا استعمال اپنی بھلائی کے لیے نہیں کیا، بلکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور ان کا مذاق اڑایا تو عذاب الٰہی نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر کفارِ مکہ کو اس قسم کی دھمکی دی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [الروم : ۹، ۱۰] ''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے اور انھوں نے زمین کو پھاڑا اور اسے آباد کیا اس سے زیادہ جو انھوں نے اسے آباد کیا ہے اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔ پھر ان لوگوں کا انجام جنھوں نے برائی کی بہت برا ہی ہوا، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔''

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَ صَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھارے اردگرد کی بستیوں کو ہلاک کر دیا اور ہم نے پھیر پھیر کر آیات بیان کیں، شاید وہ لوٹ آئیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے اہل قریش! تمھارے قرب و جوار میں پائی جانے والی کئی بستیوں کو ہم نے ماضی میں تباہ کیا، جیسے قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور اصحاب مدین کی بستیاں، ہم نے انھیں تہ و بالا کر دیا۔ ہم نے انھیں مختلف طریقوں سے راہ راست پر لانے کی کوشش کی اور انھیں بہت سمجھایا، تاکہ وہ اللہ اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے سے باز آ جائیں،

لیکن وہ نہ مانے تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا اور ان کی مدد کے لیے کوئی نہیں آیا۔

﴿فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۲۸﴾

’’پھر ان لوگوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی جنھیں انھوں نے قرب حاصل کرنے کے لیے اللہ کے سوا معبود بنایا؟ بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور جو وہ بہتان باندھتے تھے۔‘‘

اے اہل قریش! اگر وہ تو میں اپنے اس دعویٰ میں سچی تھیں، کہ جن بتوں کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ انھیں ان کے رب کے قریب کر دیں گے اور ان کے سفارشی بنیں گے، تو پھر ان بتوں نے انھیں عذاب الٰہی سے کیوں نہیں بچا لیا؟ حالانکہ یہ ان کا جھوٹ تھا اور ان کی افترا پردازی تھی۔ وہ ہستیاں عذاب کے وقت ان کے کچھ کام نہ آئیں، لہٰذا ان کے جھوٹ اور افترا پردازی کی حقیقت ظاہر ہو گئی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ [الزمر : ۳۸] ’’اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔‘‘

﴿وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝۲۹ قَالُوْا يٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۰ يٰقَوْمَنَاۤ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۱ وَ مَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۲﴾

’’اور جب ہم نے جنوں کے ایک گروہ کو تیری طرف پھیرا، جو قرآن غور سے سنتے تھے تو جب وہ اس کے پاس پہنچے تو

انھوں نے کہا خاموش ہو جاؤ، پھر جب وہ پورا کیا گیا تو اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر واپس لوٹے۔ انھوں نے کہا اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے، وہ حق کی طرف اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لے آؤ، وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور تمھیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔ اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول نہ کرے گا تو نہ وہ زمین میں کسی طرح عاجز کرنے والا ہے اور نہ ہی اس کے سوا اس کے کوئی مددگار ہوں گے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ آپ کفارِ مکہ سے اس دن کا ذکر کیجیے جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کے پاس پہنچا دیا، تاکہ وہ آپ کی زبانی قرآن کریم سنیں۔ جب وہ آپ کے پاس پہنچے تو آپ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ انھوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ سب خاموشی اختیار کرو اور قرآن کو غور سے سنو، تو جن آپ کی تلاوت سن کر بہت متاثر ہوئے اور آپ پر ایمان لے آئے۔ چنانچہ تلاوت ختم ہوتے ہی سب اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور ان سے کہا کہ ہم نے اس قرآن کریم کی تلاوت سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترنے والی کتاب تورات کے بعد انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ کی جانب سے نازل ہوا ہے، جو اس پر ایمان نہیں لائے گا اس کے لیے خیر نہیں ہے۔ جنوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، اے ہماری قوم کے لوگو! یہ قرآن گزشتہ آسمانی کتابوں کی تائید و تصدیق کرتا ہے، یعنی اس کی دعوت وہی دعوتِ توحید ہے جو دیگر آسمانی کتابوں کی دعوت تھی، یہ قرآن دین حق اور راہِ راست کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ لوگو! اللہ کے رسول محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ اور ان کی دعوتِ توحید کو قبول کر لو۔ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور تمھیں آگ کے دردناک عذاب سے نجات دے گا۔ جنوں نے اپنا کلام جاری رکھتے ہوئے اپنی قوم سے کہا، لوگو! جو شخص نبی کریم ﷺ کی دعوتِ توحید کو قبول نہیں کرے گا اور ان پر اور قرآن پر ایمان نہیں لائے گا، وہ اللہ سے بھاگ کر کہاں جائے گا؟ زمین کا ایک ایک حصہ اس کے زیر تصرف ہے، اس کی گرفت سے کون بچ سکتا ہے؟ جو لوگ نبی کریم ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے وہ کھلی گمراہی میں ہیں، جنوں کا نبی کریم ﷺ کی زبانی قرآن سننے اور آپ سے دین کی باتیں سیکھنے سے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جانے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ شیطانوں اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی تھی اور (جب وہ خبریں سننے کے لیے اوپر جاتے تو) ان پر انگارے پھینکے جاتے تھے۔ ایک دن یوں ہوا کہ جب وہ (حسب معمول خبریں سننے کے لیے گئے اور ناکام) لوٹے تو قوم کے لوگوں نے کہا، کیا خبر لائے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، دراصل ہمارے اور

آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی ہے، ہم پر انگارے پھینکے جاتے ہیں۔ قوم کے لوگوں نے کہا، تمھارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان جو چیز حائل ہوئی ہے، وہ (ضرور) کوئی نئی چیز ہے، تو تم زمین کے مشارق اور مغارب کا سفر کرو اور دیکھو کہ (آخر) وہ کیا چیز ہے جو تمھارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوگئی ہے، تو جو لوگ تہامہ کی طرف روانہ ہوئے وہ نبی ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ اس وقت نخلہ میں تھے اور وہ سب عکاظ کے بازار کی طرف جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب ان جنات نے قرآن سنا تو غور سے سننے لگے۔ پھر انھوں نے آپس میں کہا، اللہ کی قسم! جو چیز تمھارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوگئی ہے وہ یہی ہے۔[بخاری، کتاب الأذان، باب الجهر بقراءة صلوة الصبح : ۷۷۳۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب الجهر بالقراءة في الصبح و القرائة على الجن : ٤٤٩]

عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے مسروق سے پوچھا کہ جس رات جنات نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن سنا تھا اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو کس نے دی تھی؟ تو انھوں نے کہا، مجھ سے تیرے باپ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو جنوں کی خبر ایک درخت نے دی تھی۔[بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ذکر الجن ...... الخ : ۳۸۵۹]

قَالُوْا يٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى : اس آیت میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا گیا، اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی گئی جس میں مواعظ و نصائح تھے۔ حلال و حرام سے متعلق احکام بہت کم تھے۔ پھر انجیل درحقیقت تورات کی شریعت ہی کا تکملہ تھی۔ اس آیت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے ورقہ بن نوفل کو جبریل علیہ السلام کے پہلی بار آنے کا قصہ سنایا تو ورقہ نے بھی کہا تھا، واہ واہ! یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا، اے کاش! میں اس وقت جوان ہوتا۔[بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی ...... الخ : ۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ : ۱٦۰]

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۳۳

”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے بعث بعد الموت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کیا انھیں اتنی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ جس قادر مطلق نے آسمانوں اور زمین کو بغیر کوئی نمونہ دیکھے پہلی بار پیدا کیا ہے اور ان کی تخلیق سے اسے کوئی تھکن اور پریشانی لاحق نہیں ہوئی، وہ یقیناً مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اس لیے کہ وہ ہر چیز پر

قادر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴾ [قٓ : ۳۸] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نے نہیں چھوا۔''

وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۳۴

''اور جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، آگ پر پیش کیے جائیں گے، کیا یہ حق نہیں ہے؟ کہیں گے کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم! وہ کہے گا پھر چکھو عذاب اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔''

منکرین قیامت، جب جہنم میں ڈال دیے جائیں گے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ کیا تم اب بھی سمجھتے ہو کہ مُردوں کا دوبارہ زندہ کیا جانا برحق نہیں ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! اب تو یہ حقیقت ہمارے لیے آشکارا ہوگئی ہے، اب تو ہم ہرگز اس کا انکار نہیں کر سکتے ہیں۔ تب اللہ ان سے کہے گا کہ پھر تم اپنے کفر کی بدولت اب اسی جہنم میں جلتے رہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴾ [الدخان : ۴۹، ۵۰] ''چکھ، بے شک تو ہی وہ شخص ہے جو بڑا زبردست، بہت باعزت ہے۔ بے شک یہ ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ [السجدۃ : ۲۰] ''اور ان سے کہا جائے گا آگ کا وہ عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَ لَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۳۵ ع

''پس صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی کا مطالبہ نہ کر، جس دن وہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا نہیں رہے۔ یہ پہنچا دینا ہے، پھر کیا نافرمان لوگوں کے سوا کوئی اور ہلاک کیا جائے گا؟''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو دعوت کی راہ میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ سے پہلے جو اولوالعزم انبیاء گزرے ہیں، ان کی سیرت کو اپنے لیے نمونہ بنانے کی نصیحت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ بھی نصیحت کی ہے کہ اہل قریش کے ظلم و طغیان سے تنگ دل ہو کر ان کے لیے عذاب کی جلدی نہ کریں، کیونکہ وہ تو اتنا قریب ہے کہ جب اہل کفر روزِ قیامت کی ہولناکیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو مارے دہشت کے بھول جائیں گے کہ وہ دنیا

میں کتنے دن ٹھہرے تھے۔

نیز فرمایا کہ یہ قرآن اور جو باتیں اوپر بیان کی گئی ہیں، یہ مشرکین مکہ کی عبرت و نصیحت کے لیے کافی ہیں۔ لہٰذا انھیں چاہیے کہ عبرت حاصل کریں اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اگر وہ کفر و شرک سے تائب نہیں ہوتے تو انھیں جان لینا چاہیے کہ اللہ کا عذاب انھی لوگوں کو ہلاک کرتا ہے جو اپنے رب کے نافرمان اور سرکش بندے ہوتے ہیں۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ : سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انبیاء علیہم السلام کی، پھر ان کی جن کا درجہ ان سے کم ہے، پھر ان کی جو ان سے کم درجہ کے ہیں، دراصل آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق کی جاتی ہے، اگر کوئی آدمی دین میں مضبوط ہو تو اس کی آزمائش بھی زیادہ سخت ہوگی اور اگر کوئی آدمی دین کے اعتبار سے کمزور ہے تو اسے اس کے دین کے مطابق ہی آزمائش میں ڈالا جائے گا۔ آدمی پر آزمائشیں آتی رہتی ہیں، حتیٰ کہ وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو چکا ہوتا ہے۔'' [ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء : ۲۳۹۸۔ مستدرك حاكم : ۱/ ۴۰، ۴۱، ح : ۱۱۹، ۱۲۰، ۲۲۱]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کیا آپ پر کوئی دن یوم احد سے بھی زیادہ سخت آیا؟ تو آپ نے فرمایا: ''مجھے تمھاری قوم کی طرف سے بہت اذیت پہنچی ہے اور سب سے بڑی اذیت مجھے یوم عقبہ کو پہنچی، جب میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تو میں وہاں سے شدید رنجیدہ ہو کر واپس ہوا، پھر جب میں قرن الثعالب (میقاتِ اہل نجد) کے قریب پہنچا تو تب مجھے کچھ ہوش آیا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل مجھ پر سایہ فگن ہے، میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس میں مجھے جبریل علیہ السلام نظر آئے۔ انھوں نے مجھے پکارا اور کہنے لگے، آپ کی قوم نے آپ سے جو کچھ کہا ہے اور آپ سے جو سلوک کیا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے اور اس نے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے، تاکہ آپ ان لوگوں کے بارے میں جو چاہیں اسے حکم صادر فرمائیں۔ چنانچہ اس پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے پکارا اور سلام کرنے کے بعد کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ جیسے چاہیں گے اسی طرح ہوگا، اگر آپ کی منشا ہو تو میں دونوں پہاڑوں کو ان پر آپس میں ملا دوں (اور یہ سب ان کے درمیان ہلاک ہو جائیں)۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ان لوگوں کو پیدا کرے گا جو صرف اسی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔''
[بخاری، کتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدکم آمین و الملائکة فی السماء ...... الخ : ۳۲۳۱]

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴾ [النازعات : ۴۶] ''گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے، مگر دن کا

ایک پچھلا حصہ، یا اس کا پہلا حصہ۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴾ [یونس : ٤٥] ''اور جس دن وہ انھیں اکٹھا کرے گا، گویا وہ نہیں ٹھہرے مگر دن کی ایک گھڑی، آپس میں جان پہچان کرتے رہے۔ بے شک وہ لوگ خسارے میں رہے جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور وہ راہ پانے والے نہ ہوئے۔''

سورۃ محمد مدنیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ① وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ ②

’’وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا، اس نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کیا گیا اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اس نے ان سے ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کا حال درست کر دیا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن سردارانِ کفر و ضلالت نے اللہ اور اس کی آیتوں کا انکار کیا، توحید باری تعالیٰ کے منکر ہوئے، جھوٹے معبودوں کی عبادت کی اور اپنے آپ کو اور دوسروں کو دین اسلام میں داخل ہونے سے روکا، تو اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے خلاف ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیا، بلکہ ان کو انھی کی گردنوں کا پھندا بنا دیا اور قیامت کے دن ان کے وہ نیک اعمال بھی رائگاں ہو جائیں گے جنھیں وہ حالت کفر میں کرتے تھے اور توقع کرتے تھے کہ انھیں ان کا اجر ملے گا، اس کے مقابلے میں جو لوگ تمام آسمانی کتابوں پر بالعموم اور نبی کریم ﷺ پر نازل شدہ قرآن پر بالخصوص ایمان لائے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کے تمام گزشتہ چھوٹے اور بڑے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انھیں آئندہ کی زندگی میں گناہوں سے محفوظ رکھے گا اور خیر کے کاموں کی توفیق دے گا۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴾ [النساء : ۱٦۷] ’’بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا یقیناً وہ گمراہ

ہو گئے، بہت دور گمراہ ہونا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۲۳]
''اور ہم اس کی طرف آئیں گے جو انھوں نے کوئی بھی عمل کیا ہوگا تو اسے بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے۔''

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ : سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہو کر عرض کی کہ اپنا داہنا ہاتھ آگے بڑھایئے، تاکہ میں آپ سے (اسلام پر) بیعت کروں۔ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عمرو! تجھے کیا ہوا؟'' میں نے کہا، دراصل میں ایک شرط عائد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''کون سی شرط؟'' میں نے کہا، یہ شرط کہ میرے تمام پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''اے عمرو! کیا تو نہیں جانتا کہ اسلام پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے؟ اور اسی طرح ہجرت پہلے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج بھی تمام پہلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے؟'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله ...... الخ : ۱۲۱]

وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی چھینکے تو « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ » کہے اور اس کا بھائی یا ساتھی اس کے لیے « يَرْحَمُكَ اللّٰهُ » کہے، تو جب ساتھی « يَرْحَمُكَ اللّٰهُ » کہے تو اسے (چھینکنے والے کو) چاہیے کہ وہ یہ دعا پڑھے: « يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَ يُصْلِحُ بَالَكُمْ » ''اللہ تمھیں ہدایت دے اور تمھاری حالت سنوار دے۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب إذا عطس كيف يشمّت ؟ : ۶۲۲۴]

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۳

''یہ اس لیے کہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے باطل کی پیروی کی اور بے شک جو لوگ ایمان لائے وہ اپنے رب کی طرف سے حق کے پیچھے چلے۔ اسی طرح اللہ لوگوں کے لیے ان کے حالات بیان کرتا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کے اعمال اس لیے ضائع ہوئے کہ انھوں نے باطل یعنی شرک باللہ اور دیگر معاصی کا ارتکاب کیا اور مومنوں کے گناہ اس لیے معاف کر دیے گئے اور ان کی راہنمائی خیر کی طرف اس لیے کر دی گئی کہ وہ اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لائے، شرک سے دور رہے اور اچھے اعمال کیے۔ دونوں جماعتوں کے حالات امتوں اور قوموں کے لیے ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں، یعنی جو کوئی بھی کافر ہوگا، اس کے سارے اعمال رائگاں ہو جائیں گے، قیامت کے دن اسے ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اور جو مومن ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِ

مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚۛ ذٰلِكَ ؕ وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ
وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۠ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۴
سَيَهْدِيْهِمْ وَ يُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝۵ وَ يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝۶

’’تو جب تم ان لوگوں سے ملو جنھوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو تو (ان کو) مضبوط باندھ لو، پھر بعد میں یا تو احسان کرنا ہے اور یا فدیہ لے لینا، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے، (بات) یہی ہے۔ اور اگر اللہ چاہے تو ضرور ان سے انتقام لے لے اور لیکن تاکہ تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے تو وہ ہرگز ان کے اعمال ضائع نہیں کرے گا۔ وہ ضرور انھیں راستہ دکھائے گا اور ان کا حال درست کر دے گا۔ اور انھیں اس جنت میں داخل کرے گا جس کی اس نے انھیں پہچان کروا دی ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانو! جب میدانِ جنگ میں تمھاری مڈبھیڑ کافروں سے ہو تو ان کی گردنوں پر کاری ضربیں لگاؤ، یعنی ان میں سے جو لوگ تمھاری تلواروں کی زد میں آ جائیں انھیں ٹھکانے لگاؤ اور جب دیکھو کہ تمھارا غلبہ یقینی ہو گیا ہے اور دشمن کے باقی افراد شکست خوردہ ہو کر تمھارے قیدی ہو گئے ہیں تو ان کے ہاتھ اور پاؤں خوب اچھی طرح باندھ دو، تاکہ وہ دھوکا دے کر کہیں تمھیں قتل نہ کر دیں، یا بھاگ نہ جائیں۔ ان قیدیوں کو یا تو ان پر احسان کرتے ہوئے بلا معاوضہ آزاد کر دو، اس لیے کہ اب ان کے غرور کا نشہ ٹوٹ چکا ہے، یا فدیہ اور معاوضہ لے کر انھیں چھوڑ دو۔ وہ فدیہ یا تو مال ہو یا دشمن کے پاس موجود کوئی مسلمان قیدی، جسے وہ مسلمانوں کے پاس موجود کسی کافر قیدی کے بدلے آزاد کر دیں۔ یہ کیفیت اس وقت تک باقی رہے جب تک جنگ ختم نہ ہو جائے اور مشرکین یا تو اسلام قبول کر لیں یا شکست مان کر جزیہ دینے پر تیار ہو جائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ﴾ [البقرۃ: ۱۹۳] ’’اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے۔‘‘

آگے فرمایا کہ کافروں کے بارے میں اللہ کا یہی حکم ہے، نیز فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو مسلمانوں کو کافروں پر بغیر جنگ کیے ہی فتح و نصرت دے دیتا، یعنی انھیں عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر دیتا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ مومنوں کو ان کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا، تاکہ معلوم ہو کہ کون اس کی راہ میں اخلاص کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور صبر و ثابت قدمی کا اظہار کر کے اجر جزیل اور ثواب عظیم کا حق دار بنتا ہے اور تاکہ اللہ مومنوں کے ہاتھوں کافروں کو سزا دے۔

نیز فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ضائع نہیں کرتا، انھیں اس راہ پر چلنے کی توفیق دیتا ہے جو جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ان کے تمام امور و احوال کو ٹھیک کر دیتا ہے اور بالآخر انھیں اس جنت میں پہنچا دیتا ہے جس کی نعمتوں کی تفصیلات اور وہاں کے منازل کے اوصاف اس نے قرآن کریم

کی بہت سی آیتوں میں اور اس کے رسول ﷺ نے بہت سی احادیث میں بیان کر دیے ہیں، تو اہل جنت وہاں پہنچتے ہی از خود اپنی اپنی جگہوں کو پہچان لیں گے۔

﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ﴾ : بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ واقعۂ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے اور ان میں سے کم لوگوں کو قتل کرنے کی وجہ سے مومنوں کی سرزنش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ٦٧، ٦٨] ”کبھی کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خون بہا لے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے لکھی ہوئی بات نہ ہوتی، جو پہلے طے ہو چکی تو تمھیں اس کی وجہ سے جو تم نے لیا بہت بڑا عذاب پہنچتا۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ﴾ [التوبة : ٥] ”پس جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو ان مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انھیں پکڑو اور انھیں گھیرو اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔“

﴿فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً﴾ : سیدنا مروان بن حکم اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہوازن قبیلے کا ایک مسلمان وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اپنے اموال اور قیدیوں کی واپسی کا سوال کرنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے لیے زیادہ پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو، لہٰذا تم دونوں چیزوں میں سے کوئی ایک اختیار کر لو، یا قیدی یا مال۔“ [بخاری، کتاب الوکالة، باب إذا وهب شیئًا لوکیل أو شفیع قوم جاز : ٢٣٠٧، ٢٣٠٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بنو تمیم قبیلے کی ایک لونڈی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسے آزاد کر دو، کیونکہ یہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔“ [بخاری، کتاب العتق، باب من ملك من العرب رفیقًا ...... الخ : ٢٥٤٣، ٤٣٦٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جویریہ بنت حارث قبیلہ بنو مصطلق کے قیدیوں میں سے تھیں۔ انھوں نے اپنے مالک سے اپنے بارے میں مکاتبت کا معاملہ طے کر رکھا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان (جویریہ بنت حارث) سے اس شرط پر شادی کر لی کہ آپ ﷺ اس کی طے شدہ رقم ادا کر دیں گے۔ آپ نے جب ان سے شادی کر لی تو لوگوں نے کہا، یہ تو اب رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہیں، اس لیے انھوں نے وہ تمام قیدی لونڈیاں جو (اس قبیلے کی) ان کے پاس تھیں، آزاد کر دیں۔ [ابن حبان : ٤٠٥٤، ٤٠٥٥۔ أبو داوٗد، کتاب العتق، باب في بیع المکاتب إذا فسخت المکاتبة : ٣٩٣١]

حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا : مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں، گویا کہ انھوں نے یہ مفہوم اس حدیث سے اخذ کیا ہے جسے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے قتال کرتا رہے گا اور وہ اپنے مقابل آنے والوں پر غالب رہیں گے، حتیٰ کہ ان کا آخری گروہ مسیح دجال سے لڑائی کرے گا۔'' [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب في دوام الجهاد : ٢٤٨٤۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ : لا تزال طائفة من أمتي ...... الخ : ١٩٢٠]

سیدنا سلمہ بن نفیل کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے کہا، یا رسول اللہ! لوگوں نے گھوڑوں کو چھوڑ دیا اور ہتھیار اتار دیے اور یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ اب جہاد نہیں رہا اور جنگ نے اپنے ہتھیار اتار دیے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''انھوں نے جھوٹ کہا، ابھی تو جہاد و قتال شروع ہوا ہے اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا، جن لوگوں کے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے یہ ان سے لڑیں گے اور اللہ انھیں ان سے روزیاں دے گا، یہاں تک کہ اللہ عزوجل کا حکم آ جائے گا (یعنی قیامت قائم ہو جائے گی) اور یہ گروہ اسی حالت پر ہوگا۔'' [نسائی، كتاب الخيل، باب الخيل معقود في نواصيها الخير إلى يوم القيامة : ٣٥٩١۔ مسند أحمد : ٤/ ١٠٤، ح : ١٦٩٦٧]

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! دشمن سے جنگ کی آرزو مت کرو اور اللہ سے عافیت مانگو، تاہم اگر ان سے جنگ ہو جائے تو پھر ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔'' [بخاری، كتاب الجهاد، باب لا تمنوا لقاء العدو : ٣٠٢٥]

ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ : یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے جہاد اور دشمنوں سے قتال کا حکم اس لیے مقرر فرمایا ہے، تاکہ وہ تمھاری آزمائش کرے اور تمھارے حالات جانچ لے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حکم جہاد کی حکمت بیان کرتے ہوئے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٤٢] ''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔'' اور فرمایا: ﴿ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ١٤، ١٥] ''ان سے لڑو، اللہ انھیں تمھارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انھیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمھاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا۔ اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا اور اللہ توبہ کی توفیق دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

﴿ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴾ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' اور دوسری روایت میں فرمایا: ''اللہ کے راستے میں قتل ہونا قرض کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ بن جاتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب من قتل فی سبیل الله کفرت خطایاہ إلا الدین : ۱۱۹، ۱۲۰/۱۸۸۶]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں پہنچ جانے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو دنیا میں واپس آنا اور دنیا کی کسی چیز کو حاصل کرنا پسند کرے، سوائے شہید کے۔ وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور دس بار (یعنی بارہا) اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، کیونکہ وہ شہادت کی قدر و قیمت اور اس کی خوبیاں دیکھ چکا ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب تمنی المجاهد أن یرجع إلی الدنیا : ۲۸۱۷۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الشهادة فی سبیل الله : ۱۰۹/۱۸۷۷]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں ہے کہ انھوں نے معرکہ نہاوند میں ایرانی بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا، ہمیں ہمارے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم اس وقت تک تم سے لڑتے رہیں، جب تک تم اکیلے اللہ کی عبادت نہ کرنے لگو، یا جزیہ نہ دو اور ہمارے نبی نے ہمارے رب کی طرف سے ہمیں یہ خبر بھی دی ہے کہ ہم میں سے جو کوئی جہاد فی سبیل اللہ میں قتل کر دیا گیا وہ بہشت بریں کی ایسی نعمتوں میں پہنچ جائے گا جو اس نے کبھی نہیں دیکھیں اور جو کوئی زندہ بچ جائے گا وہ تمھاری گردنوں کا مالک بنے گا۔ [بخاری، کتاب الجزیة و الموادعة، باب الجزیة و الموادعة مع أهل الذمة و الحرب : ۳۱۵۹]

سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے یہاں شہید کے لیے چھ اعزاز ہیں: ① خون کے پہلے قطرات کے ساتھ ہی اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اسے جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔ ② اسے قبر کے عذاب سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ ③ وہ (قیامت کے دن) بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔ ④ اس کے سر پر عزت اور وقار کا تاج رکھا جائے گا، جس کا فقط ایک یاقوت دنیا اور موجوداتِ دنیا سے زیادہ قیمتی ہے۔ ⑤ خوبصورت آنکھوں والی بہتر (۷۲) حوروں سے اس کی شادی کر دی جائے گی۔ ⑥ اور اس کے ستر (۷۰) رشتہ داروں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔'' [ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب فی ثواب الشهید : ۱۶۶۳۔ ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب فضل الشهادة فی سبیل الله : ۲۷۹۹]

﴿ سَيَهْدِيْهِمْ ﴾ : یعنی اللہ تعالیٰ جنت کے راستے پر ان کی راہنمائی کرے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴾ [یونس : ۹] ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی رہنمائی کرے گا، ان کے نیچے سے نعمت کے باغوں میں نہریں بہتی ہوں گی۔''

وَ يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ : یعنی جس جنت سے اللہ تعالیٰ نے انھیں روشناس کر رکھا ہے اور پھر اس نے ان کو اس کا راستہ بھی دکھایا ہے، اہل جنت اس کے مکانات و محلات کی طرف راستہ پا لیں گے۔ یہ مکانات و محلات اللہ تعالیٰ نے انھی کے مقدر میں کر رکھے ہیں، اس لیے وہ ان تک پہنچنے میں کوئی غلطی نہیں کریں گے، گویا وہ اپنی ولادت ہی کے وقت سے یہاں کے باشندے ہیں۔ اس لیے یہاں تک پہنچنے کے لیے انھیں کسی سے راستہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی، جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مومن آگ سے چھوٹ جائیں گے تو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیے جائیں گے اور انھوں نے دنیا میں آپس میں ایک دوسرے پر جو مظالم کیے تھے ان کے بدلے اتار لیے جائیں گے۔ پھر جب کاٹ چھانٹ کر لی جائے گی اور صفائی ہو جائے گی تو انھیں جنت میں جانے کی اجازت مل جائے گی۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! جس طرح تم میں سے ہر شخص اپنے دنیاوی گھر کی راہ جانتا ہے اور گھر پہچانتا ہے، اس سے زیادہ وہ لوگ اپنی منزل اور اپنی جگہ سے واقف ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامة : ٦٥٣٥]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا سو ان کے لیے ہلاکت ہے اور اس نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مجاہد بندوں سے فتح و کامرانی کا وعدہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ لوگ اس کے دین کی خاطر اس کے دشمنوں سے قتال کریں گے تو وہ ان کی مدد کرے گا اور انھیں غالب بنائے گا۔ ہر معرکۂ جہاد میں انھیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا اور دشمنوں کی زمین و جائداد کا وارث بنا دے گا اہل کفر کو منہ کی کھانا پڑے گی، ہلاکت و بربادی ان کا نصیب ہوگی اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال رائگاں کر دے گا۔ ان کے ساتھ اللہ کا یہ برتاؤ اس لیے ہوگا کہ انھوں نے قرآن کریم سے نفرت کی اور اس میں بیان کردہ احکام کو پس پشت ڈال دیا، اس لیے اللہ ان کے ان تمام اعمال کو ضائع کر دے گا جو بظاہر اچھے ہوں گے۔ اس لیے کہ کافر کا کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں ہوتا اور وہ اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ : اللہ کی مدد کرنے سے مطلب، اللہ کے دین کی مدد ہے، کیونکہ وہ اسباب کے مطابق اپنے دین کی مدد اپنے مومن بندوں ہی کے ذریعے سے کرتا ہے۔ یہ مومن بندے اللہ کے دین کی حفاظت اور دعوت و جہاد کے میدان میں متحرک رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے یعنی انھیں کافروں

پر فتح و غلبہ عطا کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱٦٠] ''اگر اللہ تمھاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمھارا ساتھ چھوڑ دے تو وہ کون ہے جو اس کے بعد تمھاری مدد کرے گا اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحج : ٤٠] ''اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔''

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ٞ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۞۱۰

''تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور ان کافروں کے لیے بھی اسی جیسی (سزائیں) ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی زجر و توبیخ کی ہے اور اپنے گرد و نواح میں پائی جانے والی کافر قوموں کی ہلاکت و بربادی کے آثار دیکھ کر ان سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت کی ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر و شرک اور انبیاء کی تکذیب کی وجہ سے کس طرح انھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور ان کی بستیوں کو تہ و بالا کر دیا، نیز فرمایا کہ ہر دور میں کافروں کا ایسا ہی انجام ہوا اور ہوتا رہے گا۔ اس لیے مشرکین مکہ سوچتے کیوں نہیں کہ کہیں ان کا انجام بھی ایسا ہی نہ ہو؟ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۞ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ [الحج : ٤٥، ٤٦] ''سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔ پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۞ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [الروم : ۹، ۱۰] ''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے اور انھوں نے زمین کو پھاڑا اور اسے آباد کیا اس سے زیادہ جو انھوں نے اسے آباد کیا ہے اور ان کے پاس

ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔ پھر ان لوگوں کا انجام جنھوں نے برائی کی بہت برا ہی ہوا، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔''

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾

''یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ان لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور اس لیے کہ بے شک جو کافر ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن ومجاہد بندوں کو فتح و کامرانی کی جو خوشخبری دی ہے اور اہل کفر و شرک کے لیے دونوں جہاں میں جس ذلت و رسوائی کی خبر دی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ وہ قادر مطلق ہر حال میں مومنوں کا یار و مددگار ہوتا ہے، جبکہ کافروں کا کوئی مددگار نہیں ہوتا اور جسے اللہ چھوڑ دے اس کی کون مدد کر سکتا ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴾ [الأنفال : ٤٠] ''اور اگر وہ منہ موڑ لیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ تمھارا دوست ہے، وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے۔''

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (احد کی جنگ کے بعد) ابوسفیان نے پہاڑی پر سے آواز لگائی، مسلمانو! کیا تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے کوئی جواب نہ دو۔'' اس نے پھر آواز لگائی، کیا تم میں ابوقحافہ کا بیٹا (ابوبکر رضی اللہ عنہ) موجود ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اب بھی یہی) فرمایا: ''اسے کوئی جواب نہ دینا۔'' اس کے بعد ابوسفیان کہنے لگا، کیا تم میں خطاب کا بیٹا (عمر رضی اللہ عنہ) موجود ہے؟ پھر کہنے لگا، یہ لوگ تو مارے گئے، اگر یہ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے، چنانچہ انھوں نے باآواز بلند کہا، اللہ کے دشمن! تو جھوٹا ہے، اللہ نے تجھے رسوا کرنے کے لیے ابھی ان لوگوں کو زندہ رکھا ہے۔ اس کے بعد ابوسفیان نے نعرہ لگایا، ہبل کی جے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: ''اسے جواب دو۔'' صحابہ نے پوچھا، ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم کہو کہ اللہ ہی سب سے بڑا، بلند اور بزرگ و برتر ہے۔'' ابوسفیان (یہ سن کر) کہنے لگا، ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمھارے پاس کوئی عزیٰ نہیں (جو تمھاری مدد کو آئے)۔ آپ نے (صحابہ سے) کہا: ''اسے جواب دو۔'' صحابہ نے عرض کی، ہم کیا جواب دیں، اے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا: ((قُوْلُوْا اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ)) ''تم کہو کہ اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمھارا کوئی مددگار نہیں۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة أحد : ٤٠٤٣]

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَ النَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾

”یقیناً اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک اعمال کیے ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا فائدہ اٹھاتے اور کھاتے ہیں، جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور آگ ان کے لیے رہنے کی جگہ ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے نیک عمل کرنے والے مومنوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ رہے کافر، تو جس طرح جانوروں کو پیٹ اور جنس کے تقاضے پورے کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہوتا، ایسے ہی کافروں کا مقصد زندگی بھر کھانے پینے اور خواہشات نفس کے علاوہ اور کچھ نہیں، آخرت سے وہ بالکل غافل ہیں اور اپنی لذتوں اور نفسانی خواہشات کے پیچھے لگے رہتے ہیں، لہٰذا اہل کفر کا ٹھکانا مرنے کے بعد جہنم ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن ایک آنت میں کھاتا ہے، جبکہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔“ [بخاري، كتاب الأطعمة، باب المؤمن يأكل في معى واحد ...... الخ : ۵۳۹۶۔ مسلم، كتاب الأشربة، باب المؤمن يأكل في معى واحد ...... الخ : ۲۰۶۲]

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝۱۳

”اور کتنی ہی بستیاں ہیں جو تیری اس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس نے تجھے نکالا، ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، پھر کوئی ان کا مددگار نہ تھا۔“

یہ اہل مکہ کے لیے شدید وعید اور سرزنش ہے کہ انھوں نے سید الرسل و خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی، جبکہ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سابقہ قوموں کو تباہ و برباد کر دیا ہے، حالانکہ وہ طاقت و قوت میں اہل مکہ سے کہیں بڑھ کر تھیں، تو ان لوگوں کا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ اگر اس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ان میں سے بہت سے لوگوں کو دنیا میں سزا نہیں دی، تو وہ آخرت میں کافروں کو عذاب میں ضرور مبتلا کرے گا۔

مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ : یعنی وہ لوگ زور و قوت میں ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر تھے، جنھوں نے آپ کو اپنے ہاں سے نکال دیا تھا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہجرت کے موقع پر مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے) یہ الفاظ کہے تھے: ”اللہ کی قسم! تو اللہ کے نزدیک سب سے بہتر اور محبوب زمین ہے، اگر تیرے باشندے مجھے یہاں سے نکل جانے پر مجبور نہ کر دیتے تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا۔“ [ترمذي، كتاب المناقب، باب في فضل مكة : ۳۹۲۵]

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ۝۱۴

”تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہے اس شخص کی طرح ہے جس کے لیے اس کے برے

اعمال مزین کر دیے گئے اور انھوں نے اپنی خواہشوں کی پیروی کی؟''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص علم و برہان کی روشنی میں صحیح عقیدے کا حامل ہو، اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والا اور صرف اسی کی عبادت کرنے والا ہو، کیا وہ اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کے کفر و شرک کو شیطان نے اس کی نظر میں جائز اور خوبصورت بنا دیا ہو؟ وہ تو بتوں کی پرستش کرتا اور اپنے نفس کی پیروی کرتا ہے۔ جواب معلوم ہے کہ جس طرح زندگی و موت اور جنت و جہنم برابر نہیں ہیں، اسی طرح مومن و کافر اور موحد و مشرک برابر نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴾ [صٓ : ۲۸] ''کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا کیا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [الجاثیة : ۲۱] ''یا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، انھوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہوگا؟ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔''

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾

''اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا اور کئی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور کئی نہریں خوب صاف کیے ہوئے شہد کی ہیں اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے بڑی بخشش ہے۔ (کیا یہ متقی لوگ) ان جیسے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں اور جنھیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، تو وہ ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس جنت کے اوصاف جس کا قیامت کے دن اہل تقویٰ سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہیں کہ اس میں پانی کی ایسی نہریں ہوں گی جن کا پانی کبھی بدمزہ نہیں ہوگا اور اس میں دودھ کی ایسی نہریں ہوں گی جن کا دودھ نہایت سفید اور نہایت میٹھا ہوگا، کبھی خراب نہیں ہوگا اور اس میں شراب کی ایسی نہریں ہوں گی، جو دیکھنے میں نہایت خوبصورت اور پینے والوں کے لیے نہایت لذیذ ہوگی۔ اہل جنت کا جی اس سے کبھی نہیں اکتائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴾ [الصافات : ٤٦، ٤٧] ''جو سفید ہو گی، پینے والوں کے لیے لذیذ ہو گی۔ نہ اس میں کوئی دردِ سر ہو گا اور نہ وہ اس سے مدہوش کیے جائیں گے۔''

وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى : اس میں ایسے شہد کی نہریں ہیں جو موم، چھتے کے ٹکڑوں اور ہر میل کچیل سے صاف ہو گا اور اہل جنت کو وہاں مذکورہ بالا مشروبات کے علاوہ انواع و اقسام کے پھل بھی ملیں گے۔ اہل جنت پر اللہ تعالیٰ یہ احسان بھی کرے گا کہ ان کے چھوٹے بڑے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔ سیدنا حکیم بن معاویہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں دودھ، پانی، شہد اور شراب کے سمندر ہیں، جن سے ان کی نہریں اور چشمے جاری ہوں گے۔'' [مسند أحمد : ٥/٥، ح : ٢٠٠٧٤۔ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة أنهار الجنة : ٢٥٧١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو، کیونکہ وہ سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ جنت ہے، اسی کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين فی سبيل الله : ٢٧٩٠]

آخر میں فرمایا، جن خوش نصیب لوگوں پر اللہ کے اتنے عظیم احسانات ہوں گے، کیا وہ ان کی مانند ہوں گے جو ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیے جائیں گے، اس سے کبھی نہیں نکلیں گے اور جنھیں پینے کے لیے اتنا شدید گرم پانی ملے گا کہ پیتے ہی ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مقعد کے راستے باہر نکل جائیں گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴾ [الصافات : ٦٦، ٦٧] ''پس بے شک وہ یقیناً اس میں سے کھانے والے ہیں، پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر بلاشبہ ان کے لیے اس پر یقیناً سخت گرم پانی کی آمیزش ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴾ [الواقعة : ٥١ تا ٥٦] ''پھر بے شک تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کے پودے میں سے کھانے والے ہو۔ پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو۔ پھر اس پر کھولتے پانی سے پینے والے ہو۔ پھر پیاس کی بیماری والے اونٹوں کے پینے کی طرح پینے والے ہو۔ یہ جزا کے دن ان کی مہمانی ہے۔''

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ۝ وَ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝

’’اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ تیرے پاس سے نکلتے ہیں تو ان لوگوں سے جنھیں علم دیا گیا ہے، کہتے ہیں ابھی اس نے کیا کہا تھا؟ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چل پڑے۔ اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت قبول کی اس نے انھیں ہدایت میں بڑھا دیا اور انھیں ان کا تقویٰ عطا کر دیا۔‘‘

نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلام کی تعلیم دینے کے لیے جب خطبہ دیتے تو منافقین بھی شریک ہوتے اور ظاہر کرتے کہ وہ آپ کی باتیں بڑے غور سے سن رہے ہیں، لیکن جب آپ کی مجلس سے باہر آتے تو صحابہ کرام سے استہزا کے طور پر پوچھتے کہ ابھی اس شخص (یعنی محمد ﷺ) نے کیا بیان کیا ہے؟ ہماری سمجھ میں تو اس کی باتیں نہیں آتیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ منافق ہیں اور ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے، اس لیے خیر کی کوئی بات ان میں داخل ہی نہیں ہوتی اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، اسی لیے قبول حق کے بجائے کفر و نفاق پر مصر ہیں۔ کافروں کے مذاق کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ [الحجر : ۱۰ تا ۱۳] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے اگلے لوگوں کے گروہوں میں رسول بھیجے۔ اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ہم یہ بات مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور یقیناً (یہی) پہلے لوگوں کا طریقہ گزر رہا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [البقرۃ : ۲۱۲] ’’ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، دنیا کی زندگی خوشنما بنا دی گئی ہے اور وہ ان لوگوں سے مذاق کرتے ہیں جو ایمان لے آئے، حالانکہ جو لوگ ڈر گئے وہ قیامت کے دن ان سے اوپر ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔‘‘

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ : دلوں پر مہر لگنے کی کیفیت حدیث میں بیان ہوئی ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ سارے دل پر غالب آ جاتا ہے۔‘‘ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ ویل للمطففین : ۳۳۳۴]

اگلی آیت میں فرمایا کہ ان منافقین کے برعکس جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے راہِ حق کو اپنایا اور وہ اللہ پر ایمان لائے اور عمل صالح کیا، انھیں اللہ نے اتباعِ حق کی مزید توفیق دی اور تقویٰ والی زندگی گزارنے پر ان کی مدد فرمائی، یعنی انھیں علم نافع

اور عمل صالح کی توفیق سے نوازا۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾

’’تو وہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے قیامت کے کہ وہ ان پر اچانک آ جائے، پس یقیناً اس کی نشانیاں آ چکیں، پھر ان کے لیے ان کی نصیحت کیسے ممکن ہوگی، جب وہ ان کے پاس آ جائے گی۔‘‘

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اہل کفر کی ہٹ دھرمی سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اب انھیں اسی کا انتظار ہے کہ اچانک قیامت آ جائے، تو وہ جان لیں کہ اس کی علامتیں ظاہر ہونے لگی ہیں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب قیامت آ جائے گی تو اس وقت ماضی کو یاد کر کے افسوس کرنے سے کافروں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، اس لیے کہ وہ وقت عمل کا نہیں، بلکہ مکافات عمل کا ہوگا۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا : نبی کریم ﷺ کی بعثت قرب قیامت کی ایک بڑی نشانی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴾ [النجم : ٥٦، ٥٧] ’’یہ پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے۔ قریب آ گئی وہ قریب آنے والی۔‘‘ قیامت کی دوسری نشانی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ﴾ [القمر : ١] ’’قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میں اور قیامت (اتنے قریب) بھیجے گئے ہیں جتنی قریب یہ دو انگلیاں ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ : بعثت أنا و الساعة کھاتین ...... الخ : ٦٥٠٥]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ’’قیامت کی نشانیوں میں سے کچھ یہ ہیں، علم کم ہو جائے گا، جہالت پھیل جائے گی، زنا عام ہوگا، عورتیں زیادہ ہوں گی اور مرد کم، حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔‘‘ [بخاری، کتاب العلم، باب رفع العلم و ظھور الجھل : ٨١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’دین کا علم اٹھ جائے گا، جہالت اور فتنے پھیل جائیں گے اور حرج عام ہوگا۔‘‘ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یا رسول اللہ! حرج کیا ہے؟ آپ نے ہاتھ کو ترچھا ہلا کر بتایا یعنی اس سے قتل مراد تھا۔ [بخاری، کتاب العلم، باب من أجاب الفتیا بإشارة الید و الرأس : ٨٥]

فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٥٨] ’’وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تیرا رب آئے، یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے، جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی کسی

شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔ کہہ دے انتظار کرو، بے شک ہم (بھی) منتظر ہیں۔"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین نشانیاں جب ظاہر ہو جائیں گی تو اس وقت ایسے شخص کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو گا، یا اس نے حالت ایمان میں کوئی نیک کام نہ کیا ہو گا، ایمان لانا مفید نہیں ہو گا: ① سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ ② دجال (کا نکلنا) اور ③ دابۃ الارض (کا ظاہر ہونا)۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان زمن الذی لا یقبل فیه الإیمان : ۱۵۸]

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾

"پس جان لے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہ کی معافی مانگ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی اور اللہ تمھارے چلنے پھرنے اور تمھارے ٹھہرنے کو جانتا ہے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اے میرے نبی! آپ اس بات کو ذہن نشین کر لیجیے کہ اس اللہ کے سوا، جو سارے جہاں کا خالق و مالک ہے، کوئی دوسرا معبود نہیں ہے کہ جس کی عبادت کی جائے۔ پس آپ اسی عقیدہ پر جم جائیے، اس سے سرِ مو انحراف نہ کیجیے اور اپنے رب سے اپنے لیے مغفرت طلب کرتے رہیے اور اپنے رب سے مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی مغفرت طلب کیجیے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بھی معاف کر دے۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ وَ جَهْلِيْ وَ إِسْرَافِيْ فِيْ أَمْرِيْ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ هَزْلِيْ وَ جِدِّيْ وَ خَطَئِيْ وَ عَمْدِيْ وَ كُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ » "اے اللہ! میری خطاؤں، میری جہالت اور میرے امور میں مجھ سے جو زیادتی ہو گئی ہو اسے اور اس چیز کو جسے تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے، بخش دے۔ اے اللہ! میرے بلا ارادہ اور ارادتاً کیے ہوئے گناہوں کو اور میری خطاؤں کو اور میرے قصد کو بخش دے اور یہ سب کچھ میری ہی طرف سے ہے۔" [بخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی ﷺ : اللهم اغفر لی ما قدمت و ما أخرت : ۶۳۹۹۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الأدعیة : ۲۷۱۹]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد اور سلام کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ أَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ » "اے اللہ! میں نے جو کچھ پہلے گناہ کیے اور جو بعد میں کیے ہیں اور جو چھپا کر کیے ہیں اور جو ظاہر کیے ہیں اور جو زیادتی کی ہے اور جنھیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے وہ سب بخش دے، تو پہلے تھا

اور تو ہی بعد میں رہے گا، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔" [مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلوۃ النبی ﷺ و دعائه باللیل : ۷۷۱]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! اپنے رب کی طرف توبہ کرو، پس تحقیق میں اپنے رب کی طرف استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں ایک دن میں ستر بار سے بھی زیادہ۔" [بخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی ﷺ فی الیوم واللیلة : ٦٣٠٧۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستکثار فیه : ٢٧٠٢/٤٢، عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما]

آیت کے آخر میں فرمایا کہ لوگو! اللہ تمھاری پوری خبر رکھتا ہے، دن اور رات کی ایک ایک گھڑی کے متعلق کہ تم اس میں کیا کرتے ہو، رات کہاں گزارتے ہو؟ اس سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے، یعنی وہ تمھارے ہر قول و فعل سے باخبر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ﴾ [الأنعام : ٦٠] "اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا۔" اور فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [هود : ٦] "اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔"

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾

"اور وہ لوگ جو ایمان لائے کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پھر جب کوئی محکم سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر کیا جاتا ہے تو تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں بیماری ہے، وہ تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے اس شخص کا دیکھنا ہوتا ہے جس پر موت کی غشی ڈالی گئی ہو۔ پس ان کے لیے بہتر ہے۔ حکم ماننا اور اچھی بات کہنا، پھر جب حکم لازم ہو جائے تو اگر وہ اللہ سے سچے رہیں تو یقیناً ان کے لیے بہتر ہو۔"

ہجرت مدینہ کے بعد مسلمان جن حالات سے گزر رہے تھے اور مکہ اور دیگر علاقوں کے کفار مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ڈھا رہے تھے، انھیں سن سن کر مخلص مسلمانوں کے دل تنگ ہو رہے تھے اور چاہتے تھے کہ انھیں اللہ کی طرف سے جہاد کی اجازت مل جائے، تاکہ کافروں سے قتال کر کے ان سے انتقام لے سکیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں حکم جہاد نازل ہوا، تو وہ آیتیں منافقین پر بجلی بن کر گریں، وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی نظروں سے دیکھنے لگے کہ جیسے ان پر موت کی

بے ہوشی طاری ہو۔ اب تک تو وہ نماز اور دیگر اعمالِ اسلام کے ذریعے سے اپنے مسلمان ہونے کا ظاہری ثبوت بہم پہنچا رہے تھے اور اپنے نفاق پر پردہ ڈال رکھا تھا، لیکن اب جو حکم جہاد آ گیا اور ان سے جان و مال کی قربانی کا مطالبہ ہوا تو موت کا منظر ان کی آنکھوں کے سامنے آ گیا اور بہت سے لوگوں نے اس سے منہ موڑ لیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴾ [النساء : ۷۷] ''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پھر جب ان پر لڑنا لکھا گیا اچانک ان میں سے کچھ لوگ، لوگوں سے ڈرنے لگے، جیسے اللہ سے ڈرنا ہو، یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب! تو نے ہم پر لڑنا کیوں لکھ دیا، تو نے ہمیں ایک قریب وقت تک مہلت کیوں نہ دی۔ کہہ دے دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لیے بہتر یہ تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی بات مانتے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں زبان سے اچھی بات نکالتے اور انھوں نے اپنی زبان سے جو عہد کیا تھا کہ جب وقت آئے گا تو وہ اللہ کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے، اس عہد میں سچے ثابت ہوتے، تو یہ باتیں ان کے لیے دنیا و آخرت دونوں جگہ بہتر ثابت ہوتیں۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ۝۲۲

''پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔''

اس آیت میں انھی منافقین کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے ظاہری ایمان سے بھی پھر جاؤ گے اور صریح کفر کا اعلان کرو گے، تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم دور جاہلیت کی طرح ایک دوسرے کو قتل کرو گے اور اپنے رشتہ داروں سے نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے بجائے جنگ کرو گے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اپنے اختیار و اقتدار کا غلط استعمال کرو گے اور ایک دوسرے کو ناحق قتل کرو گے۔

صلہ رحمی کا مطلب یہ ہے کہ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ احسن انداز میں گفتگو کی جائے، ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور ان پر مال خرچ کیا جائے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بہت سی صحیح احادیث مروی ہیں، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر چکا تو ''رحم'' کھڑا ہوا اور رحمٰن سے چمٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ٹھہر جا، اس نے کہا، یہ قطع رحمی (ناتا توڑنا) سے تیری پناہ مانگنے کا مقام ہے۔ اس پر

اللہ عزوجل نے فرمایا، کیا تو اس سے راضی نہیں کہ تجھے ملانے والے کو میں ملاؤں اور تجھے کاٹنے والے کو میں کاٹ دوں؟ اس نے کہا، کیوں نہیں، اے میرے رب! (میں اس پر میں بہت خوش ہوں)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، پھر یہی تیرا مقام ہے۔'' (اس حدیث کو بیان فرما کر پھر راوی حدیث) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ ''پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿و تقطعوا أرحامكم﴾ : ۴۸۳۰۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها : ۲۵۵۴]

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سرکشی اور قطعہ رحمی دوسرے گناہوں کی بہ نسبت زیادہ لائق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مرتکب کو دنیا میں بھی جلد سزا دے اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اس کے لیے اس سزا کو ذخیرہ رکھے۔'' [مسند أحمد : ۵/۳۸، ح : ۲۰۴۲۳۔ أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب في النهي عن البغي : ۴۹۰۲۔ ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب في عظم الوعيد على البغي...... الخ : ۲۵۱۱]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حقیقتاً صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو کسی احسان کے بدلے احسان کرے، بلکہ (صحیح معنوں میں) رشتے ناتے ملانے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب ليس الواصل بالمكافئ : ۵۹۹۱]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ رحم رحمٰن کی طرف سے ہے۔ اس کے ملانے والے کو اللہ ملاتا ہے اور اس کے توڑنے والے کو اللہ خود توڑتا ہے۔'' [ترمذی، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة الناس : ۱۹۲۴۔ مسند أحمد : ۲/۱۶۰، ح : ۶۵۰۱۔ أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب في الرحمة : ۴۹۴۱]

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾

''یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی۔ پس انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔''

آیت میں ان منافقین کا دنیا میں یہ انجام بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، حق بات سننے سے بہرا بنا دیا ہے اور ان کی بصیرت چھین لی ہے، اسی لیے سیدھی راہ کو دیکھ ہی نہیں پا رہے۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾

''تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا کچھ دلوں پر ان کے قفل پڑے ہوئے ہیں؟''

یہ آیت بھی منافقین سے متعلق ہے کہ یہ لوگ قرآنِ کریم کی ان آیتوں میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے جو عبرتوں اور

نصیحتوں سے بھری پڑی ہیں؟ تا کہ انھیں اپنی غلطی کا علم ہو اور حق کی طرف رجوع کرنے کی سوچیں۔ کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں کہ ان کے اندر خیر کی باتیں داخل ہی نہیں ہوتیں؟ یقیناً یہی بات ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، اسی لیے قرآن میں مذکور نصیحتوں کا ان کے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ منافقین کی اس حالت کو بیان کرتے ہوئے ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۳] ”یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔“

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾

”بے شک وہ لوگ جو اپنی پیٹھوں پر پھر گئے، اس کے بعد کہ ان کے لیے سیدھا راستہ واضح ہو چکا، شیطان نے ان کے لیے (ان کا عمل) مزین کر دیا اور ان کے لیے مہلت لمبی بتائی۔ وہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے ان لوگوں سے کہا جنھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی، عنقریب ہم بعض کاموں میں تمھارا کہا مانیں گے اور اللہ ان کے چھپانے کو جانتا ہے۔“

یعنی جن منافقین نے نبی کریم ﷺ اور دین اسلام کی صداقت ظاہر ہو جانے کے باوجود نفاق کی راہ اختیار کی اور جہاد کرنے سے اعراض کیا، درحقیقت شیطان نے ان کی نظروں میں نفاق و ارتداد کو خوبصورت بنا دیا اور انھیں بہلایا کہ ابھی تو لمبی عمر پڑی ہے، خوب دادِ عیش و نشاط دے لو، محمد (ﷺ) کا ساتھ دے کر کیوں اپنی جان جوکھوں میں ڈالو گے؟ الغرض، شیطان انسان کو بہکا کر برے کام کی ترغیب دیتا ہے اور صرف ترغیب ہی نہیں دیتا بلکہ بڑی بڑی امیدیں دلاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ؕ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [النساء : ۱۱۹، ۱۲۰] ”اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔ وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔“

ان منافقین کو اللہ تعالیٰ نے گمراہی کے گڑھے میں اس لیے دھکیل دیا کہ انھوں نے مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازش کی اور مشرکوں سے کہا کہ ہم تمھارے خلاف جنگ نہیں کریں گے، بلکہ دوسروں کو بھی روکیں گے کہ وہ محمد (ﷺ) کے ساتھ مل کر تم سے جنگ نہ کریں۔ آخر میں فرمایا کہ جس وقت وہ لوگ مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف خفیہ طور پر سازش کر رہے تھے، اللہ ان کی تمام باتوں کو سن رہا تھا۔ اس سے ان کا کوئی راز پوشیدہ نہیں تھا اور اب

ان ساری باتوں سے اس نے اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو باخبر کر دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [الحشر : ١١] ''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے منافقت کی، وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنھوں نے اہل کتاب میں سے کفر کیا، یقیناً اگر تمھیں نکالا گیا تو ضرور بالضرور ہم بھی تمھارے ساتھ نکلیں گے اور تمھارے بارے میں کبھی کسی کی بات نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ضرور بالضرور ہم تمھاری مدد کریں گے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔''

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ع

''تو کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کریں گے، ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہوں گے۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اس چیز کی پیروی کی جس نے اللہ کو ناراض کر دیا اور اس کی خوشنودی کو برا جانا تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔''

یعنی ان منافقین کا حال کیا ہوگا جب فرشتے ان کے پاس ان کی روحوں کو قبض کرنے کے لیے آئیں گے اور روحیں ان کے جسموں میں چھپنے کی کوشش کریں گی تو فرشتے انھیں سختی کر کے، ڈانٹ ڈپٹ کر اور مار مار کر باہر نکالیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [الأنفال : ٥٠، ٥١] ''اور کاش! تو دیکھے جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں۔ اور جلنے کا عذاب چکھو۔ یہ اس کے بدلے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اس لیے کہ یقیناً اللہ بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٩٣] ''اور کاش! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں، آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔''

آگے فرمایا کہ ان کے ساتھ ایسا رسوا کن برتاؤ اس لیے ہوگا کہ انھوں نے وہ کام کیے تھے جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے، یعنی اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب کا انکار کیا تھا اور جن کاموں سے اللہ راضی ہوتا ہے ان کو انھوں نے برا جانا تھا۔ ایمان، توحید اور اطاعت و بندگی سے منہ موڑا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے منافقانہ ایمان اور دکھلاوے کے

اعمال کو ضائع کر دیا۔ دنیا میں نفاق کی زندگی بسر کرتے رہے اور مخلص مسلمانوں کی نگاہوں میں ذلیل بنے رہے اور اب موت کے وقت ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مار پڑ رہی ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾

''یا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں کوئی بیماری ہے، یہ خیال کر لیا ہے کہ اللہ ان کے کینے کبھی ظاہر نہیں کرے گا۔''

یعنی کیا منافقین یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا معاملہ اپنے مومن بندوں کے سامنے واضح نہیں فرمائے گا؟ کیوں نہیں! وہ ان کے معاملے کو ضرور واضح فرما دے گا، تاکہ عقل مند انھیں سمجھ لیں اور ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾

''اور اگر ہم چاہیں تو ضرور تجھے وہ لوگ دکھا دیں، پھر یقیناً تو انھیں ان کی نشانی سے پہچان لے گا اور تو انھیں بات کے انداز سے ضرور ہی پہچان لے گا اور اللہ تمھارے اعمال جانتا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر ہم چاہیں تو آپ کو ایک ایک منافق کا پتا دے دیں، آپ ہر ایک کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور ان کی نشانیوں سے ان کو پہچان لیں، لیکن اللہ نے اپنی حکمت و مصلحت کے پیش نظر ان میں سے بہتوں پر پردہ ڈال دیا، مگر پردہ پوشی کے باوجود وہ اپنے طرزِ کلام سے پہچانے جاتے ہیں۔ جب دیکھیے وہ آپ کی اور مسلمانوں کی شان گھٹانے والی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ لوگو! اللہ تم سب کے اعمال سے خوب واقف ہے اور ہر ایک کو روز قیامت اس کے اعمال کا بدلہ ضرور چکائے گا، اس لیے تم میں سے ہر کوئی اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے اور اس دن کی برائی سے پناہ مانگتا رہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ ۙ وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾

''اور ہم ضرور ہی تمھیں آزمائیں گے، یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔''

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے کہا کہ ہم تمھیں جہاد کرنے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور دیگر اوامر و نواہی کا حکم دے کر آزمائیں گے، تاکہ دیکھیں کہ کس نے اخلاص کے ساتھ ہماری راہ میں جہاد کیا ہے اور صبر و ثابت قدمی کا ثبوت دیا ہے اور کون ان احکام سے تنگ دل ہوا ہے۔ تمھارے اقوال و اعمال سے متعلق جو صحیح خبریں ہیں ہم انھیں ظاہر کر دیں گے، تاکہ لوگ جان لیں کہ مومن کون ہیں اور منافق کون؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ﴾ [آل عمران : ۱۷۹] ''اللہ کبھی ایسا نہیں کہ ایمان والوں کو اس حال پر چھوڑ دے

جس پر تم ہو، یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے۔" اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ﴾ [آل عمران: ۱۶۶، ۱۶۷] "اور جو مصیبت تمھیں اس دن پہنچی جب دو جماعتیں بھڑیں تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور تا کہ وہ ایمان والوں کو جان لے۔ اور تا کہ وہ ان لوگوں کو جان لے جنھوں نے منافقت کی۔"

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ کے موقع پر انتظار کیا، پھر جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "لوگو! دشمن سے ملاقات (یعنی لڑائی) کی آرزو مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو، لیکن جب ایسا موقع آ جائے کہ تمھاری دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ثابت قدمی سے لڑو اور بات جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔" پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: « اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَ مُجْرِيَ السَّحَابِ، وَ هَازِمَ الْأَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ وَ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ » "اے اللہ! کتاب کے اتارنے والے، بادلوں کو چلانے والے، (دشمن کے) لشکروں کو شکست دینے والے، ان کو شکست فاش سے دوچار فرما اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔" [بخاری، کتاب الجهاد، باب لا تمنوا لقاء العدو: ۳۰۲۴، ۳۰۲۵۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب كراهة تمنی لقاء العدو و الأمر بالصبر عند اللقاء: ۱۷۴۲]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾

"بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی، اس کے بعد کہ ان کے لیے سیدھا راستہ صاف ظاہر ہو گیا، وہ ہرگز اللہ کا کوئی نقصان نہ کریں گے اور عنقریب وہ ان کے اعمال ضائع کر دے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن منافقین نے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی، لوگوں کو قبول اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے روکا، ان کی مخالفت کی اور ان سے جنگ کی، حالانکہ ان کے سامنے حق واضح ہو چکا تھا اور دین حق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت دلائل و براہین سے ثابت ہو چکی تھی، وہ جان لیں کہ ان کے کفر و ارتداد کا نقصان انھی کو پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری نیک اعمال کو رائگاں کر دے گا، اس لیے کہ کفر کی وجہ سے ان کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول نہیں ہو گا۔

<u>وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ</u> : یعنی اللہ تعالیٰ دین اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان کی تمام سازشوں کو ناکام بنا دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ [الصف: ۸، ۹] "و

چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کے ساتھ بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافر لوگ ناپسند کریں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اگرچہ مشرک لوگ ناپسند کریں۔"

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور اس رسول کا حکم مانو اور اپنے اعمال باطل مت کرو۔"

اس آیت میں ایمان والوں کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہیں، منافقین کی طرح نفاق اور پوشیدہ ارتداد کے ذریعے سے اپنے ظاہری نیک اعمال کو ضائع نہ کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳] "اس کے پیچھے چلو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا اور دوستوں کے پیچھے مت چلو۔ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔"

الغرض، آیت زیر تفسیر کی رو سے جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم موجود نہ ہو وہ مردود ہے اور اسے قبول نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو اس کا وہ (عمل) مردود ہے۔" [مسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة ...... الخ : ۱۷۱۸/۱۸]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾

"بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، پھر اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو انھیں اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرتے ہیں، لوگوں کو دین اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور کفر سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہونے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو کبھی بھی معاف نہیں کرے گا، بلکہ انھیں دائمی عذاب میں مبتلا کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۶۱، ۱۶۲] "بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ کی اور فرشتوں اور لوگوں کی، سب کی لعنت ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ

لِمَنۡ یَّشَآءُ﴾ [النساء : ٤٨] ''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا۔''

فَلَا تَهِنُوۡا وَ تَدۡعُوۡۤا اِلَی السَّلۡمِ ٭ۖ وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ ٭ۖ وَ اللّٰهُ مَعَكُمۡ وَ لَنۡ یَّتِرَكُمۡ اَعۡمَالَكُمۡ ﴿۳۵﴾

''پس نہ کمزور بنو اور نہ صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی سب سے اونچے ہو اور اللہ تمھارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تم سے تمھارے اعمال کم نہ کرے گا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو نصیحت کی ہے کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے میں ہرگز اپنی کمزوری ظاہر نہ ہونے دو اور جہاد کی طاقت ہونے کے باوجود دشمنوں کو صلح کی پیش کش نہ کرو۔ بہرحال غلبہ تمھیں ہی حاصل ہوگا اور سر بلند تم ہی ہو گے۔ جب تک تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے اللہ تمھاری مدد کرتا رہے گا اور تمھارے نیک اعمال کا اجر کچھ بھی کم نہیں کرے گا، بلکہ پورا پورا بدلہ دے گا اور اپنے فضل و کرم سے زیادہ دے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ﴾ [آل عمران : ١٣٩] ''اور نہ کمزور بنو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب ہو، اگر تم مومن ہو۔'' ''اور نہ کمزور بنو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب ہو، اگر تم مومن ہو۔''

اِنَّمَا الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَهۡوٌ ؕ وَ اِنۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ تَتَّقُوۡا یُؤۡتِكُمۡ اُجُوۡرَكُمۡ وَ لَا یَسۡـَٔلۡكُمۡ اَمۡوَالَكُمۡ ﴿۳۶﴾ اِنۡ یَّسۡـَٔلۡكُمُوۡهَا فَیُحۡفِكُمۡ تَبۡخَلُوۡا وَ یُخۡرِجۡ اَضۡغَانَكُمۡ ﴿۳۷﴾

''دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور دل لگی کے سوا کچھ نہیں اور اگر تم ایمان لاؤ اور بچے رہو، تو وہ تمھیں تمھارے اجر دے گا اور تم سے تمھارے اموال نہیں مانگے گا۔ اگر وہ تم سے ان کا مطالبہ کرے، پھر تم سے اصرار کرے تو تم بخل کرو گے اور وہ تمھارے کینے ظاہر کر دے گا۔''

فرمایا کہ دنیاوی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں ہے، محض دھوکا ہے۔ یہاں کی کسی چیز کو ثبات و دوام حاصل نہیں ہے، ہر شے فانی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو نصیحت کی ہے کہ تم لوگ اس فانی زندگی کی لذتوں میں مشغول ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہرگز نہ چھوڑو۔ مزید فرمایا کہ اگر تم اللہ پر ایمان لاؤ گے اور کفر و معاصی سے بچو گے تو اس کا وعدہ ہے کہ وہ تمھارا اجر ضائع نہیں کرے گا، اسے تمھارا مال نہیں چاہیے، کیونکہ وہ تو غنی اور بے نیاز ہے، اگر وہ تم سے مال مانگتا تو تم بخیلی کرنے لگتے اور اسلام کے خلاف تمھارے دل کے کینے باہر آ جاتے۔ وہ تو تم سے توحید، انکار شرک اور صرف اپنی اطاعت و بندگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿لَیۡسَ عَلَیۡكَ هُدٰىهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَلِاَنۡفُسِكُمۡ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ یُّوَفَّ اِلَیۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ﴾ [البقرة : ٢٧٢] ''تیرے ذمے

انھیں ہدایت دینا نہیں اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے سو تمھارے اپنے ہی لیے ہے اور تم خرچ نہیں کرتے مگر اللہ کا چہرہ طلب کرنے کے لیے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا ادا کیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

هٰٓاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ۝۳۸ ع

"سنو! تم وہ لوگ ہو کہ تم بلائے جاتے ہو، تاکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تو تم میں سے کچھ وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ ہی بے پروا ہے اور تم ہی محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر بھلائی اور خیر کے کاموں میں مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی جاتی ہے، تو ان میں سے بعض لوگ بخیلی کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں، حالانکہ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس بخل کا نقصان انھیں ہی پہنچتا ہے، یعنی اجر عظیم سے محروم ہو جاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [البقرة : ۱۹۵] "اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [آل عمران : ۱۸۰] "اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پورا باخبر ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۷۵ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ [التوبة : ۷۵، ۷۶] "اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا کہ یقیناً اگر اس نے ہمیں اپنے فضل سے کچھ عطا فرمایا تو ہم ضرور ہی صدقہ کریں گے اور ضرور ہی نیک لوگوں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب اس نے انھیں اپنے فضل میں سے کچھ عطا فرمایا تو انھوں نے اس میں بخل کیا اور منہ موڑ گئے، اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے تھے۔"

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ : یعنی اللہ کو بندوں کے مال کی ضرورت نہیں ہے، وہ تو غنی اور بے نیاز ہے اور زمین کے خزانوں کا وہی مالک ہے، محتاج تو بندے ہیں کہ کوئی چیز ان کے اختیار میں نہیں ہے، ان کی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ محتاجیوں کے بیچ گھرا ہوا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ [فاطر : ۱۵] ''اے لوگو! تم ہی اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ ہی سب سے بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔''

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ : فرمایا کہ لوگو! اگر تم ایمان اور تقویٰ کی راہ سے پھر جاؤ گے، تو وہ تمھاری بجائے ایک دوسری قوم کو لے آئے گا جو تم سے زیادہ اللہ کی مطیع و فرماں بردار ہو گی، اس کی راہ میں خرچ کرنے سے تمھاری طرح بخل نہیں کرے گی اور اس کے تمام اوامر و نواہی کو پورے طور پر بجا لائے گی، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہیں کرو تو اللہ تعالیٰ تمھیں فنا کر دے گا اور ایسے لوگ پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اس سے بخشش مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو بخشے گا۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار و التوبة : ۲۷۴۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی، جس میں ہے: ﴿ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ﴾ [الجمعة : ۳] تو میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے تین بار یہی سوال کیا، اس وقت ہم لوگوں میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے اپنا ہاتھ ان پر رکھ کر فرمایا: ''اگر ایمان اوجِ ثریا پر ہوتا تب بھی ان لوگوں میں سے کئی وہاں تک پہنچ جاتے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و اخرين منهم لما يلحقوا بهم ﴾ : ۴۸۹۷]

سورۃ الفتح مدنیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

تَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ① لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ
عَلَيْكَ وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ② وَّ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا③

بے شک ہم نے تجھے فتح دی، ایک کھلی فتح۔تا کہ اللہ تیرے لیے بخش دے تیرا کوئی گناہ جو پہلے ہوا اور جو پیچھے ہوا اور پنی نعمت تجھ پر پوری کرے اور تجھے سیدھے راستے پر چلائے۔اور (تا کہ) اللہ تیری مدد کرے، زبردست مدد۔''

یعنی ہم نے آپ کو بین اور واضح فتح عطا فرمائی، اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے، کیونکہ اس کے سبب بہت خیر و بھلائی حاصل ہوئی، لوگوں کو امن حاصل ہو گیا اور انھیں ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے ہونے کا موقع مل گیا، یعنی مومنوں کو کافروں کے ساتھ میل ملاقات کا موقع مل گیا اور علم نافع اور ایمان کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔

صلح کی ظاہری شرطوں کو قبول کرنے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو بہت زیادہ صبر وضبط سے کام لینا پڑا، لیکن اس کے نتائج اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بہت ہی مفید ثابت ہوئے۔ یہ عظیم نتائج نبی کریم ﷺ کے صبر وضبط کی وجہ سے حاصل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے۔ یہ شرف عظیم صرف رسول اللہ ﷺ ہی کو حاصل ہے کہ آپ نے تمام امور میں کمال درجے کی اطاعت اور صبر واستقامت کو اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی نعمت تمام کر دی، آپ کے دشمنوں کو مغلوب بنایا اور اسلامی حکومت کے علاقے دن بدن پھیلتے چلے گئے، نیز آپ کی راہنمائی اس دین مبین کی طرف کی جس میں کوئی کجی نہیں ہے اور آپ سے مستقبل میں ایسی فتح و کامرانی کا وعدہ فرمایا کہ جس کے بعد اسلام قوی سے قوی تر ہوتا چلا گیا اور اہل کفر ذلیل وخوار ہوتے گئے، ان کی تعداد اور ان کی قوت گھٹتی چلی گئی

اور مسلمانوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی، جس کی وجہ سے ان کی اجتماعی حالت بھی پہلے سے بہتر ہوتی چلی گئی۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا : سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو، فتح مکہ بھی ایک فتح ہے، لیکن ہم حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کے واقعہ کو (حقیقی) فتح گنتے ہیں۔ اس موقع پر ہم چودہ سو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حدیبیہ دراصل ایک کنویں کا نام تھا، ہم نے اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق پانی لینا شروع کیا، یہاں تک کہ ہم نے اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا۔ آخر پانی نہ ہونے کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک پہنچی تو آپ اس کنویں کے پاس آئے اور اس کے کنارے بیٹھ گئے۔ آپ نے پانی کا برتن منگوا کر وضو کیا اور کلی کی، پھر کچھ دعا کی اور وہ پانی اس کنویں میں ڈلوا دیا۔ تھوڑی دیر کے لیے ہم نے کنویں کو یونہی چھوڑ دیا اور اس کے بعد جتنا ہم نے چاہا اس میں سے پانی پیا اور اپنی سواریوں کو پلایا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ ...... الخ : ۴۱۵۰]

سیدنا زید بن اسلم اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رات کے ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، تین مرتبہ انھوں نے آپ سے کچھ پوچھا، آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے) کہا کہ تیری ماں تجھ پر روئے، تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ سوال کیا اور آپ نے ایک مرتبہ بھی جواب نہیں دیا۔ پھر مجھے خوف لاحق ہونے لگا کہ کہیں میرے (اس رویے کے) بارے میں آسمان سے کوئی وحی ہی نازل نہ ہو جائے، چنانچہ میں نے اپنی سواری تیز کی اور آگے نکل گیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں نے سنا کہ کوئی منادی (میرے نام کی) ندا کر رہا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے آپ سے) کہا کہ میں تو پہلے ہی ڈر رہا تھا کہ میرے بارے میں وحی نازل ہو گی، کہتے ہیں کہ (خیر) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا، تو آپ نے فرمایا: ''گزشتہ شب مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے، جو مجھے دنیا اور دنیا کی ان تمام چیزوں سے زیادہ پیاری ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔'' پھر آپ نے اس (سورت) کی تلاوت فرمائی: ﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ﴾ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ الفتح : ۵۰۱۲]

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے صلح حدیبیہ سے متعلق ایک تفصیلی حدیث مروی ہے، جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ فتح نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور انھیں سورۂ فتح پڑھائی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے اللہ کے رسول کیا یہ فتح مبین ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!'' یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ خوشی خوشی لوٹے۔ [مسلم، کتاب الجہاد، باب صلح الحدیبیۃ : ۱۷۸۵]

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ : ﴿ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ [الفتح : ۱ تا ۵] اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ غمگین اور افسردہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ

میں ہدی کو نحر کر دیا تھا (کیونکہ کافروں نے آپ کو مکہ میں جانے سے روک دیا تھا)۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔'' صحیح بخاری میں ہے کہ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو مبارک باد دینے لگے اور کہا، اے اللہ کے رسول! (یہ تو ہوئی آپ کے لیے) ہمارے لیے کیا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ ''تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے اور ان سے ان کی برائیاں دور کرے اور یہ ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔'' [مسلم، كتاب الجهاد، باب صلح الحديبية : ١٧٨٦۔ بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة الحديبية ...... الخ : ٤١٧٢]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو کھڑے رہتے، یہاں تک کہ آپ کے پاؤں میں ورم آ جاتا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں، آپ کے تو اللہ نے پہلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب إكثار الأعمال والاجتهاد فى العبادة : ٢٨٢٠]

سیدنا عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، کیا روزے دار بوسہ دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ان (ام سلمہ) سے پوچھ لو۔'' ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے ہیں۔ عمر بن ابوسلمہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ اللہ نے معاف کر دیے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں۔'' [مسلم، كتاب الصيام، باب بيان أن القبلة فى الصوم ليس محرمة على من لم تحرك شهوتهٗ : ١١٠٨]

وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدة : ٣] ''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔''

وَ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا : یعنی آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کے مقام و مرتبہ کو بلند کر کے آپ کے دشمنوں پر آپ کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی عزت ہی میں اضافہ فرماتا ہے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سر بلند فرما دیتا ہے۔'' [مسلم، كتاب البر و الصلة، باب استحباب العفو و التواضع : ٢٥٨٨]

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۴﴾

''وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں سکینت نازل فرمائی، تا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں زیادہ ہو جائیں اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

صلح کی شرطوں کی وجہ سے پہلے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑا اضطراب پیدا ہوا، سب سے زیادہ اضطراب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہوا، لیکن جب صحابہ نے اس حالت اضطراب میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی کہ اللہ اور اس کے رسول کی بات ماننے میں ہی ہر خیر ہے، تو اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل مطمئن ہو گئے اور ان کی پریشانی دور ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ احسان کیا کہ اس نے ان کے دلوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ پیدا کر کے ان کی بے قراری کا خاتمہ کیا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے ایمان میں اضافہ ہوا۔ اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات کریمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔[بخاری، کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : بنی الإسلام علی خمسٍ، قبل الحدیث : ۸]

آیت کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں اس کے بہت سے لشکر ہیں، ان کے علاوہ کائنات کا ہر ذرہ اللہ کے تابع فرمان ہے، ان لشکروں کے ذریعے سے جب چاہے کافروں کو نیست و نابود کر دے، لیکن اس نے جہاد و قتال کو اپنے مومن بندوں پر اپنی حکمتوں کی وجہ سے فرض کیا ہے، جنھیں وہی بہتر جانتا ہے۔

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ﴿۵﴾

''تا کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے اور ان سے ان کی برائیاں دور کرے اور یہ ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اس آیت میں فرمایا کہ جہاد و قتال اور اطاعت و بندگی کی حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور عورتوں کو ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اللہ کے ہاں یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ کیونکہ دخولِ جنت کے بعد ہر غم دور ہو جائے گا اور ہر خوشی حاصل ہو جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ۬ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴾ [البروج : ۱۱] ''بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ [الفتح : ۱ تا ۵] اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ غمگین اور افسردہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ ہی میں ہدی کو نحر کر دیا تھا (کیونکہ کافروں نے آپ کو مکہ میں جانے سے روک دیا تھا)۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔'' صحیح بخاری میں ہے کہ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو مبارک باد دینے لگے اور کہا، اے اللہ کے رسول! (یہ تو ہوئی آپ کے لیے) ہمارے لیے کیا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ ''تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے اور ان سے ان کی برائیاں دور کرے اور یہ ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔'' [مسلم، كتاب الجهاد، باب صلح الحديبية : ۱۷۸٦۔ بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الحديبية ...... الخ : ٤١٧٢]

وَّ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۝۶ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۷

''اور (تاکہ) ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے بارے میں گمان کرنے والے ہیں، برا گمان، انھی پر بری گردش ہے اور اللہ ان پر غصے ہوا اور اس نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے جہنم تیار کی اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔ اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

جہاد اسلامی کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب دینا چاہتا ہے، جنھوں نے اللہ سے غلط توقع کی کہ وہ اپنے رسول اور مسلمانوں کی مدد نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ برا انجام ان کا انتظار کر رہا ہے، اللہ انھیں دنیا میں انواع و اقسام کے عذاب سے دو چار کرے گا، ان پر اس کا غضب نازل ہوگا اور قیامت کے دن انھیں وہ اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔ اس نے ان کا ٹھکانا جہنم بنا رکھا ہے، جو بہت ہی بری جگہ ہے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ کے اشارے کے منتظر ہوتے ہیں، اس لیے اس کے قبضۂ قدرت سے کون باہر جا سکتا ہے اور جسے وہ سزا دینا چاہے وہ کب اس کی زد سے بچ سکتا ہے؟ وہ تو زبردست اور ہر چیز پر غالب ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۹﴾ ﴾

”بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور دن کے شروع اور آخر میں اس کی تسبیح کرو۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ اے میرے نبی! ہم نے آپ کو اللہ کی وحدانیت اور کمالِ مطلق کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ہے، یعنی آپ نے ان دنیا والوں کے سامنے اس بات کا اعلان کر دیا کہ اللہ کی ذات یکتا، ہر عیب سے پاک اور ہر اعتبار سے کامل ہے۔ ہم نے آپ کو آپ کی امت کے لیے اس بات کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ہے کہ آپ نے اپنے رب کا دین ان تک پہنچا دیا اور آپ ایمان اور تقویٰ والوں کو جنت کی بشارت دینے والے اور اہل کفر و معاصی کو جہنم کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔

پھر مومنوں سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے مومنو! ہم نے انھیں اس لیے بھیجا ہے تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اس کے دین کی تائید اور اس کا دفاع کرو، ذات باری تعالیٰ کی تعظیم کرو، اس کی وحدانیت کا اقرار کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾ [النساء : ٤١] ”پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔“ یہ امت بھی انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کی گواہی دے گی اور رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی صداقت کی گواہی دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرة : ١٤٣] ”اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٤٥] ”اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن نوح (علیہ السلام) کو بلایا جائے گا۔ نوح کہیں گے، اے میرے رب! میں تیری خدمت میں بار بار حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم نے (دین) پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے، جی ہاں! پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا، کیا انھوں نے تم کو (دین) پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے، ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، (اے نوح!) تمھارا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے، محمد (ﷺ) اور ان کی امت۔ الغرض (اس امت کے لوگ) گواہی دیں گے کہ بے شک انھوں نے (دین) پہنچا دیا

تھا اور رسول تم پر گواہ ہوں گے۔'' یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرة : ١٤٣] ''اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالٰى : ﴿ و كذلك جعلنكم أمة وسطًا ...... الخ ﴾ : ٤٤٨٧]

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ : ﴿ وَتُوَقِّرُوْهُ ﴾ یہ توقیر سے ہے جس کے معنی احترام، اجلال اور تعظیم بجا لانے کے ہیں۔ سیدنا عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ جو اس وقت (یعنی صلح حدیبیہ کے وقت) مشرک تھے اور قریش کے نمائندہ بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے، وہ جب قریش کے پاس واپس لوٹے تو انھوں نے کہا، اے میری قوم! اللہ کی قسم! میں بڑے بڑے بادشاہوں سے مل چکا ہوں، میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہ دیکھے ہیں، لیکن اللہ کی قسم میں نے کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ جس کی اس کے ساتھی اتنی تعظیم کرتے ہوں، جتنی تعظیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ساتھی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر وہ تھوکتے بھی ہیں تو ان کے منہ سے نکلنے والا تھوک ان کے کسی ساتھی کی ہتھیلی ہی میں گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور اپنی جلد پر مل لیتا ہے، اور جب وہ کوئی حکم جاری کرتے ہیں تو ان کے ساتھی اس کی بجا آوری میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے وضو پر لڑائی ہو جائے گی (یعنی ہر ایک کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وضو والا پانی اسے مل جائے) اور جب وہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو ان کے پاس اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور ان کی تعظیم کی بنا پر ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ [بخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد : ٢٧٣١، ٢٧٣٢]

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ
عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۰ ع

''بے شک وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے، پھر جس نے عہد توڑا تو درحقیقت وہ اپنی ہی جان پر عہد توڑتا ہے اور جس نے وہ بات پوری کی جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا تھا تو وہ اسے جلد ہی بہت بڑا اجر دے گا۔''

یہاں بیعت سے مراد بیعت رضوان ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیبیہ کے مقام پر ایک درخت کے نیچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کی تھی کہ وہ اہل مکہ سے جنگ کریں گے اور کسی بھی حال میں میدان چھوڑ کر راہِ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ اس بیعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ بظاہر مسلمان یہ بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کر رہے تھے، لیکن دراصل یہ معاہدہ اور بیعت اللہ کے ساتھ ہے۔ بیعت کرتے وقت اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا۔ انھوں نے جنت کے بدلے اللہ سے اپنی جانوں کا سودا کر لیا ہے، اس لیے اب جو کوئی نقضِ عہد کرے گا اور کافروں سے جنگ

نہیں کرے گا تو اس کا نقصان اسے ہی پہنچے گا اور جو کوئی اللہ سے کیے گئے معاہدہ کی پاسداری کرے گا اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ مل کر کافروں سے جنگ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا اجر عظیم عطا فرمائے گا، یعنی اسے جنت میں داخل کر دے گا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر مکہ والوں کے نزدیک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی عزت والا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے عثمان رضی اللہ عنہ کی جگہ مکہ والوں کے ہاں بھیجتے۔ رسول اللہ ﷺ نے عثمان کو بھیجا اور بیعت رضوان ان کے مکہ جانے کے بعد ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ''یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔'' پھر اس کو اپنے بائیں ہاتھ پر مارا اور فرمایا: ''یہ عثمان کی بیعت ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفان أبی عمرو القرشی رضی الله عنه : ۳۶۹۹]

یزید بن ابی عبید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے کہا، اے ابومسلم! اس دن تم لوگ کس چیز پر بیعت کر رہے تھے؟ سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا، موت پر۔ [بخاری، کتاب الجهاد، باب البیعة فی الحرب ...... الخ : ۲۹۶۰]

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے درخت والے دن اپنے آپ کو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ جب لوگوں سے بیعت لے رہے تھے تو میں درخت کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی کو آپ کے سر سے اوپر اٹھائے ہوئے تھا، اس دن ہماری تعداد چودہ سو تھی، ہم نے یہ بیعت موت پر نہیں کی تھی، بلکہ ہم نے یہ بیعت اس بات پر کی تھی کہ میدانِ جنگ سے بھاگیں گے نہیں۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب استحباب مبایعة الإمام...... الخ : ۱۸۵۸]

رسول اللہ ﷺ نے یہ بیعت ببول کے ایک درخت کے نیچے لی تھی، جیسا کہ نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے، حالانکہ بات یہ نہیں ہے۔ (واقعہ یہ ہے کہ) حدیبیہ کے دن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے پاس سے اپنا گھوڑا لانے کے لیے بھیجا، تا کہ اس پر سوار ہو کر لڑیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے بیعت لے رہے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس بیعت کی خبر نہیں ہوئی۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ (ادھر سے گزرے تو انھوں) نے آپ سے بیعت کر لی، پھر گھوڑا لینے گئے، اسے لے کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو عمر رضی اللہ عنہ اس وقت لڑائی کے لیے زرہ پہن رہے تھے۔ عبداللہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ساتھ گئے اور یوں عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ یہ وہ واقعہ ہے جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحدیبیة ...... الخ : ۴۱۸۶]

رسول اللہ ﷺ بیعت لے رہے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ کے ہاتھ کو سہارا دیے ہوئے تھے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چودہ سو آدمی تھے، ہم نے آپ سے بیعت کی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور یہ بیعت

کیکر کے ایک درخت کے نیچے کی جا رہی تھی۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب استحباب مبایعة الإمام الجیش ...... الخ : ۱۸۵٦]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ پہنچے۔ ہم چودہ سو آدمی تھے اور وہاں (ہمارے پاس) پچاس بکریاں تھیں جن کو کنویں کا پانی سیر نہیں کر سکتا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ آپ نے دعا کی یا کنویں میں تھوکا تو کنواں (پانی سے) ابلنے لگا۔ ہم نے جانوروں کو پانی پلایا اور خود بھی پیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیعت کے لیے ایک درخت کے نیچے بلایا۔ میں نے لوگوں میں سب سے پہلے آپ سے بیعت ہونے کی سعادت حاصل کی۔ آپ بیعت لیتے رہے، یہاں تک کہ آدھے آدمیوں نے بیعت کر لی۔ اس وقت آپ نے مجھ سے فرمایا: ''اے سلمہ! بیعت کرو۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں تو لوگوں سے پہلے ہی آپ سے بیعت کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''پھر سہی۔'' آپ نے مجھے بے ہتھیار دیکھا تو آپ نے ایک بڑی یا چھوٹی ڈھال مجھے دی۔ پھر آپ بیعت لینے لگے۔ یہاں تک کہ لوگ ختم ہونے لگے۔ اس وقت آپ نے پھر مجھ سے فرمایا: ''اے سلمہ! کیا تم مجھ سے بیعت نہیں کرو گے؟'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں تو آپ سے شروع میں بھی بیعت کر چکا ہوں اور درمیان میں بھی کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''پھر سہی۔'' غرض یہ کہ میں نے تیسری مرتبہ آپ سے بیعت کی۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اے سلمہ! تمھاری وہ بڑی یا چھوٹی ڈھال کہاں ہے جو میں نے تمھیں دی تھی؟'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے چچا عامر مجھے ملے تو وہ بے ہتھیار تھے، چنانچہ میں نے وہ ڈھال انھیں دے دی۔ یہ سن کر آپ ہنسے اور فرمایا: ''تمھاری مثال تو اس اگلے شخص کی سی ہے جس نے دعا کی تھی، یا اللہ! مجھے ایسا دوست دے جو مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب ہو۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة ذی قرد وغیرها : ۱۸۰۷]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے ام مبشر رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: ''ان شاء اللہ، درخت کے نیچے بیعت کرنے والے لوگوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔'' سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، کیوں نہیں، اللہ کے رسول! تو آپ نے انھیں ڈانٹا۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ﴾ [مریم : ۷۱] ''اور تم میں سے جو بھی ہے اس پر وارد ہونے والا ہے۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴾ [مریم : ۷۲] ''پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو ڈر گئے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أصحاب الشجرة ......الخ : ۲٤۹٦]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کا ایک غلام آیا اور اس نے حاطب رضی اللہ عنہ کی شکایت کرتے ہوئے عرض کی، اے اللہ کے رسول! حاطب ضرور بضرور جہنم میں داخل ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو غلط

کہتا ہے، وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے تو بدر اور حدیبیہ میں شرکت کی ہے۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل حاطب بن أبی بلتعة و أهل بدر رضی الله عنهم : ۲۴۹۵]

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَ اتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لَا يُزَكِّيْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ۷۶، ۷۷] ''کیوں نہیں! جو شخص اپنا عہد پورا کرے اور ڈرے تو یقیناً اللہ ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت لیتے ہیں، وہ لوگ ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ قیامت کے دن نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ (ان میں سے) ایک وہ شخص جس کے پاس راستے میں ضرورت سے زیادہ پانی ہو اور وہ مسافر کو نہ دے، دوسرا وہ شخص جو محض دنیا کمانے کی غرض سے کسی امام کی بیعت کرے۔ اگر وہ اس کو دنیا کا مال و متاع، جو وہ چاہتا ہے، دے دے تو وہ بیعت پوری کرے ورنہ پوری نہ کرے اور تیسرا وہ شخص جو عصر کی نماز کے بعد (بازار میں) کچھ سامان بیچے اور اللہ کی جھوٹی قسم کھا کر کہے کہ اس سامان کی اسے اتنی قیمت مل رہی تھی، چنانچہ خریدار اسے سچا سمجھ کر وہ سامان خرید لے (حالانکہ وہ جھوٹا تھا) اور اسے اتنی قیمت نہیں مل رہی تھی۔'' [بخاری، کتاب الأحکام، باب من بایع رجلاً لا یبایعه إلا للدنیا : ۷۲۱۲]

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَاۤ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۱۱

''عنقریب بدویوں میں سے پیچھے چھوڑ دیے جانے والے تجھ سے کہیں گے کہ ہمارے اموال اور ہمارے گھر والوں نے ہمیں مشغول رکھا، سو تو ہمارے لیے بخشش کی دعا کر۔ وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔ کہہ دے پھر کون ہے جو اللہ سے تمھارے لیے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو، اگر وہ تمھارے بارے میں کسی نقصان کا ارادہ کرے، یا وہ تمھارے ساتھ کسی فائدے کا ارادہ کرے، بلکہ اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پورا باخبر ہے۔''

اس آیت میں مدینہ کے آس پاس رہنے والے دیہاتی قبائل کا حال بیان کیا گیا ہے، جن کے نام غفار، مزینہ، جہینہ، اسلم اور اشجع وغیرہ تھے۔ صلح حدیبیہ کے سال، عمرہ کے لیے مکہ کی طرف روانگی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں

بھی اپنے ساتھ چلنے کو کہا تھا، لیکن کفارِ قریش کے ڈر سے یہ لوگ نہیں گئے۔ ان کا خیال تھا کہ قریش مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں گے اور ان میں سے کوئی بھی واپس نہیں آ سکے گا۔ ان کی اسی بدنیتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں اپنے رسول کی صحبت اور بیعت رضوان جیسی بابرکت بیعت اور اس کے فضائل و برکات سے محروم رکھا۔ انھی دیہاتیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! جب آپ مدینہ پہنچیں گے تو وہ دیہاتی آپ کے پاس آ کر عذر لنگ پیش کریں گے اور کہیں گے کہ ہم اپنے کاروبار میں لگے رہ گئے اور ہماری عدم موجودگی میں ہمارے بال بچوں کی دیکھ بھال کرنے والا بھی کوئی نہیں تھا، اسی لیے ہم آپ کے ساتھ نہیں جا سکے تھے، آپ ہمارے رب سے ہمارے لیے مغفرت طلب کر دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نفاق ظاہر کر دیا اور انھیں جھٹلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہہ رہے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں، وہ تو شک و نفاق میں مبتلا ہیں اور آپ سے طلب استغفار میں بھی صادق نہیں ہیں، اس لیے کہ وہ اپنے کیے پر نادم اور اپنے گناہ سے تائب نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ان سے کہا کہ اگر اللہ تمھیں نقصان پہنچانا چاہے، یا تمھیں نفع ہی پہنچانا چاہے، تو اسے اس کے ارادوں سے کوئی نہیں روک سکتا ہے، یعنی تمھارے نفاق اور کذب بیانی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی طلب مغفرت کا تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، آخر میں فرمایا کہ اللہ تمھارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے اور وہ تمھیں اس کا بدلہ ضرور چکائے گا۔

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖۚ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَ مَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾

بلکہ تم نے گمان کیا کہ رسول اور ایمان والے کبھی اپنے گھر والوں کی طرف واپس نہیں آئیں گے اور یہ بات تمھارے دلوں میں خوشنما بنا دی گئی اور تم نے گمان کیا، برا گمان اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لایا تو یقیناً ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔"

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی زبانی ہی دیہاتیوں سے کہا گیا ہے کہ تم یہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں میں سے کوئی بھی بچ کر نہیں آ سکے گا، کفارِ قریش ان میں سے ایک ایک کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے، شیطان نے تمھارے دلوں میں اس خیال کو خوب پختہ کر دیا کہ اب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد نہیں کر سکے گا اور مسلمانوں میں سے کوئی بھی واپس نہیں لوٹے گا، یہی اصل وجہ تھی کہ تم لوگ ہمارے ساتھ نہیں گئے، وہ عذر صحیح نہیں ہے جو تم نے اپنی زبانوں سے بیان کیا ہے اور تم اپنے اسی نفاق، کذب بیانی اور مسلمانوں کے ساتھ غداری کی وجہ سے اللہ کی ناراضی اور اپنی ہلاکت کے مستحق بن گئے ہو۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لائے گا، ایسے کافروں کی

سزا کے لیے ہم نے جہنم کی بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑭

''اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، وہ بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کا وہی مالک و حاکم ہے اور وہی ان میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا ہے وہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔ اس لیے اے وہ لوگو! جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرہ پر جانے سے پیچھے رہ گئے ہو، اب بھی موقع ہے کہ اپنے اس گناہ کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا عہد کرو، تاکہ وہ تمھارے گناہ معاف کرے، اس لیے کہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

<u>يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ</u> : سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مرار کی گھاٹی پر چڑھے گا تو اس کے گناہ ایسے معاف ہو جائیں گے جیسے بنی اسرائیل کے معاف ہو گئے تھے۔'' سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سب سے پہلے اس گھاٹی پر ہمارے گھوڑے چڑھے یعنی قبیلہ خزرج کے لوگوں کے، پھر تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کی بخشش ہو گئی، مگر لال اونٹ والے کی نہیں۔'' ہم اس شخص کے پاس گئے اور ہم نے کہا کہ چل! رسول اللہ ﷺ تیرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ وہ بولا کہ اللہ کی قسم! اگر میں اپنی گمشدہ چیز پاؤں تو یہ مجھے تمھارے صاحب کی میرے لیے بخشش کی دعا سے زیادہ پسند ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ شخص اپنی گمشدہ چیز ڈھونڈ رہا تھا۔ (وہ منافق تھا، اسی لیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی بخشش نہیں ہوئی'' اور یہ آپ کا معجزہ ہے کہ آپ نے جیسا فرمایا تھا وہ شخص ویسا ہی نکلا) [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين و أحكامهم : ۲۷۸۰]

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑮

''عنقریب پیچھے چھوڑ دیے جانے والے لوگ کہیں گے جب تم کچھ غنیمتوں کی طرف چلو گے، تاکہ انھیں لے لو، ہمیں چھوڑو کہ ہم تمھارے ساتھ چلیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں۔ کہہ دے تم ہمارے ساتھ کبھی نہیں جاؤ گے اسی طرح اللہ نے پہلے سے کہہ دیا ہے۔ تو وہ ضرور کہیں گے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ بلکہ وہ نہیں سمجھتے تھے مگر بہت تھوڑا۔''

جو دیہاتی منافقین رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرہ کے لیے جانے سے بہانا بنا کر پیچھے رہ گئے تھے، انھی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو خبر دی ہے کہ جب آپ اپنے مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خیبر فتح کرنے کے لیے روانہ ہوں گے تو وہ مال غنیمت کے لالچ میں آپ کے ساتھ جانا چاہیں گے، آپ انھیں اپنے ساتھ جانے کی اجازت نہ دیجیے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے خیبر کے اموالِ غنیمت کا وعدہ صرف ان صحابہ سے کیا ہے جو حدیبیہ کی صلح کے وقت وہاں موجود تھے، دوسروں کے لیے ان میں کوئی حصہ نہیں ہے: ﴿ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ﴾ یعنی یہ دیہاتی منافقین اہل حدیبیہ سے اللہ کے کیے گئے وعدے کو بدل دینا چاہتے ہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کہا، آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مدینہ واپس آنے سے پہلے ہی ہمیں خبر دے دی ہے کہ خیبر کا مال غنیمت صرف ان کو ملے گا جو بیعت حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے بارے میں بتایا کہ وہ لوگ آپ کی یہ بات سن کر مسلمانوں سے کہنے لگیں گے کہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو، اسی لیے ہمیں اپنے ساتھ لے جانے سے روک رہے ہو، یعنی یہ اللہ کا حکم نہیں ہے، بلکہ تم ہم سے حسد کی وجہ سے ایسی بات کہہ رہے ہو۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فہم دین میں ان کی بے مائیگی بیان کی ہے کہ وہ لوگ دین کی تو کچھ سمجھ نہیں رکھتے، صرف تھوڑی سی سمجھ امور دنیا کی رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے اپنے نفاق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

منافقین کو ساتھ نہ لے جانے میں جو حکمت تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ یوں ارشاد فرمایا: ﴿ لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۞ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ ﴾ [التوبة : ۴۷، ۴۸] "اگر وہ تم میں نکلتے تو خرابی کے سوا تم میں کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے اور ضرور تمھارے درمیان (گھوڑے) دوڑاتے، اس حال میں کہ تم میں فتنہ تلاش کرتے، اور تم میں کچھ ان کی باتیں کان لگا کر سننے والے ہیں اور اللہ ان ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً انھوں نے اس سے پہلے فتنہ ڈالنا چاہا اور تیرے لیے کئی معاملات الٹ پلٹ کیے، یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا حکم غالب ہو گیا، حالانکہ وہ ناپسند کرنے والے تھے۔"

قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦﴾

"بدویوں میں سے پیچھے چھوڑے جانے والوں سے کہہ دے عنقریب تم ایک سخت لڑنے والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے،

تم ان سے لڑو گے، یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، پھر اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تمھیں اچھا اجر دے گا اور اگر پھر جاؤ گے، جیسے تم اس سے پہلے پھر گئے تو وہ تمھیں سزا دے گا، دردناک سزا۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی عمرہ سے پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے کہا کہ عنقریب تمھیں ایک زبردست اور طاقتور قوم سے جنگ کرنے کے لیے بلایا جائے گا، تم ان سے قتال کرو گے، الا یہ کہ وہ اسلام قبول کر لیں، اگر تم اس دعوت جہاد پر لبیک کہو گے اور ان سے قتال کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھیں دنیا میں مالِ غنیمت اور آخرت میں جنت دے گا اور اگر حدیبیہ کی طرح اس بار بھی تم جہاد کے لیے جانے سے کتراؤ گے تو وہ تمھیں دردناک عذاب دے گا۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ : اس جنگ جو قوم کی تعیین میں اختلاف ہے، بعض نے اس سے عرب ہی کے بعض قبائل مراد لیے ہیں، مثلاً ہوازن یا ثقیف، جن سے حنین کے مقام پر مسلمانوں کی جنگ ہوئی، یا مسیلمہ کذاب کی قوم بنو حنیفہ اور بعض نے روم اور فارس کے مجوسی اور نصرانی مراد لیے ہیں۔ ان پیچھے رہ جانے والے منافق بدویوں سے کہا جا رہا ہے کہ عنقریب ایک جنگ جو قوم سے مقابلے کے لیے تمھیں بلایا جائے گا، اگر وہ مسلمان نہ ہوئے تو تمھاری اور ان کی جنگ ہوگی۔ جنگ احزاب میں واقعہ یہ ہوا کہ بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب بھی قتل کر دیا گیا جو خیبر کے یہود کا سردار تھا، تو یہودی اور بھی سیخ پا ہو گئے تھے اور مدینہ پر پرزور حملہ کر کے مسلمانوں کا استحصال کرنے کے لیے تیاریاں کر رہے تھے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد آپ ﷺ نے خود ان پر لشکر کشی کا ارادہ کر لیا، اس لشکر کا بیشتر حصہ وہی مسلمان تھے جو بیعت رضوان میں شامل تھے۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم پر حملہ کرتے تو صبح تک انتظار فرماتے، صبح اگر ان لوگوں میں اذان کی آواز سنتے تو حملہ نہ کرتے اور اگر اذان کی آواز نہ آتی تو تب حملہ کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ خیبر رات کے وقت پہنچے، چنانچہ جب صبح ہوئی تو یہودی پھاوڑے اور ٹوکریاں لے کر نکلے (کیونکہ وہ زراعت پیشہ تھے) جب انھوں نے آپ کو دیکھا تو (چیخ اٹھے اور) کہنے لگے، محمد (ﷺ) اللہ کی قسم! یہ تو محمد (ﷺ) ہیں جو لشکر سمیت آن پہنچے۔ آپ نے انھیں دیکھ کر نعرہ لگایا: "اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ" "اللہ اکبر! خیبر کی شامت آ گئی۔" پھر فرمایا: "ہم جب بھی کسی قوم کے آنگن میں اترے تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا ان کی صبح منحوس ہی ہوتی ہے۔" [بخاري، كتاب الجهاد، باب دعاء النبي ﷺ إلى الإسلام والنبوة ...... الخ : ۲۹۴۳، ۲۹۴۵]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن یوں فرمایا: "میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ خیبر فتح کرا دے گا۔ وہ اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔" آپ کا یہ فرمان سن کر لوگ رات بھر اسی فکر میں رہے کہ دیکھیے جھنڈا کس کو ملتا ہے؟ صبح ہوتے ہی سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، ہر ایک کو امید تھی کہ شاید جھنڈا اسے مل جائے۔ آپ نے پوچھا: "علی بن

ابو طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟" لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! ان کی تو آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: "ان کو بلا بھیجو۔" چنانچہ وہ ان کو لے کر آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کے لیے دعا کی، پھر تو وہ ایسے تندرست ہو گئے جیسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ آپ نے جھنڈا ان کے حوالے کیا، وہ کہنے لگے، یا رسول اللہ! میں یہودیوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا: "یونہی چلے جاؤ، جب تم ان کی سرزمین پر پہنچو تو انھیں اسلام کی دعوت دینا، اللہ کے جو حق ان پر واجب ہیں وہ ان کو بتلانا، اللہ کی قسم! اگر تیری وجہ سے اللہ ایک شخص کو بھی راہِ ہدایت پر لے آیا تو وہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔" [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر : ۴۲۱۰]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پرچم عطا فرمایا، مرحب میدان میں نکلا اور لگا بول بولنے: « قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّيْ مَرْحَبُ، شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ، اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ » "سارا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، پوری طرح ہتھیار بند، اس وقت کا بہادر آزمودہ کار کہ جب لڑائیاں شعلے اڑاتی ہوئی آتی ہیں۔" (مقابلے میں) علی رضی اللہ عنہ (نکلے اور) یوں للکارنے لگے: « اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَهْ، كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَهْ، اُوْفِيْهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ » "میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے، مثل اس شیر کی جو جنگلوں میں ہوتا ہے اور اس کا چہرہ خوف کی علامت ہوتا ہے۔ میں دشمن کو اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا ہوں۔" یوں للکارتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سر پر وار کیا اور اسے قتل کر دیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة ذی قرد وغيرها : ۱۸۰۷]

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ ع ۲

"نہیں ہے اندھے پر کوئی تنگی اور نہ لنگڑے پر کوئی تنگی اور نہ بیمار پر کوئی تنگی اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے گا وہ اسے ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور جو پھر جائے گا وہ اسے سزا دے گا، دردناک سزا۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ترکِ جہاد کے شرعی عذر ذکر فرمائے ہیں، ان میں سے کچھ تو مستقل نوعیت کے ہیں، مثلاً اندھا پن اور مستقل لنگڑا پن اور کچھ عارضی نوعیت کے، مثلاً چند دن کے لیے آنے والی بیماری جو بعد میں ختم ہو جاتی ہے، تو ایسی بیماری میں مبتلا انسان حالت مرض میں معذور لوگوں میں شمار ہوگا، حتیٰ کہ وہ صحت یاب ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جہاد اور اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ ایسے معذور لوگ جہاد میں شریک نہیں ہوں گے، لیکن اگر ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا جذبہ کارفرما ہوگا تو اللہ تعالیٰ انھیں ایسی جنتوں

میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اس کے برعکس جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے روگردانی کرے گا اللہ اسے دردناک عذاب دے گا۔

وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا : سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا جسے آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کی حرارت سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا۔" [مسلم، كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابًا : ٢١١]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیتے ہوئے یہ بات کہی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "قیامت کے دن جس شخص کو سب سے ہلکا عذاب دیا جائے گا اس کے پاؤں کے تلووں کے نیچے آگ کے دو انگارے رکھ دیے جائیں گے جس سے اس کا دماغ (ہنڈیا کی طرح) کھولے گا۔" [مسلم، كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابًا : ٢١٣]

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

"بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔ اور بہت سی غنیمتیں، جنھیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے ان مومن بندوں سے خوش ہوگیا ہے جنھوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ اس بیعت کی بنیادی شرط یہ تھی کہ کفارِ قریش سے جنگ کرنے میں ہر شخص اپنی جان کی بازی لگا دے گا اور کسی حال میں بھی میدان چھوڑ کر نہیں بھاگے گا۔ ان سعادت مند لوگوں کی فضیلت و برکت کئی احادیث سے بھی ثابت ہے، جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن ہم سے فرمایا: "(آج) تم تمام زمین والوں میں سب سے بہتر ہو۔" [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الحديبية ...... الخ : ٤١٥٤]

سیدہ ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ بیان کرتے ہوئے سنا: "ان شاء اللہ، درخت کے نیچے بیعت کرنے والے لوگوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔" [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أصحاب الشجرة : ٢٤٩٦]

طارق بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں حج کو گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جگہ نماز ادا کر رہے ہیں۔ پوچھا، یہ مسجد کیسی

ہے؟ جواب ملا کہ یہ وہی درخت ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان لی تھی۔ میں نے واپس آ کر یہ قصہ سعید بن میسّب رحمہ اللہ سے بیان کیا تو انھوں نے فرمایا، میرے والد بھی ان بیعت کرنے والوں میں تھے۔ ان کا بیان ہے کہ بیعت کے دوسرے سال ہم وہاں گئے، لیکن ہم وہ جگہ بھول گئے اور وہ درخت ہمیں نہ ملا۔ پھر سعید رحمہ اللہ فرمانے لگے، تعجب ہے کہ اصحاب رسول ﷺ (یعنی بیعت کرنے والے) تو اس جگہ کو نہ پا سکیں اور انھیں معلوم نہ ہو، لیکن تم لوگ جان لو، گویا تم اصحاب رسول ﷺ سے بھی زیادہ جاننے والے ہو۔[بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة الحديبية ...... الخ : ٤١٦٣]

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اس نے مومنوں کے دلوں کی صداقت اور ان کے عہد پر قائم رہنے کے عزم صمیم کو جان لیا، تو انھیں صبر و ثبات اور سکون قلب عطا فرمایا۔ ان کے صبر و شکیب کے بدلے میں انھیں اہل مکہ کے غنائم کے بجائے جلد ہی فتح خیبر اور وہاں پائے جانے والے بہت سے غنائم کی خوشخبری دی، اس زمانے میں خیبر کی سرزمین بہت ہی زرخیز مانی جاتی تھی اور وہاں کے یہودیوں کے پاس بڑی دولت تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ان تمام پھلوں، زمینوں اور مال و دولت کو بیعتِ رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَ لِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

”اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا جنھیں تم حاصل کرو گے، پھر اس نے تمھیں یہ جلدی عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تاکہ یہ ایمان والوں کے لیے ایک نشانی بنے اور (تاکہ) وہ تمھیں سیدھے راستے پر چلائے۔ اور کئی اور (غنیمتوں کا بھی)، جن پر تم قادر نہیں ہوئے۔ یقیناً اللہ نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والے مومن بندوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ قیامت تک کافروں کے علاقے فتح کرتے رہیں گے، جس کے سبب بہت سارے اموالِ غنیمت انھیں حاصل ہوتے رہیں گے۔ انھی میں سے وہ مال غنیمت بھی ہے جو اللہ نے جلد ہی خیبر میں انھیں عطا کیا، جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیبیہ میں تھے تو اس وقت یہود مدینہ نے یہود خیبر کے ساتھ مل کر سازش کی کہ وہ مسلمانوں کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سب مل کر یک بارگی مدینہ پر حملہ کر دیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بال بچوں کو قتل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر یہ بھی احسان کیا کہ ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ اپنی سازش کو بروئے کار نہ لا سکے۔ مالِ غنیمت کا حصول اور اللہ کی

جانب سے یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈال کر انھیں مدینہ پر حملہ کرنے سے باز رکھنا، اس لیے ہوا تاکہ مسلمان جان لیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا بڑا مقام ہے اور وہ ان کی ضرور مدد کرے گا، جس سے انھیں فتح و کامرانی ملے گی۔ ایسا اس لیے بھی ہوا تاکہ مسلمانوں کے یقین و بصیرت میں اضافہ ہو اور اللہ کے فضل و کرم پر ان کا اعتماد زیادہ سے زیادہ بڑھ جائے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو خیبر کی غنیمتوں کے علاوہ دوسرے ایسے غنائم بھی جلد ہی دیے، جنھیں پانے کی ان کے اندر طاقت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر طرف سے ان غنائم کو گھیر رکھا ہے، یہاں تک کہ مسلمانوں نے جہاد کر کے اس علاقے کو فتح کر لیا اور وہاں پائے جانے والے اموالِ غنیمت پر قابض ہو گئے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خیبر فتح کیا تو مال غنیمت میں سونا چاندی نہیں ملا، بلکہ بیل، اونٹ، سامان اور باغات بطور غنیمت حاصل ہوئے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر : ٤٢٣٤]

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

’’اور اگر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تم سے لڑتے تو یقیناً پیٹھ پھیر جاتے، پھر وہ نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ اللہ کے اس طریقے کے مطابق جو پہلے سے گزر چکا ہے اور تو اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔‘‘

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صلح حدیبیہ کی وجہ بزدلی نہیں تھی، بلکہ ایک خاص مصلحت تھی۔ اگر جنگ ہوتی تو فتح مومنوں ہی کی ہوتی، مشرکین مکہ کو منہ کی کھانا پڑتی، وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے اور کوئی ان کا یار و مددگار نہ ہوتا۔ اللہ کی ہمیشہ سے یہی سنت رہی ہے کہ اس نے اپنے مومن بندوں کی کافروں کے خلاف مدد کی ہے، حق کو سربلندی عطا کی ہے اور باطل کو سرنگوں کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی عزم اور حوصلے کا اظہار فرمایا تھا، جیسا کہ سیدنا مسور اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال ایک ہزار سے زیادہ اصحاب کے ساتھ (مکہ کی طرف) نکلے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو قربانی کے جانور کے گلے میں پٹا ڈالا، اس کے کوہان کو چیرا اور عمرے کا احرام باندھا۔ پھر آپ نے خزاعہ قوم میں سے ایک جاسوس روانہ کیا (کہ قریش کی خبر لائے) اور آپ چلتے رہے، یہاں تک کہ جب آپ غدیر اشطاط پہنچے تو جاسوس بھی وہاں پہنچ گیا۔ کہنے لگا، قریش کے لوگوں نے آپ کے لیے جنگ جو اکٹھے کیے ہیں اور یہ لوگ مختلف قبیلوں سے اکٹھے کیے گئے ہیں، وہ آپ سے لڑیں گے، آپ کو بیت اللہ نہیں جانے دیں گے اور آپ کو روکیں گے۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا: ’’اے لوگو! مجھے مشورہ دو کہ کیا میں ان کافروں کے اہل و عیال پر، جو ہمیں اللہ کے گھر سے روکنا چاہتے ہیں، چڑھائی کر دوں؟ اگر وہ ہم سے لڑنے آئے تو اللہ (زبردست اور بلند و بالا ہے، اس) نے جس طرح مشرکین کے شر سے ہمارے جاسوس کو بچا لیا (اسی طرح ہمیں بھی بچا لے گا) اور اگر وہ (مقابلہ پر) نہ آئے تو ہم ان

کو بھاگے ہوئے لوگوں کی طرح (تباہ و برباد) کر کے چھوڑیں گے۔‘‘ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ تو بس بیت اللہ کا ارادہ کر کے نکلے ہیں، نہ کہ کسی کو قتل کرنے اور کسی سے لڑنے کے لیے۔ سو آپ بیت اللہ کی طرف چلیے، جو شخص ہمیں بیت اللہ سے روکے گا، ہم اس سے لڑیں گے۔ آپ نے فرمایا: ’’تو اللہ کا نام لے کر سفر جاری رکھو۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الحديبية : ۴۱۷۸، ۴۱۷۹]

وَ هُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾

’’اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے، اس کے بعد کہ تمھیں ان پر فتح دے دی اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘

اس آیت کی شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین مسلمانوں پر حملہ کر کے صلح کو کالعدم کرنا چاہتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر غلبہ دے دیا اور وہ سارے گرفتار کر لیے گئے۔ یہ اسی (۸۰) افراد تھے، یہ بھی ایک قسم کی فتح ہی تھی۔ مسلمان اگر چاہتے تو سب کو قتل کر دیتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ اگر ایسا ہونے دیا جاتا تو صلح بے نتیجہ ہو کر رہ جاتی۔ الغرض! وہ مشرکین مسلمانوں کو قتل نہ کر سکے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کو بھی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہر صورت صلح قائم رکھنا چاہتے تھے، لہٰذا آپ نے انھیں معاف کر دیا اور اس طرح صلح قائم رہی اور صلح سے جو فائدہ اسلام اور مسلمانوں کو پہنچنا تھا وہ پہنچ کر رہا۔

<u>وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ</u> : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ والے دن اسی (۸۰) آدمی مکہ والوں میں سے ہتھیاروں سے لیس (چھپتے چھپاتے موقع پا کر) جبل تنعیم کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اتر آئے، وہ چاہتے تھے کہ آپ کو اور آپ کے صحابہ کو دھوکا دیں اور غفلت میں حملہ کر دیں، تاہم آپ نے ان کو پکڑ کر قید کر لیا، پھر انھیں چھوڑ دیا۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ﴾ ’’اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے، اس کے بعد کہ تمھیں ان پر فتح دے دی۔‘‘ [مسلم، كتاب الجهاد، باب قول الله تعالٰى : ﴿ وهو الذى كف أيديهم عنكم ﴾ : ۱۸۰۸۔ مسند أحمد : ۱۲۲/۳، ح : ۱۲۲۳۵]

سیدنا عبد اللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے، اس درخت کی شاخیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر سے لگ رہی تھیں۔ علی رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عمرو آپ کے سامنے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ’’بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

الرَّحِیْمِ لکھو۔‘‘ اس پر سہیل نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا ہم نہیں جانتے ’’بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ‘‘ کیا ہے، آپ ہمارے اس صلح نامے میں ہمارے دستور کے مطابق لکھوائیے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ’’بِاسْمِكَ اَللّٰھُمَّ‘‘ لکھو۔‘‘ پھر علی رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ سے صلح کی۔ اس پر پھر سہیل نے آپ کا ہاتھ تھام کر کہا، اگر آپ اللہ کے رسول ہی ہیں تو پھر تو ہم نے آپ پر بڑا ظلم کیا، اس صلح نامہ میں اپنی وہی حیثیت لکھوائیے جو ہم میں مشہور ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ’’لکھو، یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے اہل مکہ سے صلح کی اور میں اللہ کا رسول ہوں۔‘‘ اسی اثنا میں کفار میں سے تیس ہتھیار بند نوجوان آن پہنچے۔ وہ ہمارے سامنے آ کر مشتعل ہو گئے، آپ نے ان کے حق میں بد دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اندھا کر دیا۔ ہم نے ان سب کو گرفتار کر کے آپ کے حضور پیش کر دیا۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا: ’’کیا تمھیں کسی نے امن دیا ہے؟ یا تم کسی کی ذمہ داری پر آئے ہو؟‘‘ انھوں نے کہا، نہیں، تو آپ نے ان سے درگزر فرمایا اور انھیں چھوڑ دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ﴾ ’’اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے، اس کے بعد کہ تمھیں ان پر فتح دے دی اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘ [مسند أحمد : ۸۶/۴، ۸۷، ح : ۱٦٨٠٥۔ مستدرك حاكم : ۴٦٠/۲، ۴٦١، ح : ۳۷١٦]

هُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْهَدْیَ مَعْكُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِیْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ لِیُدْخِلَ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۲۵

’’یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمھیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو بھی، اس حال میں کہ وہ اس سے روکے ہوئے تھے کہ اپنی جگہ تک پہنچیں۔ اور اگر کچھ مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں جنھیں تم نہیں جانتے تھے (اگر یہ نہ ہوتا) کہ تم انھیں روند ڈالو گے تو تم پر لاعلمی میں ان کی وجہ سے عیب لگ جائے گا (تو ان پر حملہ کر دیا جاتا) تا کہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کر لے، اگر وہ (مومن اور کافر) الگ الگ ہو گئے ہوتے تو ہم ضرور ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے کفر کیا تھا، سزا دیتے، دردناک سزا۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش اور دیگر مشرکین عرب کی مذمت بیان کر کے مسلمانوں کو ان سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ فرمایا، یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے باری تعالیٰ کی توحید اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کیا ہے

اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مسجد حرام تک جانے اور عمرہ کرنے سے روک دیا ہے اور قربانی کے ستر (٧٠) اونٹوں کو، جو آپ ﷺ مدینہ سے لے کر گئے تھے، انھیں بھی حدودِ حرم کے اندر جانے سے روک دیا ہے۔ کفار و مشرکین کے یہ جرائم اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان سے جنگ کی جائے، لیکن مانع یہ ہے کہ مکہ میں مشرکین کے درمیان کچھ مومن مرد اور مومن عورتیں ہیں، جن کے قتل کیے جانے کا ڈر ہے۔ اگر وہ مومن مرد اور عورتیں وہاں نہ ہوتیں جن کا مجاہدین کو پتا نہیں اور جن کے بارے میں ڈر ہے کہ جنگ ہونے کی صورت میں کافروں کے ساتھ وہ بھی قتل کر دیے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہو کر جنگ کرنے کی اجازت دے دیتا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نادانی میں مسلمانوں سے گناہ سرزد ہو جائے گا اور کفار کہنے لگیں گے کہ مسلمانوں نے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو قتل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت اس لیے نہیں دی کہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنی رحمت سے نواز دے اور جو مشرکین مکہ اسلام میں داخل ہونا چاہیں انھیں کفر کے بعد ایمان سے اور ضلالت کے بعد ہدایت سے نواز دے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر مکہ میں پائے جانے والے مومن مرد اور عورتیں مشرکین سے الگ ہوتے، تو ہم مجاہدین کو مکہ میں داخل ہو کر کفار سے جنگ کرنے کی اجازت دے دیتے اور کافروں کو ان کے ہاتھوں سے دردناک عذاب دلواتے۔

<u>وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ</u> : مکہ معظمہ میں ابھی تک بہت سے مومن مرد و خواتین قیام پذیر تھے، درج ذیل آیت میں انھی کا ذکر ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙۚ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴾ [النساء : ٧٥] ”اور تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنا۔“

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ ع ٢ ٩ ١١

”جب ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا، اپنے دلوں میں ضد رکھ لی، جو جاہلیت کی ضد تھی تو اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اتار دی اور انھیں تقویٰ کی بات پر قائم رکھا اور وہ اس کے زیادہ حق دار اور اس کے لائق تھے

اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

اگر مکہ میں مومنین نہ ہوتے، یا مشرکین سے الگ تھلگ ہوتے، تو اللہ تعالیٰ مجاہدین کو اہل مکہ سے جنگ کرنے کی اجازت دے دیتا، اس لیے کہ ان کافروں نے مسلمانوں کے خلاف جاہلیت کی حمیت کو اپنے دلوں میں ابھارا، پہلی حمیت تو ان کی یہ تھی کہ صلح نامہ پر ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ“ نہیں لکھنے دیا۔ دوسری حمیت یہ تھی کہ ”محمد رسول اللہ ﷺ“ نہیں لکھنے دیا اور تیسری حمیت یہ تھی کہ ابو جندل کو نہیں چھوڑا، باوجود اس کے کہ وہ صلح نامہ کی تکمیل سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ چکے تھے۔ لیکن ان کی تمام شر پسندیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنوں کے دلوں کو سکون و اطمینان عطا کیا، اسی لیے انھوں نے مشرکین سے جنگ کے بجائے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر صبر کیا اور صلح کی شروط کی پابندی کی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ کلمۂ تقویٰ ”لا الٰه الا الله“ کو اپنا لیں، تاکہ اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بنانے سے باز رہیں۔ مومنوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اس کلمۂ توحید کے زیادہ حق دار تھے اور دین اسلام اور محبتِ رسول کی وجہ سے وہی اس نعمت عظمیٰ کے اہل تھے اور چونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، اس لیے وہ خوب جانتا ہے کہ اس نعمت کا حق دار کون ہے؟

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ : غلط بات پر اپنی قوم یا اپنے قبیلے کی حمایت کرنا جاہلیت کی خصلت ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے، اہل و عیال اور خاندان کے لیے غصہ کرے (حالانکہ وہ حق پر نہ ہوں)، یا عصبیت کی دعوت دے، یا (اپنے ظالم) خاندان کی مدد کرے، تو اگر وہ قتل ہو جائے تو اس کا قتل جاہلیت کا قتل شمار ہوگا۔“ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ”وہ میری امت میں سے نہیں۔“ [مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين ...... الخ : ۱۸۴۸]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی معیت میں جہاد میں شریک تھے، اس وقت آپ کے پاس مہاجرین میں سے بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ (وجہ یہ تھی کہ) ان مہاجرین میں ایک آدمی ہنسی مذاق اور دل لگی بہت کرتا تھا، اس نے ایک انصاری کے کولہے پر ہاتھ مار دیا، جس پر انصاری بہت طیش میں آ گیا، حتیٰ کہ اس نے (انصار کو اپنی مدد کے لیے) پکارا۔ انصاری نے کہا، اے انصار! دوڑو! ادھر مہاجر نے پکارا، اے مہاجرو! دوڑو! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ باہر نکل آئے اور فرمایا: ”یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟“ پھر آپ نے پوچھا: ”قصہ کیا ہے؟“ لوگوں نے بتایا کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے کولہے پر ہاتھ مارا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”ایسی پکار کو چھوڑ دو، یہ پکار خبیث پکار ہے۔“ [بخاری، كتاب المناقب، باب ما ينهى من دعوى الجاهلية : ۳۵۱۸۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب نصر الأخ ظالمًا أو مظلومًا : ۲۵۸۴/۶۳]

سیدنا حارث اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمھیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں، جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے، (امیر کا حکم) سننا اور (اس کی) اطاعت کرنا، جہاد کرنا، ہجرت کرنا، جماعت (سے چمٹے رہنا)، اس لیے کہ جو جماعت سے بالشت برابر بھی علیحدہ ہوا، اس نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے نکال دیا، سوائے اس کے کہ وہ (توبہ کرے اور) پھر سے (جماعت کی طرف) لوٹ آئے اور جس نے جاہلیت کی پکار پکاری تو وہ جہنم کی آگ میں ہے۔'' ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر چہ وہ نماز پڑھے اور روزے بھی رکھے؟ آپ نے فرمایا: ''اگر چہ وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے۔ لہٰذا تم پکارو اس اللہ تعالیٰ کی پکار کے ساتھ، جس نے تمھارا نام مسلمین، مومنین اور اللہ کے بندے رکھا ہے۔'' [ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی مثل الصلوة والصیام والصدقة : ۲۸٦۳۔ ابن حبان : ٦۲۳۳۔ مسند أحمد : ۱۳۰/٤، ح : ۱۷۱۷٥]

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى : سیدنا مسور اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (صلح) حدیبیہ کے زمانے میں (عمرہ کرنے کے لیے) روانہ ہوئے۔ ابھی آپ راستے ہی میں تھے کہ آپ نے فرمایا: ''خالد بن ولید قریش کے ہراول دستے کے سواروں میں مقام غمیم میں مقیم ہیں، لہٰذا تم دائیں جانب کا راستہ اختیار کرو۔'' (سو اس حکمت عملی کے باعث) اللہ کی قسم! خالد کو مسلمانوں کے لشکر کی خبر ہی نہیں ہوئی، تا آنکہ انھوں نے اسلامی لشکر کے گرد و غبار کو دیکھا، تو تب خالد قریش کو خبر دار کرنے کے لیے فوراً گھوڑا دوڑاتے ہوئے روانہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے، یہاں تک کہ جب آپ اس گھاٹی پر پہنچے، جہاں سے مکہ میں اترتے ہیں تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے (اسے اٹھانے کے لیے) حل حل کہا، لیکن وہ نہ اٹھی، تو لوگ کہنے لگے قصواء اڑ گئی، قصواء اڑ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قصواء خود نہیں اڑی، بلکہ جس ہستی نے اصحاب فیل کو روکا تھا اسی نے قصواء کو بھی روک دیا ہے۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مکہ والے اللہ کی حرمات کی تعظیم کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مجھ سے جس چیز کا بھی مطالبہ کریں گے میں اسے منظور کرلوں گا۔'' بعد ازاں آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ کھڑی ہوگئی۔ آپ نے مکہ والوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور حدیبیہ کے پرلے کنارے پر ایک (کنویں یا) گڑھے کے پاس پڑاؤ کیا، جس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا اور لوگ تھوڑا تھوڑا پانی اس میں سے لے رہے تھے، یہاں تک کہ انھوں نے (اس کا) سارا پانی نکال لیا۔ تب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی تو آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور فرمایا: ''اس کو اس گڑھے میں گاڑ دو۔'' (لوگوں نے اسے گڑھے میں گاڑ دیا) تو اللہ کی قسم! گڑھے میں پانی بڑے زور کے ساتھ جوش مارنے لگا اور پھر سب لوگوں کے سیراب ہونے تک پانی کے جوش کا وہی عالم رہا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ بدیل بن ورقا خزاعی اپنی قوم خزاعہ کے چند آدمیوں کے ساتھ وہاں آیا۔ وہ اہل تہامہ میں سے آپ کا خیر خواہ اور محرم راز تھا، کہنے لگا کہ میں نے کعب بن لؤی اور عامر بن لؤی کو پیچھے چھوڑا ہے۔ وہ حدیبیہ کے کثیر پانی والے

چشموں پر اترے ہیں۔ ان کے ساتھ بچے والی اونٹنیاں ہیں۔ وہ آپ سے لڑنا اور آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنا چاہتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے، ہم تو عمرے کی نیت سے آئے ہیں۔ ویسے قریش کے لوگ لڑتے لڑتے تھک گئے ہیں اور ان کو نقصان بھی بہت پہنچ چکا ہے، سو اگر وہ چاہیں تو میں ایک مقررہ مدت تک ان سے صلح کا معاہدہ کر لوں گا کہ وہ میرے اور دوسروں کے معاملہ میں دخل نہ دیں، اگر میں غالب ہو گیا تو وہ اگر چاہیں تو اس دین کو اختیار کر لیں جیسے اور لوگوں نے اختیار کیا ہے، ورنہ آرام سے بیٹھے رہیں۔ اگر وہ بات نہ مانیں گے تو اس اللہ کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس دین پر ان سے لڑوں گا۔ یہاں تک کہ میری گردن اڑا دی جائے اور اللہ اپنے دین کو ضرور پورا کر کے رہے گا۔'' یہ سن کر بدیل نے کہا، میں ان لوگوں کو آپ کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ بدیل قریش کے کافروں کے پاس گیا اور ان سے کہا، دیکھیے! میں اس شخص کے پاس سے آیا ہوں، انھوں نے مجھ سے ایک بات کہی ہے، اگر تم کہو تو تم سے کہہ دوں۔ ان کے جاہل اور بے وقوف لوگ کہنے لگے کہ ہمیں ان کی بات سننے کی کوئی ضرورت نہیں، تاہم ان میں کے عقل مند کہنے لگے، اچھا بتاؤ جو تم سن کر آئے ہو۔ چنانچہ بدیل نے وہ بات، جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی تھی، ان سے بیان کر دی۔ اتنے میں عروہ بن مسعود ثقفی کھڑا ہوا اور کہنے لگا، میری قوم کے لوگو! کیا تم مجھ پر باپ کی طرح شفقت نہیں کرتے ہو؟ انھوں نے کہا، کیوں نہیں۔ عروہ نے کہا، کیا میں بیٹے کی طرح تمھارا خیر خواہ نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا، کیوں نہیں۔ عروہ نے کہا، کیا تم مجھ پر کسی قسم کی تہمت لگاتے ہو؟ انھوں نے کہا، ہرگز نہیں۔ عروہ نے کہا، تم کو معلوم نہیں کہ میں نے عکاظ والوں کو تمھاری مدد کے لیے کہا تھا، تاہم جب وہ یہ نہیں کر سکے تو میں اپنے اہل و عیال کو اور جن دیگر لوگوں نے میرا کہنا مانا تھا ان کو لے کر تمھارے پاس آ گیا تھا۔ انھوں نے کہا، کیوں نہیں (ایسے ہی ہے)۔ عروہ نے کہا، تو سنو کہ انھوں (یعنی رسول اللہ ﷺ) نے ایک ایسی بات کہی ہے جس میں تمھاری بہتری ہے، لہٰذا تم اسے قبول کر لو اور مجھے ان کے پاس جانے دو۔ قریش نے کہا، اچھا جاؤ۔ چنانچہ عروہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے باتیں کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے بھی وہی بات کی جو بدیل سے کی تھی۔ عروہ نے کہا، اے محمد! بتاؤ اگر تم نے اپنی قوم کو تباہ کر دیا (تو تب کیا تم خوش ہو گے؟) کیا تم نے اپنے سے پہلے کسی شخص کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو تباہ کیا ہو اور اگر کہیں دوسری بات ہوئی (یعنی تم شکست کھا گئے) تو میں تمھارے ساتھیوں کے چہروں کو دیکھتا ہوں (تو مجھے لگتا ہے کہ) یہ لوگ تمھیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سنی تو کہنے لگے، (جا جا کر) لات کی شرم گاہ چوس، کیا ہم ان کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور انھیں اکیلا چھوڑ دیں گے؟ عروہ نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا، ابو بکر ہیں۔ عروہ نے (ابو بکر رضی اللہ عنہ سے) کہا، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تمھارا مجھ پر احسان نہ ہوتا، جس کا بدلہ میں نے نہیں دیا ہے تو میں تم کو جواب دیتا۔ عروہ پھر رسول اللہ ﷺ سے باتیں کرنے لگا۔ وہ جب آپ سے بات کرتا تو آپ کی داڑھی پکڑ لیتا۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

تلوار لیے ہوئے، سر پر خود پہنے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے تھے، جب عروہ اپنا ہاتھ نبی ﷺ کی داڑھی کی طرف بڑھاتا تو مغیرہ رضی اللہ عنہ تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے، رسول اللہ ﷺ کی داڑھی سے اپنا ہاتھ علیحدہ رکھو۔ عروہ نے سر اٹھا کر دیکھا اور پوچھا، یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا، یہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ نے کہا، اے دغا باز! کیا میں نے تجھے تیری دغا بازی کی سزا سے نہیں بچایا؟ دراصل مغیرہ رضی اللہ عنہ جاہلیت کے زمانہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ رہتے تھے۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیا تھا اور بعد ازاں رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھارا اسلام لانا تو قبول کرتا ہوں، لیکن جو مال تم نے لوٹا ہے اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔'' پھر عروہ نبی ﷺ کے صحابہ کو بڑے غور سے دیکھنے لگا، عروہ کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم! نبی ﷺ جب کبھی تھوکتے تو وہ آپ کے اصحاب میں سے کسی کے ہاتھ پر گرتا اور وہ اسے اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا تھا۔ جب آپ کوئی حکم دیتے تو وہ آپ کے حکم کی تعمیل میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ جب آپ وضو کرتے تو آپ کے وضو کا پانی لینے کی خاطر قریب ہوتا کہ صحابہ لڑ پڑتے۔ جب صحابہ آپ کے پاس بات کرتے تو اپنی آوازیں پست کر لیتے اور ادب کی وجہ سے آپ کو نظر جما کر نہیں دیکھتے تھے۔ بہرحال عروہ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ گیا اور کہنے لگا، اے میری قوم، اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے پاس بھی گیا ہوں، میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں، لیکن اللہ کی قسم! میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کی لوگ ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسی محمد (ﷺ) کی تعظیم ان کے ساتھی کرتے ہیں۔ اگر وہ تھوکتے ہیں تو وہ تھوک کسی نہ کسی کے ہاتھ ہی میں گرتا ہے اور وہ اسے اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ ان کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ حکم کی تعمیل میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی کے لیے قریب ہوتا ہے کہ لڑ پڑیں۔ جب وہ لوگ ان کی موجودگی میں بات چیت کرتے ہیں تو اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور ادب و تعظیم کی وجہ سے ان کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔ انھوں نے جو بات کہی ہے وہ تمھارے فائدے کی ہے، بہتر ہے تم اس کو مان لو۔ بنو کنانہ کا ایک شخص بولا، مجھے ان کے پاس جانے دو۔ لوگوں نے کہا، چلے جاؤ۔ جب وہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ جو شخص آ رہا ہے یہ ان لوگوں میں سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی بہت تعظیم کرتے ہیں، لہٰذا تم ایسا کرو کہ قربانی کے جانور اس کے سامنے کر دو۔'' الغرض، قربانی کے جانور اس کے سامنے لائے گئے، صحابہ نے تلبیہ کہتے ہوئے اس کا استقبال کیا تو وہ پکار اٹھا، سبحان اللہ! ان لوگوں کو کعبہ سے روکنا قطعاً مناسب نہیں۔ یہ کہہ کر وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ گیا اور کہنے لگا، میں نے وہاں قربانی کے جانور دیکھے ہیں، جنھیں قلادہ پہنایا گیا ہے اور ان کا شعار کیا ہوا ہے، میں تو انھیں بیت اللہ کی زیارت سے روکنا مناسب نہیں سمجھتا۔ پھر ان میں سے ایک شخص مکرز بن حفص کھڑا ہوا اور کہنے لگا، تم لوگ یوں کرو کہ مجھے جانے دو۔ لوگوں نے کہا، تم بھی چلے جاؤ، سو جب وہ آیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ مکرز ہے یہ بڑا فاجر شخص ہے۔'' وہ آیا اور آپ سے باتیں کرنے

لگا۔ اس کی گفتگو کے دوران سہیل بن عمرو نامی ایک اور شخص قریش کی طرف سے آ پہنچا۔ جب سہیل بن عمرو آیا تو آپ نے فرمایا: ''اب تمھارا کام آسان ہو گیا۔'' سہیل نے کہا، اچھا لائیے! ہمارے اور تمھارے درمیان ایک صلح نامہ لکھ لیا جائے۔ آپ نے کاتب یعنی علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھو۔'' سہیل کہنے لگا، میں نہیں جانتا کہ ''رحمٰن'' کون ہے؟ آپ ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ'' لکھوائیے، جیسا کہ آپ پہلے لکھوایا کرتے تھے۔ مسلمان کہنے لگے، ہم تو اللہ کی قسم ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' ہی لکھوائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ ہی لکھ دو۔'' پھر آپ نے ان سے کہا: ''لکھو، یہ وہ صلح نامہ ہے جسے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لکھوایا ہے۔'' سہیل نے کہا، اللہ کی قسم! اگر ہم مانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کو کبھی بیت اللہ کی زیارت سے نہ روکتے اور نہ آپ سے لڑتے، آپ ''محمد بن عبد اللہ'' لکھوائیے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں، اگرچہ تم مجھے جھٹلاتے ہو۔ (علی!) محمد بن عبد اللہ ہی لکھ دو۔'' آپ نے جھگڑا نہ کیا، وہ اس وجہ سے کہ آپ پہلے ہی فرما چکے تھے: ''اگر قریش مجھ سے کوئی ایسی بات چاہیں گے، جس میں اللہ کے ادب والی چیزوں کی تعظیم ہو گی تو میں اسے قبول کر لوں گا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''لکھو، اس بات پر صلح کی جاتی ہے کہ تم لوگ ہمیں بیت اللہ جانے دو گے اور ہم وہاں طواف کریں گے۔'' سہیل نے کہا، اگر ہم تم کو ابھی جانے دیں تو سارے عرب میں مشہور ہو جائے گا کہ ہم مغلوب ہو گئے، اس لیے یہ بات آئندہ سال ہو گی۔ کاتب نے لکھ دیا، سہیل نے کہا، یہ شرط بھی لکھو کہ اگر ہم میں سے کوئی مرد جو اگرچہ تمھارے دین پر ہو، تمھارے پاس آئے گا تو تم اسے ہمارے حوالے کر دو گے (اور اگر کوئی مرد، مسلمانوں میں سے ہمارے پاس آئے گا تو ہم اسے واپس نہیں کریں گے) مسلمانوں نے کہا، سبحان اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان ہو کر آئے اور ہم اسے مشرکوں کے حوالے کر دیں؟ لوگ یہی باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہ پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آئے۔ وہ مکہ کے نشیب کی طرف سے نکل بھاگے تھے۔ انھوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ سہیل نے کہا، اے محمد! یہ پہلا شخص ہے جسے شرط کے مطابق واپس کرنا ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابھی تو صلح نامہ پورا لکھا بھی نہیں گیا۔'' سہیل نے کہا، تو پھر میں آپ سے کسی بھی شرط پر صلح نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابو جندل کو میری خاطر مستثنیٰ کر دو۔'' سہیل نے کہا، میں آپ کی خاطر (ابو جندل کو) کبھی مستثنیٰ نہیں کروں گا۔ آپ نے فرمایا: ''انھیں چھوڑ دو۔'' سہیل نے کہا، نہیں میں ایسا نہیں کروں گا۔ مکرز نے کہا، اچھا ہم آپ کے لیے اسے اجازت دیتے ہیں (لیکن اس کی ایک نہ چلی)۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ کہنے لگے، مسلمانو! میں مسلمان ہو کر آیا ہوں اور مجھے کافروں کے حوالے کیا جا رہا ہے؟ کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ مجھ پر کیا کیا سختیاں ہوئی ہیں؟ اور یہ حقیقت ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں سخت تکلیفیں پہنچائی گئی تھیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، یہ حال دیکھ کر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، میں نے عرض کی، کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں!'' میں نے کہا، کیا ہم حق پر اور

ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! (ایسے ہی ہے)۔'' میں نے کہا، تو پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں کیوں اپنے آپ کو ذلیل کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے خطاب کے بیٹے! میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا، وہ میرا مددگار ہے (اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا)۔'' میں نے کہا، کیا آپ نے نہیں فرمایا کہ ہم کعبہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! (میں نے یہ فرمایا تھا) لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ یہ اسی سال ہوگا؟'' میں نے عرض کی کہ نہیں (یہ تو آپ نے نہیں فرمایا تھا)۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم بیت اللہ تک ضرور پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے۔'' عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پوچھا، کیا یہ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا، بے شک۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا، کیوں نہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر ہم دین کے معاملے میں اپنے آپ کو ذلیل کیوں کریں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، جناب! بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں، وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کر سکتے، اللہ ان کا مددگار ہے، وہ جو حکم دیں اس کی تعمیل کرو، کیونکہ اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا آپ ﷺ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم کعبہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، بے شک! لیکن کیا آپ ﷺ نے تم سے یہ کہا تھا کہ تم اسی سال وہاں جاؤ گے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں، یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر ایک دن تم ضرور کعبہ پہنچو گے اور طواف کرو گے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، یہ جو گفتگو میں نے کی تھی، اس کے کفارہ کے لیے میں نے کئی نیک عمل کیے۔ جب صلح نامہ پورا لکھا جا چکا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ''اٹھو اور اپنے اونٹوں کو نحر کرو اور سر منڈوا دو۔'' راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ان میں سے کوئی ایک بھی نہ اٹھا، حتیٰ کہ آپ ﷺ نے تین بار یہی حکم دیا، جب کوئی نہ اٹھا تو آپ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے لوگوں کے معاملے کی شکایت کی۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ چاہتے ہیں کہ لوگ ایسا ہی کریں؟ تو آپ باہر جائیے اور کسی سے کچھ کہے بغیر اپنے اونٹ نحر کر دیجیے اور حجام کو بلا کر حجامت بنوایئے۔ چنانچہ آپ باہر گئے اور کسی سے بات کیے بغیر آپ نے اپنے اونٹوں کو نحر کیا اور حجام کو بلا کر سر منڈایا۔ جب لوگوں نے آپ کو ایسا کرتے دیکھا تو سب اٹھے اور انھوں نے اونٹوں کو نحر کیا اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ قریب تھا کہ ہجوم کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کر دیں۔ [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد ...... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾

"بلا شبہ یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو خواب میں حق کے ساتھ سچی خبر دی کہ تم مسجد حرام میں ضرور بالضرور داخل ہو گے، اگر اللہ نے چاہا، امن کی حالت میں، اپنے سر منڈاتے ہوئے اور کتراتے ہوئے، ڈرتے نہیں ہو گے، تو اس نے جانا جو تم نے نہیں جانا تو اس نے اس سے پہلے ایک قریب فتح رکھ دی۔"

نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ میں داخل ہوں گے اور خانہ کعبہ کا طواف کریں گے، چنانچہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کرنے کا اعلان کر دیا اور راستہ میں انھیں اپنے خواب کی اطلاع دی تو تمام صحابہ بہت خوش ہوئے، لیکن جب مکہ میں داخل نہیں ہوئے اور صلح کی تلخ شرطیں قبول کر کے مدینہ واپس ہونے لگے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ نے جو خواب دیکھا تھا، اس کی تعبیر کیا ہے؟ تو انھی حالات میں حدیبیہ سے واپس آتے ہوئے یہ پوری سورت نازل ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی، جس میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ اپنے رسول کا خواب یقیناً سچ کر دکھلائے گا، ان کا خواب برحق ہے۔ مسلمانو! تم لوگ اگر اللہ چاہے گا تو ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے، درآں حالیکہ تم ہر خوف و خطر سے دور ہو گے اور عمرہ کر کے اپنے سر کے بال یا تو منڈواؤ گے یا کٹواؤ گے، تمھیں کسی قسم کا ڈر لاحق نہیں ہو گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ وہ کچھ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے، یعنی مکہ میں مسلمان مردوں اور عورتوں کا پایا جانا اور جنگ ہونے کی صورت میں ان کے قتل کیے جانے کا خطرہ۔ اسی لیے اس نے اس سال تمھیں مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا ہے اور خواب کے مطابق مکہ میں داخل ہونے سے پہلے صلح حدیبیہ کے لیے حالات ساز گار کیے، جو درحقیقت نتائج کے اعتبار سے مسلمانوں کے لیے عظیم فتح کے مترادف ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ : سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، ہم اپنے دین کے معاملہ میں کیوں اپنے آپ کو ذلیل کریں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں اللہ کا رسول ہوں، میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور وہ میرا مددگار ہے۔" عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، آپ نے فرمایا تھا کہ ہم کعبہ پہنچیں گے اور طواف کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیوں نہیں، لیکن کیا میں نے تم کو یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال کعبہ جائیں گے؟" عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، (نہیں آپ نے یہ تو) نہیں (فرمایا تھا)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم (ایک دن) ضرور کعبہ پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے۔" [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد و المصالحة ...... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو مدینہ کی آب و ہوا شروع میں کچھ ناموافق پڑی تھی اور وہ بخار کی وجہ سے کچھ لاغر ہو گئے تھے۔ جب آپ ﷺ مکہ پہنچے تو مشرکین مکہ نے کہا، یہ لوگ جو آ رہے ہیں انھیں مدینہ کے بخار نے کمزور اور لاغر کر دیا ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس کلام کی خبر رسول اللہ ﷺ کو کر دی)

چنانچہ مشرکین حطیم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حجر اسود سے رکن یمانی تک پہلے تین پھیروں میں رمل کریں (یعنی دلکی چال چلیں) اور رکن یمانی سے حجر اسود تک، جہاں جانے کے بعد مشرکین کی نگاہیں نہیں پڑتی تھیں، وہاں ہلکی چال چلیں، تاکہ مشرکوں کو ان کی قوت و طاقت کا علم ہو۔ آپ ﷺ نے تمام چکروں میں رمل کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ کہیں یہ حکم (امت پر) دشوار نہ ہو جائے۔ سو مشرکوں نے کہا کہ تم نے تو کہا تھا کہ انھیں بخار نے ناتواں و کمزور کر دیا ہے، جبکہ یہ تو اتنے طاقت ور وصحت مند ہیں کہ کیا کہنے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب عمرة القضاء : ٤٢٥٦ ـ مسلم، كتاب الحج، باب استحباب استلام الركنين اليمانيين ...... الخ : ١٢٦٦]

مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! بال کتروانے والوں کے لیے بھی (دعا کیجیے)؟ آپ نے پھر دعا کی: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم کر۔'' صحابہ نے پھر عرض کی، اور بال کتروانے والوں کے لیے بھی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور بال کتروانے والوں پر بھی (اے اللہ! رحم فرما)۔'' [بخاري، كتاب الحج، باب الحلق والتقصير عند الإحلال : ١٧٢٧ ـ مسلم، كتاب الحج، باب تفضيل الحلق على التقصير و جواز التقصير : ٣١٨/ ١٣٠١]

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ ٢٨

''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے اور اللہ گواہ کے طور پر کافی ہے۔''

نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کو بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت و گمراہی کے درمیان فرق کرنے کے لیے علم نافع اور دین اسلام دے کر بھیجا ہے، جو دین برحق ہے۔ اس کا وعدہ ہے کہ وہ اس دین کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب اور بلند کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دین اسلام پوری دنیا میں چھا گیا اور دیگر باطل ادیان کمزور ہوتے چلے گئے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات اور دن ختم نہیں ہوں گے، جب تک لات اور عزیٰ کی پرستش نہ کی جائے۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں تو سمجھتی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ [التوبة : ٣٣ ـ الصف : ٩] ''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے خواہ مشرک لوگ برا جانیں۔'' کہ یہ وعدہ پورا ہونے والا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ایسا ہی ہو گا، جب تک کہ اللہ کو منظور ہے، تاہم بعد ازاں اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہوا بھیجے گا۔ جس کی وجہ سے ہر وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی

ایمان ہوگا، فوت ہو جائے گا اور صرف وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی اور پھر وہ لوگ اپنے باپ دادا کے دین پر لوٹ جائیں گے۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى تعبد دوس ذالخلصة : ۲۹۰۷]

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ تَرٰىهُمۡ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضۡوَانًا ۫ سِیۡمَاهُمۡ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ ۚۖۛ وَ مَثَلُهُمۡ فِی الۡاِنۡجِیۡلِ ۚ۟ۛ كَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِهٖ یُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیۡظَ بِهِمُ الۡكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡهُمۡ مَّغۡفِرَةً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۲۹﴾ ع

''محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے لیے یہ گواہی دینا گویا آپ کے لیے ہر وصف جمیل کی گواہی ہے، اس لیے کہ اللہ کے رسول تمام اخلاقِ کریمہ اور صفات حمیدہ سے متصف ہوتے ہیں۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ وہ کافروں پر سخت اور آپس میں ایک دوسرے کے لیے نہایت رحم دل ہوتے ہیں۔ یہ مخلوق کے ساتھ ان کا معاملہ ہے اور خالق کے ساتھ ان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے رب کی جنت اور اس کی خوشنودی کے لیے کثرت سے نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ کے ان نیک بندوں کی نشانی کثرتِ سجود اور کثرت تہجد و نوافل کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر پائی جاتی ہے اور صحابہ کرام کی یہ نشانی انجیل اور تورات میں بھی پائی جاتی ہے۔ صحابہ کی مثال اس پودے کی سی ہے جو زمین سے اپنی کونپل نکالتا ہے، پھر وہ بڑھ کر درخت بن جاتا ہے، پھر درخت موٹا ہوتا جاتا ہے، پھر وہ اپنے تنے پر کھڑا ہو جاتا ہے، جسے دیکھ کر کاشتکار خوش ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ذریعے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت بیان کی ہے کہ ابتدا میں ان کی تعداد تھوڑی تھی اور پھر ان کی تعداد بڑھتی گئی اور وہ پودے کی مانند قوی سے قوی تر ہوتے گئے اور ایسا اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان کی

کثرت وقوت کے ذریعے سے کافروں کے غیظ وغضب میں اضافہ کرے۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے نیک بندوں سے، جنھیں اصحاب رسول کہا جاتا ہے اور جن کے لیے اللہ نے ایمان اور عمل صالح کی گواہی دی ہے، وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انھیں اجر عظیم یعنی جنت عطا فرمائے گا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ : سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے پانچ نام ہیں، میں ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)'' بھی ہوں، میرا نام ''احمد'' بھی ہے، میرا نام ''ماحی'' بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے سے کفر کو ملیامیٹ کریں گے، میں ''حاشر'' بھی ہوں کہ (قیامت کے دن) تمام انسانوں کا حشر میرے بعد ہوگا اور میں ''عاقب'' ہوں کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب ما جاء فی أسماء رسول الله ﷺ ...... الخ : ۳۵۳۲۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسمائه ﷺ : ۲۳۵۴]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں محمد اور احمد بھی ہوں اور میں مقفی (یعنی عاقب) بھی ہوں، میں حاشر بھی ہوں، میں نبیٔ توبہ بھی ہوں اور میں نبیٔ رحمت بھی ہوں۔'' [مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسمائه ﷺ : ۲۳۵۵]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمھیں تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح مجھے قریش کی گالیوں اور ان کے لعن طعن سے محفوظ رکھا ہے؟ وہ تو کسی مذمم (مذمت کیے ہوئے) کو گالیاں دیتے ہیں اور کسی مذمم ہی کو لعن طعن کرتے ہیں، جبکہ میں تو محمد (تعریف کیا گیا) ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب ما جاء فی أسماء رسول الله ﷺ ...... الخ : ۳۵۳۳]

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ١ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [المائدۃ : ۵۴] ''تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت۔''

یہ مومنوں کی صفت ہے کہ وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور درشت ہوتے ہیں اور اخیار کے مقابلے میں رحم دل اور نیکوکار، کافر کے لیے نہایت غضب ناک اور ترش، جبکہ اپنے مومن بھائیوں کے لیے نہایت ہنس مکھ، ہشاش بشاش، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ﴾ [التوبۃ : ۱۲۳] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں سے لڑو جو کافروں میں سے تمھارے قریب ہیں اور لازم ہے کہ وہ تم میں کچھ سختی پائیں۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین خصلتیں ایسی ہیں، جس شخص میں وہ ہوں گی، وہ

ان کی بدولت ایمان کی لذت اور مٹھاس محسوس کرے گا: ① یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ساری کائنات سے زیادہ محبوب بن جائیں۔ ② اور یہ کہ وہ کسی آدمی سے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھے۔ ③ اور یہ کہ وہ دوبارہ کفر میں لوٹنے کو، جب کہ اللہ نے اسے اس سے بچا لیا، اس طرح برا سمجھے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو وہ برا سمجھتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب حلاوۃ الإیمان : ١٦۔ مسلم، کتاب الإیمان، بیان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الإیمان : ٤٣]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں فرمایا: ''ان سے محبت مومن ہی کرے گا اور ان سے بغض منافق ہی رکھے گا، جو ان (انصار) سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا، اللہ تعالیٰ بھی اس سے بغض رکھے گا۔'' [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب حب الأنصار من الإیمان : ٣٧٨٣ ۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن حب الأنصار و علیّ رضی الله عنهم من الإیمان ...... الخ : ٧٥]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن (میدان احد میں مجاہدین کے سامنے) تلوار ہاتھ میں لی اور فرمایا: ''کون ہے جو مجھ سے یہ تلوار لے۔'' تو ان میں سے ہر ایک نے اپنا اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور کہنے لگے، میں، میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کون اسے اس کے حق کے ساتھ لے گا؟'' یہ سنتے ہی لوگ پیچھے ہٹے، تو سیدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ آپ سے عرض کرنے لگے، میں اسے اس کے حق کے ساتھ لوں گا۔ چنانچہ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے تلوار لے لی اور اس کے ساتھ مشرکوں کی کھوپڑیوں کے پرخچے اڑا دیے۔ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبی دجانة سماك بن خرشة رضی الله تعالٰی عنه : ٢٤٧٠]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت و محبت کا معاملہ کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ لطف و نرم خوئی میں ایک جسم کی مانند پاؤ گے کہ جب جسم کا کوئی ایک حصہ تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے، اس طرح کہ نیند اڑ جاتی ہے اور جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم : ٦٠١١ ۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنین و تعاطفهم ...... الخ : ٢٥٨٦]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن مومن کے لیے ایک دیوار کی طرح ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا ہے اور مضبوط کرتا ہے۔'' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ملا کر دکھائیں۔ [بخاری، کتاب المظالم، باب نصر المظلوم : ٢٤٤٦ ۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنین ...... الخ : ٢٥٨٥]

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب

اللہ تعالیٰ دوزخیوں میں سے کچھ لوگوں پر رحم کرنا چاہے گا تو وہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا، اسے نکال لو، تو فرشتے ایسے لوگوں کو نکال لیں گے اور وہ انھیں سجدوں کے نشانات سے پہچانیں گے، کیونکہ سجدوں کے نشانات مٹانا اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر حرام کر دیا ہے۔'' [بخاري، كتاب الأذان، باب فضل السجود : ۸۰۶۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية : ۱۸۲]

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اور بھی بہت سے فضائل مذکور ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة : ۱۰۰] ''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [الحديد : ۱۰] ''تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾ [الأحزاب : ۲۲، ۲۳] ''اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا تو انھوں نے کہا یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا، اور اس چیز نے ان کو ایمان اور فرماں برداری ہی میں زیادہ کیا۔ مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے وہ بات سچ کہی جس پر انھوں نے اللہ سے عہد کیا، پھر ان میں سے کوئی تو وہ ہے جو اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وہ ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انھوں نے نہیں بدلا، کچھ بھی بدلنا۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا کہ لوگ گروہ در گروہ جہاد کریں گے، وہ (آپس میں) کہیں گے، تم میں کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے؟ وہ کہیں گے، ہاں ہے۔ پھر (اس کی برکت سے اللہ کی طرف سے) انھیں فتح دی جائے گی۔ پھر ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا کہ لوگ گروہ در گروہ جہاد کریں گے اور وہ (آپس میں) کہیں گے، تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو کسی صحابی کی صحبت میں رہا ہو؟ وہ کہیں گے، ہاں

ہے۔ پھر انھیں (اس کی برکت سے) فتح دی جائے گی۔ پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ گروہ در گروہ جہاد کریں گے اور وہ (آپس میں) کہیں گے، تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو ایسے آدمی کی صحبت میں رہا ہو جو کسی صحابی کی مجلس میں رہا ہو (یعنی تبع تابعی ہو)؟ وہ کہیں گے، ہاں ہے، چنانچہ انھیں فتح دی جائے گی۔'' [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب فضائل أصحاب النبی ﷺ ...... الخ : ۳٦٤٩۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ...... الخ : ۲٥۳۲]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے زمانے کے لوگ سب سے اچھے ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے اور پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب فضائل أصحاب النبی ﷺ ...... الخ : ۳٦٥۱۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ...... الخ : ۲٥۳۳]

سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مغرب کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی اور پھر ہم نے سوچا کہ اگر ہم یہیں بیٹھے رہیں یہاں تک کہ عشاء کی نماز (بھی) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھیں (تو بہتر ہوگا)، چنانچہ ہم بیٹھے رہے۔ (اسی اثنا میں) آپ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے پوچھا: ''تم یہیں بیٹھے رہے ہو؟'' ہم نے عرض کی، جی ہاں، اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی پھر ہم نے سوچا ہم یہیں بیٹھے رہتے ہیں، تاکہ عشاء کی نماز بھی آپ کے ساتھ پڑھیں۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے اچھا کیا اور ٹھیک کہا۔'' پھر آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور اکثر آپ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور فرمایا: ''تارے آسمان کے لیے امان (کا سبب) ہیں، جب تارے بکھر جائیں گے تو آسمان پر وہ چیز آ جائے گی جس کا وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت) اور میں اپنے صحابہ کے لیے امان (کا سبب) ہوں، جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر وہ چیز آ جائے گی جس کا وعدہ ان سے کیا گیا ہے (یعنی فتنہ وفساد اور لڑائیاں) اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امان (کا سبب) ہیں۔ جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ چیز آ جائے گی جس کا وعدہ ان سے کیا گیا ہے۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب بیان أن بقاء النبی ﷺ أمان لأصحابة ...... الخ : ۲٥۳۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے صحابہ کو برا نہ کہو، میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے تین پاؤ یا اس سے نصف (خرچ کیے ہوئے) اناج کے اجر کو بھی نہیں پا سکتا۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب تحریم سب الصحابة رضی الله عنهم : ۲٥٤۰]

سورة الحجرات مدنية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ①

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دین کے معاملہ میں اپنے طور پر فیصلہ کرنے اور اپنی سمجھ اور رائے کو ترجیح دینے سے منع کر دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ دین کے ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کی بات مانی جائے۔ دین میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی جہنم میں لے جانے کا سبب ہے، جو کسی بھی مسلمان کے لائق نہیں ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومنو! اپنے تمام معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہو، ان معاملات میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ کوئی کام کیا جائے، نہ کوئی بات کہی جائے اور نہ ان کے فیصلے سے پہلے کوئی فیصلہ کیا جائے۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو تمیم کے کچھ سوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، (اے اللہ کے رسول!) بنی تمیم کا سردار قعقاع بن معبد کو بنا دیجیے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، (نہیں بلکہ) آپ اقرع بن حابس کو ان کا سردار بنا دیجیے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، تمھارا کوئی مقصد نہیں سوائے اس کے کہ مجھ سے اختلاف کرو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں میرا مقصد اختلاف کرنا نہیں ہے۔ غرض یہ کہ دونوں میں تکرار ہونے لگی اور دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿إن الذين ينادونك من ورآء الحجرات ...... الخ﴾ : ٤٨٤٧]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی آوازیں نبی کی آواز کے اوپر بلند نہ کرو اور نہ بات کرنے میں اس کے لیے آواز اونچی کرو، تمھارے بعض کے بعض کے لیے آواز اونچی کرنے کی طرح، ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔‘‘

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ جب وہ رسول کریم ﷺ کی مجلس میں ہوں تو اتنی اونچی آواز سے نہ بولیں کہ ان کی آواز آپ ﷺ کی آواز سے بلند ہو جائے اور آپ ﷺ کو اس طرح نہ پکاریں جس طرح وہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ بلکہ نہایت مؤدبانہ طور پر دھیمی آواز میں اس طرح پکاریں جس طرح نہایت معظم و محترم اور صاحب حیثیت انسان کو پکارا جاتا ہے، اس لیے کہ آپ کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی بھی اللہ کے نزدیک گناہِ عظیم ہے اور ایسا کرنے والے کے سارے نیک اعمال غیر شعوری طور پر ضائع ہو سکتے ہیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو (اپنی مجلس میں) موجود نہ پایا، اس پر ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! میں اس کی بابت آپ کو بتاؤں گا۔ چنانچہ وہ ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر گئے تو دیکھا کہ وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ پوچھا، کیا حال ہے؟ جواب ملا، برا حال ہے، میں تو اپنی آواز کو رسول اللہ ﷺ کی آواز پر بلند کرتا تھا، سو میرے تو اعمال برباد ہو گئے اور میں جہنمی ہو گیا۔ یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور سارا واقعہ آپ کو کہہ سنایا۔ تو بعد ازاں وہ ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ ان کے پاس گئے، وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہو۔‘‘ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي﴾ : ٤٨٤٦]

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آوازیں بلند کرنے کی بنا پر دو نیک ترین آدمی تباہ ہونے کو تھے یعنی سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما، اس وقت جب بنی تمیم کا ایک وفد ۹ ہجری میں آپ کے پاس آیا (اور انھوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ان کا کوئی سردار مقرر کر دیں تو) ان دونوں میں سے ایک نے تو اقرع بن حابس (کی سرداری) کا مشورہ دیا جو بنی مجاشع (بنو تمیم کی ایک شاخ) میں سے تھا اور دوسرے نے کسی دوسرے (قعقاع بن معبد) کے متعلق مشورہ دیا۔ نافع بن عمر کہتے ہیں کہ مجھے اس کا نام یاد نہیں رہا۔ اس پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے،

آپ کا مقصد صرف مجھ سے اختلاف کرنا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں آپ سے اختلاف نہیں کرنا چاہتا، (بلکہ کسی مصلحت کے تحت یہ کہہ رہا ہوں)۔ بہر حال اس معاملے میں دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ ﴾ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اتنی آہستہ بات کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے دوبارہ پوچھنے کی ضرورت پیش آتی، لیکن انھوں نے یہ بات اپنے نانا (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے متعلق نقل نہیں کی۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي ﴾ : ٤٧٤٥]

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ : یعنی ہم نے تمھیں ان کے پاس آواز بلند کرنے سے اس لیے منع کیا ہے کہ یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم اور احترام و تکریم کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے اعمال برباد کر دیتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے اور اسے اس کی خبر بھی نہیں ہوتی، اس لیے زبان کا استعمال صحیح ہونا چاہیے، کیونکہ بعض اوقات ایک کلمہ کی وجہ سے انسان کے سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک شخص اللہ کی رضا مندی کا کوئی کلمہ ایسا کہہ گزرتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کلمہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن اللہ کو وہ کلمہ اتنا پسند آتا ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس آدمی کے کئی درجات بلند کر دیتا ہے، اسی طرح انسان اللہ کی ناراضی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ اسے اس کلمہ کی وجہ سے جہنم کے اس قدر نچلے طبقے میں پہنچا دیتا ہے جیسے مشرق سے مغرب تک۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان : ٦٤٧٨۔ مسلم، كتاب الزهد، باب حفظ اللسان ...... الخ : ٢٩٨٨]

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ③

”بے شک وہ لوگ جو اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے دل اللہ نے تقویٰ کے لیے آزما لیے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔“

اس آیت کریمہ میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف بیان کی گئی ہے جو مذکورہ بالا حکم پر عمل کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نہایت دھیمی آواز میں بات کرتے تھے، جیسے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کو تقویٰ اور نیک کاموں کے لیے اس طرح پاک و صاف کر دیا ہے، جس طرح آگ کے ذریعے سے سونا میل کچیل سے صاف کر دیا جاتا ہے اور ان کے لیے خوش خبری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انھیں اجر عظیم یعنی جنت عطا فرمائے گا۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾

”بے شک وہ لوگ جو تجھے دیواروں کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔اور اگر بے شک وہ صبر کرتے، یہاں تک کہ تو ان کی طرف نکلتا تو یقیناً ان کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں بنی تمیم کے ان سخت دل اور بد اخلاق افراد کی برائی بیان کی گئی ہے، جنھوں نے امہات المومنین کے کمروں کے پاس آکر زور زور سے یا محمد! یا محمد! کی آواز لگائی تھی۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہایت با ادب رہنے کی تعلیم دینے کے لیے فرمایا کہ اگر وہ لوگ صبر کرتے اور ادب کے ساتھ مسجد میں بیٹھ کر آپ ﷺ کے نکلنے کا انتظار کر لیتے تو ان کے لیے دنیاوی اور اخروی دونوں اعتبار سے بہت بہتر ہوتا۔ آدابِ رسول ﷺ کی تعلیم دیتے ہوئے ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ؗ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۵۷] ”وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النور : ۶۲، ۶۳]

”مومن تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ اس کے ساتھ کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جو جمع کرنے والا ہے تو اس وقت تک نہیں جاتے کہ اس سے اجازت مانگیں۔ بے شک جو لوگ تجھ سے اجازت مانگتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو جب وہ تجھ سے اپنے کسی کام کے لیے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے تو چاہے اجازت دے دے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگ، بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ رسول کے بلانے کو اپنے درمیان اس طرح نہ بنالو جیسے تمھارے بعض کا بعض کو بلانا ہے۔ بے شک اللہ

ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔ سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آپہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آپہنچے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ﴾ [النور: ۵۱، ۵۲] ''ایمان والوں کی بات، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [الأحزاب: ۳۶] ''اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝۷ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۸

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔ اور جان لو کہ بے شک تم میں اللہ کا رسول ہے، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمھارا کہا مان لے تو یقیناً تم مشکل میں پڑ جاؤ اور لیکن اللہ نے تمھارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمھارے دلوں میں مزین کر دیا اور اس نے کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمھارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا، یہی لوگ ہدایت والے ہیں۔ اللہ کی طرف سے فضل اور نعمت کی وجہ سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مومنوں کو نصیحت کی ہے کہ جب کوئی فاسق یعنی معصیت کبیرہ کا مرتکب کوئی اہم خبر لے کر آئے تو جلدی نہ کرو اور کوئی قدم اٹھانے سے پہلے اس کی پوری تحقیق کر لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم عجلت اور نادانی

میں کسی قوم کی جان و مال کو نقصان پہنچا دو اور حقیقت کا پتا چلنے کے بعد تمھیں ندامت اٹھانی پڑے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والو! تم یہ نہ بھولو کہ تمھارے درمیان اللہ کے رسول بھی رہتے ہیں، اگر تم جھوٹ بولو گے، افترا پردازی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری حقیقتِ حال سے انھیں باخبر کر دے گا۔ تم یہ بھی جان لو کہ اگر رسول اللہ ﷺ تمام معاملات میں تمھاری رائے قبول کرتے اور تمھاری ہر بات مان لیتے تو بہت سے امور میں تم مشقت میں پڑ جاتے اور بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھتے۔ اس لیے کہ تمھاری بہت سی آراء غلط ہوتیں اور بڑی بڑی غلطیاں ہوتیں، جیسا کہ بنی المصطلق کے بارے میں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی بات مان لینے کی وجہ سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے خلاف فوج کشی کر کے انھیں قتل کر دیتے اور ناحق ان کے مال پر قبضہ کر لیتے۔

تم پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان بھی کیا کہ تمھارے دلوں میں ایمان راسخ کر دیا ہے اور اس میں کفر باللہ، کذب بیانی اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی نفرت بٹھا دی ہے، جس کی وجہ سے تم بہت سی مشقتوں سے نجات پا جاتے ہو۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے بارے میں شہادت دی کہ درحقیقت یہی لوگ راہ حق پر چلنے والے اور اس پر شدت سے قائم رہنے والے ہیں۔ آخری آیت میں فرمایا کہ صحابہ کرام پر محض اللہ کا فضل و کرم تھا کہ اس نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اور کفر و معصیت کی نفرت پیدا کر دی اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اچھا عمل کرتا ہے اور کون برا اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

سیدنا حارث بن ضرار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی، تو میں اسلام میں داخل ہو گیا اور (کلمۂ شہادت کا) اقرار کیا۔ پھر آپ نے مجھے زکوٰۃ کے متعلق بتایا تو میں نے اس (کے ادا کرنے) کا اقرار کیا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں اپنی قوم کی طرف لوٹ کر جا رہا ہوں، میں انھیں بھی اسلام کی دعوت دوں گا اور زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کہوں گا۔ جس شخص نے میری بات مان لی ہو گی، میں اس کی زکوٰۃ جمع کر لوں گا، آپ فلاں فلاں وقت میرے پاس کسی کو بھیج دیجیے، تاکہ وہ جو زکوٰۃ میں نے جمع کی ہو گی اسے آپ کے پاس پہنچا دے۔ چنانچہ جب حارث رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر لی جنھوں نے حارث کی بات مان لی تھی، تو ابان کو خبر ہو گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عامل کو بھیجنے کا ارادہ کر لیا ہے تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے عامل کو روک لیا، جس کی وجہ سے وہ عامل حارث تک نہ پہنچ سکا۔ حارث نے خیال کیا کہ اللہ عزوجل اور اس کا رسول ناراض ہو گئے ہیں (اور شاید اسی لیے عامل نہیں بھیجا) چنانچہ حارث نے اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے وقت مقرر کیا تھا کہ اس وقت آپ کسی عامل کو میرے پاس بھیجیں گے، تاکہ وہ زکوٰۃ کا جو مال میرے

پاس ہے اپنی تحویل میں لے لے اور رسول اللہ ﷺ وعدہ خلافی تو نہیں کر سکتے اور میں نہیں سمجھتا کہ آپ نے عامل کو کسی اور وجہ سے روک لیا ہو گا سوائے اس کے کہ آپ ناراض ہیں، لہٰذا چلو رسول اللہ ﷺ کے پاس چلیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ کو حارث کے پاس بھیجا تھا کہ وہ جو زکوٰۃ حارث نے جمع کی ہے اسے اپنی تحویل میں ۔ لے لے۔ سو ہوا یہ کہ جب ولید روانہ ہوا اور راستے میں کسی مقام پر پہنچا تو کسی وجہ سے وہ ڈر کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول ! حارث نے مجھے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور میرے قتل کا ارادہ کیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حارث کی طرف ایک فوجی دستہ بھیجنے کا اہتمام فرمایا، ادھر حارث بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب فوجی دستہ مدینہ سے روانہ ہو کر آگے بڑھا تو راستے میں حارث کی ان سے ملاقات ہو گئی۔ فوجی دستے کے لوگوں نے کہا، یہ حارث ہیں، جب ملاقات ہوئی تو حارث نے پوچھا کہ تم کو کس کی طرف روانہ کیا گیا ہے؟ انھوں نے کہا، تمھاری طرف۔ حارث نے کہا، کس لیے؟ فوجی دستے کے لوگوں نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے تمھاری طرف ولید بن عقبہ کو روانہ کیا تھا اور اس نے (واپس آ کر) بیان کیا کہ تم نے اس کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ حارث نے کہا، نہیں، اس ذات کی قسم، جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! میں نے تو اس کو قطعاً نہیں دیکھا اور نہ وہ میرے پاس آیا ہی ہے۔ پھر جب حارث رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا اور میرے عامل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا؟'' حارث نے کہا، نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! نہ میں نے اس کو دیکھا اور نہ وہ میرے پاس آیا اور میں روانہ نہیں ہوا مگر اس وقت جب رسول اللہ ﷺ کا عامل (مجھ تک) نہ پہنچ سکا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ (عامل کا نہ پہنچنا) کہیں اس سبب سے تو نہیں کہ اللہ عزوجل اور اس کا رسول ناراض ہو گئے۔ چنانچہ اس موقع پر سورۃ الحجرات کی یہ آیتیں نازل ہوئیں: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۝ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ١ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ١ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَۙ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً١ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔ اور جان لو کہ بے شک تم میں اللہ کا رسول ہے، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمھارا کہا مان لے تو یقیناً تم مشکل میں پڑ جاؤ اور لیکن اللہ نے تمھارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمھارے دلوں میں مزین کر دیا اور اس نے کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمھارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا، یہی لوگ ہدایت والے ہیں۔ اللہ کی طرف سے فضل اور نعمت کی وجہ سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' [مسند أحمد : ۲۷۹/٤، ح : ۱۸٤۸۸]

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص کسی مسلمان کو فاسق یا کافر کہے اور درحقیقت وہ فاسق یا کافر نہ ہو تو خود کہنے والا شخص فاسق یا کافر ہو جائے گا۔“ [بخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن : ٦٠٤٥]

وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑨

”اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کرنے لگیں، تو مسلمانوں کو چاہیے کہ ان دونوں جماعتوں کو اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ قبول کرنے کی دعوت دیں۔ اگر قبول کر لیں تو یہی مطلوب ہے اور اگر ایک جماعت اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ قبول کرنے سے انکار کر دے، تو مسلمان اس باغی جماعت سے قتال کریں، یہاں تک کہ وہ قرآن میں مذکور اللہ کا حکم قبول کرنے پر راضی ہو جائے۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے درمیان عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ کر دیں، یعنی اللہ کے اس حکم کے مطابق جو اس کی کتاب میں مذکور ہے اور جو عین عدل ہے۔ مزید تاکید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومنو! تمھارا ہر فیصلہ انصاف پر مبنی ہونا چاہیے، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور اس محبت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ انھیں بہترین بدلہ دے۔

وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، اگر آپ عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کے یہاں (عیادت کے لیے) تشریف لے چلتے (تو بہتر تھا)۔ چنانچہ آپ اس کے پاس ایک گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم پیدل آپ کے ہمراہ تھے، جدھر سے آپ گزر رہے تھے وہ شور والی زمین تھی۔ جب آپ اس کے پاس تشریف لائے تو وہ کہنے لگا، آپ ذرا دور ہی رہیے، آپ کے گدھے کی بو نے تو میرا دماغ پریشان کر دیا ہے۔ اس پر ان میں سے ایک انصاری صحابی بولے کہ اللہ کی قسم! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے۔ عبداللہ بن ابی کی طرف سے اس کی قوم کا ایک فرد صحابی کی اس بات پر غصہ میں آ گیا اور دونوں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔ پھر دونوں طرف سے دونوں کے حمایتی بھی مشتعل ہو گئے اور ہاتھا پائی، چھڑی اور جوتے تک نوبت پہنچ گئی۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی تھی: ﴿ وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ﴾ ”اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو۔“ [بخاری، کتاب الصلح، باب ما جاء فی الإصلاح بین الناس : ۲۶۹۱]

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا اور آپ کے ساتھ منبر پر حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ کبھی ان کی طرف دیکھتے اور کبھی لوگوں کی طرف اور فرما رہے تھے: ”میرا یہ بیٹا سید ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔“ [بخاری، کتاب الصلح، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علی ...... الخ : ۲۷۰۴]

آپ کی یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی، طویل جنگوں اور ہولناک واقعات کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل شام اور اہل عراق میں صلح کرا دینے کی توفیق عطا فرمائی۔

فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ : جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنے بھائی کی مدد کرو، ظالم ہو تو بھی اور مظلوم ہو تو بھی۔“ ایک آدمی نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! مظلوم ہونے کی حالت تو ظاہر ہے، تاہم ظالم ہونے کی حالت میں میں کیسے اس کی مدد کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسے ظلم سے باز رکھو یہی اس کی مدد ہے۔“ [بخاری، کتاب الإکراہ، باب یمین الرجل لصاحبه أنه أخوه إذا خاف علیه القتل ...... الخ : ۶۹۵۲]

سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرواتا ہے (یعنی صلح کروانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے) وہ تو خیر میں اضافہ کر رہا ہے، یا بھلائی کی بات کہہ رہا ہے۔“ [بخاری، کتاب الصلح، باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس : ۲۶۹۲]

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر لڑ پڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔“ میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! قاتل تو بجا مگر مقتول کا کیا قصور؟ فرمایا: ”وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا۔“ [مسلم، کتاب الفتن، باب إذا تواجه المسلمان بسیفیهما : ۲۸۸۸]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل قبا نے آپس میں جھگڑا کیا، حتیٰ کہ ایک دوسرے کو پتھر مارنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: ”ہمیں ان کے پاس لے چلو، ہم ان کے درمیان صلح کراتے ہیں۔“ [بخاری، کتاب الصلح، باب قول الإمام لأصحابه : إذهبوا بنا نصلح : ۲۶۹۳]

سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا جائز ہے، لیکن ایسی صلح جائز نہیں جو حلال کو حرام کر دے اور حرام کو حلال کر دے۔“ [ترمذی، کتاب الأحکام، باب ما ذکر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلح بین الناس : ۱۳۵۲ ـ مستدرك حاکم : ۱۰۱/۴، ح : ۷۰۵۹]

﴿ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴾ [النحل : ٩٠] ''بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾ [المائدة : ٨] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ انصاف کرتے ہیں وہ اللہ عزوجل کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں اور یہ انصاف کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں میں، اپنے اہل وعیال میں اور جس کام کا والی انھیں بنایا جائے اس میں انصاف کرتے ہیں۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل ...... الخ : ١٨٢٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا، ایک عادل حکمران......'' [بخاري، كتاب الزكوة، باب الصدقة باليمين : ١٤٢٣ـ مسلم، كتاب الزكوة، باب فضل إخفاء الصدقة : ١٠٣١]

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ ١٠

''مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

فرمایا کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ دین کا رشتہ سب سے قوی رشتہ ہوتا ہے، اس رشتے کا تقاضا ہے کہ اگر کبھی دو مسلمان بھائیوں یا جماعتوں کے درمیان اختلاف ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق آپس میں صلح کر لیں، اللہ سے ڈریں اور اس میں ذرا بھی سستی نہ کریں، تاکہ اختلاف بڑھنے نہ پائے اور مسلمان ایک دوسرے کا خون نہ بہائیں۔ صلح کی راہ ہی وہ راہ ہے جس پر چلنے سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم کرے گا اور ان کا آپس کا اختلاف بڑھنے نہیں پائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴾ [آل عمران : ١٠٣] ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ

لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت پر عمل کر کے دکھایا ہے، جیسا کہ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قبا کے لوگ آپس میں لڑ پڑے، یہاں تک کہ انھوں نے ایک دوسرے پر پتھر پھینکے۔ یہ خبر جب رسول اللہ ﷺ کو دی گئی تو آپ نے فرمایا: ’’ہمیں ان کے پاس لے چلو، تاکہ ان کے درمیان صلح کرا دیں۔‘‘ [بخاری، کتاب الصلح، باب قول الإمام لأصحابه : إذهبوا بنا نصلح : ۲۶۹۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ کسی کی (خفیہ) باتوں کو معلوم نہ کرو، کسی کا عیب تلاش نہ کرو، قیمت بڑھانے کے لیے بولی نہ لگاؤ، حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو اور کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو، بلکہ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کے رہو۔‘‘ [بخاری، کتاب الأدب، باب ﴿ يأيها الذين امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ...... الخ ﴾ : ۶۰۶۶۔ مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحريم الظن...... الخ : ۲۵۶۳]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو اور نہ قطع تعلق کرو، بلکہ اللہ کے بندو! سب بھائی بھائی بن جاؤ، نیز کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین راتوں سے زیادہ ناراض ہو۔‘‘ [بخاری، کتاب الأدب، باب الهجرة ...... الخ : ۶۰۷۶۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم التحاسد ...... الخ : ۲۵۵۹]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ خود اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو کسی (ظالم) کے حوالے کرے، جو شخص اپنے بھائی کے کام میں اس کی مدد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے کام میں اس کی مدد کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان سے کسی مصیبت کو دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کی ایک مصیبت اس پر سے دور کر دے گا اور جو شخص مسلمان کا عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا عیب چھپائے گا۔‘‘ [بخاری، کتاب المظالم، باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه : ۲۴۴۲۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۰]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کسی نیک کام کو حقیر نہ سمجھو، اگرچہ وہ کام اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء : ۲۶۲۶]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه : ۱۳]

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی قوم سے مذاق نہ کرے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ کوئی عورتیں دوسری عورتوں سے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں کے ساتھ پکارو، ایمان کے بعد فاسق ہونا برا نام ہے اور جس نے توبہ نہ کی سو وہی اصل ظالم ہیں۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بعض ان امور سے منع فرمایا ہے جو مسلمانوں کے درمیان اختلاف ونزاع اور جنگ وقتال کا سبب بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھاری ایک جماعت دوسری جماعت کا مذاق نہ اڑائے، ممکن ہے کہ حقیر سمجھ کر جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ اللہ کے نزدیک مذاق اڑانے والی جماعت سے بہتر ہو۔ مردوں اور عورتوں کا اس بارے میں ایک ہی حکم ہے، یعنی کسی مومن عورت کے لیے بھی یہ حلال نہیں کہ وہ اپنی کسی مومن بہن کا مذاق اڑائے، ممکن ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ اللہ کے نزدیک مذاق اڑانے والی سے بہتر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی منع فرمایا کہ کوئی مسلمان مرد یا عورت اپنے مسلمان بھائی یا بہن میں عیب لگائے اور چونکہ ایمانی رشتہ سب سے قوی رشتہ ہوتا ہے، اس لیے مسلمان آپس میں ایک جان ہوتے ہیں، تو کسی مسلمان کی عیب جوئی گویا کہ خود اپنی عیب جوئی ہے۔

اللہ نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی کسی کو کسی ایسے نام سے پکارے جسے وہ برا سمجھتا ہے، اس لیے کہ یہ بھی مسلمانوں کے درمیان عداوت واختلاف کا بہت بڑا سبب ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا کہ بدترین بات یہ ہے کہ مسلمان کو برے نام سے پکارا جائے، جیسے فاسق، کافر، زانی یا فاسد کہا جائے، اس لیے کہ کسی مسلمان کو برے نام سے پکارنے والا فاسق قرار پاتا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اس کے لیے بڑا ہی برا نام ہے۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے بطور تاکید فرمایا کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کا مذاق اڑانے، اس کی عیب جوئی کرنے اور اسے برے ناموں سے پکارنے سے باز نہیں آئے گا اور ان گناہوں سے تائب نہیں ہوگا، وہ درحقیقت اپنے حق میں ظالم ہوگا کہ وہ ان گناہوں کے سبب اللہ کی سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔

لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ : یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے تمسخر کرنے، انھیں حقیر جاننے اور ان کا استہزا کرنے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تکبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکرایا جائے اور لوگوں کو ذلیل وخوار سمجھا جائے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانہ : ۹۱]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''لوگو! یہ کون سا دن ہے؟'' انھوں نے کہا، یہ حرمت والا دن ہے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ کون سا شہر ہے؟'' لوگوں نے کہا، یہ حرمت والا شہر ہے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ کون سا مہینا ہے؟'' لوگوں نے کہا، یہ حرمت والا مہینا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تمھارے خون، تمھارے مال اور تمھاری آبروئیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح اس دن کی اس شہر میں اور اس مہینا میں حرمت ہے۔'' کئی مرتبہ آپ نے اس کلمہ کو دہرایا، پھر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا: ''اے اللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا، اے اللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا؟'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہی آپ کی اپنی امت کو وصیت تھی: ''جو یہاں موجود ہیں وہ ان کو پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں، دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مار کر کافر نہ ہو جانا۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب الخطبة أيام منی : ۱۷۳۹۔ مسلم، کتاب القسامة، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض ...... الخ : ۱۶۷۹]

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ : یعنی اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو چھپائے، عیب کو ظاہر کر کے اپنے بھائی کو رسوا نہ کرے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بندہ کسی بندے کے عیب نہیں چھپاتا مگر یہ کہ اللہ قیامت کے دن اس کے عیب چھپائے گا۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب بشارة من ستر الله تعالی علیه ...... الخ : ۷۲/۲۵۹۰]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو فاسق یا کافر کہے اور وہ شخص فاسق یا کافر نہ ہو تو تہمت کا وہ کلمہ خود کہنے والے پر لوٹ آتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب ما ینهی من السباب واللعن : ۶۰۴۵]

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ : یعنی ایک دوسرے کو ایسے برے القاب سے نہ پکارو کہ جن کا سننا کسی شخص کو برا لگتا ہو، جیسا کہ ابو جبیرہ بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آیت: ﴿ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ﴾ یہ ہم، بنو سلمہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ جب مدینہ میں آئے تو یہاں ہر شخص کے دو دو تین تین نام تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان میں سے کسی کو کسی نام سے پکارتے تو لوگ کہتے، اے اللہ کے رسول! اسے اس نام سے نہ بلائیے، کیونکہ یہ تو اس نام سے چڑتا ہے، چنانچہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [مسند أحمد : ۲۶۰/۴، ح : ۱۸۳۱۸۔ أبو داؤد، کتاب الأدب، باب فی الألقاب : ۴۹۶۲]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا

يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں اور نہ جاسوسی کرو اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جبکہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بدظنی، تجسس اور غیبت سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ حسن ظن رکھا جائے۔ کسی کی جاسوسی نہ کی جائے، نہ غیبت کی جائے، اللہ تعالیٰ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ بعض مرتبہ بدظنی انسان کو گناہ تک لے جاتی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ کسی کی (خفیہ) باتوں کو معلوم نہ کرو، کسی کا عیب تلاش نہ کرو، قیمت بڑھانے کے لیے بولی نہ لگاؤ، حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو اور کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو، بلکہ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کے رہو۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب ﴿ يأيها الذين امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ...... الخ : ٦٠٦٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظن...... الخ : ٢٥٦٣]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک دوسرے سے بغض نہ کیا کرو، حسد نہ کیا کرو۔ بلکہ اللہ کے بندو! آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بند ہو کر زندگی گزارو اور کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے کسی دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال اور میل جول چھوڑے۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد و التدابر ...... الخ : ٦٠٦٥۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم التحاسد والتباغض والتدابر : ٢٥٥٩]

کسی کے دل میں اپنے بارے میں بھی بدگمانی نہ پیدا ہونے دے، جیسا کہ علی بن حسین کہتے ہیں کہ مجھے ام المومنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے اور آپ کے پاس آپ کی بیویاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب وہ جانے لگیں تو آپ نے صفیہ بنت حیی سے فرمایا: ''جلدی نہ کرو، یہاں تک کہ میں تمھارے ساتھ جاؤں۔'' ان کی رہائش اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے گھر میں تھی، چنانچہ بعد ازاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ نکلے، راستے میں دو انصاری ملے، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور پھر وہ آگے بڑھ گئے۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا: ''ٹھہرو! یہ (میری بیوی) صفیہ بنت حیی ہیں۔'' وہ کہنے لگے، سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول! (بھلا ہم آپ پر بھی برا گمان کریں گے؟) آپ نے فرمایا: ''شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے، مجھے ڈر ہوا کہ کہیں وہ تمھارے دلوں میں وسوسہ نہ ڈال

دے۔'' [بخاري، كتاب الاعتكاف، باب زيارة المرأة زوجها في اعتكافه : ۲۰۳۸]

وَلَا تَجَسَّسُوْا : تجسس یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیوب اور اس کی پوشیدہ باتوں کی کرید میں لگا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان عیوب اور پوشیدہ باتوں پر پردہ ڈال رکھا ہے جبکہ وہ ان سے پردہ ہٹا دینا چاہتا ہے۔ کسی مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے لیے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے، یہ اسلامی اخوت کے خلاف ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک دوسرے کے عیوب تلاش نہ کرو، ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے کے پس پشت بات نہ کرو، بلکہ تم سب اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔'' [بخاري، كتاب الفرائض، باب تعليم الفرائض : ٦٧٢٤۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظن ...... الخ : ۳۰/۲۵٦۳]

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا : غیبت یہ ہے کہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کے بارے میں ایسی بات کہی جائے، جسے وہ پسند نہیں کرتا، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟'' لوگوں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو کہ (اگر وہ سامنے ہو تو) اس کو ناگوار گزرے۔'' کسی شخص نے کہا، یا رسول اللہ! اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جو میں کہہ رہا ہوں، تو تب؟ آپ نے فرمایا: ''جو تم کہہ رہے ہو اگر وہ عیب اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ (عیب) اس میں نہیں ہے تو تب تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة : ۲۵۸۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، آپ کو صفیہ میں یہی کافی ہے کہ وہ ایسی ایسی ہیں۔ مسدد کے علاوہ راوی کہتے ہیں، یعنی کم قامت، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر کے پانی میں ملا دی جائے تو یہ اسے بھی بگاڑ دے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کے سامنے کسی شخص کی نقل اتاری، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں کسی کی نقل اتارنا پسند نہیں کرتا، خواہ مجھے (اس کے عوض) اتنا اتنا مال بھی ملے۔'' [أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب في الغيبة : ٤٨٧٥۔ ترمذي، كتاب صفة القيامة، باب [حديث : لو مزج بها ماء البحر......] : ۲۵۰۲۔ مسند أحمد : ۱۸۹/٦، ح : ۲٥٦١٥]

سیدنا ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے وہ لوگو، جن کی زبانیں تو ایمان لا چکی ہیں لیکن دل ایمان دار نہیں ہوئے! تم مسلمانوں کی غیبتیں کرنا چھوڑ دو اور ان کے عیبوں کی کرید نہ کیا کرو۔ یاد رکھو! اگر تم نے ان کے عیب ٹٹولے تو اللہ تعالیٰ تمھاری پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر دے گا اور جس کے عیبوں کو اللہ ظاہر کر دے تو اسے اس کے گھر والوں میں بدنام کر دے گا۔'' [أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب في الغيبة : ٤٨٨٠]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''معراج والی رات میں نے دیکھا کہ کچھ

لوگوں کے ناخن تانبے کے ہیں جن سے وہ اپنے چہرے اور سینے نوچ رہے ہیں، میں نے پوچھا، جبرائیل! یہ کون ہیں؟ فرمایا، یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں سے کھیلتے تھے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی الغیبة : ٤٨٧٨۔ مسند أحمد : ٢٢٤/٣، ح : ١٣٣٤٥]

اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ : یعنی جس طرح تم طبعی طور پر اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے نفرت کرتے ہو، اسی طرح شرعی طور پر اس کی غیبت سے بھی نفرت کرو، کیونکہ اس کی سزا اس سے بھی زیادہ شدید ہے۔ غیبت سے نفرت دلانے اور اس سے احتراز کرنے کے لیے یہ مثال بیان کی گئی ہے، جیسا کہ اپنے ہبہ کو واپس لینے والے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال بیان فرمائی ہے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص کی مثال جو کوئی چیز صدقہ (یا تحفہ) دے کر واپس لے لیتا ہے، تو وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کرے اور پھر اسے چاٹ لے۔'' [مسلم، کتاب الهبات، باب تحریم الرجوع فی الصدقة ...... الخ : ١٦٢٢]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: ''بے شک تمھارے خون، تمھارے اموال اور تمھاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح یہ دن تمھارے اس شہر میں اور تمھارے اس مہینے میں قابل احترام ہے۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب الخطبة أیام منی : ١٧٣٩۔ مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ١٢١٨۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنهما]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان سارے کا سارا، اس کا مال، اس کی عزت اور اس کا خون دوسرے مسلمان کے لیے حرام ہے اور آدمی کے لیے اتنی برائی ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی الغیبة : ٤٨٨٢۔ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی شفقة المسلم علی المسلم : ١٩٢٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ماعز) اسلمی رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنے متعلق گواہی دی کہ وہ ایک عورت کے ساتھ زنا کر بیٹھا ہے، یہ گواہی اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ دی۔ ہر بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اپنا منہ پھیر لیتے تھے۔ پھر وہ پانچویں بار سامنے ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا: ''کیا تو نے فی الواقع اس کے ساتھ جماع کیا ہے؟'' اس نے کہا، ہاں، آپ نے کہا: ''حتیٰ کہ تیرا ذکر اس کی فرج میں غائب ہو گیا تھا؟'' اس نے کہا، ہاں، آپ نے کہا: ''کیا بھلا جس طرح سلائی سرمے دانی میں غائب ہو جاتی ہے اور ڈول کی رسی کنویں میں چلی جاتی ہے؟'' اس نے کہا، ہاں، آپ نے پھر پوچھا: ''کیا بھلا جانتے بھی ہو کہ زنا کیا ہوتا ہے؟'' اس نے کہا، ہاں، میں اس سے حرام کام کر بیٹھا ہوں، جیسا کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ حلال کرتا ہے، آپ نے فرمایا: ''تو اپنی اس بات سے کیا چاہتا ہے؟'' اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔ تب آپ نے حکم دیا تو اسے رجم کر دیا گیا، پھر آپ نے

اپنے صحابہ میں سے دو آدمیوں کو سنا کہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے، اس کو دیکھو کہ اللہ نے اس پر پردہ ڈالا تھا، مگر اس کے نفس نے اسے نہیں چھوڑا، حتیٰ کہ پتھروں سے مارا گیا، جیسے کہ کتے کو مارا جاتا ہے۔ تو آپ ان سے خاموش رہے، پھر آپ کچھ دیر چلتے رہے، حتیٰ کہ آپ ایک مردہ گدھے کے پاس سے گزرے جس کی ٹانگیں اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''فلاں اور فلاں کہاں ہیں؟'' انھوں نے کہا، ہم یہ رہے، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''اترو اور اس مردار گدھے کا گوشت کھاؤ۔'' انھوں نے کہا، اے اللہ کے نبی! بھلا یہ بھی کوئی کھاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ابھی جو تم نے اپنے بھائی کی عزت پامال کی ہے، وہ اس کے کھانے سے بدتر ہے، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بلاشبہ وہ اب جنت کی نہروں میں ڈبکیاں لگا رہا ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الحدود، بابٌ فی الرجم : ٤٤٢٨]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک بدبودار لاش کی بدبو بلند ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ یہ بدبو کیسی ہے؟ یہ ان کی بدبو ہے جو مومنوں کی غیبت کرتے ہیں۔'' [مسند أحمد : ٣/٣٥١، ح : ١٤٧٩٦]

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

''اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خبر دی ہے کہ وہ سب آدم و حوا کی اولاد ہیں، اس لیے نسب کے اعتبار سے سب برابر ہیں۔ اب ان میں جو جتنا زیادہ اللہ اور اس کے رسول کا مطیع و فرماں بردار ہوگا، اتنا ہی اس کا مقام اللہ کے نزدیک اونچا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو قوموں اور قبائل میں اس لیے نہیں بانٹا کہ وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں جھوٹا فخر کریں اور جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس کا مقصد محض یہ ہے کہ وہ جانوروں کی طرح زندگی نہ گزاریں کہ کوئی کسی کو نہیں پہچانتا، بلکہ ان کی آپس میں جان پہچان اور تعارف ہونا چاہیے۔ اس لیے اللہ نے انھیں قوموں اور قبیلوں میں بانٹ دیا ہے، تاکہ ان کے درمیان باہمی تعاون کا جذبہ پیدا ہو اور ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کو دور کر دیا ہے۔ (تمھیں ایمان و اسلام کی وجہ سے معزز بنایا ہے، سنو! آدمی دو قسم کے ہیں) مومن و متقی اور فاجر و بدبخت، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے تھے۔ لوگوں کو اپنی قوموں پر فخر ترک کرنا پڑے گا، وہ تو (کفر و شرک کے سبب) جہنم کے

کوئلے بن چکے، ورنہ یہ (قوم پر تکبر کرنے والے) اللہ کے ہاں گندگی کے کالے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے، جو اپنی ناک سے گندگی کو دھکیلتا پھرتا ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی التفاخر بالأحساب : ٥١١٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(لوگو!) تم اپنے حسب نسب کا علم حاصل کرتے رہا کرو، جن کے ذریعے سے تم صلہ رحمی کرتے ہو، (سنو!) یقیناً صلہ رحمی کرنا رشتہ داروں میں محبت، مال میں اضافے اور زندگی میں برکت کا باعث ہے۔'' [ترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی تعلیم النسب : ١٩٧٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو ان میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔'' صحابہ نے عرض کی، ہم نے آپ سے اس بارے میں سوال نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر سب سے زیادہ معزز یوسف علیہ السلام ہیں، جو خود نبی تھے، نبی کے بیٹے تھے، دادا بھی نبی تھے اور پردادا اللہ کے خلیل تھے۔'' انھوں نے کہا، ہم نے آپ سے اس بارے میں بھی سوال نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: ''پھر کیا تم مجھ سے عرب کے بارے میں پوچھتے ہو؟'' انھوں نے کہا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''سنو! ان کے جو لوگ جاہلیت کے زمانے میں ممتاز تھے، وہی اب اسلام میں بھی پسندیدہ ہیں، ہاں تب، جب وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ لقد کان فی یوسف ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٩۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل یوسف : ٢٣٧٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمھارے دلوں اور تمھارے اعمال کو دیکھتا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم ظلم المسلم ...... الخ : ٢٥٦٤/٣٤]

ابو نضرہ منذر بن مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے اس صحابی نے خبر دی جس نے ایام تشریق میں آپ ﷺ کا خطبہ سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! تمھارا رب ایک ہے، تمھارا باپ بھی ایک ہے، خبردار ہو جاؤ! نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، نہ کسی گورے کو کسی کالے پر اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر، اگر (کسی کو کسی پر کوئی فضیلت) ہے تو صرف تقویٰ کی بنا پر۔'' [مسند أحمد : ٥/ ٤١١، ح : ٢٣٥٥٠]

سیدنا عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تم لوگ آپس میں تواضع اختیار کیا کرو۔ یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا أهل الجنة و أهل النار : ٢٨٦٥/٦٤]

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

''بدویوں نے کہا ہم ایمان لے آئے، کہہ دے تم ایمان نہیں لائے اور لیکن یہ کہو کہ ہم مطیع ہو گئے اور ابھی تک ایمان تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو گے تو وہ تمھیں تمھارے اعمال میں کچھ کمی نہیں کرے گا، بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ دیہاتی سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں، اس لیے ہم مومن ہیں اور ہر اکرام وعزت افزائی کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ان سے کہا کہ تم ابھی مومن نہیں ہو، اس لیے کہ ایمان اعتقادِ قلب، خلوصِ نیت اور حصول اطمینان کا نام ہے۔ تم لوگ یہ کہو کہ ہاں ہم لوگ غلامی اور قتل کے ڈر سے یا صدقہ کے لالچ میں ظاہری طور پر اسلام میں داخل ہو گئے ہیں اور یہ صفت منافقین کی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ ابھی ایمان تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، ورنہ اس کا اثر تمھارے جسموں پر ظاہر ہوتا اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے سے اس کی تصدیق ہوتی۔ آیت کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ نے انھی دیہاتیوں سے فرمایا کہ اگر تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کے اوامر کو بجالاؤ گے اور نواہی سے بچتے رہو گے تو اللہ تمھارے نیک اعمال کا اجر ہرگز کم نہیں کرے گا اور یقین کرو کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بے حد مہربان ہے۔ اس لیے اس کی طرف رجوع کرو، نفاق سے توبہ کرو اور اپنے دلوں میں ایمان راسخ کرو، تاکہ اللہ تمھارے گناہوں کو معاف کر دے اور تم پر رحم کرے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے چند لوگوں کو کچھ مال دیا اور آپ ﷺ نے ایک شخص کو کچھ نہ دیا، حالانکہ وہ مجھے ان سب سے زیادہ پسند تھا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں شخص کو چھوڑ دیا؟ اللہ کی قسم! میں تو اس کو مومن سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''(مومن) یا مسلم؟'' میں تھوڑی دیر چپ رہا اور پھر جو حال میں اس کا جانتا تھا اس نے مجھ پر غلبہ کیا اور میں نے اپنی بات کو دہرایا اور عرض کی، کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں شخص کو کچھ نہیں دیا؟ اللہ کی قسم! میں تو اس کو مومن سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''(مومن) یا مسلم۔'' میں تھوڑی دیر چپ رہا اور پھر جو اس کے متعلق میں جانتا تھا اس نے مجھ پر غلبہ کیا اور میں نے پھر وہی عرض کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی وہی جواب مرحمت فرمایا، پھر (اس کے بعد) آپ نے فرمایا: ''اے سعد! میں ایک شخص کو کچھ دیتا ہوں، حالانکہ کسی دوسرے کو اس سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔ دراصل مجھے یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں اللہ اس کو اوندھے منہ دوزخ میں نہ ڈال دے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب إذا لم یکن الإسلام علی الحقیقة ...... الخ : ۲۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب تألف قلب من یخاف علی إیمانه ...... الخ : ۱۵۰/۲۳۷]

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾

’’مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حقیقی طور پر اہل ایمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر صدق دل سے ایمان لے آئے، ایسا ایمان جس کے بعد ان کے دل کے کسی گوشہ میں شک کا شائبہ تک باقی نہ رہا اور اپنے مال اور اپنی جان کے ذریعے سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور دیگر اعمال صالحہ بھی کیے۔ یہی لوگ اپنے ایمان کے دعویٰ میں صادق ہیں، نہ کہ وہ دیہاتی جن کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا اور نہ ان کے عمل نے ان کے صادق الایمان ہونے کی تصدیق کی۔ لہٰذا دل میں ایمان کے پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہے اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۷۷] ’’نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو اور لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں۔ اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں جب عہد کریں اور خصوصاً جو تنگ دستی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے سچ کہا اور یہی بچنے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ۲ تا ٤] ’’(اصل) مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا، خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں، انھی کے لیے ان کے رب کے پاس بہت سے درجے اور بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ۷٤] ’’اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن

لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں، انھی کے لیے بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔“

سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا، یا رسول اللہ! مجھے اسلام کی کوئی ایسی بات بتا دیجیے کہ پھر میں اس کو آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ نے فرمایا: ”کہہ! میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر قائم رہ۔“

[مسلم، کتاب الإیمان، باب جامع أوصاف الإسلام : ۳۸]

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾

”کہہ دے کیا تم اللہ کو اپنے دین سے آگاہ کر رہے ہو، حالانکہ اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں انھی دیہاتیوں سے جن کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا تھا اور جو ایمان کا دعویٰ کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ کے طور پر کہا ہے کہ تم اللہ کو اپنے دین و ایمان کی خبر دیتے ہو، تاکہ تمھیں مومن مان لیا جائے؟ حالانکہ وہ تو آسمانوں اور زمین کی ہر شے کی خبر رکھتا ہے۔ اس لیے اسے خوب معلوم ہے کہ تمھارا ایمان کس درجے کا ہے اور اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ اس لیے تمھارے دلوں میں جو بات ہے، اس کے خلاف کوئی بات نہ کہو، ورنہ اس کے عذاب سے بچ نہ سکو گے۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

”وہ تجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے، کہہ دے مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو، بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کے لیے ہدایت دی، اگر تم سچے ہو۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کو جانتا ہے اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔“

اس آیت میں انھی دیہاتیوں کی ایک دوسری غلطی پر تنبیہ کی جا رہی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ یہ دیہاتی آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور ان کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی ہے، تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تم لوگ اپنے ایمان لانے کا مجھ پر احسان نہ جتلاؤ، اس لیے کہ جو راہ ہدایت پر آ جاتا ہے وہ اپنا بھلا کرتا ہے، بلکہ اگر تم اپنے ایمان میں صادق ہوتے تو اللہ تم پر احسان جتلاتا کہ اس نے تمھیں ایمان لانے کی توفیق دی،

جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن انصار سے فرمایا تھا: ''اے انصاریو! کیا میں نے تمھیں گمراہ نہیں پایا تھا، پھر تم کو میرے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصیب فرمائی؟ اور تم میں آپس میں دشمنی اور نااتفاقی تھی تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے تم میں باہم الفت پیدا کر دی اور تم محتاج تھے تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے تمھیں غنی کر دیا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات پر وہ ساتھ ساتھ کہتے جاتے، بے شک اللہ اور اس کا رسول اس سے بھی زیادہ احسان والے ہیں۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف ...... الخ : ۴۳۳۰۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم علی الإسلام ...... الخ : ۱۰۶۱]

آخری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز کی خبر رکھتا ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ کون صادق الایمان ہے اور کون کاذب الایمان؟

سورۃ قٓ مکیۃ

عمرہ بنت عبدالرحمن کی بہن کہتی ہیں کہ میں نے سورۃ ﴿قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ﴾ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سن کر یاد کی ہے۔ ہر خطبہ جمعہ میں منبر پر اس سورت کو پڑھنا آپ ﷺ کا معمول تھا۔[مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوة و الخطبة : ۸۷۲]

عبیداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر (کی نماز) میں کیا پڑھتے تھے؟ انھوں نے بتایا، آپ ان میں ﴿قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ﴾ اور ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ پڑھتے تھے۔[مسلم، كتاب صلوة العيدين، باب ما يقرأ فى صلوة العيدين : ۸۹۱]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز میں سورۃ ﴿قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ﴾ پڑھتے تھے اور اس کے بعد کی باقی نمازیں ہلکی پڑھتے تھے۔[مسلم، كتاب الصلوة، باب القراءة فى الصبح : ۴۵۸]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝۱ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝۲

”قٓ۔ قسم ہے قرآن کی جو بہت بڑی شان والا ہے! بلکہ انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا، تو کافروں نے کہا یہ ایک عجیب چیز ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کی قسم کھائی ہے، جو بہت ہی بلند و بالا مرتبے والی کتاب ہے،

اللہ نے قسم کھائی کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں، لیکن مشرکین مکہ نے محمد ﷺ کے رسول ہونے میں شبہ کیا، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر انھوں نے ان کی بعثت کو ایک امر عجیب قرار دیا اور کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے ہی درمیان کا ایک فرد رسول بنا کر ہمیں اللہ سے ڈرانے کے لیے بھیج دیا جائے؟ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [یونس : ٢] ''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی کہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی کی طرف وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈرا اور جو لوگ ایمان لائے انھیں بشارت دے کہ یقیناً ان کے لیے ان کے رب کے ہاں سچا مرتبہ ہے۔ کافروں نے کہا بے شک یہ تو کھلا جادوگر ہے۔''

ءَ اِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَ عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝

''کیا جب ہم مر گئے اور ہم مٹی ہو گئے؟ یہ واپس لوٹنا بہت دور ہے۔ بے شک ہم جان چکے ہیں جو کچھ زمین ان میں سے کم کرتی ہے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو خوب محفوظ رکھنے والی ہے۔''

مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ کی نبوت ہی کا انکار نہیں کیا، بلکہ بعث بعد الموت کا بھی انکار کیا، اس لیے کہ آپ انھیں روزِ قیامت کے عذاب ہی سے تو ڈراتے تھے، جو بعث بعد الموت کے بعد آنے والا ہے۔ اس آیت میں ان کے انکار و حیرت کو بطور تاکید بیان کیا گیا ہے کہ کیا جب ہم مرنے کے بعد مٹی ہو جائیں گے تو دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ جیسا کہ محمد (ﷺ) ہمیں قرآن پڑھ کر اس کی یقین دہانی کراتے ہیں۔ ہمارا دوبارہ زندہ کیا جانا وہم و خیال ہے اور امکان و عادت سے بہت دور کی بات ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ مرنے کے بعد جب انسان دفن کر دیا جاتا ہے، تو زمین اس کے جسم کو آہستہ آہستہ کھا جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس بات کا خوب علم ہے، اس لیے کہ اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔ اس کا علم کامل اور نہایت لطیف ہے، کوئی چیز اس کے احاطۂ علم سے خارج نہیں ہے، ایسے قادر مطلق اور علام الغیوب کے لیے یہ بات کیسے بعید از امکان مانی جاتی ہے کہ وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا؟

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوح محفوظ میں تمام انسانوں کی تعداد، ان کے نام اور ہر چیز محفوظ ہے اور جب قیامت آئے گی تو جیسے وہ پہلی بار پیدا کیے گئے تھے، دوبارہ بے کم و کاست پیدا کیے جائیں گے، کسی چیز میں ذرا بھی کوئی فرق نہیں آئے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ

﴿ الْاَعْلٰى فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الروم : ۲۷] ’’اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۚ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الأحقاف : ۳۳] ’’اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔‘‘

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک آدمی کا جب موت کا وقت قریب آ گیا اور وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے لیے لکڑیوں کا ایک بڑا ڈھیر جمع کرنا اور (مجھے اس میں رکھ کر) آگ کو روشن کرنا، جب آگ میرا گوشت ختم کر دے اور ہڈیاں باقی رہ جائیں اور میں کوئلہ بن جاؤں تو اس کوئلے کو لے کر خوب پیسنا، پھر ہوا والے دن کا انتظار کرنا اور (اس دن میں) اس راکھ کو سمندر میں اڑا دینا۔ انھوں نے ایسے ہی کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اسے جمع کیا اور اسے کہا کہ تو نے ایسے کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ (اے اللہ!) تیرے (عذاب کے) ڈر کی وجہ سے! تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔‘‘ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل : ۳٤٥۲]

﴿ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْۤ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝۵ ﴾

’’بلکہ انھوں نے سچ کو جھٹلا دیا جب وہ ان کے پاس آیا۔ پس وہ ایک الجھے ہوئے معاملے میں ہیں۔‘‘

مشرکین مکہ نے صرف یہی جرم نہیں کیا کہ انھوں نے بعث بعد الموت کا انکار کیا، بلکہ اس سے بھی بڑا جرم ان کا یہ ہے کہ انھوں نے قرآن کریم کا انکار کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا کہ جن پر قرآن نازل ہوا۔ اس معاملے میں وہ نہایت اضطراب میں مبتلا ہیں، کسی ایک حالت پر ان کو قرار نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ساحر، کبھی شاعر، کبھی کذاب اور کبھی مفتری کہتے ہیں اور قرآن کو اقوام گزشتہ کے خیالی قصے بتاتے ہیں۔ انھیں خود معلوم نہیں کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

﴿ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝۶ ﴾

’’تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے اسے بنایا اور اسے سجایا اور اس میں کوئی درزیں نہیں ہیں۔‘‘

یعنی یہ منکرین بعث بعد الموت کیا اپنی آنکھوں سے اپنے سروں کے اوپر اونچے آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ

نے بغیر ستونوں کے سہارے کے اسے قائم و ثابت رکھا ہے اور اسے آفتاب و مہتاب اور ان گنت ستاروں کے ذریعے سے مزین کیا ہوا ہے اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے، کیا وہ اللہ جو ایسے آسمان کی تخلیق پر قادر ہے، وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟ وہ یقیناً اس بات پر قادر ہے کہ جسے اس نے پہلی بار پیدا کیا ہے، وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے، پھر اسے دوبارہ زندہ کر دے۔

آسمان کی حیرت انگیز تخلیق کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ ۝ وَ لَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ﴾ [الملك : ۳ تا ۵] ’’وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا فرمائے۔ رحمان کے پیدا کیے ہوئے میں تو کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا۔ پس نگاہ کو لوٹا، کیا تجھے کوئی کٹی پھٹی جگہ نظر آتی ہے؟ پھر بار بار نگاہ لوٹا، نظر ناکام ہوکر تیری طرف پلٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت بخشی اور ہم نے انھیں شیطانوں کو مارنے کے آلے بنایا اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔‘‘

وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ۝۷ تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰی لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۝۸

’’اور زمین، ہم نے اسے پھیلایا اور اس میں گڑے ہوئے پہاڑ رکھے اور اس میں خوبی والی ہر قسم اگائی۔ ہر اس بندے کو دکھانے اور یاد دلانے کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے۔‘‘

یعنی کیا یہ منکرین بعث بعد الموت نہیں دیکھتے کہ ہم نے زمین کو پھیلا دیا ہے اور اس کے اوپر پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ دیے ہیں، تاکہ زمین اپنے اندرونی جوش کی وجہ سے ہلنے نہ لگے اور اس میں انواع و اقسام کے خوبصورت پودے اگائے ہیں، جو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے گویا کہ مسکرا رہے ہیں۔ قدرت کے یہ نظارے ہر اس بندے کو دعوتِ فکر و نظر دیتے ہیں جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کی رضا کی جستجو میں لگا رہتا ہے۔ جو اللہ ان باتوں پر قادر ہے وہ یقیناً انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِیْدِ ۝۹ وَ النَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ۝۱۰

’’اور ہم نے آسمان سے ایک بہت بابرکت پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ باغات اور کاٹی جانے والی (کھیتی) کے

دانے اگائے۔اور کھجوروں کے درخت لمبے لمبے، جن کے تہ بہ تہ خوشے ہیں۔''

اللہ نے آسمانوں سے کثیر الفوائد پانی برسایا ہے جس کے ذریعے سے اس نے پھل دار درخت اگائے اور گیہوں، جو اور دوسرے دانے اگائے، کھجوروں کے لمبے لمبے درخت اگائے، جس کے پھلوں کے خوشے تہ بہ تہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ساری چیزیں اپنے بندوں کی روزی کے لیے پیدا کی ہیں۔ اس نے پانی کے ذریعے سے قحط زدہ مردہ زمینوں میں جان ڈال دی اور ان میں قسم قسم کے پودے، پھول اور پھل اگ آئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۟ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۟ وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۟ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۟ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ۟ وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۟ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴾ [النازعات : ۲۷ تا ۳۳] ''کیا پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اس نے اسے بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔ اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔ اور زمین، اس کے بعد اسے بچھا دیا۔ اس سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا اور پہاڑ، اس نے انھیں گاڑ دیا۔''

رِزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَ اَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝۱۱

''بندوں کو روزی دینے کے لیے اور ہم نے اس کے ساتھ ایک مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح نکلنا ہے۔''

وَ اَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ : یعنی جس طرح اللہ کی قدرت سے پانی کے ذریعے سے مردہ زمین میں جان پڑ گئی، اسی طرح قیامت کے دن مردے اپنی قبروں سے زندہ ہو کر میدانِ محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْۤ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳۹] ''اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ بے شک تو زمین کو دبی ہوئی (بنجر) دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور پھولتی ہے، بے شک وہ جس نے اسے زندہ کیا، یقیناً مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناً وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو مرتبہ صور پھونکنے کے درمیان چالیس کی مدت ہوگی..... (اتنی مدت گزرنے کے بعد) اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا، جس سے لوگوں کے جسم اس طرح (زمین سے) اگ پڑیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب ما بين النفختين : ۲۹۵۵]

سیدنا ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا نشانی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم کبھی ایسی وادی سے نہیں

گزرے جو قحط سالی کی وجہ سے بنجر بنا دی گئی ہو؟'' کہتے ہیں کہ میں نے کہا، کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تو وہاں سے دوبارہ گزرا ہو تو وہ سرسبز لہلہا رہی ہو؟'' میں نے کہا کہ کیوں نہیں (ایسا ہی ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہی اس کی مخلوق میں نشانی ہے۔'' [مستدرك حاكم : ٤/ ٥٦٠، ح : ٨٦٨٢]

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾

''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور کنویں والوں نے اور ثمود نے۔ اور عاد اور فرعون نے اور لوط کے بھائیوں نے۔ اور درختوں کے جھنڈ والوں نے اور تبع کی قوم نے، ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔''

ان آیات میں کفار کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کا حشر بھی گزشتہ امتوں کی طرح ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قریش والوں سے پہلے قوم نوح نے بھی روزِ قیامت، جزا و سزا اور نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا تھا، اسی طرح کنویں والوں نے اور ثمود نے اپنے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا، قوم عاد نے ہود علیہ السلام پر ایمان لانے سے انکار کر دیا تھا اور بت پرستی پر اصرار کیا تھا۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لانے سے انکار کیا تھا اور قوم لوط کے لوگ عورتوں کے بجائے مردوں کے ساتھ بدکاری کر کے اپنی شہوت پوری کرتے تھے۔ اصحاب ایکہ نے شعیب علیہ السلام کی دعوت ٹھکرا دی تھی اور ناپ تول میں کمی بیشی کرتے تھے اور تبع حمیری کی قوم نے بھی سرکشی کی راہ اختیار کی اور دین کی صحیح باتوں کو ٹھکرا دیا۔ ان تمام قوموں نے اپنے اپنے رسولوں کی اور ان کے لائے ہوئے دین کی تکذیب کی، تو اللہ کا عذاب ان کے لیے واجب ہو گیا۔

اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾ ع ۱۵

''تو کیا ہم پہلی دفعہ پیدا کرنے کے ساتھ تھک کر رہ گئے ہیں؟ بلکہ وہ ایک نئے پیدا کیے جانے کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ایک وقت ایسا تھا کہ آسمان و زمین میں کوئی مخلوق نہیں پائی جاتی تھی، ہم نے انھیں پہلی بار پیدا کیا، تو جب ہم پہلی بار مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز نہیں تھے، تو انھیں دوبارہ پیدا کرنے سے کیسے عاجز رہیں گے؟ مشرکین مکہ جب اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ ہی نے تمام مخلوقات کو پہلی بار پیدا کیا ہے تو وہ اس کا کیوں انکار کرتے ہیں کہ وہ انھیں دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے؟ ان کی کور مغزی کی وجہ سے یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ مرنے کے بعد جب انسان کے اعضا بکھر جائیں گے اور وہ گل سڑ کر مٹی میں مل جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان اعضا کو دوبارہ اکٹھا

کرے گا اور اس کی قدرت سے ان میں زندگی آ جائے گی۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ قادر مطلق کے لیے یہ کام بہت ہی آسان ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الأحقاف : ۳۳] ”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴾ [ق : ۳۸] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نے نہیں چھوا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے، حالانکہ یہ اسے زیب نہیں دیتا، وہ مجھے گالیاں دیتا ہے اور اس کے لیے یہ بھی لائق نہ تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، جس طرح پہلی بار اللہ نے مجھے پیدا کیا ایسے پھر نہیں لوٹا سکے گا، حالانکہ پہلی مرتبہ کی پیدائش دوسری مرتبہ کی پیدائش سے زیادہ آسان تو نہ تھی (جب میں پہلی مرتبہ قادر ہوں تو دوسری مرتبہ کیوں نہیں؟) اور اس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کی اولاد ہے، حالانکہ میں تنہا ہوں، میں صمد ہوں، نہ میری اولاد ہے نہ مجھ جیسا کوئی اور۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ قل ھو اللہ أحد، بابٌ : ۴۹۷۴]

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ⑯

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم ان چیزوں کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض قدرتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ باری تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور اس کا علم اس کے تمام امور کو محیط ہے، یہاں تک کہ وہ ان باتوں کو بھی جانتا ہے، جن کا اس کے دل میں کھٹکا ہوتا ہے۔ وہ اپنے بندے سے شہ رگ سے زیادہ قریب ہے، وہ اس کے تمام احوال سے بغیر فرشتوں کے واسطہ کے غایت درجہ باخبر ہے۔ اس کے ساتھ فرشتوں کا پایا جانا اور ان کے ذریعے سے اعمال کا ریکارڈ میں لایا جانا محض اتمام حجت کے لیے ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دل میں آنے والے خیالات سے درگزر فرما لیا ہے، جب تک کہ وہ زبان سے (وہ بات) نہ نکالیں یا (اس پر) عمل نہ کریں۔“ [بخاری، کتاب العتق، باب الخطأ والنسیان فی العتاقة ...... الخ : ۲۵۲۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب تجاوز اللہ عن حدیث النفس ...... الخ : ۱۲۰۷]

شیطان انسان کے دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے، جیسا کہ علی بن حسین کہتے ہیں کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ وہ مسجد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئیں، جبکہ آپ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ جب واپس آنے لگیں تو آپ ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے (تاکہ ان کو گھر تک چھوڑ آئیں) جب آپ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے قریب پہنچے جو مسجد نبوی کے دروازے سے ملا ہوا تھا تو دو انصاری صحابی ملے۔ انھوں نے آپ کو سلام کیا اور (تیزی سے) آگے نکل گئے۔ آپ نے انھیں فرمایا: ''ذرا ٹھہر جاؤ! (یہ عورت میری بیوی صفیہ بنت حیی ہے)۔'' انھوں نے کہا، سبحان اللہ، یا رسول اللہ! اور آپ کا یہ وضاحت فرمانا ان پر شاق گزرا۔ آپ نے فرمایا: ''دراصل شیطان خون کی طرح آدمی کے بدن کی رگ رگ تک پہنچتا ہے۔ میں ڈرا کہ کہیں وہ تمھارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔'' [بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما جاء فی بیوت أزواج النبی ﷺ ...... الخ : ۳۱۰۱]

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿١٨﴾

''جب (اس کے ہر قول و فعل کو) دو لینے والے لیتے ہیں، جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہیں۔ وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔''

یعنی انسان جونہی اپنی زبان سے کوئی بات نکالتا ہے، اس پر متعین فرشتے فوراً اسے اس کے نامۂ اعمال میں لکھ لیتے ہیں۔ دائیں طرف کا فرشتہ اس کے نیک اعمال کو اور بائیں طرف کا اس کے برے اعمال کو درج کر لیتا ہے اور وہ فرشتے انتہائی چوکنا اور ہر آن تیار رہتے ہیں، اپنی ذمہ داری سے کبھی غافل نہیں ہوتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [الإنفطار : ۱۰ تا ۱۲] ''حالانکہ بلاشبہ تم پر یقیناً نگہبان (مقرر) ہیں۔ جو بہت عزت والے ہیں، لکھنے والے ہیں۔ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الجاثیة : ۲۸، ۲۹] ''اور تو ہر امت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا، ہر امت اپنے اعمال نامہ کی طرف بلائی جائے گی، آج تمھیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ یہ ہماری کتاب ہے جو تم پر حق کے ساتھ بولتی ہے، بے شک ہم لکھواتے جاتے تھے، جو تم عمل کرتے تھے۔''

الغرض! انسان کی ہر بات لکھی جا رہی ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ خیر کی

بات کہے یا خاموش رہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب من کان یؤمن باللہ و الیوم الآخر فلا یؤذ جارہٗ : ۶۰۱۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الحث علی إکرام الجار ...... الخ : ۴۷]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا ذکر کیا، پھر اس سے پناہ مانگی اور (اس سے) اپنا منہ پھیر لیا۔ پھر دوزخ کا ذکر کیا، پھر اس سے پناہ مانگی اور (اس سے) اپنا منہ پھیر لیا۔ شعبہ کہتے ہیں آپ کے دو مرتبہ (اس طرح کرنے) میں تو مجھے شک نہیں (البتہ تین مرتبہ ایسا کرنے کے معاملے میں مجھے یقین نہیں)۔ پھر آپ نے فرمایا: ''دوزخ سے بچو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی۔ اگر یہ بھی نہ ملے تو اچھی بات کہہ کر (ہی سہی)۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب طیب الکلام : ۶۰۲۳]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو اس کے دو جبڑوں اور دو ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی زبان اور شرمگاہ) تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان : ۶۴۷۴]

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے نبی ! ہم جو کچھ کہتے ہیں کیا اس پر بھی ہمارا مؤاخذہ ہو گا؟ آپ نے فرمایا: ''تمھاری ماں تمھیں گم پائے، زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی کے علاوہ بھلا اور کون سی چیز لوگوں کو نتھنوں کے بل آگ میں گرائے گی؟'' [ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی حرمۃ الصلوۃ : ۲۶۱۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں، اگرچہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور دعویٰ کرے کہ وہ مسلمان ہے۔ (وہ یہ ہیں) بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۹/۱۱۰]

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾

''اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آئے گی۔ یہ ہے وہ جس سے تو بھاگتا تھا۔''

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے انسان ! موت کی بے ہوشی حقیقت واضح کرنے کے لیے طاری ہوتی ہے، یعنی اس نے تیرے سامنے اس یقین کو واضح کر دیا ہے جس کے بارے میں تو شک میں مبتلا تھا اور اس سے بھاگتا تھا۔ مگر اب جب کہ یہ تیرے پاس آ گئی ہے تو اب اسے کسی طرح بھی نہ روکا جا سکتا ہے نہ ٹالا جا سکتا ہے، نہ مؤخر کیا جا سکتا ہے اور نہ اس سے خلاصی حاصل کی جا سکتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الجمعۃ : ۸] ''کہہ دے بلاشبہ وہ موت جس سے تم

بھاگتے ہو، سو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے، پھر تم ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔" اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [الأحزاب : ١٦] "کہہ دے تمھیں بھاگنا ہرگز نفع نہیں دے گا اگر تم مرنے یا قتل ہونے سے بھاگو اور اس وقت تمھیں فائدہ نہیں دیا جائے گا مگر بہت کم۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پانی کا ایک پیالہ تھا، جب آپ پر موت کی غشی طاری ہونے لگی تو آپ اپنے ہاتھوں کو اس پیالے میں داخل کر کے بھگوتے اور پھر اپنے چہرے پر ان گیلے ہاتھوں کو پھیرتے جاتے اور فرماتے جاتے: "لا إله إلا الله ! موت کی بڑی سختیاں ہیں۔" [بخاري، کتاب المغازي، باب مرض النبي صلی اللہ علیہ وسلم و وفاته ...... الخ : ٤٤٤٩]

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآىِٕقٌ وَّ شَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾

"اور صور میں پھونکا جائے گا، یہی عذاب کے وعدے کا دن ہے۔ اور ہر شخص آئے گا، اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا ہے۔"

یعنی جس دن اسرافیل علیہ السلام بعث بعد الموت کا صور پھونک دیں گے اور سارے لوگ گھبرا کر میدانِ محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے، وہی کافروں کے عذاب کا دن ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦٨ تا ٧٠] "اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔ اور زمین اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن ہو جائے گی اور لکھا ہوا (سامنے) رکھا جائے گا اور نبی اور گواہ لائے جائیں گے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور ہر شخص کو پورا پورا دیا جائے گا جو اس نے کیا اور وہ زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔"

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں کس طرح راحت و آرام حاصل کر سکتا ہوں؟ حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور منہ میں لے رکھا ہے اور گردن جھکائے ہوئے، اللہ کے حکم کی طرف کان لگائے ہوئے ہے کہ کب حکم ملے اور کب وہ پھونک دے۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا، پھر یا رسول اللہ! ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: "کہو « حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا » "ہمیں (ہر معاملہ میں) اللہ ہی کافی ہے

بہترین کارساز ہے اور اے ہمارے رب! ہم (ہر حال میں) تجھی پر بھروسا کرتے ہیں۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ الزمر : ۳۲۴۳]

اگلی آیت میں فرمایا کہ نفخۂ صور کے بعد ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے ہو جائیں گے، ایک اسے میدانِ محشر کی طرف ہانکے گا اور دوسرا فرشتہ اس کے نیک اور برے اعمال کی گواہی دے رہا ہو گا۔

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾

''بلاشبہ یقیناً تو اس سے بڑی غفلت میں تھا، سو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ دور کر دیا، تو تیری نگاہ آج بہت تیز ہے۔''

اس دن جنوں اور انسانوں سے کہا جائے گا کہ تم سب یوم آخرت اور اس کی ہولناکیوں سے غافل اور دنیا اور اس کی لذتوں میں مشغول تھے، تو آج ہم نے تمھاری آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا ہے، اب تم ہر چیز کو اپنے سامنے عیاں پا رہے ہو اور اب تم اس کا انکار نہیں کر سکتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [مریم : ۳۸، ۳۹] ''کس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے، لیکن ظالم لوگ آج کھلی گمراہی میں ہیں۔ اور انھیں پچھتاوے کے دن سے ڈرا جب (ہر) کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ سراسر غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴾ [السجدۃ : ۱۲] ''اور کاش! تو دیکھے جب مجرم لوگ اپنے رب کے پاس اپنے سر جھکائے ہوں گے اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، پس ہمیں واپس بھیج، ہم نیک عمل کریں گے، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔''

وَ قَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ﴿۲۵﴾ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾

''اور اس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا یہ ہے وہ جو میرے پاس تیار ہے۔ جہنم میں پھینک دو تم دونوں (فرشتے) ہر زبردست ناشکرے کو، جو بہت عناد رکھنے والا ہے۔ جو خیر کو بہت روکنے والا، حد سے گزرنے والا، شک کرنے والا ہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا لیا، سو دونوں اسے بہت سخت عذاب میں ڈال دو۔''

''قرین'' سے مراد یا تو وہ فرشتہ ہے جو ہر آدمی کے ساتھ دنیا میں لگا ہوتا ہے اور اس کے نیک و بد اعمال لکھتا رہتا ہے، تو آیت کی تفسیر یہ ہو گی کہ وہ فرشتہ اللہ سے کہے گا کہ یہ ہے وہ آدمی اور اس کے اعمال، جس کے پیچھے تو نے مجھے

لگایا تھا، یا ''قرین'' سے مراد وہ شیطان ہے جسے دنیا میں اس کا ساتھی بنا دیا گیا تھا، تاکہ اسے گمراہ کرتا رہے، تو تفسیر یہ ہو گی کہ وہ شیطان رب العالمین سے کہے گا کہ یہ ہے وہ آدمی جسے گمراہ کرنے کے لیے تو نے مجھے اس کے پیچھے لگا دیا تھا، میں نے اسے گمراہ کر کے جہنم کے لیے تیار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی مخلوقات میں نہایت عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور جب کافر کا حساب ہو چکے گا تو اللہ تعالیٰ سائق و شاہد دونوں فرشتوں سے کہے گا کہ پکڑو اس اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کا انکار کرنے والے سرکش کافر کو اور اسے جہنم میں ڈال دو۔ اسے اللہ نے مال دیا تھا تو اس پر سانپ بن کر بیٹھ گیا تھا اور اس میں اللہ اور اس کے محتاج بندوں کا حق یکسر بھول گیا تھا۔ لوگوں پر زبان اور ہاتھ دونوں سے زیادتی کرتا تھا۔ انھیں گالیاں دیتا تھا، ان کی عزت پر حملے کرتا تھا اور طاقت کے نشے میں ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتا تھا۔ کثرتِ دلائل کے باوجود دین اسلام کی حقانیت اور رسول اکرم ﷺ کی صداقت میں شبہ کرتا تھا۔ اس کی بدترین صفت یہ تھی کہ وہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی بھی پرستش کرتا تھا، اس لیے اے سائق و شاہد فرشتو! اسے جہنم کی اس کھائی میں ڈال دو، جس کا عذاب بہت ہی شدید ہے۔

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی، اس کی دو آنکھیں ہوں گی جو دیکھتی ہوں گی اور دو کان ہوں گے جو سنتے ہوں گے اور ایک زبان ہوگی جو بولتی ہوگی۔ زبان کہے گی مجھے تین قسم کے لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے، ایک تو ہر سرکش، حق سے دشمنی رکھنے والے کے لیے، دوسرے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ کے ساتھ دوسرے الٰہ کو پکارتا تھا اور تیسرے تصویر بنانے والوں کے لیے۔'' [ترمذی، کتاب صفۃ جہنم، باب ما جاء فی صفۃ النار : ۲۵۷٤]

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَيْتُهٗ وَ لٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ۲۷

''اس کا ساتھی (شیطان) کہے گا اے ہمارے رب! میں نے اسے سرکش نہیں بنایا اور لیکن وہ خود ہی دور کی گمراہی میں تھا۔''

وہ شیطان جسے دنیا میں اس کافر کا ساتھی بنا دیا گیا تھا، اس دن اس سے اپنی براءت کا اعلان کر دے گا اور کہے گا کہ اے ہمارے رب! اسے میں نے گمراہ نہیں کیا تھا، درحقیقت یہ خود ہی راہ حق سے بہت دور تھا۔ اگر یہ توحید کی راہ کو چھوڑ کر شرک باللہ کی راہ پر نہ چل پڑا ہوتا اور گناہوں کی وجہ سے اپنی فطرتِ سلیمہ کو مسخ نہ کر لیا ہوتا، تو میرے نرغے میں نہ آتا اور میرے وسوسوں کو قبول نہ کرتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَ مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَ لُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ

مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

[إبراهيم : ۲۲] ''اور شیطان کہے گا، جب سارے کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا کہ بے شک اللہ نے تم سے وعدہ کیا، سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا تو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، سوائے اس کے کہ میں نے تمھیں بلایا تو تم نے میرا کہنا مان لیا، اب مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمھاری فریاد کو پہنچنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو، بے شک میں اس کا انکار کرتا ہوں جو تم نے مجھے اس سے پہلے شریک بنایا۔ یقیناً جو لوگ ظالم ہیں انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

قَالَ قَرِيْنُهٗ : قرین سے مراد وہ شیطان ہے جو اس کے ساتھ مقرر کیا گیا تھا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے ساتھ اس کا ایک ساتھی جنوں میں سے اور ایک ساتھی فرشتوں میں سے مقرر نہ کیا گیا ہو۔'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی (شیطان ہے)؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! میرے ساتھ بھی ہے، لیکن اللہ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد کی ہے اور وہ مطیع ہو گیا ہے، چنانچہ مجھے نیکی کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب تحريش الشيطان ...... الخ : ۲۸۱۴]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے باہر نکلے، اس پر مجھے بڑی غیرت آئی۔ پھر جب آپ واپس تشریف لائے اور میرا حال دیکھا تو آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! تمھیں کیا ہوا؟ کیا تمھیں غیرت آئی؟'' میں نے کہا، مجھے کیا ہوا جو میرے جیسی بیوی کو آپ جیسے شوہر پر غیرت نہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمھارا شیطان تمھارے پاس آ گیا تھا؟'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں'' میں نے کہا، کیا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے؟ فرمایا: ''ہاں!'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی (شیطان ہے)؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، لیکن میرے رب نے اس کے مقابلہ میں میری مدد کی ہے اور وہ مطیع ہو گیا ہے۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين باب تحريش الشيطان ...... الخ : ۲۸۱۵]

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿۲۸﴾

''فرمایا میرے پاس جھگڑا مت کرو، حالانکہ میں نے تو تمھاری طرف ڈرانے کا پیغام پہلے بھیج دیا تھا۔''

رب العالمین شیطان اور اس کے شیطان ساتھیوں کو آپس میں جھگڑتا دیکھ کر کہیں گے کہ اب تم لوگ میرے پاس نہ جھگڑو، اس کا کوئی فائدہ نہیں، میں نے دنیا میں اپنی کتاب اور اپنے رسول کی زبانی یہ بات واضح کر دی تھی کہ جو شخص اللہ کا انکار کرے گا، اس کے ساتھ غیروں کو شریک بنائے گا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا، اس

لیے آج کے دن تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [هود : ۱۱۹] ''اور تیرے رب کی بات پوری ہو گئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور ہی بھروں گا۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ فَالْحَقُّ وَ الْحَقَّ اَقُوْلُ ۝ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [ص : ۸۴، ۸۵] ''فرمایا پھر حق یہ ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔ کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا، جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے۔''

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَ مَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۲۹

''میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی اور میں بندوں پر ہرگز کوئی ظلم ڈھانے والا نہیں۔''

ابلیس نے آدم و حوا علیہما السلام کو وسوسہ ڈال کر جب جنت سے نکلوا دیا تھا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا تھا: ﴿ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [هود : ۱۱۹] ''میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور ہی بھروں گا۔'' اسی فیصلے کی طرف اشارہ ہے کہ میں نے کافروں اور رسولوں کی نافرمانی کرنے والوں کے بارے میں جو فیصلہ کر دیا ہے، وہ ہرگز نہیں بدلے گا اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کروں گا کہ مطیع و فرماں بردار کو عذاب دوں، یا کافر و نافرمان کو جنت میں داخل کر دوں۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور تمھارے درمیان بھی حرام کیا ہے، سو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷]

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝۳۰

''جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی کیا کچھ مزید ہے؟''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ روزِ قیامت دوزخ سے پوچھے گا، کیا تو بھر گئی ہے؟ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ روزِ قیامت اسے جنوں اور انسانوں سے بھرے گا۔ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کے لیے جہنم رسید ہونے کا حکم دے گا، انھیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو جہنم کہے گی، کیا اور بھی ہے؟ یعنی کیا کوئی چیز باقی رہ گئی ہے جو تو مجھے دے گا؟ آیت کریمہ کے سیاق سے بظاہر یہی معنی معلوم ہو رہے ہیں اور پھر احادیث بھی اسی معنی پر دلالت کرتی ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہنم میں (گناہ گار) ڈالے جائیں گے، لیکن (دوزخ کا پیٹ نہیں بھرے گا اور) وہ برابر یہی کہتی رہے گی، کچھ اور ہے، کچھ اور ہے؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس پر رکھ

دے گا تو (اس وقت) وہ کہے گی، بس بس!'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: ﴿ و تقول هل من مزيد ﴾ : ٤٨٤٨]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(ایک مرتبہ) دوزخ اور جنت میں بحث ہوئی۔ دوزخ نے کہا، مجھ میں تو وہ لوگ آئیں گے جو بڑے مغرور اور سرکش ہوں گے۔ جنت نے کہا، میرا کیا حال ہے؟ مجھ میں تو وہ لوگ آئیں گے جو غریب اور دھتکارے ہوئے ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے، میں تیرے ذریعے سے اپنے جن بندوں پر چاہوں گا رحم کروں گا اور دوزخ سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، میں تیرے ذریعے سے اپنے جن بندوں کو چاہوں گا عذاب دوں گا اور میں تم دونوں کو بھر دوں گا، لیکن دوزخ نہیں بھرے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں اس میں رکھ دے گا۔ اس وقت وہ کہے گی کہ بس بس بس! اور اس کا بعض حصہ بعض دوسرے حصے پر چڑھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔ رہی جنت تو (اس میں بھی جگہ بچ جائے گی، یہاں تک کہ) اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا (اور اس جگہ کو آباد کرے گا)۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿ وتقول هل من مزيد ﴾ : ٤٨٥٠۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ٢٨٤٦/٣٦]

وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾

''اور جنت پرہیزگاروں کے لیے قریب کر دی جائے گی، جو کچھ دور نہ ہوگی۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنت قریب کی جائے گی، یعنی قیامت کے دن جو دور نہیں ہے، اس لیے کہ جس کا آنا یقینی ہو وہ دور نہیں سمجھا جاتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۹۰، ۹۱] ''اور متقی لوگوں کے لیے جنت قریب لائی جائے گی۔ اور گمراہ لوگوں کے لیے بھڑکتی آگ ظاہر کر دی جائے گی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ﴾ [التكوير : ۱۲ تا ۱٤] ''اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی۔ اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔ ہر جان، جان لے گی جو لے کر آئی۔''

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾

''یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اس شخص کے لیے جو بہت رجوع والا، خوب حفاظت کرنے والا ہو۔''

اہل جنت جب جنت اور اس کی نعمتوں کا قریب سے مشاہدہ کریں گے، تو اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ یہی وہ جنت ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ ہر وہ شخص جو دنیا میں گناہوں سے منہ موڑ کر اللہ کی بندگی کرے گا اور اس کے فرض کردہ اعمال و احکام کو بجا لائے گا اور امانتوں کی حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِۙ۝۳۳

''جو رحمان سے بغیر دیکھے ڈر گیا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔''

یعنی یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ سے اس حال میں بھی ڈرتے ہیں جب انھیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وہ اس دنیا میں اس یقین کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں کہ اگرچہ کوئی انسان انھیں نہیں دیکھ رہا، لیکن اللہ تو انھیں ہر جگہ اور ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔ ان کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ ہر دم اپنے رب کے حضور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہتے ہیں اور جن کاموں کو اللہ پسند نہیں کرتا، ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴾ [يٰسٓ : ۱۱] ''تو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ نصیب فرمائیں گے جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہیں ہوگا...... (ان میں سے) ساتواں آدمی وہ ہوگا جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں بہ پڑیں۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوة و فضل المساجد : ٦٦٠۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل إخفاء الصدقة : ١٠٣١]

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ۝۳۴

''اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہی ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔''

یعنی ایسے لوگوں سے جو بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں اور جو رجوع کرنے والا دل لے کر میدانِ محشر میں حاضر ہوں گے، کہا جائے گا، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے، اب تم کبھی جنت سے نکالے نہیں جاؤ گے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص جنت میں جائے گا وہ ہمیشہ سکون سے رہے گا، اسے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ اس کی جوانی کبھی ختم ہوگی۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فی دوام نعيم أهل الجنة ...... الخ : ٢٨٣٦]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنت والوں کو جنت میں اور دوزخ والوں کو دوزخ میں داخل کرے گا، پھر ایک پکارنے والا ان کے درمیان کھڑا ہوگا اور کہے گا، اے جنت والو! اب موت

نہیں ہے اور اے دوزخ والو! اب موت نہیں ہے۔ اب ہر ایک ہمیشہ اسی حال میں رہے گا جس حال میں وہ ہے۔" [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون ...... الخ : ۲۸۵۰]

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝

"ان کے لیے جو کچھ وہ چاہیں گے اس میں ہوگا اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔"

یعنی جنتیوں کی ہر خواہش کو پورا کیا جائے گا، اس کے علاوہ ان کو اور بھی بہت سی نعمتیں دی جائیں گی، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تمھیں چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی شبہ ہوتا ہے، جب اس کے اوپر بادل بھی نہ ہو؟" لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو کیا تمھیں سورج دیکھنے میں کوئی شبہ ہوتا ہے جب اس کے اوپر ابر بھی نہ ہو؟" لوگوں نے عرض کی کہ نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پس تم اسی طرح (بغیر کسی وقت کے) اپنے پروردگار کو دیکھو گے۔ قیامت کے دن لوگ (زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو (دنیا میں) جس کی پرستش کرتا تھا وہ اس کے پیچھے ہو لے۔ چنانچہ کوئی ان میں سے آفتاب کے پیچھے ہو جائے گا اور کوئی ان میں سے چاند کے پیچھے ہو جائے گا اور کوئی ان میں سے بتوں کے پیچھے ہو جائے گا اور یہ (ایمان داروں کا) گروہ باقی رہ جائے گا اور اسی میں اس امت کے منافق (بھی شامل) ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ (اس صورت میں جسے وہ نہیں پہچانتے) ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمھارا پروردگار ہوں، تو وہ کہیں گے (ہم تجھے نہیں جانتے) ہم اس جگہ کھڑے رہیں گے یہاں تک کہ ہمارا پروردگار ہمارے پاس آ جائے اور جب وہ آئے گا ہم اسے پہچان لیں گے۔ پھر اللہ عزوجل ان کے پاس (اس صورت میں) آئے گا (جسے وہ پہچانتے ہیں) اور فرمائے گا کہ میں تمھارا پروردگار ہوں؟ تو وہ کہیں گے ہاں! تو ہمارا پروردگار ہے۔ پس اللہ انھیں بلائے گا اور جہنم کی پشت پر پل صراط رکھ دیا جائے گا اور میں اپنی امت کے ساتھ اس پل صراط سے گزرنے والا پہلا رسول ہوں گا اور اس دن سوائے پیغمبروں کے کوئی بول نہ سکے گا اور پیغمبروں کا کلام اس دن ﴿ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ ﴾ ہوگا (یعنی اے اللہ! مجھے محفوظ رکھنا، مجھے بچا لینا) اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کے مشابہ آنکڑے ہوں گے، کیا تم لوگوں نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو وہ (شکل میں) سعدان کے کانٹوں کے مشابہ ہوں گے، لیکن ان کی جسامت کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ وہ آنکڑے لوگوں کو ان کے اعمال کے موافق اچک لیں گے، تو ان میں سے کوئی اپنے اعمال کے سبب (جہنم میں گر کر) ہلاک ہو جائے گا اور کوئی ان میں سے (مارے زخموں کے) ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، اس کے بعد نجات پائے گا، یہاں تک کہ جب اللہ دوزخیوں میں سے جن پر مہربانی کرنا چاہے گا تو اللہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ جو اللہ

کی پرستش کرتے تھے وہ نکال لیے جائیں، چنانچہ فرشتے انھیں نکالیں گے اور فرشتے انھیں سجدوں کے نشانوں سے پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ نے (دوزخ کی) آگ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ سجدے کے نشان کو کھائے۔ تو ابن آدم کے سارے جسم کو آگ کھا لے گی سوائے سجدوں کے نشان کے، تو وہ آگ سے نکالے جائیں گے (اس حال میں کہ) وہ سیاہ ہو گئے ہوں گے، پھر ان کے اوپر آب حیات ڈالا جائے گا تو (اس کے پڑنے سے) وہ ایسا نمو پکڑیں گے جیسے دانہ سیل کے بہاؤ میں اگتا ہے۔ اس کے بعد اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان باقی رہ جائے گا اور وہ تمام دوزخیوں میں سے سب سے آخر میں جنت میں جائے گا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا، کہے گا کہ اے میرے پروردگار! میرا منہ دوزخ (کی طرف) سے پھیر دے، کیونکہ مجھے اس کی ہوا نے زہر آلود کر دیا ہے اور اس کے شعلے نے مجھے جلا دیا ہے۔ اللہ فرمائے گا، اچھا، اگر تیرے ساتھ یہ احسان کر دیا جائے تو تو اس کے علاوہ کچھ اور تو نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا کہ تیری بزرگی کی قسم! نہیں (کچھ نہیں مانگوں گا) اور اللہ عزوجل اس بات پر، جس قدر اللہ چاہے گا، اس شخص سے پختہ وعدہ لے گا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کا منہ دوزخ (کی طرف) سے پھیر دے گا۔ پھر جب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اور اس کی تر و تازگی دیکھے گا، تو جس قدر اللہ تعالیٰ اس شخص کا خاموش رہنا پسند کرے گا، وہ آدمی چپ رہے گا، اس کے بعد کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے جنت کے دروازے کے پاس بٹھا دے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کیا تو نے مجھ سے اس بات پر عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ اس ایک سوال کے سوا تو مجھ سے اور کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا، اے میرے پروردگار! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب تو نہ کر۔ تو اللہ فرمائے گا کہ اگر تجھے یہ بھی عطا کر دیا جائے تو تو اس کے علاوہ کچھ اور تو نہ مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا کہ قسم تیری بزرگی کی! نہیں، میں اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے، جس قدر اللہ چاہے گا، قول و قرار لے گا اور اسے جنت کے دروازے کے پاس بٹھا دے گا۔ پس جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچ جائے گا اور اس کی پہنائی، تر و تازگی اور سرور دیکھے گا تو جتنی دیر اللہ اس کا چپ رہنا چاہے گا، وہ چپ رہے گا۔ اس کے بعد وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا کہ افسوس اے ابن آدم! تو کس قدر عہد شکن ہے، کیا تو نے اس بات پر قول و قرار نہیں کیے تھے کہ اس کے علاوہ جو تجھے دیا جا چکا ہے اور کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ کر۔ پس اللہ تعالیٰ (اس کی باتوں سے) ہنس پڑے گا اور خوش ہوگا۔ اس کے بعد اُسے جنت میں جانے کی اجازت دے دے گا اور فرمائے گا کہ خواہش کر (یعنی جو جو کچھ تو مانگ سکتا ہے مانگ)، چنانچہ وہ خواہش کرنے لگے گا، یہاں تک کہ اس کی خواہشیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ بزرگ و برتر فرمائے گا کہ یہ یہ چیزیں اور مانگ۔ اب اللہ تعالیٰ اسے یاد دلائے گا، یہاں تک کہ جب اس کی خواہشیں تمام ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ

فرمائے گا کہ تجھے یہ بھی سب کچھ دیا جاتا ہے (یعنی تیری خواہشوں کے مطابق) اور اسی کے برابر اور بھی۔'' (یہ حدیث سن کر) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر یہ فرمایا تھا: ''اللہ عزوجل نے فرمایا کہ تجھے یہ بھی سبھی کچھ اور اس کے ساتھ اسی کی مثل دس گنا اور بھی دیا جاتا ہے۔'' تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف یہی قول یاد ہے کہ تجھے یہ بھی دیا جاتا ہے اور اسی کے مثل اور بھی۔ تو سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''تجھے یہ اور اسی کی مثل دس گنا اور دیا جاتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الأذان، باب فضل السجود : ٨٠٦]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنتی لوگوں سے فرمائے گا، اے جنتیو! وہ کہیں گے، اے رب! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے، ہم کیسے راضی نہ ہوں؟ ہم کو تو تو نے اتنا کچھ دیا کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں تم کو اس سے بھی بہتر کوئی چیز دوں؟ وہ عرض کریں گے، اے رب! اس سے بہتر کون سی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ کہ میں تم پر اپنی رضا مندی نازل کرتا ہوں اور میں اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة ...... الخ : ٢٨٢٩]

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾

''اور ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی نسلیں ہلاک کر دیں، جو پکڑنے میں ان سے زیادہ سخت تھیں۔ پس انھوں نے شہروں کو چھان مارا، کیا بھاگنے کی کوئی جگہ ہے؟''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو ایک قسم کی دھمکی دی ہے کہ گزشتہ قوموں نے جب اپنے رسولوں کی تکذیب کی اور کسی طرح ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا۔ اس عذاب سے بچنے کے لیے انھوں نے شہروں کو چھان مارا، لیکن انھیں کہیں کوئی پناہ کی جگہ نہیں ملی اور وہ ہلاک کر دیے گئے، حالانکہ وہ قوت میں کفار مکہ سے کہیں زیادہ تھے، پھر بھی اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکے، تو ان کفارِ مکہ کی کیا حقیقت ہے؟ اگر انھوں نے تکذیب جاری رکھی تو ان پر بھی اسی طرح عذاب نازل ہوگا اور یہ نیست و نابود کر دیے جائیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ۙ﴿۱۲﴾ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ ۙ﴿۱۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴾ [ق : ١٢ تا ١٤] ''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور کنویں والوں نے اور ثمود نے۔ اور عاد اور فرعون نے اور لوط

کے بھائیوں نے۔ اور درختوں کے جھنڈ والوں نے اور تبع کی قوم نے، ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [المؤمن : ۲۱، ۲۲] ''اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ تو قوت میں ان سے بہت زیادہ سخت تھے اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے بھی، پھر اللہ نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ لوگ، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے تو انھوں نے انکار کیا تو اللہ نے انھیں پکڑ لیا۔ بے شک وہ بہت قوت والا، بہت سخت سزا دینے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴾ [محمد : ۱۳] ''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جو تیری اس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس نے تجھے نکالا، ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، پھر کوئی ان کا مددگار نہ تھا۔''

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝۳۷

''بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے یقیناً نصیحت ہے جس کا کوئی دل ہو، یا کان لگائے، اس حال میں کہ وہ (دل سے) حاضر ہو۔''

یعنی اقوامِ گزشتہ کے ان واقعات سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں گے جو عقل سے بہرہ ور ہوں گے، وہ عقل سے کام لے کر کفر سے تائب ہوں گے اور اپنے کان سے ان کی خبریں سن کر چوکنے دل و دماغ کے ساتھ سوچیں گے کہ ہم نے کفر پر اصرار کیا تو ہمارا انجام انھی کافر قوموں جیسا ہوگا، جن کے واقعات یہاں بیان کیے گئے ہیں۔

لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ﴾ [قٓ : ۳۳] ''جو رحمان سے بغیر دیکھے ڈر گیا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔''

دل کی اصلاح بہت ضروری ہے، دل اگر بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے، حلال و حرام کی تمیز اٹھ جاتی ہے، جیسا کہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا جسم درست ہوتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ سن لو! وہ ٹکڑا دل ہے۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه : ۵۲]

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖۗ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نے نہیں چھوا۔''

یعنی اے لوگو! ہم نے آسمان کو، زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کسی قسم کی کوئی تکان محسوس نہیں ہوئی اور جب ساری کائنات کو نئے سرے سے پیدا کرنا ہمارے لیے مشکل نہیں تو انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا ہمارے لیے کیا مشکل ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الأحقاف : ۳۳] ''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [المؤمن : ۵۷] ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا (کام) ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾

''سو اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔ اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کی تسبیح کر اور سجدے کے بعد کے اوقات میں بھی۔''

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ مشرکین اگر بعث بعد الموت اور توحید و رسالت کا انکار کرتے ہیں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں، صبر و تحمل سے کام لیجیے اور اپنے رب کی حمد و ثنا اور تسبیح کے ذریعے سے قوت حاصل کیجیے۔ تسبیح سے مراد یا تو ظاہری تسبیح ہے، یعنی اللہ کی پاکی بیان کرنا، یا اس سے مراد نماز ہے۔ دوسری صورت میں طلوع آفتاب سے قبل کی نماز سے مراد فجر کی نماز، غروب سے قبل کی نماز سے مراد ظہر اور عصر کی نماز ہے اور رات کی نماز سے مراد عشاء اور تہجد کی نماز ہے اور ﴿ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴾ سے مراد وہ نوافل ہیں جو فرض نمازوں کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔

<u>وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ</u> : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بڑے ہلکے ہیں، لیکن میزان میں بڑے بھاری اور رحمٰن کو بہت پیارے ہیں (اور وہ ہیں) ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ،

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ›› ’’اللہ پاک ہے اپنی تعریفوں اور خوبیوں کے ساتھ۔ اللہ پاک ہے، عظمتوں والا۔‘‘ [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل التهليل و التسبيح والدعاء : ٢٦٩٤۔ بخاری، كتاب الدعوات، باب فضل التسبيح : ٦٤٠٦]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ یہ کلمات پڑھے: ‹‹ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ ›› تو اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے، اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔‘‘ [بخاری، كتاب الدعوات، باب فضل التسبيح : ٦٤٠٥۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل التهليل و التسبيح والدعاء : ٢٦٩١]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتلاؤں جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟‘‘ پھر آپ نے فرمایا: ’’بے شک اللہ کو سب سے زیادہ محبوب کلام: ‹‹ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ ›› ہے۔‘‘ [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل سبحان الله و بحمده : ٨٥/٢٧٣١]

قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ : سیدنا ابوزہیر عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ’’جو کوئی سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے (یعنی فجر اور عصر کی) نماز پڑھتا ہے، وہ ہرگز جہنم کی آگ میں داخل نہیں ہوگا۔‘‘ [مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما : ٦٣٤]

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے (اور چاند کی چودہ تاریخ تھی) آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا اور آپ نے فرمایا: ’’عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے، جیسے اس چاند کو بے تکلف دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں تمھیں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اگر تم سے ہو سکے تو ایسا کرو کہ سورج نکلنے سے پہلے کی نماز اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز قضا نہ ہونے دو۔‘‘ اس کے بعد جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴾ [قٓ : ٣٩] ’’اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔‘‘ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و سبح بحمد ربك...... الخ ﴾ : ٤٨٥١۔ مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلوتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما : ٦٣٣]

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو گویا وہ آدھی رات تک نماز پڑھتا رہا اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا وہ ساری رات نماز پڑھتا رہا۔‘‘ [مسلم، كتاب الصلوة، باب فضل صلوة العشاء والصبح في جماعة : ٦٥٦]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے دن فرمایا: ''ان کافروں نے ہمیں درمیان والی نماز نہ پڑھنے دی، حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور ان کے گھروں یا (فرمایا) ان کے پیٹوں کو انگاروں سے بھر دے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ حٰفظوا علی الصلوات والصلوة الوسطٰی ﴾ : ۴۵۳۳۔ مسلم، کتاب المساجد، باب الدلیل لمن قال الصلوة الوسطی ھی صلوة العصر : ۶۲۷]

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۷۹] ''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہ، اس حال میں کہ تیرے لیے زائد ہے۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔''

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کر دی۔ میں نے (دل میں) کہا، سو آیتوں پر آپ رکوع فرمائیں گے، لیکن آپ نے تلاوت جاری رکھی۔ میں نے خیال کیا کہ آپ یہ سورت پوری نماز (دو رکعتوں) میں ختم فرمائیں گے، لیکن آپ نے تلاوت جاری رکھی۔ پھر میں نے خیال کیا کہ آپ اس کے ساتھ (یعنی سورت ختم کر کے) رکوع کریں گے، لیکن آپ نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کر دی اور وہ بھی ساری پڑھ لی، پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی تلاوت شروع فرما دی اور وہ بھی ساری پڑھ گئے۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے، جب آپ کوئی ایسی آیت تلاوت کرتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ (اللہ کی) تسبیح کرتے اور جب کسی سوال والی آیت کی تلاوت کرتے تو اللہ سے سوال کرتے اور جب پناہ مانگنے والی آیت کی تلاوت کرتے تو پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا اور رکوع میں '' سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ '' پڑھنا شروع کر دیا اور آپ کا رکوع بھی آپ کے قیام کے برابر تھا۔ پھر آپ نے (رکوع سے سر اٹھایا اور) ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ '' پڑھا، پھر آپ دیر تک کھڑے رہے، اتنا جتنا آپ نے رکوع فرمایا تھا۔ پھر آپ نے سجدہ کیا اور (اس میں) آپ نے ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى '' پڑھا اور آپ کا سجدہ بھی آپ کے قیام کے برابر تھا۔ [مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب تطویل القراء ة فی صلاة اللیل : ۷۷۲]

وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غریب مہاجر آئے اور انھوں نے کہا، یا رسول اللہ! مال دار لوگ بلند درجے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں حاصل کر چکے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا مطلب؟'' انھوں نے کہا، وہ نماز پڑھتے ہیں، جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں، جیسے ہم رکھتے ہیں، لیکن (مال دار ہونے کی وجہ سے) وہ صدقہ دیتے ہیں، جو ہم نہیں دے سکتے۔ وہ غلام آزاد کرتے ہیں، جو ہم نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں ایک ایسا عمل نہ بتاؤں کہ (جب تم اسے کرو تو) تم ان (کے مقام) کو پا لو جو تم سے آگے ہیں اور ان سے ہمیشہ (مقام میں) آگے رہو جو تم سے پیچھے ہیں اور تم سے کوئی بھی افضل نہیں ہوگا، سوائے اس کے جو یہی عمل کرے؟'' انھوں

نے کہا کہ ضرور اے اللہ کے رسول ! آپ نے فرمایا: ''تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اور "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھ لیا کرو۔'' وہ غریب مہاجر دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ یارسول اللہ! ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی اس عمل کے متعلق سن لیا ہے اور انھوں نے بھی اس پر عمل شروع کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''پھر یہ تو اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے دے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ و بیان صفته : ۵۹۵۔ بخاری، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلوۃ : ۸۴۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بھی ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" اور تینتیس مرتبہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اور تینتیس مرتبہ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتا ہے یہ ننانوے ہو گئے اور پھر سو کی گنتی پوری کرتے ہوئے یہ دعا پڑھتا ہے: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ و بیان صفته : ۵۹۷]

سیدنا کعب بن مالک بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ ایسی دعائیں ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد انھیں پڑھنے والا، یا انھیں بجا لانے والا کبھی (ثواب یا بلند درجوں سے) محروم نہیں ہوتا (اور وہ) تینتیس مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ"، تینتیس مرتبہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اور چونتیس مرتبہ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہنا ہے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ و بیان صفته : ۵۹۶]

وَ اسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾

''اور کان لگا کر سن جس دن پکارنے والا ایک قریب جگہ سے پکارے گا۔ جس دن وہ چیخ کو حق کے ساتھ سنیں گے، یہ نکلنے کا دن ہے۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ کو بذریعہ وحی روزِ قیامت کے جو احوال بتائے جا رہے ہیں، انھیں غور سے سنیے، اس دن اسرافیل دوسرا صور پھونکیں گے، قیامت برپا ہو جائے گی اور ہر مُردہ زندہ ہو کر میدانِ محشر کی طرف دوڑ پڑے گا اور یہ آواز اتنی قریب سے ہوگی کہ میدانِ محشر کا ہر فرد اسے سنے گا۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ جس دن لوگ قبر سے اٹھائے جانے اور میدانِ محشر میں جمع ہونے کے لیے اسرافیل کے صور کی آواز سنیں گے، وہ قبر سے نکلنے کا برحق دن ہوگا، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾ [الزمر : ۶۸] ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو

اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔‘‘

اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیٖ وَ نُمِیۡتُ وَ اِلَیۡنَا الۡمَصِیۡرُ ﴿۴۳﴾

’’یقیناً ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔‘‘

اس آیت میں اشارہ ہے کہ جب ہم پہلی مرتبہ پیدا کر چکے ہیں تو دوسری مرتبہ پیدا کرنا ہمارے لیے کیا مشکل ہے؟ ہم یقیناً دوبارہ پیدا کریں گے اور سب کو ہماری ہی طرف حساب کتاب کے لیے لوٹنا ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الروم : ۲۷] ’’اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

يَوۡمَ تَشَقَّقُ الۡاَرۡضُ عَنۡهُمۡ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشۡرٌ عَلَيۡنَا يَسِيۡرٌ ﴿۴۴﴾

’’جس دن زمین ان سے پھٹے گی، اس حال میں کہ وہ تیز دوڑنے والے ہوں گے، یہ ایسا اکٹھا کرنا ہے جو ہمارے لیے نہایت آسان ہے۔‘‘

اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے کے بعد زمین پھٹ پڑے گی اور تمام مُردے زندہ ہو کر ادھر دوڑ پڑیں گے، جدھر سے آواز آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگوں کو قبروں سے نکال کر میدانِ محشر میں جمع کرنا ہمارے لیے بہت آسان ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۴۹ تا ۵۱] ’’اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی (معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں قیامت کے دن آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔‘‘

[مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا محمد ﷺ علی جمیع الخلائق : ۲۲۷۸]

﴿ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِجَبَّارٍ ۚ فَذَكِّرۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مَنۡ يَّخَافُ وَعِيۡدِ ﴾ ﴿۴۵﴾ ع ۱۷

''ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں جو یہ کہتے ہیں اور تو ان پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں، سو قرآن کے ساتھ اس شخص کو نصیحت کر جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ مشرکین مکہ کی اللہ اور اس کے رسول کے خلاف افترا پردازی اور بعث بعدالموت کا انکار اللہ کو خوب معلوم ہے اور وہی ان سے حساب لے گا۔ آپ کا کام تو انھیں ہمارا پیغام پہنچا دینا ہے، انھیں ایمان لانے پر مجبور کرنا آپ کا کام نہیں ہے، آپ قرآن کریم کی تلاوت کر کے ان لوگوں کو نصیحت کرتے رہیے، جو میرے عذاب وعقاب سے ڈرتے ہیں۔

وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِجَبَّارٍ : یعنی آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں، بلکہ آپ کا کام صرف پہنچا دینا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرۡ ۗ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَكِّرٌ ؕ لَسۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِمُصَيۡطِرٍ ﴾ [الغاشية : ۲۱، ۲۲] ''پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰىهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِيۡ مَنۡ يَّشَآءُ ﴾ [البقرة : ۲۷۲] ''تیرے ذمے انھیں ہدایت دینا نہیں اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهۡدِيۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِيۡ مَنۡ يَّشَآءُ ﴾ [القصص : ۵۶] ''بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

فَذَكِّرۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مَنۡ يَّخَافُ وَعِيۡدِ : یعنی جو ڈرتا ہے وہ ایمان لے آئے گا اور جو نہیں ڈرتا وہ ایمان نہیں لائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرۡ اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّكۡرٰى ؕ سَيَذَّكَّرُ مَنۡ يَّخۡشٰى ﴾ [الأعلٰى : ۹، ۱۰] ''سو تو نصیحت کر، اگر نصیحت کرنا فائدہ دے۔ عنقریب نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص تم میں سے کسی منکر (یعنی خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی، (یعنی دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بے زار ہو) اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب كون النهي عن المنكر من الإيمان …… الخ : ۴۹]

سورۃ الذّٰرِیٰتِ مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَ الذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالۡجٰرِیٰتِ یُسۡرًا ۙ﴿۳﴾ فَالۡمُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا ۙ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَصَادِقٌ ۙ﴿۵﴾ وَّ اِنَّ الدِّیۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۶﴾

''قسم ہے ان (ہواؤں) کی جو اڑا کر بکھیرنے والی ہیں! پھر ایک بڑے بوجھ (بادل) کو اٹھانے والی ہیں۔ پھر آسانی سے چلنے والی ہیں۔ پھر ایک بڑے کام (بارش) کو تقسیم کرنے والی ہیں۔ کہ بلاشبہ جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یقیناً سچا ہے۔ اور بلاشبہ جزا یقیناً واقع ہونے والی ہے۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے برساتی ہواؤں کی قسم کھائی ہے، برساتی ہوائیں پانی سے لبریز بوجھل بادلوں کو اٹھاتی ہیں، پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آتی ہیں اور بارانِ رحمت کی خوشخبری دیتی ہیں، پھر یہ ہوائیں امرالٰہی کے مطابق بادلوں کو اڑا کر ادھر ادھر تقسیم کر دیتی ہیں، پھر اللہ کے حکم کے مطابق بارش ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُزۡجِیۡ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیۡنَہٗ ثُمَّ یَجۡعَلُہٗ رُکَامًا فَتَرَی الۡوَدۡقَ یَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِہٖ ۚ وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ جِبَالٍ فِیۡہَا مِنۡۢ بَرَدٍ فَیُصِیۡبُ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَصۡرِفُہٗ عَنۡ مَّنۡ یَّشَآءُ ؕ یَکَادُ سَنَا بَرۡقِہٖ یَذۡہَبُ بِالۡاَبۡصَارِ ﴾ [النور : ۴۳] ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ بادل کو چلاتا ہے، پھر اسے آپس میں ملاتا ہے، پھر اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں میں سے جو اس میں ہیں، کچھ اولے اتارتا ہے، پھر انھیں جس کے پاس چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے اور انھیں جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے۔''

اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! تم سے جس قیامت کا وعدہ کیا گیا ہے اور جس بعث بعد الموت کی تمھیں خبر دی گئی ہے، وہ بالکل سچ ہے۔ اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ جزا و سزا کا ایک دن مقرر ہے اور اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ چکائے گا۔ اچھوں کو اچھا اور بروں کو برا بدلہ دے گا۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ﴿۷﴾ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿۸﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴿۹﴾

''قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے! کہ بلاشبہ تم یقیناً ایک اختلاف والی بات میں پڑے ہوئے ہو۔ اس (قیامت) سے وہی بہکایا جاتا ہے جو (پہلے سے) بہکایا گیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آسمان کی قسم کھائی ہے جو بڑا ہی حسین و جمیل اور ستاروں سے مزین ہے اور یہ قسم اہل مکہ کے کردار کی شناعت و قباحت بیان کرنے کے لیے کھائی ہے کہ اے کفارِ مکہ! تم قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی عداوت میں کس قدر اخلاقی گراوٹ میں مبتلا ہو گئے ہو؟ کہ جو چاہتے ہو ہمارے نبی ﷺ پر اتہام دھرتے ہو۔ کبھی انھیں شاعر کہتے ہو، کبھی ساحر کہتے ہو، کبھی مجنون اور پاگل کہتے ہو، تم ہمارے نبی کے متعلق متضاد و متناقض اور بے بنیاد باتیں کرتے رہتے ہو۔

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قرآن پر ایمان لانے سے وہی شخص محروم کیا جاتا ہے جو اللہ کی تقدیر کے مطابق ایمان سے محروم، گم گشتۂ راہ اور فکر و فہم سے عاری ہوتا ہے۔

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۴﴾

''اٹکل لگانے والے مارے گئے۔ وہ جو خود بڑی غفلت میں بھولے ہوئے ہیں۔ پوچھتے ہیں جزا کا دن کب ہے؟ جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔ اپنے جلنے کا مزہ چکھو، یہی ہے جسے تم جلدی مانگتے تھے۔''

کفارِ مکہ نے قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار دلائل و براہین کی بنیاد پر نہیں، بلکہ محض ظن و تخمین کی بنیاد پر کیا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان جھوٹوں پر لعنت بھیج دی، یعنی اللہ نے انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ ان کی جہالت و نادانی کا حال یہ ہے کہ جو قرآن ان کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہے، اس سے یکسر غافل، اپنی جسمانی لذتوں اور شہوتوں کی تکمیل میں منہمک ہیں اور اگر کبھی قیامت کے بارے میں پوچھتے بھی ہیں تو نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانے کے لیے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس استہزا کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قیامت اس دن آئے گی جب کفارِ مکہ جہنم کی آگ میں جلائے جائیں گے اور ان جہنمیوں سے کہا جائے گا کہ اب چکھو اس عذاب کا مزہ جس کا بطور استہزا تم مطالبہ کیا کرتے تھے، بلکہ وقت سے پہلے اس کے آنے کی تم جلدی مچایا کرتے تھے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا

﴿ قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴾ [الجاثية : ۳۲] ''اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ کا وعدہ حق ہے اور جو قیامت ہے اس میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے، ہم تو محض معمولی سا گمان کرتے ہیں اور ہم ہرگز پورا یقین کرنے والے نہیں۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا، جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا، اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی چین کا لمحہ بھی گزرا تھا؟ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم! اے میرے رب! کبھی نہیں۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار ...... الخ : ۲۸۰۷]

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶﴾

''بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔''

فرمایا کہ متقی لوگ ایسے باغوں اور چشموں میں ہوں گے کہ جن کی خوبیاں الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی ہیں۔ ان کا رب انھیں اپنی ان بخششوں اور نوازشوں سے اس لیے نوازے گا کہ وہ اپنی دنیا کی زندگی میں بڑے ہی اچھے لوگ تھے۔ اپنے رب کے اوامر کی پابندی کرتے تھے اور نواہی سے بچتے تھے، راتوں کو کم سوتے تھے، یعنی رات کا ایک حصہ نماز تہجد میں گزارتے تھے، لیکن اس کے باوجود انھیں احساس ہوتا تھا کہ جیسے ان کے گناہ اور جرائم بہت ہیں، اسی لیے توبہ اور استغفار میں لگ جاتے تھے اور اپنے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے محتاجوں اور فقیروں کا حق سمجھتے تھے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ وَ وَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴾ [الطور : ۱۷ تا ۲۰] ''بے شک متقی لوگ باغوں اور بڑی نعمت میں ہیں۔ لطف اٹھانے والے اس سے جو ان کے رب نے انھیں دیا اور ان کے رب نے انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا لیا۔ کھاؤ اور پیو خوب مزے سے، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جو قطاروں میں بچھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیا، جو بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنتی لوگوں سے فرمائے گا، اے

جنتیو! وہ کہیں گے، اے رب! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے، ہم کیسے راضی نہ ہوں؟ ہم کو تو تو نے اتنا کچھ دیا کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں تم کو اس سے بھی بہتر کوئی چیز دوں؟ وہ عرض کریں گے، اے رب! اس سے بہتر کون سی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ کہ میں تم پر اپنی رضا مندی نازل کرتا ہوں اور میں اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة ...... الخ : ٢٨٢٩]

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ۝

''وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔ اور رات کی آخری گھڑیوں میں وہ بخشش مانگتے تھے۔ اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے اور محروم کے لیے ایک حصہ تھا۔''

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ : سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کے لیے ٹوٹ پڑے اور انھوں نے (خوشی میں ایک دوسرے سے) کہا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ میں بھی آپ کی زیارت کے لیے گیا، جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو توجہ سے دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں۔ سب سے پہلی بات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے کان میں پڑی، وہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلایا کرو۔ اور راتوں کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تم نماز ادا کیا کرو، تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔'' [ترمذی، كتاب صفة القيامة ، باب أفشوا السلام : ٢٤٨٥ـ ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات ، باب ما جاء في قيام الليل : ١٣٣٤]

وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور فرماتا ہے، ہے کوئی مجھ سے دعا مانگنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی مجھ سے کسی چیز کا سوال کرنے والا کہ میں وہ چیز اسے دے دوں؟ کیا ہے کوئی مجھ سے (اپنے گناہوں کی) معافی طلب کرنے والا کہ میں اسے معاف کر دوں؟ فجر طلوع ہونے تک اللہ تعالیٰ یہی فرماتا ہے۔'' [بخاری، كتاب التهجد، باب الدعاء والصلوٰة من آخر الليل : ١١٤٥ـ مسلم، كتاب صلوة المسافرين ، باب الترغيب في الدعاء والذكر في آخر الليل والإجابة فيه : ٧٥٨]

وَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ

نہیں جو لوگوں کے پاس چکر کاٹتا پھرتا ہے، تا کہ اسے ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں مل جائیں، بلکہ حقیقی مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے بے پروا ہو جائے اور نہ لوگوں کو علم ہے کہ وہ مسکین ہے کہ اسے صدقہ دیں اور نہ وہ لوگوں سے کچھ مانگتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول الله عزوجل : ﴿ لا یسئلون الناس إلحافًا ﴾ : ۱۴۷۹۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب المسکین الذی لا یجد غنی ...... الخ : ۱۰۳۹]

وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾

''اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے کئی نشانیاں ہیں۔''

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں، اگر آدمی ان میں فکر و تدبر سے کام لے تو وہ ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال ہو جائے۔ یہ پہاڑ، یہ نہریں، یہ کھیتیاں، رنگ برنگ کے پھل اور پھول، بھانت بھانت کے پرندے اور انواع و اقسام کے جانور اور حیوانات اور دیگر تمام چیزیں جو زمین میں پائی جاتی ہیں، وہ خالق کائنات کے وجود اور اس کی وحدانیت کا پتا دیتی ہیں، لیکن ان نشانیوں سے حقیقت میں فائدہ وہ لوگ اٹھاتے ہیں جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔

وَ فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

''اور تمھارے نفسوں میں بھی، تو کیا تم نہیں دیکھتے؟''

انسان کی تخلیق میں بھی بہت سی نشانیاں ہیں، جن میں غور و فکر کرنا آدمی کو خالق کائنات کے وجود اور اس کی وحدانیت کے اعتراف پر مجبور کرتا ہے۔ نطفہ رحم مادر میں قرار پاتا ہے، پھر مختلف مراحل سے گزر کر بچہ پیدا ہوتا ہے، پھر بڑا ہوتا ہے، بوڑھا ہوتا ہے اور ایک دن دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قوت گویائی، قوت سماعت، قوت بینائی اور قوت عقل و احساس سے نوازتا ہے، اس کے جسم کا ہر عضو الگ الگ کام کرتا ہے اور پھر انسانوں کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں، رنگ و زبان اور عقل و فکر کے اعتبار سے دنیا میں بے شمار قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ان تمام باتوں میں فکر و تدبر آدمی کو اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ ان کا کوئی خالق ضرور ہے، جو قادر مطلق اور وحدہ لاشریک لہ ہے۔

وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾

''اور آسمان ہی میں تمھارا رزق ہے اور وہ بھی جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور اپنے علم و قدرت کے ذریعے سے آسمان و زمین کے تمام امور کی تدبیر کرتا ہے۔ بارش جو تمام پھلوں، پھولوں اور غذائے انسانی کی پیدائش کا سبب ہے، آسمان کی جانب سے نازل ہوتی ہے، خیر و شر اور رحمت و عذاب کے فیصلے آسمان میں ہوتے ہیں۔ لوح محفوظ، جس میں ہر چیز کی تفصیل پائی جاتی ہے، وہ بھی آسمان میں ہے۔

ع ۱۸ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾

’’سو آسمان وزمین کے رب کی قسم ہے! بلاشبہ یہ (بات) یقیناً حق ہے اس (بات) کی طرح کہ بلاشبہ تم بولتے ہو۔‘‘

اللہ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کفارِ مکہ کو یقین دلانا چاہا ہے کہ قیامت، بعث بعد الموت اور جزا و سزا امر یقینی ہے، اس میں ذرا بھی شبہ کی گنجائش نہیں ہے، جیسے تمھیں اپنی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ و کلمات پر یقین ہوتا ہے کہ وہ الفاظ تمھاری زبان سے نکلے ہیں، اسی طرح وقوعِ قیامت اور جزا و سزا کے لیے حساب کا ہونا یقینی ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

’’کیا تیرے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات آئی ہے؟ جب وہ اس پر داخل ہوئے تو انھوں نے سلام کہا۔ اس نے کہا سلام ہو، کچھ اجنبی لوگ ہیں۔ پس چپکے سے اپنے گھر والوں کی طرف گیا، پس (بھنا ہوا) موٹا تازہ بچھڑا لے آیا۔ پھر اسے ان کے قریب کیا کہا کیا تم نہیں کھاتے؟ تو اس نے ان سے دل میں خوف محسوس کیا، انھوں نے کہا مت ڈر! اور انھوں نے اسے ایک بہت علم والے لڑکے کی خوشخبری دی۔ تو اس کی بیوی چیختی ہوئی آگے بڑھی، پس اس نے اپنا چہرہ پیٹ لیا اور اس نے کہا بوڑھی بانجھ! انھوں نے کہا تیرے رب نے ایسے ہی فرمایا ہے، یقیناً وہی کمال حکمت والا، بے حد علم والا ہے۔‘‘

فرمایا کہ ایک دن ابراہیم علیہ السلام کے پاس کچھ ایسے فرشتے آئے جن کا اللہ کے نزدیک بڑا مقام تھا، جب وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انھوں نے سلام کیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ میں آپ لوگوں کو نہیں پہچانتا، آپ کون لوگ ہیں؟ پھر ابراہیم علیہ السلام فوراً ہی مہمانوں کو بتائے بغیر اپنے اہل خانہ کے پاس پہنچے، تاکہ ان کی میزبانی کا انتظام کریں اور ایک بھنا ہوا بچھڑا ان کے سامنے لے کر آئے۔ اسے مہمانوں کے قریب کیا، لیکن انھوں نے کھانے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا، تو ان سے پوچھا کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں اور دل ہی دل میں ڈرنے لگے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کی نیت ہمارے بارے میں اچھی نہیں ہے، اسی لیے ہمارا کھانا نہیں کھا رہے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ﴾ [ھود : ۷۰] ’’تو جب ان کے ہاتھوں کو دیکھا کہ اس کی طرف نہیں

پہنچتے تو انھیں اوپرا جانا اور ان سے ایک قسم کا خوف محسوس کیا۔"

جب ان فرشتوں نے دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام اندر ہی اندر کسی انہونے شر سے ڈر گئے ہیں، تو انھیں اپنی حقیقت کی اطلاع دے دی اور ایک لڑکے کی خوشخبری دی جو بڑا ہو کر بڑے علم و فضل والا ہو گا۔ سارہ علیہا السلام نے، جو بوڑھی ہو چکی تھیں، جب یہ بات سنی تو مارے حیرت کے ان کے منہ سے چیخ نکل گئی، اپنا چہرہ پیٹنے لگیں اور کہنے لگیں کہ میں تو بوڑھی ہوں اور بانجھ ہوں، مجھے کیسے بچہ ہو گا؟ فرشتے نے کہا کہ ہم نے آپ کو وہی خبر دی ہے جو اللہ نے فرمایا ہے، اس لیے اس بارے میں کوئی شبہ نہ کیجیے، اللہ نے جو چاہا وہ ہو کر رہے گا، وہ اپنے اقوال و افعال میں بڑا حکیم اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ : مہمانوں کی مہمان نوازی سے متعلق فضائل و مناقب بہت سی احادیث میں موجود ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر مدارت کرے۔" [بخاري، كتاب الأدب، باب إكرام الضيف : ٦١٣٦ـ مسلم، كتاب اللقطة ، باب الضيافة : ٤٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن یا ایک رات باہر نکلے اور آپ نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو بھی باہر دیکھا، پوچھا: "تم اس وقت اپنے گھروں سے کیوں نکلے ہو؟" انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! بھوک کی وجہ سے نکلے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے بھی اسی چیز نے نکالا ہے جس نے تمھیں نکالا ہے، تو چلو!" پھر وہ آپ کے ساتھ چلے، آپ ایک انصاری کے ہاں آئے۔ وہ انصاری گھر میں نہیں تھے، ان کی بیوی نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگیں، مرحبا، خوش آمدید۔ آپ نے فرمایا: "فلاں شخص کہاں ہے؟" اس عورت نے کہا، وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری آ گئے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا تو کہا، الحمد للہ! آج کسی کے ہاں اتنے عزت والے مہمان نہیں ہیں، جیسے میرے ہاں ہیں، پھر وہ گئے اور کھجور کا ایک خوشہ لے کر آئے، جس میں گدری، سوکھی اور تازہ کھجوریں تھیں۔ انھوں نے کہا، اس میں سے کھائیے! پھر انھوں نے چھری لی۔ آپ نے فرمایا: "دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔" انھوں نے ایک بکری ذبح کی، سب نے اس کا گوشت کھایا، کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ جب کھانے اور پینے سے سیر ہو گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم سے قیامت کے دن اس نعمت کے بارے میں سوال ہو گا، تم گھروں سے بھوک کے نکلے تھے، پھر تم (گھر) نہیں لوٹے یہاں تک کہ تم کو یہ نعمت ملی۔" [مسلم، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره ...... الخ : ٢٠٣٨]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی ہے جو کمزور تھی۔ میں اس آواز میں بھوک محسوس کرتا ہوں، تمھارے پاس کچھ ہے؟ انھوں نے کہا، ہاں! پھر انھوں نے جو کی روٹیاں نکالیں، پھر اپنی اوڑھنی نکالی اور اس میں روٹیوں کو لپیٹ کر میرے ہاتھ میں چھپا دیا اور اس اوڑھنی کا دوسرا حصہ

میرے جسم پر باندھ دیا پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دیا۔ میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کے پاس لوگ بیٹھے ہیں۔ میں وہاں پہنچ کر خاموش کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟'' میں نے کہا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''کچھ کھانا دے کر۔'' میں نے کہا، جی ہاں، یہ سنتے ہی آپ نے لوگوں سے فرمایا: ''چلو اٹھو۔'' آپ روانہ ہوئے، میں آپ کے آگے آگے چل کر ابوطلحہ کے پاس پہنچا۔ میں نے ان کو خبر دی۔ ابوطلحہ نے ام سلیم سے کہا، اے ام سلیم! رسول اللہ ﷺ لوگوں کو لا رہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے جو ہم انھیں کھلا سکیں، ام سلیم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ پھر ابوطلحہ چلے اور رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا۔ پھر وہ دونوں ساتھ آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ام سلیم! تمھارے پاس جو کھانا ہے وہ لے آؤ۔'' ام سلیم وہی روٹیاں لے آئیں۔ آپ نے فرمایا: ''ان کے ٹکڑے کر دو۔'' پھر ام سلیم نے کپی نچوڑ کر اس میں سے کچھ گھی نکالا وہی سالن ہوا۔ پھر آپ نے جو کچھ دعا کرنا تھی وہ دعا کی اور ابوطلحہ سے فرمایا: ''دس دس آدمیوں کو بلاؤ۔'' انھوں نے بلایا، وہ کھا کر سیر ہو کر باہر چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اب دوسرے دس آدمیوں کو بلاؤ۔'' انھوں نے بلایا، وہ بھی آئے، کھا کر سیر ہو کر چلے گئے۔ پھر فرمایا: ''اب اور دس آدمیوں کو بلاؤ۔'' ابوطلحہ نے فرمایا، وہ بھی آئے اور کھا کر سیر ہو کر چلے گئے پھر فرمایا: ''اور دس آدمیوں کو بلاؤ۔'' انھوں نے بلایا، غرض اسی طرح سب لوگوں نے کھا لیا اور سیر ہو گئے۔ یہ سب ستر یا اسی آدمی تھے۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام : ۳۵۷۸۔ مسلم، کتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غیرهٗ ......الخ : ۲۰۴۰]

سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے والد کے ہاں تشریف لائے، ہم نے کھانا اور وطبہ (ایک کھانا جو کھجور، پنیر اور گھی کو ملا کر بنتا ہے) وہ پیش کیا اور آپ نے اس میں سے کھایا۔ پھر سوکھی کھجوریں آئیں، آپ ان کو کھاتے رہے اور گٹھلیاں دونوں انگلیوں کے بیچ میں رکھتے جاتے تھے، یعنی کلمہ اور بیچ والی انگلی کے درمیان۔ پھر پینے کے لیے کچھ آیا، آپ نے اسے پیا، اس کے بعد دائیں طرف جو بیٹھا تھا اس کو دیا، پھر میرے باپ نے آپ کے جانور کی لگام پکڑی اور عرض کی، ہمارے لیے دعا کیجیے، آپ نے فرمایا: « اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ فَاغْفِرْ لَهُمْ فَارْحَمْهُمْ » ''اے اللہ! ان کی روزی میں برکت عطا فرما، ان کو بخش دے اور ان پر رحم فرما۔'' [مسلم، کتاب الأشربة، باب استحباب وضع النوی خارج التمر ...... الخ : ۲۰۴۲]

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ
حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَ تَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ
يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾

”کہا تو اے بھیجے ہوئے (قاصدو!) تمھارا معاملہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا بے شک ہم کچھ گناہ گار لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر (کھنگر) پھینکیں۔ جن پر تیرے رب کے ہاں حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان لگائے ہوئے ہیں۔ سو ہم نے اس (بستی) میں ایمان والوں سے جو بھی تھا نکال لیا۔ تو ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی نہ پایا۔ اور ہم نے اس میں ان لوگوں کے لیے ایک نشانی چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔“

ابراہیم علیہ السلام کو شاید اندازہ ہو گیا تھا کہ ان فرشتوں کے آنے کا کوئی اور بھی مقصد ہے، اسی لیے جب ان کا خوف جاتا رہا اور بیٹے کی خوش خبری بھی مل گئی، تو ان سے پوچھا کہ تمھاری آمد کا اور کیا مقصد ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ ہم ایک مجرم قوم یعنی قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں، تاکہ ہم ان پر سخت مٹی کے پتھروں کی بارش کر دیں، جن پر مجرموں کے نام آپ کے رب کی جانب سے لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا، تاکہ وہ عذاب کی لپیٹ میں نہ آئیں۔ کہتے ہیں کہ وہ صرف تین افراد تھے، لوط اور ان کی دو بیٹیاں، ان کی بیوی مسلمان نہیں تھی، اس لیے ہلاک کر دی گئی تھی۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نیست و نابود کر دیا۔ ان کی بستی کے صرف کھنڈرات باقی رہ گئے اور وہ کفار کی بستی مکہ سے کچھ دور بھی نہیں، لب سڑک واقع ہے، یہ لوگ دوران سفر میں اس کے پاس سے گزرتے ہیں، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حجر میں ارشاد فرمایا: ”ان عذاب یافتہ لوگوں کے علاقے میں داخل ہونا پڑے تو صرف روتے ہوئے داخل ہوا کرو، اگر رونا نہ آئے تو ان کے علاقے میں داخل نہ ہونا کہ کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔“ [بخاري، كتاب الصلوة، باب الصلاة في مواضع الخسف والعذاب: ۴۳۳۔ مسلم، كتاب الزهد، باب النهي عن الدخول على أهل الحجر : ۲۹۸۰]

وَ فِيْ مُوْسٰۤى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَ قَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾
فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾

”اور موسیٰ میں (بھی ایک نشانی ہے) جب ہم نے اسے فرعون کی طرف ایک واضح دلیل دے کر بھیجا۔ تو اس نے اپنی

قوت کے سبب منہ پھیر لیا اور اس نے کہا یہ جادوگر ہے، یا دیوانہ۔ پس ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر انھیں سمندر میں پھینک دیا، اس حال میں کہ وہ قابل ملامت کام کرنے والا تھا۔“

جس طرح قوم لوط کے باقی ماندہ آثار کفارِ مکہ اور دیگر قوموں کے لیے نشانِ عبرت ہیں، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کی ہلاکت بھی اپنے اندر بہت سی نشانیاں لیے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو معجزۂ عصا دے کر فرعون کے پاس بھیجا تا کہ وہ اسے اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیں، لیکن فرعون نے تکبر کے سبب ان سے اور ان کی دعوت سے منہ پھیر لیا اور ان کے بارے میں اپنی قوم سے کہنے لگا، یہ آدمی یا تو جادوگر ہے، یا اسے جنون لاحق ہو گیا ہے۔ اس ملعون کا مقصد اپنی قوم کو بے وقوف بنانا اور دھوکا دینا تھا۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب فرعون کی سرکشی انتہا کو پہنچ گئی اور اس کے ایمان لانے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو سمندر میں ڈبو دیا۔ درآں حالیکہ اس کے سارے کرتوت قابل ملامت تھے، اس نے ربوبیت کا دعویٰ کیا، اللہ کا انکار کیا اور سرکشی اور کبر و غرور کی آخری حدوں کو پہنچ گیا۔

وَ فِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۝ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۝

”اور عاد میں، جب ہم نے ان پر بانجھ (خیر و برکت سے خالی) آندھی بھیجی۔ جو کسی چیز کو نہ چھوڑتی تھی جس پر سے گزرتی مگر اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح کر دیتی تھی۔“

قومِ عاد یعنی قوم ہود کی ہلاکت بھی اپنے اندر نشانِ عبرت رکھتی ہے۔ جب ان کی سرکشی انتہا کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کرنے کے لیے ایک ایسی تیز و تند ہوا کو ان پر مسلط کر دیا جس میں کسی طرح کی کوئی خیر نہیں تھی۔ چنانچہ وہ ہوا جس چیز کو بھی لگی، وہ وہیں ڈھیر ہو گئی۔ تمام لوگ ہلاک ہو گئے، ان کے مویشی مر گئے اور ان کے سارے اسبابِ زندگی تباہ و برباد ہو گئے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری مدد بادِ صبا (یعنی مشرقی ہوا) کے ذریعے سے کی گئی اور قوم عاد بادِ دبور (یعنی مغربی ہوا) کے ذریعے سے ہلاک کی گئی تھی۔“ [بخاري، كتاب الاستسقاء، باب قول النبي ﷺ : نصرت بالصباء : ۱۰۳۵ـ مسلم، كتاب صلاة الاستسقاء، باب في ريح الصبا والدبور : ۹۰۰]

وَ فِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ۝ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۝

’’اور ثمود میں، جب ان سے کہا گیا کہ ایک وقت تک فائدہ اٹھالو۔ پھر انھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو انھیں کڑک نے پکڑ لیا اور وہ دیکھ رہے تھے۔ پھر نہ انھوں نے کسی طرح کھڑے ہونے کی طاقت پائی اور نہ وہ بدلہ لینے والے تھے۔‘‘

قومِ ثمود یعنی قوم صالح کی ہلاکت میں بھی کفارِ مکہ اور دیگر قوموں کے لیے بہت سی عبرت و موعظت کی باتیں ہیں۔ جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی یعنی انھوں نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ہلاک کر دیا اور ان کے ایمان لانے کی کوئی امید باقی نہ رہی، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں رہنے کے لیے تین دن کی مہلت دی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴾ [ھود : ٦٥] ’’اپنے گھروں میں تین دن خوب فائدہ اٹھالو، یہ وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔‘‘

لیکن انھوں نے سرکشی ہی کی راہ اختیار کی اور اپنے رب کا حکم ماننے سے انکار کر دیا، تو عذاب الٰہی نے دن کے وقت انھیں اپنی گرفت میں لے لیا اور موت ان میں سے ایک ایک کو اچکنے لگی اور حالت یہ تھی کہ وہ اپنے گھٹنوں کے بل اوندھے منہ زمین پر گرے پڑے تھے۔ وہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، نہ اپنی مجلسوں سے اٹھ سکے اور نہ کوئی ان کی مدد کے لیے آیا، جو انھیں عذاب سے بچا لیتا۔

وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۲

’’اور اس سے پہلے نوح کی قوم کو، یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔‘‘

فرعون، قومِ عاد اور قوم ثمود سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی سرکشی کی راہ اختیار کی اور اللہ کی اطاعت و بندگی کا انکار کیا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں بھی ہلاک کر دیا۔ بے شک ان کی ہلاکت میں بھی ان کے بعد آنے والی قوموں کے لیے عبرت و موعظت ہے۔ نوح علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے پانی میں غرق کر دیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِيْ وَ مَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۱۱۷ تا ۱۲۱] ’’اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ پس تو میرے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور میرے ساتھ جو ایمان والے ہیں، انھیں بچا لے۔ تو ہم نے اسے اور ان کو جو اس کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں تھے، بچا لیا۔ پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔‘‘

وَ السَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ الْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾

''اور آسمان، ہم نے اسے قوت کے ساتھ بنایا اور بلاشبہ ہم یقیناً وسعت والے ہیں۔اور زمین، ہم نے اسے بچھا دیا، سو (ہم) اچھے بچھانے والے ہیں۔اور ہر چیز سے ہم نے دو قسمیں بنائیں، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا ہے، اسے اونچا بنایا اور شمس و قمر اور ان گنت ستاروں سے اسے مزین کیا ہے۔ہم ہر چیز کو جتنا پھیلانا چاہیں اسے پھیلانے کی قدرت رکھتے ہیں اور ہم نے زمین کو فرش کی طرح پھیلا دیا ہے، تاکہ بندے اس سے مستفید ہو سکیں، ہم ہی اسے اچھی طرح پھیلانے والے ہیں، یعنی ہمارے سوا کوئی اس کی قدرت نہیں رکھتا۔

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور کوئی چیز اس دنیا میں مفرد نہیں ہے، آسمان و زمین، رات و دن، بر و بحر، روشنی اور تاریکی، ایمان و کفر، موت و حیات، شقاوت و سعادت، جنت و جہنم حتیٰ کہ تمام حیوانات و نباتات بھی جوڑے جوڑے بنائے ہیں۔جن و انس اور حیوانات و بہائم میں مذکر و مؤنث ہونا اور ان کی نسلوں کی بقا کے لیے بظاہر بے جان نطفہ میں جان ڈالنا، اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اللہ قادرِ مطلق مُردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

''پس دوڑو اللہ کی طرف، یقیناً میں تمھارے لیے اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔''

مشرکینِ مکہ سے نبی کریم ﷺ کی زبانی کہا جا رہا ہے کہ جب دلائل و براہین سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے در کے سوا کوئی در نہیں، اس کی ذات کے سوا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں، تو اے مشرکین مکہ! اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تم اس پر ایمان لے آؤ اور اس کی اطاعت و بندگی اختیار کرو، اس لیے کہ اس کے عذاب سے بچنے کا اس کے سوا کوئی ذریعہ نہیں کہ اس کی بندگی کی جائے۔دیکھو! میں اس کے عذاب سے تمھیں بہت ہی صراحت کے ساتھ ڈرا رہا ہوں۔اگر تم نے اپنی حالت نہ بدلی تو کہیں تم پر بھی ویسا ہی عذاب نہ نازل ہو جائے جیسا پہلی قوموں پر نازل ہوا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، پھر جب اس کے گرد روشنی ہوئی تو اس میں کیڑے اور یہ جانور جو آگ میں ہیں، اس میں گرنے لگے اور وہ شخص ان کو روکنے لگا، لیکن وہ نہ رکے اور اس میں گرنے لگے، یہ مثال ہے میری اور تمھاری، میں تمھیں تمھاری کمر سے پکڑ کر جہنم سے روکنے والا ہوں اور کہتا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ اور تم نہیں مانتے، اسی میں گھسے جاتے ہو۔'' [مسلم، كتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ على أمته ...... الخ : ۱۸/ ۲۲۸٤]

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۟ۚ ﴿۵۱﴾

”اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ، بلاشبہ میں تمھارے لیے اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔“

اس آیت میں بھی مشرکینِ مکہ سے کہا گیا ہے کہ تم لوگ اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے اس کی وحدانیت کا اقرار کرو، اس کے سوا کسی غیر کی عبادت نہ کرو اور دیکھو میں تمھیں بہت ہی صراحت کے ساتھ اس کے عذاب سے ڈرا رہا ہوں، تاکہ تمھارے پاس کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۫ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ”بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [فاطر : ٤٠] ”کہہ دے کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا، جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ مجھے دکھاؤ زمین میں سے انھوں نے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے، یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم لوگ، ان کے بعض بعض کو دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتے۔“

كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۟ۚ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۟ۚ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۟ۗ ﴿۵۴﴾

”اسی طرح ان لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے، کوئی رسول نہیں آیا مگر انھوں نے کہا یہ جادوگر ہے، یا دیوانہ۔ کیا انھوں نے ایک دوسرے کو اس (بات) کی وصیت کی ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ (خود ہی) سرکش لوگ ہیں۔ سو تو ان سے منہ پھیر لے، کیونکہ تو ہرگز کسی طرح ملامت کیا ہوا نہیں۔“

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کی قوم اگر آپ کو ساحر و مجنون کہتی ہے تو اس سے دل برداشتہ نہ ہوں، کیونکہ کافر قوموں کا ہمیشہ سے یہی شیوہ رہا ہے کہ جب بھی ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی رسول آیا تو انھوں نے اسے جادوگر اور دیوانہ کہا۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے اہلِ کفر کی حالت پر اظہارِ تعجب کیا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا

ہے کہ جیسے تمام اہل کفر ایک دوسرے کو یہ بات سکھانے آئے ہیں کہ جب بھی کوئی نبی آئے تو اسے ساحر و مجنون کہا جائے۔ گویا سب کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اہلِ کفر کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی ہے، اسی لیے تو انھوں نے ہمارے رسول کے بارے میں اتنی بری بات کہی ہے۔ درحقیقت ان کی فطرت خبیث ہے، اسی لیے انھوں نے اپنی زبان سے اتنی قبیح و شنیع بات کہی ہے۔

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو نصیحت کی کہ آپ ان کے ساتھ نہ الجھیے، آپ نے اپنا کام کر دیا، اب آپ عنداللہ قابل ملامت نہیں ہیں، اس لیے کہ آپ نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔

وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

”اور نصیحت کر، کیونکہ یقیناً نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ مشرکین کے ساتھ بغیر الجھے اور بغیر ٹکراؤ پیدا کیے قرآن پڑھ کر انھیں نصیحت کرتے رہیے، تاکہ جن کی قسمت میں ایمان لانا لکھا ہے، وہ اس سے مستفید ہوں اور وہ لوگ بھی مستفید ہوں جو ایمان لا چکے ہیں۔

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں، کسی اور مقصد کے لیے میں نے انھیں پیدا نہیں کیا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر ایک بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں، جیسے جانور چارپاؤں والا ہمیشہ سالم جانور جنتا ہے، کیا تمھیں ان میں کوئی کان کٹا ہوا جانور ملتا ہے؟“ [مسلم، كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة ...... الخ : ٢٦٥٨]

مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾

”نہ میں ان سے کوئی رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بے شک اللہ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔“

رب ذوالجلال نے اپنی عظمت و کبریائی بیان کی ہے کہ اس کا مقام اپنے بندوں کے مقابلے میں وہ نہیں ہے جو دنیا کے آقاؤں کا ان کے غلاموں کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ دنیا کے آقا اپنے غلاموں کے ایک گونہ محتاج ہوتے ہیں، ان

کے آقا ان سے خدمت اور تجارت یا مزدوری کے ذریعے سے مال کا مطالبہ کرتے ہیں، جبکہ اللہ اپنے بندوں سے بندگی کے سوا کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا ہے، کیونکہ وہ غنی ہے اور وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے، وہی سب کو روزی دیتا ہے اور اس کی قوت ایسی زبردست اور ناقابل شکست ہے کہ آسمان و زمین میں کوئی اسے عاجز نہیں کر سکتا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، اے ابن آدم! اپنے آپ کو میری عبادت کے لیے فارغ کر لے، میں تیرے سینے کو بے نیازی سے بھر دوں گا اور تیرا فقر دور کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرا سینہ مشاغل سے بھر دوں گا اور تیرا فقر بھی دور نہیں کروں گا۔'' [ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهم بالدنيا: ۴۱۰۷۔ ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب أحاديث : ابتلينا بالضراء ...... الخ : ۲۴۶۶]

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ پڑھایا ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾ [الذاريات : ۵۸] ''بے شک اللہ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔'' [ترمذی، كتاب القراءات، باب و من سورة الذاريات : ۲۹۴۰۔ أبو داؤد، كتاب الحروف و القراء ات، باب : ۳۹۹۳]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اذیت کی بات سن کر صبر کرنے والا اللہ تعالیٰ سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے۔ لوگ اس کے لیے بیٹا بناتے ہیں اور وہ پھر بھی ان کو عافیت سے رکھتا ہے اور رزق دیتا ہے۔'' [بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ إن الله هو الرزاق ذوالقوة المتين ﴾ : ۷۳۷۸]

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

ع ۳

''پس یقیناً ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا، ان کے ساتھیوں کی باری کی طرح (عذاب کی) ایک باری ہے، سو وہ مجھ سے جلدی (عذاب) نہ مانگیں۔ پھر بڑی ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، ان کے اس دن سے جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں۔''

جن مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب، کفر و شرک اور فساد و سرکشی پر اصرار کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے، وہ لوگ گزشتہ زمانوں میں ہلاک کی جانے والی قوموں کی طرح بڑے عذاب کے سزاوار ہو گئے ہیں، لہٰذا وہ جلدی نہ کریں، اسے ضرور آنا ہے اور وقت مقرر پر آنا ہے۔ اللہ نے اپنی معلوم حکمت کی وجہ سے اسے مؤخر کر رکھا ہے، جب اس کا وقت آئے گا تو اسے کوئی ٹال نہیں سکے گا اور وہ بڑا ہی دردناک عذاب ہو گا۔ انھیں چاہیے کہ مہلت کو غنیمت سمجھیں اور عذاب آنے سے پہلے توبہ کر لیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٤٢ تا ٤٧] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر انھیں تنگ دستی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ عاجزی کریں۔ پھر انھوں نے کیوں عاجزی نہ کی، جب ان پر ہمارا عذاب آیا اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو کچھ وہ کرتے تھے۔ پھر جب وہ اس کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہو گئے جو انھیں دی گئی تھیں، ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا تو اچانک وہ ناامید تھے۔ تو ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا تھا اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔ کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تمھاری سماعت اور تمھاری نگاہوں کو لے لے اور تمھارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا کون سا معبود ہے جو تمھیں یہ چیزیں لا دے؟ دیکھ ہم کیسے آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں، پھر وہ منہ موڑ لیتے ہیں۔ کہہ کیا تم نے دیکھا اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک یا کھلم کھلا آ جائے، کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی ہلاک کیا جائے گا؟“ اور فرمایا: ﴿ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الزمر : ٢٥، ٢٦] ”ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے تو ان پر وہاں سے عذاب آیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔ پس اللہ نے انھیں دنیا کی زندگی میں رسوائی چکھائی اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔“

آخری آیت میں فرمایا کہ جس عذاب کے دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے وہ کافروں کے لیے ہلاکت و بربادی کا دن ہوگا۔ اس سے مراد یا روز قیامت ہے یا غزوۂ بدر، جب مشرکین مکہ کے کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے۔

سورة الطور مکیة

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نماز مغرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ طور کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا۔[بخاری، کتاب الأذان، باب الجھر فی المغرب : ۷۶۵۔ مسلم، کتاب الصلوۃ، باب القرائۃ فی الصبح : ٤٦٣]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میں بیمار ہوں، آپ نے فرمایا: ''تم لوگوں کے پیچھے پیچھے سواری پر سوار ہو کر طواف کر لو۔'' میں نے طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے پاس نماز پڑھائی جس میں آپ نے سورۂ طور کی تلاوت فرمائی۔[بخاری، کتاب الصلوۃ، باب إدخال البعیر فی المسجد للعلۃ : ٤٦٤۔ مسلم، کتاب الحج، باب جواز الطواف علی بعیر وغیرہ ...... الخ : ١٢٧٦]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَ الطُّوۡرِ ۙ﴿۱﴾ وَ کِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ ۙ﴿۲﴾ فِیۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ۙ﴿۳﴾ وَّ الۡبَیۡتِ الۡمَعۡمُوۡرِ ۙ﴿۴﴾ وَ السَّقۡفِ الۡمَرۡفُوۡعِ ۙ﴿۵﴾ وَ الۡبَحۡرِ الۡمَسۡجُوۡرِ ۙ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَہٗ مِنۡ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾

''قسم ہے طور کی! اور ایک کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے! ایسے ورق میں جو کھلا ہوا ہے۔ اور آباد گھر کی! اور اونچی اٹھائی ہوئی چھت کی! اور لبالب بھرے ہوئے سمندر کی! کہ یقیناً تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔ اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔''

ابتدائی چھ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی چند مخلوقات کی قسم کھا کر سننے والوں کے ذہنوں میں اس بات کی اہمیت بٹھانا چاہی ہے کہ عذابِ جہنم یقینی امر ہے اور جو لوگ اس کے حق دار ہوں گے ان پر وہ عذاب ضرور نازل ہو گا۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَقِمۡ وَجۡہَکَ لِلدِّیۡنِ الۡقَیِّمِ مِنۡ

﴿ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ یَوۡمَئِذٍ یَّصَّدَّعُوۡنَ ﴾ [الروم : ۴۳] ’’پس تو اپنا چہرہ سیدھے دین کی طرف سیدھا کر لے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں، اس دن وہ جدا جدا ہو جائیں گے۔‘‘

وَ الۡبَیۡتِ الۡمَعۡمُوۡرِ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ’’پھر جبریل علیہ السلام ہمارے ساتھ ساتویں آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ فرشتوں نے پوچھا، کون ہے؟ جواب دیا جبریل۔ پوچھا، تمھارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فرشتوں نے کہا، کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ انھوں نے کہا، ہاں! انھیں بلایا گیا ہے۔ پھر (جب) ہمارے لیے دروازہ کھلا تو میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، وہ بیت المعمور سے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ بیت المعمور وہ مکان ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں (جب وہ اس میں سے نکل آتے ہیں تو) پھر دوبارہ اس میں داخل نہیں ہوتے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول الله صلی اللہ علیہ وسلم إلی السموات وفرض الصلوات : ۱۶۲]

یَّوۡمَ تَمُوۡرُ السَّمَآءُ مَوۡرًا ۙ﴿۹﴾ وَّ تَسِیۡرُ الۡجِبَالُ سَیۡرًا ﴿ؕ۱۰﴾ فَوَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿ۙ۱۱﴾

’’جس دن آسمان لرزے گا، سخت لرزنا۔ اور پہاڑ چلیں گے، بہت چلنا۔ تو اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

روزِ قیامت کی چند نشانیاں یہ ہیں کہ اس دن آسمان نہایت تیزی سے حرکت کرنے لگے گا، بری طرح لرزے اور تھرتھرائے گا اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے، بادلوں کی طرح چلنے لگیں گے اور غبار بن کر اڑنے لگیں گے۔ جس دن آسمانوں اور پہاڑوں کی یہ کیفیت ہوگی، وہ دن اللہ، اس کے رسول اور اس کے قرآن کی تکذیب کرنے والوں کے لیے بڑی ہی ہلاکت و بربادی کا دن ہوگا اور جہنم میں ان کا ٹھکانا ’’ویل‘‘ نامی وادی ہوگی۔ آسمانوں اور پہاڑوں کی یہ کیفیت بیان کرتے ہوئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ یَوۡمَ تَکُوۡنُ السَّمَآءُ کَالۡمُہۡلِ ۙ﴿۸﴾ وَ تَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ ﴾ [المعارج : ۸، ۹] ’’جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ یَوۡمَ نُسَیِّرُ الۡجِبَالَ وَ تَرَی الۡاَرۡضَ بَارِزَۃً ۙ وَّ حَشَرۡنٰہُمۡ فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡہُمۡ اَحَدًا ﴾ [الکہف : ۴۷] ’’اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم انھیں اکٹھا کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔‘‘

الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ خَوۡضٍ یَّلۡعَبُوۡنَ ﴿ۘ۱۲﴾

’’وہ جو فضول بحث میں کھیل رہے ہیں۔‘‘

یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں باطل کی تائید کرتے، روز قیامت کے حساب کتاب سے غافل لہو ولعب میں مشغول

رہتے اور نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا کے عیش و آرام میں منہمک اور فکر آخرت سے یکسر غافل رہتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴾ [الزخرف : ۸۳] ''پس انھیں چھوڑ دے فضول بحث کرتے رہیں اور کھیلتے رہیں، یہاں تک کہ اپنے اس دن کو جا ملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔''

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾

''جس دن انھیں جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا، سخت دھکیلا جانا۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھ رہے؟''

یعنی انھیں نہایت بے دردی اور سختی کے ساتھ دھکا دے کر جہنم میں پہنچا دیا جائے گا اور ان سے جہنم پر مامور فرشتے کہیں گے کہ یہی وہ نارِ جہنم ہے جس کی تم دنیا میں تکذیب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تذلیل و اہانت میں اضافہ کرتے ہوئے ان سے کہے گا کہ یہ نارِ جہنم جس کا تم اب مشاہدہ کر رہے ہو، کیا یہ جادو اور افسانہ ہے؟ جیسا کہ تم دنیا میں ہمارے رسولوں کو جادوگر اور ہماری کتابوں کو جادو اور افسانہ کہا کرتے تھے، یا تم اندھے ہو اور نارِ جہنم کو دیکھ نہیں پا رہے ہو؟ جیسا کہ تم دنیا میں دل کے اندھے تھے اور راہِ حق کو نہیں پا رہے تھے۔

اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْۤا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

''اس میں داخل ہو جاؤ، پھر صبر کرو یا صبر نہ کرو، تم پر برابر ہے، تمھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔''

یعنی اب تو وہ حقیقت جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے تمھاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب جہنم میں داخل ہو جاؤ، اور اس کے عذاب کی سختیوں کو جھیل کر صبر کرو یا نہ کرو، بہر حال اب نارِ جہنم سے چھٹکارا نہیں ہے، تم نے اپنے رب کا انکار کیا تھا اور زمین کو گناہوں سے بھر دیا تھا، تو یہ عذاب تمھاری انھی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴾ [الزمر : ۷۱، ۷۲] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس تم میں سے کچھ رسول نہیں آئے جو تم پر تمھارے رب کی آیات پڑھتے

ہوں اور تمھیں تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ کہیں گے کیوں نہیں، اور لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔ کہا جائے گا جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے، پس وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔‘‘

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَ وَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

’’بے شک متقی لوگ باغوں اور بڑی نعمت میں ہیں۔ لطف اٹھانے والے اس سے جو ان کے رب نے انھیں دیا اور ان کے رب نے انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا لیا۔ کھاؤ اور پیو خوب مزے سے، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں شرک و معاصی سے بچنے والے قیامت کے دن جنتوں اور باغوں میں ہوں گے اور ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والی نعمتیں ہوں گی۔ وہاں وہ اللہ کی طرف سے عطا کی گئی نعمتوں سے خوب راحت و لذت پائیں گے۔ ایک بہت بڑی نعمت یہ ہوگی کہ ان کا رب جہنم سے ان کی آزادی کا اعلان کر دے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تم جو اعمال صالحہ کرتے تھے، ان کے سبب اب اس جنت کی بے مثال نعمتوں میں سے جو چاہو کھاؤ پیو، یہاں تمھارے عیش و آرام میں کوئی خلل نہیں ڈالے گا اور نہ تمھیں اب موت لاحق ہوگی، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴾ [الحاقة : ٢٤] ’’کھاؤ اور پیو مزے سے، ان اعمال کے عوض جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آگے بھیجے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ’’کسی شخص کو محض اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا۔‘‘ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! کیا آپ کے بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: ’’میرے اعمال بھی (مجھے جنت میں) نہیں (لے جائیں گے)، الا یہ کہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی مجھے ڈھانپ لے۔‘‘ [بخاري، كتاب المرضى، باب تمنى المريض الموت : ٥٦٧٣]

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾

’’ایسے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جو قطاروں میں بچھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیا، جو بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں۔‘‘

ان جنتوں میں اہل جنت قطاروں میں لگے گاؤ تکیوں پر ٹیک لگا کر بیٹھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی شادی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دے گا، یعنی وہاں کی زندگی ایسے آرام و راحت والی اور ٹھاٹھ باٹھ کی ہوگی جسے اس دنیا میں نہ کسی نے

دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل نے کبھی اس کا تصور کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ۝ وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِيْرًا ﴾ [الدھر : ۱۱ تا ۱۳] ”پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔ اور انھیں ان کے صبر کرنے کے عوض جنت اور ریشم کا بدلہ عطا فرمایا۔ وہ اس میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اس میں سخت دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی۔“

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝۲۱

”اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد کسی بھی درجے کے ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان سے ان کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے، ہر آدمی اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اپنے فضل و کرم اور لطف و احسان کے بارے میں مطلع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مومنوں کی اولاد نے اگر ایمان میں ان کی اتباع کی ہوگی تو وہ انھیں ان کے آبا کے مقام و مرتبہ میں ان کے ساتھ ملا دے گا، خواہ وہ اپنے عمل کے اعتبار سے اس مقام و مرتبہ کے مستحق نہ بھی ہوں، تاکہ اپنی اولاد کو مقام و مرتبہ میں اپنے ساتھ پا کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اللہ تعالیٰ انھیں احسن انداز میں یکجا فرما دے گا کہ ناقص عمل والے کو کامل عمل والے کے ساتھ سربلندی عطا فرما دے گا اور وہاں دونوں میں برابری کی وجہ سے اس کے عمل و مرتبہ میں کمی نہیں کرے گا۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے درمیان اپنا عدل و انصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کسی کا مؤاخذہ کسی دوسرے کے گناہوں کی وجہ سے نہیں کرے گا، ہر آدمی صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہوگا۔ اس پر کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں لادا جائے گا، چاہے اس کا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴾ [المدثر : ۳۸، ۳۹] ”ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا، گروی رکھا ہوا ہے۔ مگر دائیں طرف والے۔“

<u>وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ</u> : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ایک نیک بندے کا جنت میں درجہ بلند فرما دے گا، تو وہ عرض کرے گا، اے میرے رب! میرا یہ درجہ کس وجہ سے بلند کیا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تمھارے لیے تمھارے بیٹے کے بخشش طلب کرنے کی وجہ سے۔“ [مسند أحمد : ۲/ ۵۰۹، ح : ۱۰۶۲۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے سارے عمل اس سے منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین اعمال کے: ① صدقہ جاریہ۔ ② ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو۔

③ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔" [مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب ....الخ : ۱۶۳۱]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان پر صبر کرے، انھیں اچھا کھلائے، اچھا پلائے اور پہنائے تو وہ لڑکیاں اس کے لیے قیامت کے روز جہنم کی آگ سے پردہ ہوں گی۔" [ابن ماجه، کتاب الأدب، باب بر الوالد : ۳۶۶۹۔ مسند أحمد : ۱۵۴/۴، ح : ۱۷۴۱۳]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے رہنے کا انتظام کرے، ان کی ضرورتیں پوری کرے اور ان کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔" ایک آدمی نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر دو لڑکیاں ہوں تو؟ آپ نے فرمایا: "اگر دو ہوں تب بھی۔" [مسند أحمد : ۳۰۳/۳، ح : ۱۴۲۵۷]

كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ : یعنی ہر شخص صرف اپنے عمل کے عوض گروی ہے، کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ اس پر نہیں ڈالا جائے گا، خواہ وہ باپ ہو یا بیٹا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [المدثر : ۳۸ تا ۴۱] "ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا، گروی رکھا ہوا ہے۔ مگر دائیں طرف والے۔ جنتوں میں سوال کریں گے۔ مجرموں سے۔"

وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّ لَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝۲۲ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَ لَا تَاْثِيْمٌ ۝۲۳ وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ۝۲۴

"اور ہم انھیں پھل اور گوشت زیادہ دیں گے اس میں سے جو وہ چاہیں گے۔ وہ اس میں ایک دوسرے سے شراب کا پیالہ چھینیں جھپٹیں گے، جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالنا۔ اور ان پر چکر لگاتے رہیں گے انھی کے لڑکے، جیسے وہ چھپائے ہوئے موتی ہوں۔"

اہل جنت پر اللہ تعالیٰ کی بخشش کی بارش ہر دم ہوتی رہے گی، اللہ تعالیٰ ان کے پاس انواع و اقسام کے پھل اور ان کے پسندیدہ گوشت پہنچاتا رہے گا، وہ لوگ ایک دوسرے کو شراب سے بھرے جام دیں گے، جسے پی کر وہ بدمست نہیں ہوں گے، نہ زبان سے نازیبا اور فحش کلمات نکالیں گے اور نہ اسے پی کر بہکیں گے اور نہ گناہ کا ارتکاب کریں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ فَوَاكِهُ ۚ وَ هُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍۭ ۝ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝ وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴾ [الصافات : ۴۱ تا ۴۹] "یہی لوگ ہیں جن کے لیے مقرر رزق ہے۔ کئی قسم کے پھل اور وہ عزت بخشے گئے ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان پر صاف بہتی

ہوئی شراب کا جام پھرایا جائے گا۔ جو سفید ہوگی، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہ اس میں کوئی دردِ سر ہوگا اور نہ وہ اس سے مدہوش کیے جائیں گے۔ اور ان کے پاس نگاہ نیچے رکھنے والی، موٹی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی۔ جیسے وہ چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہوں۔''

آخری آیت میں فرمایا کہ ان کی خدمت کے لیے ان کے ارد گرد حشم و خدم پھرتے رہیں گے اور انھیں کھانے کے لیے پھل اور پینے کے لیے شراب کے جام بھر بھر کر پیش کرتے رہے گے۔ ایسے خوبصورت ہوں گے جیسے سیپ میں بند موتی ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ﴾ [الدھر : ۱۹] ''اور ان کے ارد گرد لڑکے گھوم رہے ہوں گے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، جب تو انھیں دیکھے گا تو انھیں بکھرے ہوئے موتی گمان کرے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ﴿١٧﴾ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴾ [الواقعۃ : ۱۷، ۱۸] '' ان پر چکر لگا رہے ہوں گے وہ لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے۔ ایسے کوزے اور ٹونٹی والی صراحیاں اور لبالب بھرے ہوئے پیالے لے کر جو بہتی ہوئی شراب کے ہوں گے۔''

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿٢٧﴾ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿٢٨﴾ ع ۴۸

''اور ان کے بعض بعض پر متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوں گے۔ کہیں گے بلاشبہ ہم اس سے پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرنے والے تھے۔ پھر اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں زہریلی لو کے عذاب سے بچا لیا۔ بے شک ہم اس سے پہلے ہی اسے پکارا کرتے تھے، بے شک وہی تو بہت احسان کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اہل جنت آپس میں ایسی باتیں کریں گے جن سے مقصود جنت میں رب العالمین کی دی ہوئی نعمتوں کا ذکر اور ان پر اس کا شکر ادا کرنا ہے۔ پہلے ان حالات کا ذکر کریں گے جن سے وہ دنیا میں اطاعت و بندگی کی راہ میں دو چار ہوئے، ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں اللہ کے عذاب سے کتنے خائف رہتے تھے تو اللہ نے آج ہم پر کیسا احسان کیا ہے کہ ہمیں جہنم کی آگ سے نجات دے دی ہے۔ ہم قیامت سے پہلے دنیا میں صرف اسی کی عبادت کرتے تھے، اسی کے سامنے گڑ گڑاتے تھے کہ ارحم الراحمین تو ہمیں جہنم کے عذاب سے نجات دے اور جنت میں داخل کر، تو اس نے ہماری دعا قبول کر لی، اس لیے کہ جو اسے پکارتا ہے وہ اس کی ضرور سنتا اور اس پر ضرور احسان کرتا ہے۔ جو صرف اسی کی عبادت کرتا ہے اور اس کے عذاب سے خائف رہتا ہے، اس پر رحم کرتے ہوئے صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق ضرور دیتا ہے۔

وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ : یعنی دوزخ میں گرم ہوا کا عذاب بھی ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ﴿٤٢﴾ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا

یُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۝ وَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَىِٕذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ [الواقعۃ : ٤١ تا ٤٨] ''اور بائیں ہاتھ والے،کیا (ہی برے) ہیں بائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایک زہریلی لو اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ باعزت۔ بے شک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں پالے ہوئے تھے۔ اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اڑے رہتے تھے۔اور وہ کہا کرتے تھے کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟''

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ : یعنی جو شخص عذاب آخرت سے دنیا میں ڈرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اسے عذاب سے بچائے گا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے (زمین میں) گھومتے پھرتے رہتے ہیں، انھیں اور کچھ کام نہیں ہوتا، وہ محض ذکر (الٰہی) کی مجلسوں کو ڈھونڈتے ہیں۔ پھر جب کسی مجلس کو پا لیتے ہیں، جس میں ذکر (الٰہی) ہوتا ہے، تو وہاں ان کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور ان کے بعض بعض کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے پروں سے زمین سے لے کر آسمان تک جگہ بھر جاتی ہے۔ جب لوگ اس مجلس سے جدا ہو جاتے ہیں ...... تو فرشتے اوپر چڑھ جاتے ہیں اور جب آسمان پر جاتے ہیں تو اللہ عزوجل سے عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ! تیرے بندے تیری آگ سے (خوف زدہ ہو کر) تیری پناہ چاہ رہے تھے۔ اللہ فرماتا ہے کہ کیا انھوں نے میری آگ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ پھر اگر وہ میری آگ کو دیکھتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تیری بخشش طلب کر رہے تھے۔ اللہ فرماتا ہے، میں نے ان کو بخش دیا اور جو وہ مانگتے ہیں وہ انھیں دے دیا اور جس چیز سے پناہ مانگتے ہیں اس سے انھیں پناہ دے دی۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل مجالس الذکر : ۲٦۸۹]

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّ لَا مَجْنُوْنٍ ۝ ۲۹

''پس نصیحت کر، کیوں کہ تو اپنے رب کی مہربانی سے ہرگز نہ کسی طرح کاہن ہے اور نہ کوئی دیوانہ۔''

اس آیت کریمہ سے مقصود مشرکین مکہ کے اس قول کی تردید ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا تو کاہن ہے جو غیب کی خبریں لانے کا دعویٰ کرتا ہے، یا اسے جنون لاحق ہو گیا ہے جس کے سبب بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ لوگوں کو قرآن کریم پڑھ کر ان کے رب کی طرف بلاتے رہیے۔ آپ پر آپ کے رب کا بڑا انعام ہے کہ اس نے آپ کو نبوت اور عظیم اخلاق کریمانہ سے نوازا ہے۔ آپ کاہن اور مجنون کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ تو جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ اللہ کی وحی ہوتی ہے اور بندوں کے لیے اس کا پیغام ہوتا ہے۔ جسے آپ بلا کم و کاست ان تک

پہنچاتے ہیں۔

کفار رسول اللہ ﷺ کو شاعر، مجنون اور کاہن کہا کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَ يَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴾ [الصافات : ۳۵، ۳۶] ”بے شک وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبر کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کیا واقعی ہم یقیناً اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر چھوڑ دینے والے ہیں؟“

کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس جن آتا ہے اور اسے آئندہ سے متعلق ایک آدھ بات بتا دیتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فرشتے ابر کے اندر زمین میں جو باتیں ہونے والی ہوتی ہیں ان کا ذکر آپس میں کرتے ہیں، تو شیطان ان کی کوئی ایک آدھ بات سن لیتے ہیں اور کاہن کے کان میں اس طرح ڈال دیتے ہیں جیسے شیشی کا منہ ملا کر اس میں کچھ ڈالتے ہیں۔ پھر وہ کاہن ایک بات میں سو جھوٹ (اپنی طرف سے) ملاتے ہیں۔“
[بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده : ۳۲۸۸]

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝۳۰ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝۳۱

”یا وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے جس پر ہم زمانے کے حوادث کا انتظار کرتے ہیں؟ کہہ دے انتظار کرو، پس بے شک میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔“

مشرکین مکہ کبھی کہتے کہ محمد (ﷺ) ایک شاعر ہے، جیسے بلاد عرب میں بڑے بڑے شعراء گزر چکے ہیں۔ یہ بھی چند سالوں تک ہمیں اپنی شاعری سناتا رہے گا، پھر عمر طبعی کو پہنچ کر فوت جائے گا اور قصہ تمام ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ان کی کور مغزی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ٹھیک ہے، پھر تم میری موت کا انتظار کرو اور میں بھی تمھارے بارے میں اللہ کے فیصلے کا انتظار کرتا ہوں۔

بعض دیہاتی رسول اللہ ﷺ سے متعلق زمانے کی گردش کا انتظار کرتے رہتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآىِٕرَ عَلَيْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [التوبة : ۹۸] ”اور بدویوں میں سے کچھ وہ ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تم پر (زمانے کے) چکروں کا انتظار کرتے ہیں، برا چکر انھی پر ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَ مَنِ اهْتَدٰى ﴾ [طٰهٰ : ۱۳۵] ”کہہ دے ہر ایک منتظر ہے، سو تم انتظار کرو، پھر تم جلد ہی جان لو گے کہ سیدھے راستے والے کون ہیں اور کون ہے جس نے ہدایت پائی۔“

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَاۤ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝۳۲ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۳

﴿ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٣٤﴾ ﴾

”یا انھیں ان کی عقلیں اس بات کا حکم دیتی ہیں، یا وہ خود ہی حد سے گزرنے والے لوگ ہیں؟ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے یہ خود گھڑ لیا ہے؟ بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ پس وہ اس جیسی ایک ہی بات بنا کر لے آئیں، اگر سچے ہیں۔“

قریش کے سردار بڑی عقل والے مانے جاتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ محمد (ﷺ) نہ کاہن ہیں نہ مجنون، بلکہ وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں، لیکن محض کبر و عناد کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں متضاد باتیں کہتے تھے، کبھی انھیں کاہن کہتے، جو ان کے خیال میں بڑا ذہین و فطین ہوتا ہے اور کبھی انھیں مجنون کہتے جو عقل سے عاری ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ان کی عقل و دانش، جو ان کی صفت بتائی جاتی ہے، انھیں ایسی ہی متضاد بات کرنے کا حکم دیتی ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ ان کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی ہے اور حق ظاہر ہو جانے کے باوجود محض کبر و عناد کی وجہ سے وہ ایسی متضاد باتیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کی سرکشی تو بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، کہتے ہیں کہ قرآن محمد (ﷺ) کا کلام ہے، اس نے اسے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے، بلکہ بات اس سے بھی آگے جا چکی ہے۔ دراصل یہ متضاد باتیں وہ اس لیے کرتے ہیں کہ وہ کافر ہیں۔ نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ رسول کریم ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس لیے اس طرح کی افترا پردازی کرتے ہیں۔

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کو چیلنج کیا کہ اگر وہ اپنے زعم میں سچے ہیں کہ قرآن محمد (ﷺ) کا کلام ہے، تو پھر اس جیسا کلام لا کر دکھائیں جو حسنِ بیان، اسلوبِ بدیع اور فصاحت و بلاغت کی انتہا کو پہنچا ہوا ہے اور یہ ہرگز بنا کر نہیں لا سکتے، تو پھر انھیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ یہ کلام کلامِ الٰہی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴾ [هود : ۱۳، ۱۴] ”یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے۔ کہہ دے پھر اس جیسی دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکتے ہو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ پس اگر وہ تمھاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم حکم ماننے والے ہو؟“

﴿ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ ﴾

”یا وہ کسی چیز کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں، یا وہ (خود) پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انھوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے خلاف حجت قائم کرنے کے لیے ایک ایسا طرز استدلال اختیار کیا ہے کہ جس کے نتیجہ میں انھیں باری تعالیٰ کی توحید کا اقرار کر لینا چاہیے، ورنہ بصورت انکار ان پر حجت قائم ہو جائے گی، ان کا مشرکانہ اعتقاد دین اور عقل سب کے خلاف ہے، یعنی کیا وہ کسی ایجاد کرنے والے کے بغیر از خود وجود میں آ گئے ہیں؟ یا انھوں نے اپنے آپ کو خود پیدا کیا ہے؟ نہیں نہیں، ان میں سے کوئی بات بھی درست نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی وہ پاک ذات ہے جس نے انھیں پیدا فرمایا اور وجود بخشا ہے، جب کہ اس سے پہلے ان کا ذکر تک مذکور نہ تھا۔ تو بات یہ ثابت ہوگئی کہ انھیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ صرف وہی ذاتِ برحق عبادت کی مستحق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ اللہ کے شریک بن جائیں اور یہ بات بالکل واضح ہے، لیکن مشرکین ''یقین'' کی نعمت سے محروم ہیں۔ اسی لیے انھیں توحید باری تعالیٰ سے متعلق شرعی اور عقلی دلائل سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

''یا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں، یا وہی حکم چلانے والے ہیں؟''

مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ نے مکہ و طائف کے بڑے بڑے رؤسا کو چھوڑ کر محمد (ﷺ) کو کیسے نبوت دے دی؟ اسی کافرانہ بات کی تردید کی جا رہی ہے کہ کیا آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ان کے اختیار میں ہیں کہ وہ جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں محروم کر دیں؟ اسی لیے وہ اللہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے اپنے بندے اور رسول محمد (ﷺ) کو کیوں نبوت دے دی، حالانکہ وہ اللہ کی نگاہ میں نہایت ہی حقیر و ذلیل لوگ ہیں۔ ان کے اختیار میں تو ان کا اپنا نفع و نقصان بھی نہیں ہے۔ وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر اللہ کی بادشاہت اور اس کے اختیارات پر قابض نہیں ہو گئے ہیں کہ ایسی بات کرتے ہیں، وہ تو نہایت ہی محتاج اور عاجز لوگ ہیں۔

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز میں سورۂ طور کی تلاوت کر رہے تھے اور میں کان لگائے سن رہا تھا، جب آپ ان آیات تک پہنچے: ﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ﴾ [الطور : ۳۵ تا ۳۷] ''یا وہ کسی چیز کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں، یا وہ (خود) پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انھوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے۔ یا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں، یا وہی حکم چلانے والے ہیں؟'' تو میری یہ حالت ہوگئی کہ گویا میرا دل (جسم سے) باہر نکلا جا رہا ہے۔ [بخاري، كتاب التفسير، بابٌ : ٤٨٥٤۔ مسلم، كتاب الصلوة، باب القراءة في الصبح : ٤٦٣]

اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾

''یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر وہ اچھی طرح سن لیتے ہیں؟ تو ان کا سننے والا کوئی واضح دلیل پیش کرے۔''

یعنی کیا ان کے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے جس کے ذریعے سے وہ آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اور فرشتوں کی وہ باتیں سن لیتے ہیں جو انھیں بذریعہ وحی معلوم ہوتی ہیں، اس طرح انھیں غیب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے اور اگر وہ اس کا دعویٰ کرتے ہیں، تو اپنی صداقت پر دلیل پیش کریں۔

اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَ لَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾

''یا اس کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور تمھارے لیے بیٹے؟''

مشرکین مکہ سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا تمھارے گمان کے مطابق اللہ کے لیے بیٹیاں ہیں اور تمھارے لیے بیٹے؟ اللہ تعالیٰ کے خلاف یہ کیسی جرأت بے جا ہے کہ تم اپنے لیے تو بیٹا پسند کرتے ہو اور اس کے لیے بیٹیاں ثابت کرتے ہو۔ کیا رب العالمین کی اس سے بڑھ کر کوئی عیب جوئی ہو سکتی ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَ لَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [النحل : ۵۷ تا ۵۹] ''اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، وہ پاک ہے اور اپنے لیے وہ جو وہ چاہتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔''

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾

''یا تو ان سے کوئی اجرت مانگتا ہے؟ پس وہ تاوان سے بوجھل کیے جانے والے ہیں۔''

یعنی اے میرے نبی! کیا آپ ان تک میری پیغام رسانی کے بدلے میں ان سے کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں، جس کے بوجھ تلے وہ دبے جا رہے ہیں اور اسلام قبول کرنے سے معذور ہیں؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے، آپ تو بلا معاوضہ پوری کوشش کر رہے ہیں کہ وہ دائرۂ اسلام میں آ جائیں، بلکہ آپ اپنے پاس سے انھیں مال دیتے ہیں، تاکہ ان کے دلوں میں ایمان راسخ ہو جائے۔

﴿ اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ؕ﴿۴۱﴾

''یا ان کے پاس غیب ہے؟ پس وہ لکھتے ہیں۔''

کیا مشرکین مکہ کے پاس غیب کی خبریں آتی ہیں، جنھیں وہ لکھ لیتے ہیں اور اس طرح انھیں وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں جن کی رسول اللہ ﷺ کو خبر نہیں ہوتی اور جن کی بنیاد پر وہ آپ کی مخالفت کرتے ہیں؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے وہ تو نرے جاہل اور گمراہ لوگ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس غیب کی ایسی خبریں آتی ہیں جو ان کے سوا کسی اور کے پاس نہیں آتیں۔ اس لیے ان کا دعویٰ باطل ہے اور نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم برحق اور صادق ہیں۔

﴿ اَمۡ يُرِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا ؕ فَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هُمُ الۡمَكِيۡدُوۡنَ ؕ﴿۴۲﴾

''یا وہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی چال میں آنے والے ہیں۔''

کیا مشرکین مکہ آپ میں اور آپ پر نازل کردہ قرآن میں عیب لگا کر دین اسلام اور آپ کے خلاف کوئی چال چل رہے ہیں؟ تو جان لیں کہ ان کی سازش انھی کے گلے کا پھندا بن جائے گی، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَدۡ مَكَرُوۡا مَكۡرَهُمۡ وَ عِنۡدَ اللّٰهِ مَكۡرُهُمۡ ؕ وَ اِنۡ كَانَ مَكۡرُهُمۡ لِتَزُوۡلَ مِنۡهُ الۡجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ مُخۡلِفَ وَعۡدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ﴾ [إبراهيم : ۴٦، ۴٧] ''اور بے شک انھوں نے تدبیر کی، اپنی تدبیر اور اللہ ہی کے پاس ان کی تدبیر ہے اور ان کی تدبیر ہرگز ایسی نہ تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ پس تو ہرگز گمان نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔''

﴿ اَمۡ لَهُمۡ اِلٰهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۴۳﴾

''یا ان کا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

کیا مشرکین مکہ کا کوئی دوسرا معبود ہے جو پکارے جانے کا مستحق ہے اور جس سے نفع کی امید لگائی جا سکتی ہے اور جس کی ضرر رسانی سے ڈرا جا سکتا ہے؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے، اللہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے، نہ اس کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس کی وحدانیت و عبودیت میں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب ہوتا تو کیا تو اسے (اپنے آپ کو عذاب سے بچانے کے لیے) فدیہ میں دے دیتا؟ وہ کہے گا، ہاں! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو تجھ سے اس سے بہت آسان بات چاہی تھی (جس میں کچھ خرچ نہ تھا) جب تو ابھی آدم (علیہ السلام) کی پشت میں تھا کہ تم شرک نہ کرنا۔ میں

تجھے جہنم میں داخل نہیں کروں گا مگر تو نہ مانا اور شرک پر بضد رہا۔" [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب طلب الكافر الفداء بملء الأرض ذهبا : ٢٨٠٥]

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾

"اور اگر وہ آسمان سے گرتا ہوا کوئی ٹکڑا دیکھ لیں تو کہہ دیں گے یہ ایک تہ بہ تہ بادل ہے۔"

یعنی اے رسول! ان کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ اگر یہ آسمان کے ٹکڑے گرتے ہوئے دیکھیں تو یہ اس کو عذاب تسلیم نہیں کریں گے، بلکہ یہ کہیں گے کہ یہ تو تہ بہ تہ بادل ہیں جو ہم پر بارش برسائیں گے۔ قوم عاد نے بھی اسی طرح کہا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٢٤، ٢٥] "تو جب انھوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔ بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جو تم نے جلدی مانگا تھا، آندھی ہے، جس میں دردناک عذاب ہے۔ جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کر دے گی، پس وہ اس طرح ہو گئے کہ ان کے رہنے کی جگہوں کے سوا کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی، اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔"

فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾

"پس انھیں چھوڑ دے، یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن کو جا ملیں جس میں وہ بے ہوش کیے جائیں گے۔ جس دن نہ ان کی چال ان کے کسی کام آئے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔"

فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ انھیں قیامت تک ان کے حال پر چھوڑ دیجیے اور خوب مزے اڑانے دیجیے۔ قیامت کے دن انھیں اپنا انجام معلوم ہو جائے گا، جب ان کی تمام سازشیں دھری کی دھری رہ جائیں گی اور کوئی ان کی مدد کے لیے نہیں آئے گا۔

وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾

"اور یقیناً ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا، اس (آخرت) سے پہلے بھی ایک عذاب ہے، اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔"

جو لوگ کفر و شرک کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں، انھیں اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے دنیا میں بھی عذاب

دیتا ہے، اس سے مراد یا تو عذاب قبر ہے، یا قحط سالی، یا دیگر حوادث و مصائب زمانہ جو ان کی جان اور مال کو لاحق ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ [السجدة : ۲۱] ''اور یقیناً ہم انھیں قریب ترین عذاب کا کچھ حصہ سب سے بڑے عذاب سے پہلے ضرور چکھائیں گے، تاکہ وہ پلٹ آئیں۔''

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿٤٩﴾

''اور اپنے رب کا حکم آنے تک صبر کر، پس بے شک تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کر جب تو کھڑا ہو۔ اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کی تسبیح کر اور ستاروں کے جانے کے بعد بھی۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان کافروں کی زیادہ پروا نہ کیجیے اور رب کی طرف سے آپ پر جو ذمہ داری عائد کی گئی ہے، اسے پورے صبر و استقامت کے ساتھ ادا کرتے رہیے، اپنے بارے میں کسی قسم کا اندیشہ نہ کیجیے، اللہ آپ کی حفاظت کر رہا ہے اور جب رات کے وقت بیدار ہوئے تو اپنے رب کی تسبیح بیان کیجیے۔

__وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ__ : یعنی جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیا کرو، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو کہتے: ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ)) ''میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں اے اللہ! تیری حمد کے ساتھ، بہت بابرکت ہے نام تیرا اور بہت بلند ہے شان تیری اور نہیں ہے کوئی معبود تیرے سوا۔'' [أبو داؤد، کتاب الصلوٰة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم و بحمدك : ۷۷۶۔ ابن ماجه، کتاب إقامة الصلوات ، باب افتتاح الصلوٰة : ۸۰۴، عن أبي سعيد الخدري رضی الله عنه]

دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ جب مجلس کے اختتام کے بعد کھڑے ہوں تو تسبیح کریں، جیسا کہ سیدنا ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے آخری ایام میں جب کسی مجلس سے اٹھتے تو یہ کلمات پڑھتے تھے: ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ)) ''اے اللہ! تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں۔'' ایک آدمی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ یہ کلمات کہتے ہیں جو پہلے نہیں کہا کرتے تھے (اس کی کیا وجہ ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دعا اس چیز کے کفارے کے لیے ہے جو مجلس میں ہو جاتی ہے۔'' [أبو داؤد، کتاب الأدب، باب في كفارة المجلس : ۴۸۵۹]

تیسرا معنی یہ ہے کہ جب آپ نیند کے بعد اپنے بستر سے اٹھنے لگیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص رات کو بیدار ہوا اور اس نے یہ کلمات پڑھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ » ”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ساری بادشاہت اسی کی ہے اور ساری تعریفیں بھی اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ پاک ہے، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر نہ (کسی چیز سے بچنے کی) طاقت ہے اور نہ (کچھ کرنے کی) قوت ہے۔“ پھر یہ دعا پڑھے: « رَبِّ اغْفِرْ لِيْ » ”اے میرے رب! مجھے بخش دے۔“ یا آپ نے فرمایا: ”پھر کوئی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرما لیتا ہے، اگر وہ عزیمت کو اختیار کرتے ہوئے وضو کرے اور پھر نماز پڑھے اس کی نماز کو قبول کر لیا جائے گا۔“ [بخاری، کتاب التہجد، باب فضل من تعارّ من اللیل فصلّی : ۱۱۵٤]

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ : یعنی رات کو تلاوت اور نماز کی صورت میں اس کا ذکر اور اس کی عبادت کرو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۷۹] ”اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہ، اس حال میں کہ تیرے لیے زائد ہے۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔“

وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ : اس سے مراد فجر کی دو سنتیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سب سے زیادہ حفاظت انھی دو رکعتوں کی فرماتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سے کسی بھی نفل کی بہ نسبت صبح کی دو سنتوں کی زیادہ پابندی اور نگرانی کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب التہجد، باب تعاهد رکعتی الفجر ومن سمّاهما تطوعًا : ۱۱٦۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صبح (کے فرضوں سے پہلے) کی یہ دو سنتیں ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہیں۔“ [مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب استحباب رکعتی سنة الفجر ...... الخ : ۷۲۵]

سورۃ النجم مکیۃ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے سجدے والی جو سورت اتری وہ سورۂ نجم تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس سورت میں) سجدہ کیا اور آپ کے پیچھے جتنے لوگ تھے ان سب نے بھی سجدہ کیا، مگر ایک شخص (نے سجدہ نہیں کیا) میں نے اسے دیکھا کہ اس نے مٹھی میں کچھ مٹی لی اور اس پر سجدہ کیا، پھر میں نے اس واقعہ کے بعد دیکھا کہ وہ شخص کفر کی حالت میں مارا گیا اور وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ فاسجدوا لله واعبدوا ﴾ : ٤٨٦٣ـ مسلم، کتاب المساجد، باب سجود التلاوة : ٥٧٦]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

وَالنَّجۡمِ اِذَا ہَوٰی ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَ مَا غَوٰی ۚ﴿۲﴾

”قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے! کہ تمھارا ساتھی (رسول) نہ راہ بھولا ہے اور نہ غلط راستے پر چلا ہے۔“

نجم سے مراد ستارہ ثریا ہے، جو سپیدۂ سحر نمودار ہونے کے ساتھ ہی غائب ہو جاتا ہے، یا وہ ستارہ جس کے ساتھ شیاطین کو مارا جاتا ہے۔ یہ آیت ان آیات کی طرح ہے: ﴿ فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّہٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِیۡمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّہٗ لَقُرۡاٰنٌ کَرِیۡمٌ ﴿۷۷﴾ فِیۡ کِتٰبٍ مَّکۡنُوۡنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ ﴿۷۹﴾ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴾ [الواقعة : ٧٥ تا ٨٠] ”پس نہیں! میں ستاروں کے گرنے کی جگہوں کی قسم کھاتا ہوں! اور بلاشبہ یہ یقیناً ایسی قسم ہے کہ اگر تم جانو تو بہت بڑی ہے۔ کہ بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت پڑھی جانے والی چیز ہے۔ ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ اسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا مگر جو بہت پاک کیے ہوئے ہیں۔ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر ستاروں کی قسم کھانے میں ایک عجیب مناسبت یہ ہے کہ جس طرح ستارے

آسمان کی زینت ہیں، اسی طرح وحی الٰہی سے زمین کو زینت ملتی ہے۔ اس لیے کہ اگر انبیاء کے ذریعے سے یہ علم الٰہی زمین والوں کو نہ ملتا تو زمین اندھیری رات سے بھی زیادہ تاریک ہوتی۔ اتنی بڑی قسم کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کو خطاب کر کے کہا کہ تمھارے ساتھی یعنی میرے نبی محمد (ﷺ) گم گشتۂ راہ نہیں ہیں اور اپنے رب کے صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ اے اہل قریش! جادۂ مستقیم سے بھٹکے ہوئے تو تم ہو کہ میرے نبی کے تمام حالات سے واقف ہو، وہ تمھارے درمیان پیدا ہوئے، پلے بڑھے، ان کا صداقت، امانت، راست بازی، پاکدامنی اور اخلاق عالیہ سے متصف ہونا تم سب کو معلوم ہے۔ تمھیں معلوم ہے کہ انھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور جب چالیس سال کی عمر کے بعد انھوں نے تمھیں بتایا کہ ان پر اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے، تو تم نے ان کا مذاق اڑایا، انھیں جھٹلا دیا اور قرآن کریم کے وحی الٰہی ہونے کا انکار کر دیا۔

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۞

”اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتا ہے۔ وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔“

میرے نبی ﷺ گم گشتۂ راہ نہیں ہیں، یعنی آپ کوئی بات بھی خواہش نفس یا نفسانی غرض سے نہیں فرماتے، بلکہ آپ وہی فرماتے ہیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی کمی بیشی کے بغیر بندگانِ الٰہی تک پہنچا دیں، جیسا کہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”ایک شخص کی شفاعت کے ساتھ، جو نبی نہیں ہو گا، ربیعہ ومضر جیسے دو قبیلوں یا ان میں سے ایک قبیلے کے برابر لوگ جنت میں ضرور داخل ہوں گے۔“ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ربیعہ کا تعلق بھی قبیلۂ مضر ہی سے نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: ”میں جو کچھ کہتا ہوں وہ (وحی الٰہی کی روشنی میں) کہتا ہوں۔“ [مسند أحمد : ۵/۲۵۷، ح : ۲۲۲۷۸]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا اسے حفظ کرنے کی غرض سے لکھ لیا کرتا تھا۔ تو (بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکا اور کہا کہ) تم جو کچھ بھی سنتے ہو اسے لکھ لیتے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ بھی ایک انسان ہیں، وہ غصے اور خوشی (دونوں حالتوں) میں گفتگو کرتے ہیں۔ چنانچہ اس پر میں لکھنے سے رک گیا، پھر بعد ازاں میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”لکھا کرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری زبان سے سوائے حق کے اور کوئی کلمہ نہیں نکلتا۔“ [أبو داوٗد، کتاب العلم، باب کتابة العلم : ۳۶۴۶۔ مسند أحمد : ۲/۱۹۲، ح : ۶۸۱۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ نے کہا، یارسول اللہ! (کبھی کبھی) آپ ہم سے خوش طبعی بھی کرتے

ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’(اس وقت بھی) میری زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔‘‘ [مسند أحمد : ۲/ ۳٦۰، ح : ۸۷٤٤]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھاری طرح جلدی جلدی باتیں نہیں کیا کرتے تھے۔ (آپ کی بات چیت نہایت واضح اور صاف گوئی کا مرقع تھی، آپ کا ہم نشین اسے ازبر کر لیتا تھا)۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۳۵٦۸۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل أبی هريرة الدوسی رضی الله عنه : ۲٤۹۳]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہو جاتی اور غصہ زیادہ ہو جاتا، گویا کہ آپ ایک ایسے لشکر سے ڈرانے والے تھے کہ وہ تم پر صبح حملہ آور ہونے والا ہے، یا شام کو ہونے والا ہے۔ [مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة : ۸٦۷]

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝

’’اسے نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے سکھایا۔ جو بڑی طاقت والا ہے، سو وہ بلند ہوا۔ اس حال میں کہ وہ آسمان کے مشرقی کنارے پر تھا۔ پھر وہ نزدیک ہوا، پس اتر آیا۔ پھر وہ دو کمانوں کے فاصلے پر ہو گیا، بلکہ زیادہ قریب۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ آپ لوگوں کے پاس جو قرآن لے کر آئے ہیں، وہ آپ کو اس فرشتے یعنی جبریل نے سکھایا ہے جو زبردست قوتوں والا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴾ [التکویر : ۱۹ تا ۲۱] ’’بے شک یہ یقیناً ایک ایسے پیغام پہنچانے والے کا قول ہے جو بہت معزز ہے۔ بڑی قوت والا ہے، عرش والے کے ہاں بہت مرتبے والا ہے۔ وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے، امانت دار ہے۔‘‘

اس کی مزید صفت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ یقیناً طاقت والا فرشتہ ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ وہ وحی سکھلانے کے بعد آسمان کے کناروں پر جا کھڑا ہوا، پھر وہ قریب ہوا اور جھکا یہاں تک کہ اس کے اور ہمارے رسول کے درمیان دو کمان کا فاصلہ رہ گیا، بلکہ اس سے بھی کم۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا منشا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتے کا آنا محض وہم و گمان اور خواب و خیال نہیں، بلکہ ایک حقیقت ہے۔ اس کے انسانی شکل میں آنے سے کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ وہ کوئی آدمی ہے۔ نہیں، وہ آدمی نہیں ہے، بلکہ انسانی شکل میں فرشتہ ہے۔ اس کے فرشتہ ہونے کا مزید ثبوت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کی اصلی شکل میں بھی دیکھا ہے، وہ انسان نہیں، بلکہ فرشتہ ہی ہے۔ لہٰذا فرشتہ ہی وحی لاتا ہے۔ ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں وہ یقیناً وحی ہے۔ اس کے وحی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ اس فرشتے کی مزید صفت بتاتے ہوئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ

الْكُنَّسِ ﴿١٦﴾ وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿١٧﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿١٨﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿١٩﴾ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿٢٠﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿٢١﴾ وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ﴾ [التكوير : ١٥ تا ٢٣] ”پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ان (ستاروں) کی جو پیچھے ہٹنے والے ہیں! جو چلنے والے ہیں، چھپ جانے والے ہیں! اور رات کی جب وہ جانے لگتی ہے! اور صبح کی جب وہ سانس لیتی ہے! بے شک یہ یقیناً ایک ایسے پیغام پہنچانے والے کا قول ہے جو بہت معزز ہے۔ بڑی قوت والا ہے، عرش والے کے ہاں بہت مرتبے والا ہے۔ وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے، امانت دار ہے۔ اور تمھارا ساتھی ہرگز کوئی دیوانہ نہیں ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے اس (جبریل) کو (آسمان کے) روشن کنارے پر دیکھا ہے۔“

اس آیت میں بھی اس فرشتے کو افق مبین پر دیکھنے کا ذکر فرمایا، یعنی اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی کہ جو فرشتہ وحی لاتا ہے اس کو رسول اللہ ﷺ نے اس کی اصل شکل میں بھی دیکھا ہے۔ ایسی صورت میں وحی کی آمد یقینی اور شبہ سے بالاتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی دیکھا تھا کہ اس فرشتے کے چھ سو پر ہیں، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ محمد ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا، ان کے چھ سو پر تھے۔ [بخاری، کتاب التفسير، باب : ٤٨٥٦]

فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ﴿١٠﴾

”پھر اس نے وحی کی اس (اللہ) کے بندے کی طرف جو وحی کی۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کے ذریعے سے اپنے بندے محمد ﷺ پر وحی بھیجی، فرشتے کو اصلی صورت میں دیکھنا اور پھر اسی وقت بغیر وقفہ کے وحی کا آنا، یہ تسلسل بتاتا ہے کہ وحی کا ذریعہ فرشتہ ہے اور فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے، لہٰذا وہ جو کچھ بتاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے وحی کے سلسلے میں تمام شکوک وشبہات کا ازالہ فرما دیا اور اپنے رسول کی رسالت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ آیاتِ زیرِ تفسیر میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس واقعہ کی تفصیل حدیث میں ملتی ہے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں ایک بار کہیں چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں میں نے آسمان سے ایک آواز سنی۔ آنکھ اٹھا کر اوپر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں وہی فرشتہ جو (غار) حرا میں میرے پاس آیا تھا آسمان اور زمین کے مابین ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں اسے دیکھ کر ڈر گیا۔ پھر میں (اپنے گھر) لوٹ آیا اور میں نے (گھر والوں سے) کہا، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ مجھے کمبل اوڑھا دو۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں: ﴿ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ قُمْ فَأَنذِرْ ﴿٢﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿٣﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿٤﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ [المدثر : ١ تا ٥] ”اے کمبل میں لپٹنے والے! اٹھ کھڑا ہو، پس ڈرا۔ اور اپنے رب ہی کی پس بڑائی بیان کر۔ اور اپنے کپڑے پس

پاک رکھ۔ اور پلیدگی کو پس چھوڑ دے۔'' پھر تو وحی تیزی کے ساتھ لگا تار آنے لگی۔'' [بخاري، کتاب بدء الوحي، باب کیف کان بدء الوحي إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم : ٤]

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿١١﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿١٢﴾

''دل نے جھوٹ نہیں بولا جو اس نے دیکھا۔ پھر کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو وہ دیکھتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جبریل علیہ السلام ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے وحی لے کر آئے۔ ان کے دل نے بھی اس کی تصدیق کی اور یقین کر لیا کہ یہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتہ جبریل ہیں، جو اللہ کی وحی لے کر آئے ہیں۔ یہ کوئی شیطانی خیال نہیں ہے، یعنی کان، آنکھ اور دل تینوں اس پر متفق تھے کہ یہ جبریل ہیں جو وحی الٰہی لے کر آئے ہیں۔ تو آیت میں رؤیت سے مراد جبریل علیہ السلام کی رؤیت ہے۔ آپ نے جبریل کو ان کی اصل صورت میں دو بار دیکھا تھا۔ پہلی بار بعثت کے کچھ ہی دنوں بعد آسمانِ دنیا کے کناروں پر دیکھا جس کا تذکرہ گزشتہ آیات میں ہوا ہے اور دوسری بار شب معراج میں ساتویں آسمان پر دیکھا جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

اس کے بعد مشرکین مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ میرے نبی نے اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھا، اس میں تم لوگ کیوں شبہ کرتے ہو؟ اور جو بات تمھارے فہم و تصور سے بالاتر ہے، اس کے بارے میں تم ان سے کیوں جھگڑتے ہو؟ جبریل علیہ السلام کو آنکھوں سے دیکھنا نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔ دوسرے لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے، انھیں تو بس نبی کریم ﷺ کی بات پر یقین کر کے ایمان لے آنا چاہیے کہ واقعی آپ نے جبریل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿١٣﴾

''حالانکہ بلاشبہ یقیناً اس نے اسے ایک اور بار اترتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔''

یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں صرف ایک مرتبہ ہی نہیں دیکھا، بلکہ دوسری بار شب معراج کے موقع پر ساتویں آسمان پر دیکھا تھا۔ بعض لوگوں نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ کو اپنے دل کی آنکھ سے دوسری بار شب معراج میں دیکھا تھا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت: ﴿ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴾ [النجم : ١١] اور ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴾ [النجم : ١٣] ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ نے رب تعالیٰ کا اپنے دل کے ساتھ دو مرتبہ دیدار کیا۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب معنی قول الله تعالی : ﴿ ولقد راه نزلة أخری ﴾ : ١٧٦]

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آیت میں مراد جبریل علیہ السلام کی رؤیت ہے، جیسا کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، کیا آپ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ تو سراپا نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قوله علیه السلام : نور أنی أراه ...... الخ : ۱۷۸]

مسروق کہتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہ ؓ کے پاس گیا اور میں نے عرض کی، کیا محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا تھا؟ انھوں نے فرمایا، تم نے ایک بہت بڑی چیز کے بارے میں گفتگو کی ہے، جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں نے عرض کی، ذرا ٹھہر جائیں! پھر میں نے یہ آیت پڑھی: ﴿ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴾ [النجم : ۱۸] ''بلاشبہ یقیناً اس نے اپنے رب کی بعض بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔'' انھوں نے کہا، تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ اس سے مراد تو جبریل ہیں۔ (سنو!) جو تم سے یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے، یا جس چیز کے پہنچا دینے کا آپ کو حکم دیا گیا تھا آپ نے اس میں سے کچھ چھپایا ہے، یا آپ ان پانچ باتوں کو جانتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ﴾ [لقمان : ۳۴] ''بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے'' تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ البتہ آپ نے جبریل کو ضرور دیکھا تھا۔ آپ نے جبریل کو ان کی اصل شکل وصورت میں صرف دو بار ہی دیکھا ہے، ایک بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور دوسری بار جیاد میں کہ ان کے چھ سو پر تھے، جنھوں نے افق کو ڈھانپ رکھا تھا۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة ﴿ والنجم ﴾ : ۳۲۷۸۔ بخاری، کتاب التفسیر، بابٌ : ۴۸۵۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب معنی قول الله عز و جل: ﴿ ولقد راٰه نزلة أخرىٰ ﴾ : ۱۷۷]

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ﴿۱۷﴾

''آخری حد کی بیری کے پاس۔ اسی کے پاس ہمیشہ رہنے کی جنت ہے۔ جب اس بیری کو ڈھانپ رہا تھا جو ڈھانپ رہا تھا۔ نہ نگاہ ادھر ادھر ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔''

''سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى'' یہ ایک عظیم درخت ہے، جو ساتویں آسمان پر پایا جاتا ہے۔ ایک صحیح روایت کے مطابق یہ درخت چھٹے آسمان پر ہے۔ (واللہ اعلم) اسے یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کہ زمین سے جو کچھ اوپر چڑھتا ہے اس کی انتہا وہی درخت ہے۔ اس سے ماوراء کیا ہے؟ کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے۔ گویا بیری کا وہ درخت اس جگہ ہے جہاں مخلوقات کے علم، شہداء کی روحوں اور زمین سے اوپر چڑھنے والے تمام اعمال کی انتہا ہے، جیسا کہ سیدنا ابن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں، معراج والی رات رسول اللہ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو چھٹے آسمان پر ہے۔ زمین سے جو چیزیں اوپر چڑھتی ہیں وہ یہیں تک چڑھتی ہیں، پھر یہاں سے اٹھائی جاتی ہیں۔ اسی طرح جو چیزیں نازل ہوتی ہیں وہ یہیں تک پہنچتی ہیں اور

پھر یہاں سے اٹھائی جاتی ہیں۔ اس وقت اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں لدی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کو وہاں تین چیزیں عطا فرمائی گئیں، پانچوں وقت کی نماز، سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں اور آپ کی امت میں سے جو مشرک نہ ہو اس کے گناہوں کی بخشش۔[مسلم، کتاب الإیمان، باب فی ذکر سدرة المنتهى : ۱۷۳]

نبی کریم ﷺ نے شبِ معراج کے موقع پر اسی ''سدرۃ المنتہیٰ'' کے پاس جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا، جس کے قریب شیطان نہیں پھٹک سکتا۔ اس درخت کے پاس ایک جنت ہے جس کا نام ''جنۃ الماویٰ'' ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں پائی جاتی ہیں اور جو اس کے مقرب بندوں کی روحوں کی جگہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ بے شمار روحیں اور فرشتے اس درخت کے پاس تھے اور وہ اس کے ارد گرد منڈلاتے پھرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس وقت جو کچھ دکھایا گیا، اس سے آپ کی نظر نہ ادھر ادھر ہوئی اور نہ اس منتہائے مقصود سے ذرا بھی آگے بڑھی۔ اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے انتہائے ادب کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ آپ اس مقام پر غایت ادب کے ساتھ ٹکٹکی لگائے رہے اور جو کچھ انھیں دکھایا گیا اسے ہی دیکھتے رہے۔ ذرا بھی کسی دوسری طرف ملتفت نہیں ہوئے اور نہ آپ کی آنکھیں اس تجلی کی دید سے تھکیں۔

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

''بلاشبہ یقیناً اس نے اپنے رب کی بعض بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔''

آپ نے شب معراج اپنے رب کی ایسی عظیم الشان نشانیوں کا مشاہدہ کیا جو حدِ وصف سے باہر تھیں۔ بڑی بڑی نشانیوں سے مراد انبیائے کرام علیہم السلام کو دیکھنا، جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا، سدرۃ المنتہیٰ اور نہروں کا دیکھنا، سدرۃ المنتہیٰ پر رنگا رنگ حسن و جمال کا دیکھنا، جنت کو دیکھنا، دوزخ کے داروغہ کو دیکھنا، قلموں کی آواز کا سننا، بیت المعمور کو دیکھنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کچھ معراج کے موقع پر ہوا، لہٰذا ہم معراج کا مفصل حال بیان کرتے ہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے سامنے براق لایا گیا اور وہ ایک سفید رنگ کا لمبا جانور ہے، گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا۔ وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی تھی۔ میں اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس آیا۔ میں نے اس جانور کو اس حلقہ کے ساتھ باندھ دیا جس حلقہ سے انبیاء اپنے اپنے جانور باندھا کرتے تھے۔ پھر میں مسجد کے اندر داخل ہوا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر میں باہر نکلا تو جبریل علیہ السلام میرے پاس دو برتن لے آئے، ایک میں شراب تھی اور ایک میں دودھ۔ میں نے دودھ پسند کیا تو جبریل نے کہا، آپ نے فطرت کو پسند فرمایا ہے۔ پھر وہ ہمارے ساتھ آسمان پر چڑھے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ ...... الخ : ۱٦۲]

سیدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے براق پر سوار کر دیا گیا اور جبریل علیہ السلام

مجھے لے کر چل دیے۔ جب ہم آسمان دنیا پر آئے تو جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا گیا، کون؟ جبریل نے کہا، جبریل۔ پوچھا گیا، تمھارے ساتھ اور کون ہے؟ فرمایا، محمد (ﷺ)۔ دربان نے کہا، کیا آپ کو ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! دربان نے کہا، انھیں خوش آمدید! کیا ہی اچھے آنے والے ہیں وہ۔ پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ میں اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں وہاں آدم علیہ السلام موجود ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے بتایا یہ آپ کے باپ آدم ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے ان کی خدمت میں سلام عرض کیا تو انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا، نیک بیٹے اور نیک نبی کو خوش آمدید۔ اب جبریل مجھے لے کر اوپر کو چڑھنے لگے، جب ہم دوسرے آسمان پر آئے تو جبریل نے دستک دی۔ انھوں نے کہا، دروازہ کھولو! پوچھا گیا، کون ہے؟ جبریل نے کہا، جبریل۔ پوچھا گیا، تمھارے ساتھ اور کون ہے؟ انھوں نے کہا، محمد (ﷺ)۔ پوچھا گیا کہ کیا آپ کو ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ انھوں نے کہا، ہاں! تو فرشتے نے کہا، انھیں خوش آمدید! کیا ہی مبارک آنے والے ہیں وہ۔ اب دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں اندر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام دونوں خالہ زاد بھائی وہاں موجود ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے بتلایا کہ یہ یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا تو دونوں نے جواب دیا اور کہا، نیک نبی اور صالح بھائی کو خوش آمدید۔ اب جبریل علیہ السلام مجھے لے کر تیسرے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں جا کر انھوں نے دروازہ کھلوایا، وہاں بھی پوچھا گیا، کون ہے؟ انھوں نے کہا، جبریل۔ سوال ہوا، تمھارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا، محمد (ﷺ)۔ پوچھا گیا، کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا، ہاں! دربان نے کہا، انھیں خوش آمدید! کیا اچھے آنے والے ہیں وہ، پھر دروازہ کھلا اور میں اندر پہنچا تو یوسف علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا، یہ یوسف علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا، نیکوکار بھائی اور صالح پیغمبر کو مرحبا۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام مجھے لے کر چوتھے آسمان کی طرف چل پڑے، جب وہاں پہنچ گئے تو انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے پوچھا، گیا کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا، جبریل! پوچھا، گیا آپ کی معیت میں کون ہے؟ کہا، محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا، کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا، ہاں۔ کہنے لگے مرحبا! کیا ہی اچھے آنے والے ہیں وہ۔ پھر دروازہ کھول دیا گیا اور جب میں یہاں سے فارغ ہوا تو وہاں ادریس علیہ السلام موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا، یہ ادریس علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے جواب دیا اور کہا، نیک بھائی اور صالح رسول کو مرحبا۔ جبریل علیہ السلام مجھے لے کر اوپر کو چل دیے، حتیٰ کہ پانچواں آسمان آ گیا اور انھوں نے دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا، کون ہے؟ جبریل نے جواب دیا، جبریل۔ پوچھا تمھارے ساتھ اور کون ہے؟ فرمایا، محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا، کیا انھیں مدعو کیا گیا ہے؟ فرمایا، جی ہاں! دربان فرشتے نے کہا، خوش آمدید! انھیں خوش آمدید! کیا ہی اچھے آنے والے ہیں وہ۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں (پانچویں آسمان کی سیر سے) فارغ ہوا

تو وہاں ہارون علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے آگاہ کیا کہ یہ ہارون علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا اور کہا، صالح بھائی اور نیک نبی کے لیے مرحبا۔ پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے کر چھٹے آسمان کی طرف گئے اور دستک دی۔ پوچھا گیا، کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا، جبریل۔ پوچھا گیا، آپ کے ہمراہ کون؟ جبریل علیہ السلام نے کہا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا، کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبریل نے کہا، جی ہاں! دربان نے کہا، انھیں مرحبا! چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ پھر جب میں (چھٹے آسمان کی سیر سے) فارغ ہوگیا تو وہاں موسیٰ علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے بتلایا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کہیے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور پھر کہا، مرحبا! کیا اچھا بھائی ہے اور کیا اچھا نبی ہے۔ اس کے بعد جونہی میں آگے بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام رونے لگے۔ ان سے پوچھا گیا، آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ وہ کہنے لگے، میں رو اس لیے رہا ہوں کہ ایک نوجوان جو میرے بعد نبی ہوا، وہ جنت میں اپنی ایسی امت لے کر داخل ہوگا جو میری امت سے کہیں بڑی ہوگی۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام مجھے لے کر ساتویں آسمان پر جا پہنچے۔ جبریل علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی۔ دربان نے پوچھا، کون ہے؟ کہا، جبریل ہے۔ پوچھا گیا، آپ کس ہستی کو اپنے ساتھ لائے ہیں؟ کہا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو۔ پوچھا گیا، کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ کہا، جی ہاں! دربان نے کہا، انھیں خوش آمدید! کیا ہی اچھے آنے والے ہیں وہ۔ پھر دروازہ کھول دیا گیا اور جب میں (ساتویں آسمان کی بھی سیر وغیرہ سے) فارغ ہوا تو وہاں ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جبریل نے مجھے تعارف کروایا کہ یہ آپ کے باپ ہیں، انھیں سلام عرض کیجیے۔ میں نے ان کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا، نیک بیٹے اور صالح رسول کو خوش آمدید۔ (ساتویں آسمان کے بعد) پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی جانب لے جایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس درخت کے پھل (شہر) ہجر کے مٹکوں جیسے ہیں اور اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کی مانند ہیں۔ یہی سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ وہاں چار نہریں ہیں، دو نہریں باطنی ہیں اور دو ظاہری۔ میں نے کہا، اے جبریل! یہ دو کیا ہیں؟ جبریل نے جواب دیا، جہاں تک تو دو باطنی نہروں کا تعلق ہے وہ تو جنت میں ہیں اور جو ظاہری نہریں ہیں وہ نیل اور فرات ہیں۔ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں موتیوں کے گنبد ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے۔ پھر میرے لیے بیت المعمور کو بلند کیا گیا، پھر میرے سامنے ایک پیالہ شراب کا اور ایک پیالہ دودھ کا اور ایک پیالہ شہد کا لایا گیا، تو میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ جبریل نے کہا، یہ اسلام کی فطرت ہے، جس پر آپ اور آپ کی امت ہے۔ پھر مجھ پر ایک دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، میں لوٹ کر آیا تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انھوں نے پوچھا، آپ کو کیا حکم ملا ہے؟ میں نے کہا، ایک دن میں پچاس نمازیں فرض ہوئی ہیں۔ انھوں نے کہا، آپ کی امت ہر روز پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی، اللہ کی قسم! مجھے لوگوں کا بہت تجربہ ہے اور میں بنی اسرائیل پر بہت محنت کر چکا ہوں، آپ اپنے پروردگار کے پاس جائیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف

کروائیں۔ یہ سن کر میں لوٹا۔ اللہ نے مجھ سے پچاس میں سے دس نمازیں معاف کر دیں۔ میں لوٹ کر آیا تو پھر موسیٰ علیہ السلام ملے۔ انھوں نے وہی کہا تو میں پھر لوٹا اس پر دس نمازیں اور معاف ہو گئیں۔ میں پھر لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، انھوں نے پھر وہی کہا۔ چنانچہ میں پھر لوٹا تو دس نمازیں اور معاف ہو گئیں۔ میں پھر لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، انھوں نے پھر وہی کہا۔ چنانچہ میں پھر لوٹا تو مجھے ہر روز دس نمازوں کا حکم دیا گیا۔ اب کے میں پھر لوٹ آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی کہا۔ میں پھر لوٹا تو مجھے ہر روز پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ پھر میں لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انھوں نے پوچھا، کیا حکم ملا ہے؟ میں نے کہا، ہر روز پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا، آپ کی امت پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی، میں آپ سے پہلے لوگوں کا بخوبی تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل پر بہت محنت کر چکا ہوں، آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف کرائیں۔ میں نے کہا، میں نے اپنے رب سے اتنی تخفیف کرائی ہے کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔ اب میں اسی پر راضی ہوں اور اسے تسلیم کرتا ہوں۔ جب میں وہاں سے گزرنے لگا، تو ندا آئی، میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں پر تخفیف بھی کر دی۔" [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب المعراج : ۳۸۸۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول اللہ ﷺ ...... الخ : ۱۶۲، عن أنس بن مالك رضی اللہ عنه]

سیدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بیت المعمور سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے جبریل سے اس کا حال پوچھا، تو انھوں نے کہا، یہ بیت المعمور ہے، یہاں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ جب وہ وہاں سے نکل جاتے ہیں تو پھر لوٹ کر نہیں آتے، وہی ان کا آخری آنا ہوتا ہے۔" [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة صلوات اللہ علیهم : ۳۲۰۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء ...... الخ : ۱۶۲، عن أنس بن مالك رضی اللہ عنه]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سدرۃ المنتہیٰ سے متعلق اپنی روایت میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پھر جب اس درخت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈھانپا جس بھی چیز نے ڈھانپا، تو اس کا حال ایسا ہو گیا کہ مخلوق میں سے کوئی اس کی خوبصورتی بیان نہیں کر سکتا، پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی جو بھی کی۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول اللہ ﷺ ...... الخ : ۱۶۲]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں جنت کی سیر کر رہا تھا کہ ایک نہر میرے سامنے لائی گئی، اس کے دونوں طرف موتیوں کے خیمے تھے۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا، یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا، یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے۔ پھر انھوں نے ہاتھ ڈالا اور اس کی مٹی نکالی تو وہ مشک تھی۔ پھر میرے لیے سدرۃ المنتہیٰ کو بلند کیا گیا اور میں نے اس پر ایک بڑا نور دیکھا۔" [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الکوثر : ۳۳۶۰]

سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا ابوحبہ انصاری رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے کر اوپر چڑھے، یہاں تک کہ میں ایک بلند ہموار مقام پر پہنچا، وہاں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی۔'' [بخاری، کتاب الصلوة، باب کیف فرضت الصلوة فی الإسراء : ۳۴۹۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ ...... الخ : ۱۶۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے متعلق فرمایا: ''پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو (دیکھا کہ) وہاں ابراہیم علیہ السلام ہیں، وہ اپنی پیٹھ بیت المعمور سے لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ ...... الخ : ۱۶۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس رات مجھے معراج ہوئی میں موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ وہ ایک گندمی رنگ کے لمبے آدمی تھے، گھونگریالے بالوں والے، جیسے شنوءہ کے آدمی ہوتے ہیں اور میں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا، وہ میانہ قد تھے اور ان کا رنگ سرخ اور سفید تھا، ان کے بال سیدھے تھے اور مجھے جہنم کا داروغہ مالک بھی دکھایا گیا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ ...... الخ : ۱۶۵/۲۶۷]

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ۝۱۹ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝۲۰

''پھر کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔ اور تیسری ایک اور (دیوی) منات کو۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ لات ایک شخص تھا جو حاجیوں کے لیے 'ستو' تیار کیا کرتا تھا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ أفرء یتم اللّٰت والعزّٰی ﴾ : ۴۸۵۹]

اسی طرح عزیٰ کو عزیز سے مشتق کیا گیا ہے۔ یہ نخلہ میں ایک درخت تھا، جس پر عمارت بنا کر اس پر پردے ڈال دیے گئے تھے، یہ مکہ اور طائف کے درمیان تھا۔ قریش اس گھر کی تعظیم بجا لاتے تھے، جیسا کہ ابوسفیان نے بھی احد کے دن کہا تھا: ((لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ)) ''ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمھارے لیے کوئی عزیٰ نہیں۔'' تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اس کے جواب میں یہ کہو: ((اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ)) ''اللہ تعالیٰ ہمارا کارساز ہے اور تمھارا کوئی کارساز نہیں۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ أحد : ۴۰۴۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص قسم کھائے اور کہے کہ قسم ہے لات اور عزیٰ کی، تو اسے چاہیے فوراً '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' کہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ أفرء یتم اللات والعزّٰی ﴾ : ۴۸۶۰۔ مسلم، کتاب الأیمان، باب من حلف باللات والعزّٰی فلیقل : ''لا اله الا الله'' : ۱۶۴۷]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہو: ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)) اپنی

بائیں جانب تین بار تھوک دو اور (شیطان سے) اللہ کی پناہ مانگو اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔'' [نسائی، کتاب الأیمان و النذور، باب الحلف باللات والعزٰی : ۳۸۰۸۔ ابن ماجه، کتاب الکفارات، باب النهی أن یحلف بغیر الله : ۲۰۹۷]

سیدنا عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بتوں کی قسمیں نہ کھایا کرو اور نہ اپنے باپ دادا کی قسمیں کھاؤ۔'' [مسلم، کتاب الأیمان، باب من حلف باللات والعزٰی فلیقل : " لا إله إلا الله " : ۱۶۴۸۔ ابن ماجه، کتاب الکفارات، باب النهی أن یحلف بغیر الله : ۲۰۹۵]

وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى : عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (سورۂ بقرہ کی آیت : ۱۵۸ کے متعلق) پوچھا، تو انھوں نے بتایا کہ کچھ لوگ منات بت کے نام پر احرام باندھتے تھے، جو مقام مشلل میں تھا، وہ صفا اور مروہ کے درمیان (حج و عمرہ میں) سعی نہیں کرتے تھے، تو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی: ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ﴾ [البقرۃ : ۱۵۸] ''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔'' چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان طواف کیا اور مسلمانوں نے بھی طواف کیا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب: ﴿ و مناة الثالثة الأخرٰی ﴾ : ۴۸۶۱]

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾

''کیا تمھارے لیے لڑکے ہیں اور اس کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو اس وقت ناانصافی کی تقسیم ہے۔''

یعنی تم عدل و انصاف سے کس قدر دور ہو کہ اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور جن لڑکیوں کو تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے ہو، انھیں اللہ کے لیے ثابت کرتے ہو، کہتے ہو کہ فرشتے اور تمھاری یہ دیویاں اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ تمھاری یہ تقسیم ظلم اور باطل ہے، اپنے رب تعالیٰ کے لیے تم اس طرح کی تقسیم کیوں کرتے ہو؟ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [النحل : ۵۷ تا ۵۹] ''اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، وہ پاک ہے اور اپنے لیے وہ جو وہ چاہتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۴۰] ''پھر کیا تمھارے رب نے تمھیں بیٹوں کے ساتھ چن لیا اور خود فرشتوں میں سے بیٹیاں بنا لی ہیں؟ بے شک تم یقیناً ایک بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔''

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ

يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿۲۳﴾

''یہ (بت) چند ناموں کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ یہ لوگ صرف گمان کے اور ان چیزوں کے پیچھے چل رہے ہیں جو ان کے دل چاہتے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی۔''

تمھارے یہ جھوٹے معبود جنھیں تم نے اور تم سے پہلے تمھارے آبا واجداد نے اللہ کے ناموں سے مشتق نام دے رکھے ہیں، ان میں معبود بننے کی کوئی بھی صفت موجود نہیں ہے۔ تم نے محض اپنی طرف سے ان کے ایسے نام رکھ دیے ہیں، جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جن کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ تم محض اپنے وہم وگمان اور اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہو، حالانکہ تمھارے پاس تمھارے رب کی جانب سے واضح دلیل آچکی ہے کہ یہ بت اس لائق نہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [یوسف : ۴۰] ''تم اس کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند ناموں کی، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کے بارے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت مت کرو، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

الغرض اللہ کے علاوہ سب معبود باطل ہیں، مشرکین نے یہ نام خود تجویز کیے اور ان کی عبادت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں کوئی دلیل نہیں اتاری، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایت آئی ہے اس میں ان معبودانِ باطلہ کی عبادت کو بالکل لغو اور لایعنی اور اللہ کے ساتھ شرک بتایا گیا ہے۔

سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ابوسفیان نے فخر یہ کہا، ہبل کی جے، ہبل کی جے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: ''تم اس کو جواب کیوں نہیں دیتے؟'' انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: ''اس طرح کہو، اللہ سب سے بلند و بالا اور سب سے زیادہ بلند مرتبے والا ہے۔'' پھر اس (ابوسفیان) نے کہا، ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمھارے لیے کوئی عزیٰ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم جواب کیوں نہیں دیتے؟'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم کہو، ہمارا مولیٰ اللہ ہے، تمھارا مولیٰ کوئی نہیں۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب ما یکره من التنازع : ۳۰۳۹]

اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰی ﴿۲۵﴾

''یا انسان کے لیے وہ (میسر) ہے جو وہ آرزو کرے۔ سو اللہ ہی کے لیے پچھلا اور پہلا جہان ہے۔''

مشرکین مکہ کے لیے ان کے رب کی طرف سے جو ہدایت نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے آئی، اس سے انھوں نے منہ پھیر لیا اور اپنی من مانی تمناؤں سے رشتہ جوڑ کر اس خیال باطل کو اپنے دل میں جگہ دے دی کہ ان کے بت ان کے لیے سفارشی بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دنیا میں آدمی کی مرضی اور خواہشات کے مطابق معاملات انجام نہیں پاتے، بلکہ تمام امور کا تعلق اللہ کی مرضی اور اس کی مشیت سے ہے۔ اس لیے انھوں نے یہ کیسے سمجھ لیا ہے کہ ان کے جھوٹے معبود ان کی مرضی کے مطابق ان کی سفارش کریں گے؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ﴾ [المومنون : ۷۱] ''اور اگر حق ان کی خواہشوں کے پیچھے چلے تو یقیناً سب آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، بگڑ جائیں۔''

وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى ﴿۲۶﴾

''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور (جسے) پسند کرے۔''

یعنی رہی یہ بات کہ فرشتوں کی سفارش سے ان کی بخشش ہو جائے گی تو وہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ آسمانوں میں اگرچہ بہت سے فرشتے ہیں، لیکن ان کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آئے گی، مگر صرف اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے سفارش کرانا چاہے تو اس کے لیے فرشتوں کو سفارش کی اجازت دے دے اور ان کی سفارش کو پسند بھی فرمائے۔ غرض یہ کہ کوئی فرشتہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اسے اجازت نہ دے اور اللہ تعالیٰ اسی کے لیے سفارش کی اجازت دے گا جسے وہ بخشنا چاہے گا۔ ایسی صورت میں سفارش کی امید اور خوش فہمی میں مبتلا ہونا بالکل لغو اور لایعنی ہے۔ سفارش کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [الزمر : ۴۴] ''کہہ دے شفاعت ساری کی ساری اللہ ہی کے اختیار میں ہے، آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ [البقرۃ : ۲۵۵] ''کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾

’’بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یقیناً وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے ناموں کی طرح رکھتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے نام عورتوں جیسے رکھنے اور انھیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے کی مذمت فرمائی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس اولاد سے پاک ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۱۹] ’’اور انھوں نے فرشتوں کو، وہ جو رحمان کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا، کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے؟ ان کی گواہی ضرور لکھی جائے گی اور وہ پوچھے جائیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٤٠] ’’پھر کیا تمھارے رب نے تمھیں بیٹوں کے ساتھ چن لیا اور خود فرشتوں میں سے بیٹیاں بنا لی ہیں؟ بے شک تم یقیناً ایک بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔‘‘

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿۲۸﴾

’’حالانکہ انھیں اس کے متعلق کوئی علم نہیں، وہ صرف گمان کے پیچھے چل رہے ہیں اور بے شک گمان حق کے مقابلے میں کسی کام نہیں آتا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی زبان سے ایک ایسی بات کہتے ہیں، جس کا انھیں کوئی علم نہیں ہے، اس لیے کہ نہ انھوں نے انھیں دیکھا بھالا ہے اور نہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے اس بارے میں کوئی خبر آئی ہے۔ یہ بات انھوں نے محض اپنے وہم و گمان اور جہالت و گمراہی کی بنیاد پر کہی ہے اور حقیقت کا ادراک وہم و گمان کے ذریعے سے نہیں، بلکہ یقینی دلائل کے ذریعے سے کیا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ؗ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ [الحجرات : ۱۲] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں اور نہ جاسوسی کرو اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے۔‘‘

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’گمان سے بچو، کیونکہ گمان بدترین جھوٹ ہے اور کسی کے عیوب ڈھونڈنے کے پیچھے نہ پڑو، نہ کسی کی جاسوسی کرو، نہ دھوکے سے (خرید و فروخت میں) بولی بڑھاؤ، نہ ایک دوسرے پر حسد کرو، نہ ایک دوسرے سے دل میں کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔‘‘ [بخاری، کتاب الأدب، باب ﴿ یا أیھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرًا من الظن ﴾ : ٦٠٦٦۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظن والتجسس : ٢٥٦٣]

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾

''سو اس سے منہ پھیر لے جس نے ہماری نصیحت سے منہ موڑا اور جس نے دنیا کی زندگی کے سوا کچھ نہ چاہا۔ یہ علم میں ان کی انتہا ہے، یقیناً تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اسے جو اس کے راستے سے بھٹک گیا اور وہی زیادہ جاننے والا ہے اسے جو راستے پر چلا۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نصیحت کی کہ آپ ان کافروں سے پہلو تہی کر لیجیے جو ہماری یاد سے غافل ہیں اور جن کا منتہائے مقصود دنیاوی لذتوں سے فائدہ اٹھانا ہے۔ اگلی آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کافروں کا منتہائے علم بھی دنیاوی اغراض و مقاصد ہیں۔ اس کے سوا انھیں کچھ بھی معلوم نہیں ہے اور جس کا مبلغ علم دنیائے فانی اور اس کی لذتیں ہوں، اسے اس کے حال ہی پر چھوڑ دینا چاہیے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ کے رب کو خوب معلوم ہے کہ راہ حق پر کون گامزن ہے اور ضلالت کی وادیوں میں کون بھٹک رہا ہے؟ اور وہ قیامت کے دن ہر ایک کو اس کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دے گا۔

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ : یعنی دنیا کی طلب اور اس کے حصول کے لیے جد و جہد ہی ان کا منتہائے مقصود ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی مجلس سے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے: « اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا » ''اے اللہ! ہمارا سب سے بڑا مقصود اور ہمارے علم کی انتہا دنیا ہی کو نہ بنا دینا۔'' [ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء: [اللھم ! اقسم لنا ...... الخ] : ۳۵۰۲]

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾

''اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو جنھوں نے برائی کی، اس کا بدلہ دے جو انھوں نے کیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے بھلائی کی، بھلائی کے ساتھ بدلہ دے۔''

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ کے لیے ہے اور ان دونوں کے درمیان جتنی بھی مخلوقات ہیں سب اسی کی مملوک ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے۔ اس کی تقدیر ان میں نافذ ہوتی اور اس کی شریعت ان پر جاری ہوتی ہے۔ وہ انھیں حکم دیتا اور منع کرتا ہے۔ وہ گناہ گار کو سزا دیتا اور فرماں بردار کو اچھا بدلہ دیتا ہے اور سب سے اچھا بدلہ اللہ کی رضا اور حصول جنت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُۨ ﴿۱﴾ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ﴾ [الملك : ۱ تا ۲] ''بہت برکت والا ہے وہ کہ تمام بادشاہی صرف اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہی سب پر غالب، بے حد

بخشنے والا ہے۔'' آسمانوں اور زمین کی پیدائش گویا بے فائدہ اور بے مقصد نہیں، یہ چیزیں جن وانس کی آزمائش کے لیے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۰، ۱۹۱] ''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔''

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝۳۲ ع۶

''وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر صغیرہ گناہ، یقیناً تیرا رب وسیع بخشش والا ہے، وہ تمھیں زیادہ جاننے والا ہے جب اس نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔ سو اپنی پاکیزگی کا دعویٰ نہ کرو، وہ زیادہ جاننے والا ہے کہ کون بچا۔''

محسنین کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں اور فواحش و منکرات سے اجتناب کرتے ہیں، یعنی کبیرہ گناہوں اور محرمات کا ارتکاب نہیں کرتے اور اگر ان سے صغیرہ گناہوں کا ارتکاب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ انھیں معاف کر دیتا اور ان کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِیْمًا ﴾ [النساء : ۳۱] ''اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمھیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تم سے تمھاری چھوٹی برائیاں دور کر دیں گے اور تمھیں باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی جو ''لمم'' (یعنی صغیرہ گناہوں) کے ساتھ اس سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا ہے، جسے وہ یقیناً پا کر ہی رہے گا۔ تو آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے، دل امنگ اور آرزو کرتا ہے اور بالآخر شرم گاہ اسے سچا کر دکھاتی ہے یا جھوٹا۔'' [بخاری، کتاب الاستئذان، باب زنا الجوارح دون الفرج : ۶۲۴۳۔ مسلم، کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنٰی : ۲۶۵۷]

اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ : یعنی اس کی رحمت ہر چیز سے وسیع ہے اور اس کی مغفرت توبہ کرنے والے کے تمام گناہوں کو اپنے دامن میں لے لیتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الزمر : ۵۳] ''کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ : فرمایا کہ اے انسانو! تمھارا رب تمھاری کمزوریوں سے خوب واقف ہے، وہ تو اس وقت بھی واقف تھا جب اس نے تمھارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں پرورش پا رہے تھے۔ وہ جانتا ہے کہ تمھارے اندر نیکی کرنے کے جذبہ کے ساتھ گناہ کرنے کا جذبہ بھی پایا جاتا ہے۔ جب گناہ کا سبب پایا جائے گا تو تمھاری کشش اس کی طرف بڑھ جائے گی۔ اسی لیے وہ اپنے فضل و کرم سے تمھارے چھوٹے گناہ معاف کر دیتا ہے اور خاص طور پر اپنے ان بندوں کے چھوٹے گناہوں کو جو ہر دم اپنے مولائے حقیقی کی رضا کی طلب میں لگے رہتے ہیں اور کبھی کبھار کوئی چھوٹا گناہ ان سے سرزد ہو جاتا ہے۔

فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى : یعنی اپنے آپ کی تعریفیں نہ کرو اور اپنے اعمال کے ساتھ امیدیں وابستہ نہ کرو اور یہ نہ کہو کہ ہم تو گناہوں سے بالکل پاک صاف ہیں۔ اللہ کو تمھارے بیان کیے بغیر خوب معلوم ہے کہ اس سے ڈرنے والا کون ہے؟ جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴾ [النساء : ۴۹] ''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاک کہتے ہیں، بلکہ اللہ پاک کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام برہ رکھا تو زینب بنت ابی سلمہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نام سے منع کیا ہے۔ میرا نام بھی برہ رکھا گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''اپنی پاکی نہ جتایا کرو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے نیک کون ہے۔'' لوگوں نے کہا کہ پھر ہم اس کا نام کیا رکھیں؟ آپ نے فرمایا: ''اس کا نام زینب رکھو۔'' [مسلم، کتاب الآداب، باب استحباب تغییر الاسم القبیح …… الخ : ۲۱۴۲/۱۹۔ بخاری، کتاب الأدب، باب تحویل الاسم …… الخ : ۶۱۹۲]

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کی، تو آپ نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس! تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی، تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی۔'' یہ جملہ آپ نے ایک سے زیادہ مرتبہ دہرایا، پھر فرمایا: ''اگر کسی کو اپنے بھائی کی تعریف کرنا ضرور ہی مقصود ہو تو اس طرح کہے کہ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں، آگے اللہ خوب جانتا ہے، میں اللہ کے سامنے کسی کو بے عیب نہیں کہہ سکتا۔ میں سمجھتا ہوں وہ ایسا ایسا

ہے۔ (یہ بھی اس صورت میں) اگر وہ اس کا حال (خوب) جانتا ہو۔'' [بخاري، كتاب الشهادة، باب إذا زكى رجل رجلاً كفاه : ۲۶۶۲۔ مسلم، كتاب الزهد، باب النهي عن المدح ...... الخ : ۳۰۰۰]

ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (کے سامنے ان) کی تعریفیں بیان کرنا شروع کیں، تو اس پر سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے اور وہ موٹے آدمی تھے اور تعریف کرنے والے کے منہ پر کنکریاں ڈالنے لگے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اے مقداد! تمھیں کیا ہوا؟ تو وہ فرمانے لگے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں خاک ڈالو۔ [مسلم، كتاب الزهد، باب النهي عن المدح ...... الخ : ۳۰۰۲/۶۹]

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ تواضع اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی کسی پر سرکشی نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر فخر کرے۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار : ۲۸۶۵/۶۴]

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ ﴿٣٣﴾ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ ﴿٣٤﴾ أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰ ﴿٣٥﴾

''پھر کیا تو نے دیکھا اسے جس نے منہ موڑ لیا۔ اور تھوڑا سا دیا اور رک گیا۔ کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے؟ پس وہ دیکھ رہا ہے۔''

ان آیات میں منافق و کافر کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ تھوڑا سا دے کر ہاتھ روک لیتا ہے، یا اس نے تھوڑی سی اطاعت کی اور پیچھے ہٹ گیا۔ ''أَكْدَىٰ'' کے اصل معنی ہیں کہ زمین کھودتے کھودتے سخت پتھر آ جائے اور کھدائی ممکن نہ رہے۔ بالآخر وہ کھدائی چھوڑ دے تو کہتے ہیں: ''أَكْدَىٰ'' یہیں سے اس کا استعمال اس شخص کے لیے کیا جانے لگا جو کسی کو کچھ دے، لیکن پورا نہ دے، کوئی کام شروع کرے، لیکن اسے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچائے۔

پھر فرمایا کہ کیا اسے غیب کا علم ہے کہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے، یعنی کیا وہ دیکھ رہا ہے اگر اس نے فی سبیل اللہ خرچ کیا تو اس کا مال ختم ہو جائے گا؟ نہیں، غیب کا یہ علم اس کے پاس نہیں ہے، بلکہ وہ خرچ کرنے سے گریز محض بخل، دنیا کی محبت اور آخرت پر عدم یقین کی وجہ سے کر رہا ہے اور اطاعت الٰہی سے انحراف کی وجوہ بھی یہی ہیں۔

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ﴿٣٧﴾ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ﴿٣٨﴾ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴿٣٩﴾

''یا اسے اس بات کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔ اور ابراہیم کے (صحیفوں میں) جس نے (عہد) پورا کیا۔ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس

کی اس نے کوشش کی۔“

یعنی کیا جو کچھ موسیٰ کے صحیفوں یعنی تورات اور ابراہیم کے صحیفوں میں آیا ہے، اس منافق و کافر کو اس کی خبر ہے؟ ان صحیفوں میں تو یہ ہے کہ قیامت کے دن کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ﴾ [فاطر : ۱۸] ”اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی (جان) اپنے بوجھ کی طرف بلائے گی تو اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائے گا، خواہ وہ قرابت دار ہو۔“

اگلی آیت میں فرمایا کہ جس طرح کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اس پر نہیں لادا جائے گا۔ اسی طرح سے اجر و ثواب بھی صرف انھی اعمال کا ملے گا جو اس نے اپنے لیے کمائے تھے۔ البتہ کچھ اعمال ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے اثرات انسان کی زندگی کے بعد بھی باقی رہتے ہیں۔ ان کی سزا یا جزا اسے بعد میں بھی ملتی رہتی ہے اور اس کے نامۂ اعمال میں اس کا اجر و ثواب لکھا جاتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب انسان مر جاتا ہے تو اس سے اس کے (تمام) اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین اعمال کے، ایک صدقہ جاریہ، دوسرا عمل وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا رہے اور تیسری چیز نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔“ [مسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ۱٦۳۱]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب سے بہتر چیز جو تم کھاتے ہو وہ تمھاری کمائی ہے اور تمھاری اولاد بھی تمھاری کمائی میں سے ہے۔“ [ترمذی، كتاب الأحكام، باب ما جاء أن الوالد يأخذ من مال ولده : ۱۳۵۸۔ نسائی، كتاب البيوع، باب الحث على الكسب : ٤٤٥٦]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو آدمی ظلم سے ناحق مارا جاتا ہے اس گناہ کا ایک حصہ آدم علیہ السلام کے بیٹے (پہلے قاتل قابیل) پر ڈالا جاتا ہے، کیونکہ روئے زمین پر ناحق خون کی رسم اسی نے قائم کی۔“ [بخاری، كتاب الاعتصام، باب إثم من دعا إلى ضلالة أو سن سنة سيئة ...... الخ : ۷۳۲۱]

وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾

”اور یہ کہ یقیناً اس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی۔ پھر اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ۔“

موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں میں یہ بھی مذکور تھا کہ وہ اپنی کوشش یعنی اپنے اعمال کی جزا کو قیامت کے دن دیکھ لے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [التوبة : ۱۰۵] ”اور کہہ دے تم عمل کرو، پس عنقریب اللہ تمھارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے بھی اور عنقریب تم ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے، تو وہ

تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔'' اگلی آیت میں فرمایا کہ پھر اسے اس کی کوشش یعنی اچھے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اس کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۱۱] ''جس دن ہر شخص اس حال میں آئے گا کہ اپنی طرف سے جھگڑ رہا ہوگا اور ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کیا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۲۵] ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم انھیں اس دن کے لیے جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾

''اور یہ کہ بے شک تیرے رب ہی کی طرف آخر پہنچنا ہے۔''

یعنی اے رسول! ان صحیفوں میں یہ بھی لکھا تھا کہ سب کی آخری منزل آپ کے رب کے پاس ہوگی۔ سب کو اس کی طرف لوٹنا ہے، پھر وہ حساب لے گا۔ سب کو چاہیے کہ اس سے ڈریں اور اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ﴾ [العلق : ۶ تا ۸] ''ہرگز نہیں، بے شک انسان یقیناً حد سے نکل جاتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ غنی ہو گیا ہے۔ یقیناً تیرے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المطففین : ۴ تا ۶] ''کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ ایک بڑے دن کے لیے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔''

وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا ﴿۴۴﴾ وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾

''اور یہ کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اسی نے ہنسایا اور رلایا۔ اور یہ کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اسی نے موت دی اور زندگی بخشی۔ اور یہ کہ بے شک اسی نے دو قسمیں نر اور مادہ پیدا کیں۔ ایک قطرے سے، جب وہ ٹپکایا جاتا ہے۔''

صحائف موسیٰ میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ رب العالمین کی ذات ہے جس نے انسان میں ''ہنسنے اور رونے'' کی قوت ودیعت کی ہے۔ باری تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے جسے چاہا موت کے گھاٹ اتار دیا اور جسے چاہا مردہ نطفہ میں زندگی ڈال کر پیدا کیا۔ اسی نے مرد و زن کو ایک قطرۂ نطفہ سے پیدا کیا جو رحمِ مادر میں جا کر قرار پا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ﴾ [القیامة : ٣٦ تا ٤٠] ''کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے بغیر پوچھے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو گرایا جاتا ہے۔ پھر وہ جما ہوا خون بنا، پھر اس نے پیدا کیا، پس درست بنا دیا۔ پھر اس نے اس سے دو قسمیں نر اور مادہ بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟''

وَ اَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾

''اور یہ کہ بے شک اسی کے ذمہ دوسری دفعہ پیدا کرنا ہے۔''

یعنی دوبارہ پیدا کرنا اسی کے ذمے ہے جس نے پہلی بار نطفہ سے پیدا کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [النمل : ٦٤] ''یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ کہہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔''

وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾

''اور یہ کہ بے شک اسی نے غنی کیا اور خزانہ بخشا۔ اور یہ کہ بے شک وہی شعریٰ (ستارے) کا رب ہے۔''

یعنی وہی جسے چاہتا ہے مال دار بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے فقیر و محتاج بنا دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ﴾ [الرعد : ٢٦] ''اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔'' آیت کا دوسرا معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہی مال دار بناتا ہے اور وہی ذخیرہ اندوزی کے لیے مال دیتا ہے اور وہی شعریٰ ستارے کا رب ہے۔ اس آیت میں مقصود قبیلہ خزاعہ اور ان لوگوں کی تردید ہے جو اس ستارے کی پوجا کرتے تھے، ورنہ باری تعالیٰ تو ہر چیز کا رب ہے۔

وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ وَ ثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى ﴿۵۲﴾ وَ الْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾

''اور یہ کہ بے شک اسی نے پہلی قوم عاد کو ہلاک کیا۔ اور ثمود کو، پس (کسی کو) باقی نہیں چھوڑا۔ اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو، یقیناً وہی زیادہ ظالم اور زیادہ حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور الٹ جانے والی بستی کو گرا مارا۔ پس ڈھانپ دیا اسے جس سے ڈھانپا۔''

اور وہی ہے جس نے عاد کی قوم کو ہلاک کر دیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴾ [الفجر : ٦ تا ٨] ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کس طرح کیا۔ (وہ عاد) جو ارم (قبیلہ کے لوگ) تھے، ستونوں والے۔ وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں، پیدا نہیں کیا گیا۔''

قوم عاد کو ''اولیٰ'' اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کا زمانہ قومِ ثمود سے پہلے کا ہے۔ اسی اللہ نے قوم ثمود کو بھی ہلاک کیا اور دونوں قوموں میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔ ان دونوں قوموں سے پہلے قوم نوح کو ہلاک کر دیا تھا، جو عاد و ثمود سے بھی زیادہ ظالم اور سرکش ہو گئی تھی۔ اسی نے قوم لوط کی بستیوں کو الٹ دیا تھا اور جبریل کے ہاتھوں اوپر لے جا کر زمین پر دے مارا تھا، پھر ان پر پتھروں کی بارش کر کے انھیں ڈھانپ دیا تھا۔

قوم عاد پر جو عذاب بھیجا گیا اس کی تفصیل میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴾ [الحاقة : ٦ تا ٨] ''اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟'' قوم ثمود کے عذاب کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَا اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴾ [هود : ٦٧، ٦٨] ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انھیں چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ جیسے وہ ان میں رہے ہی نہ تھے۔ سن لو! بے شک ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا۔ سن لو! ثمود کے لیے ہلاکت ہے۔'' قوم نوح کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٦٤] ''پھر انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے، بچا لیا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ یقیناً وہ اندھے لوگ تھے۔'' الٹی ہوئی بستی سے مراد لوط علیہ السلام کی قوم کی بستی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴾ [هود : ٨٢، ٨٣] ''پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس کے اوپر والے حصے کو اس کا نیچا کر دیا اور ان پر تہ بہ تہ کھنگر کے پتھر برسائے۔ جو تیرے رب کے ہاں سے نشان لگائے ہوئے تھے اور وہ ان ظالموں سے ہرگز کچھ دور نہیں۔''

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکَ تَتَمَارٰی ﴿۵۵﴾

''پس تو اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس میں شک کرے گا؟''

اللہ تعالیٰ کی بنی نوع انسان پر بڑی نعمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ظالم اور سرکش قوموں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دے، تاکہ باقی لوگوں کو ان کے ظلم وستم سے نجات ملے اور وہ بھی دنیا میں چین سے زندگی بسر کر سکیں۔ گویا ظالم قوموں کی تباہی بھی اللہ کی نعمت تھی اور انسانیت پر احسان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کا ذکر ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا: ﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۵۱] ''اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ساتھ ہٹانا نہ ہوتا تو یقیناً زمین برباد ہو جاتی اور لیکن اللہ جہانوں پر بڑے فضل والا ہے۔''

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾

''یہ پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ پہلے رسول نہیں ہیں کہ لوگوں کو کسی قسم کا شبہ ہو، پہلے بھی رسول آتے رہے ہیں اور ڈراتے رہے ہیں۔ ان کی طرح یہ بھی رسول ہیں جو اللہ کے عذاب سے ڈرا رہے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [الأحقاف : ۹] ''کہہ دے میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ (یہ کہ) تمھارے ساتھ (کیا)، میں تو بس اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے اور میں تو بس واضح ڈرانے والا ہوں۔''

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(لوگو!) میں تم کو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الانتھاء عن المعاصی : ٦٤٨٢۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ علی أمته ...... الخ : ٢٢٨٣]

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾

''قریب آ گئی وہ قریب آنے والی۔ جسے اللہ کے سوا کوئی ہٹانے والا نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو قرب قیامت کی خبر دی ہے، تاکہ وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کی تیاری کریں۔ آگے فرمایا کہ جب وہ دن آ جائے گا تو اللہ کے سوا کوئی اس کی مصیبتوں کو ٹال نہیں سکے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴾ [الطور : ۷، ۸] ''کہ یقیناً تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔ اسے کوئی

ہٹانے والا نہیں۔“

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ، چھوٹے گناہوں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو کسی وادی میں اترے، ان میں سے ایک شخص ایک لکڑی لے آیا اور دوسرا شخص دوسری لکڑی، حتیٰ کہ اس سے انھوں نے اپنا کھانا پکا لیا، اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہوں کا ارتکاب کرنے والے کا جب محاسبہ ہوگا تو وہ اسے ہلاک کر دیں گے۔“ [مسند أحمد : ۳۳۱/۵ ، ح : ۲۲۸۷۵]

أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿٦٠﴾ وَأَنتُمْ سَامِدُونَ ﴿٦١﴾

”تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو؟ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔ اور تم غافل ہو۔“

مشرکین مکہ سے زجر و توبیخ کے انداز میں کہا جا رہا ہے کہ اللہ سے تمھاری دوری اور روز قیامت کی تیاری سے تمھاری غفلت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ تم قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہو اور اس کا مذاق اڑاتے ہو۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ کافروں اور مشرکوں کے لیے اس میں مذکور وعید شدید کو سن کر تم روتے اور ماضی میں تم سے جو گناہ سرزد ہوئے ہیں انھیں یاد کر کے اپنے رب کے سامنے گریہ وزاری کرتے، مگر تم اس کے برعکس ان باتوں کا مذاق اڑاتے ہو اور انجام سے غافل رہ کر کھیل کود میں وقت گزارتے ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾ [التوبة : ۸۲] ”پس وہ بہت کم ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں، اس کے بدلے جو وہ کمائی کرتے رہے ہیں۔“

فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۩ ﴿٦٢﴾

”تو اللہ کو سجدہ کرو اور (اس کی) بندگی کرو۔“

مشرکین مکہ کی زجر و توبیخ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے کہا ہے کہ تم ان کی طرح نہ ہو جاؤ اور اپنے اللہ کو سجدہ کرو، اس لیے کہ سجدہ ہی مقصود عبادت ہے۔ اسی کے ذریعے سے بندہ اپنے خالق و مالک کے سامنے حقیقی خشوع و خضوع کا اظہار کرتا ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ نے انھیں مطلق عبادت کا حکم دیا جو ہر اس قول و عمل کو شامل ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے۔ چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کے مجمع عام کے سامنے اس سورت کی تلاوت کی اور آخر میں سجدہ کیا تو کفار بھی سجدہ میں گر گئے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمان، مشرک، جن اور انسان (جو بھی اس وقت موجود تھے) سب نے سجدہ کیا۔

[بخاري، كتاب التفسير، بابٌ ﴿ فاسجدوا لله واعبدوا ﴾ : ۴۸۶۲]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے سجدے والی جو سورت اتری وہ سورۂ نجم تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس سورت میں) سجدہ کیا اور آپ کے پیچھے جتنے لوگ تھے ان سب نے بھی سجدہ کیا، مگر ایک شخص (نے سجدہ نہیں کیا) میں نے اسے دیکھا کہ اس نے مٹھی میں کچھ مٹی لی اور اس پر سجدہ کیا، پھر میں نے اس واقعہ کے بعد دیکھا کہ وہ شخص کفر کی حالت میں مارا گیا اور وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب : ﴿ فاسجدوا لله واعبدوا ﴾ : ۴۸۶۳۔ مسلم، کتاب المساجد، باب سجود التلاوۃ : ۵۷۶]

سورة القمر مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ①

’’قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کی خبر دی ہے، ایک تو یہ کہ قیامت قریب آ چکی ہے اور دوسری یہ کہ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا ہے اور دونوں ہی باتوں کی تائید نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث سے ہوتی ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ : قرب قیامت کے بارے میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [النحل : ۱] ’’اللہ کا حکم آ گیا، سو اس کے جلد آنے کا مطالبہ نہ کرو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۱] ’’لوگوں کے لیے ان کا حساب بہت قریب آ گیا اور وہ بڑی غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اور آفتاب عصر کے بعد غروب ہونے کے قریب تھا، آپ نے فرمایا: ’’جو لوگ دنیا سے گزر چکے ہیں، ان کی عمروں کے مقابلے میں تمھاری عمریں اتنی ہی باقی رہ گئی ہیں جتنا ابھی دن کا حصہ باقی رہ گیا ہے۔‘‘ [مسند أحمد : ۲/ ۱۱۵، ۱۱۶، ح : ۵۹۷۱]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگشتِ شہادت اور درمیان والی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا: ’’میں اور قیامت اس طرح مبعوث کیے گئے ہیں۔‘‘ [بخاري، کتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ : بعثت أنا والساعة کهاتين : ۶۵۰۳۔ مسلم، کتاب الفتن، باب قرب الساعة : ۲۹۵۰]

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں حاشر ہوں کہ تمام انسانوں کا (قیامت والے دن) میرے بعد حشر ہوگا۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب ما جاء فی أسماء رسول اللہ ﷺ ...... الخ : ۳۵۳۲۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسمائه ﷺ : ۲۳۵۴]

وَانْشَقَّ الْقَمَرُ : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی دور میں ہجرت سے تقریباً پانچ سال قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم معجزہ کے طور پر چاند دو ٹکڑے ہو کر جبل حرا کے دونوں طرف ہو گیا تھا اور بیچ میں پہاڑ آ گیا تھا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت چاند پھٹا اس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس منیٰ میں موجود تھے۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا تو آپ نے فرمایا: ''گواہ رہو، گواہ رہو۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و انشق القمر ﴾ : ۴۸۶۵۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب انشقاق القمر : ۲۸۰۰/۴۴]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کوئی نشانی دکھایئے، تو اس پر آپ نے انھیں دوبار چاند کا پھٹ جانا دکھایا۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب سؤال المشرکین أن یریهم النبی ﷺ آیة : ۳۶۳۷۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب انشقاق القمر : ۲۸۰۲]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں چاند پھٹا تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑے نے پہاڑ کو ڈھانپ لیا اور ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر رہا۔ تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! تو گواہ رہ۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب انشقاق القمر : ۲۸۰۰/۴۵]

وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲

''اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (یہ) ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔''

یعنی جب انھوں نے اس معجزے کا مشاہدہ کر لیا تو بجائے اس کے کہ ایمان لے آتے، تکبر میں آ کر اسے ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے، یہ تو بڑا ہی زبردست جادو ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم پر کر دیا ہے۔

وَ كَذَّبُوْا وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝۳

''اور انھوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام انجام کو پہنچنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں نے اس کی نشانیوں کا انکار کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان لیتے تو اپنی خواہشات کو چھوڑنا پڑتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا پڑتی اور یہ انھیں منظور نہیں تھا۔ ان کے انکار پر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان پر عذاب نازل ہوتا، لیکن اللہ کے ہاں ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے، لہٰذا عذاب اپنے مقرر وقت ہی پر آئے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى

لَجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٥٣] ’’اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔‘‘

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝٤ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝٥

’’اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس کئی خبریں آئی ہیں، جن میں باز آنے کا سامان ہے۔ کامل دانائی کی بات ہے، پھر (بھی) ڈرانے والی چیزیں کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ یا عام کافروں کے لیے قرآن پاک میں اقوامِ گزشتہ کے بہت سے عبرت ناک واقعات بیان کر دیے ہیں جو ان کی عبرت و نصیحت کے لیے کافی ہیں۔ اگر وہ چاہتے تو ان میں غور و فکر کر کے نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم پر ایمان لے آتے اور غفلت کی زندگی چھوڑ دیتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۝ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ۝ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ [الفرقان : ٣٩ تا ٤٢] ’’اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔ اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے نہیں بناتے مگر مذاق، کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ بے شک یہ تو قریب تھا کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ ہی کر دیتا، اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم ان پر جمے رہے اور عنقریب وہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے، کون راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہے۔‘‘

اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس حکمت بالغہ سے خوب واقف ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ جس کے لیے وہ بدبختی لکھ دیتا ہے اور اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے، تو اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [یونس : ١٠١] ’’اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان لوگوں کے کام نہیں آتیں جو ایمان نہیں لاتے۔‘‘

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝٦ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝٧ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝٨

''سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ اگر کفار مکہ کو لہو ولعب چھوڑ کر فکر آخرت کی توفیق نہیں ہو رہی ہے تو آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے اور اس دن کا انتظار کیجیے جب انھیں دوبارہ زندہ کر کے میدانِ محشر میں حساب کتاب کے لیے اکٹھا کیا جائے گا۔ وہ گھڑی ان کے لیے بڑی ہی مشکل ہوگی، ان کی آنکھیں ذلت ورسوائی کے مارے نیچے جھکی ہوں گی۔ جب اللہ تعالیٰ یا فرشتہ انھیں پکارے گا تو وہ اپنی قبروں سے ٹڈی دل کی طرح نکل کر چاروں طرف پھیل جائیں گے اور تیزی کے ساتھ پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ کفار اپنے اعمال کو یاد کر کے اور اس دن کے حقائق و مناظر اور میدانِ محشر کی ہولناکیوں کو دیکھ کر کہیں گے کہ یہ تو بڑا ہی سخت دن ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴾ [طٰہٰ : ۱۰۸] ''اس دن وہ پکارنے والے کے پیچھے چلے آئیں گے، جس کے لیے کوئی کجی نہ ہوگی اور سب آوازیں رحمان کے لیے پست ہو جائیں گی، سو تو ایک نہایت آہستہ آواز کے سوا کچھ نہیں سنے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴾ [قٓ : ۴۱، ۴۲] ''اور کان لگا کر سن جس دن پکارنے والا ایک قریب جگہ سے پکارے گا۔ جس دن وہ چیخ کو حق کے ساتھ سنیں گے، یہ نکلنے کا دن ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ٚ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴾ [یٰسٓ : ۵۱ تا ۵۳] ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے۔ کہیں گے ہائے ہماری بربادی! کس نے ہمیں ہماری سونے کی جگہ سے اٹھا دیا؟ یہ وہ ہے جو رحمان نے وعدہ کیا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ، تو اچانک وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے ہوئے ہوں گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کا حشر تین فرقوں میں ہوگا، ایک (فرقہ میں) تو امید رکھنے والے اور ڈرنے والے لوگ ہوں گے اور (دوسرا فرقہ) ان لوگوں کا ہوگا جو دو دو، تین تین، چار چار اور دس دس ایک ایک اونٹ پر سوار ہوں گے اور باقی لوگوں کو آگ اکٹھا کرے گی۔ جہاں وہ آرام کریں گے وہیں وہ آگ بھی ان کے ساتھ ٹھہر جائے گی اور جہاں وہ رات گزاریں گے وہیں وہ بھی ان کے ساتھ رات گزارے گی اور جہاں وہ صبح کریں گے وہیں وہ آگ بھی ان کے ساتھ صبح کرے گی اور جہاں وہ شام کریں گے وہیں وہ بھی ان کے

ساتھ شام کرے گی (اور بالآخر ان کو میدان حشر تک پہنچا کر دم لے گی)۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٢]

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَ قَالُوا مَجْنُونٌ وَّ ازْدُجِرَ ۝٩ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ
فَانْتَصِرْ ۝١٠ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝١١ وَ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ
عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝١٢ وَ حَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّ دُسُرٍ ۝١٣ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ
كُفِرَ ۝١٤ وَ لَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝١٥ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ۝١٦

''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو انھوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور انھوں نے کہا دیوانہ ہے اور جھڑک دیا گیا۔ تو اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں مغلوب ہوں، سو تو بدلہ لے۔ تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیے، ایسے پانی کے ساتھ جو زور سے برسنے والا تھا۔ اور زمین کو چشموں کے ساتھ پھاڑ دیا، تو تمام پانی مل (کر ایک ہو) گیا، اس کام کے لیے جو طے ہو چکا تھا۔ اور ہم نے اسے تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا۔ جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی، اس شخص کے بدلے کی خاطر جس کا انکار کیا گیا تھا۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے ایک نشانی بنا کر چھوڑا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ پھر میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل قریش سے پہلے قوم نوح نے اللہ کے رسول نوح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ انھیں پاگل کہا، سب وشتم کیا اور مختلف قسم کی ایذا رسانیوں کے ذریعے سے انھیں دعوت و تبلیغ سے روکا۔ نوح علیہ السلام جب اپنی قوم کی ہدایت سے بالکل مایوس ہو گئے اور کفر پر ان کا اصرار اور سرکشی حد سے متجاوز ہو گئی، تو انھوں نے ان پر بددعا کر دی۔ انھوں نے اللہ سے کہا کہ اے میرے رب! میری قوم نے اپنے تمرد و سرکشی کے ذریعے سے مجھے مغلوب و عاجز بنا دیا ہے اور مجھے تبلیغ رسالت سے سختی سے روک دیا ہے، اب تو ہی ان سے نمٹ اور ان پر اپنا عذاب بھیج۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما لی۔ ان کو عذاب دینے کے لیے آسمان سے موسلا دھار بارش کے تمام دروازے کھول دیے اور زمین کے ہر گوشے سے اس طرح پانی ابل پڑا کہ گویا ساری زمین چشموں میں بدل گئی۔ دونوں جہت کا پانی قوم نوح کو ہلاک کرنے کے لیے اکٹھا ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ نوح علیہ السلام اس کشتی پر سوار ہو گئے جو انھوں نے اسی دن کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشادہ تختوں اور بڑی بڑی کیلوں کی مدد سے بنائی تھی۔ وہ کشتی طوفان میں اللہ کی حفظ و امان میں چلتی رہی اور یہ جو کچھ ہوا ناشکروں کو ان کے کفر کا بدلہ دینے کے لیے ہوا۔ اس لیے کہ نوح علیہ السلام کی بعثت ان کے لیے اللہ کی ایک عظیم نعمت تھی جس کی انھیں قدر دانی کرنی چاہیے تھی، لیکن انھوں نے ناشکری کی تو اللہ نے نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچا لیا اور باقی پوری قوم کو طوفان کے ذریعے سے ہلاک کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کی ہلاکت کے قصے کو آنے والی نسلوں کے لیے ایک نشانِ عبرت بنا دیا، جس سے لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ جب قوم نوح نے اللہ سے سرکشی کی تو عذاب الٰہی نے کیسے انھیں گرفت میں لے لیا، تو یہی حال دیگر کافر و مشرک قوموں کا بھی ہوسکتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّ تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴾ [الحاقة : ۱۱، ۱۲] ''بلکہ ہم نے ہی جب پانی حد سے تجاوز کر گیا، تمھیں کشتی میں سوار کیا۔ تاکہ ہم اسے تمھارے لیے ایک یاددہانی بنا دیں اور یاد رکھنے والا کان اسے یاد رکھے۔''

وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۱۷

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟''

قوم نوح کا واقعہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے قرآن کریم کا حفظ کرنا اور اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا آسان بنا دیا ہے۔ قرآن کریم کا یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ وہ آسانی سے یاد ہو جاتا ہے اور اس میں بیان کردہ مثالوں اور قصص و واقعات کو سن کر آدمی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے حق میں مجرم ہوگا اس کا انجام ماضی میں گناہوں کے سبب ہلاک کی جانے والی قوموں جیسا ہوسکتا ہے۔ مگر جو انبیاء و صالحین کی راہ اختیار کرے گا، اسے اللہ غالب کرے گا اور دنیا و آخرت میں اپنی نعمتوں سے نوازے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴾ [مریم : ۹۷] ''سو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا ہے، تاکہ تو اس کے ساتھ متقی لوگوں کو خوشخبری دے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائے جو سخت جھگڑالو ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [ص : ۲۹] ''یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔''

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (اس آیت کو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح پڑھا: « فَهَلْ مِنْ مُّذَّكِرٍ » ''تو کیا کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نہیں، اسے اس طرح پڑھو): ﴿ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ ''تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟'' [بخاري، کتاب التفسیر، باب : ﴿ ولقد أهلكنا أشياعكم ...... الخ ﴾ : ۴۸۷۴]

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ۝۱۸ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝۱۹ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝۲۰ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ۝۲۱

’’عاد نے جھٹلا دیا تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ بے شک ہم نے ان پر ایک تند آندھی بھیجی، ایسے دن میں جو دائمی نحوست والا تھا۔ لوگوں کو اکھاڑ پھینکتی تھی، جیسے وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔ پھر میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟‘‘

فرمایا کہ قوم عاد نے بھی اللہ کے رسول ہود علیہ السلام کو جھٹلایا، ان پر ایمان لانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر تم سچے ہو تو پھر جس عذاب کا ہم سے وعدہ کرتے ہو اسے جلد لے آؤ۔ تو عذاب الٰہی نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا اور اس عذاب کو لوگوں کی تنبیہ کا ذریعہ بنایا گیا اور وہ عذاب تیز و تند ہوا کی شکل میں تھا۔ وہ دن ان کے لیے بڑا برا ثابت ہوا کہ جس دن یہ عذاب ان پر مسلط کیا گیا۔ وہ ہوا اس وقت تک چلتی رہی جب تک ان کا ایک ایک فرد ہلاک نہیں ہو گیا، اس طرح انھوں نے اور دنیا والوں نے دیکھ لیا کہ اللہ کے عذاب نے انھیں کس طرح اپنی گرفت میں لے لیا اور کس طرح اس بدترین عذاب کو لوگوں کی تنبیہ کا ذریعہ بنایا گیا۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی ہلاکت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴾ [الحاقة : ٦ تا ٨] ’’اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟‘‘

ع ۸ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۳۲

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟‘‘

قوم ہود کی ہلاکت و بربادی کا قصہ بیان کرنے کے بعد دوبارہ کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کردہ ان واقعات کے ذریعے سے نصیحت حاصل کرنے کو آسان بنا دیا ہے، یعنی جو کوئی ان واقعات میں غور و فکر کرے گا، وہ اللہ کی توفیق سے گناہوں سے تائب ہو کر اپنے رب کی طرف رجوع کرے گا۔ تو کوئی ہے جو ان واقعات سے عبرت حاصل کرے؟

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ۝۲۳ فَقَالُوْا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ۝۲۴ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۝۲۵ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ۝۲۶ اِنَّا

مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَ اصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَ نَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ
شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ
اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

’’ثمود نے ڈرانے والوں کو جھٹلا دیا۔ پس انھوں نے کہا کیا ایک آدمی جو ہمیں سے ہے اکیلا، ہم اس کے پیچھے لگ جائیں؟ یقیناً ہم تو اس وقت بڑی گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔ کیا یہ نصیحت ہمارے درمیان میں سے اسی پر نازل کی گئی ہے؟ بلکہ وہ بہت جھوٹا ہے، متکبر ہے۔ عنقریب وہ کل جان لیں گے کہ بہت جھوٹا، متکبر کون ہے؟ بے شک ہم یہ اونٹنی ان کی آزمائش کے لیے بھیجنے والے ہیں، سو ان کا انتظار کر اور اچھی طرح صبر کر۔ اور انھیں بتا دے کہ بے شک پانی ان کے درمیان تقسیم ہوگا، پینے کی ہر باری پر حاضر ہوا جائے گا۔ تو انھوں نے اپنے ساتھی کو پکارا، سو اس نے (اسے) پکڑا، پس کونچیں کاٹ دیں۔ تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ بے شک ہم نے ان پر ایک ہی چیخ بھیجی تو وہ باڑ لگانے والے کی کچلی، روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو گئے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟‘‘

قوم ثمود نے بھی رسولوں کی تکذیب کی، اس لیے کہ صالح علیہ السلام کی تکذیب گویا سارے انبیاء کی تکذیب تھی، یا اس سے مراد ان نشانیوں کی تکذیب ہے کہ جنھیں پیش کر کے صالح علیہ السلام نے انھیں دعوت توحید دی تھی۔ انھوں نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی ہی قوم کے ایک فرد کو رسول مان لیں اور پوری جماعت کو چھوڑ کر اس کی پیروی کرنے لگیں۔ اللہ کے رسول کو تو انسانوں سے اعلیٰ جنس یعنی فرشتہ ہونا چاہیے، اس لیے اگر ہم صالح کی بات مان کر اس کی پیروی کرنے لگیں گے تو حق سے دور اور مجنونوں کی صف میں آ جائیں گے۔ صالح میں کون سی بڑائی اور خوبی پائی جاتی ہے کہ اللہ نے ہمارے بڑے بڑے سرداروں اور مال داروں کو چھوڑ کر اسے اپنا نبی بنا لیا ہے؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ وہ بڑا جھوٹا اور متکبر ہے۔ اس کے تکبر وغرور نے اسے ابھارا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑا ظاہر کرے اور ہمیں اپنی پیروی کا حکم دے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ جب دنیا میں ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا اور پھر قیامت کے دن جہنم میں ڈال دیے جائیں گے تو انھیں خوب معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا، حق سے اعراض کرنے والا اور کبر ونخوت میں مبتلا کون تھا؟

اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام سے کہا کہ وہ لوگ آپ سے نبی ہونے کی نشانی کا مطالبہ کرتے ہیں، تو ہم سخت چٹان کے بیچ سے ایک اونٹنی نکال کر انھیں دکھاتے ہیں، جو آپ کی صداقت کی نشانی اور ان کی آزمائش کا ذریعہ ہوگی، یعنی اگر انھوں

نے اس معجزے کا انکار کر دیا تو ان کے لیے بڑی خطرناک بات ہوگی۔ پس آپ اونٹنی ظاہر ہونے کا انتظار کیجیے اور دیکھیے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اگر آپ کو ان کی طرف سے دعوت کی راہ میں تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کیجیے، کیونکہ یہ راہ ہی ایسی ہے جس کا مسافر بغیر صبر و استقامت کے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

اللہ نے فرمایا کہ آپ انھیں بتا دیجیے کہ جس کنویں کا پانی وہ لوگ پیتے ہیں، اب وہ ان کے اور اونٹنی کے درمیان برابر تقسیم کر دیا گیا ہے، ایک دن اونٹنی پیے گی اور دوسرے دن وہ لوگ پییں گے۔ ہر باری والا صرف اپنی باری کے دن آئے گا اور اپنے حصے کا پانی پیے گا۔ انھوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور قدار بن سالف نامی شخص کو اونٹنی کے قتل کر دینے پر ابھارا، جو قوم ثمود کا بڑا ہی برا آدمی تھا۔ چنانچہ اس نے پہلے تیر سے اس کی پنڈلی کو زخمی کر دیا، پھر اس پر تلوار سے حملہ کر کے اس کے دونوں پاؤں کو مزید زخمی کر دیا، پھر اسے ذبح کر دیا۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے اس شخص کا ذکر کیا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مارا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”اس قوم کے ایک عزت دار، زور دار اور صاحبِ قوت شخص نے اس کے مارنے کا ذمہ لیا (اور وہ ایسا ہی تھا) جیسا کہ (ہمارے زمانے میں) ابو زمعہ ہے۔“ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ و إلى ثمود أخاهم صالحا ﴾ : ٣٣٧٧ بعد حديث : ٣٣٤٥]

آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام نے ان کے درمیان ایسی سخت چیخ پیدا کی کہ وہ مر کر اپنے گھروں میں ایسے ہو گئے جیسے باڑ والے کی باڑ کثرت استعمال اور مسلسل روندے جانے کی وجہ سے چورا ہو جاتی ہے۔ آخر میں پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کردہ واقعات کے ذریعے سے نصیحت حاصل کرنے کو آسان بنا دیا ہے، تو کوئی ہے جو ان واقعات سے نصیحت حاصل کرے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴾ [هود : ٦٧، ٦٨] ”اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انھیں چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ جیسے وہ ان میں رہے ہی نہ تھے۔ سن لو! بے شک ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا۔ سن لو! ثمود کے لیے ہلاکت ہے۔“

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ۝۳۳ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۝۳۴ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ۝۳۵

”لوط کی قوم نے ڈرانے والوں کو جھٹلا دیا۔ بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط کے گھر والوں کے، انھیں ہم نے صبح سے کچھ پہلے نجات دی۔ اپنی طرف سے انعام کرتے ہوئے، اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اسے جو شکر کرے۔“

قوم لوط نے بھی رسولوں کی تکذیب کی، اس لیے کہ لوط علیہ السلام کی تکذیب گویا سارے رسولوں کی تکذیب تھی۔ وہ اپنے گناہوں پر مصر رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو الٹ دیا اور پھر فرشتہ یا تیز وتند ہوا کے ذریعے سے ان پر پتھروں کی ایسی بارش کر دی کہ وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے، صرف لوط علیہ السلام، ان کی دونوں بیٹیاں اور چند وہ لوگ بچ گئے جو مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ لوگ اللہ کے حکم سے رات کے آخری پہر میں ان بستیوں سے نکل گئے۔ ان مومنوں پر اللہ نے اپنا فضل وکرم کیا کہ عذاب نازل ہونے سے پہلے انھیں وہاں سے نکل جانے کو کہہ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں اپنے نیک اور شکر گزار بندوں کو ان کے نیک اعمال کا اسی طرح اچھا بدلہ دیا کرتا ہے۔

وَ لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَ لَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ ع

’’اور بلاشبہ یقیناً اس نے انھیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تو انھوں نے ڈرانے میں شک کیا۔ اور بلاشبہ یقیناً انھوں نے اسے اس کے مہمانوں سے بہکانے کی کوشش کی تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں، پس چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ اور بلاشبہ یقیناً صبح سویرے ہی ان پر ایک نہ ٹلنے والے عذاب نے حملہ کر دیا۔ سو چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں اچانک عذاب میں مبتلا نہیں کیا، بلکہ لوط علیہ السلام نے انھیں اللہ کے عذاب شدید سے بہت ڈرایا اور پوری کوشش کی کہ وہ راہِ راست پر آ جائیں، لیکن انھوں نے ہمیشہ ہی لوط علیہ السلام کی باتوں کا مذاق اڑایا اور سمجھتے رہے کہ لوط کی باتوں میں کوئی صداقت نہیں ہے اور جس عذاب کی وہ دھمکی دے رہا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ انھوں نے لوط علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ وہ انھیں اپنے نو وارد خوبصورت مہمانوں کے ساتھ بدفعلی کی اجازت دے دیں۔ وہ مہمان دراصل فرشتے تھے جو انسانوں کی شکل میں مجرموں کی آزمائش کے طور پر بھیجے گئے تھے۔ جب وہ آئے تو تمام مجرم لوط علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے اور کہا کہ وہ اپنے مہمانوں کو ان کے حوالے کر دیں۔ لوط علیہ السلام نے اللہ کا واسطہ دے کر ان سے منت سماجت کی کہ وہ ان کے مہمانوں کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کر کے انھیں ذلیل ورسوا نہ کریں، لیکن انھوں نے ان کی ایک نہ سنی اور زبردستی ان کے گھر میں داخل ہونا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اندھا بنا دیا اور وہ مہمانوں کو نہ دیکھ سکے، تو اللہ نے ان سے کہا کہ اب تم لوگ میرے عذاب کا مزہ چکھو۔ چنانچہ صبح کے وقت ایک دائمی اور کبھی نہ ہٹنے والے عذاب نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا، جس کے سبب وہ انتہائی ذلت ورسوائی کی موت مرے اور عالم برزخ میں بھی وہ عذاب ان پر مسلط رہے گا، یہاں تک کہ انھیں جہنم میں پہنچا دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے اس وقت

کہے گا کہ تم لوگ میرے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے چوتھی بار کہا کہ اس نے قرآن کریم میں بیان کردہ ان واقعات کے ذریعے سے نصیحت حاصل کرنے کو آسان بنا دیا ہے، تو کوئی ہے جو ان واقعات سے عبرت حاصل کرے؟

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً فرعون کی آل کے پاس ڈرانے والے آئے۔ انھوں نے ہماری سب کی سب نشانیوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں پکڑا، جیسے اس کی پکڑ ہوتی ہے جو سب پر غالب، بے حد قدرت والا ہو۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور فرعونیوں کے پاس موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو نبی بنا کر بھیجا، تاکہ وہ انھیں آسمان و زمین کے خالق کی بندگی کی طرف بلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی صداقت کے اثبات کے لیے نو نشانیاں دیں۔ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے ایک ایک کر کے وہ تمام نشانیاں پیش کر دیں، لیکن فرعون اپنے کبر و غرور کے نشے میں ان سب کا انکار کرتا چلا گیا اور اللہ کی وحدانیت اور اس کی عبودیت کا اقرار کرنے کی اسے توفیق نہیں ہوئی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس کی ایسی سخت گرفت کی جس سے دنیا کی کوئی طاقت اسے بچا نہ سکی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۶] ’’تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس انھیں سمندر میں غرق کر دیا، اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔‘‘

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾

’’کیا تمھارے کفار ان لوگوں سے بہتر ہیں، یا تمھارے لیے (پہلی) کتابوں میں کوئی چھٹکارا ہے؟‘‘

اللہ تعالیٰ نے کفار قریش سے کہا ہے کہ جن قوموں کا ابھی ذکر ہوا اور جن پر ہمارا غضب نازل ہوا، کیا تم ان اہل کفر سے بہتر ہو کہ اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے مامون و محفوظ سمجھتے ہو؟ یا اللہ نے اپنی کسی آسمانی کتاب میں تمھاری براءت نازل کر دی ہے کہ تم جو چاہو کرتے رہو تمھاری گرفت نہیں ہوگی؟ کفار مکہ کسی لحاظ سے بھی گزشتہ قوموں سے بہتر نہیں تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ۸۲ تا ۸۵] ’’تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ (تعداد میں) ان سے زیادہ تھے اور قوت میں اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر تھے، تو ان کے کسی کام نہ آیا، جو وہ کماتے تھے۔ پھر جب ان کے رسول ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے تو وہ

اس پر پھول گئے جوان کے پاس کچھ علم تھا اور انھیں اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔"

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ﴿۴۶﴾

"یا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت ہیں، جو بدلہ لے کر رہنے والے ہیں؟ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔ بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔"

یعنی اگر کفار مکہ اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ ان کی جماعت اتنی کثیر اور طاقت ور ہے کہ کوئی ان پر غالب نہیں آسکتا، تو سن لیں کہ انھیں شکست ہو کر رہے گی، چاہے وہ کفار قریش ہوں یا عام کفار اور وہ میدانِ جنگ سے ایسے پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے کہ مڑ کر بھی نہیں دیکھیں گے۔ معاملہ یہاں ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ان کا اصل موعد تو آخرت ہے جو بڑی ہی کٹھن گھڑی ہوگی اور جس کے عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی اور وہاں کا عذاب دنیا کے عذاب سے بھی بہت زیادہ سخت ہوگا۔ کفار کے شکست کھانے کی خوش خبری غزوۂ بدر کے موقع پر نازل ہوئی تھی، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ اپنے خیمہ میں تشریف فرما تھے، تب آپ نے یہ دعا کی: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اَللّٰهُمَّ اِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ)) "اے اللہ! بے شک میں تجھے تیرا عہد اور وعدہ (نصرت) یاد دلاتا ہوں (کہ ان مسلمانوں کی مدد فرما)، اے اللہ! اگر تو چاہے (کہ ان مسلمانوں کو شکست ہو جائے) تو آج کے بعد (زمین پر) تیری عبادت نہیں ہوگی۔" پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا، یا رسول اللہ! بس کافی ہے۔ آپ اپنے رب سے بہت ہی الحاح وزاری سے دعا کر لی۔ اس وقت آپ زرہ پہنے ہوئے تھے، (یہ دعا کر کے) آپ (خیمے سے) باہر نکلے تو آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے: ﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴾ "عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔" [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ سيهزم الجمع ﴾ : ٤٨٧٥]

__بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ__ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت: ﴿ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ﴾ "بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔" یہ رسول اللہ ﷺ پر مکہ میں نازل ہوئی اور اس وقت میں بچی تھی، کھیلا کرتی تھی۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ بل الساعة موعدهم والساعة أدهى وأمر ﴾ : ٤٨٧٦]

﴿ إِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ ﴾

''یقیناً مجرم لوگ بڑی گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔ جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں پر گھسیٹے جائیں گے، چکھو آگ کا چھونا۔''

اللہ تعالیٰ کے جو سرکش بندے دنیا میں جرائم و معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں وہ دنیا میں راہِ حق سے برگشتہ ہیں اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جس کی آگ ان کے جسموں میں بھڑک اٹھے گی۔ اس آگ میں انھیں ان کے چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا، انھیں نہیں معلوم ہوگا کہ وہ کہاں لے جائے جا رہے ہیں؟ اور ان کا ذہنی کرب والم بڑھانے کے لیے ان سے کہا جائے گا کہ اب جہنم کی سختیوں اور اس کی شدت عذاب کو جھیلتے رہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ [الفرقان : ۳۴] ''وہ لوگ جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے وہی ٹھکانے میں بدترین اور راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول! کافر کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل کس طرح جمع کیا جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا وہ ہستی جس نے اس کو (دنیا میں) اس کے دو پیروں پر چلایا، اس بات پر قادر نہیں ہے کہ اس کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل چلائے؟'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب یحشر الکافر علی وجھه : ۲۸۰۶]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آتش جہنم کا ذکر کیا اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور کراہت ظاہر کی، پھر آپ نے فرمایا: ''جہنم سے بچو۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوبارہ) اس کا ذکر کیا اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور کراہت ظاہر کی، یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ جیسے آپ اسے دیکھ رہے ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم جہنم سے بچو، اگرچہ کھجور کا آدھا حصہ صدقہ کر کے ہی اور جس شخص کو یہ بھی نہ ملے تو وہ ایک اچھا کلمہ کہہ کر ہی (اپنے آپ کو جہنم سے بچا لے)۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة : ۱۰۱۶۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ۶۵۶۳]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے روز جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمھا، باب جھنم أعاذنا اللہ منھا : ۲۸۴۲]

﴿ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ ﴾

''بے شک ہم نے جو بھی چیز ہے، ہم نے اسے ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کو مخلوقات پیدا کرنے سے پہلے ان کا پورا علم تھا اور اس نے ان کی تقدیریں لکھ دی تھیں۔ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور علم کے بغیر وجود میں نہیں آتی۔ ہر چیز کا علم اس کے واقع ہونے سے پہلے ہی لوح محفوظ میں مکتوب ہے۔ اسی تقدیر الٰہی میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مجرموں کو سزا دینے کے لیے جہنم پیدا کرے گا اور صالحین کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ دینے کے لیے جنت پیدا کرے گا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین قریش تقدیر کے بارے میں جھگڑا کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو یہ آیات اتریں: ﴿ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴾ [القمر : ۴۸، ۴۹] ”جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں پر گھسیٹے جائیں گے، چکھو آگ کا چھونا۔ بے شک ہم نے جو بھی چیز ہے، ہم نے اسے ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب كل شيء بقدر : ۲۶۵۶]

جناب نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا شام میں ایک دوست تھا، جو ان سے خط کتابت کرتا رہتا تھا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں لکھا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم نے تقدیر کے بارے میں باتیں کی ہیں۔ (تم تقدیر کو جھٹلاتے ہو) لہٰذا میری طرف آئندہ کوئی خط نہ لکھنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”عنقریب میری امت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو تقدیر کی تکذیب کریں گے۔“ [مسند أحمد : ۹۰/۲، ح : ۵۶۴۱۔ أبو داؤد، كتاب السنة، باب من دعا إلى السنة : ۴۶۱۳]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر چیز تقدیر سے ہے، حتیٰ کہ عاجزی و عقل مندی بھی (یعنی بعض لوگ عقل مند و ذہین ہوتے ہیں اور بعض بے وقوف و کاہل، تو یہ بھی تقدیر سے ہے)۔“ [مسلم، كتاب القدر، باب كل شيء بقدر : ۲۶۵۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور عاجز و درماندہ نہ ہو، اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسے کرتا تو ایسے ہوتا، بلکہ کہو کہ یہ اللہ کی تقدیر سے ہے اور اس نے جو چاہا کیا، پس بے شک (کلمہ) ”لو“ (یعنی لفظ اگر) شیطانی عمل (کا دروازہ) کھول دیتا ہے۔“ [مسلم، كتاب القدر، باب الإيمان بالقدر و الاذعان له : ۲۶۶۴]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خوب جان لو کہ اگر ساری امت تمھیں نفع پہنچانے پر اتفاق کرے، تو وہ تمھیں صرف اتنا ہی نفع پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمھاری قسمت میں لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب تمھیں نقصان پہنچانے پر اتفاق کر لیں، تو وہ تمھیں صرف اتنا ہی نقصان پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمھاری قسمت میں لکھ دیا ہے۔ قلمیں خشک ہو گئی ہیں اور صحیفے لپیٹ دیے گئے ہیں۔“ [ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب حديث حنظلة : ۲۵۱۶۔ مسند أحمد : ۲۹۳/۱، ح : ۲۶۷۳]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سب مخلوقات کی تقدیروں کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے بھی پچاس ہزار سال قبل لکھا تھا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی اللہ علیہما وسلم : ۲۶۵۳]

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ۝

''اور ہمارا حکم تو صرف ایک بار ہوتا ہے، جیسے آنکھ کی ایک جھپک۔''

یعنی جس طرح اللہ کی تقدیر اس کے بندوں میں نافذ ہوتی رہتی ہے، کوئی چیز اسے روک نہیں سکتی ہے، اسی طرح اس کی مشیت بھی اس کی مخلوقات کے سلسلہ میں نافذ ہوتی ہے اور اس میں کوئی شے حائل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں یہی بات بیان فرمائی ہے کہ کسی چیز کے وجود میں آنے کے لیے اس کا ایک حکم کافی ہے، پھر وہ چیز پلک جھپکتے وجود میں آ جاتی ہے۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۝ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ۝ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ۝

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھارے جیسی کئی جماعتوں کو ہلاک کر ڈالا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ اور ہر چیز جسے انھوں نے کیا وہ دفتروں میں درج ہے۔ اور ہر چھوٹی اور بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش سے کہا ہے کہ ہم نے ماضی میں تمھارے ہی جیسے کافروں کو ان کے جرائم کی وجہ سے ہلاک کر دیا تھا۔ تو کیا تم میں کوئی ہے جو ان کے عبرت ناک انجام سے نصیحت حاصل کرے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ﴾ [سبا : ٥٤] ''اور ان کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان جن کی وہ خواہش کریں گے، رکاوٹ ڈال دی جائے گی، جیسا کہ اس سے پہلے ان جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا۔'' اگلی آیات میں مزید تنبیہ کے لیے فرمایا کہ لوگوں کے تمام چھوٹے بڑے اعمال فرشتوں کے ذریعے سے نامۂ اعمال میں لکھے جا رہے ہیں اور انسان کا حقیر سے حقیر عمل بھی نہ گم ہوتا ہے اور نہ فرشتے اسے بھولتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا﴾ [الكهف : ٤٩] ''اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''اے عائشہ! معمولی سمجھے جانے والے گناہوں سے بچنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بھی مؤاخذہ ہوگا۔'' [مسند أحمد : ١٥١/٦، ح : ٢٥٢٣١۔ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذكر الذنوب : ٤٢٤٣]

﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾ ﴾

''بے شک بچ کر چلنے والے باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ صدق کی مجلس میں، عظیم بادشاہ کے پاس، جو بے حد قدرت والا ہے۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ مومنین و متقین کو خوش خبری دے رہا ہے کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی جنتوں میں ہوں گے، جن کے آس پاس نہریں جاری ہوں گی اور وہ اپنے مالک الملک اور قادر مطلق رب کے پاس اس کی بنائی ہوئی جنت میں ہوں گے۔ جہاں کوئی لغو، بے ہودہ اور گناہ کی بات نہیں کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ ﴿١٥﴾ اٰخِذِينَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِينَ ﴾ [الذاریات : ۱۵، ۱۶] ''بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔''

اور فرمایا : ﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَعِيمٍ ﴿١٧﴾ فٰكِهِينَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿١٨﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْۗـــًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴾ [الطور : ۱۷ تا ۲۰] ''بے شک متقی لوگ باغوں اور بڑی نعمت میں ہیں۔ لطف اٹھانے والے اس سے جو ان کے رب نے انھیں دیا اور ان کے رب نے انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا لیا۔ کھاؤ اور پیو خوب مزے سے، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جو قطاروں میں بچھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیا، جو بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انصاف کرنے والے روز قیامت رحمان کی دائیں جانب نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے اور رحمان کے دونوں دستِ مبارک دائیں ہیں اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلے، اپنے اہل و عیال اور جس منصب پر وہ فائز ہوں، ان میں عدل و انصاف کرتے ہوں۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضیلة الأمیر العادل ....الخ : ۱۸۲۷]

سورة الرحمٰن مدنية

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾

''اس بے حد رحم والے نے۔ یہ قرآن سکھایا۔ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسے بات کرنا سکھایا۔''

قرآن مجید کی تعلیم اگرچہ جبریل علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے دی گئی، لیکن کیونکہ فاعل حقیقی اللہ عزوجل ہے اور اسی نے قرآن مجید سکھانے کا اہتمام فرمایا، لہٰذا اس نے قرآن مجید کی تعلیم کو اپنی طرف منسوب فرما لیا۔ انسان کو بولنا اللہ نے سکھایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی اور اس کی بہت بڑی نعمت ہے۔

اَلشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ۪﴿۵﴾

''سورج اور چاند ایک حساب سے (چل رہے) ہیں۔''

یعنی ایک دوسرے کے پیچھے ایک مقرر حساب کے مطابق چلتے رہتے ہیں اور ان میں کبھی کوئی اختلاف یا اضطراب پیدا نہیں ہوتا، جیسا کہ فرمایا: ﴿لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَہَاۤ اَنۡ تُدۡرِکَ الۡقَمَرَ وَ لَا الَّیۡلُ سَابِقُ النَّہَارِ ؕ وَ کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ﴾ [یٰسٓ : ۴۰] ''نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّیۡلَ سَکَنًا وَّ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ حُسۡبَانًا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ﴾ [الأنعام : ۹۶] ''صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو آرام اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا۔ یہ اس زبردست غالب، سب کچھ جاننے والے کا مقرر کردہ اندازہ ہے۔''

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝

’’اور بے تنے کے پودے اور درخت سجدہ کر رہے ہیں۔‘‘

زمین پر اگنے والے پودے اور درخت تمام ہی اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے کے کلی طور پر تابع ہیں، جس طرح مومن آدمی اپنے رب کے حضور سجدہ کرتا ہے، اسی طرح پودے، درخت اور کائنات کی ہر چیز اپنے خالق کے سامنے سر بسجود ہوتی ہے اور ان کے سجدے کی کیفیت خالق ہی بہتر جانتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴾ [الحج : ۱۸] ’’کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اسی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے لوگ۔ اور بہت سے وہ ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا اور جسے اللہ ذلیل کر دے پھر اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔‘‘

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝

’’اور آسمان، اس نے اسے اونچا اٹھایا اور اس نے ترازو رکھی۔ تاکہ تم ترازو میں زیادتی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ تول سیدھا رکھو اور ترازو میں کمی مت کرو۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے زمین میں پائی جانے والی مخلوقات کے لیے آسمان کو چھت بنا کر اونچا کر رکھا ہے، جو اللہ کی مرضی کے تابع ہے اور وہ مخلوقات کے سروں پر نہیں گرتا ہے۔ اسی نے اپنے بندوں کے درمیان تمام اقوال و افعال میں عدل و انصاف کو واجب قرار دیا ہے۔ آیت میں ’’میزان‘‘ سے مراد صرف ترازو ہی نہیں ہے، بلکہ ہر وہ پیمانہ مراد ہے جس سے کسی چیز، زمین، مقدار اور دنیا میں پائی جانے والی دیگر اشیاء اور حقائق کی پیمائش کی جاتی ہے اور جن کے ذریعے سے بنی نوع انسان آپس میں عدل و انصاف قائم کرتے ہیں اور ان میں نقص و زیادتی کر کے عدل و انصاف کو پامال بھی کرتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ اس نے میزان کو اس لیے نازل کیا ہے، تاکہ لوگ حقوق و معاملات میں حد سے تجاوز نہ کریں، ورنہ فساد کے دروازے کھل جائیں گے۔ آخر میں مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! وزن کرتے وقت عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور میزان کو برابر رکھو، کم نہ تولو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۵] ’’اور ماپ کو پورا کرو، جب ماپو اور سیدھی ترازو کے ساتھ

وزن کرو۔ یہ بہترین ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت زیادہ اچھا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ﴾ [المطففين : ۱ تا ۳] ”بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر، یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔“

وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

”اور زمین، اس نے اسے مخلوق کے لیے بچھا دیا۔ اس میں پھل ہیں اور کھجور کے درخت جو (خوشوں پر) غلافوں والے ہیں۔ اور دانے جو بھس والے ہیں اور خوشبودار پھول۔ تو (اے جن و انس!) تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟“

اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر پھیلا دیا ہے اور اس پر بلند و بالا پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ کر اسے ٹھہراؤ دیا ہے، تاکہ اس کی نوع بہ نوع مخلوقات اس پر زندگی گزار سکیں۔

اگلی آیات میں فرمایا کہ اس نے زمین میں مختلف قسم کے پھل پیدا کیے ہیں اور بالخصوص کھجور اور دانے بھی جو انسانوں کی خوراک بنتے ہیں اور ان کا بھس ان کے جانور کھاتے ہیں۔ آخری آیت میں فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ یہ ان گنت نعمتیں تم سے تقاضا کرتی ہیں کہ اس کے احسانات کا دل سے اعتراف کرو اور زبان و عمل سے اس کا شکر ادا کرتے رہو۔

خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

”اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے پیدا کیا، جو ٹھیکری کی طرح تھی۔ اور جن کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟“

انسان کو مٹی سے اور جنات کو آگ کے شعلہ سے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی کاری گری ہے۔ کوئی دوسرا یہ کام انجام نہیں دے سکتا، تو ظاہر ہے کہ پھر اس کے علاوہ کوئی دوسرا الٰہ بھی نہیں ہو سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴾ [الحجر : ۲۶] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو ایک بجنے والی مٹی سے پیدا کیا، جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے تھی۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فرشتے نور سے، جنات آگ سے اور انسان اس مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں جس کا ذکر تمھارے سامنے ہو چکا ہے۔“ [مسند أحمد : ۱۵۳/۶، ح : ۲۵۲۴۸۔ مسلم، کتاب الزهد، باب في أحاديث متفرقة : ۲۹۹۶]

یہاں جن و انس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴾ [الرحمٰن : ۳۳] ”اے جن و انس کی جماعت! اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا نہیں نکلو گے۔“

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾

”(وہ) دونوں مشرقوں کا رب ہے اور دونوں مغربوں کا رب۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟“

یعنی وہی دونوں مشرقوں کا رب ہے اور وہی دونوں مغربوں کا رب ہے۔ یعنی وہ موسم سرما و گرما کے مشرق اور موسم سرما و گرما کے مغرب کا رب ہے۔ ان مشارق و مغارب کے اختلاف میں بھی جنوں اور انسانوں کے لیے بہت سی مصلحتیں ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ اے گروہ جن و انس! تم اپنے پروردگار کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾

”اس نے دو سمندروں کو ملا دیا، جو اس حال میں مل رہے ہیں کہ۔ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے (جس سے) وہ آگے نہیں بڑھتے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟“

اللہ تعالیٰ نے میٹھے اور کھارے پانی کے دو سمندروں کو ایک ساتھ جاری کیا ہے، دونوں ساتھ ساتھ بہتے رہتے ہیں اور کیا مجال کہ دونوں ایک دوسرے سے مل کر ایک دوسرے کی خاصیت و خوبی کو زائل کر دیں۔ ایک کا پانی میٹھا ہوتا ہے جسے انسان پیتا اور اپنے درختوں اور کھیتوں کو سیراب کرتا ہے، جبکہ دوسرے کا پانی کھارا ہوتا ہے جس سے ہوا خوشگوار ہوتی اور اس میں مچھلیاں، موتی اور مرجان پیدا ہوتے ہیں۔ موتی اور مرجان اگرچہ کھارے سمندر سے نکلتے ہیں، لیکن چونکہ دونوں سمندروں کے امتزاج اور آپس میں ملنے کا ان کے پائے جانے میں دخل ہے، اسی لیے کہا گیا کہ موتی اور مرجان دونوں سمندروں سے نکلتے ہیں۔ تو اے جن و انس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے؟ دوسری جگہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۵۳] ''اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، یہ میٹھا ہے، پیاس بجھانے والا اور یہ نمکین ہے کڑوا اور اس نے ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ بنا دی۔''

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ ع ۱۱

''اور اسی کے ہیں بادبان اٹھائے ہوئے جہاز سمندر میں، جو پہاڑوں کی طرح ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے سمندروں کو اس طرح مسخر کر دیا ہے کہ انسانوں کی بنائی ہوئی بلند و بالا پہاڑ جیسی کشتیاں اور جہاز ان سمندروں کا سینہ چیرتے ہوئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک جاتے رہتے ہیں اور اپنے اوپر انسانوں اور ان کی ضروریات زندگی کو لاد کر پہنچاتے رہتے ہیں۔ تو اے جن و انس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾

''ہر ایک جو اس (زمین) پر ہے، فنا ہونے والا ہے۔ اور تیرے رب کا چہرہ باقی رہے گا، جو بڑی شان اور عزت والا ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

زمین پر حرکت کرنے والے جتنے حیوانات ہیں، سب کے سب فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ مخلوقات میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا، صرف باری تعالیٰ کی ذات باقی رہ جائے گی جو بڑی عظمت و کبریائی والی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [القصص : ۸۸] ''اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو مت پکار، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، مگر اس کا چہرہ، اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح کہا کرتے تھے: « اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ » ''(اے اللہ!) میں تیری عزت کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، تو وہ ہے کہ جسے موت نہیں آتی، جبکہ جنات اور انسان تو مرتے رہتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ : ﴿ وهو العزیز الحکیم ﴾ : ۷۳۸۳]

تمام مخلوقات کے فنا ہو جانے کے بعد ہی قیامت آئے گی اور سب دوبارہ زندہ ہو کر میدان محشر میں جمع ہوں گے۔ حق و انصاف کے مطابق فیصلہ ہوگا، اچھوں کو اللہ تعالیٰ جنت دے گا اور گناہ گاروں کو سزا دے گا۔ اللہ کا یہ فیصلہ یقیناً اس کی بڑی نعمت ہوگی کہ وہ اپنے عدل و انصاف کے تقاضے کے مطابق ظالموں کو جہنم اور نیکوکاروں کو جنت سے نوازے گا۔ اسی لیے فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۚ﴿۲۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾

’’اسی سے مانگتا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے، ہر دن وہ ایک (نئی) شان میں ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟‘‘

آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں، سب اسی کی محتاج ہیں، جبکہ وہ ذاتِ واحد غنی اور بے نیاز ہے۔ سب اس کی رحمت کی امید لگائے رہتے ہیں، اسی کو پکارتے ہیں، اسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں اور وہی سب کے دامن مرادوں سے بھرتا ہے۔ ہر روز یعنی ہر وقت وہ ایک شان میں ہوتا ہے، ہر روز وہ کسی نہ کسی کام میں ہوتا ہے، کسی کو مارتا ہے، کسی کو پیدا کرتا ہے، کہیں طوفان بھیجتا ہے، کہیں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلاتا ہے، کہیں زلزلہ برپا کرتا ہے تو کہیں سلطنتوں کو درہم برہم کرتا ہے۔ کسی کو بادشاہ بناتا ہے تو کسی کو ذلیل کرتا ہے۔ غرض یہ کہ وہ مختلف اور نت نئے کام کرتا رہتا ہے۔ نظام کائنات اسی کی تدبیر سے چل رہا ہے، لیکن اس کی ذات میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ نہ وہ تھکتا ہے، نہ بڑھاپے سے دو چار ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۚ﴿۳۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾

’’ہم جلد ہی تمھارے لیے فارغ ہوں گے اے دو بھاری گروہو! تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟‘‘

فرمایا کہ اے جن و انس! قیامت کے دن ہم تمھارا حساب لیں گے اور تم میں جو اچھے ہوں گے انھیں ان کے نیک اعمال کا اچھا بدلہ دیں گے اور جو برے ہوں گے انھیں سزا دیں گے۔ عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق جزا و سزا بھی اللہ کی نعمت ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

سَنَفْرُغُ لَكُمْ : یعنی ہم تمھارا فیصلہ کریں گے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے، ہم تمھارا محاسبہ کریں گے، کیونکہ اسے کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف خیال کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی، یہ تو محاورہ کلامِ عرب میں مشہور ہے، کہا جاتا ہے کہ میں فارغ ہو کر تجھ سے نبٹ لوں گا، حالانکہ اسے کوئی مشغولیت نہیں ہوتی، وہ کہتا ہے کہ میں تجھے اچانک پکڑ لوں گا۔ [بخاري، كتاب التفسير، قبل الحديث : ٤٨٧٨]

اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ : ''الثَّقَلٰنِ'' سے مراد جن اور انسان ہیں، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور (دفن کرنے کے بعد) اس کے ساتھ آنے والے لوگ پیٹھ موڑ کر رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، پھر دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ (دنیا میں) اس شخص (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تمھارا کیا اعتقاد تھا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اسے کہا جاتا ہے کہ یہ دیکھ جہنم میں اپنا ایک ٹھکانا، لیکن اللہ تعالیٰ نے جنت میں تیرے لیے ایک مکان اس کے بدلے میں بنا دیا ہے۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر اس بندۂ مومن کو جنت اور جہنم دونوں دکھائی جاتی ہیں اور رہا کافر یا منافق تو اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں، میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا وہی میں بھی کہتا رہا، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے کچھ سمجھا اور نہ (اچھے لوگوں کی) پیروی کی۔ اس کے بعد اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے سے بڑے زور سے مارا جاتا ہے اور وہ اتنے بھیانک طریقے سے چیختا ہے کہ ثقلین (یعنی انسان اور جن) کے علاوہ (اس کی آواز) اردگرد کی تمام مخلوق سنتی ہے۔'' [بخاري، كتاب الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال : ۱۳۳۸]

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ﴿۳۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾

''اے جن و انس کی جماعت! اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا نہیں نکلو گے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

یعنی تم اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کی تقدیر سے بھاگ نہیں سکتے، کیونکہ وہ ہر طرف سے تمھارا احاطہ کیے ہوئے ہے، تم اس کے حکم اور اپنے متعلق اس کے فیصلے سے خلاصی اور چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ اس لیے کہ بغیر قوت و غلبہ اور قہر و جبروت کے یہ ممکن نہیں کہ کوئی آسمانوں اور زمین کی وسعتوں سے نکل کر کہیں اور چلا جائے اور اللہ کو عاجز بنا دے۔ یہ قوت و جبروت دنیا و آخرت میں اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۚ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿۱۱﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ ﴾ [القيامة : ۱۰ تا ۱۲] ''اور انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ہرگز نہیں، پناہ کی جگہ کوئی نہیں۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا ٹھہرنا ہے۔''

یہ تحذیر اور تہدید یقیناً اللہ کی ایک نعمت ہے کہ اللہ کا فرماں بردار اطاعت و بندگی میں مزید کوشاں ہوتا ہے اور نافرمان اپنی نافرمانی سے باز آ جاتا ہے۔ حالانکہ اگر وہ چاہتا تو گناہ گاروں پر اچانک عذاب نازل کر دیتا اور توبہ کی مہلت نہ دیتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن و انس! تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾

''تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا، پھر تم اپنے آپ کو بچا نہیں سکو گے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

یعنی میدانِ محشر میں فرشتے تمام جن وانس کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے اور کوئی وہاں سے بھاگ نہیں سکے گا۔ کفار جب جہنم کو دیکھ کر بھاگنا چاہیں گے تو فرشتے انھیں انگاروں سے مار مار کر واپس کریں گے اور ان پر بہتا ہوا تانبا ڈال کر کہیں گے کہ اب تم کہیں نہ بھاگ سکو گے اور نہ کوئی تمھاری مدد کر سکے گا۔ یہ تحذیر وتہدید بلاشبہ ایک نعمت ہے کہ آدمی اس میں غور وفکر کر کے اپنے رب کی طرف رجوع کر سکتا ہے، نیز یہ بھی اللہ کی نعمت ہے کہ وہ قیامت کے دن کافروں سے انتقام لے گا اور اپنے فرماں بردار بندوں کو جنت جیسی نعمت سے نوازے گا۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ اے جن وانس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں کا حشر تین فرقوں میں ہوگا، ایک (فرقہ میں) تو امید رکھنے والے اور ڈرنے والے لوگ ہوں گے اور (دوسرا فرقہ) ان لوگوں کا ہوگا جو دو دو، تین تین، چار چار اور دس دس ایک ایک اونٹ پر سوار ہوں گے اور باقی لوگوں کو آگ اکٹھا کرے گی۔ جہاں وہ آرام کریں گے وہیں وہ آگ بھی ان کے ساتھ ٹھہر جائے گی اور جہاں وہ رات گزاریں گے وہیں وہ بھی ان کے ساتھ رات گزارے گی اور جہاں وہ صبح کریں گے وہیں وہ آگ بھی ان کے ساتھ صبح کرے گی اور جہاں وہ شام کریں گے وہیں وہ بھی ان کے ساتھ شام کرے گی (اور بالآخر ان کو میدان حشر تک پہنچا کر دم لے گی)۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب الحشر : ۶۵۲۲]

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾

''پھر جب آسمان پھٹ جائے گا، تو وہ سرخ چمڑے کی طرح گلابی ہو جائے گا۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

یعنی جب قیامت واقع ہوگی تو آسمان پھٹ پڑے گا، اس کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، پگھل کر تیل کی مانند بہنے لگے گا اور اس کا رنگ پگھلے ہوئے سیسے کی طرح سرخی مائل گدلا ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴾ [المعارج : ۸] ''جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَىِٕذٍ وَّاهِيَةٌ ﴾ [الحآقة : ۱۶] ''اور آسمان پھٹ جائے گا، پس وہ اس دن کمزور ہوگا۔''

قیامت کی یہ منظر کشی یقیناً ایک نعمت ہے کہ آدمی اس دن کی ہولناکیوں کو یاد کر کے اپنی اصلاح کی کوشش کر سکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن وانس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾

’’پھر اس دن نہ کسی انسان سے اس کے گناہ کے متعلق پوچھا جائے گا اور نہ کسی جن سے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ مجرم اپنی علامت سے پہچانے جائیں گے، پھر پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟‘‘

جب قیامت واقع ہوگی اور مردے اپنی قبروں سے نکل کر میدانِ محشر کی طرف دوڑیں گے، اس دن کسی جن وانس سے اس کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، کیونکہ سب اپنی اپنی پیشانیوں سے پہچانے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ﴾ [آل عمران : ۱۰۶] ’’جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔‘‘ اگلی آیت میں فرمایا کہ اس دن مجرم اپنی خاص نشانیوں سے پہچانے جائیں گے اور فرشتے انھیں ان کی ٹانگوں اور ان کی پیشانی کے بالوں سے پکڑیں گے اور گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ جہنم اور جہنمیوں کی یہ انتہائی خوف ناک منظر کشی یقیناً ایک نعمت ہے کہ آدمی جہنم کی ہولناکیوں کو یاد کر کے اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن وانس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَ لَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴾ [المرسلات : ۳۵، ۳۶] ’’یہ دن ہے کہ وہ نہیں بولیں گے۔ اور نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر کریں۔‘‘

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ہنسے اور (ہم سے) پوچھا: ’’کیا تم جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں؟‘‘ ہم نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’(قیامت کے روز) بندے کی اپنے رب سے ہونے والی گفتگو پر مجھے ہنسی آئی ہے۔ انسان کہے گا، اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی (یعنی تیرا وعدہ ہے کہ میں کسی پر ظلم نہیں کروں گا)؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہاں! کیوں نہیں۔ انسان کہے گا، میں اپنے خلاف کسی دوسرے کی گواہی جائز نہیں سمجھتا، سوائے اپنی ذات کی گواہی کے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، اچھا آج تیری ذات کی گواہی ہی تیرے لیے کافی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی (اس پر زائد ہوگی)۔ چنانچہ انسان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا کو حکم دیا جائے گا، بولو۔ چنانچہ وہ انسان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس کے بعد انسان کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی اور وہ اپنے اعضا سے مخاطب ہو کر کہے گا، ہلاکت ہو

تمھارے لیے اور دوری ہو، میں تو تمھاری خاطر ہی جھگڑا کر رہا تھا (کہ تم جہنم سے بچ جاؤ)۔'' [مسلم، کتاب الزھد و الرقاق، باب الدنیا سجن للمؤمن ...... الخ : ۲۹۶۹]

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

''یہی ہے وہ جہنم جسے مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ اس کے درمیان اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر کاٹتے رہیں گے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

جو مجرم دنیا میں اللہ کے وعدہ و وعید کی تکذیب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جنت و جہنم کی کوئی حقیقت نہیں ہے، جب انھیں ان کی ٹانگوں اور ان کی پیشانی کے بالوں سے پکڑا جائے گا اور گھسیٹ کر جہنم کی بھڑکتی آگ کے قریب لایا جائے گا تو ان سے فرشتے کہیں گے کہ یہی ہے وہ جہنم جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے۔ تو آج اس کا مزہ چکھو اور جہنم کے مختلف طبقوں میں پھرتے رہو، اس کے انگاروں میں جلتے رہو اور انتہائی گرم پانی میں غوطے کھاتے رہو۔ جہنم کے یہ خوفناک مناظر انسانوں کو دعوتِ ایمان و عمل دیتے ہیں، اسی لیے کہا گیا ہے کہ اے جن وانس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ : جہنمیوں کو جہنم میں مختلف عذاب دیے جائیں گے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ انھیں گرم کھولتا ہوا ایسا پانی پلایا جائے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح شدید ترین گرم ہو گا کہ انتڑیوں اور پٹھوں کو کاٹ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ ﴾ [الحج : ۱۹، ۲۰] ''یہ دو جھگڑنے والے ہیں، جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جا چکے، ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس کے ساتھ پگھلا دیا جائے گا جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور چمڑے بھی۔'' اور فرمایا: ﴿ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ۷۱، ۷۲] ''جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں، گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے پانی میں، پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کھولتا ہوا پانی کافروں کے سروں پر ڈالا جائے گا، جو سر کو چھید کر پیٹ تک پہنچے گا اور پیٹ میں جو کچھ ہو گا اسے کاٹ ڈالے گا اور وہ سب کچھ (اس کی پیٹھ سے نکل کر) قدموں میں جا گرے گا۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۳۷۴، ح : ۸۸۸۶۔ ترمذی، کتاب صفۃ جہنم، باب ما جاء فی صفۃ شراب أهل النار : ۲۵۸۲]

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾

''اور اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا، دو باغ ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ دونوں بہت شاخوں والے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں میں دو چشمے ہیں، جو بہ رہے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں میں ہر پھل کی دو قسمیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص روز حساب اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، اس لیے فرائض کی پابندی کرتا اور گناہوں سے بچتا ہے، تو اسے اس کا رب دو جنتیں دے گا، ایک ترک معاصی کے بدلے میں اور دوسری عمل صالح کے بدلے میں۔ ان دونوں جنتوں میں لمبی ڈالیوں والے انواع و اقسام کے درخت اور قسم قسم کے پھل ہوں گے۔ ان دونوں جنتوں میں سلسبیل اور تسنیم نام کی دو نہریں جاری ہوں گی۔ ان دونوں جنتوں میں ہر پھل کی دو قسمیں ہوں گی اور ہر ایک کا مزہ جداگانہ ہوگا۔ قرآن کریم میں ان نعمتوں کا ذکر بلاشبہ سننے والوں کو عمل صالح کی ترغیب دلاتا اور برائی سے ڈراتا ہے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ پھر ان سے زیادہ خوش قسمت کون ہوگا جنھیں اللہ تعالیٰ آخرت میں ان نعمتوں سے نوازے گا؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ﴾ [النازعات : ۴۰، ۴۱] ''اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اس نے نفس کو خواہش سے روک لیا۔ تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔''

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ : صحیح معنوں میں اگر اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو تو وہ مغفرت کا باعث بن جاتا ہے، جیسا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص کی موت کا وقت جب قریب آیا اور وہ زندگی سے بالکل مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے لیے بہت سی لکڑیاں جمع کرنا اور (میری لاش کو ان میں رکھ کر) ان لکڑیوں کو آگ لگا دینا، پھر جب وہ آگ میرے جسم کو خاکستر بنا دے اور صرف ہڈیاں باقی رہ جائیں تو انھیں پیس لینا اور کسی سخت گرمی کے دن میں یا (فرمایا) کسی تیز آندھی والے دن میں مجھے ہوا میں اڑا دینا۔ (اللہ کی قسم! اگر میرے رب نے مجھ پر سختی کی تو مجھے ایسی سزا دے گا کہ ایسی سزا اس نے کسی کو نہ دی ہوگی۔ جب

وہ مرگیا تو اس کے ساتھ وہی کیا گیا جو اس نے کہا تھا)۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جمع کیا اور کہا کھڑا ہو جا تو وہ (اپنے رب کے سامنے) کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کس چیز نے تجھے اس کام پر آمادہ کیا؟ اس نے عرض کی، اے میرے رب! تیرے ڈرنے، تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔" [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الغار : ٣٤٧٩، ٦٤٨١]

جَنَّتٰنِ : سیدنا عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے وہ چاندی کا ہوگا اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے وہ سونے کا ہوگا اور جنت عدن سے جنتیوں کے اپنے رب کے دیدار میں کوئی چیز حائل نہیں ہوگی، سوائے کبریائی کی چادر کے جو اس کے چہرے پر ہوگی۔" [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و من دونهما جنتان ﴾ : ٤٨٧٨]

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَ جَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۟ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۟

"ایسے بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے، جن کے استر موٹے ریشم کے ہیں اور دونوں باغوں کا پھل قریب ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟"

اہل جنت کے بستروں کا وہ حصہ جو زمین سے لگا ہوگا، یعنی نچلا حصہ، وہ بیش بہا اور نازک ترین ریشم کا بنا ہوگا، تو پھر اس کے ظاہری یعنی اوپر والے حصے کا کیا عالم ہوگا؟ اس کے بارے میں قرآن کریم کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیں: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ﴾ [السجدة : ١٧] "پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔" ان دونوں جنتوں کے پھل ہر جنتی کے بالکل قریب ہوں گے۔ جس طرح وہ چاہیں گے انھیں تناول فرمائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ دَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴾ [الدهر : ١٤] "اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے خوشے تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا۔"

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ۟ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۟ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ ۟ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۟ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۟ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۟

"ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں، جنھیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ گویا وہ (عورتیں) یاقوت اور مرجان ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کیا ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو

ٹلاؤ گے؟"

یعنی ان جنتوں میں ایسی حوریں ہوں گی جو اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کی طرف نہیں دیکھیں گی، ان کو اپنے خاوند سب سے زیادہ حسین اور اچھے معلوم ہوں گے ان حوروں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ سب باکرہ ہوں گی۔ ان سے ں کے ان جنتی شوہروں سے پہلے کسی انسان یا جن نے ان کے ساتھ ہم بستری نہیں کی ہوگی۔ وہ بیویاں حسن و جمال ں یاقوت و مرجان کی مانند ہوں گی، یعنی ان کے رنگ نہایت سرخ و سفید ہوں گے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ جو لوگ دنیا ں نیک عمل کریں گے عدل و انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ انھیں اچھا بدلہ دیا جائے۔ چونکہ جنت کی مذکورہ بالا نعمتوں کی یاد دہانی ننے والوں کو نیک عمل پر ابھارتی ہے، اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس و جھٹلاؤ گے؟

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ : یعنی وہ صفائی میں یاقوت اور سفیدی و سرخی میں مرجان کی طرح ہوں گی۔ محمد بن ریرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس بات پر لوگوں نے یا تو فخر کا اظہار کیا، یا آپس میں گفتگو کی کہ جنت میں مردوں کی شریت ہوگی یا عورتوں کی، تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: "جنت میں داخل ہونے لی پہلی جماعت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی اور اس کے بعد والی جماعت آسمان میں سب سے زیادہ چمکنے لے ستارے کی مانند، ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ دو دو بیویاں عطا فرمائے گا کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے پر سے نظر آ رہا ہوگا اور جنت میں کوئی شخص بھی بیوی کے بغیر نہیں ہوگا۔" [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب أول مرة تدخل الجنة ...... الخ : ۲۸۳٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام گزارنا نیا و ما فیہا سے بہتر ہے اور جنت میں ایک کمان یا ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا اور دنیا کی ساری دولتوں سے زیادہ بہتر ہے اور اگر اہل جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا کی طرف جھانک لے تو آسمان و زمین کے درمیان کا یہ سارا حصہ روشن ہو جائے اور خوش بو سے معطر ہو جائے۔ اس کے سر کا دوپٹا بھی دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ قیمتی ہے۔" [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب الحور العين و صفتهن : ۲۷۹٦]

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾

اور ان دو (باغوں) کے علاوہ اور دو باغ ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ دونوں

سیاہی مائل گہرے سبز ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں میں جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں میں پھل اور کھجوروں کے درخت اور انار ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

یعنی گزشتہ آیات میں جن دو جنتوں کا ذکر آیا ہے ان کے علاوہ بھی دو جنتیں ہوں گی، جو پہلی دونوں جنتوں سے درجے میں کم ہوں گی۔ پہلی دونوں عرش کے زیادہ قریب ہوں گی اور اللہ کے مقرب بندوں کو ملیں گی، جبکہ دوسری دونوں اصحاب الیمین کے لیے ہوں گی۔ ان دونوں جنتوں کے درخت بہت ہی گھنے ہوں گے اور ان پر ایسی ہریالی چھائی ہو گی کہ ان کا رنگ مائل بہ سیاہی ہو گا۔ ان میں دو چشمے ہوں گے جن سے فوارے کی شکل میں پانی پھوٹ رہا ہو گا۔ ان میں مختلف الانواع پھل ہوں گے اور ان پھلوں میں کھجور اور انار بھی ہوں گے، چونکہ جنت کی مذکور بالا نعمتوں کی یاد دہانی سننے والوں کو عمل صالح کی ترغیب دلاتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ سو تم جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو فردوس ہی طلب کرو، کیونکہ وہ جنت کا افضل اور اعلیٰ حصہ ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدین فی سبیل اللہ : ۲۷۹۰]

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾

''ان میں کئی خوب سیرت، خوبصورت عورتیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتیں، جو خیموں میں روکی ہوئی ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان سے پہلے نہ کسی انسان نے انھیں ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

ان دونوں جنتوں میں نیک سیرت اور خوبصورت حوریں ہوں گی، جو موتی سے بنے محلوں میں اپنے شوہروں کے لیے ہوں گی، جن کے ساتھ پہلے نہ کسی انسان نے مباشرت کی ہو گی اور نہ کسی جن نے۔ جنت کی یہ ساری نعمتیں سننے والوں کو اعمال صالحہ کی رغبت دلاتی ہیں اور اس رغبت کا پیدا ہونا یقیناً ایک نعمت ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن و انس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ : سیدنا عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(جنت میں) ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا، جس کی بلندی تیس میل ہوگی، اس کے ہر کونے میں مومن کی بیویاں ہوں گی جن کو دوسرے نہیں دیکھ سکیں گے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۴۳۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فی صفة خيام الجنة : ۲۸۳۸]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر جنتی کے لیے موٹی دو بیویاں ہوں گی، وہ دونوں ستر ستر حلے زیب تن کیے ہوں گی، (اس کے باوجود) ان کی پنڈلیوں کا گودا کپڑوں میں سے دکھائی دے گا۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۳۴۵، ح : ۸۵۶۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں داخل ہونے والی پہلی جماعت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی اور اس کے بعد والی جماعت آسمان میں سب سے زیادہ چمکنے والے ستارے کی مانند، ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ دو دو بیویاں عطا فرمائے گا کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے نظر آ رہا ہوگا اور جنت میں کوئی شخص بھی بیوی کے بغیر نہیں ہوگا۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب أول زمرة تدخل الجنة......الخ : ۲۸۳۴]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام گزارنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور جنت میں ایک کمان یا ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا اور دنیا کی ساری دولتوں سے زیادہ بہتر ہے اور اگر اہل جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا کی طرف جھانک لے تو آسمان و زمین کے درمیان کا یہ سارا حصہ روشن ہو جائے اور خوش بو سے معطر ہو جائے۔ اس کے سر کا دوپٹا بھی دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ قیمتی ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب الحور العين و صفتهن : ۲۷۹۶]

سیدنا عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک خول دار موتی کا خیمہ ہے اور اس خیمے کی چوڑائی ساٹھ میل ہے۔ اس کے ہر گوشے میں مسلمان کی ایک بیوی ہوگی، ایک گوشے والی دوسری کو نہیں دیکھ سکے گی، مومن ان (میں سے اپنی بیویوں) پر گھومیں گے۔'' [بخاری، کتاب التفسير، باب ﴿ حور مقصورات فی الخيام ﴾ : ۴۸۷۹]

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ۝ وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝ وَّ كَاْسًا دِهَاقًا ﴾ [النبا : ۳۱ تا ۳۴] ''یقیناً پرہیز گاروں کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔ باغات اور انگور۔ اور ابھری چھاتیوں والی ہم عمر لڑکیاں۔ اور چھلکتے ہوئے پیالے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴾ [الواقعة : ۳۵ تا ۳۷] ''بلاشبہ ہم نے ان (بستروں والی عورتوں) کو پیدا کیا، نئے سرے سے پیدا کرنا۔ پس ہم نے انھیں کنواریاں بنا دیا۔ جو خاوندوں کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔''

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾

''وہ ایسے قالینوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں جو سبز ہیں اور نادر، نفیس ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟''

اہل جنت، جنت میں سبز رنگ کے گاؤ تکیوں اور نہایت قیمتی، گداز، خوبصورت اور زرق برق مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے، یعنی ان کی زندگی نہایت ٹھاٹھ باٹھ اور شان وشوکت والی ہوگی۔ دین و دنیا اور آخرت میں جن نعمتوں کا اوپر ذکر آیا ہے، ان میں سے ہر ایک ایسی عظیم نعمت ہے، جس کی اہمیت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جن وانس! تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع ۱۲

''بہت برکت والا ہے تیرے رب کا نام جو بڑی شان اور عزت والا ہے۔''

فرمایا کہ اللہ کی ذات اس لائق ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے اور اس کی تعظیم اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کسی حال میں بھی اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اسی کی عبادت کی جائے، اسی کا شکر کیا جائے اور اس کی نعمت کی ناشکری نہ کی جائے۔ اس کا ذکر کیا جائے اور اسے بھلایا نہ جائے۔

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز سے سلام پھیرتے تو (پہلے) تین بار استغفار پڑھتے، پھر یہ دعا پڑھتے: « اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ » ''یا اللہ! تو ہی سلامتی والا ہے اور تجھی سے سلامتی ہے، اے بزرگی اور عزت والے! تو بڑی برکت والا ہے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ و بیان صفتہ : ۵۹۱]

سورة الواقعة مكية

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ تو بوڑھے ہو گئے ہیں، آپ نے فرمایا: ''مجھے سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ نبا اور سورۂ تکویر نے بوڑھا کر دیا ہے۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ الواقعة : ۳۲۹۷]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝١ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝٢ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝٣

''جب وہ واقع ہونے والی واقع ہوگی۔ اس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔ پست کرنے والی، بلند کرنے والی۔''

''واقعہ'' قیامت کے دن کا ایک نام ہے، اس کے یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے اور وجود میں آنے کی وجہ سے اسے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴾ [الحآقة : ۱۵] ''تو اس دن ہونے والی ہو جائے گی۔''

دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب اسے برپا کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو کوئی اسے وقوع پذیر ہونے سے روک نہیں سکے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ﴾ [الشوریٰ : ۴۷] ''اپنے رب کی دعوت قبول کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ﴾ [المعارج : ۱، ۲] ''ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے متعلق سوال کیا جو واقع ہونے والا ہے۔ کافروں پر، اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔''

آخری آیت میں فرمایا کہ کچھ لوگوں کو یہ جہنم میں نچلوں سے بھی نچلے درجے تک نیچے لے جائے گی، خواہ دنیا میں وہ کیسے ہی معزز کیوں نہ تھے اور کچھ لوگوں کو نعمتوں سے شاد کام اور ابد الآباد تک رہنے والی جنتوں میں اعلیٰ علیین تک بلند کر دے گی، خواہ دنیا میں وہ کم حیثیت ہی کیوں نہ تھے۔

﴿ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝۴ ﴾

’’جب زمین ہلائی جائے گی، سخت ہلایا جانا۔‘‘

یعنی جب اسے اس قدر زور زور سے ہلایا جائے گا کہ وہ اپنے طول و عرض سمیت ساری کی ساری ہلنے لگے گی، جیسا ک
ارشاد فرمایا: ﴿ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴾ [الزلزال : ۱] ’’جب زمین سخت ہلا دی جائے گی، اس کا سخت ہلایا جانا
اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴾ [الحج : ۱] ’’اے لوگو! اپنے رب
ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔‘‘

﴿ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝۵ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝۶ ﴾

’’اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، خوب ریزہ ریزہ کیا جانا۔ پس وہ پھیلا ہوا غبار بن جائیں گے۔‘‘

یعنی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی مانند فضا میں بکھر جائیں گے۔ یہ آیت کریمہ اور اس کے ہم معنی دیگر آیات اس بات
کی دلیل ہیں کہ روز قیامت پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ختم ہو جائیں گے۔ یہ چلنے لگیں گے اور پھر انھیں دھنی ہوئی اون کی
طرح ذرات کی صورت میں بکھیر دیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝۱۳ وَّ حُمِلَتِ
الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝۱۴ فَيَوْمَىِٕذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱۵ وَ انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَىِٕذٍ وَّاهِيَةٌ ﴾
[الحاقۃ : ۱۳ تا ۱۶] ’’پس جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھایا جائے گا، پس
دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک بار ٹکرا دینا۔ تو اس دن ہونے والی ہو جائے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا، پس وہ اس
دن کمزور ہوگا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ وَ كَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴾ [المزمل : ۱۴] ’’جس
دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ گرائی ہوئی ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔‘‘

﴿ وَّ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝۷ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝۸ وَ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ۬ مَاۤ
اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝۹ وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝۱۰ اُولٰٓىِٕكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۱۱ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۱۲ ﴾

’’اور تم تین قسم (کے لوگ) ہو جاؤ گے۔ پس دائیں ہاتھ والے، کیا (خوب) ہیں دائیں ہاتھ والے۔ اور بائیں ہاتھ
والے، کیا (برے) ہیں بائیں ہاتھ والے۔ اور جو پہل کرنے والے ہیں، وہی آگے بڑھنے والے ہیں۔ یہی لوگ قریب
کیے ہوئے ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔‘‘

قیامت کے دن لوگ اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے تین جماعتوں میں بٹ جائیں گے، ایک جماعت عرش ک
دائیں جانب ہوگی اور ان کا نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ یہ عام جنتی ہوں گے۔ کچھ لوگ عرش ک

ں جانب ہوں گے اور ان کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ جہنمی لوگ ہوں گے۔ تیسری جماعت کی رضا کے کاموں میں سبقت کرنے والوں کی ہوگی اور یہ انبیاء و رسل اور صدیقین و شہداء ہوں گے۔ ان کی تعداد یں طرف والی جماعت سے کم ہوگی۔ اصحاب الیمین نہایت ہی راحت و سعادت اور فرحت و شادمانی میں، جبکہ اب الشمال بہت ہی زیادہ دکھ، تکلیف اور حزن و الم میں ہوں گے۔

جن لوگوں نے ظہور حق کے بعد ایمان و بندگی کی طرف سبقت کی، اس راہ میں تکلیفیں اٹھائیں، پہاڑ جیسی مصیبتوں بر کیا اور ہر حال میں اللہ کے بندوں کو اس کی بندگی کی دعوت دیتے رہے، اللہ تعالیٰ انھیں اس دن جنت نعیم میں بلند ترین م سے نوازے گا اور اس پر مستزاد یہ کہ انھیں اللہ تعالیٰ اپنی قربت سے نوازے گا۔ ایک دوسرے مقام پر بھی اللہ تعالیٰ لوگوں کو تین اصناف میں تقسیم فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ سِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴾ [فاطر : ۳۲] ''پھر ہم نے اس اب کے وارث اپنے وہ بندے بنائے جنھیں ہم نے چن لیا، پھر ان میں سے کوئی اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں ے کوئی میانہ رو ہے اور ان میں سے کوئی نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، اللہ کے حکم سے۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔''

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ﴿۱۳﴾ وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ؕ﴿۱۴﴾

''بہت بڑی جماعت پہلوں سے۔ اور تھوڑے سے پچھلوں سے ہوں گے۔''

ایک رائے یہ ہے کہ ایمان و بندگی کی طرف سبقت کرنے والے اللہ کے مقرب بندوں کی ایک بڑی تعداد ان اقوام ں سے ہوگی جو آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک گزر چکی ہیں اور ان سے کم تعداد امت محمدیہ سے ہوگی۔ ن مقرب بندوں کی تعداد امت محمدیہ میں سے بھی بڑی ہوگی، لیکن گزشتہ امتوں کے مقابلے میں ان کی تعداد کم ہوگی۔ ں لیے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک بہت سے انبیاء آئے اور انھیں بہت بڑی تعداد نے دیکھا، ان کی صحبت تیاری کی اور عمل صالح کے ذریعے سے اللہ کے مقرب بندے ہو گئے، لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ ﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ ے مراد اس امت کا ابتدائی حصہ اور ﴿ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴾ سے اس امت کا آخری حصہ مراد ہے، یعنی اس کے پہلے وں میں سابقین کی تعداد زیادہ اور پچھلے لوگوں میں تھوڑی ہوگی۔ امام ابن کثیر نے اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور ی قول راجح معلوم ہوتا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ ماری تعداد اہل جنت کی چوتھائی ہو؟'' ہم نے کہا، ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ نے پھر فرمایا: ''کیا تم اس بات خوش ہو کہ تمھاری تعداد اہل جنت کی ایک تہائی ہو؟'' ہم نے کہا، ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ نے (تیسری بار)

فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے امید ہے کہ تمھاری تعداد اہل جنت کی نصف ہو گی۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون ھذہ الأمة نصف أھل الجنة : ۲۲۱/۳۷۷]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا سب زمانوں سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے، پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے۔'' [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۳۶۵۰]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ (حق پر رہ کر) غالب رہے گی۔ (ان کے دشمن انھیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، ان کے مخالف انھیں رسوا اور پست نہیں کر سکیں گے) یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ لوگ غالب ہی رہیں گے۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لا تزال طائفة ...... الخ : ۷۳۱۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب نزول عیسی ابن مریم ...... الخ : ۱۵۶، عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب ولاعذاب : ۲۱۶]

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿۱۶﴾

''سونے اور جواہر سے بنے ہوئے تختوں پر (آرام کر رہے ہوں گے)۔ ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھنے والے (ہوں گے)۔''

اللہ کے یہ مقرب بندے ایسے تختوں پر بیٹھے ہوں گے جن میں ہیرے، موتی اور جواہر جڑے ہوں گے اور سب ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے، ان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴾ [الحجر : ۴۵ تا ۴۷] ''بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اس میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ۔ اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔''

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِيْقَ ۙ۬ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَ لَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ لَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾

''ان پر چکر لگا رہے ہوں گے وہ لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے۔ ایسے کوزے اور ٹونٹی والی صراحیاں اور لبالب بھرے ہوئے پیالے لے کر جو بہتی ہوئی شراب کے ہوں گے۔ وہ نہ اس سے دردِ سر میں مبتلا ہوں گے اور نہ بہکیں

گے۔ اور ایسے پھل لے کر جنھیں وہ پسند کرتے ہیں۔ اور پرندوں کا گوشت لے کر جس کی وہ خواہش رکھتے ہیں۔“

ان کی خدمت کے لیے ہر دم ان کے ارد گرد ایسے لڑکے موجود ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، کبھی بڑے نہیں ہوں گے اور نہ وہ مریں گے۔ وہ بچے اللہ کے ان مقرب بندوں کو انواع و اقسام کے پیالوں میں مختلف قسم کے مشروبات اور شراب بھر بھر کر پیش کریں گے، جس سے وہ غایت درجہ لطف اندوز ہوں گے، جن کے پینے سے انھیں نہ کوئی تکلیف ہو گی، نہ نشہ چڑھے گا اور نہ ان کی عقل متاثر ہو گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَاۡ۠ ۝ قَوَارِيْرَاۡ۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝ وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝ وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝ وَ اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ﴾ [الدھر : ۱۵ تا ۲۰] ”اور ان پر چاندی کے برتن اور آبخورے پھرائے جائیں گے، جو شیشے کے ہوں گے۔ ایسا شیشہ جو چاندی سے بنا ہوگا، انھوں نے ان کا اندازہ رکھا ہے، خوب اندازہ رکھنا۔ اور اس میں انھیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ ملی ہوگی۔ وہ اس میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا جاتا ہے۔ اور ان کے ارد گرد لڑکے گھوم رہے ہوں گے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، جب تو انھیں دیکھے گا تو انھیں بکھرے ہوئے موتی گمان کرے گا۔ اور جب تو وہاں دیکھے گا تو نعمت ہی نعمت اور بہت بڑی بادشاہی دیکھے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ فَوَاكِهُ وَ هُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴾ [الصافات : ۴۰ تا ۴۷] ”مگر اللہ کے خالص کیے ہوئے بندے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے مقرر رزق ہے۔ کئی قسم کے پھل اور وہ عزت بخشے گئے ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان پر صاف بہتی ہوئی شراب کا جام پھرایا جائے گا۔ جو سفید ہوگی، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہ اس میں کوئی دردسر ہوگا اور نہ وہ اس سے مدہوش کیے جائیں گے۔“

وہ بچے انھیں ان کے پسندیدہ پھل پیش کریں گے اور ان کی رغبت اور خواہش کے مطابق انواع و اقسام کے پرندوں کا بھنا ہوا گوشت پیش کریں گے۔

وَ لَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت کے پرندے بختی اونٹوں کی طرح ہوں گے اور وہ جنت کے درختوں سے چریں گے۔“ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ پرندے تو خوب موٹے تازے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ”انھیں کھانے والے ان سے بھی بڑھ کر صحت مند ہوں گے۔“ یہ آپ نے تین بار فرمایا، پھر فرمایا: ”البتہ مجھے امید ہے کہ تم بھی اے ابوبکر! ان کھانے والوں میں سے ہو گے۔“ [مسند أحمد : ۲۲۱/۳، ح : ۱۳۳۱۶]

وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾

''اور (ان کے لیے وہاں) سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتیں ہیں، جو فراخ آنکھوں والی ہیں۔ چھپا کر رکھے ہوئے موتیوں کی طرح۔ اس کے بدلے کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔ وہ اس میں نہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات۔ مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔''

اللہ کے ان مقرب بندوں کو بڑی خوبصورت آنکھوں والی حوریں ملیں گی، جو سیپ میں بند موتیوں کی مانند بے داغ اور سفید ہوں گی۔ یہ حوریں انھیں ان نیک اعمال کے سبب ملیں گی جو وہ دنیا میں اللہ کی رضا کی خاطر کرتے رہے تھے۔ ان جنتوں میں وہ کوئی غیر مفید اور بے ہودہ گفتگو نہیں سنیں گے، وہاں وہ صرف اچھی اور عمدہ باتیں سنیں گے اور ایک دوسرے کو خوش خبری دیں گے کہ اب تمھارے لیے ہمیشہ کے لیے ہر رنج والم اور غم واندوہ سے سلامتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [یونس : ۱۰] ''ان کی دعا ان میں یہ ہوگی ''پاک ہے تو اے اللہ!'' اور ان کی آپس کی دعا ان (باغات) میں سلام ہوگی اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہوگا کہ سب تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ۲۲ تا ۲۴] ''اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کو نیکی کے ساتھ ہٹاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔ ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔ سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔''

وَ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾

''اور دائیں ہاتھ والے، کیا (ہی اچھے) ہیں دائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایسی بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے ہوئے ہیں۔ اور ایسے کیلوں میں جو تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں۔ اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے۔''

ان آیات میں ''اصحاب الیمین'' کا تذکرہ ہے، جنھیں عرش کے دائیں جانب جگہ ملے گی اور جنھیں ان کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دائیں جانب والوں کا کیا پوچھتے ہو، وہ تو بڑے اونچے لوگ ہوں گے اور ان کی سعادت و نیک بختی اوجِ ثریا کو پہنچی ہوگی۔ ان کے لیے ایسی بیریاں ہوں گی جن کے کانٹے نہیں ہوں گے، وہاں کیلے ہوں گے تہ بہ تہ، جو بہت زیادہ لذیذ ہوں گے۔ حد نگاہ تک پھیلے ہوئے سائے ہوں گے جو کبھی ختم نہیں ہوں گے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سایہ میں اگر سوار سو سال تک چلتا رہے تب بھی وہ اسے طے نہیں کر سکے گا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و ظل ممدود ﴾ : ٤٨٨١۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب إن فی الجنة شجرة ...... الخ : ٢٨٢٦]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سایہ میں اگر عمدہ اور تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو برس تک چلتا رہے تو پھر بھی اس سائے کو طے نہیں کر سکے گا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٥٣۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب ان فی الجنة شجرة ...... الخ : ٢٨٢٨]

وَ مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۙ﴿۳۱﴾ وَ فَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۙ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ ۙ﴿۳۳﴾

''اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے۔ اور بہت زیادہ پھلوں میں۔ جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے کوئی روک ٹوک ہوگی۔''

ہر طرف بہتی ہوئی نہریں اور چشمے ہوں گے، جن کا پانی کبھی خشک نہیں ہوگا اور نہ اپنی تازگی کھوئے گا۔ اہل جنت کے پاس بہت سی انواع و اقسام اور مختلف رنگوں کے ایسے ایسے پھل ہوں گے جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہوگا، کسی کان نے سنا نہیں ہوگا اور کسی دل میں ان کا تصور تک نہیں آیا ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ﴾ [البقرة : ٢٥] ''جب کبھی ان سے کوئی پھل انھیں کھانے کے لیے دیا جائے گا، کہیں گے یہ تو وہی ہے جو اس سے پہلے ہمیں دیا گیا تھا اور وہ انھیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا۔'' یعنی شکلیں تو ایک دوسرے کے ساتھ ملتی جلتی ہوں گی مگر ذائقے مختلف ہوں گے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گرہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہم نے دیکھا کہ آپ نے اس جگہ کسی چیز کو پکڑا، پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے تشریف لے آئے، آپ نے فرمایا: ''میں نے جنت کو دیکھا تو اس کے انگوروں کے ایک خوشے کو پکڑ لیا اور اگر میں اسے پکڑے رہتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب رفع البصر إلی الإمام فی الصلوة : ٧٤٨۔ مسلم، کتاب الکسوف، باب ما عرض علی النبی فی صلوة الکسوف ...... الخ : ٩٠٧]

وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ع

''اور اونچے بستروں میں۔ بلاشبہ ہم نے ان (بستروں والی عورتوں) کو پیدا کیا، نئے سرے سے پیدا کرنا۔ پس ہم نے انھیں کنواریاں بنا دیا۔ جو خاوندوں کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔ دائیں ہاتھ والوں کے لیے۔''

ان کے لیے تختوں پر حریر و دیباج کے بنے نہایت قیمتی اور اعلیٰ قسم کے بستر لگے ہوں گے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ''فرش'' سے مراد جنت میں پائی جانے والی عورتیں ہیں جو حسن و جمال میں یکتا ہوں گی، اہل جنت کی لطف اندوزی کے لیے عالی شان بستروں پر جلوہ افروز ہوں گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴾ [یٰسٓ : ۵۶] ''وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔'' ان عورتوں کو اللہ تعالیٰ جنت میں دوبارہ اس حال میں پیدا کرے گا کہ وہ عنفوان شباب میں ہوں گی اور باکرہ ہوں گی، کسی نے انھیں ہاتھ نہیں لگایا ہو گا اور ہمیشہ باکرہ رہیں گی۔ وہ بیویاں اپنے حسن و جمال، طرزِ گفتگو، چال ڈھال، گداز جسم اور آواز کی شیرینی کی وجہ سے اپنے شوہروں کو ایسے شاداں و فرحاں رکھیں گی جس کی تعبیر انسانی الفاظ میں نہیں ہو سکتی۔ وہ ساری بیویاں ہم عمر ہوں گی۔ یہ بیویاں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان اہل جنت کو ملیں گی جنھیں روز قیامت عرش کی دائیں جانب جگہ ملے گی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند روشن ہوتا ہے، پھر جو لوگ ان کے بعد داخل ہوں گے وہ آسمان کے سب سے روشن ستارے کی طرح چمکتے ہوں گے، یہ لوگ نہ پیشاب کریں گے نہ قضائے حاجت اور نہ تھوکیں گے اور نہ ناک سے آلائش نکالیں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کے پسینے مشک کی خوشبو والے ہوں گے، ان کی انگیٹھیوں میں خوش بودار عود جلتا ہوگا، یہ نہایت پاکیزہ خوش بودار عود ہوگا۔ ان کی بیویاں بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ سب کی صورتیں ایک جیسی ہوں گی، یعنی یہ سب اپنے باپ آدم علیہ السلام کے قد و قامت پر ساٹھ ساٹھ ہاتھ لمبے ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریته : ۳۳۲۷۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب أول زمرة تدخل الجنة : ۱۵/ ۲۸۳۴]

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾

''ایک بڑی جماعت پہلے لوگوں سے ہیں۔ اور ایک بڑی جماعت پچھلوں سے۔''

ان اصحاب الیمین میں ایک جماعت ان مومنوں کی ہوگی جو امت محمدیہ کے دور اول کے لوگ ہیں اور ﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴾ سے مراد وہ نیک لوگ ہیں جو دور اول کے بعد آئے۔ وہ تمام صالحین امت محمدیہ بھی ان میں شامل ہیں

جو قیامت تک پیدا ہوں گے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خیمہ میں تھے، جس میں تقریباً چالیس آدمی ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ تمھاری تعداد اہل جنت کی چوتھائی ہو؟'' ہم نے کہا، ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ نے پھر فرمایا: ''کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ تمھاری تعداد اہل جنت کی ایک تہائی ہو؟'' ہم نے کہا، ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ نے (تیسری بار) فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے امید ہے کہ تمھاری تعداد اہل جنت کی نصف ہوگی۔'' اور یہ اس لیے کہ جنت میں وہی جائے گا جو مسلمان ہے اور مسلمان مشرکوں کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے ایک سفید بال سیاہ بیل کی کھال میں ہو، یا ایک سیاہ بال سرخ بیل کی کھال میں ہو۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون هذه الأمة نصف أهل الجنة : ۲۲۱/۳۷۷]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں، ایک ایک دو دو نبی اور ان کے ساتھ ان کے ماننے والے گزرتے رہے اور بعض نبی ایسے بھی تھے کہ ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا، آخر میرے سامنے ایک بڑی بھاری جماعت آئی۔ میں نے پوچھا، یہ کون ہیں، کیا میری امت کے لوگ ہیں؟ کہا گیا کہ یہ موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی قوم ہے۔ پھر کہا گیا کہ آسمان کے کنارے کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عظیم جماعت ہے جو کنارے پر چھائی ہوئی ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ادھر دیکھو، ادھر آسمان کے مختلف کناروں میں۔ میں نے دیکھا کہ ایک جماعت ہے جو تمام افق پر چھائی ہوئی ہے۔ کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور اس میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔'' پھر آپ (حجرے میں) تشریف لے گئے اور کچھ تفصیل بیان نہیں فرمائی۔ لوگ ان جنتیوں کے بارے میں بحث کرنے لگ گئے اور کہنے لگے کہ ہم ہی اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس کے رسول کی اتباع کی ہے، اس لیے ہم ہی وہ لوگ ہیں، یا ہماری وہ اولاد ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی، کیونکہ ہم جاہلیت میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ باتیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئیں تو آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرواتے، فال نہیں نکالتے اور نہ داغ کر علاج کرتے ہیں، بلکہ اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔'' اس پر عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ (یعنی دعا کیجیے کہ اللہ مجھے ان میں شامل فرما لے) آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' پھر ایک دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا، کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ (یعنی میرے لیے بھی دعا کر دیجیے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عکاشہ تم سے بازی لے گئے۔'' [بخاري، كتاب الطب، باب من اكتوى أو كوى غيره ...... الخ : ۵۷۰۵]

وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ؕ﴿۴۱﴾ فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾ لَّا

بَارِدٍ وَّ لَا كَرِيْمٍ ﴿۴۴﴾

’’اور بائیں ہاتھ والے، کیا (ہی برے) ہیں بائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایک زہریلی لو اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ باعزت۔‘‘

اصحاب الیمین کے حالات کا ذکر فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ اصحاب الشمال کا تذکرہ فرما رہا ہے، یعنی وہ شریر اور بدبخت لوگ جنھیں عرش کی بائیں جانب جگہ ملے گی اور جن کے نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے، وہ بڑے ہی بدقسمت لوگ ہوں گے، اس لیے کہ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جس کی تپش اور کھولتا ہوا پانی ان کی جانوں کو ہر لحظہ بے چین و مضطرب رکھے گا اور ان کے سروں پر آگ اور سیاہ دھویں کا سایہ ہوگا۔ جس میں نہ ٹھنڈک ہوگی اور نہ کوئی دوسری بھلائی، اس لیے کہ وہ نارِ جہنم کا دھواں ہوگا جو نہایت وحشت ناک اور کرب انگیز ہوگا۔

وَظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ : یعنی سیاہ دھوئیں کے سائے میں۔ یہ آیت ان آیاتِ کریمہ کی طرح ہے: ﴿ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ [المرسلات : ۲۹ تا ۳۴] ’’اس چیز کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے تھے۔ ایک سائے کی طرف چلو جو تین شاخوں والا ہے۔ نہ سایہ کرنے والا ہے اور نہ وہ شعلے سے کسی کام آتا ہے۔ بلاشبہ وہ (آگ) محل جیسے شرارے پھینکے گی۔ جیسے وہ زرد اونٹ ہوں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَ كَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿۴۶﴾ وَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾

’’بے شک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں پالے ہوئے تھے۔ اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اڑے رہتے تھے۔ اور وہ کہا کرتے تھے کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟‘‘

یعنی ان کا یہ انجام بد اس لیے ہوگا کہ وہ دنیا کی زندگی میں جسمانی لذتوں اور شہوتوں میں ڈوبے ہوئے تھے اور کبر و غرور اور شرک و معاصی ان کا چلن تھا۔ وہ لوگ بڑے بڑے گناہ کرتے تھے اور ان پر نادم ہو کر اللہ کے حضور ان سے تائب نہیں ہوتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۴﴾ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ﴿۶﴾

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴾ [صٓ : ٤ تا ٧] ''اور انھوں نے اس پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا اور کافروں نے کہا یہ ایک سخت جھوٹا جادوگر ہے۔ کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔ اور ان کے سرکردہ لوگ چل کھڑے ہوئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو، یقیناً یہ تو ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ ہم نے یہ بات آخری ملت میں نہیں سنی، یہ تو محض بنائی ہوئی بات ہے۔''

وہ لوگ بعث بعد الموت کو بعید از عقل سمجھتے تھے۔ کہتے تھے، یہ ممکن نہیں کہ جب ہم مر کر مٹی میں گل سڑ جائیں گے اور ہماری صرف ہڈیاں رہ جائیں گی تو ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [السجدۃ : ١٠] ''اور انھوں نے کہا کیا جب ہم زمین میں گم ہو گئے، کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں۔''

وہ لوگ اپنے آپ سے زیادہ اپنے باپ دادا کے زندہ کیے جانے کو بعید از عقل سمجھتے تھے کہ جن کو مرے ہوئے ایک زمانہ بیت گیا تھا۔

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ۬ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾

''کہہ دے بے شک تمام پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر یقیناً اکٹھے کیے جانے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ وہ ان کے شبہ کی تردید میں یہ کہیں کہ آدم کی تمام اولاد جو گزشتہ زمانوں میں دنیا میں پائی گئی اور جو اب موجود ہے، جن میں تم بھی ہو اور وہ تمام لوگ جو رہتی دنیا تک پیدا ہوں گے، سب کے سب میدانِ محشر میں جمع کیے جائیں گے۔ ایک فرد بشر بھی کہیں جا نہیں سکے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴾ [هود : ١٠٣] ''یہ وہ دن ہے جس کے لیے (سب) لوگ جمع کیے جانے والے ہیں اور یہ وہ دن ہے جس میں حاضری ہوگی۔''

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾

''پھر بے شک تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کے پودے میں سے کھانے والے ہو۔ پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو۔''

اس دن تم گمراہوں کو اور اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والوں کو کھانے کے لیے تھوہر ملے گا جو نہایت ہی بدنما، بدذائقہ اور بدبودار ہوگا، لیکن بھوک کی شدت سے تم اسے کھاتے چلے جاؤ گے، یہاں تک کہ اپنا پیٹ بھر لو گے،

جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴾ [الدخان : ٤٣ تا ٤٦] ’’بے شک زقوم کا درخت ۔گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر تھوہر کا ایک قطرہ دنیا میں گرا دیا جائے تو وہ ساری دنیا کے جانداروں کے اسباب زندگی (یعنی خورد و نوش کی چیزیں) تباہ کر دے، پھر اس شخص کا کیا حال ہو گا جس کی خوراک ہی تھوہر ہو؟‘‘ [مسند أحمد : ۳۰۱/۱، ۳۳۸، ح : ۲۷۳۸، ۳۱۳۵۔ ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء فی صفة شراب أهل النار : ۲۵۸۵]

فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝

’’پھر اس پر کھولتے پانی سے پینے والے ہو۔ پھر پیاس کی بیماری والے اونٹوں کے پینے کی طرح پینے والے ہو۔ یہ جزا کے دن ان کی مہمانی ہے۔‘‘

جہنمیوں کو تھوہر کھا کر شدت کی پیاس لگے گی، جسے بجھانے کے لیے انھیں ابلتا ہوا گرم پانی دیا جائے گا اور جسے وہ اس بیمار اونٹ کی طرح پییں گے جو کبھی سیراب نہیں ہوتا۔ حساب کے دن ان کے رب کے پاس یہ ان کی مہمانی ہو گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَ لَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴾ [الغاشية : ۵ تا ۷] ’’وہ ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پلائے جائیں گے۔ ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہو گا مگر ضریع سے۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے کچھ فائدہ دے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْۤ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴾ [الصافات : ٦٢ تا ٦٧] ’’کیا مہمانی کے طور پر یہ بہتر ہے، یا زقوم کا درخت؟ بے شک ہم نے اسے ظالموں کے لیے ایک آزمائش بنایا ہے۔ بے شک وہ ایسا درخت ہے جو بھڑکتی ہوئی آگ کی تہ میں اگتا ہے۔ اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے وہ شیطانوں کے سر ہوں۔ پس بے شک وہ یقیناً اس میں سے کھانے والے ہیں، پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر بلاشبہ ان کے لیے اس پر یقیناً سخت گرم پانی کی آمیزش ہے۔‘‘

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْ لَا تُصَدِّقُوْنَ ۝

’’ہم نے ہی تمھیں پیدا کیا تو تم (دوبارہ اٹھنے کو) کیوں سچ نہیں مانتے؟‘‘

اہل قریش بعث بعد الموت کی تکذیب کرتے تھے اور کہتے تھے، یہ ناممکن ہے کہ جب ہم گل سڑ جائیں گے اور صرف ہماری ہڈیاں رہ جائیں گی، تو دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ملحدانہ شبہ کی تردید کے لیے انھیں

مخاطب کر کے فرمایا کہ اے کافرو! ہم تمھیں پہلی بار پیدا کر چکے ہیں تو ہم ہمارے دوبارہ پیدا کرنے کی تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ جب ہم نے ایک مرتبہ پیدا کر دیا تو دوسری مرتبہ پیدا کرنا ہمارے لیے کیا مشکل ہے؟ تم یہ تو تسلیم کرتے ہو کہ ہم نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تو اسی بنیاد پر تمھیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہم دوبارہ بھی پیدا کر سکتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا:
﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الروم : ۲۷] ”اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝۵۸ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝۵۹

”تو کیا تم نے دیکھا وہ (نطفہ) جو تم ٹپکاتے ہو؟ کیا تم اسے پیدا کرتے ہو، یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنی بیویوں سے مباشرت کے ذریعے سے منی کے جس قطرے کو ان کے رحم تک پہنچاتے ہو، نو ماہ میں تخلیق کے مراحل سے گزار کر، اسے زندہ انسان بنا کر ماں کے پیٹ سے کون باہر نکالتا ہے؟ یقیناً وہ اللہ کی ذات ہے جس نے زن و شو کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے کشش ڈالی، مجامعت و مباشرت کی طرف ان کی راہنمائی کی اور منی کے قطرے کی رحم مادر میں پرورش کی، اسے گوشت پوست اور ہڈی کا ڈھانچہ دیا، اسے دھڑکتا دل دیا، اس کے لیے آنکھ، کان اور ناک بنایا اور وہاں جب اس کا نمو مکمل ہوا تو اسے رحم مادر سے باہر نکال دیا، تو جو باری تعالیٰ اس پر قادر ہے وہ یقیناً اس انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝۶۰ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۱ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۶۲

”ہم نے ہی تمھارے درمیان موت کا وقت مقرر کیا ہے اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں۔ اس بات سے کہ تمھاری جگہ تمھارے جیسے اور لوگ لے آئیں اور نئے سرے سے تمھیں ایسی صورت میں پیدا کر دیں جو تم نہیں جانتے۔ اور بلاشبہ یقیناً تم پہلی دفعہ پیدا ہونے کو جان چکے ہو تو تم کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے؟“

ان آیات میں فرمایا کہ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے موت کو حتمی قرار دیا ہے، جو اس بات کی خبر دیتی ہے کہ تم ہمارے قبضے سے باہر نہیں ہو اور یہ کہ تم بے کار پیدا نہیں کیے گئے تھے۔ یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ تم مر کر مٹی میں مل جاؤ گے اور دوبارہ اٹھائے نہیں جاؤ گے۔ بلکہ تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے اور تمھارے اعمال کا تم سے حساب لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے عاجز نہیں ہے کہ وہ تمھیں ہلاک کر کے تمھارے جیسے دوسرے لوگوں کو تمھاری جگہ لے آئے۔ تو جو ذات ان سب باتوں پر قادر ہے وہ آخرت میں تمھیں دوبارہ زندہ کرنے سے عاجز و درماندہ رہے گی؟

اور اے اہل قریش! تم اپنی پہلی تخلیق کو کیوں بھول جاتے ہو؟ کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے منی کے ایک قطرہ کو رحم مادر میں پہنچایا، پھر اسے منجمد خون بنایا، پھر اسے گوشت کا لوتھڑا بنایا اور پھر ایک مکمل انسان بنا کر رحم مادر سے باہر نکالا، تو تم اپنی تخلیق ثانی کو تخلیق اول پر قیاس کیوں نہیں کرتے؟ کیوں تمھاری عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ جو قادر مطلق ذات تمھیں پہلی بار ایک حقیر قطرہ سے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ تمھیں دوبارہ بآسانی پیدا کرے گی؟ اس میں حیرت واستعجاب کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَا یَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَكُ شَیْـًٔا ﴾ [مریم : ٦٧] ”اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ بے شک ہم نے ہی اسے اس سے پہلے پیدا کیا، جب کہ وہ کوئی چیز نہ تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ۝ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ ﴾ [یٰس : ۷۷ تا ۷۹] ”اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًی ؕ اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ۝ اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی ﴾ [القیامۃ : ۳٦ تا ٤٠] ”کیا انسان گمان کرتا کہ اسے بغیر پوچھے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو گرایا جاتا ہے۔ پھر وہ جما ہوا خون بنا، پھر اس نے پیدا کیا، پس درست بنا دیا۔ پھر اس نے اس سے دو قسمیں نر اور مادہ بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟“

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝

”پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اگاتے ہو، یا ہم ہی اگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ضرور اسے ریزہ ریزہ کر دیں، پھر تم تعجب سے باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ بے شک ہم تو تاوان ڈال دیے گئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم زمین کو کاشت کے لیے تیار کر کے اس میں دانے تو ڈال دیتے ہو، لیکن ان دانوں کو پودوں کی شکل میں تم اگاتے ہو یا ہم؟ جواب ظاہر ہے کہ انھیں ہم اگاتے ہیں۔ تو جس طرح ہم مُردہ زمین میں بارش کے ذریعے سے جان ڈال دیتے ہیں اور بے جان دانوں سے لہلہاتے ہوئے پودے نکالتے ہیں، اسی طرح ہم تمھیں بھی قیامت کے دن زندہ کریں گے۔ ان پودوں کو مختلف مراحل سے گزار کر ان میں موجود دانوں کو تمھاری غذا کا سامان بناتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو دانوں کے پختہ ہونے سے پہلے ہی انھیں خشک کر دیتے اور بُھس بنا کر اڑا دیتے۔ پھر تم اپنی

کوشش کے رائگاں جانے پر کفِ افسوس ملتے اور کہتے کہ ہم نے جو کچھ خرچ کیا تھا وہ ضائع ہو گیا، بلکہ کہتے کہ ہم تو اپنی روزی سے محروم ہو گئے۔ ہمارے اور ہمارے بچوں کے لیے کچھ بھی نہ رہا، یعنی تم اپنی بے بسی کا اظہار کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔

أَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنَٰهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٧٠﴾

’’پھر کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے، یا ہم ہی اتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے سخت نمکین بنا دیں، پھر تم شکر ادا کیوں نہیں کرتے؟‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میٹھا پانی جسے تم پیتے ہو اور اپنی پیاس بجھاتے ہو، اسے بادل سے بارش کی شکل میں زمین پر تم برساتے ہو یا ہم؟ جواب ظاہر ہے کہ ہم برساتے ہیں۔ جب تمھیں اس کا اعتراف ہے تو پھر باری تعالیٰ کی وحدانیت کا اعتراف کیوں نہیں کرتے اور اس بات کو کیوں نہیں مانتے کہ وہ قادر مطلق قیامت کے دن تمھیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے؟

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ چاہتا تو پانی جیسی عظیم نعمت کو تم سے چھین لیتا، اسے اتنا کھارا بنا دیتا کہ تم اس کا ایک گھونٹ بھی حلق سے نیچے نہ اتار سکتے اور نہ اس کے ذریعے سے اپنی زمینوں اور کھیتوں کو سیراب کر سکتے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، اس لیے کہ وہ ذات برحق اپنے بندوں پر بڑی ہی مہربان ہے اور اس کی یہ مہربانی بندوں سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ ہر دم اس کا شکر بجا لاتے رہیں کہ اس نے ان کے لیے بارش کا صاف شفاف ٹھنڈا میٹھا پانی نازل فرمایا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَكُم مِّنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ۝ يُنۢبِتُ لَكُم بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَٰبَ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَٰتِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَءَايَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ [النحل : ١٠، ١١] ’’تمھارے لیے اسی سے پینا ہے اور اسی سے پودے ہیں جن میں تم چراتے ہو۔ وہ تمھارے لیے اس کے ساتھ کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔‘‘

أَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿٧١﴾ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَآ أَمْ نَحْنُ الْمُنشِـُٔونَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنَٰهَا تَذْكِرَةً وَمَتَٰعًا لِّلْمُقْوِينَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾ ع ٢ / ١٥

’’پھر کیا تم نے دیکھی وہ آگ جو تم سلگاتے ہو؟ کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا، یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم نے ہی اسے مسافروں کے لیے ایک نصیحت اور فائدے کی چیز بنایا ہے۔ سو تو اپنے بہت عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کر۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ آگ جسے تم ہرے درخت پر چقماق یا پتھر رگڑ کر روشن کرتے ہو، اس آگ والے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم نے؟ جواب ظاہر ہے کہ اسے ہم نے پیدا کیا ہے۔ تو جب تمھیں اس بات کا اعتراف ہے کہ

ہرے درخت سے آگ نکالنے پر اللہ کی ذات قادر ہے، تو پھر اس بات کو کیوں نہیں مانتے کہ انسانی جسم کے ٹوٹ پھوٹ جانے اور مٹی میں مل جانے کے بعد، وہ قادر مطلق اسے دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے؟

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ (دنیا کی) آگ جسے آدم علیہ السلام کی اولاد جلاتی ہے، آتش دوزخ کے ستر اجزا میں سے ایک جز ہے۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! (جلانے کے لیے) تو یہی (دنیا کی) آگ کافی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''لیکن وہ (یعنی جہنم کی آگ) اس آگ سے انہتر گنا بڑھ کر ہے اور ہر حصہ اسی کی مثل گرم ہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفه النار وأنها مخلوقة : ۳۲۶۵۔ مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۳]

اگلی آیت میں فرمایا کہ ہم نے اس درخت کو باعث نصیحت بنایا اور خاص طور پر مسافروں کے فائدے کے لیے پیدا کیا ہے۔ مسافروں کے پاس آگ سلگانے کے لیے نہ کوئی انگارا ہوتا ہے اور نہ چنگاری، سوائے اس درخت کی ٹہنیوں کے جن کو آپس میں رگڑ کر وہ آگ نکالتے ہیں۔ مسافروں کے لیے اس درخت کی ٹہنیاں بہت زیادہ مفید ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے انسانوں کی آسائش کے لیے ضرورت کی چیزوں کو پیدا کر دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴾ [یٰسٓ : ۸۰] ''وہ جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی، پھر یکا یک تم اس سے آگ جلا لیتے ہو۔''

ان تمام نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور عام مومنوں کو رب العالمین کی پاکی بیان کرنے کا حکم دیا کہ جس کی ذات عظیم ہے اور جس کے احسانات بے شمار ہیں۔

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾

''پس نہیں! میں ستاروں کے گرنے کی جگہوں کی قسم کھاتا ہوں! اور بلاشبہ یہ یقیناً ایسی قسم ہے کہ اگر تم جانو تو بہت بڑی ہے۔ کہ بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت پڑھی جانے والی چیز ہے۔ ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ اسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا مگر جو بہت پاک کیے ہوئے ہیں۔ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی منازل اور ان کے نکلنے اور ڈوبنے کی جگہوں کی قسم کھا کر اس بات کی یقین دہانی کرائی ہے کہ یہ قرآن بہت ہی قابل احترام کتاب ہے، جو لوح محفوظ میں ہر تغیر و تبدیلی سے محفوظ ہے اور اسے صرف پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی منازل و مواقع کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کاش! تم اس بات کو جان لیتے کہ یہ ایک عظیم قسم ہے اور یہ قسم اس لیے عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت کاملہ کے ذریعے سے آسمان

میں پائے جانے والے شمس و قمر اور ان گنت ستاروں کو ایک مضبوط و محکم اور نہایت دقیق نظام کا پابند بنا رکھا ہے، جس کے مطابق شمس و قمر اور دیگر تمام ستارے اپنے اپنے مدار میں چلتے رہتے ہیں اور کسی حال میں بھی اپنی منازل سے تجاوز نہیں کرتے ہیں۔ قسم کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک قرآن بہت باعزت کتاب ہے جو لوح محفوظ میں مکتوب ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ اسے کوئی ہاتھ نہیں لگا تا سوائے پاکیزہ لوگوں یعنی فرشتوں کے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴾ [عبس : ۱۱ تا ۱۶] ”ایسا ہرگز نہیں چاہیے، یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے۔ تو جو چاہے اسے قبول کر لے۔ ایسے صحیفوں میں ہے جن کی عزت کی جاتی ہے۔ جو بلند کیے ہوئے، پاک کیے ہوئے ہیں۔ ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جو معزز ہیں، نیک ہیں۔“

آخری آیت میں فرمایا کہ یہ قرآن تو اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الٓمّٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱ تا ۳] ”الٓمّٓ اس کتاب کا نازل کرنا جس میں کوئی شک نہیں، جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود گھڑ لیا ہے۔ بلکہ وہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے، تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ راہ پائیں۔“

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ : سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو ایک رات بارش ہوئی، ہمیں صبح کی نماز پڑھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”کیا جانتے ہو کہ آج شب تمھارے رب نے کیا فرمایا؟“ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”(سنو!) تمھارے رب نے یہ فرمایا ہے کہ آج صبح میرے بندوں میں سے بہت سوں نے میرے ساتھ کفر کیا اور بہت سے ایماندار بن گئے۔ جس نے کہا کہ ہم پر یہ بارش اللہ کی رحمت، اس کے رزق اور اس کے فضل سے ہوئی ہے تو وہ میری ذات پر ایمان رکھنے والا اور ستارے سے کفر کرنے والا ہوا اور جس نے کہا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش برسی، تو اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور (اس) ستارے پر ایمان لایا۔“ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الحديبية : ۴۱۴۷۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كفر من قال مطرنا بالنوء : ۷۱]

اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝۸۱ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝۸۲

”پھر کیا اس کلام سے تم بے توجہی کرنے والے ہو؟ اور تم اپنا حصہ یہ ٹھہراتے ہو کہ بے شک تم جھٹلاتے ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن کے بارے میں فرمایا کہ لوگو! کیا تم ایسی معزز و مکرم کتاب اور رب العالمین کی بات کو جھٹلاتے

ہو اور اس کی تصدیق نہیں کرتے ہو اور تم نے اس کے جھٹلانے کو اپنا رزق بنا رکھا ہے، یعنی تمھارا پیٹ نہیں بھرتا جب تک تم اس کی تکذیب نہ کر لو۔ اس کی تکذیب کو تم اتنا ضروری سمجھتے ہو جتنا ضروری کہ تم اپنے کھانے کو سمجھتے ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴾ [البروج : ۱۹] "بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ۲۶] "اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور کرو، تاکہ تم غالب رہو۔"

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ : سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو ایک رات بارش ہوئی، ہمیں صبح کی نماز پڑھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "کیا جانتے ہو کہ آج شب تمھارے رب نے کیا فرمایا؟" ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: " (سنو!) تمھارے رب نے یہ فرمایا ہے کہ آج صبح میرے بندوں میں سے بہت سوں نے میرے ساتھ کفر کیا اور بہت سے ایمان دار بن گئے۔ جس نے کہا کہ ہم پر یہ بارش اللہ کی رحمت، اس کے رزق اور اس کے فضل سے ہوئی ہے تو وہ میری ذات پر ایمان رکھنے والا اور ستارے سے کفر کرنے والا ہوا اور جس نے کہا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش برسی، تو اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور (اس) ستارے پر ایمان لایا۔" [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ : ۴۱۴۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء : ۷۱]

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾

"پھر کیوں نہیں کہ جب وہ (جان) حلق کو پہنچ جاتی ہے۔ اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔ اور ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہوتے ہیں اور لیکن تم نہیں دیکھتے۔ سو اگر تم (کسی کے) محکوم نہیں تو کیوں نہیں۔ تم اسے واپس لے آتے، اگر تم سچے ہو۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی بے بسی کو بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ اپنے خالق کی مرضی و منشا کے سامنے یکسر مجبور و مقہور ہے۔ اس کی دلیل اس کی جان کنی کا عالم ہے کہ جب فرشتے اس کی جان نکالتے ہیں اور اس کی روح حلق تک پہنچ جاتی ہے اور نکلنے ہی والی ہوتی ہے تو اس وقت وہ اور اس کے عزیز و اقارب جو اس کے ارد گرد ہوتے ہیں، کتنے مجبور ہوتے ہیں کہ اس کی روح نکل رہی ہوتی ہے، وہ اپنی پھٹی پھٹی نگاہوں سے سب کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اس کے ارد گرد موجود سب لوگ اس کے حال پر رحم کھا رہے ہوتے ہیں، لیکن کوئی اس کی مدد نہیں کر سکتا کہ اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دے۔ اس وقت ہم مرنے والے سے اس کے رشتہ داروں کی نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں، لیکن لوگ دیکھ نہیں پاتے۔ آگے فرمایا کہ اگر تم واقعی سچے ہو کہ تم اللہ کی ذاتِ برحق کے محکوم نہیں ہو، تو مرنے والے کی روح کو لوٹا کیوں

نہیں دیتے اور موت سے اس کا پیچھا چھڑا کیوں نہیں دیتے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَ قِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ۝ وَّ ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَ الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ اِ۟لْمَسَاقُ ﴾ [القيامة : ۲۶ تا ۳۰] ''ہرگز نہیں، (وہ وقت یاد کرو) جب (جان) ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی۔ اور کہا جائے گا کون ہے دم کرنے والا؟ اور وہ یقین کرلے گا کہ یقیناً یہ جدائی ہے۔ اور پنڈلی، پنڈلی کے ساتھ لپٹ جائے گی۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف روانگی ہے۔''

فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ ١ۙ۬ وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝

''پس لیکن اگر وہ ان لوگوں سے ہوا جو قریب کیے ہوئے ہیں۔ تو (اس کے لیے) راحت اور خوشبودار پھول اور نعمت والی جنت ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر مرنے والا آدمی اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے ہمیشہ کے لیے آرام دے دے گا۔ اس پر اپنی رحمتیں نازل کرے گا اور اس کے قلب و روح کو سکون و راحت پہنچائے گا۔ اس کے لیے خوشبوئیں اور پھول ہیں، موت کے قریب فرشتے اسے جنت نعیم کی بشارت سناتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب الوفات آدمی کے پاس فرشتے آتے ہیں، اگر آدمی نیک ہو تو وہ کہتے ہیں، نکل اے پاک روح! جو پاک جسم میں تھی۔ نکل، تو قابل تعریف ہے۔ تجھے خوش خبری ہو رحمت اور خوش بو کی (نعمتوں کی) اور اس رب (سے ملاقات) کی جو ناراض نہیں ہے۔'' [ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له : ۴۲۶۲۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه ...... الخ : ۲۸۷۲]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں، عرش کے ساتھ ان کے لیے قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں، وہ جنت کے باغوں میں سے جہاں سے چاہیں چگتی پھرتی ہیں، پھر وہ ان قندیلوں کو قیام گاہ بنا لیتی ہیں۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان أن أرواح الشهداء في الجنة ...... الخ : ۱۸۸۷]

وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝

''اور لیکن اگر وہ دائیں ہاتھ والوں سے ہوا۔ تو (کہا جائے گا) تجھ پر سلام (کہ تو) دائیں ہاتھ والوں سے ہے۔''

یعنی انھیں فرشتے بشارتیں دیتے اور ان میں سے ایک ایک سے یہ کہتے ہیں کہ تجھ پر سلامتی ہو، تجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، تجھ پر سلامتی ہو کہ تو اصحاب یمین میں سے ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْۤ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳۰ تا ۳۲] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے

ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمھارے دل چاہیں گے اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔"

فَسَلٰمٌ لَّكَ : امام بخاری رحمہ اللہ آیت: ﴿ فَسَلٰمٌ لَّكَ ﴾ اس کے متعلق فرماتے ہیں، یعنی " مُسَلَّمٌ لَكَ اِنَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ "تجھ پر سلامتی ہو کہ یقیناً تو اصحاب یمین میں سے ہے۔" یہاں اِنَّ کو حذف کر دیا گیا ہے، البتہ اس کا معنی باقی ہے، جیسا کہ تم کہتے ہو: أَنْتَ مُصَدَّقٌ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيْلٍ "تمھاری تصدیق کی جاتی ہے کہ تم تھوڑے وقت کے بعد سفر کرنے والے ہو۔" جب اس نے یہ کہا ہو کہ میں عنقریب سفر کرنے والا ہوں۔ کبھی یہ دعا کی طرح ہوتا ہے جیسے کہ تم کہتے ہو: " سَقْيًا لَّكَ مِنَ الرِّجَالِ " "آدمیوں کی طرف سے تجھے خوش آمدید۔" لفظ سلام کو اگر مرفوع پڑھا جائے تو یہ دعا کے معنی میں ہوگا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الواقعۃ، قبل الحدیث : ٤٨٨١]

وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

"اور لیکن اگر وہ جھٹلانے والے گمراہ لوگوں سے ہوا۔ تو اس کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی مہمانی ہے۔ اور جہنم میں داخل کیا جانا ہے۔ بلاشبہ یقیناً یہی ہے وہ سچ جو یقینی ہے۔ سو تو اپنے بہت عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کر۔"

یعنی اگر وہ اصحاب الشمال میں سے ہوگا تو اس کی میزبانی، زقوم سے پیٹ بھرنے کے بعد، کھولتے ہوئے پانی سے ہوگی، جو اس کے شکم کی ہر چیز کو پگھلا کر باہر نکال دے گا اور اسے جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا۔ آخر میں فرمایا کہ تینوں جماعتوں کا جو انجام بیان کیا گیا ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ ہر حال میں اپنے رب عظیم کی پاکی بیان کرتے رہیں اور اس کی حمد وثنا میں مشغول رہیں۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بہت ہلکے ہیں، لیکن میزان میں وزنی ہیں اور اللہ کو بہت پیارے ہیں: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ)) "میں اللہ کا پاک ہونا بیان کرتا ہوں اور اس کی حمد کے ساتھ (اس کا پاک ہونا بیان کرتا ہوں) میں اللہ کا پاک ہونا بیان کرتا ہوں جو بہت بڑائی والا ہے۔" [بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل التسبیح : ٦٤٠٦۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التھلیل والتسبیح و الدعاء : ٢٦٩٤]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں یہ تسبیح پڑھتے: ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ)) "پاک ہے میرا رب عظمت والا (ہر عیب سے)۔" [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القرائۃ فی صلاۃ اللیل : ٧٧٢]

سورة الحدید مدنیة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱

''اللہ کا پاک ہونا بیان کیا ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

آسمانوں اور زمین میں جتنے حیوانات، نباتات اور جمادات ہیں، سب اللہ کی پاکی اور بڑائی بیان کرتے ہیں اور اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ ذاتِ برحق ہر قسم کے ساجھی اور اولاد وغیرہ سے پاک ہے۔ وہ اکیلا ہے اور ہر قسم کی عبادت کا تنہا حق دار ہے۔ ربوبیت، الوہیت، علم، قدرت اور مخلوقات کی تدبیر میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ۚ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٤٤] ''ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔''

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲

''اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، وہ زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

آسمانوں اور زمین میں جتنی چیزیں پائی جاتی ہیں، ان سب کا مالک اللہ ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے، ان میں تصرف کرتا ہے اور اس کے سوا کسی کی مرضی نہیں چلتی۔ وہی جسے چاہتا ہے زندگی دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے مارتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قُلِ

﴿ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۱۱] ”اور کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے نہ کوئی اولاد بنائی ہے اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ عاجز ہو جانے کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کی بڑائی بیان کر، خوب بڑائی بیان کرنا۔“

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

”وہی سب سے پہلے ہے اور سب سے پیچھے ہے اور ظاہر ہے اور چھپا ہوا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

وہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پہلے موجود تھا۔ اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور جب ہر چیز فنا ہو جائے گی تو صرف اسی کی ذات رہ جائے گی۔ وہ ہر چیز سے اوپر ہے، کوئی چیز اس سے اوپر نہیں ہے۔ اس کا وجود دلائل و براہین کے ذریعے سے بالکل ظاہر ہے، کوئی اس کی ذات کے بھید کو نہیں پا سکتا اور وہ ہر چیز کے بھید سے خوب واقف ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: «اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَ مُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَ اِلَيْكَ اَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَ مَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ» [بخاری، کتاب التهجد، باب التهجد بالليل : ۱۱۲۰، ۶۳۱۷۔ مسلم : ۷۶۹] ”اے اللہ! تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے (سب کو) تو ہی قائم رکھنے والا ہے، تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے (سب کی) بادشاہی تیرے لیے ہے، تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، تو ہی روشن کرنے والا ہے زمین و آسمان کو، تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، تو ہی بادشاہ ہے زمین و آسمان کا، تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، تو حق ہے اور (دنیا و آخرت کے متعلق) تیرا وعدہ حق ہے (آخرت میں) تیری ملاقات حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے، تمام انبیاء حق ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق ہیں، قیامت حق ہے، اے اللہ! میں تیرے سامنے جھک گیا، میں صرف تیرے ساتھ ایمان لایا، میں نے صرف تجھی پر بھروسا کیا، میں نے صرف تیری طرف رجوع کیا، صرف تیری ہی مدد سے (دشمنوں سے) جھگڑتا ہوں، میں نے صرف تجھے ہی اپنا حاکم مانا، لہٰذا تو میرے اگلے پچھلے اور ظاہر و پوشیدہ (تمام) گناہ معاف کر دے، تو ہی آگے کرنے والا اور پیچھے کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی (حقیقی) معبود نہیں ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ "الظَّاهِرُ" کے معنی یہ ہیں کہ وہ علم کے اعتبار سے ہر چیز پر ظاہر ہے اور "الْبَاطِنُ" کے معنی یہ ہیں کہ وہ علم کے اعتبار سے ہر چیز سے مخفی ہے۔ ظاہر اور باطن کے بارے میں کئی احادیث بھی موجود ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ جب ہم بستر پر لیٹیں تو یہ کہیں: « اَللّٰهُمَّ ! رَبَّ السَّمٰوَاتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ وَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى وَ مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْفُرْقَانِ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ، اَللّٰهُمَّ ! اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ، اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ » "اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور زمین کے رب اور عرش عظیم کے رب! ہمارے اور ہر شے کے رب! دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے! تورات، انجیل اور فرقان نازل کرنے والے! میں ہر اس چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کی پیشانی کو تو پکڑے ہوئے ہے۔ اے اللہ! تو ہی اول ہے، سو تجھ سے پہلے کوئی نہیں۔ تو ہی آخر ہے، سو تیرے بعد کوئی نہیں۔ تو ہی ظاہر ہے، لہٰذا تجھ سے اوپر کوئی نہیں اور تو ہی باطن ہے لہٰذا تجھ سے پوشیدہ کوئی چیز نہیں۔ ہم سے قرض ادا کر دے اور ہمیں فقر سے غنی کر دے۔"

[مسلم ، کتاب الذکر والدعاء ، باب الدعاء عند النوم : ۲۷۱۳]

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ④

"وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے اور وہ تمھارے ساتھ ہے، جہاں بھی تم ہو اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔"

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہو گیا، یعنی اپنی تمام مخلوقات سے اوپر اور ایسا استوا جو اس کے جلال کے لائق ہے۔ وہ اپنی ان تمام مخلوقات کی تعداد اور ان کی جزئیات کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہیں، بارش کے قطرات، حیوانات، دانے، مردہ اجسام اور دیگر تمام اشیاء جو زمین کی تہوں میں ہیں، اللہ تعالیٰ کو ان سب کا علم ہے۔ وہ ان تمام دانوں اور پھلوں اور پھولوں کی تعداد اور جزئیات کو بھی جانتا ہے جو زمین سے باہر نکلتی ہیں۔ اسے ان تمام چیزوں کی تعداد اور جزئیات کی بھی خبر ہے جو آسمانوں سے نازل ہوتی ہیں، جیسے بارش، برف، اولے، مخلوق کی تقدیر و قسمت، ان کی روزی اور وہ تمام احکامِ الٰہی جنھیں فرشتے لے کر

اترتے ہیں اور جن کا اس کے حکم سے زمین میں نفاذ ہوتا ہے۔ اسی طرح اسے ان تمام چیزوں کی تعداد اور جزئیات معلوم ہیں جو زمین سے آسمان کی طرف چڑھتی ہیں، جیسے فرشتے جو مختلف دنیاوی ذمہ داریوں کے مکلف ہیں۔ بندوں کے اچھے اور برے اعمال، مظلوم کی آہ اور بندوں کی دعائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ۵۹] ”اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔“

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رات کے اعمال دن سے پہلے اور دن کے اعمال رات سے پہلے اس کی جناب میں پیش کر دیے جاتے ہیں۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قوله علیه السلام : أن الله لا ینام ...... الخ : ۱۷۹]

اللہ تعالیٰ کا علم آسمانوں اور زمین میں وقوع پذیر ہونے والی تمام چیزوں کو محیط ہے، ایک ذرہ بھی کہیں اس سے مخفی نہیں ہے۔ وہ اپنے علم کے ذریعے سے ہر جگہ اپنے بندوں کے ساتھ ہے۔ وہ تمھاری باتوں کو سنتا اور تمھاری جگہ کو دیکھتا ہے، وہ تمھارے رازوں اور سرگوشیوں کو بھی جانتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَاۤ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ [هود : ۵] ”سن لو! بلاشبہ وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں، تاکہ اس سے چھپے رہیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑے اچھی طرح لپیٹ لیتے ہیں وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴾ [الرعد : ۱۰] ”برابر ہے تم میں سے جو بات چھپا کر کرے اور جو اسے بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو بالکل چھپا ہوا ہے اور (جو) دن کو ظاہر پھرنے والا ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے احسان سے متعلق سوال کیا، تو آپ ﷺ نے (جواب دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: ”تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإیمان والإسلام ...... الخ : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسلام ما هو و بیان خصاله : ۱۰]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (ایک سفر میں) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی گھاٹی پر چڑھتے ہوئے ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ اور ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہتے تو ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ وہ تو تمھارے ساتھ ہی ہے، وہ سننے والا اور نزدیک ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب الجهاد، باب ما يكره من رفع الصوت في التكبير : ۲۹۹۲۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذكر : ۲۷۰۴]

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۝ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ وَ هُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۝

’’اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی چیزیں پائی جاتی ہیں، ان سب کا مالک اللہ ہے اور وہ ان میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ تمام مخلوقات کے معاملات کا تعلق صرف اللہ سے ہے، وہی ان کی تدبیر کرتا ہے، اسی کے فیصلے ان پر نافذ ہوتے ہیں اور کوئی نہیں جو اس کے فیصلوں میں آڑے آ سکے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا۝ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مريم : ۹۳ تا ۹۵] ’’آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔‘‘

اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی نہیں جو اس نظامِ الٰہی میں ذرہ برابر بھی مداخلت کر سکے۔ وہ علام الغیوب اپنے بندوں کے سینوں میں پوشیدہ بھیدوں کو خوب جانتا ہے، وہ ان تمام خیر و شر سے بھی واقف ہے کہ جن کے کر گزرنے کی انسان نیت کرتا ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ۝

’’اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن میں اس نے تمھیں (پہلوں کا) جانشین بنایا ہے، پھر وہ لوگ جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے خرچ کیا ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں بندوں کو اللہ اور اس کے رسول پر ایسا ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے کہ جس کا اثر ان کے عمل میں ظاہر ہو اور اللہ کے عطا کیے گئے مال و دولت سے اس کی راہ میں خرچ کرنا ان کے نفس پر گراں نہ گزرے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں کہ ہم نے تمھیں اس مال و دولت میں پہلوں کا جانشین بنایا، یعنی یہ مال اس سے پہلے کسی دوسرے کے پاس تھا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تمھارے پاس بھی یہ نہیں رہے گا، دوسرے اس کے وارث بنیں گے، اگر تم نے اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا تو بعد میں اس کے وارث بننے والے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے تم سے زیادہ سعادت مند ہو سکتے ہیں، تو اس آیت میں انسان کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر ابھارا گیا ہے، وہ اللہ ہی کا دیا ہوا مال ہے تو اس کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل سے کام نہیں لینا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾ [الأنعام : ١٦٥] ”اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین کے جانشین بنایا اور تمھارے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کر دیا، تاکہ وہ ان چیزوں میں تمھاری آزمائش کرے جو اس نے تمھیں دی ہیں۔ بے شک تیرا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا، آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ﴾ [التکاثر : ۱] ”تمھیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابن آدم کہتا ہے کہ یہ بھی میرا مال ہے اور یہ بھی میرا مال ہے۔ حالانکہ اس کا (اصل) مال اس کے مال میں سے وہی ہے جو اس نے کھایا اور فنا کر دیا، یا وہ جو اس نے پہنا اور بوسیدہ کر دیا، یا وہ جو اس نے (اللہ کی راہ میں) صدقہ کیا اور (آخرت کے لیے) ذخیرہ کر لیا۔“ مزید برآں مسلم کی حدیث میں یہ اضافہ ہے: ”جو باقی رہے گا وہ تو اوروں کا مال ہے، تو تو اسے جمع کر کے چھوڑ جانے والا ہے۔“ [مسند أحمد : ۲۴/۴، ح : ۱۶۳۱۲۔ مسلم، کتاب الزهد، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر : ۲۹۵۸، ۲۹۵۹]

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۙ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾

”اور تمھیں کیا ہے تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے، جب کہ رسول تمھیں دعوت دے رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور یقیناً وہ تم سے پختہ عہد لے چکا ہے، اگر تم ایمان والے ہو۔“

بنی نوع انسان سے زجر و توبیخ کے طور پر کہا جا رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نزول قرآن کے ذریعے سے کفر و شرک پر باقی رہنے کے تمام اسباب دور ہو گئے اور اب ایمان لانے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت کا ہر اسلوب اختیار کرتے ہیں اور ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ تم لوگ اپنے رب پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے بھی روزِ اول تم سے یہ عہد لیا تھا کہ جب اس کے آخری رسول

دنیا میں تشریف لائیں گے تو تم ان پر ایمان لے آؤ گے، پھر کیا سبب ہے کہ تم ایمان نہیں لاتے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۷۲ تا ۱۷۴]

’’اور جب تیرے رب نے آدم کے بیٹوں سے ان کی پشتوں میں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انھیں خود ان کی جانوں پر گواہ بنایا، کیا میں واقعی تمھارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں، ہم نے شہادت دی۔ (ایسا نہ ہو) کہ تم قیامت کے دن کہو بے شک ہم اس سے غافل تھے۔ یا یہ کہو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا ہی نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ایک نسل تھے، تو کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو باطل والوں نے کیا؟ اور اسی طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اور تاکہ وہ پلٹ آئیں۔‘‘

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۹

’’وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات اتارتا ہے، تاکہ تمھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے اور بلاشبہ اللہ تم پر یقیناً بے حد نرمی کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے جب نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا، تو اس دعوت کو قوت پہنچانے اور اس کی تائید کے لیے آپ کو بہت سے معجزات عطا کیے، جن میں سے سب سے بڑا اور اہم معجزہ قرآن کریم تھا، تاکہ لوگ ان معجزات کو دیکھ کر اور قرآن کریم کو سن کر ایمان لے آئیں اور کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر نورِ ایمان سے اپنے دلوں کو منور کر لیں۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کے لیے بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۰ ع ۱۷

’’اور تمھیں کیا ہے تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، جب کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے

اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی زجر و توبیخ کی ہے جو محتاجی کے ڈر سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں، حالانکہ یہ مال اس نے دیا ہے جو آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک ہے، اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ [سبا : ۳۹] ’’اور تم جو بھی چیز خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دیتا ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔‘‘ آگے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا، تاکہ حق کی آواز بلند ہو۔ ان سابقین اولین کے برابر وہ لوگ نہیں ہو سکتے [illegible]ں نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور اس وقت جہاد کیا جب اسلام کو قوت و غلبہ حاصل ہو چکا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة : ۱۰۰] ’’اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔‘‘

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میں کچھ اختلاف ہو گیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا، تم اسی بات پر ہم سے جھگڑتے ہو کہ ہم سے کچھ دن پہلے اسلام لائے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: ’’میرے صحابہ کو میری خاطر چھوڑ دو، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم احد پہاڑ کے یا پہاڑوں کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو بھی ان کے اعمال کو نہیں پہنچ سکتے۔‘‘ [مسند أحمد : ۳/ ۲۶۶، ح : ۱۳۸۱۹]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی وہ ان کے خرچ کردہ تین پاؤ اناج کے ثواب کو نہیں پہنچے گا، بلکہ اس کے نصف (ڈیڑھ پاؤ) کو بھی نہیں پہنچے گا۔‘‘ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب : ۳۶۷۳]

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى : یعنی فتح مکہ سے پہلے خرچ [illegible]نے والوں سے بھی اور بعد میں خرچ کرنے والوں سے بھی، ہر ایک کو ان کے اعمال کا ثواب ملے گا۔ گویا اجر و ثواب کے اعتبار سے دونوں میں تفاوت ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى

الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴾ [النساء : ۹۵] ”ایمان والوں میں سے بیٹھ رہنے والے، جو کسی تکلیف والے نہیں اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے اور ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔“ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قوی مومن ضعیف مومن کی نسبت بہتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے، لیکن ہر ایک میں خیر ہے۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب الإیمان بالقدر والاذعان له : ۲٦٦٤]

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ﴿۱۱﴾

”کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، تو وہ اسے اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اس کے لیے باعزت اجر ہو۔“

اس آیت میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی رغبت دلائی جا رہی ہے کہ جو شخص اس کی راہ میں خرچ کرے گا، گویا وہ اسے قرض دے گا، جس کا معاوضہ اسے بہرحال ملنا ہے۔ آیت کے دوسرے حصے کا مفہوم یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا بہترین مال خلوصِ نیت کے ساتھ خرچ کرے گا، اللہ اسے ایک کے بدلے میں کئی گنا دے گا اور بہت عمدہ بدلہ دے گا، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴾ [البقرة : ۲٦۱] ”ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ قرض حسنہ یعنی اچھے قرض سے مراد یہ ہے کہ اپنے مال کو خلوص کے ساتھ اللہ کے راستے میں خرچ کرے، نہ ریاکاری کی نیت ہو اور نہ کسی پر احسان رکھنے اور تکلیف پہنچانے کی نیت ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَاۤ اَذًى وَ اللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ﴿۲۶۳﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶۴﴾ وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَیْنِ فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴾ [البقرة : ۲٦۲ تا ۲٦۵] ”جو لوگ اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، پھر انھوں نے جو خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلانا لگاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچانا، ان کے

لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اچھی بات اور معاف کر دینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح کا تکلیف پہنچانا ہو اور اللہ بہت بے پروا، بے حد بردبار ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقے احسان رکھنے اور تکلیف پہنچانے سے برباد مت کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر ایک زوردار بارش برسے، پس اسے ایک سخت چٹان کی صورت چھوڑ جائے۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں پائیں گے جو انھوں نے کمایا اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے دلوں کو ثابت رکھتے ہوئے خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی مثال جیسی ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو، جس پر ایک زوردار بارش برسے تو وہ اپنا پھل دوگنا دے، پس اگر اس پر زور کی بارش نہ برسے تو کچھ شبنم۔ اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب (تم میں سے) کوئی شخص پاک مال سے صدقہ دیتا ہے اور اللہ پاک مال ہی قبول فرماتا ہے، تو ہوتا یہ ہے کہ رحمٰن اس صدقے کو اپنے سیدھے ہاتھ میں لے لیتا ہے، خواہ وہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ پھر وہ صدقہ رحمٰن کی ہتھیلی میں بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ پہاڑ سے بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ صدقے کی اس طرح پرورش کرتا ہے) جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے یا اونٹ کے بچے کی پرورش کرتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتھا : ۱۰۱۴]

سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے اللہ کی راہ (جہاد) میں کوئی چیز خرچ کی تو اس کے لیے اس کا اجر سات سو گنا لکھا جائے گا۔‘‘ [ترمذی، کتاب فضائل الجھاد، باب ما جاء فی فضل النفقة فی سبیل اللہ : ۱۶۲۵۔ نسائی، کتاب الجھاد، باب فضل النفقة فی سبیل اللہ : ۳۱۸۸]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس ایک لگام والی اونٹنی لایا اور کہا کہ یہ جہاد کے لیے قبول کر لیجیے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس اونٹنی کے بدلے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمھیں سات سو اونٹنیاں عطا فرمائے گا، جو سب لگام والی ہوں گی۔‘‘ [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب فضل الصدقة فی سبیل اللہ تعالٰی و تضعیفھا : ۱۸۹۲]

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾

’’جس دن تو ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھے گا ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کی دائیں طرفوں میں

دوڑ رہی ہوگی۔ آج تمھیں ایسے باغوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہو، یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی فضیلت بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ قیامت کے دن کس طرح ایمان اہلِ ایمان کی راہنمائی کرتا ہوا انھیں جنت تک پہنچا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرکے فرمایا ہے کہ روز قیامت آپ دیکھیں گے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کا نور ان کے آگے سے اور دائیں طرف سے آئے گا اور انھیں جنت تک پہنچا دے گا۔ فرشتے ہر جانب سے آکر انھیں ان جنتوں کی خوش خبری دیں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ ان جنتوں میں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے، ان اس سے کبھی نہیں نکالے جائیں گے اور نہ اس کی نعمتیں ختم ہوں گی۔ ایک مومن کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا کامیابی ہوسکتی ہے؟

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٣﴾

''جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ان لوگوں سے کہیں گے جو ایمان لائے ہمارا انتظار کرو کہ ہم تمھاری روشنی سے کچھ روشنی حاصل کرلیں۔ کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پس کچھ روشنی تلاش کرو، پھر ان کے درمیان ایک دیوار بنادی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس کی اندرونی جانب، اس میں رحمت ہوگی اور اس کی بیرونی جانب، اس کی طرف عذاب ہوگا۔''

اس دن منافق مرد اور عورتیں جب مومنوں کے آگے اور دائیں طرف نور دیکھیں گے اور دیکھیں گے کہ وہ نور انھیں جنت کی طرف لے جارہا ہے، جبکہ وہ اپنے نفاق کی تاریکیوں میں غلطاں و پیچاں ہیں، تو اہل جنت کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلو، تاکہ تمھاری روشنی سے ہم بھی فائدہ اٹھالیں۔ ان کی یہ بات سن کر فرشتے یا مومنین انھیں دھتکاریں گے اور کہیں گے کہ جاؤ، وہاں نور ڈھونڈو جہاں سے ہمیں ملا ہے، یعنی میدانِ محشر میں، یا مفہوم یہ ہے کہ یہ تو ایمان کا نور ہے، جو دنیا میں ہمیں ملا تھا۔ اس لیے تم دنیا میں واپس جاکر وہاں سے یہ نور حاصل کرو۔ اس گفتگو کے بعد مومنوں اور منافقوں کے درمیان ایک موٹی دیوار حائل ہو جائے گی جو منافقوں کو مومنوں کے نور سے بالکل دور کر دے گی اور ان کی تاریکی زیادہ گہری ہو جائے گی۔ اس دیوار میں ایک دروازہ ہوگا، اس دروازہ کے اندر جنت اور اس کی نعمتیں ہوں گی اور اس کے باہر جدھر منافق ہوں گے، گھٹا ٹوپ تاریکی ہوگی اور عذاب نار ہوگا۔

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ

﴿وَ غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ﴿۱۴﴾

''وہ انھیں آواز دیں گے کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں اور لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور تم انتظار کرتے رہے اور تم نے شک کیا اور (جھوٹی) آرزوؤں نے تمھیں دھوکا دیا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور اس دغاباز نے تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکا دیا۔''

جب مومنوں اور منافقوں کے درمیان موٹی دیوار حائل ہو جائے گی، تو منافقین شدت حسرت و یاس کے ساتھ پھر اہل ایمان کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ کیا ہم تمھاری ہی طرح مومن نہیں تھے؟ تمھاری مسجدوں میں نماز نہیں پڑھتے تھے اور تمھاری ہی طرح دوسرے نیک اعمال نہیں کرتے تھے؟ پھر آخر آج ہمارا یہ حشر کیوں ہو رہا ہے؟ تو مومنین انھیں جواب دیں گے کہ ہاں تم دنیا میں ہمارے ساتھ تھے، بظاہر ہماری ہی طرح مومن تھے اور نیک اعمال کرتے تھے، لیکن فی الحقیقت نہ تم مومن تھے، نہ تمھاری نیت صحیح تھی اور نہ اعمال میں اخلاص وللّٰہیت تھی۔ تم لوگ کفر و نفاق کی بیماری میں مبتلا رہے۔ شہوتوں اور لذتوں کی بندگی کرتے رہے اور ہر لحہ نبی کریم ﷺ اور مومنوں کے لیے برا ہی سوچتے رہے۔ جھوٹی تمناؤں سے اپنے آپ کو دھوکا دیتے رہے کہ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا اور مخلص مسلمانوں کی طرح ہم بھی جنت میں جائیں گے۔

﴿فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّ لَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَاْوٰىكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلٰىكُمْ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ﴿۱۵﴾

''سو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جنھوں نے انکار کیا، تمھارا ٹھکانا ہی آگ ہے، وہی تمھاری دوست ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔''

فرمایا کہ منافقو! آج اگر تم زمین بھر کر بھی سونا پیش کرو، تاکہ تمھاری جان عذاب نار سے نجات پا لے، تو ایسا نہیں ہوگا اور آج تمھارے ساتھ یہی انجام اہلِ کفر کا بھی ہوگا۔ تم سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور تمھیں جہنم لپیٹ لے گی، جو تم سب کے لیے بڑا ہی برا ٹھکانا ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ [آل عمران: ۹۱] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، خواہ وہ اسے فدیے میں دے۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ﴾ [الرعد: ۱۸] ''جن

لوگوں نے اپنے رب کی بات قبول کر لی انھی کے لیے بھلائی ہے اور جنھوں نے اس کی بات قبول نہ کی اگر واقعی ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور ہو تو وہ ضرور اسے فدیہ میں دے دیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا حساب ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔''

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑯

''کیا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں ان سے پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر لمبی مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا ابھی مومنوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ اس کے ذکر کے لیے ان کے دل جھک جائیں، یعنی اس کے ذکر، وعظ و نصیحت اور قرآن مجید سننے کے وقت ان کے دل نرم ہو جائیں، تاکہ وہ اسے سمجھنے اور ماننے لگیں اور اسے سن کر اس کی اطاعت بجا لائیں۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اسلام قبول کرنے اور اس آیت: ﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ [الحدید : ۱٦] اس کے ذریعے سے ہم پر اللہ کے عتاب کرنے کا درمیانی وقفہ بس چار سال کا تھا۔ [مسلم، کتاب التفسیر، باب فی قولہ تعالٰی : ﴿ ألم يأن للذين امنوا أن تخشع قلوبهم لذكر الله ﴾ : ۳۰۲۷]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا: ''اے عبد اللہ! تم فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ رات کو قیام کرتا (اور بہت نوافل وغیرہ پڑھتا) تھا مگر پھر اس نے (اکتا کر) رات کا قیام چھوڑ دیا۔'' [بخاری، کتاب التہجد، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل ...... الخ : ۱۱۵۲۔ مسلم، کتاب الصیام، باب النہی عن صوم الدھر : ۱۸۵/۱۱۵۹]

اس آیت کریمہ میں مومنوں کو یہود و نصاریٰ کی مانند ہو جانے سے منع فرمایا گیا ہے کہ جنھوں نے مرور زمانہ کے ساتھ معمولی دنیاوی فائدوں کے لیے اللہ کی کتاب کو بدل دیا، اسے پس پشت ڈال دیا، انسانوں کے خود ساختہ اقوال کو دین اور اپنے علماء و احبار کو معبود بنا لیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے دل سخت ہو گئے اور اللہ کے احکام کو بدل دینا ان کی عادت بن گئی۔ اسی لیے اللہ نے مومنوں کو کسی بھی معاملے میں ان کی مشابہت سے روکا ہے۔

الغرض! اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں ہر وقت جاگزیں رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور احکام سے دل کو نرم کرتے رہنا چاہیے، یہی ایک ذریعہ ہے جس کی بدولت ایک مسلمان اسلام پر قائم رہ سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ شَرَحَ

اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖۗ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾ [الزمر : ۲۲، ۲۳] ”تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے (کسی سخت دل کافر جیسا ہوسکتا ہے؟) پس ان کے لیے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔ اللہ نے سب سے اچھی بات نازل فرمائی، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے، (ایسی آیات) جو بار بار دہرائی جانے والی ہیں، اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، جس کے ساتھ وہ جسے چاہتا ہے راہ پر لے آتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔“

دل جب تک نرم رہتا ہے آدمی نصیحت کی باتیں سنتا ہے اور مانتا ہے، لیکن جب بدعہدی اور بدنیتی کے نتیجے میں دل سخت ہو جاتا ہے تو پھر اس پر نہ کوئی نصیحت اثر کرتی ہے اور نہ عبرتناک واقعات سے اس کو عبرت ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر تباہ و برباد ہو جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ٤٢ تا ٤٥] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر انھیں تنگ دستی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ عاجزی کریں۔ پھر انھوں نے کیوں عاجزی نہ کی، جب ان پر ہمارا عذاب آیا اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو کچھ وہ کرتے تھے۔ پھر جب وہ اس کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہو گئے جو انھیں دی گئی تھیں، ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا، تو اچانک وہ ناامید تھے۔ تو ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا تھا اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔“

اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

”جان لو کہ بے شک اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بلاشبہ ہم نے تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، تاکہ تم سمجھو۔“

جس طرح اللہ تعالیٰ مُردہ زمین میں بارش کے قطروں کے ذریعے سے زندگی ڈال دیتا ہے، اسی طرح وہ روز قیامت

مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے، دنیا میں سخت دلوں کو دلائل و براہین کے ذریعے سے نرم کرنے اور انھیں راہِ راست پر لانے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ اس پر قادر ہے کہ انسانوں کے بند دلوں کے دروازے کھول دے اور ان میں ایمان و ہدایت کا نور داخل کر دے۔ ان کی سختی کو نرمی اور ضلالت و گمراہی کو ہدایت سے بدل دے، وہ مولائے کل جو چاہے کرے، جسے چاہے ہدایت دے، اس سے کوئی حساب لینے والا نہیں۔

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١٨﴾

”بلاشبہ صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا، انھیں کئی گنا دیا جائے گا اور ان کے لیے باعزت اجر ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ کثرت سے صدقہ کرتے ہیں، چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں، وہ خیر و بھلائی کے مختلف کاموں میں اپنا مال خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ انھیں ان کے اعمال کا کئی گنا بڑھا کر بدلہ دیتا ہے۔ بسا اوقات دس گنا سے سات سو گنا تک، بلکہ کبھی اس سے بھی زیادہ بڑھا کر دیتا ہے اور سب سے بڑا بدلہ انھیں آخرت میں ”جنت“ دے گا، جس کے عیش و آرام اور جس کی نعمتوں کا کوئی آدمی اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ
ع ۱۸ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٩﴾

”اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی اپنے رب کے ہاں بہت سچے اور شہادت دینے والے ہیں، انھی کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ بھڑکتی آگ میں رہنے والے ہیں۔“

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ : ارشاد فرمایا: ﴿وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا﴾ [النساء : ٦٩، ٧٠] ”اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کافی ہے سب کچھ جاننے والا۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنتی لوگ اپنے سے اوپر کے بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے کنارے پر چمکتے ہوئے مشرقی یا مغربی ستارے کو دیکھتے ہو، جو صبح کے

وقت رہ گیا ہو، درجات کے اس فرق کی وجہ سے جو ان کا آپس میں ہوگا۔‘‘ لوگوں نے کہا، یہ درجے تو انبیاء علیہم السلام کے ہوں گے، جہاں کوئی دوسرا انھیں پہنچ سکے گا؟ آپ نے فرمایا: ’’نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ ہو گا ان لوگوں کے درجے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔‘‘ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۵۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب ترائی أهل الجنة أهل الغرف …… الخ : ۲۸۳۱]

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ : یعنی شہداء اللہ تعالیٰ کے ہاں نعمتوں سے بھرے ہوئے باغات میں ہوں گے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں میں ہوتی ہیں، ان کے لیے قندیلیں عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں، وہ روحیں جنت کے باغوں میں سے جہاں سے چاہتی ہیں چگتی ہیں، پھر وہ ان قندیلوں کو آرام گاہ بنا لیتی ہیں۔ سو ان کے پروردگار نے ان کی طرف جھانکا اور پوچھا، کیا تم کچھ چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا، اب ہمیں اور کیا چاہیے؟ (تو نے ہمیں سب کچھ تو دیا ہے) ہم جنت میں سے جہاں سے جو چاہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے تین بار یہی پوچھا، تو جب انھوں نے دیکھا کہ کچھ مانگے بغیر چارہ نہیں تو انھوں نے کہا، اے ہمارے پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹا دے، تاکہ ہم ایک مرتبہ پھر تیری راہ میں شہید کیے جائیں۔‘‘ [مسلم، کتاب الإمارة، باب بیان أن أرواح الشهداء فی الجنة ……… الخ : ۱۸۸۷]

اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾

’’جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے ثباتی بیان فرمائی ہے اور مومنوں کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ یہ دنیا لہو ولعب سے عبارت ہے، جس میں لوگوں کے قلوب اور ابدان سبھی مشغول ہو جاتے ہیں۔ پوری زندگی گزار دیتے ہیں، لیکن ان

کے دل اللہ کی یاد اور روز قیامت کے وعدہ و وعید سے غافل رہتے ہیں۔ زیب و زینت، لباس، کھانے پینے، عالی شان مکانات، عمدہ سواریاں اور دنیاوی جاہ وحشمت سے بالا ہو کر آخرت کے بارے میں انھیں سوچنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی اور ایک دوسرے کے مقابلے میں اپنا اپنا حسب نسب بیان کر کے اور کثرت مال و اولاد کا ذکر کر کے فخر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا کی ان عارضی چیزوں کی مثال بارش کی سی ہے جس کی وجہ سے زمین کے پودے لہلہا اٹھتے ہیں اور ان پودوں کو دیکھ کر کاشت کار خوب خوش ہوتے ہیں، ویسے ہی جیسے کفار دنیا کی زیب و زینت سے خوش ہوتے ہیں، پھر وہ پودے خشک ہو کر زرد ہو جاتے ہیں، پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بُھس بن جاتے ہیں اور زمین ایسی ویران ہو جاتی ہے کہ جیسے وہاں کبھی ہرا پودا تھا ہی نہیں۔ یہی حال دنیا کا ہے، یہاں کی ہر چیز آنی جانی ہے اور ہر نعمت فانی ہے۔ جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ نیک اعمال ہیں، جو بندے کے ساتھ آخرت تک جائیں گے اور عذاب نار سے اس کی نجات کا سبب بنیں گے۔ آیت کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ نے آخرت کو فراموش کر کے دنیا کے لہو و لعب میں مشغول ہونے والے کا انجام یہ بتایا کہ قیامت کے دن ایسے نافرمانوں کو وہ عذاب شدید میں مبتلا کرے گا، جبکہ جو لوگ آخرت کی فکر کریں گے اور اللہ کے حقوق ادا کریں گے، تو ان کے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور ان کا رب ان سے راضی ہو جائے گا۔ آخر میں فرمایا کہ دنیاوی زندگی ختم ہو جانے والا ساز و سامان ہے، جو اپنی طرف مائل ہونے والوں کو دھوکا ہی دیتا ہے، حالانکہ یہ دنیا آخرت کے مقابلے میں بہت حقیر اور قلیل ہے۔

اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ : دنیا کی زندگی کو کھیل تماشا بتا کر اس کی ناپائیداری کی طرف اشارہ کیا، ایسی عارضی چیز پر فریفتہ ہو کر آخرت کی دائمی زندگی کو بگاڑ لینا عقل مندی کی نشانی نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٦٤] ”اور دنیا کی یہ زندگی نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل، اور بے شک آخری گھر، یقیناً وہی اصل زندگی ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴾ [محمد : ٣٦] ”دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور دل لگی کے سوا کچھ نہیں اور اگر تم ایمان لاؤ اور بچے رہو، تو وہ تمھیں تمھارے اجر دے گا اور تم سے تمھارے اموال نہیں مانگے گا۔“

وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ : یعنی دنیا کی زندگی کیا ہے؟ چند ارمانوں کا مجموعہ، مثلاً زیب و زینت کی خواہش، فخر و مباہات کے لیے دنیاوی ساز و سامان کی فراوانی کی آرزو، مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی تمنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴾ [الكهف : ٤٦] ”مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں

تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔“

﴿ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّى إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَنْ لَمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴾ [یونس : ۲۴، ۲۵] ”دنیا کی زندگی کی مثال تو بس اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین سے اگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں، جس سے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی آرائش حاصل کر لی اور خوب مزین ہوگئی اور اس کے رہنے والوں نے یقین کر لیا کہ بے شک وہ اس پر قادر ہیں تو رات یا دن کو اس پر ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اسے کٹی ہوئی کر دیا، جیسے وہ کل تھی ہی نہیں۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کرتے ہیں جو خوب سوچتے ہیں۔ اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے تک پہنچا دیتا ہے۔“

﴿ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ ﴾ : اللہ کی رضوان وخوش نودی کے مقابلے میں تمام نعمتیں ہیچ ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ۝ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ ذَلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ﴾ [آل عمران : ۱۴ تا ۱۷] ”لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔ کہہ دے کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز بتاؤں، جو لوگ متقی بنے ان کے لیے ان کے رب کے پاس باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور نہایت پاک صاف بیویاں اور اللہ کی جانب سے عظیم خوشنودی ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ جو صبر کرنے والے اور سچ کہنے والے اور حکم ماننے والے اور خرچ کرنے والے اور رات کی آخری گھڑیوں میں بخشش مانگنے والے ہیں۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا، اے

اہل جنت! وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہم تیری خدمت میں بار بار حاضر ہیں اور بھلائی ساری کی ساری تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم خوش ہو؟ وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہمیں کیا ہے کہ ہم خوش نہ ہوں، حالانکہ تو نے ہمیں وہ وہ نعمتیں عطا فرما دی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں تمھیں وہ نعمت نہ دوں جو ان سب نعمتوں سے افضل ہے؟ وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! وہ کون سی نعمت ہے جو ان سب نعمتوں سے افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا (وہ نعمت میری رضا و خوشنودی ہے)، اب میں تم پر اپنی رضا نازل کرتا ہوں، اس کے بعد میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔" [بخاري، كتاب التوحيد، باب كلام الرب مع أهل الجنة : ۷۵۱۸۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة ...... الخ : ۲۸۲۹]

سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾

"اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھو جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی کی طرح ہے، وہ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔"

دنیا اور اس کی نعمتوں کی اصل حقیقت اور بے ثباتی بیان کرنے کے بعد اس آیت کریمہ میں آخرت کی بیش بہا اور دائمی نعمتوں کے حصول کی رغبت دلائی گئی ہے۔ بندوں کو اللہ کی مغفرت، اس کی رضا اور جنت کے حصول کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی نصیحت کی گئی ہے۔ یہ چیزیں صدق دل سے توبہ، طلب مغفرت، گناہوں سے دوری، عمل صالح اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنے سے حاصل ہوتی ہیں، جیسا کہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۳] "اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دوڑو اپنے رب کی جانب سے بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین کے فقراء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یا رسول اللہ! مال دار لوگ تو جنت کے بلند درجوں کو اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو پا گئے۔ آپ نے فرمایا: "وہ کیسے؟" عرض کی، نماز روزہ تو وہ اور ہم سب کرتے ہیں، لیکن مال کی وجہ سے وہ صدقہ کرتے ہیں، جہاد کرتے اور حج و عمرہ ادا کرتے ہیں، جو مفلسی کی وجہ سے ہم نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا: "آؤ میں تمھیں ایسی چیز بتاؤں کہ اس کے کرنے سے تم ہر اس شخص سے آگے بڑھ جاؤ گے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے جو تمھاری

طرح خود بھی عمل کرنے لگیں، دیکھو! ہر فرض نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ " سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہو۔" کچھ دنوں کے بعد یہ صاحب پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ! ہمارے مال دار بھائیوں کو بھی اس وظیفہ کی اطلاع مل گئی اور انھوں نے بھی اسے پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے دے۔" [بخاري، كتاب الأذان، باب الذكر بعد الصلوة : ۸۴۳۔ مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلوة : ۵۹۵]

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾

"کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ تمھاری جانوں پر مگر وہ ایک کتاب میں ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں۔ یقیناً یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے ان سے متعلق تمام امور کو مقدر کر دیا تھا۔ چنانچہ جو بھی مصیبت زمین پر پہنچتی ہے، یا انسانوں کو لاحق ہوتی ہے، تو وہ لوح محفوظ میں پہلے سے نوشتہ ہے اور جو بات پہلے سے اس کے علم میں مقدر ہو چکی ہے اس کا واقع ہونا لازمی امر ہے، اگرچہ عقل انسانی ان باتوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے یہ باتیں بہت آسان ہیں۔ اس لیے کہ اس کا علم اور اس کی قدرت کاملہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے، جیسا کہ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔ اس کا تخت پانی پر تھا، پھر اس نے آسمان پیدا کیے اور زمین پیدا کی اور ذِکر (یعنی لوح محفوظ) میں ہر چیز کو ثبت فرما دیا۔" [بخاري، كتاب التوحيد، باب ﴿ و كان عرشه على الماء ﴾ ...... الخ : ۷۴۱۸]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر شخص بحالت نطفہ اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن اور چالیس راتیں جمع رہتا ہے، پھر وہ چالیس دن خون کی پھٹکی کی شکل میں رہتا ہے، پھر وہ چالیس دن خون کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے، پھر ایک فرشتہ اس کے پاس بھیجا جاتا ہے جسے چار باتیں لکھنے کا حکم ہوتا ہے۔ وہ اس کی روزی، اس کی عمر، اس کا عمل اور بدبخت یا نیک بخت ہونا لکھتا ہے۔ پھر وہ فرشتہ اس میں روح پھونکتا ہے۔ (پھر ہوتا یہ ہے کہ تم میں سے کوئی ساری عمر) جنتیوں کے سے کام کرتا ہے، یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اللہ کا لکھا سبقت کر جاتا ہے اور وہ دوزخیوں کا سا کام کر کے دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح تم میں سے کوئی (ساری عمر) دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے، حتیٰ کہ جب اس میں اور دوزخ میں ایک ہاتھ کا

فاصلہ رہ جاتا ہے تو اللہ کا لکھا اس پر سبقت کرتا ہے اور وہ جنتیوں کے سے کام کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قوله تعالٰى : ﴿ ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين ﴾ : ۷۴۵۴۔ مسلم، کتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه ...... الخ : ۲۶۴۳]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہمیں ہمارا دین سکھا دیجیے، گویا ہم ابھی پیدا ہوئے ہیں۔ کیا جو عمل ہم کرتے ہیں، وہ اس لیے کرتے ہیں کہ اسے لکھ کر قلم سوکھ گئی ہے اور تقدیریں جاری ہو گئی ہیں، یا اس لیے کرتے ہیں کہ جو آگے ہونے والا ہے (وہ ہو جائے اور پہلے سے اس کی نسبت کچھ طے نہیں پایا)۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں! بلکہ اس لیے عمل کرو کہ اس کو لکھ کر قلم سوکھ گئی اور تقدیریں جاری ہو چکیں۔'' سراقہ نے کہا: ''پھر عمل سے کیا فائدہ؟ زہیر نے کہا، ابو الزبیر نے کچھ بات کہی جس کو میں نہیں سمجھ سکا، میں نے (اپنے ہم سبق لوگوں سے) پوچھا، کیا کہا؟ انھوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا: ''عمل کرو، ہر شخص کے لیے وہ آسان کیا گیا ہے (جو اس کی تقدیر میں لکھا ہے)۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه : ۲۶۴۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قریش کے مشرک تقدیر کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر جھگڑنے لگے تھے تو اس وقت یہ آیات اتریں : ﴿ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴾ [القمر : ۴۸، ۴۹] ''جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں پر گھسیٹے جائیں گے، چکھو آگ کا چھونا۔ بے شک ہم نے جو بھی چیز ہے، ہم نے اسے ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب كل شيء بقدر : ۲۶۵۶]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسى صلى الله عليهما وسلم : ۲۶۵۳]

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اے اللہ! مجھے میرے شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور میرے باپ ابو سفیان سے اور میرے بھائی معاویہ سے فائدہ پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے اللہ تعالیٰ سے وہ چیزیں مانگیں جن کی میعادیں مقرر ہو چکیں، دن معین ہو گئے اور روزیاں بٹ چکیں، کسی چیز کو اللہ تعالیٰ اس کے وقت سے پیشتر نہیں کرے گا اور نہ اس کے وقت مقررہ سے مؤخر کرے گا۔ اگر تم اللہ سے یہ مانگتیں کہ تم کو دوزخ کے عذاب سے بچائے، یا قبر کے عذاب سے بچائے تو تمھارے لیے بہتر ہوتا۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب بيان أن الآجال والأرزاق وغيرها لا تزيد ولا تنقص عما سبق به القدر : ۲۶۶۳]

لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝ الَّذِيْنَ

يَّبْخَلُوْنَ وَ يَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾

”تاکہ تم نہ اس پر غم کرو جو تمھارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس پر پھول جاؤ جو وہ تمھیں عطا فرمائے اور اللہ کسی تکبر کرنے والے، بہت فخر کرنے والے سے محبت نہیں رکھتا۔ وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو منہ موڑ جائے تو یقیناً اللہ ہی ہے جو بڑا بے پروا ہے، بہت تعریفوں والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تقدیر سے متعلق یہ بات اس لیے بتائی ہے تاکہ یہ قاعدہ کلیہ ان کے ذہنوں میں ثبت ہو جائے اور خیر وشر جو بھی انھیں پہنچے اس کے بارے میں انھیں یقین ہو جائے کہ یہ تو اللہ کی تقدیر تھی جسے بہرحال وقوع پذیر ہونا ہی تھا۔ تاکہ جو چیز انھیں نہیں ملی، اس کا غم نہ کریں اور جو نعمت انھیں ملی ہے اس پر اترانے نہ لگیں، بلکہ اپنے اس مولیٰ کا شکر ادا کریں جس نے انھیں اس نعمت سے نوازا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قوی مومن ضعیف مومن کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر اور اللہ کو زیادہ پسند ہے۔ ویسے ہر مومن میں خیر ہوتی ہے۔ (اے ایمان والے!) ان کاموں کی حرص کر جو تجھے نفع پہنچائیں اور مدد مانگ اللہ سے اور ہمت نہ ہار اور جو مصیبت تجھ پر آئے تو اس طرح نہ کہہ کہ اگر میں ایسا کرتا تو یہ مصیبت نہ آتی، بلکہ یہ کہہ: ((قَدَرُ اللّٰهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ)) ”اللہ کی تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا اور جو اس نے چاہا کیا۔“ اس لیے کہ (لفظ) ”اگر“ شیطانی عمل کے لیے راہ کھولتا ہے۔“

[مسلم، كتاب القدر، باب الإيمان بالقدر والاذعان له : ٢٦٦٤]

دوسری آیت میں فرمایا کہ اترانے والے اور گھمنڈ کرنے والے وہ لوگ ہیں جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ جو شخص دینِ اسلام سے منہ موڑے تو اللہ غنی اور تعریف والا ہے، اسے تمھارے منہ موڑنے کی کوئی پروا نہیں، اگر تم بخل کرو گے تو اللہ کا کیا بگاڑ لو گے، اللہ تو غنی ہے، اسے کسی قسم کی حاجت نہیں ہوتی۔ حاجت ہونا ایک قسم کا عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے مبرا ہے۔ وہ تعریف والا ہے، لہٰذا وہ ہر برائی سے پاک ومنزہ ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾

”بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لیے بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ اللہ جان لے کہ کون دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کی غرض وغایت اور ان تین چیزوں کو بیان کیا ہے جو ان

انبیاء کی تائید و تصدیق کے لیے انھیں دی گئی تھیں۔ پہلی چیز جو ان کی تائید کے لیے دی گئی وہ دلائل و معجزات تھے، دوسری چیز کتاب الٰہی تھی کہ جس میں مخلوق کے لیے دین و دنیا کی بھلائی کی ہر بات بیان کر دی گئی تھی اور تیسری چیز کو اللہ تعالیٰ نے ''میزان'' سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے مراد عدل ہے، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، یعنی ناپ تول اور مقدمات میں انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ نہ کسی کی حق تلفی ہو اور نہ کسی کو اس کے جائز حق سے زیادہ ملے۔ سب کو اپنے اپنے حقوق کے مطابق ملتا رہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَ اسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ؕ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾ [الشوریٰ : ۱۵] ''سو تو اسی کی طرف پھر دعوت دے اور مضبوطی سے قائم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی مت کر اور کہہ دے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل فرمائی میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴾ [الرحمٰن : ۷ تا ۹] ''اور آسمان، اس نے اسے اونچا اٹھایا اور اس نے ترازو رکھی۔ تاکہ تم ترازو میں زیادتی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ تول سیدھا رکھو اور ترازو میں کمی مت کرو۔''

وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ : یعنی لوہے کو ہم نے اس شخص کے لیے سرزنش کا ذریعہ بنا دیا ہے جو حجت قائم ہونے کے بعد حق کا انکار کرے اور اس کی مخالفت کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں تیرہ سال قیام فرمایا۔ مکہ میں قیام کے دوران میں مکی سورتیں نازل ہوئیں، جن میں مشرکین کے ساتھ جدال اور دلائل و براہین کے ساتھ توحید کی وضاحت کی گئی، لیکن جب مخالفین پر حجت قائم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا حکم دے دیا اور اس نے مسلمانوں کو تلواروں کے ساتھ جہاد کرنے اور قرآن مجید کی مخالفت و تکذیب کرنے والوں کی گردنیں اڑا دینے کا حکم دیا۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تلوار دے کر بھیجا گیا ہے، حتیٰ کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی عبادت ہونے لگے اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے اور ذلت و رسوائی اس کا مقدر بنائی گئی ہے جو میرے طریقہ کی مخالفت کرے اور جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ انھی میں سے ہو جائے گا۔'' [مسند أحمد : ۵۰/۲، ح : ۵۱۱۳]

وَ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ : لوہے میں اللہ نے انسانوں کے لیے بہت سے فوائد رکھے ہیں، تمام جنگی آلات و اسلحہ اسی لوہے سے بنتے ہیں۔ مختلف الانواع صنعتیں، برتنوں کی قسمیں اور کھیتی باڑی کے آلات اسی سے تیار ہوتے ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ انسانی زندگی میں استعمال ہونے والی کم ہی ایسی چیزیں ہیں جن میں لوہے کا کسی نہ کسی طرح استعمال نہ ہوتا

ہو۔ آیت کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوہے کی تخلیق کا مقصد یہ بھی ہے کہ اس سے جہاد میں استعمال ہونے والے ہتھیار تیار ہوں، جنھیں مجاہدین فی سبیل اللہ استعمال کریں اور اللہ کے سامنے یہ بات کھل کر آ جائے کہ کون اس کی رضا کی خاطر محض غیبی امور پر ایمان رکھتے ہوئے اس کی راہ میں لوہے سے بنے اسلحے کا استعمال کرتا ہے اور اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ اللہ تو بڑا قوت والا اور ہر چیز پر غالب ہے۔ وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہے، اس نے تو بندوں کو جہاد فی سبیل اللہ کا اس لیے حکم دیا ہے تاکہ وہ اس کی اطاعت کر کے اس کی رضا اور اس کی جنت کے مستحق بنیں۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُم مُّهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٢٦﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی، پھر ان میں سے کچھ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں اور ان میں سے زیادہ نافرمان ہیں۔“

انبیاء کا عمومی ذکر کیے جانے کے بعد اس آیت میں ان دو خاص انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے کہ جن کے بعد آنے والے تمام انبیاء انھی کی نسل سے ہوئے۔ نوح علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء مبعوث ہوئے سب انھی کی نسل سے ہوئے اور ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنی بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں اور جتنے انبیاء و رسل مبعوث ہوئے سب انھی کی اولاد سے ہوئے۔ جن لوگوں کی ہدایت لیے وہ انبیاء آئے، وہ لوگ اور اقوام دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے کچھ لوگوں نے تو ان کی دعوت قبول کی، اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور عمل صالح کی زندگی اختیار کی، جبکہ اکثر و بیشتر نے سرکشی کی راہ اختیار کی۔ اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا، اس میں تحریف کی اور اپنے علماء اور راہبوں کے اقوال کو دین بنا لیا۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٢٧﴾

”پھر ہم نے ان کے نقش قدم پر پے در پے اپنے رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور اسے انجیل دی اور ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے اس کی پیروی کی نرمی اور مہربانی رکھ دی اور دنیا سے کنارہ کشی تو انھوں نے خود ہی ایجاد کر لی، ہم نے اسے ان پر نہیں لکھا تھا مگر اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے (انھوں نے یہ کام کیا) پھر انھوں

نے اس کا خیال نہ رکھا جیسے اس کا خیال رکھنے کا حق تھا، تو ہم نے ان لوگوں کو جو ان میں سے ایمان لائے ان کا اجر دے دیا اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کا یہ تسلسل قائم رکھا، موسیٰ، الیاس، داؤد، سلیمان اور دیگر انبیاء علیہم السلام آتے رہے، یہاں تک کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا، جو ابراہیم علیہ السلام کی ذریت سے تھے، اس لیے کہ ان کی ماں مریم علیہا السلام آل ابراہیم سے تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا کی تھی، تاکہ وہ اس کے مطابق لوگوں کی راہنمائی کریں۔ اسی کتاب نے ان کے حواریوں یعنی اولین پیروکاروں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے اور اپنی عام مخلوق کے لیے نرمی اور محبت ڈال دی تھی، اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب تک دنیا میں رہے انھیں نصیحت کرتے رہے کہ وہ یہودیوں کی طرح نہ بنیں، جن کے دل اللہ نے سخت بنا دیے تھے، بلکہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ شفقت ومحبت اور حلم و بردباری کا برتاؤ کریں۔ ان تعلیمات کا اثر یہ ہوا کہ ان کے دل نرمی اور محبت کے خوگر ہو گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۸۲] ’’یقیناً تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں، سب لوگوں سے زیادہ سخت عداوت رکھنے والے یہود کو اور ان لوگوں کو پائے گا جنھوں نے شریک بنائے ہیں اور یقیناً تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں، ان میں سے دوستی میں سب سے قریب اِن کو پائے گا جنھوں نے کہا بے شک ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ بے شک ان میں علماء اور راہب ہیں اور اس لیے کہ بے شک وہ تکبر نہیں کرتے۔‘‘ متبعین عیسیٰ علیہ السلام مذکورہ بالا خوبیوں کے ساتھ ایک خرابی میں بھی مبتلا ہو گئے۔ انھوں نے اللہ کی عبادت کی غرض سے دین عیسوی میں ایک بدعت ایجاد کر لی، جسے قرآن کریم نے ’’رہبانیت‘‘ کا نام دیا ہے اور جس کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اللہ کی رضا کے حصول کے لیے دنیا و مافیہا سے کنارہ کشی اختیار کر کے گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر اللہ کی یاد میں مشغول ہو جائے، لیکن عملی طور پر وہ لوگ اس کی کما حقہ پابندی نہ کر سکے، بلکہ مرور زمانہ کے ساتھ دین عیسوی سے دور ہوتے چلے گئے۔ دنیا دار بادشاہوں کی مرضی کے مطابق اللہ کی کتاب انجیل کو بدل ڈالا اور اس رہبانیت کو چھوڑ دیا جسے انھوں نے از خود ایجاد کیا تھا۔ صرف کچھ ہی لوگ صحیح دین پر قائم رہے اور شرک و بدعت سے بچے رہے، بعض نصاریٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ان پر ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اجر عظیم سے نوازا۔

﴿ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ﴾ : سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص یہ گواہی دے کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں، جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا اور اللہ کی طرف سے (آنے والی) ایک روح ہیں اور جنت حق ہے اور جہنم بھی حق

ہے (یعنی واقعی موجود ہیں)، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کر دے گا، خواہ اس کے عمل کیسے ہی (معمولی) کیوں نہ ہوں۔" [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قوله تعالٰى : ﴿ يا أهل الكتاب ...... الخ ﴾ : ٣٤٣٥ـ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا : ٢٨]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب ایک آدمی اپنی لونڈی کی اچھی تربیت کرے، اسے اچھی تعلیم دے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کو دو ثواب ملتے ہیں اور جب ایک آدمی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر ایمان لائے، پھر مجھ پر بھی ایمان لائے، تو اسے بھی دو ثواب ملتے ہیں اور ایک غلام جب اپنے رب سے ڈرتا رہے (گناہوں سے بچتا رہے) اور اپنے آقا کی اطاعت کرتا رہے تو اسے بھی دو ثواب ملتے ہیں (یعنی دگنا ثواب یا دو طرح کے نیک اعمال کا ثواب ملتا ہے)۔" [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالٰى : ﴿ واذكر في الكتب مريم ﴾ : ٣٤٤٦ـ مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ ...... الخ : ١٥٤]

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمیوں نے امہات المومنین میں سے کسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا۔ جب انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی تفصیل بتائی گئی تو انھوں نے اس عبادت کو (اپنے لیے) کم سمجھا (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عبادت کرنے کا ارادہ کیا)۔ انھوں نے کہا، ہمارا نبی سے کیا مقابلہ! آپ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں، تو ان میں سے ایک نے کہا، میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا، میں ہمیشہ (دن کو) روزہ رکھوں گا، کبھی افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا، میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا، کبھی نکاح نہیں کروں گا (تاکہ ہر وقت عبادت میں لگا رہوں۔ ان لوگوں کی یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئیں تو آپ تشریف لائے اور فرمایا: "تم ہی وہ لوگ ہو جنھوں نے اس اس طرح کہا ہے؟ اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، لہٰذا جو شخص میری سنت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں۔" [بخاري، كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح : ٥٠٦٣]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور ساری رات عبادت کرتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، جب میں آپ سے ملا تو آپ نے فرمایا: "کیا یہ خبر صحیح ہے جو مجھے پہنچی ہے کہ تو روزے رکھے جاتا ہے، افطار نہیں کرتا اور (رات بھر) نماز پڑھتا رہتا ہے؟ ایسا کر روزہ بھی رکھ اور افطار بھی کر، قیام بھی کر اور سو بھی، کیونکہ تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے، تیری جان کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی اور بال بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔" میں نے عرض کی، مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا: "اچھا پھر

داوٗد علیہ السلام جیسا روزہ رکھ۔‘‘ میں نے پوچھا، وہ کیا ہے؟ فرمایا: ’’وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑ دیتے تھے اور دشمن سے مقابلہ ہوتا تو بھاگتے نہیں تھے۔‘‘ پھر آپ نے دو بار فرمایا: ’’جس نے ہمیشہ روزہ رکھا، اس کا روزہ ہی نہیں۔‘‘ [بخاري، كتاب الصوم، باب حق الأهل في الصوم : ۱۹۷۷]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۲۸)

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، وہ تمھیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا اور تمھارے لیے ایسی روشنی کر دے گا جس کے ذریعے تم چلتے رہو گے اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہود و نصاریٰ کو مخاطب کیا ہے جو گزشتہ انبیاء پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے تھے۔ انھیں ان کے دعویٰ کے مطابق اہل ایمان کا خطاب دے کر اللہ سے ڈرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے اور کہا ہے کہ اگر انھوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا اور اس کے مطابق عمل کیا تو انھیں دوہرا اجر ملے گا، ایک اجر گزشتہ نبی پر ایمان لانے کا اور دوسرا اجر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا، جیسا کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تین قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ دوہرا اجر عطا فرمائے گا، ایک اہل کتاب میں سے وہ آدمی جو اپنے نبی پر ایمان لایا، پھر مجھ پر ایمان لایا، اس کے لیے دوہرا اجر ہے اور وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرے اور اپنے مالک کا حق بھی ادا کرے، تو اس کے لیے بھی دوہرا اجر ہے اور وہ شخص جو اپنی لونڈی کو ادب سکھائے اور بہت اچھا ادب سکھائے، اسے تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے، تو وہ بھی دوہرے اجر کا مستحق ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب العلم، باب تعليم الرجل أمته وأهله : ۹۷۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ۱۵٤]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تمھاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے چند مزدور کسی کام پر لگانا چاہے اور اعلان کیا کہ کوئی ہے جو مجھ سے ایک قیراط لے اور صبح کی نماز سے لے کر آدھے دن (ظہر) تک کام کرے؟ تو یہود نے وہ کام کیا۔ اس نے پھر کہا، اب جو ظہر سے عصر تک کام کرے اسے میں ایک قیراط دوں گا۔ اس پر نصرانی تیار ہوئے، انھوں نے کام کیا (اور اجرت لی)۔ اس نے پھر کہا، اب عصر سے مغرب تک جو کام کرے میں اسے دو قیراط دوں گا۔ سو وہ تم مسلمان ہو، اس پر یہود و نصاریٰ بگڑے اور کہنے لگے، کام ہم نے زیادہ کیا اور دام انھیں زیادہ ملے، ہمیں کم دیا گیا۔ تو اس نے انھیں کہا کہ میں نے تمھارا حق تو نہیں مارا؟ انھوں نے کہا، نہیں! ایسا تو نہیں ہوا۔ جواب ملا کہ پھر یہ میرا فضل ہے، جسے چاہوں دوں۔‘‘ [بخاري، كتاب الإجارة، باب الإجارة إلى نصف النهار : ۲۲۶۸۔ ترمذي، كتاب الأدب، باب ما جاء في مثل ابن آدم و أجله و أمله : ۲۸۷۱]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جس نے چند لوگوں کو پورے دن کے لیے اپنے ایک کام پر لگایا، اجرت بھی ٹھہرا لی تو انھوں نے ظہر تک اس کا کام کیا، پھر کہہ دیا کہ اب ہمیں ضرورت نہیں، جو ہم نے کام کیا ہم اس کی اجرت بھی نہیں چاہتے اور اب ہم کام بھی نہیں کریں گے۔ اس نے انھیں سمجھایا بھی کہ ایسا نہ کرو، کام پورا کرو اور مزدوری لے جاؤ، لیکن انھوں نے صاف انکار کر دیا اور کام ادھورا چھوڑ کر مزدوری لیے بغیر چلتے بنے۔ اس نے اور مزدور لگائے اور کہا، باقی کام شام تک تم پورا کر دو، تو میں پورے دن کی مزدوری تمھیں دوں گا۔ یہ کام پر لگ گئے، لیکن عصر کا وقت ہوا تو یہ بھی کام سے ہٹ گئے اور کہہ دیا کہ اب ہم سے نہیں ہو سکتا، ہمیں آپ کی اجرت نہیں چاہیے۔ اس نے انھیں سمجھایا کہ دیکھو اب تھوڑا سا دن باقی رہ گیا ہے، تم کام پورا کرو (اور اجرت لے جاؤ) لیکن یہ نہ مانے اور چلے گئے۔ اس نے پھر اور مزدور بلائے اور کہا، لو تم مغرب تک کام کرو اور دن بھر کی مزدوری لے جاؤ۔ چنانچہ انھوں نے مغرب تک کام کیا اور ان دونوں جماعتوں کی اجرت بھی یہ لے گئے۔ پس یہ ہے ان کی مثال اور اس نور کی مثال جسے انھوں نے قبول کیا۔“ [بخاري، كتاب الإجارة، باب الإجارة من العصر إلى الليل : ٢٢٧١]

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع

”تاکہ کتاب والے یہ نہ جانیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے اور (جان لیں) کہ یقیناً فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“

یعنی اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے اور اپنے رسول پر ایمان لاؤ گے، تو وہ تمھیں وہ فرقان دے گا جس کا ذکر گزشتہ آیت میں کیا گیا ہے، تاکہ وہ اہل کتاب جو مسلمان نہیں ہوئے ہیں، وہ جان لیں کہ اللہ کا وہ فضل جو اس نے بطور خاص مسلمانوں کو دیا ہے، ان کے اختیار کی چیز نہیں ہے کہ اس میں سے جو چاہیں اپنے لیے خاص کر لیں اور کہیں کہ اللہ نے انھیں تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔ بلکہ تمام فضل صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس نے اس میں سے امت محمدیہ کو وہ فضل دیا ہے جو انھیں نہیں دیا ہے، یعنی نبوت، جس سے اللہ نے محمد ﷺ کو سرفراز کیا اور مومنین ان پر ایمان لائے اور اجر عظیم کے مستحق ہوئے۔

سورۃ المجادلۃ مدنیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ①

''یقیناً اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تجھ سے اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ کی طرف شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب میاں بیوی میں لڑائی ہو جاتی اور خاوند غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو یوں کہہ دیتا کہ " أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّيْ "''تو میرے لیے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے'' تو اسے دائمی طلاق سمجھا جاتا تھا، جس کے بعد ان دونوں میاں بیوی کے مل بیٹھنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی تھی۔ اب واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک انصاری صحابی سیدنا اوس بن صامت رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا میں لڑائی جھگڑا ہوا تو اوس بن صامت نے غصہ میں آکر ظہار کے یہی الفاظ کہہ دیے۔ بعد میں فریقین کو سخت ندامت ہوئی۔ چونکہ اولاد بھی تھی، لہٰذا اولاد کے مستقبل نے کئی خطرات سامنے لا کھڑے کیے۔ خولہ بنت ثعلبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور اس کا حکم پوچھا، لیکن تا حال ظہار کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اس لیے آپ نے کچھ توقف فرمایا اور وہ آپ ﷺ سے بحث و تکرار کرتی رہی، وہ کہنے لگی، یا رسول اللہ! میں نے جوانی اس کے ہاں گزاری، اب بڑھاپا کس کے پاس گزاروں گی؟ میری اولاد بھی ہے، اگر میں اولاد سے دستبردار ہو جاؤں تو اولاد بے توجہی کی نذر ہو جائے گی اور اگر اپنے پاس رکھوں تو ان کے اخراجات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے ایسی باتیں کرتی رہی، تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس کی فریاد سن لی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت

کی یہ ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی سماعت تمام آوازوں کو محیط ہے۔ خولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور وہ اپنے شوہر کی شکایت کر رہی تھیں۔ ان کی آواز مجھے نہیں سنائی دے رہی تھی مگر اللہ عزوجل نے (سن لی اور تب) یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَ اللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ [المجادلة : ۱] ”یقیناً اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تجھ سے اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ کی طرف شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔“ [نسائی، کتاب الطلاق، باب الظهار : ۳۴۹۰۔ مسند أحمد : ۶/۴۶، ح : ۲۴۲۵۰۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰی : ﴿ وكان الله سميعا عليما ﴾ : قبل الحديث، تعليقًا : ۷۳۸۶]

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ۭ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۲ وَ الَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۳ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۭ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴

”وہ لوگ جو تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں ان کے سوا کوئی نہیں جنھوں نے انھیں جنم دیا اور بلاشبہ وہ یقیناً ایک بری بات اور جھوٹ کہتے ہیں اور بلاشبہ اللہ یقیناً بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔ اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اس سے رجوع کر لیتے ہیں جو انھوں نے کہا، تو ایک گردن آزاد کرنا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، یہ ہے وہ (کفارہ) جس کے ساتھ تم نصیحت کیے جاؤ گے، اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔ پھر جو شخص نہ پائے تو دو پے در پے مہینوں کا روزہ رکھنا ہے، اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، پھر جو اس کی (بھی) طاقت نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی کسی ناراضی کی وجہ سے اپنی بیوی سے کہہ دیتا ہے کہ تو میرے لیے میری ماں کی

پیٹھ کی مانند ہوگئی ہے، یعنی تو مجھ پر میری ماں کی طرح حرام ہوگئی ہے، تو ایسا کہہ دینے سے اس کی وہ بیوی ابدی حرمت میں اس کی ماں کی طرح نہیں ہو جاتی۔ ماں تو وہ ہوتی ہے جو اسے جنتی ہے۔ اس لیے حرمت میں اس کی بیوی اس کی ماں کی مانند نہیں ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے آگے اس کی اس بات پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا کہنا بہت ہی بری بات ہے جسے عقل مند لوگ گوارا نہیں کرتے اور شریف النفس لوگ اپنی زبان پر ایسی بات نہیں لاتے۔ اس کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ظہار ایک امر باطل ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں کی زبان سے ایسی بری بات نکل جائے اور پھر اپنی غلطی پر نادم اور تائب ہوں تو اللہ ان کے اس گناہ کو معاف کر دے گا، اس لیے کہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور مغفرت فرمانے والا ہے۔

اگلی آیات میں ان لوگوں کے لیے حکم بیان کیا گیا ہے جو ظہار کرنے کے بعد اپنے فعل پر نادم ہوتے ہیں اور اپنی بیویوں کو دوبارہ اپنے لیے حلال بنانا چاہتے ہیں، تو ان پر جماع کرنے سے پہلے واجب ہے کہ وہ ایک مسلمان غلام یا لونڈی آزاد کریں، اگر یہ میسر نہ ہو یا اس کی قیمت زیادہ ہو تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھیں اور اگر کسی وجہ سے اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظہار کا حکم اس لیے بیان کیا گیا ہے، تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس کے حکم پر عمل کرو، اس لیے کہ ایمان اعتقاد، قول اور عمل تینوں کے مجموعے کا نام ہے۔

سیدہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میرے اور اوس بن صامت کے سلسلہ میں اللہ عزوجل نے سورۂ مجادلہ کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔ کہتی ہیں کہ میں ان کی بیوی تھی اور وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ ان کا مزاج خراب ہو گیا تھا اور وہ صدمہ سے دوچار تھے۔ ایک دن وہ میرے پاس آئے، میں نے انھیں کسی بات پر (سخت) جواب دے دیا، تو وہ غضب ناک ہو گئے اور کہا، تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے اور پھر وہ باہر چلے گئے۔ کچھ دیر تو وہ اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھے رہے، پھر میرے پاس آئے اور مجھ سے صحبت کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے کہا، ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں خولہ کی جان ہے! تم مجھ سے صحبت نہیں کر سکتے، کیونکہ تم نے وہ بات کہہ دی جو تم نے کہی، یہاں تک کہ اللہ اور اس کا رسول ہمارے معاملہ میں فیصلہ فرما دیں۔ پھر وہ مجھ پر جھپٹا۔ میں اس سے (اپنے آپ کو) بچاتی رہی اور اس طرح اس پر غالب رہی جس طرح کوئی عورت بوڑھے مرد پر غالب آتی ہے۔ میں نے اسے اپنے اوپر سے ہٹا دیا۔ پھر میں اپنی ایک پڑوسن کے پاس گئی۔ میں نے اس کے کپڑے عاریتاً لیے اور باہر نکلی، یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی۔ اب میں آپ کے سامنے بیٹھ گئی اور میں نے آپ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ میں آپ سے اس کی بدخلقی کی شکایت کرتی رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: ”اے خولہ! تمھارے چچازاد بہت بوڑھے ہیں، لہٰذا ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔“ مگر اللہ کی قسم! میں وہاں سے نہ ٹلی، یہاں تک کہ میرے معاملہ میں قرآن مجید نازل ہوا۔ پھر

رسول اللہ ﷺ کو اس چیز نے ڈھانپ لیا جو (نزول وحی کے موقع پر) آپ کو ڈھانپ لیا کرتی تھی اور جب وہ کیفیت جاتی رہی تو آپ نے فرمایا: ''اے خولہ! تمھارے اور تمھارے شوہر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی ہے اور آپ نے میرے سامنے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ : ﴿ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [المجادلة : ۱ تا ۴] پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''انھیں حکم دو کہ وہ ایک غلام آزاد کریں۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ان کے پاس کوئی غلام نہیں ہے کہ جسے وہ آزاد کریں۔ آپ نے فرمایا: ''تو وہ دو ماہ کے متواتر روزے رکھیں۔'' میں نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! وہ بہت بوڑھے ہیں اور روزے بھی نہیں رکھ سکتے۔ آپ نے فرمایا: ''تو پھر وہ ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجور کھلائیں۔'' میں نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! (اتنی کھجور بھی) ان کے پاس نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم ایک ٹوکرا کھجور سے ان کی مدد کریں گے۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں بھی ایک ٹوکرا (کھجور) سے ان کی مدد کروں گی۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے ٹھیک کہا اور اچھا کیا، اب تم جاؤ اور ان کی طرف سے (یہ کھجور) صدقہ کر دو اور اپنے چچازاد سے اچھا سلوک کرتی رہو۔'' الغرض میں نے ایسا ہی کیا۔ [مسند أحمد : ۶/ ۴۱۰، ۴۱۱، ح : ۲۷۳۸۶۔ أبو داوٗد، کتاب الطلاق، باب فی الظهار : ۲۲۱۴]

ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا : یعنی اگر کوئی آدمی ظہار کے بعد اپنی بیوی کے پاس جانا چاہتا ہے تو اس کے لیے کفارے سے قبل بوسہ یا مباشرت جائز نہیں ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور پھر کفارہ ادا کرنے سے قبل ہی اس سے مباشرت کر لی، آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! ایسا کیوں کیا؟'' اس نے کہا کہ چاند کی روشنی میں، میں نے اس کی پازیب کو دیکھ لیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''جب تک وہ کفارہ ادا نہ کر دو جس کا تمھیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کے قریب نہ جاؤ۔'' [ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی المظاهر يواقع قبل أن يكفر : ۱۱۹۹۔ أبو داوٗد، کتاب الطلاق، باب فی الظهار : ۲۲۲۱]

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا : کفارے کی ادائیگی کے لیے اس ترتیب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، جیسا کہ اس شخص کے قصے سے ثابت ہے جس نے رمضان میں اپنی بیوی سے مجامعت کر لی تھی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا، یا رسول اللہ! میں تو تباہ ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا بات ہوئی؟'' اس نے کہا کہ میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا تمھارے پاس کوئی غلام ہے، جسے تم آزاد کر سکو؟'' اس نے کہا، نہیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا پے در پے دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟'' اس نے عرض کی کہ نہیں، پھر آپ نے پوچھا: ''کیا تم میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت ہے؟'' اس

نے اس کا جواب بھی انکار میں دیا۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ کچھ دیر وہیں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا رہا، ہم بھی اپنی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک بڑا ٹوکرا پیش کیا گیا، جس میں کھجوریں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''سائل کہاں ہے؟'' اس نے کہا، میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''اسے لے لو اور صدقہ کر دو۔'' اس شخص نے کہا، یا رسول اللہ! کیا میں اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں؟ اللہ کی قسم! ان دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ اس طرح ہنس پڑے کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اچھا جا! اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دے۔'' [بخاري، كتاب الصوم، باب إذا جامع في رمضان ولم يكن له ...... الخ : ۱۹۳۶۔ مسلم، كتاب الصيام، باب تغليظ تحريم الجماع ...... الخ : ۱۱۱۱]

مسکین کون ہوتا ہے، اس کی تعریف بیان کرتے ہوئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے پاس چکر لگاتا رہتا ہے اور وہ اسے ایک دو لقمے، یا ایک دو کھجوریں دے دیتے ہیں۔'' صحابہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! پھر مسکین کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مسکین تو وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں کہ اس کے ذریعے سے بے پروا ہو جائے (یعنی اس کی بنیادی ضروریات پوری ہو جائیں) اور نہ کوئی اس کا حال جانتا ہے کہ اس کو خیرات دے اور نہ وہ (خود) کھڑے ہو کر کسی چیز کا سوال کرتا ہے۔'' [مسلم، كتاب الزكوة، باب المسكين الذي لا يجد غنًى ...... الخ : ۱۰۳۹۔ بخاري، كتاب الزكوة، باب قول الله عزوجل : ﴿ لا يسئلون الناس إلحافًا ﴾ : ۱۴۷۶]

إِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۵ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۶ ع ۱

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ذلیل کیے جائیں گے، جیسے وہ لوگ ذلیل کیے گئے جو ان سے پہلے تھے اور بلاشبہ ہم نے واضح آیات نازل کی ہیں اور کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر انھیں بتائے گا جو انھوں نے کیا۔ اللہ نے اسے محفوظ رکھا اور وہ اسے بھول گئے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔''

یہ آیت غزوۂ خندق سے پہلے نازل ہوئی تھی، اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بشارت دی ہے کہ قریش والے چاہے جتنی بھی فوج لے کر مدینہ پر چڑھائی کے لیے آجائیں، انھیں بہر حال منہ کی کھانا پڑے گی اور اللہ تعالیٰ انھیں ذلیل و رسوا کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھی کفارِ قریش کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور ان سے دشمنی کرتے ہیں، وہ ذلیل و رسوا کیے جائیں گے۔ اس لیے کہ ہم نے تو قرآن کریم میں ایسی

واضح اور صریح آیتیں نازل کر دی ہیں جو ہمارے رسول کی نبوت اور ان کی دعوت کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کے باوجود جو لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور اللہ کی حدود کو پامال کریں گے، ہم انھیں دنیا میں ذلیل و رسوا کریں گے اور آخرت میں ایسے کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴾ [الأحقاف: ۲۰] ''اور جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، آگ پر پیش کیے جائیں گے، تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے جا چکے اور تم ان سے فائدہ اٹھا چکے، سو آج تمھیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا، اس لیے کہ تم زمین میں کسی حق کے بغیر تکبر کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔''

اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کی متعین کردہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ دنیا میں بھی رسوا کرے گا اور آخرت میں ان کو دردناک عذاب دے گا۔ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کرے گا اور انھیں ان کے کیے کی خبر دے گا۔ انھوں نے دنیا میں ان گناہوں کا ارتکاب کیا اور بھول گئے، لیکن اللہ نہیں بھولا، اس نے تو ایک ایک چیز کو لکھ رکھا ہے، کوئی چیز اس کے احاطۂ علم سے خارج نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ إِلَى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ۝ يُنَبَّأُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ﴾ [القيامة: ۱۲، ۱۳] ''اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا ٹھہرنا ہے۔ اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔''

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ کوئی تین آدمیوں کی کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ کوئی پانچ آدمیوں کی مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں، پھر وہ انھیں قیامت کے دن بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

فرمایا کہ اے میرے رسول! کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چھوٹی اور بڑی بات کو جانتا ہے؟ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے، اس کے احاطۂ علم کا حال تو یہ ہے کہ اگر تین آدمی آپس میں سرگوشی کرتے ہیں تو ان کے

ساتھ چوتھا وہ ہوتا ہے اور اگر سرگوشی کرنے والے پانچ ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ چھٹا وہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ اس سے کم ہوں یا زیادہ اور جہاں کہیں بھی ہوں، وہ ہر حال میں ان کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کی تمام سرگوشیوں پر مطلع ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ [التوبۃ: ۷۸] ''کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ان کا راز اور ان کی سرگوشی جانتا ہے اور یہ کہ بلاشک اللہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴾ [الزخرف: ۸۰] ''یا وہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک ہم ان کا راز اور ان کی سرگوشی نہیں سنتے، کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (ایک سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب ہم کسی گھاٹی پر چڑھتے تو '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' اور '' اَللّٰهُ اَكْبَرُ '' کہتے اور ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں، تو آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو، اس لیے کہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے، (تم جس کو پکار رہے ہو) وہ تو تمھارے ساتھ ہے، وہ سمیع ہے اور قریب ہے۔ اس کا نام برکت والا ہے اور اس کی بزرگی بلند و بالا ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب ما یکره من رفع الصوت فی التکبیر : ۲۹۹۲۔ مسلم، کتاب الذکر و الدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذکر ...... الخ : ۲۷۰٤]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ يَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ وَ يَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑧

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں سرگوشی کرنے سے منع کیا گیا، پھر وہ اس چیز کی طرف لوٹتے ہیں جس سے انھیں منع کیا گیا اور آپس میں گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی کرتے ہیں اور جب تیرے پاس آتے ہیں تو (ان لفظوں کے ساتھ) تجھے سلام کہتے ہیں جن کے ساتھ اللہ نے تجھے سلام نہیں کہا اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں اس پر سزا کیوں نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں؟ انھیں جہنم ہی کافی ہے، وہ اس میں داخل ہوں گے، پس وہ برا ٹھکانا ہے۔''

اس آیت میں ان لوگوں سے مراد مدینہ کے یہود و منافقین ہیں۔ جب مسلمان یہود و منافقین کے پاس سے گزرتے تو وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگتے، تاکہ مسلمان یہ سمجھیں کہ وہ ان کے خلاف کوئی بات کر رہے ہیں، یا مسلمانوں کے کسی لشکر پر دشمن نے حملہ کر کے نقصان پہنچایا ہے جس کی خبر ان کے پاس ہے۔ مسلمان ان باتوں سے خوف زدہ ہو جاتے

تھے۔ ان کا مقصد بھی یہی ہوتا تھا کہ مسلمانوں کے درمیان خوف پیدا کریں، نبی کریم ﷺ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے سرگوشی کرنے سے منع فرما دیا، لیکن یہود و منافقین اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان کا پردہ چاک کر دیا کہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں اور آپس میں مسلمانوں کے خلاف ظلم و عدوان اور نبی کریم ﷺ کی عدمِ اطاعت کے بارے میں سرگوشی کرتے ہیں۔ ان کا خبثِ باطن اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے پاس آتے ہیں تو سلام کہنے کے بجائے گالی دیتے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر اللہ انھیں عذاب کیوں نہیں دیتا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حیرت کا جواب یہ دیا کہ وہ عذاب انھیں قیامت کے دن ملے گا، جب انھیں جہنم میں جلنے کے لیے ڈال دیا جائے گا، جو بڑا ہی برا ٹھکانا ہوگا۔

وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: " اَلسَّامُ عَلَيْكَ، يَا اَبَا الْقَاسِمِ !" "اے ابو القاسم! تمھیں موت آئے۔" آپ ﷺ نے جواب دیا: « وَعَلَيْكُمْ » "بلکہ تمھیں ہی (موت) آئے۔" عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: « بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَالذَّامُ » "بلکہ تمھیں ہی موت آئے اور ذلت (تمھارا مقدر بنے)۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے عائشہ! تو تو اپنی زبان سے نازیبا الفاظ ادا نہ کر۔" عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، کیا آپ نے نہیں سنا جو انھوں نے کہا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں نے ان کی (غلط) بات کو انھی پر لوٹا نہیں دیا؟ میں نے انھیں جواب دیا تھا: « وَعَلَيْكُمْ » (کہ ذلت والی موت تمھارا ہی مقدر بنے)۔" [مسلم، کتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام ...... الخ : ۲۱۶۵/۱۱۔ مسند أحمد : ۲۲۹/۶، ح : ۲۵۹۷۸]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا، اس نے آپ ﷺ سے کہا، "اَلسَّامُ عَلَيْكَ" "تمھیں موت آئے۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « وَ عَلَيْكَ » "اور تمھیں بھی۔" پھر رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) پوچھا: "تم جانتے ہو کہ وہ کیا کہہ رہا تھا؟ وہ کہہ رہا تھا، " اَلسَّامُ عَلَيْكَ " "تمھیں موت آئے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں! (ہاں) جب اہل کتاب تمھیں سلام کیا کریں تو تم انھیں (صرف) " وَ عَلَيْكُمْ " کہہ دیا کرو۔" [بخاري، كتاب استتابة المرتدين، باب إذا عرّض الذمي أو غيره ...... الخ : ۶۹۲۶]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب یہودی تمھیں سلام کہتے ہیں تو (وہ سلام کے بجائے) "اَلسَّامُ عَلَيْكَ" کہتے ہیں، تو ان کے جواب میں تم فقط " وَ عَلَيْكَ " کہہ دیا کرو۔" [بخاري، كتاب الاستئذان، باب كيف يرد على أهل الذمة السلام ؟ : ۶۲۵۷]

وَيَقُوْلُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودی رسول اللہ ﷺ سے کہتے: "سَامٌ عَلَيْكَ !" "تم مر جاؤ۔" اور پھر اپنے دل میں کہتے کہ ہم جو کہتے ہیں اس کی وجہ سے اللہ ہمیں عذاب کیوں

نہیں دیتا؟ تو اس کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ يَقُوْلُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [المجادلة : ۸][مسند أحمد : ۱۷۰/۲، ح : ۶۵۹۷]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرو اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشی کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔ یہ سرگوشی تو شیطان ہی کی طرف سے ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو غم میں مبتلا کرے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر انھیں ہرگز کوئی نقصان پہنچانے والا نہیں اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہود و منافقین کی طرح ظلم و عدوان اور نبی کریم ﷺ کی عدم اطاعت کے بارے میں سرگوشی سے منع فرمایا ہے، کیونکہ یہ مومن کی شان کے خلاف بات ہے اور انھیں نصیحت کی ہے کہ اگر وہ سرگوشی کریں تو ایسی باتوں کی کریں کہ جن میں اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی ہو اور اللہ کی بندگی اور اس کے رسول کی اطاعت کی بات ہو۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ مسلمان اپنے دشمنوں یعنی یہود و منافقین کی سرگوشیوں سے پریشان نہ ہوں۔ انھیں شیطان سرگوشیوں پر ابھارتا ہے، تاکہ مسلمانوں کو غم و فکر لاحق ہو، لیکن انھیں ان سرگوشیوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، الا یہ کہ جو اللہ چاہے۔ اس لیے مومنوں کو دشمنوں کی سرگوشیوں سے غمگین نہیں ہونا چاہیے اور اپنے رب کی نصیحتوں پر عمل پیرا ہو کر اسی پر بھروسا کرنا چاہیے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو دشمن کی چالیں ناکام ہوں گی اور انھیں منہ کی کھانا پڑے گی۔

احادیث میں سرگوشی سے ممانعت آئی ہے، جب اس سے کسی مومن کو ایذا پہنچتی ہو، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم تین آدمی ہو تو ایک کو علیحدہ چھوڑ کر دو سرگوشی نہ کریں، یہاں تک کہ تم لوگوں سے گھل مل جاؤ (یعنی اگر تم تین سے زیادہ ہو تو پھر دو سرگوشی کر سکتے ہیں)، کیونکہ اس سے تیسرے کو رنج ہو گا۔'' [بخاري، كتاب الاستئذان، باب إذا كانوا أكثر من ثلاثة فلا بأس بالمسارة والمناجاة : ۶۲۹۰۔ مسلم، كتاب السلام، باب تحريم مناجاة الاثنين دون الثالث بغير رضاه : ۲۱۸۴]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم تین ہو تو (تیسرے کی اجازت کے بغیر) دو آپس میں سرگوشی نہ کریں، کیونکہ یہ (بات) اسے غم ناک کر دے گی۔“ [مسلم، کتاب السلام، باب تحریم مناجاۃ الاثنین دون الثالث ...... الخ : ۲۱۸۳]

اگر لوگ تین سے زیادہ ہوں، تو ان میں سے دو آپس میں سرگوشی کر سکتے ہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی کی تھی، جس سے ایک بار تو وہ رونے لگیں اور دوسری دفعہ ہنس دیں اور اس وقت آپ کی بیویاں آپ کے پاس موجود تھیں۔ [بخاری، کتاب الاستئذان، باب من ناجی بین الناس ...... الخ : ٦٢٨٥]

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا۟ فِى ٱلْمَجَٰلِسِ فَٱفْسَحُوا۟ يَفْسَحِ ٱللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ ٱنشُزُوا۟ فَٱنشُزُوا۟ يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کھل جاؤ تو کھل جاؤ، اللہ تمھارے لیے فراخی کر دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو جاؤ، اللہ ان لوگوں کو درجوں میں بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم دیا گیا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔“

اس آیت میں آداب مجلس کی تعلیم دی گئی ہے۔ کچھ لوگ جب کسی کو آتا دیکھتے تو اسے جگہ دینے سے کتراتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں نصیحت کی کہ وہ ایک دوسرے کے لیے وسعت پیدا کریں اور اس کا اجر و ثواب یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے جگہ، روزی اور سینوں میں کشادگی دے گا۔ آیت کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومنو! جب تمھیں جہاد، نماز یا کسی بھی عمل خیر کے لیے کہا جائے کہ مجالس میں اپنی جگہ سے اٹھ جاؤ، یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس سے تمھیں اٹھ جانے کے لیے کہا جائے، تاکہ تم اپنی طویل بیٹھک سے انھیں پریشان نہ کرو تو تمھیں فوراً بات مان لینی چاہیے۔ اس کا اجر و ثواب اللہ نے یہ بتایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں گے، یعنی ان کی اطاعت کریں گے اور اللہ کے احکام کا علم حاصل کر کے ان کے مطابق عمل کریں گے، تو اللہ دنیا و آخرت دونوں جگہ ان کے درجات بلند کرے گا۔ آداب مجلس کے سلسلہ میں وارد چند احادیث درج ذیل ہیں۔

سیدنا ابو واقد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، لوگ بھی آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں تین آدمی آئے۔ ان میں سے دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور ایک چل دیا۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے مجلس میں کچھ خالی جگہ دیکھی اور وہاں بیٹھ گیا، دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ موڑ کر جا رہا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (وعظ سے) فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ”کیا میں

تمھیں تین آدمیوں کا حال نہ بتاؤں، ان میں سے ایک نے اللہ سے جگہ طلب کی، اللہ نے اس کو جگہ دے دی، دوسرے نے شرم کی تو اللہ نے بھی اس سے شرم کی اور تیسرے نے منہ پھیر لیا، تو اللہ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب من قعد حیث ینتھی به المجلس ...... الخ : ٦٦۔ مسلم، کتاب السلام، باب من أتى مجلسًا فوجد فرجة فجلس فیھا و إلا ورائھم : ۲۱۷٦]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی آدمی (مجلس میں بیٹھے ہوئے) کسی شخص کو اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھے، بلکہ تم پھیل جاؤ اور (دوسروں کو) جگہ دو۔“ [مسلم، کتاب السلام، باب تحریم إقامة الإنسان من موضعه ...... الخ : ۲۱۷۷/۲۸۔ بخاری، کتاب الاستئذان، باب ﴿ إذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا ﴾ : ٦۲۷۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہو، پھر لوٹ کر آئے تو وہ اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔“ [مسلم، کتاب السلام، باب إذا قام من مجلسه ثم عاد فهو أحق به : ۲۱۷۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھتی ہے، پھر وہ لوگ اس مجلس میں نہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، تو وہ مجلس قیامت کے دن ان کے لیے باعث حسرت ہو گی۔“ [مسند أحمد : ۲/٤۸۱، ح : ۱۰۲٥٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا، پھر بھی وہ آپ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کو برا جانتے ہیں۔ [ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی کراھیة قیام الرجل للرجل : ۲۷٥٤]

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ : ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نافع بن عبد الحارث نے مقام ”عسفان“ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں مکہ مکرمہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ وادی مکہ میں اپنا قائم مقام کس کو بنا کر آئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں ابن ابزیٰ کو قائم مقام بنا کر آیا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، ابن ابزیٰ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ وہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ایک آزاد کردہ غلام کو اپنا قائم مقام بنا آئے ہو؟ انھوں نے عرض کی، امیر المومنین! اس لیے کہ وہ کتاب اللہ کا قاری ہے، میراث کا عالم ہے اور قاضی ہے۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”اس کتاب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو سر بلندی عطا فرما دیتا ہے اور کچھ کو اس سے (اعراض کرنے کی وجہ سے) پست کر دیتا ہے۔“ [مسند أحمد : ۱/۳٥، ح : ۲۳٤]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ

ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ پیش کرو، یہ تمھارے لیے زیادہ اچھا اور زیادہ پاکیزہ ہے، پھر اگر نہ پاؤ تو یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔کیا تم اس سے ڈر گئے کہ اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقے پیش کرو، سو جب تم نے ایسا نہیں کیا اور اللہ نے تم پر مہربانی فرمائی تو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

یہ آیت بعض منافقین کے بارے میں نازل ہوئی، جن کی یہ عادت تھی کہ محض اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے اور بڑائی جتانے کی خاطر آپ سے سرگوشی شروع کر دیتے اور بے کار باتوں میں آپ کا وقت ضائع کر دیتے تھے، اس وجہ سے دوسروں کو آپ سے استفادہ کا وقت کم ملتا تھا۔ آپ ہر ایک کی بات سننے کو تیار ہو جاتے اور مروت اور اخلاق کی وجہ سے کسی کو منع نہ فرماتے۔ اس سے کئی قسم کے نقصان ہو رہے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے خود ہی ایسی آزادی پر پابندی لگا دی اور آپ سے سرگوشی سے پہلے صدقہ دینے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ منافقین مخلص نہ ہونے کی وجہ سے اور مال کی محبت میں سرگوشی سے رک گئے۔ لیکن غریب مسلمانوں پر یہ حکم شاق گزرا، وہ نبی کریم ﷺ سے ضروری مسائل پوچھنا چاہتے، لیکن صدقہ کے لیے مال نہ ہونے کی وجہ سے آپ سے بات نہ کر پاتے۔ چنانچہ چند ہی دنوں بعد صدقہ دینے کا حکم منسوخ ہو گیا اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ نبی کریم ﷺ سے بات کرتے وقت ان کا غایت درجہ احترام کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دینا تمھارے لیے ہر طرح سے بہتر ہے، تمھیں اس کا کئی گنا اجر و ثواب ملے گا اور تمھارے غریب مسلمان بھائیوں کا بھلا ہو گا۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ اگر صدقہ دینے کے لیے تمھارے پاس مال نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ یہ کام مسلمانوں کے لیے شاق تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا ہے۔ اب تم نمازوں کو قائم رکھو، زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو، یعنی فرائض و احکام کی پابندی اس صدقے کا بدل بن جائے گی، جسے اللہ تعالیٰ نے تمھاری تخفیف کے لیے معاف فرما دیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لَا مِنْهُمْ ۙ وَ يَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا

يَعْمَلُوْنَ ⑮ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑯
لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ⑰

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے ان لوگوں کو دوست بنا لیا جن پر اللہ غصے ہو گیا، وہ نہ تم سے ہیں اور نہ ان سے اور وہ جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے بہت سخت عذاب تیار کیا ہے، بے شک یہ لوگ، برا ہے جو کچھ کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ایک طرح کی ڈھال بنا لیا، پس انھوں نے اللہ کی راہ سے روکا، سو ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ ان کے اموال اللہ کے مقابلے میں ہرگز ان کے کسی کام نہ آئیں گے اور نہ ہی ان کی اولاد۔ یہ لوگ آگ میں رہنے والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی تردید فرمائی ہے جو خفیہ طور پر کفار سے دوستی رکھتے تھے، لیکن درحقیقت وہ نہ کفار کے ساتھ تھے اور نہ مومنوں کے ساتھ، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴾ [النساء : ۱۴۳] ''اس کے درمیان متردد ہیں، نہ ان کی طرف ہیں اور نہ ان کی طرف اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہ پائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ ﴾ [الحشر : ۱۱] ''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے منافقت کی، وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنھوں نے اہل کتاب میں سے کفر کیا، یقیناً اگر تمھیں نکالا گیا تو ضرور بالضرور ہم بھی تمھارے ساتھ نکلیں گے۔''

منافقین نے اسلام دشمنی میں یہودیوں کو اپنا دوست بنا رکھا تھا۔ یہودیوں سے ان کی دوستی بھی ذاتی مفاد کے لیے تھی اور ایمان والوں سے اپنے ایمان کا اقرار بھی مطلب کے لیے تھا۔ حقیقت میں نہ وہ یہودیوں کے دوست تھے اور نہ ایمان والوں کے۔ ان کے لیے اللہ نے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ وہ اس سے بچ نہیں سکتے، اگرچہ دنیا میں جھوٹی قسمیں کھا کر سزا سے بچ جاتے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں کو سزا سے بچنے کے لیے ڈھال بنا رکھا ہے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روک رہے ہیں، ان کے لیے ذلت آمیز عذاب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۱] ''جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ بلاشبہ تو یقیناً اس کا رسول ہے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۫ وَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

یَکْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ لِتَرْضَوْا عَنْھُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴾ [التوبة : ۹۵، ۹۶] ''عنقریب وہ تمھارے لیے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے، تاکہ تم ان سے توجہ ہٹا لو۔ سو ان سے بے توجہی کرو، بے شک وہ گندے ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اس کے بدلے جو وہ کماتے رہے ہیں۔ تمھارے لیے قسمیں کھائیں گے، تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔''

آخری آیت میں فرمایا کہ اس دن ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابلے میں ان کے کسی کام نہیں آئے گی اور ان کا ٹھکانا ہمیشہ کے لیے جہنم ہوگا۔

یَوْمَ یَبْعَثُھُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَہٗ کَمَا یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ عَلٰی شَیْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّھُمْ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾

''جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو وہ اس کے سامنے قسمیں کھائیں گے جس طرح تمھارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور گمان کریں گے کہ بے شک وہ کسی چیز پر (قائم) ہیں، سن لو! یقیناً وہی اصل جھوٹے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں دوبارہ زندہ کرے گا، تو نفاق میں اپنی مہارت اور رسوخ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی اپنی صداقت و اخلاص ثابت کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھانے لگیں گے کہ جس طرح دنیا میں جھوٹی قسموں کے ذریعے سے مسلمانوں کو باور کراتے تھے کہ وہ بھی مخلص مسلمان ہیں، لیکن اس بات کو بھول جائیں گے کہ وہ آخرت میں جھوٹی قسمیں اس علام الغیوب کے سامنے کھا رہے ہیں کہ جس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہوں گے کہ ان کی جھوٹی قسمیں انھیں کچھ فائدہ پہنچائیں گی۔ آخر میں پھر فرمایا کہ ان سے بدترین جھوٹا اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ اپنی جھوٹی قسموں کے ذریعے سے علام الغیوب کو اپنے سچے ہونے کا یقین دلانا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کی قسموں کا اب کوئی اعتبار نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَکُمْ لِیُرْضُوْکُمْ ۚ وَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴾ [التوبة: ٦٢] ''تمھارے لیے اللہ کی قسم کھاتے ہیں، تاکہ تمھیں خوش کریں، حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے خوش کریں، اگر وہ مومن ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجروں میں سے ایک حجرے کے سائے میں تشریف فرما تھے اور صحابہ بھی آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ سائے والی جگہ کم تھی اور لوگ بمشکل اس میں پناہ لیے بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: ''دیکھو! ابھی تمھارے پاس ایک شخص آئے گا جو تمھاری طرف شیطانی نگاہ سے دیکھتا ہے، وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔'' چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں ایک نیل گوں آنکھوں والا شخص آگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے

پاس بلا کر فرمایا: ''تو اور فلاں فلاں مجھے گالیاں کیوں دیتے ہو؟'' آپ نے ان کے نام لیے۔ اس نے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیں، میں انھیں لے کر آتا ہوں، پھر وہ انھیں لے کر آیا اور انھوں نے اللہ کی قسمیں کھائیں (کہ ہم نے ایسی کوئی بات نہیں کی) اور انھوں نے آپ سے معذرت کی۔ چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ﴾ [المجادلة : ١٨][مسند أحمد : ٢٦٧/١، ح : ٢٤١١۔ مستدرك حاكم : ٤٨٢/٢، ح : ٣٧٩٥]

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

''شیطان ان پر غالب آ گیا، سو اس نے انھیں اللہ کی یاد بھلا دی، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ سن لو! یقیناً شیطان کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے دل و دماغ پر شیطان مسلط ہو گیا ہے، جس کے سبب جھوٹ بولنا ان کی فطرت ثانیہ بن گئی ہے۔ وہ دنیا کی رنگینیوں اور عارضی لذتوں میں ڈوب کر اللہ کی یاد سے یکسر غافل ہو گئے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ جو اوصاف رذیلہ اور صفاتِ خبیثہ اوپر بیان کی گئی ہیں، ان سے متصف لوگ ہی دراصل شیطان کی جماعت کے لوگ ہیں، جو زمین میں فساد پھیلانے میں اس کی پیروی کرتے ہیں، لیکن انھیں جان لینا چاہیے کہ شیطان ان کے کام نہیں آئے گا اور وہ دونوں جہاں کی سعادتوں سے محروم رہیں گے۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ : سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کسی بستی یا جنگل میں تین شخص بھی ہوں اور ان میں نماز با جماعت کا اہتمام نہ ہو، تو شیطان ان پر مسلط جاتا ہے۔ سو تو جماعت کو لازم پکڑے رہ، بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو۔'' سائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہاں جماعت سے مراد نماز باجماعت ادا کرنا ہے۔ [أبو داوٗد، كتاب الصلوة، باب التشديد في ترك الجماعة : ٥٤٧۔ نسائي، كتاب الإمامة، باب التشديد في ترك الجماعة : ٨٤٨۔ مسند أحمد : ١٩٦/٥، ح : ٢١٧٦٨]

ابو العلاء سے روایت ہے کہ سیدنا عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! شیطان میرے اور میری نماز و قراءت میں حائل ہو جاتا ہے اور مجھے قرآن بھلا دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس شیطان کا نام 'خنزب' ہے جب تجھے اس شیطان کا اثر معلوم ہو تو اس سے اللہ کی پناہ مانگ اور (نماز کے اندر ہی) اپنی بائیں طرف تین بار تھوک لے۔'' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ایسا ہی کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کو مجھ سے دور کر دیا۔ [مسلم، كتاب السلام، باب التعوذ من شيطان الوسوسة في الصلوة : ٢٢٠٣]

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾

”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہی سب سے زیادہ ذلیل ہونے والوں میں سے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول کے ساتھ دشمنی رکھنے والے کفار کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ ذلیل ترین لوگ ہیں، انھیں کبھی عزت نہیں مل سکتی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۚ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ [المجادلۃ : ۵، ۶] ”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ذلیل کیے جائیں گے، جیسے وہ لوگ ذلیل کیے گئے جو ان سے پہلے تھے اور بلاشبہ ہم نے واضح آیات نازل کی ہیں اور کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر انھیں بتائے گا جو انھوں نے کیا۔ اللہ نے اسے محفوظ رکھا اور وہ اسے بھول گئے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبۃ : ٦٣] ”کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے تو بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے، یہی بہت بڑی رسوائی ہے۔“

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾

”اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ محفوظ میں یہ حکم درج فرما دیا ہے، اس کی نہ مخالفت کی جا سکتی ہے، نہ اسے ٹالا جا سکتا ہے اور نہ اسے کوئی بدل سکتا ہے کہ دنیا و آخرت میں فتح و نصرت صرف اس کی ذات پاک کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسولوں کے لیے اور مومنوں کے لیے ہے اور اچھا انجام بھی پرہیز گاروں ہی کا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴾ [المؤمن : ۵۱] ”بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۚۖ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۪ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ [الصافات : ۱۷۱ تا ۱۷۳] ”اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے طے ہو چکی۔ کہ بے شک وہ، یقیناً وہی ہیں جن کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آنے والا ہے۔“

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ

كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾

ع ۴

''تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔''

اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کا ذکر کیے جانے کے بعد اب ان اہل ایمان کا ذکر کیا جا رہا ہے جو کسی بھی حال میں اللہ کے دشمنوں سے دوستی نہیں کرتے۔ اس لیے کہ ایمان باللہ اور اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتی۔ مقصود اس آیت کریمہ سے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کی دوستی سے ممانعت میں مبالغہ ہے۔ یعنی مومن کو کافروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور ان کے ساتھ اختلاط سے بالکل اجتناب کرنا چاہیے اور اس معاملے میں مومن کے دل میں ذرا سی بھی لچک پیدا نہیں ہونی چاہیے۔ اسی بات کو مبالغہ کی حد تک ذہن نشین کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چاہے وہ اللہ کے دشمن تمھارے باپ، بیٹے اور بھائی یا دیگر قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ ایمان مومن سے تقاضا کرتا ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے کسی طرح کا تعلق نہ رکھا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ [آل عمران : ۲۸] ''ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح بچنا اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ

فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبۃ: ۲۳، ۲۴] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے) روایت بیان کرتے ہیں کہ جب (غزوۂ بدر میں) قیدی گرفتار ہو کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ”تمھاری ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟“ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے نبی! وہ ہمارے چچا زاد اور ہماری برادری کے لوگ ہیں، لہٰذا میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں، اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ اس مال سے کافروں کے مقابلے میں ہماری دفاعی قوت مضبوط ہوگی۔ دوسرا فائدہ یہ کہ ممکن ہے اللہ ان قیدیوں کو اسلام کی طرف لا کر ہدایت سے نواز دے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے) پوچھا: ”اے ابن خطاب! تمھاری کیا رائے ہے؟“ عمر رضی اللہ عنہ نے (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے کی نفی کرتے ہوئے) کہا، نہیں، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میری رائے وہ نہیں ہے جو ابو بکر کی ہے، میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان قیدیوں کو ہمارے سپرد کر دیں تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ علی کا بھائی عقیل اس کے سپرد کیا جائے، وہ اس کی گردن اڑائے اور میرے فلاں عزیز کو میرے سپرد کیجیے، میں اس کی گردن اڑاتا ہوں، کیونکہ یہ لوگ کفر کے سردار اور کفار کے رؤسا ہیں۔ [مسلم، كتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر و إباحة الغنائم : ۱۷۶۳]

اللہ تعالیٰ نے ایسے مومنوں کے بارے میں فرمایا کہ اس نے ان کے دلوں میں ایمان کو راسخ کر دیا ہے اور دنیا میں انھیں اپنی نصرتِ خاص سے نوازا ہے، یعنی ان کے دشمنوں کو مغلوب کیا ہے۔ آخرت میں ان کا مقام جنت ہوگا جس کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کا اللہ ان سے راضی ہو جائے گا۔ ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے گا اور مومنین اپنے رب کی گونا گوں نعمتیں پا کر خوش ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں یہی لوگ اللہ کی جماعت کے افراد ہیں اور اللہ کی جماعت کے لوگ ہی دنیا اور آخرت میں سعادت اور کامیابی پانے والے ہیں۔

سورۃ الحشر مدنیۃ

سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۂ حشر کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[بخاری، کتاب التفسیر، بابٌ : ۴۸۸۲۔ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی سورة براءة والأنفال والحشر : ۳۰۳۱]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

"اللہ کا پاک ہونا بیان کیا ہر چیز نے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں جتنے حیوانات، نباتات اور جمادات ہیں، سب اللہ کی پاکی اور بڑائی بیان کرتے ہیں اور اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ وہ ذات برحق اپنے لیے کسی قسم کے ساجھی اور اولاد وغیرہ سے پاک ہے۔ وہ اکیلا ہے اور ہر قسم کی عبادت کا تنہا حق دار ہے۔ ربوبیت، الوہیت، علم، قدرت اور مخلوقات کی تدبیر میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ۚ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ﴾ [بنی إسرائیل : ۴۴] "ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔"

هُوَ الَّذِيْۤ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا
ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ

لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَ اَيْدِی الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ۲

''وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا پہلے اکٹھ ہی میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تم نے گمان نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور انھوں نے سمجھ رکھا تھا کہ یقیناً ان کے قلعے انھیں اللہ سے بچانے والے ہیں۔تو اللہ ان کے پاس آیا جہاں سے انھوں نے گمان نہیں کیا تھا اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں کے ساتھ برباد کر رہے تھے، پس عبرت حاصل کرو اے آنکھوں والو!''

اس آیت میں اہل کتاب کافروں سے مراد بنونضیر ہیں جو ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ یہ لوگ رومانیوں کے ظلم سے تنگ آ کر مدینہ چلے آئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انتظار کرتے تھے، لیکن جب آپ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آپ سے دشمنی کرنے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپ نے انھیں مدینہ سے جلا وطن کر دیا۔ اس آیت میں ''اول حشر'' سے مراد مدینہ سے خیبر کی طرف جلا وطن ہونا اور دوسرا حشر خیبر سے شام کی طرف ان کی جلاوطنی ہے جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ہوئی۔ آخری حشر قیامت کے دن ہوگا اور سرزمین شام ہی میدانِ محشر بنے گی۔

بنونضیر کے قلعے بڑے مضبوط تھے اور وہ اپنی حفاظت کے لیے ہر طرح کا ساز و سامان بھی رکھتے تھے، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ اپنے محلات اور قلعے چھوڑ کر جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [النحل : ٢٦] ''یقیناً ان لوگوں نے تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے تو اللہ ان کی عمارت کو بنیادوں سے آیا۔ پس ان پر ان کے اوپر سے چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ انھوں نے اپنی جلاوطنی قبول کر لی اور اپنے گھروں اور مال و دولت کو چھوڑ کر وہاں سے ہمیشہ کے لیے نکل گئے۔ آگے فرمایا کہ جب انھیں اپنی جلاوطنی کا یقین ہو گیا تو سوچا کہ اب ان گھروں پر مسلمان قابض ہو جائیں گے، اس لیے انھوں نے شدتِ حسد میں ان گھروں کو اندر سے خراب کرنا شروع کر دیا، جبکہ مسلمان انھیں مزید تکلیف پہنچانے کے لیے ان گھروں کو باہر سے خراب کرنے لگے اور ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹنے لگے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت کی ہے کہ زمین میں فساد پھیلانے والوں پر کس طرح اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے اور اللہ کے وعدۂ نصرت و تائید اور اپنے دشمنوں کے لیے انجامِ بد کی وعید دونوں میں کتنی صداقت ہوتی ہے۔

وَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمُ الۡجَلَآءَ لَعَذَّبَہُمۡ فِی الدُّنۡیَا ؕ وَ لَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابُ النَّارِ ﴿۳﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ شَآقُّوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ۚ وَ مَنۡ یُّشَآقِّ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۴﴾

’’اور اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر جلا وطن ہونا لکھ دیا تھا تو یقیناً وہ انھیں دنیا میں سزا دیتا اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ کی مخالفت کرے تو بلا شبہ اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ان کی قسمت میں جلاوطنی نہ لکھ دی گئی ہوتی تو اللہ تعالیٰ بنو قریظہ کی طرح انھیں بھی دنیا میں قید و بند اور قتل کی سزا دیتا اور آخرت میں جہنم کی آگ تو ان کا انتظار کر ہی رہی ہے۔ وہ اس دنیاوی اور اخروی سزا اور عذاب کے مستحق اس لیے ہوئے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور تمام وعدوں کو توڑ دیا اور جن کے کرتوت ایسے ہوتے ہیں تو اللہ انھیں دنیا اور آخرت دونوں جگہ بڑا ہی سخت عذاب دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ شَآقُّوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ۚ وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴾ [الأنفال: ۱۳] ’’یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴾ [النساء : ۱۱۵] ’’اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔‘‘

مَا قَطَعۡتُمۡ مِّنۡ لِّیۡنَۃٍ اَوۡ تَرَکۡتُمُوۡہَا قَآئِمَۃً عَلٰۤی اُصُوۡلِہَا فَبِاِذۡنِ اللّٰہِ وَ لِیُخۡزِیَ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۵﴾

’’جو بھی کھجور کا درخت تم نے کاٹا، یا اسے اس کی جڑوں پر کھڑا چھوڑا تو وہ اللہ کی اجازت سے تھا اور تاکہ وہ نافرمانوں کو ذلیل کرے۔‘‘

جب رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا تو انھیں ذلیل و رسوا کرنے اور ان کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ان کی کھجوروں کے بعض درخت کاٹ ڈالیں۔ چنانچہ انھوں نے بعض درخت کاٹ ڈالے، تو بنو نضیر نے رسول اللہ ﷺ کو کہلا بھیجا کہ تم تو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے ہو، پھر درختوں کو کاٹنے کا

کیسے حکم دیتے ہو؟ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آپ کے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فعل کو جائز قرار دیا، بلکہ یہ کہا کہ جو کچھ ہوا اللہ کے حکم سے ہوا اور اس لیے ہوا تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول کے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کرے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کی کھجوروں کے باغات کٹوا دیے تھے اور ان کے درختوں کو کٹوا دیا تھا، یہ باغات مقام بویرہ میں تھے۔[بخاري، كتاب المغازي، باب حديث بني النضير ...... الخ : ۴۰۳۱۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب جواز قطع أشجار الكفار و تحريقها : ۱۷۴۶]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنونضیر اور بنوقریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کی۔ آپ نے بنونضیر کو جلاوطن کر دیا اور بنوقریظہ کو احسان کرتے ہوئے مدینہ ہی میں رہنے دیا۔ بالآخر اس کے بعد جب یہ (دوبارہ) مقابلے پر آئے (اور منہ کی کھائی) تو ان کے لڑنے والے مرد تو قتل ہوئے اور عورتیں، بچے اور مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیے گئے۔ ہاں! جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ایمان لائے وہ بچ رہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے تمام یہودیوں کو نکال دیا، بنوقینقاع کو بھی جن میں سے سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے اور بنو حارثہ کو بھی اور سب یہودیوں کو جلاوطن کیا۔[مسلم، كتاب الجهاد، باب إجلاء اليهود من الحجاز : ۱۷۶۶۔ بخاري، كتاب المغازي، باب حديث بني النضير ...... الخ : ۴۰۲۸]

وَ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَاۤ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝۶ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝۷

’’اور جو (مال) اللہ نے ان سے اپنے رسول پر لوٹایا تو تم نے اس پر نہ کوئی گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلط کر دیتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ جو کچھ بھی اللہ نے ان بستیوں والوں سے اپنے رسول پر لوٹایا تو وہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے، تا کہ وہ تم میں سے مال داروں کے درمیان ہی گردش کرنے والا نہ ہو اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔‘‘

بعض صحابہ نے چاہا کہ بنونضیر کے چھوڑے ہوئے اموال دیگر اموالِ غنیمت کی طرح ان کے درمیان تقسیم کر دیے جائیں، حالانکہ وہ اموال غنیمت نہیں تھے، اس لیے کہ اس کے لیے صحابہ کرام کو جنگ نہیں لڑنا پڑی تھی اور نہ دور دراز کا

سفر کرنا پڑا تھا، بلکہ صرف دو میل کی مسافت پیدل چل کر بنو نضیر کے محلات تک پہنچ گئے اور انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، اس لیے بغیر کسی مزاحمت کے صرف چند دنوں کے بعد سب کچھ چھوڑ کر وہاں سے کوچ کر گئے۔ ایسے مال کو فقہ اسلامی کی اصطلاح میں ''مالِ فے'' کہا جاتا ہے اور وہ مالِ غنیمت کی طرح تقسیم نہیں کیا جاتا، بلکہ نبی کریم ﷺ کو اختیار تھا کہ وہ جیسے چاہیں اس میں تصرف کریں۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ اس مال کا حکم یہ ہے کہ یہ اموال اللہ، اس کے رسول اور رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہیں۔ ایسا نہیں کہ اسے بھی مالِ غنیمت کی طرح تقسیم کر دیا جائے، تاکہ مال دار مزید آسودہ حال بن جائیں اور فقرا صحابہ کی محتاجی دور نہ ہو۔

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ : یعنی یہ حکم اس لیے دیا جا رہا ہے، تاکہ یہ مال و متاع تم میں جو مال دار ہیں انھی کے درمیان نہ گھومتا رہے، یعنی مجاہدین جو ہر لڑائی میں مال غنیمت حاصل کر کے مال دار ہو جائیں گے، یا جو پہلے ہی مال دار ہیں اور اپنی دولت کی وجہ سے بآسانی جہاد میں شرکت کرتے ہیں اور مال غنیمت حاصل کرتے ہیں، انھی میں گردش نہ کرتا رہے بلکہ کچھ غریبوں کو بھی ملتا رہے، تاکہ ان کی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں اور وہ محتاج نہ رہیں۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ انھیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو ملے اس پر راضی رہنا چاہیے اور اگر آپ ﷺ انھیں کچھ بھی نہ دیں تب بھی اس فیصلے پر انھیں راضی رہنا چاہیے۔ اس حکم میں اموال غنیمت، اموال فے اور دیگر تمام چیزیں داخل ہیں، بلکہ اس آیت کی روشنی میں تو نبی کریم ﷺ سے منقول ہر صحیح حدیث قرآن کے حکم میں داخل ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر کے مال بطور مالِ فے کے خاص رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس کے لیے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔ آپ اس میں سے اپنے گھر والوں کو سال بھر کا خرچ دیتے تھے اور جو بچ رہتا اسے اللہ کے راستے میں آلاتِ جنگ اور سامانِ حرب میں خرچ کرتے۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ وما أفاء الله على رسوله ﴾ : ٤٨٨٥۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب حكم الفيء : ١٧٥٧]

مالک بن اوس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا اور میں دن چڑھے ان کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں ایک چوکی، جس پر کپڑا وغیرہ نہیں تھا، بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ایک چمڑے کے تکیے پر تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا، اے مالک! تمھاری قوم کے چند لوگ آئے ہیں۔ میں نے انھیں کچھ دیا ہے، تم اسے لے کر ان میں تقسیم کر دو۔ میں نے کہا، اچھا ہوتا، اگر آپ کسی اور کو یہ کام سونپتے۔ آپ نے فرمایا، نہیں، اے مالک تم ہی کرو۔ کہتے ہیں کہ اتنے میں آپ کا (دربان) یرفا آیا اور کہا اے امیر المومنین! سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا عبد الرحمن بن

عوف، سیدنا زبیر بن عوام اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تشریف لائے ہیں، کیا انھیں اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں! آنے دو۔ چنانچہ یہ حضرات تشریف لائے۔ یرفا پھر آیا اور کہا، امیر المومنین! سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اجازت ہے۔ یہ دونوں حضرات بھی تشریف لائے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، اے امیر المومنین! میرا اور ان کا فیصلہ کیجیے یعنی علی رضی اللہ عنہ کا، وہ دونوں اس جائداد کے بارے میں جھگڑ رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بنونضیر کے مال سے فے کے طور پر دی تھی۔ اس موقع پر علی اور عباس نے ایک دوسرے کو سخت سست کہا تو پہلے جو چاروں بزرگ آئے تھے، ان میں سے بھی بعض نے کہا، ہاں امیر المومنین! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجیے اور انھیں راحت پہنچایئے۔ مالک بن اوس نے کہا، میں جانتا ہوں کہ ان چاروں بزرگوں کو ان دونوں حضرات ہی نے اپنے سے پہلے یہاں بھیجا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ٹھہرو، پھر ان چاروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، تمھیں اللہ کی قسم! جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں، کیا تمھیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارا ورثہ بانٹا نہیں جاتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے'' اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد خود اپنی ذات تھی؟ ان چاروں نے اس کا اقرار کیا، پھر آپ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اس طرح قسم دے کر ان سے بھی سوال کیا اور انھوں نے بھی اقرار کیا، پھر آپ نے فرمایا، اب میں آپ لوگوں سے اس معاملہ میں گفتگو کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مال فے میں سے (جو بنونضیر سے ملا تھا) آپ کو خاص طور پر عطا فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا ہے: ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [الحشر : ٦] اور فرمایا، بنونضیر کے مال اللہ تعالیٰ نے بطور فے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیے تھے۔ اللہ کی قسم! نہ تو آپ نے تمھیں نظر انداز کر کے اس مال کو اپنے لیے خاص کیا اور نہ تم پر اس میں سے کسی کو ترجیح دی۔ پہلے اس مال میں سے تمھیں دیا اور تم میں اس کی تقسیم کی اور آخر پر جائداد بچ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اور اپنے اہل کا سال بھر کا خرچ اس میں سے لے لیتے تھے اور باقی بیت المال میں شامل کر دیتے تھے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تم کو قسم دیتا ہوں اس اللہ کی جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، کیا تمھیں یہ سب معلوم ہے؟ انھوں نے کہا، ہاں، پھر ان دونوں سے قسم دے کر پوچھا اور انھوں نے ہاں کہی، پھر فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اس طرح کرتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ والی بنے اور اس مال کو اپنی نگرانی میں لے کر وہی کچھ کیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ پھر تم دونوں خلیفۂ رسول کے پاس آئے، اے عباس! تم تو اپنی قرابت داری جتا کر اپنے چچازاد بھائی کے مال سے ورثہ طلب کرتے تھے اور یہ یعنی علی رضی اللہ عنہ اپنا حق جتا کر اپنی بیوی یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ان کے والد کے مال سے ورثہ طلب کرتے تھے۔ جس کے جواب میں تم دونوں سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''ہمارا ورثہ بانٹا نہیں جاتا، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔'' تم دونوں نے انھیں جھوٹا، گناہ گار، عہد شکن اور خائن جانا،

جبکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یقیناً راست گو، نیکوکار، رشد وہدایت والے اور تابع حق تھے۔ چنانچہ اس مال کی ولایت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کی۔ آپ کے فوت ہو جانے کے بعد آپ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ میں بنا اور وہ مال میری ولایت میں رہا۔ پھر آپ دونوں ایک صلاح سے میرے پاس آئے اور مجھ سے اسے مانگا، جس کے جواب میں، میں نے کہا کہ اگر تم اس شرط سے اس مال کو قبضہ میں کرو کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرچ کرتے تھے، تم بھی کرتے رہو گے تو میں تمھیں سونپ دیتا ہوں، تم نے اس بات کو قبول کیا اور یہ مال مجھ سے لے لیا۔ پھر تم جو اب آئے ہو تو کیا اس کے سوا کوئی اور فیصلہ چاہتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں قیامت تک اس کے سوا اس کا کوئی اور فیصلہ نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تم اپنے وعدے کے مطابق اس مال کی نگرانی اور اس کا استعمال نہیں کر سکتے تو تم اسے لوٹا دو، تاکہ میں خود اسے اس طرح خرچ کروں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کیا کرتے تھے اور جس طرح خلافت صدیقی میں اور آج تک ہوتا رہا ہے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر ...... الخ : ۴۰۳۳۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب حکم الفیئ : ۱۷۵۷/۴۹]

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو باتیں میں تمھیں بیان کرنے سے چھوڑ دوں، تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، (یعنی ان کی بابت کرید کرید کر مت پوچھو) اس لیے کہ تم سے پہلے لوگوں کو اسی چیز نے ہلاک کیا کہ وہ کثرت سے سوال کرتے اور اپنے پیغمبروں سے اختلاف کرتے تھے۔ اس لیے جب میں تمھیں کسی چیز سے روکوں تو تم اس سے (مکمل) اجتناب کرو اور جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو اسے اپنی طاقت کے مطابق بجا لاؤ۔“ [مسلم، کتاب الفضائل، باب توقیرہ ﷺ وترك أكثار سؤاله عما لا ضرورة إليه ...... الخ : ۱۳۳۷، بعد الحدیث : ۲۳۵۷]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بائیں ہاتھ سے (کھانا) کھایا، آپ نے اس سے فرمایا: ”اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔“ اس نے کہا، میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا: ”(اللہ کرے، اب) تو اس کی طاقت نہ رکھے۔“ اسے دائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے صرف تکبر ہی نے روکا تھا۔ پس (اس کے بعد) اس نے اپنے داہنے ہاتھ کو منہ تک نہیں اٹھایا (یعنی اٹھانے کے قابل ہی نہیں رہا)۔ [مسلم، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحکامها : ۲۰۲۱]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک بار فرمایا، اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اس عورت پر جو گدوائے اور جو گودے اور جو اپنی پیشانی کے بال اکھاڑے اور خوبصورتی کے لیے اپنے سامنے کے دو دانتوں میں کشادگی کرے اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی پیدائش کو بدلنا چاہے۔ یہ سن کر بنو اسد کی ایک عورت جس کا نام ام یعقوب تھا، وہ آپ کے پاس آئی اور پوچھا، کیا آپ نے اس طرح فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں، میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جو قرآن میں بھی موجود ہے؟ اس نے کہا، میں نے پورا قرآن، جتنا بھی دونوں جلدوں

کے درمیان ہے، اول سے آخر تک پڑھا ہے، لیکن میں نے تو یہ حکم کہیں نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا، اگر تو (سوچ سمجھ کر) پڑھتی تو ضرور پاتی، کیا تم نے یہ آیت: ﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ نہیں پڑھی؟ اس نے کہا، ہاں! یہ تو پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔[بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ ما آتكم الرسول فخذوه ﴾ : ٤٨٨٦۔ مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة ...... الخ : ٢١٢٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب میں تمھیں کسی چیز سے روکوں تو رک جاؤ اور جب میں تمھیں کسی چیز کے متعلق حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اسے بجا لاؤ۔'' [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ ...... الخ : ٧٢٨٨۔ مسلم، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر : ١٣٣٧]

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾

''(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مالِ فے میں جن لوگوں کا گزشتہ آیت میں حق بتایا گیا ہے، ان میں سب سے زیادہ اہتمام اور ہمدردی کے مستحق وہ مہاجر فقراء ہیں جنھوں نے اللہ کی رضا کی خاطر اور اس کے دین کی مدد کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ دیا اور مدینہ اس حال میں پہنچے کہ ان کے پاس نہ کھانے کے لیے روٹی تھی اور نہ تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا، مگر ان کے اخلاصِ عمل کے ذریعے سے ان کے دعوائے ایمان کی تصدیق ہوتی تھی۔ ان کا انگ انگ بتا رہا تھا کہ انھوں نے سب کچھ صرف اللہ کے لیے لٹایا ہے۔ اسی لیے اللہ نے انھیں ''صادقین'' کے لقب سے نوازا۔

وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۫ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۹﴾

''اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ

ہیں جو کامیاب ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ان کے دینی بھائیوں، یعنی انصار کو بھی کیا ہی خوب بنایا تھا اور ایثار و قربانی کے جذبہ سے کیسا نوازا تھا کہ اس نے اس آیت کریمہ میں ان کے لیے ایمانِ صادق، اپنے مہاجر بھائیوں سے سچی محبت اور جذبۂ ایثار و قربانی کی گواہی دی۔ فرمایا کہ جو مومنین دار الہجرت (مدینہ) میں پہلے سے آباد ہیں اور مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان و ایقان کی شمع ان کے دلوں میں روشن ہو چکی ہے، وہ تو اپنے مہاجر بھائیوں سے بڑی محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو کچھ بھی دے دیا جائے وہ لوگ اپنے دلوں میں ذرا بھی تنگی محسوس نہیں کرتے۔ اپنے گھروں میں حاجت و ضرورت ہونے کے باوجود ہمیشہ یہی چاہتے ہیں کہ ان کے مہاجر بھائی آرام سے رہیں اور ان کے بال بچوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ ان کی انھی صفات عالیہ اور اخلاق فاضلہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں فرمایا کہ ان کے دلوں سے مال کی محبت نکال دی گئی ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ذرا بھی نہیں کتراتے، اسی لیے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں دونوں جہاں کی سعادت و نیک بختی سے نوازے گا۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ : سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (زخمی ہونے کے بعد) فرمایا کہ میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کا حق ادا کرتا رہے (ان کی خاطر مدارت میں کمی نہ کرے) اور میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کرے کہ جنھوں نے نبی کریم ﷺ کی ہجرت سے پہلے مدینہ میں جگہ بنائی اور ایمان میں جگہ حاصل کی، ان کے بھلے لوگوں کی بھلائیاں قبول کرے اور ان کے خطا کاروں کی خطاؤں سے درگزر اور چشم پوشی کرے۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ والذين تبوء الدار والإيمان ﴾ : ٤٨٨٨]

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ : یعنی ان کے کرم و شرف کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ مہاجرین سے محبت کرتے اور اپنے اموال کے ساتھ ان کی دل جوئی کرتے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین نے ایک مرتبہ کہا، یا رسول اللہ! ہم نے تو دنیا میں ان انصار جیسے لوگ نہیں دیکھے، تھوڑے میں سے تھوڑا اور بہت میں سے بہت برابر ہمیں دے رہے ہیں۔ (ہمارا کل خرچ اٹھا رہے ہیں اور کبھی چہرے پر شکن بھی نہیں، بلکہ خدمت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، دیتے ہیں اور احسان نہیں رکھتے) کام کاج خود کرتے ہیں اور کمائی میں ہمیں شریک کرتے ہیں، اے اللہ کے رسول! ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا سارا اجر انھی کو نہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا: "نہیں نہیں، جب تک تم ان کی تعریف کرتے رہو گے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہو گے۔" [مسند أحمد : ۳/ ۲۰۰، ۲۰۱، ح : ۱۳۰۷۹]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انصاریوں کو بلا کر فرمایا: "میں بحرین کا علاقہ تمھارے نام لکھ دیتا ہوں۔" انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! جب تک آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا نہ دیں،

ہم اسے نہیں لیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا اگر نہیں لیتے تو دیکھو! آئندہ مجھ سے ملاقات ہونے تک صبر کرتے رہنا، میرے بعد ایسا وقت بھی آئے گا کہ اوروں کو دیا جائے گا اور تمھیں چھوڑ دیا جائے گا۔'' [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب قول النبي ﷺ للأنصار : اصبروا حتى تلقوني على الحوض : ۳۷۹۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصاریوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہمارے کھجوروں کے باغات ہم میں اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں!'' انصار نے (مہاجرین سے) کہا کہ تم ہمارا ہاتھ بٹاؤ، ہم تمھیں پھلوں کی پیداوار میں شریک کر لیتے ہیں۔ مہاجرین نے جواب دیا کہ ہم نے تمھاری یہ بات سنی اور مان لی۔ [بخاري، كتاب الحرث و المزارعة، باب إذا قال اكفني مؤونة النخل وغيره و تشركني في الثمر : ۲۳۲۵]

وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا : ''مِمَّاۤ اُوْتُوْا'' کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ ان کے بھائیوں کو دیا گیا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا: ''دیکھو! ابھی تمھارے پاس ایک جنتی شخص آنے والا ہے۔'' تھوڑی دیر میں ایک انصاری اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں لیے تازہ وضو کیے آرہے تھے اور داڑھی پر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یہی فرمایا اور وہی شخص اسی طرح آئے، تیسرے دن بھی آپ نے وہی فرمایا اور وہی شخص وہی پہلی حالت میں داخل ہوئے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما آج دیکھتے بھالتے رہے اور جب مجلس نبوی ختم ہوئی اور یہ بزرگ وہاں سے اٹھ کر چلے تو یہ بھی ان کے پیچھے ہو لیے اور انصاری سے کہنے لگے کہ مجھ میں اور میرے والد میں بول چال بند ہوگئی ہے، جس پر میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین دن تک اپنے گھر نہیں جاؤں گا، پس اگر آپ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں تو میں یہ تین دن آپ کے ہاں گزار لوں۔ انھوں نے کہا، بہت اچھا۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے یہ تین راتیں ان کے گھر میں ان کے ساتھ گزاریں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کی لمبی نماز بھی نہیں پڑھتے، صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی اپنے بستر ہی پر لیٹے لیٹے کر لیتے ہیں، یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لیے اٹھیں، ہاں یہ بات ضرور تھی کہ میں نے ان کے منہ سے سوائے کلمۂ خیر کے اور کچھ نہیں سنا۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہی ہلکا سا معلوم ہونے لگا۔ اب میں نے ان سے کہا، اے اللہ کے بندے! دراصل نہ تو میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی ایسی باتیں ہوئی تھیں اور نہ میں نے ناراضی کے باعث گھر چھوڑا تھا، بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی شخص آرہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے، تو میں نے ارادہ کر لیا کہ آپ کی خدمت میں کچھ دن رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپ ایسی کون سی عبادت کرتے ہیں، جو جیتے جی بہ زبان رسول اللہ ﷺ آپ کے جنتی ہونے کی یقینی خبر ہم تک پہنچ گئی۔ چنانچہ میں نے یہ بہانہ کیا اور تین رات تک آپ کے پاس رہا، تاکہ آپ

کے اعمال دیکھ کر میں بھی ویسے ہی عمل شروع کر دوں، لیکن میں نے آپ کو نہ کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا، نہ عبادت ہی میں اوروں سے بڑھا ہوا دیکھا، اب جا رہا ہوں لیکن اب آپ ہی بتائیے! آخر وہ کون سا عمل ہے جس نے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی زبانی جنتی بنایا؟ انھوں نے فرمایا، بس تم میرے اعمال کو تو دیکھ چکے، ان کے سوا اور کوئی خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں۔ چنانچہ میں ان سے رخصت ہو کر تھوڑی دور چلا تھا کہ انھوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا، ہاں میرا ایک عمل سنتے جاؤ، وہ یہ کہ میرے دل میں کسی مسلمان سے دھوکا بازی، حسد اور بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا، میں کبھی کسی مسلمان کا بدخواہ بھی نہیں بنا۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا، بس اب معلوم ہو گیا، اسی عمل نے آپ کو اس درجے تک پہنچایا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ہر ایک کے بس کی نہیں۔ [نسائی فی الکبریٰ : ۱۰۶۹۹۔ مسند أحمد : ۱۶۶/۳، ح : ۱۲۷۰۳]

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ : یعنی اپنی ضرورتوں پر دوسرے ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے ہیں اور اپنی ضرورت کے باوجود لوگوں کو مقدم رکھتے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے انصار کو بلایا کہ ان کو بحرین میں (جاگیر کی سند) لکھ دیں۔ انھوں نے کہا، قسم اللہ کی! ہم تو اس وقت تک (جاگیر) نہیں لیں گے، جب تک آپ ہمارے قریشی بھائیوں کو بھی ویسی ہی جاگیر کی سند نہ لکھ دیں۔ آپ نے فرمایا: ”جو اللہ چاہے گا ان کو بھی مل جائے گا۔“ انصار اصرار کرتے رہے کہ قریشی بھائیوں کے لیے بھی جاگیر کی سند لکھ دیں۔ آپ نے (انصار سے) فرمایا: ”تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسرے لوگوں کو تم پر ترجیح دی جائے گی، تو تم (آخرت میں) مجھ سے ملنے تک صبر کرنا۔“ [بخاری، کتاب الجزیة، باب ما أقطع النبی ﷺ من البحرین ...... الخ : ۳۱۶۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کون سا صدقہ افضل ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کم مال والے کا محنت مشقت کر کے دینا اور صدقہ دینے کی ابتدا ان لوگوں سے کرو جو تیرے پاس پرورش پا رہے ہیں۔“ [أبو داؤد، کتاب الزکوة، باب الرخصة فی ذٰلك : ۱۶۷۷۔ مسند أحمد : ۳۵۸/۲، ح : ۸۷۲۳]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال (رسول اللہ ﷺ کے پاس) لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ”تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی چھوڑا ہے؟“ تو انھوں نے کہا، میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔ [أبو داؤد، کتاب الزکوة، باب الرخصة فی ذٰلك : ۱۶۷۸۔ ترمذی، کتاب المناقب، باب رجاءه ﷺ أن یکون أبو بکر ممن یدعی من جمیع أبواب الجنة : ۳۶۷۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا، (یا رسول اللہ!) میں سخت حاجت مند ہوں۔ آپ نے اپنے گھروں میں ایک آدمی بھیجا، لیکن تمام گھروں سے جواب ملا کہ ہمارے پاس پانی کے علاوہ کچھ نہیں۔ تو آپ نے (دوسرے لوگوں سے) کہا: ”کوئی ہے جو آج کی رات انھیں اپنا مہمان رکھے؟“ ایک انصاری اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا، یا رسول اللہ! میں انھیں مہمان رکھوں گا۔ چنانچہ وہ انھیں لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا،

دیکھو! یہ رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہے، اس کی خاطر تواضع کرنا۔ بیوی نے کہا، گھر میں بچوں کے کھانے کے سوا اور کوئی چیز بھی نہیں۔ انصاری نے فرمایا، جو کچھ بھی ہے اسے لے آؤ اور چراغ جلا لو اور بچے اگر کھانا مانگتے ہیں تو انھیں سلا دو۔ بیوی کھانا لے آئی اور چراغ جلا دیا اور بچوں کو (بھوکا) سلا دیا۔ پھر وہ دکھا تو یہ رہی تھیں جیسے چراغ درست کر رہی ہوں، لیکن انھوں نے اسے بجھا دیا۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی مہمان پر ظاہر کرنے لگے کہ گویا وہ بھی ان کے ساتھ کھا رہے ہیں، لیکن ان دونوں نے (اپنے بچوں سمیت) رات فاقہ سے گزار دی۔ صبح کے وقت جب یہ انصاری شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمھارے اور تمھاری بیوی کے رات کے عمل پر ہنس پڑا، (یا فرمایا کہ اسے) پسند کیا۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؁ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [الحشر : ۹] '' اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔'' [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب قول الله عزوجل : ﴿ ويؤثرون على أنفسهم ...... الخ ﴾ : ۳۷۹۸۔ مسلم، كتاب الأشربة، باب إكرام الضيف وفضل إيثاره : ۲۰۵۴]

وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ : یعنی جو حرص و بخل سے سلامت رہا، وہ کامیاب و کامران ہو گیا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(آدمی کی حرص کا تو یہ حال ہے کہ) اگر اس کے پاس مال و دولت کی دو وادیاں ہوں تو یہ تیسری وادی کا خواہش مند ہو گا۔ آدمی کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھر سکتی، سوائے مٹی کے اور اللہ تو اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب ما يتقى من فتنة المال ...... الخ : ٦٤٣٦۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب لو أن لابن آدم واديين ...... الخ : ۱۰۴۸]

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دنیا کا مال بڑا خوش نما اور شیریں ہے، سو جو شخص اسے نیک نیتی سے لے تو اس میں اس کے لیے برکت دی جاتی ہے اور جو شخص حرص اور طمع کے ساتھ اسے لیتا ہے تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوتی، بلکہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ : هذا المال خضرة حلوة : ٦٤٤١]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ہو گا اور بخل سے بچو، اس لیے کہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل نے تباہ کر دیا۔ بخل و حرص نے ان کو اکسایا کہ اپنوں کا خون بہاؤ اور حرام کو حلال کر لو۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۸]

سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھے تمھارے متعلق فقر کا اندیشہ نہیں ہے، میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کر دی

گئی تھی، پھر تم دنیا کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو گے، جیسے انھوں نے کی تھی، پھر دنیا تم کو (آخرت سے) غافل کر دے گی جس طرح ان کو غافل کیا تھا۔“ [بخاري، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زهرة الدنیا والتنافس فیها : ٦٤٢٥]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کی پتھریلی زمین پر چلا جا رہا تھا، اتنے میں سامنے احد پہاڑ دکھائی دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابوذر!“ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے پاس اس پہاڑ جتنا سونا ہو، پھر میں تین دن سے زیادہ اس میں سے ایک اشرفی کے برابر سونا بھی اپنے پاس رہنے دوں، البتہ اگر مجھ پر کسی کا قرض ہو تو اس کے ادا کرنے کے لیے کچھ رکھ چھوڑوں (تو یہ اور بات ہے)۔“ [بخاري، کتاب الرقاق، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم : ما یسرني أن عندي مثل أحد هذا ذهبًا : ٦٤٤٤]

وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾ ع

”اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو مدینہ ہجرت کر کے اس وقت آئے جب اسلام قوی ہو چکا تھا، یعنی ان مہاجرین اولین کے بعد آئے کہ جنھیں ان کے گھروں سے اسلام کی وجہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ مہاجرین اولین اور انصار مدینہ کے بعد آنے والے مومنوں کا وتیرہ یہ ہوتا ہے کہ جب یہ لوگ اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں تو اپنے ساتھ اپنے تمام گزشتہ مسلمان بھائیوں کے لیے بھی دعا کرتے ہیں۔ نیز وہ ایمان والوں کے لیے دل میں کسی قسم کا بغض و کینہ نہیں رکھتے ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اے میرے بھتیجے! لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعائے مغفرت کریں، لیکن لوگوں نے انھیں برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ [مسلم، کتاب التفسیر، باب في تفسیر آیات متفرقة : ٣٠٢٢]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے متعلق فرمایا: ”ان سے محبت صرف مومن ہی کر سکتا ہے اور ان سے بغض رکھنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے اور جو ان سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔“ [بخاري، کتاب مناقب الأنصار، باب حب الأنصار من الإیمان : ٣٧٨٣۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن حب الأنصار و عليّ رضی اللہ عنهم من الإیمان ...... الخ : ٧٥]

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا ہے۔'' پھر آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب تعاون المؤمنین بعضهم بعضًا : ۶۰۲۶۔ مسلم ، کتاب البر والصلة ، باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم و تعاضدهم ...... الخ : ۲۵۸۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے۔ ٹوہ نہ لگاؤ، کسی کا عیب نہ ٹٹولو، حسد نہ کرو، قطع تعلقی نہ کرو، بغض نہ رکھو، قیمت بڑھانے کے لیے بولی نہ لگاؤ اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب ما ینهی عن التحاسد والتدابر ...... الخ : ۶۰۶۴۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظن ...... الخ : ۲۵۶۳/۳۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پھر ہر بندے کی، جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو، بخشش کر دی جاتی ہے، سوائے اس شخص کے کہ جس کے دل میں اپنے بھائی کے لیے بغض ہو۔ (ان کے متعلق) کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو جب تک یہ آپس میں صلح نہ کر لیں۔ ان دونوں کو چھوڑ دو، جب تک یہ آپس میں صلح نہ کر لیں، ان دونوں کو چھوڑ دو، جب تک یہ آپس میں صلح نہ کر لیں۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة ، باب النهی عن الشحناء : ۲۵۶۵]

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ﴿۱۲﴾ لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۱۳﴾

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے منافقت کی، وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنھوں نے اہل کتاب میں سے کفر کیا، یقیناً اگر تمھیں نکالا گیا تو ضرور بالضرور ہم بھی تمھارے ساتھ نکلیں گے اور تمھارے بارے میں کبھی کسی کی بات نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ضرور بالضرور ہم تمھاری مدد کریں گے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ یقیناً اگر انھیں نکالا گیا تو وہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور یقیناً اگر ان سے جنگ کی گئی تو وہ ان کی مدد نہ کریں گے اور یقیناً اگر انھوں نے ان کی مدد کی تو وہ ضرور بالضرور پیٹھیں پھیریں گے، پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے۔ بلاشبہ تم ان کے سینوں میں خوف کے اعتبار سے اللہ سے زیادہ سخت ہو، یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے۔''

اس آیت کریمہ کا تعلق بنونضیر کے محاصرہ اور پھر ان کی جلاوطنی سے ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی بستی کا محاصرہ کر لیا تو سرداران منافقین نے ان کو پیغام بھیجا کہ تم لوگ ثابت قدم رہو اور اپنے قلعوں سے نہ نکلو، ہم لوگ تمھیں مسلمانوں کے حوالے نہیں ہونے دیں گے اور اگر جنگ کی نوبت آئے گی تو تمھارے شانہ بہ شانہ جنگ کریں گے۔ اگر تمھیں مدینہ سے جانا پڑا تو ہم بھی تمھارے ساتھ جائیں گے۔ چنانچہ بنونضیر منافقین کے اسی جھوٹے وعدے کی وجہ سے کچھ دنوں تک تو ڈٹے رہے، لیکن جب انھوں نے ان کی طرف سے کوئی عملی اقدام نہ دیکھا تو اللہ کا ایسا کرنا ہوا کہ ان پر مسلمانوں کا شدید رعب اور دبدبہ طاری ہو گیا اور فوراً رسول اللہ ﷺ کو خبر کی کہ انھیں قتل نہ کیا جائے، بلکہ انھیں یہاں سے نکل جانے کی اجازت دے دی جائے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنے اونٹوں پر ہتھیار کے علاوہ جتنا سامان لے جا سکتے ہیں لے جائیں۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی کذب بیانی، افترا پردازی اور نفاق و بزدلی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے پہلے کب اپنے وعدوں کی پاسداری کی ہے کہ وہ بنی نضیر کا ساتھ دیتے اور ان کے ساتھ مل کر قتال کرتے؟ اگر بفرض محال انھیں مجبوراً قتال میں ان کا ساتھ دینا بھی پڑتا تو وہ کبھی ثابت قدم نہ رہتے، بلکہ انھیں میدان جنگ میں تنہا چھوڑ کر بھاگ پڑتے۔

آگے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمھاری تلواروں کی کاٹ سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ انھوں نے اللہ کا مقام سمجھا ہی نہیں، اسی لیے ان کے دل اللہ کے بجائے لوگوں کے خوف سے کانپتے ہیں، جو کسی بھی نفع و نقصان کی قدرت نہیں رکھتے۔ حقیقی سمجھ تو یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق کے مقام و مرتبہ کو سمجھے، اسی سے ڈرے، اسی سے امید رکھے اور اس کی محبت کو ہر شخص اور ہر چیز پر مقدم رکھے۔

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ : سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چار چیزیں جس شخص میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہو گی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ چار خصلتیں یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳٤۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۸]

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ : یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی نسبت وہ تم سے زیادہ ڈرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ﴾ [النساء : ۷۷] ''اچانک ان میں سے کچھ لوگ، لوگوں سے ڈرنے لگے، جیسے اللہ سے ڈرنا ہو، یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے مقابلہ میں رعب کی نعمت سے نوازا تھا، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں: ① مجھے ایک مہینے کی مسافت تک رعب کے ذریعے سے مدد دی گئی ہے۔ ② پوری زمین میرے لیے مسجد اور پاک بنا دی گئی ہے، سو میری امت میں سے جس شخص کے لیے (جہاں بھی) نماز کا وقت ہو جائے اسے چاہیے کہ (اسی مقام پر) نماز پڑھ لے۔ ③ میرے لیے غنیمت کے مال حلال کر دیے گئے ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کے لیے حلال نہیں کیے گئے تھے۔ (۴) مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی ہے۔ ⑤ ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جبکہ میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔'' [بخاری، کتاب التیمم، باب قول اللہ تعالیٰ : ﴿ فلم تجدوا ماءً...... الخ ﴾ : ۳۳۵۔ مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلوۃ : ۵۲۱]

لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِن وَرَآءِ جُدُرٍ ۚ بَأْسُهُم بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ﴿١٤﴾

''وہ اکٹھے ہو کر تم سے نہیں لڑیں گے مگر قلعہ بند بستیوں میں، یا دیواروں کے پیچھے سے، ان کی لڑائی آپس میں بہت سخت ہے۔ تو خیال کرے گا کہ وہ اکٹھے ہیں، حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں، یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔''

اس آیت کریمہ میں یہود اور منافقین کی بزدلی اور مسلمانوں سے ان کی مرعوبیت کا حال بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانو! ان میں تم سے آمنے سامنے برسرِ پیکار ہونے کی جرأت نہیں ہے، وہ تم پر دیواروں کی آڑ لے کر، یا بند قلعوں کے اندر ہی سے حملہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ وہ بڑی قوت و ہمت والے ہیں، تو وہ اس کا مظاہرہ آپس میں لڑتے وقت کرتے ہیں، لیکن جب ان کا سابقہ مسلمانوں سے پڑے گا تو ان کی ساری قوت جاتی رہے گی۔ اس لیے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرتا ہے اللہ اسے بزدل بنا دیتا ہے۔ اے میرے نبی! ان کا حال تو یہ ہے کہ آپ انھیں بظاہر متفق و متحد دیکھتے ہیں، لیکن ان کے دل ایک دوسرے سے مختلف اور بیگانہ ہیں۔ اس لیے کہ وہ عقل و خرد سے محروم ہیں، اسی لیے تو ایمان نہیں لاتے، جو حقیقی محبت واتحاد اور جمعیت کا ذریعہ ہے۔

كَمَثَلِ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ۖ ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٥﴾

''ان لوگوں کے حال کی طرح جو ان سے پہلے قریب ہی تھے، انھوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک سزا ہے۔''

بنونضیر کے یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کا جو فوری عذاب دنیا میں نازل ہوا، تو اس بارے میں ان کی مثال ان کفارِ قریش کی ہے جن پر میدان بدر میں اللہ کا عذاب نازل ہوا یا بنوقینقاع کے یہودیوں کی مثال ہے جنھیں ابھی کچھ ہی دنوں قبل ان کی بدعہدی اور شرارتوں کی وجہ سے مدینہ سے جلاوطن ہونا پڑا ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ ع

ع ۲ / ۵

''شیطان کے حال کی طرح، جب اس نے انسان سے کہا کفر کر، پھر جب وہ کفر کر چکا تو اس نے کہا بلاشبہ میں تجھ سے لاتعلق ہوں، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ پس ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ بے شک وہ دونوں آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی ظالموں کا بدلہ ہے۔''

جن منافقین نے بنونضیر کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا، ان سے جھوٹا وعدہ کیا کہ وہ ان کا ساتھ دیں گے اور اگر مدینہ چھوڑنے کی نوبت آئی تو وہ بھی ان کے ساتھ نکل جائیں گے، تو ان کی مثال شیطان کی سی ہے جس نے انسان کو دھوکا دیا اور کہا کہ تم اللہ کا انکار کر دو، میری پیروی کرو اور جب وقت آئے گا تو میں تمھاری مدد کے لیے تیار ہوں۔ جب انسان نے اس کی باتوں میں آکر اللہ کا انکار کر دیا، تو فوراً شیطان نے اس آدمی اور اس کے الحاد و کفر سے اپنی براءت کا اعلان کر دیا اور کہنے لگا کہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے تمھاری مدد کی تو وہ میری گرفت کرے گا۔ لیکن نہ شیطان کو اس کی براءت کام آئی اور نہ کافر کو وعدۂ شیطان اور وہ دونوں ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیے گئے۔ آگے فرمایا کہ اللہ اور اس کے بندوں کے حق میں ظلم کرنے والوں کا انجام ہمیشہ سے ایسا ہی ہوا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔''

اس آیت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی ہے کہ وہ ظاہر و پوشیدہ ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہیں۔ فرائض و واجبات کی ادائیگی کا اہتمام کریں اور محرمات و ممنوعات سے بچتے رہیں اور ہر وقت اپنی آخرت کی سدھار کی کوشش میں لگے رہیں۔ ہر دم یہ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور انھیں ریکارڈ میں لا رہا ہے، کوئی چیز اس کے علم

سے مخفی نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴾ [النبا : ٤٠] ''بلاشبہ ہم نے تمھیں ایک ایسے عذاب سے ڈرا دیا ہے جو قریب ہے، جس دن آدمی دیکھ لے گا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا اے کاش کہ میں مٹی ہوتا۔''

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورج طلوع ہو چکا تھا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن اور ننگے پیر تھے۔ انھوں نے گلے میں چمڑے کی عبائیں پہنی ہوئی تھیں اور اپنی تلواریں اپنی گردنوں میں حمائل کی ہوئی تھیں۔ یہ تمام لوگ قبیلہ مضر سے تھے۔ ان کی اس فقر و فاقہ کی حالت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کی رنگت کو متغیر کر دیا۔ آپ گھر تشریف لے گئے، پھر باہر آئے اور بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم دیا، چنانچہ اذان ہوئی، پھر اقامت ہوئی، آپ نے نماز پڑھائی اور خطبہ شروع فرمایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ [النساء : ١] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔'' پھر سورۂ حشر کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الحشر : ١٨] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔'' اور لوگوں کو خیرات دینے کی رغبت دلائی، جس پر لوگوں نے صدقہ دینا شروع کیا۔ کسی نے اشرفی دی، کسی نے درہم، کسی نے ایک صاع گیہوں اور کسی نے ایک صاع کھجور دینا شروع کیے، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ''اگر آدھی کھجور بھی دے سکتے ہو تو لے آؤ۔'' ایک انصاری ایک وزنی تھیلی، جسے وہ بمشکل اٹھائے ہوئے تھے، لے آئے، پھر تو لوگوں نے لگا تار جو کچھ دستیاب ہوا، لانا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ہر چیز کے ڈھیر لگ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اداس چہرہ کھل اٹھا اور مثل سونے کے چمکنے لگا، تب آپ نے فرمایا: ''جو بھی اسلام میں کسی کار خیر کو شروع کرے تو اسے اپنے عمل کا ثواب بھی ملتا ہے اور جو لوگ (اس کی دیکھا دیکھی) اس کے بعد وہ عمل کریں گے ان کا ثواب بھی اسے ملتا ہے اور اس سے ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ اسی طرح جو اسلام میں کسی برے (اور خلاف شرع) طریقے کو جاری کرے اس پر اسے اپنا گناہ بھی ملتا ہے اور ان لوگوں کا گناہ اسے ملتا ہے جو اس کے بعد (اس کی دیکھا دیکھی) وہ برا کام کرتے ہیں اور اس سے ان کے گناہ میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة ...... الخ : ١٠١٧ ـ مسند أحمد : ٤/ ٣٥٨، ٣٥٩، ح : ١٩١٩٧]

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۱۹

''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اس نے انھیں ان کی جانیں بھلوا دیں، یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو نصیحت کی کہ وہ دنیا کی شہوتوں اور لذتوں میں مشغول ہو کر اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو جائیں، ورنہ وہ یہ سزا دے گا کہ انھیں روحانی رفعت و بلندی کے حصول پر دھیان دینے سے غافل کر دے گا اور وہ اپنے جسموں کے آرام و آسائش کو ہی اپنا مطمح نظر بنا لیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ [الکہف : ۲۸] ''اور اس شخص کا کہنا مت مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام ہمیشہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ [المنافقون : ۹] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ۲۰

''آگ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں، جو جنت والے ہیں، وہی اصل کامیاب ہیں۔''

اہل جہنم اور اہل جنت ہرگز ایک دوسرے کے برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ حکم عام ہے، اس لیے اہل جہنم میں اللہ کی یاد سے غافل ہونے والے اور اہل جنت میں اسے یاد کرنے والے اور اس سے ڈرنے والے بدرجۂ اولیٰ داخل ہیں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے صراحت کر دی کہ حقیقی کامیابی و کامرانی تو صرف اہل جنت کے لیے ہے کہ انھیں ہر مصیبت و تکلیف سے نجات مل جائے گی اور ہر راحت و نعمت سے سرفراز کیے جائیں گے۔

لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ: یعنی یہ لوگ روزِ قیامت اللہ کے فیصلے کے مطابق برابر نہیں ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ [الجاثیۃ : ۲۱] ''یا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، انھوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہو گا؟ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾ [المؤمن : ۵۸] ''اور نہ اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتا ہے اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور نہ وہ جو برائی کرنے والا ہے، بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿اَمْ نَجْعَلُ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴾ [صٓ : ۲۸] ''کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا کیا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟''

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو یقیناً تو اسے اللہ کے ڈر سے پست ہونے والا، ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتا۔ اور یہ مثالیں ہیں، ہم انھیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، تاکہ وہ غور و فکر کریں۔''

اس آیت میں قرآن کریم کی عظمت و شان بیان کی جا رہی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جسے سن کر لوگوں کے دلوں میں اللہ کی خشیت پیدا ہونی چاہیے اور ان پر غایت درجہ کی رقت طاری ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم پہاڑوں کو قرآن کی عظمت و جلال کا ادراک دے دیتے اور انھیں اس میں موجود اوامر و نواہی کا پابند بنا دیتے، تو وہ اللہ کی عظمت و کبریائی کے لیے ہر دم جھکے رہتے اور شدت خوف سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ لیکن انسان اپنی حقیقت کو فراموش کر گیا کہ وہ منی کے ایک حقیر قطرہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ اللہ کی قدرت کے سامنے نہایت کمزور و ناتواں ہے۔ وہ کبر و غرور میں مبتلا ہو گیا، اس لیے اس کا دل سخت ہو گیا۔ تو اللہ نے اس پر رحم کرتے ہوئے پہاڑ کی مذکورہ مثال دی، تاکہ اس میں غور کر کے اپنی حالت بدلے، کبر و غرور سے باز آئے اور اللہ عزوجل کی کبریائی کا تصور کر کے اس سے ہر دم خائف و ترساں رہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ منبر تیار ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک تنے پر ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ جب منبر بنا کر رکھ دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے (اور وہ تنا دور ہو گیا) تو اس میں سے رونے کی آواز آنے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور (پیار سے) اس پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ [بخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام : ۳۵۸۳۔ ترمذي، كتاب الجمعة، باب ما جاء في الخطبة على المنبر : ۵۰۵]

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾

''وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چھپی اور کھلی چیز کو جاننے والا ہے، وہی بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس آیت میں فرمایا کہ ان کے دل باری تعالیٰ کی خشیت سے کیسے خالی ہوتے ہیں؟ ان پر کپکپی کیوں طاری نہیں ہوتی؟ وہ تو وہ معبود برحق ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تو غائب و حاضر سب کچھ جاننے والا ہے، اس کی رحمت عام و خاص تو سارے جہاں کی مخلوقات کو ڈھانپے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ اکیلا الٰہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [الأنبياء: ۱۰۸] ''کہہ دے میری طرف صرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو کیا تم فرماں برداری کرنے والے ہو؟'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [القصص: ۸۸] ''اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو مت پکار، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، مگر اس کا چہرہ، اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ : اللہ تعالیٰ عالم الغیب بھی ہے اور عالم الشہادۃ بھی۔ وہ چھپی ہوئی چیزوں کو بھی جانتا ہے اور ظاہر چیزوں کو بھی، کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام: ۵۹] ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔''

هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ : یعنی وہ ذات پاک دنیا و آخرت میں رحمان بھی ہے اور رحیم بھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ [الأعراف: ۱۵۶] ''اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾ [الأنعام: ۵۴] ''تمھارے رب نے رحم کرنا اپنے آپ پر لازم کر لیا ہے۔''

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۲۳

''وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے، نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنی مرضی چلانے والا، بے حد بڑائی والا ہے، پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔''

اللہ کی ذات تو وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ تو شاہِ بے نیاز ہے جس کا ہر کوئی محتاج ہے، اسی کا نظام اور اسی کا حکم ہر چیز پر نافذ ہے، وہ ہر عیب و نقص سے یکسر پاک ہے، اسی سے امن و سلامتی کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ اس

کی مخلوق اس کے ظلم سے قطعی امان میں ہے، وہی یقین و ایمان کی دولت سے سرفراز بندوں کو قیامت کے دن سکون و اطمینان سے نوازنے والا ہے۔ وہ ہر چیز پر مطلع، ہر چیز پر غالب اور اپنی مخلوقات کی حفاظت کرنے والا ہے، وہ زبردست اور ایسا قوی ہے جسے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ اس کی مشیت ہر شخص اور ہر چیز پر نافذ ہوتی رہتی ہے اور اس پر کسی کی مشیت نافذ نہیں ہوتی۔ کوئی چیز اس کے قبضۂ قدرت سے خارج نہیں ہے۔ اس کی شانِ کبریائی تو ایسی ہے کہ اس کی ذات کے مقابلہ میں ہر چیز حقیر ہے۔ ہر عظمت و کبرائی صرف اسی کی ذات کے لیے ہے۔ وہ شہنشاہِ دو جہاں ہے اور سب اس کے بندے اور مملوک ہیں۔

اَلْمَلِكُ : یعنی اللہ تعالیٰ اکیلا کائنات کا بادشاہ و مالک ہے اور اس کی بادشاہت لامحدود اور غیر مشروط ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی مالک (یعنی بادشاہ) نہیں سوائے اللہ عزوجل کے۔“ [مسلم، کتاب الآداب، باب تحریم التسمی بملك الأملاك أو بملك الملوك : ۲۱۴۳]

اَلسَّلٰمُ : یعنی وہ سلام ہے، وہ سلامتی والا اور تمام عیوب سے پاک ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو اس طرح کہتے، اللہ کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام، فلاں اور فلاں پر سلام۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ نہ کہو کہ اللہ پر سلام ہو، اللہ تو خود سلام ہے، (اسے سلامتی کی دعا کی کیا ضرورت) بلکہ تم یہ کہا کرو: « اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ » ”تمام عبادتیں، نمازیں اور پاکیزہ کلمات اللہ ہی کے لیے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو، آپ پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں، ہم پر بھی سلام ہو اور اللہ کے تمام صالح بندوں پر بھی۔“ جب تم یہ کہو گے تو آسمان میں یا آسمان اور زمین کے درمیان میں جتنے بھی بندے ہیں (وہ سلام) ان سب کو پہنچ جائے گا۔ (پھر یہ کہو): « اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ » پھر جو دعا نمازی کو پسند ہو وہ دعا مانگے۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشهد و لیس بواجب : ۸۳۵۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب التشهد فی الصلوة : ۴۰۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو بس اتنی دیر (قبلہ کی طرف منہ کر کے) بیٹھتے جتنی دیر آپ کو یہ کلمات پڑھنے میں لگتی: « اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ » ”یا اللہ! تو ہی سلامتی والا ہے اور سلامتی تجھی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اے بزرگی اور بخشش کے مالک! تیری ذات بڑی بابرکت ہے۔“ [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوة و بیان صفته : ۵۹۲]

اَلْمُتَكَبِّرُ : یعنی وہ بے حد بڑائی اور بزرگی والا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الجاثیة : ۳۶، ۳۷] ”پس اللہ ہی کے لیے

سب تعریف ہے جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب، تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور اسی کے لیے آسمانوں اور زمین میں سب بڑائی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’عزت اللہ کا تہ بند ہے اور کبریائی اس کی چادر ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو شخص (ان دونوں صفتوں میں) مجھ سے جھگڑے گا میں اسے عذاب دوں گا۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الكبر : ٢٦٢٠]

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

رکوع ۷

’’وہ اللہ ہی ہے جو خاکہ بنانے والا، گھڑنے ڈھالنے والا، صورت بنا دینے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں، اس کی تسبیح ہر وہ چیز کرتی ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

وہ تو وہ ہے جس نے تمام چیزوں کو اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق پیدا کیا ہے، انھیں عدم سے وجود میں لایا ہے اور پوری کائنات کی جیسی چاہی تصویر گری کی ہے۔ تمام اچھے اور پیارے نام صرف اسی کے لیے ہیں اور اسی کو زیب دیتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی تمام مخلوقات اسی کی پاکی بیان کرتی ہیں۔ وہ بڑا ہی زبردست اور بڑی حکمتوں والا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ : اللہ ہی کائنات کا خالق اور چیز کا موجد و مصور ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المؤمن : ٦٢ تا ٦٤] ’’یہی ہے اللہ تمھارا رب، ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔ اسی طرح وہ لوگ بہکائے جاتے تھے جو اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔ اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمھاری صورت بنائی تو تمھاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ ہے اللہ تمھارا رب، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔‘‘

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، ایک کم سو، جو انھیں شمار کرے گا، وہ جنت میں داخل ہو گا اور وہ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب الدعوات، بابٌ لله مائة اسم غير واحدة : ٦٤١٠، مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب في أسماء الله تعالٰى......الخ : ٢٦٧٧]

يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۞ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل: ۴۳، ۴۴] ”پاک ہے وہ اور بہت بلند ہے اس سے جو یہ کہتے ہیں، بہت زیادہ بلند ہونا۔ ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [النور: ۴۱] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اس کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے پر پھیلائے ہوئے، ہر ایک نے یقیناً اپنی نماز اور اپنی تسبیح جان لی ہے اور اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔“

سورة الممتحنة مدنية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖۗ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖۗ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ①

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! تم لوگ ان کافروں اور مشرکوں کو اپنا دوست نہ بناؤ جو میرے اور تمھارے دشمن ہیں۔ تم انھیں نبی کریم ﷺ کے جنگی راز بتاتے ہو، حالانکہ وہ تمھارے دینِ حق کے منکر ہیں اور انھوں نے ہی رسول اللہ ﷺ کو اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکال دیا تھا، حالانکہ تمھارا اس کے سوا کوئی قصور نہیں تھا کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے تھے۔ یہ ظالم کفار اس لائق نہیں ہیں کہ تم انھیں اپنا دوست بناؤ۔ اگر تم مکہ سے میری راہ میں جہاد کرنے کے لیے اور میری

رضا کی جستجو میں نکلے تھے تو تمھیں ان کافروں کو دوست نہیں بنانا چاہیے، جو میرے اور تمھارے دشمن ہیں۔ تم ان سے اظہار دوستی کے لیے خفیہ طور پر رسول اللہ ﷺ کی خبریں ان تک پہنچاتے ہو، حالانکہ میں تو تمھارے ظاہر و باطن کو جانتا ہوں اور تم نے دیکھ لیا ہے کہ میں نے اپنے رسول کو اس خط کی اطلاع دے دی جو تم نے مشرکین مکہ کو بھیجا تھا۔ آخر میں فرمایا کہ تم میں سے جو شخص مشرکین کو اپنا دوست بنائے گا وہ دین اسلام کی سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی متعدد آیات میں کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے سے سختی سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴾ [النساء : ۱۴۴] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کے لیے اپنے خلاف ایک واضح حجت بنا لو۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبة : ۲۳، ۲۴] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ﴾ [المائدة : ۵۱] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے، زبیر اور مقداد کو روانہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ”تم لوگ چلتے جاؤ، یہاں تک کہ روضۂ خاخ جا پہنچو، وہاں تمھیں ہودج میں سوار ایک عورت ملے گی، اس کے پاس ایک خط ہے، وہ اس سے لے لو۔“ چنانچہ حسب حکم جب ہم لوگ گھوڑے دوڑاتے ہوئے روضۂ خاخ پہنچے تو وہاں ہمیں ہودج میں سوار ایک عورت ملی، ہم نے اس سے کہا، وہ خط نکال۔ وہ کہنے لگی، میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا، تجھے نکالنا ہوگا، ورنہ ہم تیرے کپڑے اتار ڈالیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنی (بالوں کی) چوٹی میں سے ایک خط نکال کر ہمارے حوالے کر دیا،

تو ہم وہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ خط میں لکھا تھا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ کے مشرکوں کے نام۔ پھر اس میں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی کچھ (خفیہ) باتیں تحریر کی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حاطب (کو بلا کر ان) سے پوچھا: ''اے حاطب! تو نے یہ کیا کیا؟'' انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جلدی نہ فرمائیں، میں اصلاً قریش کے خاندان سے نہیں ہوں، بلکہ صرف ان کا حلیف بن کر ان سے جڑ گیا ہوں۔ (میرا وہاں کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے) دوسرے مہاجرین جو آپ کے ساتھ ہیں، ان کے وہاں عزیز و اقربا موجود ہیں، جو ان کے اہل و عیال اور مال و اسباب کی نگرانی کرتے ہیں۔ میں نے یہ چاہا کہ میں قریش کے خاندان سے تعلق تو رکھتا نہیں، سو ان پر کچھ ایسا احسان ہی کر دوں کہ جس کے باعث وہ میرے گھر والوں کی حفاظت کریں۔ فی الاصل یہ کام میں نے اس لیے نہیں کیا کہ میں اپنے دین سے پھر گیا ہوں، نہ اسلام لانے کے بعد کفر پر راضی ہونے ہی کی بنا پر ایسا کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حاطب نے سچ بات بیان کر دی ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے اس منافق کی گردن اڑانے کی اجازت دیجیے! آپ نے فرمایا: ''وہ تو بدر کی لڑائی میں شریک تھے اور تمھیں کیا معلوم اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کو دیکھ کر فرما دیا تھا، اب تم جو چاہو کرو، میں تم کو بخش چکا۔'' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾ [الممتحنۃ : ۱] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الفتح : ۴۲۷۴]

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّ يَبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۲

''اگر وہ تمھیں پائیں تو تمھارے دشمن ہوں گے اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں تمھاری طرف برائی کے ساتھ بڑھائیں گے اور چاہیں گے کاش! تم کفر کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کی حالت پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانوں سے فرمایا کہ یہ لوگ تمھارے زبردست

دشمن ہیں، اگر یہ تمھیں پالیں اور تم پر ان کی گرفت مضبوط ہو جائے تو تمھیں کبھی نہ چھوڑیں، اپنی زبانوں سے بھی تمھیں ایذا پہنچائیں اور اپنے ہاتھوں سے بھی، یعنی گالیاں دیں، ماریں اور قتل کریں۔ ان کی تو دلی تمنا ہے کہ تم سب اسلام سے برگشتہ ہو جاؤ اور دوبارہ کفر کو قبول کر لو۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۗ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۳

”قیامت کے دن ہرگز نہ تمھاری رشتہ داریاں تمھیں فائدہ دیں گی اور نہ تمھاری اولاد، وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے جس اولاد اور رشتہ داروں کی وجہ سے دوستی کرنا چاہی، وہ قیامت کے دن عذاب جہنم سے تمھیں نہیں بچا سکیں گے۔ اس دن سب ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے، کوئی کسی کا پرسانِ حال نہیں ہوگا۔ تو پھر کیوں دوسروں کی وجہ سے اپنی عاقبت خراب کرتے ہو؟ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی نگاہ سے تمھارا کوئی عمل اوجھل نہیں ہے، اس لیے اس سے ڈرتے رہو اور وہی کام کرو جس سے وہ راضی ہوتا ہے۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ : یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا تمھارے بارے میں برا ارادہ ہو تو قرابت داریاں تمھارے کچھ کام نہیں آسکیں گی، ان کا نفع تمھیں ہرگز نہیں ہو سکتا، جب تم اللہ کو ناراض کر کے انھیں خوش کرنا چاہو۔ جو شخص اپنے اہل و عیال کو خوش کرنے کے لیے ان کے کفر پر رہنے سے اتفاق کرتا ہے تو وہ خائب و خاسر ہے، اس کا یہ عمل رائگاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کی قرابت داری اس کے کچھ کام نہ آسکے گی، خواہ اللہ کے انبیاء میں سے کسی نبی سے اس کی قرابت کیوں نہ ہو، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرا باپ کہاں ہے؟ فرمایا: ”جہنم میں۔“ جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر واپس چلا، تو آپ نے اسے بلا کر فرمایا: ”بے شک میرا باپ اور تمھارا باپ جہنم میں ہیں۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أن من مات علی الکفر فھو فی النار ...... الخ : ۲۰۳۔ مسند أحمد : ۳/ ۲۶۸، ح : ۱۳۷۴۱۔ أبوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی ذراری المشرکین : ۴۷۱۸]

يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۗ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۗ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الدخان : ۴۰ تا ۴۲] ”یقیناً فیصلے کا دن ان سب کا مقرر وقت ہے۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ مگر جس پر اللہ نے رحم کیا، بے شک وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔“

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا

مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؗ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۝۴ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ اغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝۵

”یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا (تمھارے لیے نمونہ نہیں) کہ بے شک میں تیرے لیے بخشش کی دعا ضرور کروں گا اور میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز (کے دلوانے) کا مالک نہیں ہوں، اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسا کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں ان لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا جنھوں نے کفر کیا اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب! یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

مشرکوں سے اعلانِ براءت کی مزید تاکید فرماتے ہوئے اللہ نے کہا کہ ابراہیم اور ان کے مومن ساتھیوں کی زندگیوں میں تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے کہ انھوں نے اپنی قلت و ناتوانی اور دشمنوں کی کثرت وقوت کے باوجود اللہ کے دشمنوں سے اظہار براءت میں ذرا بھی تامل سے کام نہیں لیا اور کسی رشتہ دار کا خیال نہیں کیا۔ پوری قوم کے سامنے اعلان کر دیا کہ ہم تم لوگوں سے اور تمھارے بتوں سے دور اور بے تعلق ہیں، ہم تمھارے دین اور معبودوں کا انکار کرتے ہیں۔ ہمارے اور تمھارے درمیان اب کھلی دشمنی پیدا ہو گئی، اس لیے کہ ہم موحد ہیں اور تم لوگ مشرک ہو، یہ عداوت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہیں لاؤ گے۔

اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ : یعنی تمھارے لیے ابراہیم اور ان کے اصحاب میں نمونہ ہے، لیکن ابراہیم نے اپنے باپ کے لیے استغفار کی جو بات کی تھی وہ اسوہ نہیں ہے۔ وہ ان سے کیے ہوئے وعدے کی بات تھی اور پھر جب ان کے سامنے حقیقت واضح ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو انھوں نے اس سے براءت کا اظہار کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت اس لیے فرمائی کہ بعض مومن اپنے ان آبا و اجداد کے لیے مغفرت و بخشش کی دعائیں مانگا کرتے تھے جو حالت شرک میں فوت ہو گئے تھے اور کہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام بھی تو اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا کیا کرتے تھے، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

﴿ اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۝ وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴾ [التوبة: ۱۱۳، ۱۱۴] ”اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہوگیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں۔ اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا نہیں تھا مگر اس وعدہ کی وجہ سے جو اس نے اس سے کیا تھا، پھر جب اس کے لیے واضح ہوگیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہوگیا۔ بے شک ابراہیم یقیناً بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر سے ملیں گے تو آزر کے چہرے پر گرد و غبار اور سیاہی ہوگی۔ ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے، کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ وہ کہے گا، آج میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے، یا رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ قبروں سے اٹھائے جانے کے دن تو مجھے رسوا نہیں کرے گا، تو اس سے بڑھ کر رسوائی کیا ہوگی کہ میرا باپ رحمت سے دور (جہنم میں جا رہا) ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے۔ پھر فرمایا جائے گا، ابراہیم! آپ کے قدموں میں کیا ہے؟ وہ دیکھیں گے تو نجاست سے لتھڑا ہوا ایک بجو نظر آئے گا جسے ٹانگوں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی: ﴿ واتخذ اللہ إبراھیم خلیلاً ......الخ ﴾ : ۳۳۵۰]

مشرکوں سے اظہار براءت کے ساتھ اللہ نے مومنوں کو یہ بھی تعلیم دی کہ وہ اپنے رب سے ہمیشہ دعا کرتے رہیں کہ اے اللہ! ہمارا توکل تجھی پر ہے اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں، ہم صرف تیری بندگی کرتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہر چیز کا مرجع و ماویٰ تو ہی ہے، تو اپنی مخلوق کے بارے میں جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ اے ہمارے رب! تو کافروں کو ہم پر غلبہ نہ دے کہ وہ ہمیں آزمائش میں ڈال دیں اور دوبارہ ہمیں کفر میں واپس لے جانے کی کوشش کریں اور اس زعم باطل میں مبتلا ہو جائیں کہ وہی حق پر ہیں اور ہم باطل پر ہیں، اس طرح ان کا کفر اور بڑھ جائے۔ اے ہمارے رب! ہمارے اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف کر دے، ان پر ہمارا مؤاخذہ نہ کر، تو بڑا ہی زبردست اور بڑی حکمتوں والا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ ۶ ع

”بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے ان میں اچھا نمونہ تھا، اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور جو کوئی منہ پھیرے تو یقیناً اللہ ہی وہ ذات ہے جو بے پروا ہے، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔“

ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں (سارہ اور لوط علیہما السلام) کے نقشِ قدم پر چلنے کی دوبارہ تاکید کی جا رہی ہے اور مشرکین سے علیحدگی اور براءت پر پھر سے ابھارا جا رہا ہے۔ فرمایا کہ اے ایمان والو! پھر سن لو، تم میں سے جو شخص اللہ سے اور قیامت کے دن سے ڈرتا ہے تو اس کے لیے ان لوگوں کی سیرت میں یعنی ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کی سیرت میں بہترین نمونہ ہے اور جو شخص ان کے طریقہ سے منہ موڑے تو اللہ کو اس کی کوئی پروا نہیں۔ بے شک اللہ غنی اور تعریف والا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا١ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [إبراھیم : ۸] ''اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب کفر کرو تو بے شک اللہ یقیناً بڑا بے پروا، بے حد تعریف والا ہے۔''

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً١ؕ وَ اللّٰهُ قَدِيْرٌ١ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝۷

''قریب ہے کہ اللہ تمھارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جن سے تم ان میں سے دشمنی رکھتے ہو، دوستی پیدا کر دے اور اللہ بہت قدرت رکھنے والا ہے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں مومنوں کو خوشخبری دی گئی ہے کہ آج تم اپنے جن کافر رشتہ داروں سے محض اللہ کی خاطر اظہار بیگانگی کر رہے ہو، ان میں سے بہت سے لوگ مستقبل قریب میں ایمان لے آئیں گے اور پھر تمھاری عداوت دوستی اور محبت میں بدل جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کفار قریش نے فتح مکہ کے بعد جوق در جوق صفا پہاڑی پر آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیعت کی اور مومنوں کی صف میں شامل ہو گئے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا١ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا١ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۰۳] ''اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَۙ۝ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ١ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ١ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ۶۲، ۶۳] ''وہی ہے جس نے تجھے اپنی مدد کے ساتھ اور مومنوں کے ساتھ قوت بخشی۔ اور ان کے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی، اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتا ان کے دلوں کے درمیان الفت نہ ڈالتا اور لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی۔ بے شک وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاریوں سے فرمایا: ''اے انصار کی

جماعت ! کیا میں نے تمھیں گم راہ نہیں پایا تھا؟ پھر اللہ نے تمھیں میری وجہ سے ہدایت دی اور تم میں آپس میں دشمنی اور نا اتفاقی تھی تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے تم میں باہم الفت پیدا کی۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف ...... الخ : ۴۳۳۰۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم ...... الخ : ۱۰۶۱]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوستوں کی دوستی کے وقت بھی اس بات کو پیش نظر رکھو کہ کیا عجب اس سے کس وقت دشمنی ہو جائے اور دشمنوں کی دشمنی میں بھی حد سے تجاوز نہ کرو، کیا خبر کب دوستی ہو جائے؟'' [ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في الاقتصاد في الحب والبغض : ۱۹۹۷۔ غاية المرام في تخريج أحاديث الحلال و الحرام، ص : ۲۱۵، ۲۱۹، ۴۷۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یارسول اللہ! میری تین درخواستیں ہیں، اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ آپ نے فرمایا: ''کہو!'' اس نے کہا، اول تو یہ کہ میری عرب کی خوبصورت ترین بیٹی ام حبیبہ کو اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں، چنانچہ آپ نے منظور فرما لیا۔ پھر عرض کی، میرے لڑکے معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجیے! آپ نے اسے بھی منظور فرمایا۔ پھر عرض کی، مجھے اجازت دیجیے کہ جس طرح میں کفر کے زمانے میں مسلمانوں سے مسلسل جنگ کرتا رہا اب اسلام کے زمانہ میں کافروں سے برابر لڑائی جاری رکھوں۔ آپ نے اسے بھی منظور فرمایا۔ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي سفيان بن حرب : ۲۵۰۱]

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۸﴾

''اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں ایسے کافروں کے ساتھ احسان سے منع نہیں فرماتا جنھوں نے دین کے بارے میں تم سے جنگ نہیں کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا، جیسا کہ سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میری ماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تشریف لائیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں اس کے ساتھ حسن سلوک کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' چنانچہ اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: ﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ [الممتحنة : ۸] ''اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب صلة الوالد المشرك : ۵۹۷۸۔ مسلم، کتاب الزكوة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين ...... الخ : ۱۰۰۳]

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ انصاف کرتے ہیں وہ اللہ عزوجل کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ ہی داہنے ہیں۔ (یہ انصاف کرنے والے وہ لوگ ہیں) جو اپنے فیصلوں میں، اپنے اہل و عیال میں اور جو کچھ ان کے قبضے میں ہے اس میں عدل سے کام لیتے ہیں۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضیلة الأمیر العادل ...... الخ : ۱۸۲۷]

اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۹

''اللہ تو تمھیں انھی لوگوں سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو۔ اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں ایسے لوگوں کی دوستی سے منع فرماتا ہے جنھوں نے تم سے کھلم کھلا عداوت و دشمنی رکھی، تم سے جنگ کی، تمھیں گھروں سے نکال دیا اور تمھیں نکالنے میں مدد کی تو ایسے لوگوں کی دوستی سے اللہ تعالیٰ تمھیں منع فرماتا ہے اور ان سے دشمنی رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ پھر ان کی دوستی رکھنے پر وعید سناتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص ایسے کافروں سے دوستی کرے گا اور ان سے تعلق قائم کرے گا، وہ اپنے حق میں ظلم کرے گا اور اللہ کے غضب کا مستحق بنے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۳ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبة: ۲۳، ۲۴] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [المائدة : ۵۱] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَ اٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَ لْيَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمھارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ پڑتال کرو، اللہ ان کے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے۔ پھر اگر تم جان لو کہ وہ مومن ہیں تو انھیں کفار کی طرف واپس نہ کرو، نہ یہ عورتیں ان کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لیے حلال ہوں گے۔ اور انھیں دے دو جو انھوں نے خرچ کیا ہے اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کر لو، جب انھیں ان کے مہر دے دو۔ اور کافر عورتوں کی عصمتیں روک کر نہ رکھو اور تم مانگ لو جو تم نے خرچ کیا ہے اور وہ (کفار) مانگ لیں جو انھوں نے خرچ کیا ہے۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے، وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔"

صلح حدیبیہ کی شرائط میں یہ بات بھی تھی کہ اگر کوئی کافر مکہ سے بھاگ کر یعنی مسلمان ہو کر مدینہ آ جائے گا، تو رسول اللہ ﷺ اسے مکہ واپس بھیج دیں گے اور اگر کوئی مسلمان مشرک ہو کر مدینہ سے مکہ چلا جائے گا تو کفارِ مکہ اسے واپس نہیں کریں گے، لیکن اللہ کی حکمت دیکھیے کہ اس میں ان مسلمان عورتوں کے بارے میں کوئی بات نہیں تھی جو ہجرت کر کے مدینہ آ جائیں گی۔ چنانچہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط، سبیعہ اسلمیہ اور امیمہ بنت بشر رضی اللہ عنہن وغیرھا مسلمان عورتیں جب ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آ گئیں تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ جن کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے انھیں مکہ واپس نہیں بھیجا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے دو بھائی عمار اور ولید اس غرض سے مدینہ آئے، لیکن آپ نے انھیں واپس نہیں کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ ایسی عورتوں کے ایمان کا امتحان لیں، حقیقت حال جاننے والا تو صرف اللہ ہے، لیکن قرائن وشواہد سے اگر ان کا ایمان ثابت ہو جائے تو انھیں کافر شوہروں کے پاس واپس نہ بھیجا جائے، اس لیے کہ مومنہ عورت مشرک کے لیے اب حلال نہیں رہی، ایمان نے اس کا رشتہ اس کے کافر شوہر سے ختم کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ اگر ان مسلمان عورتوں کے شوہر اس مال کا مطالبہ کریں جو انھوں نے بطور مہر خرچ کیا تھا تو انھیں وہ مال دے دو اور چاہو تو ان مسلمان عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کر لو، اگرچہ ان کے مشرک شوہر زندہ ہوں، اس لیے کہ اسلام نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک نیا حکم بیان کیا کہ جس طرح مومنہ عورت کا نکاح کافر سے باطل ہو گیا، اسی طرح اب کافر عورت کا نکاح بھی مسلمان مرد سے باطل ہو گیا۔ آیت

کے آخر میں اللہ نے فرمایا کہ اوپر جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ اللہ کا حکم ہے اور اس کی اتباع ہی میں سب کے لیے خیر و مصلحت ہے۔

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ : ''اور کافر عورتوں کی عصمتیں روک کر نہ رکھو'' اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے اور ان کے ساتھ مل کر رہنا حرام قرار دے دیا ہے، جیسا کہ سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح نامے کی تحریر سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''اٹھو! اونٹوں کو نحر کرو اور سر منڈوا دو۔'' راوی کہتا ہے کہ اللہ کی قسم! صحابہ میں سے کوئی ایک آدمی بھی نہیں اٹھا، یہاں تک کہ آپ نے تین بار یہی فرمایا۔ جب ان میں سے کوئی نہ اٹھا تو آپ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے لوگوں کی کیفیت بیان کی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! آپ چاہتے ہیں کہ لوگ ایسا کریں؟ تو ایسا کیجیے کہ آپ کسی سے کچھ نہ کہیے! باہر جا کر اپنے اونٹوں کو نحر کر ڈالیے اور حجام کو بلوا کر سر منڈوا دیجیے۔ چنانچہ آپ باہر نکلے، آپ نے کسی سے بات نہیں کی بلکہ اپنے اونٹوں کو نحر کیا اور حجام کو بلا کر سر مبارک منڈوا دیا۔ جب لوگوں نے آپ کو ایسا کرتے دیکھا تو سب کھڑے ہو گئے اور سب نے قربانی ذبح کر دی اور پھر ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے، قریب تھا کہ ہجوم کی وجہ سے ایک دوسرے کو ہلاک کر دیں۔ اس واقعہ کے بعد چند مومنہ عورتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿ إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۖ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۖ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۖ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ﴾ [الممتحنة : ۱۰] ''جب تمھارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ پڑتال کرو، اللہ ان کے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے۔ پھر اگر تم جان لو کہ وہ مومن ہیں تو انھیں کفار کی طرف واپس نہ کرو، نہ یہ عورتیں ان کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لیے حلال ہوں گے۔ اور انھیں دے دو جو انھوں نے خرچ کیا ہے اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کر لو، جب انھیں ان کے مہر دے دو۔ اور کافر عورتوں کی عصمتیں روک کر نہ رکھو۔'' تو اس دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں کو جو ابھی تک شرک پر قائم تھیں، طلاق دے دی۔ بعد ازاں ان میں سے ایک سے معاویہ بن ابوسفیان نے نکاح کر لیا اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے۔ [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد ...... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے بعد) مومن عورتیں ہجرت کر کے آنے لگیں، ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ وہ اس وقت جوان تھیں، تو ان کے خاندان والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو ان کی طرف (صلح نامہ کی شرط کے مطابق) واپس کر دینے کے لیے سوال کیا۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کے متعلق ہدایت نازل فرما دی۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية ...... الخ : ۴۱۸۰، ۴۱۸۱]

﴿ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ﴾: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کے فدیے بھیجے تو (نبی ﷺ کی بیٹی) سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بھی (اپنے شوہر) ابوالعاص کے فدیہ میں مال بھیجا اور وہ ہار پیش کیا جو ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ابوالعاص سے شادی کے وقت دیا تھا۔ اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ پر شدید رقت طاری ہوئی اور فرمایا: ''اگر تم مناسب سمجھو تو اس کے قیدی کو ویسے ہی رہا کر دو اور اس کا ہار اسے واپس کر دو۔'' صحابہ نے اسے بخوشی قبول کیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص سے یہ عہد لیا کہ زینب کو آپ کی طرف بھیج دے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کو بھیجا اور انھیں کہا: ''تم وادیٔ یاجج کے دامن میں رکنا، حتیٰ کہ زینب تمھارے پاس آ جائے، تو پھر اسے ساتھ لے کر آ جانا۔'' [أبوداؤد، کتاب الجهاد، باب في فداء الأسير بالمال : ۲۶۹۲۔ مسند أحمد : ۲۷۶/۶، ح : ۲٦٤١٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب مومن عورتیں ہجرت کر کے نبی ﷺ کے پاس آتی تھیں تو آپ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی وجہ سے ان کی جانچ پڑتال کرتے تھے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الممتحنة : ۱۲] ''اے نبی! جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں، تجھ سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان لائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان گھڑ رہی ہوں اور نہ کسی نیک کام میں تیری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش کی دعا کر۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' تو جو عورت ان شرطوں کو قبول کرتی وہ امتحان میں پوری اترتی۔ جب وہ زبان سے ان شرطوں کے پورا کرنے کا اقرار کر لیتیں تو رسول اللہ ﷺ ان سے فرماتے: ''اب تم جاؤ، میں نے تم سے بیعت لے لی۔'' اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو کبھی نہیں چھوا۔ آپ ان سے بس زبانی بیعت لیتے تھے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ عورتوں سے انھی باتوں کا عہد لیتے تھے جن باتوں کا حکم اللہ نے آپ کو دیا تھا۔ آپ صرف زبان سے اقرار کراتے تھے، اس کے بعد آپ ان سے فرماتے تھے: ''میں نے تم سے (زبانی) بیعت لے لی۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب کیفیة بیعة النساء : ۱۸٦٦]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کے لیے مشرکین دو طرح کے تھے۔ ایک اہل حرب کے مشرک کہ جن سے آپ لڑائی کرتے تھے اور وہ آپ سے لڑائی کرتے تھے اور دوسرے عہد و پیمان والے مشرک (یعنی ذمی وغیرہ) کہ آپ ان سے جنگ نہیں کرتے تھے اور نہ وہ آپ سے جنگ کرتے تھے اور جب اہل حرب کی کوئی عورت (مسلمان ہو کر) ہجرت کر کے (مدینہ) آتی تو اسے اس وقت تک پیغام نکاح نہ دیا جاتا جب تک اسے

حیض نہ آ جاتا اور پھر اس سے پاک نہ ہو جاتی، جب وہ پاک ہو جاتی تو اس سے نکاح جائز ہو جاتا۔ اگر ان کے شوہر ان کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لینے سے پہلے ہجرت کر کے آ جاتے تو یہ انھی کو ملتیں اور اگر مشرکین میں سے کوئی غلام یا لونڈی مسلمان ہو کر ہجرت کرتے تو وہ آزاد سمجھے جاتے اور ان کے وہی حقوق ہوتے جو تمام مہاجرین کے تھے۔
[بخاری، کتاب الطلاق، باب نکاح من أسلم من المشرکات وعدتهن : ۵۲۸۶]

وَ اِنْ فَاتَكُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

”اور اگر تمھاری بیویوں میں سے کوئی کافروں کی طرف چلی جائے، پھر تم بدلہ حاصل کرو تو جن لوگوں کی بیویاں چلی گئی ہیں انھیں اتنا دے دو جتنا انھوں نے خرچ کیا ہے اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی عورت کافر و مشرک ہونے کی وجہ سے کافروں کے پاس چلی جائے اور کسی کافر سے شادی کر لے، وہ کافر شوہر اس کا مہر اس کے پہلے مسلمان شوہر کو واپس نہ کرے اور بعد میں مسلمانوں کی ان کافروں سے جنگ ہو جائے، جس میں مسلمانوں کو مالِ غنیمت حاصل ہو، تو اس مسلمان شوہر کو اس سے وہ مال دے دیا جائے گا جو اس نے بطور مہر ادا کیا تھا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾

”اے نبی! جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں، تجھ سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان لائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان گھڑ رہی ہوں اور نہ کسی نیک کام میں تیری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش کی دعا کر۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ : عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے آنے والی مومن عورتوں کا اس آیت کے مطابق امتحان لیا کرتے تھے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ

﴿ يَفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الممتحنۃ : ۱۲] ''اے نبی! جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں، تجھ سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان لائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان گھڑ رہی ہوں اور نہ کسی نیک کام میں تیری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش کی دعا کر۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' عروہ کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو مومن عورت اس شرط کا اقرار کر لیتی تو رسول اللہ ﷺ اس سے زبانی ارشاد فرماتے: ''میں نے تم سے بیعت لے لی ہے۔'' اللہ کی قسم! بیعت لیتے وقت رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک کبھی کسی عورت کے ہاتھ سے نہیں لگا تھا۔ آپ ان سے مخاطب ہو کر زبانی یہ فرماتے ہوئے بیعت لیتے تھے: ''میں نے تم سے اس پر یہ بیعت لے لی ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ إذا جاءكم المؤمنات مهاجرات ﴾ : ۴۸۹۱]

امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں خواتین کے ساتھ بیعت کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو (آپ نے ہم سے عہد و پیمان لیا، جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور) آپ نے ہمیں فرمایا: ''تمھاری یہ بیعت مقدور بھر استطاعت کے مطابق ہے۔'' تو میں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول تو ہم پر ہماری جانوں سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔ پھر میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم سے (بھی مردوں کی طرح) بیعت لیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، ایک عورت سے بھی میری بات اسی طرح ہے، جیسے ایک سو عورت سے ہو۔'' [مسند أحمد : ۳۵۷/۶، ح : ۲۷۰۶۹۔ ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی بیعة النساء : ۱۵۹۷۔ ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب بیعة النساء : ۲۸۷۴]

اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا، جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔''

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تو آپ نے ہمارے سامنے اس آیت کی تلاوت کی ﴿ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا ﴾ ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔'' اور ہمیں نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کی اس ممانعت پر ایک عورت (خود ام عطیہ رضی اللہ عنہا) نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور عرض کی کہ فلاں عورت نے نوحہ میں میری مدد کی تھی، میں چاہتی ہوں کہ اس کا بدلہ چکا آؤں۔ نبی کریم ﷺ نے انھیں کچھ نہیں کہا، وہ گئیں اور پھر دوبارہ آ کر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ إذا جاءك المؤمنات يبايعنك ﴾ : ۴۸۹۲]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، آپ نے فرمایا:

’’کیا تم مجھ سے بیعت کرو گے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے، زنا نہیں کرو گے اور چوری نہیں کرو گے؟‘‘ پھر آپ نے (سورۂ ممتحنہ کی زیر تفسیر) وہ آیت پڑھی جو عورتوں کی بیعت کے بارے میں ہے۔ (پھر فرمایا): ’’تم میں سے جو شخص اس بیعت کو پورا کرے گا اسے اللہ تعالیٰ اجر و ثواب سے نوازے گا اور جس نے اس میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا اور اس کی وجہ سے اسے سزا دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ بن جائے گی اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا مرتکب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو وہ اللہ کے سپرد ہے، اگر چاہے تو اسے معاف فرما دے اور اگر چاہے تو عذاب دے۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ إذا جاء ك المؤمنات يبايعنك ﴾ : ۴۸۹۴۔ مسلم، کتاب الحدود، باب الحدود کفارات لأهلها : ۱۷۰۹]

وَلَا يَسْرِقْنَ : یعنی دوسروں کے مال کی چوری نہیں کریں گی، شوہر اگر نفقہ میں کوتاہی کرے تو وہ اس کے مال میں سے دستور اور عرف و عادت کے مطابق لے سکتی ہے، خواہ شوہر کو اس کا علم نہ بھی ہو، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام معاویہ ہند بنت عتبہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ابوسفیان کنجوس آدمی ہے، وہ مجھے اتنا نفقہ نہیں دیتا جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو، لہٰذا اگر میں اس کے علم کے بغیر اس کے مال میں سے کچھ لے لوں تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ’’اس کے مال میں سے دستور کے مطابق اس قدر لے لو جو تیرے اور تیرے بچوں کے لیے کافی ہو۔‘‘ [مسلم، کتاب الأقضية، باب قضية هند : ۱۷۱۴۔ بخاری، کتاب البیوع، باب من أجرى أمر الأمصار ....الخ : ۲۲۱۱]

وَلَا يَزْنِينَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۲] ’’اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔‘‘

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کیا تم مجھ سے اس بات پر بیعت کرو گے کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ گے اور نہ زنا کرو گے اور نہ چوری کرو گے؟‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب : ﴿ إذا جاء ك المؤمنات يبايعنك ﴾ : ۴۸۹۴]

زانیوں کو آتش دوزخ میں دردناک عذاب کی صورت میں سزا کے متعلق سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اور رہے وہ برہنہ آدمی اور عورتیں جو تنور جیسی عمارت میں تھے، تو وہ زانی مرد اور زانی عورتیں تھیں۔‘‘ [بخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاة الصبح : ۷۰۴۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لیے آئیں تو آپ نے اس سے یہ عہد لیا: ﴿ اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ ﴾ [الممتحنة : ۱۲] ’’وہ نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی۔‘‘ تو اس نے حیا سے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی یہ بات پسند آئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا کہ اے خاتون! اس بات کا اقرار کرلو،

واللہ! ہم نے بھی انھی باتوں پر آپ سے بیعت کی ہے۔ اس نے کہا کہ (اگر تم نے ان باتوں پر بیعت کی ہے تو) پھر میں بھی بیعت کرتی ہوں۔ پس اس نے اس آیت کریمہ میں مذکور باتوں پر بیعت کر لی۔[مسند أحمد : ۱۵۱/۶، ح : ۲۵۲۲۹]

وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴾ [بني إسرائیل : ۳۱] ''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔''

وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴾ [النور : ۲۳ تا ۲۵] ''بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اس دن اللہ انھیں ان کا صحیح بدلہ پورا پورا دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے، جو ظاہر کرنے والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات تباہ کرنے والے گناہوں سے بچو۔'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو (کرنا یا کروانا)، جس جان کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال ناحق کھانا، کافروں سے مقابلہ کے وقت بھاگ جانا اور مومن و آزاد، بھولی بھالی پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [بخاري، كتاب الحدود، باب رمي المحصنات ...... الخ : ۶۸۵۷]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ عید الفطر کی نماز پڑھی ہے، ان تمام بزرگوں نے نماز عید خطبہ سے پہلے پڑھی تھی اور خطبہ بعد میں دیا تھا۔ (ایک دفعہ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (منبر سے) اترے، گویا میں اب بھی وہ منظر دیکھ رہا ہوں جب آپ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بٹھا رہے تھے۔ پھر آپ صف چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور عورتوں کے پاس تشریف لائے۔ بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے اور آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الممتحنة : ۱۲] ''اے نبی! جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں، تجھ سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں گی اور

نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان لائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان گھڑ رہی ہوں اور نہ کسی نیک کام میں تیری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش کی دعا کر۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' آپ نے پوری آیت آخر تک تلاوت کی اور جب آیت تلاوت کر چکے تو فرمایا: ''تم ان شرائط پر قائم رہنے کا وعدہ کرتی ہو؟'' ان میں سے ایک عورت نے جواب دیا، ہاں یا رسول اللہ! ان کے سوا اور کسی عورت نے (شرم کی وجہ سے) کوئی بات نہیں کہی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ دو۔'' اور بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا لیا، تو عورتیں بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چھلے اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔
[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ إذا جاءك المؤمنات يبايعنك ﴾ : ۴۸۹۵]

وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ : یعنی ان نیک کاموں کے کرنے میں جن کا آپ انھیں حکم دیں گے اور ان برے کاموں سے رکنے میں جن سے آپ انھیں منع کریں گے، وہ نافرمانی نہیں کریں گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ﴾ [النساء: ۸۰] ''جو رسول کی فرماں برداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ﴾ [الجن: ۲۳] ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت: ﴿ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ ﴾ ''اور نہ کسی نیک کام میں تیری نافرمانی کریں گی'' اس کے بارے میں کہا کہ یہ بھی ایک شرط تھی جسے اللہ تعالیٰ نے (رسول اللہ ﷺ سے بیعت کے وقت) عورتوں کے لیے ضروری قرار دیا تھا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ إذا جاءك المؤمنت يبايعنك ﴾ : ۴۸۹۳]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ﴿۱۳﴾

ع ۲ / ۸ الصف

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو دوست مت بناؤ جن پر اللہ غصے ہو گیا، جو آخرت سے اسی طرح ناامید ہو چکے ہیں جس طرح وہ کافر ناامید ہو چکے ہیں جو قبروں والے ہیں۔''

اس سورۂ مبارکہ کے آخر میں بھی اللہ تعالیٰ نے کافروں کی دوستی سے منع فرما دیا ہے، جیسا کہ اس کے شروع میں بھی منع فرمایا تھا۔ فرمایا مومنو! یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار سے دوستی نہ کرو کہ جن پر اللہ تعالیٰ غصے ہوا ہے، جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت اور پھٹکار کے مستحق قرار پا گئے ہیں۔ تم ایسے لوگوں کو دوست اور رفیق کیوں بناتے ہو، حالانکہ وہ آخرت سے مایوس ہیں، جیسے کہ ان سے پہلے کافروں کا آخرت پر ایمان نہیں تھا۔ اسی لیے تو سرکشی کی راہ اختیار کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ : وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا یہودی ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [البقرة: ۹۰] ''بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انھوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا کہ اس چیز کا انکار کر دیں جو اللہ نے نازل فرمائی، اس ضد سے کہ اللہ اپنا کچھ فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔ پس وہ غضب پر غضب لے کر لوٹے اور کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو دوست بنانے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ۝ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآىِٕكُمْ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَ اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِي الدِّيْنِ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [النساء: ٤٤ تا ٤٦] ''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ گمراہی کو خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم راستے سے بھٹک جاؤ۔ اور اللہ تمھارے دشمنوں کو زیادہ جاننے والا ہے اور اللہ کافی دوست ہے اور اللہ کافی مددگار ہے۔ وہ لوگ جو یہودی بن گئے، ان میں سے کچھ لوگ بات کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں **سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا** (ہم نے سنا اور نہیں مانا) اور **اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ** (سن اس حال میں کہ تجھے نہ سنایا جائے) اور **رَاعِنَا** (ہماری رعایت کر) (یہ الفاظ) اپنی زبانوں کو پیچ دیتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے (کہتے ہیں) اور اگر بے شک وہ **سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا** (ہم نے سنا اور مانا) اور **اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا** (سن اور ہماری طرف دیکھ) کہتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر اور زیادہ درست ہوتا اور لیکن اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کی، پس وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم۔''

قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جب کوئی مر جاتا ہے تو صبح اور شام اس کا ٹھکانا اس پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر جنت والوں میں سے ہے تو جنت والوں میں سے اور جو دوزخ والوں میں سے ہے تو دوزخ والوں میں سے، پھر کہا جاتا ہے، یہ تیرا ٹھکانا ہے، جہاں اللہ تعالیٰ تجھے قیامت والے دن داخل کرے گا۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب المیت یعرض علیه مقعده بالغداة والعشي : ۱۳۷۹۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار : ۲۸٦٦]

سورة الصف مدنية

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱﴾

''اللہ کا پاک ہونا بیان کیا ہر چیز نے، جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں جتنے حیوانات، نباتات اور جمادات ہیں سب اپنے رب کی اپنے اپنے انداز میں پاکی اور بڑائی بیان کرتے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ وہ بڑا ہی قوی ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز پر غالب ہے اور اس نے تمام موجودات کو اپنی حکمت کے مطابق منظم و مرتب کیا ہے، جس سے کوئی چیز سر مو انحراف نہیں کر سکتی۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۲﴾ کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰہِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک ناراض ہونے کے اعتبار سے بڑی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے۔''

کچھ مسلمان جہاد فرض ہونے سے پہلے کہتے تھے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کون سا عمل

پسند ہے تو ہم اسے کرتے، تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے رسول کو خبر دی کہ سب سے بہتر عمل ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جب جہاد فرض ہوا تو ان مسلمانوں پر جہاد کرنا شاق گزرا، تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ نے انھیں عتاب کیا۔ اس لیے کہ ایمان صادق کا تقاضا تو یہ ہے کہ مومن نہ جھوٹ بولے اور نہ وعدہ خلافی کرے، جو کہے اس کے مطابق عمل کرے اور جو نیک کام نہ کیا ہو، اسے اپنی طرف منسوب نہ کرے، کیونکہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض بات یہ ہے کہ آدمی اپنی طرف ایسا بھلائی کا کام منسوب کرے جو اس نے نہ کیا ہو، یا کہے کہ میں فلاں خیر کا کام کروں گا اور پھر اسے نہ کرے۔

سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آپس میں مذاکرہ کیا۔ ہم نے کہا، ہم میں سے کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے اور آپ سے دریافت کرے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، لیکن ہم میں سے ہر شخص جاتے ہوئے ڈر رہا تھا۔ اتنے میں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد پہنچا اور ہم میں سے ایک ایک کو بلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا۔ جب ہم جمع ہو گئے تو ایک دوسرے کی طرف اشارے کرنے لگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے (ان آیات کی) تلاوت کی: ﴿ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [الصف : ۱ تا ۳] پھر آپ نے اس (سورت) کو اول سے آخر تک مکمل پڑھا۔ [مسند أحمد : ۵/۴۵۲، ح : ۲۳۸۵۱]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ [البقرة : ۴۴] ”کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟“

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا، پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، آگ میں اس کی انتڑیاں باہر نکل پڑیں گی اور وہ (انتڑیوں کے گرد) چکی کے گدھے کی طرح گھومتا رہے گا۔ دوزخی اس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے، اے فلاں! یہ تیرا کیا معاملہ ہے؟ کیا تو (دنیا میں) ہمیں اچھی بات کا حکم دیتا اور بری بات سے منع نہیں کرتا تھا؟ وہ کہے گا، بے شک میں تمھیں اچھی بات کا حکم دیتا تھا، لیکن خود نہیں کرتا تھا اور تمھیں برے کام سے منع کرتا تھا، لیکن خود وہی کام کیا کرتا تھا۔“ [بخاري، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ۳۲۶۷۔ مسلم، کتاب الزهد، باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعله …… الخ : ۲۹۸۹]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی کسی امت میں مجھ سے پہلے بھیجا تو اس کی امت میں اس کے حواری اور اس کے اصحاب ہوتے تھے، جو اس کی سنت پر عمل کیا کرتے اور

اس کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد ایسے ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ جو وہ کہتے وہ کرتے نہیں تھے اور جو کرتے اس کا انھیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ تو جو شخص ایسے لوگوں سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے تو وہ مومن ہے، جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے تو وہ مومن ہے اور جو ان سے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے، اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں رہتا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان ...... الخ : ٥٠]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار باتیں جس میں بھی ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے کوئی ایک ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے۔ (وہ یہ کہ) جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ٣٤۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٨]

سیدنا عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، جبکہ میں ابھی بچہ ہی تھا۔ میں کھیلنے کے لیے باہر نکلا، میری امی نے کہا، اے عبد اللہ! آؤ میں تمھیں کچھ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ''تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟'' انھوں نے کہا کہ میں اسے کھجور دینا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو تمھارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔'' [مسند أحمد : ٤٤٧/٣، ح : ١٥٧٠٨۔ أبو داؤد، كتاب الأدب، باب التشديد في الكذب : ٤٩٩١]

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

''بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں، جیسے وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں۔''

سیسہ پلائی ہوئی دیوار سے مراد یہ ہے کہ میدانِ جنگ میں ان کی صف اتنی مضبوط ہوتی ہے گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو، دشمن اس کو توڑ نہیں سکتا اور شکست کھا جاتا ہے۔ میدان جہاد کی صف میں کھڑا ہونا کتنا باعث اجر وثواب ہے، اسے جاننے کے لیے درج ذیل فرامینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ ضروری ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ میں سے ایک شخص کا گزر ایک گھاٹی سے ہوا، جہاں میٹھے (وخوش گوار) پانی کا ایک چشمہ بہتا تھا۔ اس کا ذائقہ اسے اچھا لگا، اس نے سوچا، اگر میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر یہاں ٹھہر جاؤں (اور اللہ کی عبادت کروں تو کتنا اچھا ہو)، تاہم میں یہ کام اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لے لوں۔ بعد ازاں اس نے سارا ماجرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرنا، بے شک

تم میں سے کسی کا جہاد فی سبیل اللہ میں کھڑے ہونا گھر کی ستر (۷۰) سال کی نمازوں سے بہتر ہے۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں بخش دے اور جنت میں داخل کر دے؟ سو اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ (سنو!) جو شخص اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ جتنا بھی اللہ کے راستہ میں لڑا اس پر جنت واجب ہوگئی۔" [ترمذی، كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في الغدو والرواح في سبيل الله : ١٦٥٠۔ مستدرك حاكم : ٦٨/٢، ح : ٢٣٨٢]

سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دو وقت ایسے ہیں کہ جن میں دعا رد نہیں کی جاتی، یا (فرمایا) کم ہی رد کی جاتی ہے، ایک اذان کے وقت اور دوسری جنگ (یعنی میدان جہاد) کے وقت، جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بھڑ جاتے ہیں۔" [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب الدعاء عند اللقاء : ٢٥٤٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "اللہ کے راستہ میں گھڑی بھر کھڑے ہونا حجر اسود کے سامنے لیلۃ القدر کے قیام سے بہتر ہے۔" [ابن حبان : ٤٦٠٣۔ شعب الإيمان للبيهقي : ١٠٢/٢]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے افضل شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ مومن جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کرے۔" لوگوں نے عرض کی، پھر کون؟ فرمایا: "وہ مومن جو کسی پہاڑ کی گھاٹی میں رہے، اللہ سے ڈرے اور لوگوں کو اپنی برائی سے محفوظ رکھے۔" [بخاری، كتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه ...... الخ : ٢٧٨٦۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط : ١٨٨٨]

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

"اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! تم مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو، حالانکہ یقیناً تم جانتے ہو کہ بے شک میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد، اپنے رسول اور اپنے کلیم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم مجھے ایذا کیوں دیتے ہو؟ حالانکہ تم اس پیغام کی صداقت کو خوب جانتے ہو جو میں تمھارے پاس لے کر آیا ہوں۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی آپ کی قوم کی طرف سے اور دیگر کفار کی طرف سے ایذا رسانیوں پر تسلی اور صبر کا حکم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَ كَانَ عِنْدَ

اللّٰہِ وَجِیۡہًا ﴾ [الأحزاب : ٦٩] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ نے اسے اس سے پاک ثابت کر دیا جو انھوں نے کہا تھا اور وہ اللہ کے ہاں بہت مرتبے والا تھا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام بڑے شرمیلے اور ستر پوشی کرنے والے آدمی تھے۔ اللہ سے شرم و حیا کی وجہ سے ان کے جسم کا کوئی بھی (قابل ستر) حصہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بنی اسرائیل کے بعض لوگوں نے ان کو ستایا، وہ کہنے لگے، موسیٰ علیہ السلام جو اس قدر اپنا جسم چھپاتے ہیں تو ضرور ان میں کوئی عیب ہے، یا تو برص ہے یا فتق ہے یا پھر کوئی اور بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی بے عیبی لوگوں پر ظاہر ہو جائے تو ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام (غسل کے لیے) الگ ہوئے۔ انھوں نے اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ کر نہانا شروع کیا، جب نہا چکے اور پتھر پر سے کپڑے لینے لگے تو پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ پڑا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی لی اور پتھر کے پیچھے یہ کہتے ہوئے بھاگے، اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے، وہ پتھر بنی اسرائیل کی ایک مجلس میں جا کر رک گیا اور بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو برہنہ دیکھ لیا۔ انھوں نے دیکھا کہ اللہ نے جو مخلوق پیدا کی ہے اس میں وہ بہترین جسم والے ہیں۔ الغرض! اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس عیب سے جو وہ ان کی طرف منسوب کرتے تھے، بری کر دیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لے کر پہنے اور پتھر کو عصا سے مارنا شروع کیا۔ اللہ کی قسم! پتھر میں ان کی مار سے نشان پڑ گئے، تین یا چار یا پانچ۔ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان میں اسی طرف اشارہ ہے: ﴿ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ اٰذَوۡا مُوۡسٰی فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوۡا ؕ وَ کَانَ عِنۡدَ اللّٰہِ وَجِیۡہًا ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ نے اسے اس سے پاک ثابت کر دیا جو انھوں نے کہا تھا اور وہ اللہ کے ہاں بہت مرتبے والا تھا۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، بابٌ : ٣٤٠٤۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل موسٰى عليه السلام : ٣٣٩، بعد حديث : ٢٣٧١]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کیا، تو ایک شخص کہنے لگا، اس تقسیم سے اللہ کی رضا مندی مقصود نہیں ہے۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے یہ بات بیان کی، تو آپ کو (سخت) غصہ آ گیا، یہاں تک کہ میں نے آپ کے چہرے پر غصے کے آثار پائے۔ بہر حال بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ موسیٰ (علیہ السلام) پر رحم کرے، ان کو اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی لیکن انھوں نے صبر کیا۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، بابٌ : ٣٤٠٥]

فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ : یعنی جب علم کے باوجود انھوں نے اتباع حق سے منہ موڑ لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ہدایت قبول کرنے سے ٹیڑھا کر دیا اور ان میں شک، حیرت اور ذلت و رسوائی ڈال دی، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۱۰] ''اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے، جیسے وہ اس پر پہلی بار ایمان نہیں لائے اور انھیں چھوڑ دیں گے، اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۱۵] ''اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔''

وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۶

''اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! بلاشبہ میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اس کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تورات کی صورت میں ہے اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آیا تو انھوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے۔''

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانے کے یہودیوں سے کہا، اے بنی اسرائیل! میں نبی بنا کر اور انجیل دے کر تمھاری ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ میں وہی دعوت لے کر آیا ہوں جو تورات کی دعوت تھی، یعنی ایک اللہ کی بندگی اور غیروں کی عبادت کا انکار۔ میرے ذریعے سے تورات کی تصدیق یوں بھی ہوتی ہے کہ تورات میں میری بعثت کی خبر موجود ہے اور اب میں مبعوث ہو چکا ہوں، تو ثابت ہوا کہ تورات اللہ کی سچی کتاب ہے اور میں تمھیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جن کا نام احمد ہوگا۔ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود ان کی تکذیب کر دی اور کہا کہ یہ جو کچھ ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے کھلا جادو ہے۔

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''میرے کچھ نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں یعنی مٹانے والا، اللہ کفر کو میرے ذریعے سے مٹائے گا، میں حاشر ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو حشر میں میرے بعد جمع کرے گا اور میں عاقب (یعنی سب نبیوں کے بعد آنے والا) ہوں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر [بابٌ] ﴿ من بعد اسمه أحمد ﴾ : ۴۸۹۶۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسمائه صلی اللہ علیہ وسلم : ۲۳۵۴]

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کئی نام ہم سے بیان کرتے تھے، آپ نے فرمایا: ''میں

محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں مقفی (یعنی عاقب) ہوں، میں حاشر ہوں، میں نبی التوبۃ اور نبی الرحمۃ ہوں۔“ [مسلم، کتاب الفضائل، باب في أسمائه ﷺ : ۲۳۵۵]

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ کے معاملے کی ابتدا کیا ہے (یعنی آپ کی ابتدائی نشانیاں کیا ہیں)؟ آپ نے فرمایا: ”میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں، عیسیٰ کی بشارت ہوں اور میری والدہ نے خواب دیکھا کہ ان میں سے ایک ایسا نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔“ [مسند أحمد : ۲۶۲/۵، ح : ۲۲۳۲٤]

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۷

”اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، جب کہ اسے اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اس آیت کریمہ میں مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے کفر و شرک پر شدید نکیر کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اسلام جیسا دین برحق دے کر دنیا میں بھیج دیا، جس نے حق و باطل کو واضح کر دیا ہے۔ اب اگر کوئی اس سے آنکھ بند کر لے اور اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرے تو اس سے بڑا ظالم کون ہو گا؟ اہل کتاب نے اسلام قبول نہ کرنے کے کئی بہانے بنا رکھے تھے، مثلاً ہم کسی نبی پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک وہ ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے آگ آ کر کھا جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴾ [آل عمران : ۱۸۳، ۱۸٤] ”جنھوں نے کہا بے شک اللہ نے ہمیں تاکیدی حکم دیا ہے کہ ہم کسی رسول کی بات کا یقین نہ کریں، یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی لائے جسے آگ کھا جائے، کہہ دے بے شک مجھ سے پہلے کئی رسول تمھارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے اور وہ چیز لے کر بھی جو تم نے کہی ہے، پھر تم نے انھیں کیوں قتل کیا، اگر تم سچے تھے۔ پھر اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو بے شک کئی رسول تجھ سے پہلے جھٹلائے گئے، جو واضح دلیلیں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔“

اہل کتاب تورات اور انجیل میں تحریف کر کے ان کو اپنے منشا اور مقصد کے مطابق ڈھال لیا کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۷۸] ”اور بے شک ان

میں سے یقیناً کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب (پڑھنے) کے ساتھ اپنی زبانیں مروڑتے ہیں، تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں اور اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔‘‘

اہل کتاب کہتے تھے کہ جنت میں صرف یہودی یا نصرانی جائیں گے، مسلمان جنت میں نہیں جائیں گے، لہٰذا کیا ضرورت ہے کہ اسلام قبول کیا جائے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلٰى ۤ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۱۱، ۱۱۲] ’’اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔ یہ ان کی آرزوئیں ہی ہیں، کہہ دے لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔ کیوں نہیں، جس نے اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو اس کے لیے اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔‘‘

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸

’’وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کے ساتھ بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافر لوگ ناپسند کریں۔‘‘

اس آیت میں انھی اعدائے دین یہود و نصاریٰ اور مشرکین قریش کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے چراغ کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم کو جادو اور میرے نبی ﷺ کو جادوگر کہتے ہیں۔ تو جان لیں کہ یہ کافروں کی خواہش کے علی الرغم ان کی خام خیالی ہے۔ اللہ کے نور کو شمع کی مانند پھونکوں سے نہیں بجھایا جا سکتا، یہ تو وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں پھیلا کر رہے گا۔ اللہ کے نور سے مراد نورِ ہدایت یعنی دین اسلام ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الزمر : ۲۲] ’’تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے (کسی سخت دل کافر جیسا ہو سکتا ہے؟) پس ان کے لیے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔‘‘

کافروں نے بہت کوشش کی کہ دین اسلام کو نیست و نابود کر دیں، لیکن ان کی کوشش بے کار گئی۔ اللہ نے اپنے نور کو غالب کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدۃ : ۳] ’’آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری

کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔“

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۟ ۹

”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اگرچہ مشرک لوگ ناپسند کریں۔“

اس آیت میں فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو قرآن اور دین اسلام کے ساتھ بھیجا ہے اور اس کا فیصلہ ہے کہ وہ دین اسلام کو مشرکین کی خواہش کے علی الرغم دنیا کے تمام ادیان و مذاہب پر غالب کرے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ [التوبة : ۳۲، ۳۳] ”وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ نہیں مانتا مگر یہ کہ اپنے نور کو پورا کرے، خواہ کافر لوگ برا جانیں۔ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تا کہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، خواہ مشرک لوگ برا جانیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری اور دوسرے پیغمبروں کی مثال، جو مجھ سے پہلے ہو گزرے ہیں، ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا اور اس کی زیبائش و آرائش کی، لیکن اس کے کونوں میں سے کسی ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ (اس میں داخل ہوئے اور (اسے گھوم پھر کر چاروں طرف سے دیکھنے لگے تو انھیں وہ عمارت بہت پسند آئی، تاہم وہ کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ یہاں کیوں نہ رکھ دی گئی؟“ نبی ﷺ نے فرمایا: ”میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔“ [بخاري، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين ﷺ : ۳۵۳۵۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين : ۲۲۸۶/۲۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس امت میں سے کوئی بھی شخص خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی (یا کسی اور مذہب کا پیروکار)، وہ میرے متعلق سنے اور میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ دوزخی ہے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ إلى جميع الناس ...... الخ : ۱۵۳]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ ۱۰ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

تَعۡلَمُوۡنَ ﴿ۙ۱۱﴾ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ وَ یُدۡخِلۡکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ وَ مَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿ۙ۱۲﴾ وَ اُخۡرٰی تُحِبُّوۡنَہَا ؕ نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتۡحٌ قَرِیۡبٌ ؕ وَ بَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۳﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمھاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور رہنے کی پاکیزہ جگہوں میں، جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک اور چیز جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد اور قریب فتح ہے اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دے۔''

پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ کو اموال تجارت سے تشبیہ دی ہے، اس لیے کہ جس طرح تجارت سے نفع حاصل ہوتا ہے، اسی طرح اعمال صالحہ دخولِ جنت اور عذابِ نار سے نجات کا سبب ہوتے ہیں، یعنی اگر وہ اللہ اور اس کے رسول پر حقیقی ایمان رکھیں گے اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ذریعے سے جہاد کریں گے، تو ان کے یہ کام مآل وانجام کے اعتبار سے ان کے لیے بہت ہی نافع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انھیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، بلند و بالا مکانات عطا کرے گا جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ حقیقت میں ایک انسان کی یہی سب سے بڑی کامیابی ہے کہ اس کا رب اس کے گناہوں کو معاف کر دے اور اسے جنت میں داخل کر دے۔ مذکورہ نعمتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ ایک اور نعمت دے گا جسے تم پسند کرتے ہو، وہ یہ کہ تم مکہ کو فتح کرو گے اور اس کے بعد آس پاس کے دیگر شہروں اور علاقوں کو بھی فتح کرو گے اور اللہ کی نصرت و تائید تمھارے ساتھ ہوگی۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ مومنوں کو خوش خبری دے دیجیے کہ اللہ نے ان سے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔

تُنۡجِیۡکُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ : یعنی جب جہاد کی ضرورت ہو اور جہاد کے لیے بلایا جائے تو جو شخص جہاد سے پہلوتہی کرے وہ دردناک عذاب کا مستحق ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَکُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَکُمُ انۡفِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَی الۡاَرۡضِ ؕ اَرَضِیۡتُمۡ بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا مِنَ الۡاٰخِرَۃِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیۡلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنۡفِرُوۡا یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ۬ۙ وَّ یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ وَ لَا تَضُرُّوۡہُ شَیۡئًا ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴾ [التوبۃ : ۳۸، ۳۹]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت

بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں نہیں ہے مگر بہت تھوڑا۔ اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمھیں دردناک عذاب دے گا اور بدل کر تمھارے علاوہ اور لوگ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نقصان نہ کرو گے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبة : ٢٤] ''کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کافر اور اس کو قتل کرنے والا جہنم کی آگ میں کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب من قتل كافرًا ثم سدد : ١٨٩١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دونوں جہنم میں اس طرح اکٹھے نہیں ہوں گے کہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچا دے۔'' لوگوں نے عرض کی، وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: ''جو مسلمان کسی کافر کو قتل کرے، پھر نیکی پر قائم رہے۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب من قتل كافرًا ثم سدد : ١٨٩١/١٣١]

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ...... اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحجرات : ١٥] ''مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [التوبة : ١١١، ١١٢] ''بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے کہ یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے

زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ (وہ مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ان مومنوں کو خوش خبری دے دے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’لوگوں میں سے بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو جہاد میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا لگام تھامے ہوئے دوڑا پھرتا ہے۔ جب کسی طرف سے حملے کا شور یا گھبراہٹ کی آواز سنتا ہے تو اس طرف دوڑ پڑتا ہے، وہ موت کو موت کی وادیوں میں تلاش کرتا پھرتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب فضل الجهاد والرباط : ۱۸۸۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اور وہ اپنے گھر سے صرف اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور اس کے احکام کی تصدیق کے لیے نکلا، تو اللہ تعالیٰ ضمانت دیتا ہے کہ یا تو اس کو جنت میں داخل کرے گا، یا اجر وغنیمت کے ساتھ اسے اس کے گھر کی طرف لوٹائے گا۔‘‘ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ قل لو کان البحر مدادًا لکلمات ربی لنفد البحر ...... الخ ﴾ : ۷۴۶۳۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل اللہ : ۱۸۷۶]

نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتۡحٌ قَرِيۡبٌ : یعنی جب تم اس کے راستے میں جہاد کرو گے اور اس کے دین کی مدد کرو گے تو تمھاری فتح ونصرت کا اللہ تعالیٰ ضامن ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ وَ يُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ ﴾ [محمد : ۷] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ لَيَنۡصُرَنَّ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيۡزٌ ﴾ [الحج : ۴۰] ’’اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔‘‘

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡۤا اَنۡصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ لِلۡحَوَارِيّٖنَ مَنۡ اَنۡصَارِيۡۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الۡحَوَارِيُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡۢ بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ وَ كَفَرَتۡ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدۡنَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا عَلٰى عَدُوِّهِمۡ فَاَصۡبَحُوۡا ظٰهِرِيۡنَ ﴿۱۴﴾ ع ۲

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کے مددگار بن جاؤ، جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا اللہ کی طرف میرے مددگار کون ہیں؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے کفر کیا، پھر ہم نے ان لوگوں کی جو ایمان لائے تھے، ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو وہ غالب ہو گئے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر حال میں اپنی جانوں، اپنے مالوں اور اپنے اقوال وافعال کے ذریعے سے اس دینِ حق کی مدد کرتے رہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی طاعت و بندگی کے لیے نازل کیا ہے، جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا، دعوت الی اللہ کے کام میں ان کا ساتھ دیا اور ان سے اپنی جانوں کی قربانی دینے کا وعدہ کیا، اسی طرح وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کا ہر طرح سے ساتھ دینے کے لیے تیار رہیں۔ جب حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی دعوت لوگوں تک پہنچانے کے لیے ہم آپ کی مدد کریں گے، تو عیسیٰ علیہ السلام نے انھیں اسرائیلیوں کے پاس توحید کی دعوت کے ساتھ بھیجا۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی حج کے دنوں میں اسی طرح کہا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (ابتدائے بعثت کے دنوں میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں اپنے آپ کو (یعنی اپنی دعوت کو) لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے اور کہتے تھے: ”سنو! کوئی مجھے اپنی قوم کی طرف لے جائے، بلاشبہ قریش نے مجھے اپنے رب کا پیغام پہنچانے سے روک دیا ہے۔“ [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب فی القرآن : ٤٧٣٤]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کے لیے مدینہ کے اوس وخزرج قبیلے والوں کے دلوں کو مسخر کر دیا۔ انھوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، آپ کی مدد کی اور کہا کہ اگر آپ ہجرت کر کے مدینہ آ جائیں گے تو ہم ہر طرح سے آپ کا دفاع کریں گے۔ جب آپ وہاں پہنچ گئے تو انھوں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اسی لیے اللہ اور اس کے رسول نے انھیں ”انصار“ کا لقب دیا جو ان کا نام بن گیا، جیسا کہ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے اللہ! انصار کو بخش دے، انصار کے بیٹوں کو بخش دے اور انصار کے پوتوں کو (بھی بخش دے)۔“ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل الأنصار رضی اللہ عنهم : ٢٥٠٦]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انصار سے سوائے مومن کے کوئی دوستی نہیں رکھے گا اور ان سے سوائے منافق کے کوئی دشمنی نہیں رکھے گا، سو جو کوئی انصار سے محبت کرے اللہ بھی اس سے محبت کرے گا اور جو کوئی انصار سے دشمنی کرے تو اللہ بھی اس سے دشمنی کرے گا۔“ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب حب الأنصار من الإیمان : ٣٧٨٣]

فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ : سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے قتال کرتا رہے گا اور وہ اپنے مقابل آنے والوں پر غالب رہیں گے، حتیٰ کہ ان کا آخری گروہ مسیح دجال سے لڑائی کرے گا۔“ [أبوداوٗد، کتاب الجهاد، باب فی دوام الجهاد : ٢٤٨٤۔ مسند أحمد : ٤/ ٤٣٤، ح : ١٩٩١٨]

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ یہ دین وہاں تک ضرور بضرور پہنچ کر رہے گا، جہاں تک دن اور رات کی رسائی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی مٹی اور گارے کے مکان کو نہیں چھوڑے گا کہ اس میں اس دین کو داخل نہ کر دے۔ خواہ کوئی عزت کے ساتھ قبول کرے یا ذلت کے ساتھ۔ اسلام اور اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ عزت دے کر رہے گا اور کفر کو ذلیل وخوار کر کے رہے گا۔'' [مسند أحمد : ۱۰۳/٤، ح : ۱٦۹٥۹]

سورۃ الجمعۃ مدنیۃ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون پڑھا کرتے تھے۔
[مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاۃ الجمعة : ۸۷۷]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ①

”اللہ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، (جو) بادشاہ ہے، بہت پاک ہے، سب پر غالب ہے، کمال حکمت والا ہے۔“

آسمانوں اور زمین میں جتنے حیوانات، نباتات اور جمادات ہیں، سب اللہ کی پاکی اور بڑائی بیان کرتے ہیں۔ وہ شہنشاہِ دو جہاں ہے، آسمانوں اور زمین میں اس کے سوا کسی کا حکم نہیں چلتا، وہ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ وہ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، وہ زبردست ہے، وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ ②

”وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیات پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔“

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اپنا احسان یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ اس نے عربوں کے لیے، جو اَن پڑھ تھے، انھی میں سے ایک نبی مبعوث فرمایا، جو اُمّی ہونے کے باوجود اللہ کی آیتیں پڑھ کر انھیں سناتے ہیں، انھیں غلط عقائد اور خبیث اخلاق سے پاک کر کے انھیں قرآن و سنت کی تعلیم دیتے ہیں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل عرب نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے بڑی ہی شدید گمراہی میں تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے اور اخلاق عالیہ اور آداب حسنہ سے یکسر بے بہرہ تھے۔ اس لیے وہ ایک نبی مرسل کے ذریعے سے ہدایت و راہنمائی کے شدید محتاج تھے۔ اس وقت اللہ نے ان پر کرم فرمایا اور نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کا عربوں میں پیدا ہونا، اس بات کے منافی نہیں ہے کہ وہ ساری دنیا والوں کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا اِ۟لَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۵۸] ”کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [سبا : ۲۸] ”اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

عرب کے لوگ ناخواندہ تھے اور پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہم ناخواندہ لوگ ہیں، نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب۔“ [بخاري، کتاب الصوم، باب قول النبي ﷺ : لا نکتب ولا نحسب : ۱۹۱۳۔ مسلم، کتاب الصیام، باب وجوب صوم رمضان لرؤیة الھلال ...... الخ : ۱۵/۱۰۸۰]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں: ① مجھے ایک مہینے کی مسافت تک رعب کے ذریعے سے مدد دی گئی ہے۔ ② پوری زمین میرے لیے مسجد اور پاک بنا دی گئی ہے، سو میری امت میں سے جس شخص کے لیے (جہاں بھی) نماز کا وقت ہو جائے اسے چاہیے کہ (اسی مقام پر) نماز پڑھ لے۔ ③ میرے لیے غنیمت کے مال حلال کر دیے گئے ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کے لیے حلال نہیں کیے گئے تھے۔ ④ مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی ہے۔ ⑤ ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جبکہ میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔“ [بخاري، کتاب التیمم، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ فلم تجدوا ماء ...... الخ ﴾ : ۳۳۵۔ مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلوة : ۵۲۱]

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

’’اور ان میں سے کچھ اور لوگوں میں بھی (آپ کو بھیجا) جو ابھی تک ان سے نہیں ملے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان عربوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا جو عہد رسالت میں موجود تھے اور ان عربوں کے لیے بھی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قیامت تک پیدا ہوں گے۔ ﴿ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ ﴾ سے اہل عجم بھی مراد ہو سکتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ ابھی تک عرب کے مسلمانوں سے نہیں ملے، لیکن عنقریب ملیں گے اور یہی ہوا۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے خصوصیت کے ساتھ اہل فارس مراد ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی، جب آپ اس آیت پر پہنچے: ﴿ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ﴾ [الجمعة : ۳] تو میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ میں نے تین بار یہی سوال کیا۔ اس وقت ہم لوگوں میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، تو آپ نے اپنا ہاتھ ان پر رکھا اور فرمایا: ’’اگر ایمان ثریا (ستارے) پر بھی ہوتا تو تب بھی ان لوگوں (یعنی اہل فارس) میں سے کئی آدمی اس تک پہنچ جاتے۔‘‘ یا یہ فرمایا: ’’ان لوگوں میں سے ایک آدمی اس تک پہنچ جاتا۔‘‘ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ وآخرين منهم لما يلحقوا بهم ﴾ : ۴۸۹۷۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل فارس : ۲۵۴۶/۲۳۱]

آخری آیت میں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت خود آپ ﷺ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے عظیم نعمت ہے، جس سے اللہ نے آپ کو سرفراز فرمایا اور جس کے ذریعے سے اللہ نے آپ کی امت کو عزت و شرف بخشا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

’’ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا، پھر انھوں نے اسے نہیں اٹھایا، گدھے کی مثال کی سی ہے جو کئی کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے، ان لوگوں کی مثال بری ہے جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

یہود نے تورات کو پڑھا اور اسے یاد کیا، لیکن اس پر عمل نہیں کیا، بایں طور کہ اس میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کی خبر دی گئی تھی، آپ کی علامتیں بیان کی گئی تھیں اور آپ پر ایمان لانے کی تاکید کی گئی تھی۔ انھیں یقینِ کامل تھا کہ آپ اللہ کے سچے نبی ہیں، لیکن محض حسد و عناد کی وجہ سے ایمان نہیں لائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں گدھوں سے تشبیہ دی، جن کی

پیٹھوں پر علوم و فنون کی بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں، جن کا وہ گدھے بوجھ تو محسوس کرتے ہیں اور ان کے نیچے دبے جاتے ہیں، لیکن ان میں موجود حقائق و معارف سے بے بہرہ اور ان پر عمل کرنے سے محروم ہوتے ہیں۔ اس لیے اللہ نے فرمایا کہ جن یہود نے اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی ہے، ان کی بڑی ہی بری مثال ہے، یعنی ان کا حال ان گدھوں جیسا ہے جن پر کتابیں لدی ہوں۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(آگاہ رہو) بری مثال ہم مسلمانوں کے شایان شان نہیں، چنانچہ جو شخص اپنی ہبہ کی ہوئی چیز واپس لیتا ہے وہ اس کتے کی مانند ہے جو اپنی قے چاٹ لیتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الهبة و فضلها، باب لا يحل لأحد أن يرجع في هبته و صدقته : ٢٦٢٢]

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۶ وَ لَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝۷

''کہہ دے اے لوگو جو یہودی بن گئے ہو! اگر تم نے گمان کر رکھا ہے کہ بے شک تم ہی اللہ کے دوست ہو (دوسرے) لوگوں کے سوا تو موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو۔ اور وہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے، اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔''

یعنی اے رسول! آپ کہہ دیجیے کہ اے یہودیو! اگر تمھارا دعویٰ ہے کہ لوگوں کو چھوڑ کر صرف تم ہی اللہ کے دوست ہو تو اگر واقعی تم اس دعوے میں سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ تمھیں ضرور موت کی تمنا کرنی چاہیے، اس لیے کہ تم اپنے مزعومہ دوست کے پاس پہنچ جاؤ گے، پھر تمھیں دنیا کی تمام کلفتوں سے نجات مل جائے گی اور زندگی خوب عیش و راحت میں گزرے گی۔ لیکن اے رسول! جو اعمال انھوں نے آگے بھیج دیے ہیں ان کی وجہ سے یہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے برے اعمال اور قرآن مجید کے انکار کی وجہ سے انھیں سخت سزا ملے گی، لہٰذا وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے، یا کبھی مباہلے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ یہودیوں کو مباہلے کا یہ جو چیلنج دیا گیا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴾ [البقرة : ٩٤، ٩٥] ''کہہ دے اگر آخرت کا گھر اللہ کے ہاں سب لوگوں کو چھوڑ کر خاص تمھارے ہی لیے ہے تو موت کی آرزو کرو، اگر تم سچے ہو۔ اور وہ ہرگز اس کی آرزو کبھی نہیں کریں گے، اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے

والا ہے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل (ملعون) نے کہا کہ اگر میں نے محمد (ﷺ) کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھ لیا تو میں آ کر ان کی گردن کو پامال کر دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اگر وہ ایسا کرتا تو اسے سب کے سامنے فرشتے پکڑ لیتے اور اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو وہ فوراً مر جاتے اور جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتے اور رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ کرنے والے اگر مباہلہ کے لیے نکل آتے تو اس طرح واپس جاتے کہ اہل و مال میں سے کسی کو بھی باقی نہ پاتے۔‘‘ [مسند أحمد : ۲۴۸/۱، ح : ۲۲۲۹۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالى : ﴿ كلا لئن لم ينته لنسفعًا ...... الخ ﴾ : ۴۹۵۸]

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ ع ۱۸

’’کہہ دے بلاشبہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، سو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے، پھر تم ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی خبر دی ہے کہ اے یہودیو! تم اپنی زبان سے جس موت کا نام لینے سے ڈرتے ہو کہ کہیں تمھیں آ نہ دبوچے اور کیفر کردار تک نہ پہنچا دے، تو اس سے تم بچ نہیں سکو گے اور قیامت کے دن غائب و حاضر کے جاننے والے اللہ کے سامنے کھڑے ہو گے، جو تمھیں تمھارے کالے کرتوتوں کی خبر دے گا اور ان کا پورا پورا بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ [النساء : ۷۸] ’’تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں پا لے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔‘‘

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو برا سمجھتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملنا برا سمجھتا ہے۔‘‘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا نبی ﷺ کی کسی اور زوجہ محترمہ نے عرض کی کہ موت کو تو ہم بھی پسند نہیں کرتے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ’’اس کا یہ مطلب نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت ہوتا ہے تو اس کو اللہ کی (طرف سے اس کی رضامندی اور اعزاز کی بشارت دی جاتی ہے، تو اس وقت اس شخص کو اس چیز کی نسبت جو اس کے آگے ہے (یعنی ملاقات) اور کوئی چیز اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ اللہ سے ملنے کو اچھا سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ملنا پسند فرماتا ہے اور جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور عقوبت کی خبر دی جاتی ہے۔ سو جو کچھ اس کے آگے عذاب اور عقوبت ہے، اس سے زیادہ کوئی چیز اس کو بری معلوم نہیں ہوتی، سو وہ اللہ سے ملنے کو برا سمجھتا ہے اور اللہ اس سے ملنے کو برا

سمجھتا ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءہٗ : ٦٥٠٧]

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوْمِ ٱلْجُمُعَةِ فَٱسْعَوْاْ إِلَىٰ ذِكْرِ ٱللَّهِ وَذَرُواْ ٱلْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝٩

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ جمعہ کی نماز کا خاص اہتمام کریں اور اذان ہونے کے بعد اپنے کاروبار چھوڑ کر مسجد کی طرف چل پڑیں، تاکہ خطبہ اور نماز کے فضائل و برکات سے مستفید ہو سکیں۔ مزید تاکید کے طور پر فرمایا کہ کاروبارِ دنیا چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لیے جانے ہی میں تمھارے لیے ہر طرح کی بہتری ہے، کاش تم اس بات کو سمجھ جاؤ۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوْمِ ٱلْجُمُعَةِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(دنوں میں سے) بہترین دن کہ جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، وہ جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن جنت سے (زمین پر) اتارے گئے، نیز قیامت بھی جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی۔‘‘ [مسلم، كتاب الجمعة، باب فضل يوم الجمعة : ١٨/٨٥٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہم لوگ سب امتوں کے بعد (دنیا میں) آئے، لیکن قیامت کے دن سب سے مقدم ہوں گے۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کو ہم سے پہلے اللہ کی کتاب ملی اور یہی جمعہ کا دن ان کے لیے بھی (روز عبادت) مقرر ہوا، لیکن انھوں نے اس میں اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہماری اس کی طرف راہنمائی فرما دی۔ چنانچہ سب لوگ ہم سے پیچھے ہو گئے۔ یہودیوں کا دن کل اور نصاریٰ کا پرسوں ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب الجمعة، باب فرض الجمعة ...... الخ : ٨٧٦۔ مسلم، كتاب الجمعة، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة : ٨٥٥]

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جہاں تک ممکن ہو صفائی اور طہارت کا اہتمام کرے، پھر تیل یا خوشبو لگائے، پھر چلے اور دو (آدمیوں) میں تفریق نہ کرے (یعنی دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ کھڑا ہو) اور جتنی نماز اس کی قسمت میں لکھی ہے پڑھے، پھر جب امام تشریف لائے (اور خطبہ شروع کرے) تو خاموش رہے تو اس کے اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔‘‘ [بخاري، كتاب الجمعة، باب لا يفرق بين اثنين يوم الجمعة : ٩١٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص جمعہ کے دن جنابت کے غسل کی طرح

غسل کرے اور اول ساعت میں (مسجد میں آ) جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کیا، دوسری ساعت میں مسجد میں جانے والا گائے کی قربانی کرنے والے کی مانند ہے، تیسری ساعت میں جانے والا بھیڑ کی قربانی کرنے والے کی طرح ہے، چوتھی ساعت میں جانے والا ایک مرغ اللہ کی راہ میں قربان کرنے والے کی طرح ہے اور پانچویں ساعت میں جانے والا اللہ کی راہ میں انڈے کی قربانی دینے والے جیسا ہے، پھر جب امام آ جائے تو فرشتے (اندراج والا دفتر لپیٹ کر) خطبہ سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔'' [بخاري، كتاب الجمعة، باب فضل الجمعة : ۸۸۱۔ مسلم، كتاب الجمعة، باب الطيب والسواك يوم الجمعة : ۸۵۰]

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سے زائد موذن نہیں تھے (یعنی عہد رسالت میں جمعہ کی ایک ہی اذان ہوتی تھی) اور جمعہ کے دن اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر (آ کر) بیٹھ جاتا تھا۔ [بخاري، كتاب الجمعة، باب مؤذن الواحد يوم الجمعة : ۹۱۳]

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی اذان اسی وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر خطبہ پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتا۔ تاہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو آپ نے تیسری اذان (اقامت کو بھی اذان کہہ دیا جاتا ہے) ایک الگ مقام پر کہلوانا زیادہ کی، اس مقام کا نام زوراء تھا۔ [بخاري، كتاب الجمعة، باب الأذان يوم الجمعة : ۹۱۲]

سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ جمعہ چھوڑنے سے ضرور باز آ جائیں، وگرنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔'' [مسلم، كتاب الجمعة، باب التغليظ في ترك الجمعة : ۸٦۵]

فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم اقامت سنو تو نماز کے لیے سکینت اور وقار کے ساتھ چلو، دوڑو نہیں، پھر جو پاؤ وہ پڑھ لو اور جو رہ جائے وہ مکمل کرلو۔'' [بخاري، كتاب الأذان، باب لا يسعى إلى الصلوة وليأتها بالسكينة والوقار : ٦٣٦۔ مسلم، كتاب المساجد ، باب استحباب إتيان الصلوة بوقار و سكينة ...... الخ : ٦٠٢]

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالتِ نماز میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے پاؤں کی آہٹ زور زور سے سنائی دی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' لوگوں نے کہا، دراصل ہم جلدی جلدی نماز میں شامل ہو رہے تھے۔ فرمایا: ''ایسا نہ کرو، نماز کے لیے اطمینان سے چل کر آؤ، پھر جو ملے وہ پڑھ لو اور جو چھوٹ جائے وہ پوری کرلو۔'' [مسلم ، كتاب المساجد ، باب استحباب إتيان الصلوة بوقار و سكينة...... الخ : ٦٠٣]

سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے جمعہ کے دن خوب اچھی طرح غسل

کیا، پھر جلد یعنی سویرے سویرے مسجد کی طرف روانہ ہوا اور سوار ہو کر نہیں بلکہ پیدل چلا، پھر امام کے قریب جگہ حاصل کی اور غور سے خطبہ سنا اور کوئی لغو حرکت نہ کی تو اسے ہر قدم کے بدلہ میں ایک سال کے روزوں اور ایک سال کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔" [مسند أحمد : ۱۰۴/۴، ح : ۱۶۹۶۴]

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰

"پھر جب نماز پوری کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے (حصہ) تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی معاملات میں مزید راہنمائی فرماتے ہوئے کہا کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے کاروبار میں لگ جاؤ اور تلاش رزق کے لیے ہر ممکن کوشش کرو اور ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہو، جس نے تمھاری ہر گام پر راہنمائی کی ہے، کبھی اس کی یاد سے غافل نہ ہو، کیونکہ ہر کامیابی کا راز اسی میں پوشیدہ ہے۔

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ : سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کسی ایک کا رسیاں لے کر پہاڑ پر اس غرض سے جانا کہ وہ ان سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر لاد لائے اور بعد ازاں اسے بیچے اور یوں اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو (ذلت سے) بچا لے، تو یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے اور وہ (چاہیں تو) اسے دیں اور اگر چاہیں تو انکار کر دیں۔" [بخاري، کتاب الزکاة، باب الاستعفاف عن المسألة : ۱۴۷۱]

سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا اور اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا کرتے تھے۔" [بخاري، کتاب البیوع، باب کسب الرجل و عمله بیده : ۲۰۷۲]

وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۱۱ ع ۲

"اور جب وہ کوئی تجارت یا تماشا دیکھتے ہیں تو اٹھ کر اس طرف چلے جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں، کہہ دے جو اللہ کے پاس ہے وہ تماشے سے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔"

جمعہ کے دن خطبہ چھوڑ کر اس تجارتی قافلہ کی طرف چلے جانے پر، جو اس دن مدینہ میں آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے سرزنش

کرتے ہوئے فرمایا کہ جب یہ لوگ کوئی تجارتی قافلہ یا سامانِ لہو ولعب دیکھ لیتے ہیں تو تیزی سے اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو منبر پر تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ انھیں بتا دیجیے کہ آپ کا خطبہ سننے اور اس سے مستفید ہونے کا جو اجر و ثواب ہے، وہ لہوولعب اور تجارتی نفع سے زیادہ بہتر ہے۔ آپ انھیں یہ بھی بتا دیجیے کہ اللہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ اس لیے انھیں اس خیر و برکت کے حصول کے لیے کوشش کرنی چاہیے جو اللہ کے پاس ہے اور روزی کا معاملہ اللہ کے حوالے کر دینا چاہیے۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا : سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (مدینہ منورہ میں) ایک تجارتی قافلہ جمعہ کے دن آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے۔ چنانچہ لوگ اس تجارتی قافلہ کی طرف چل دیے، صرف بارہ افراد بیٹھے رہے۔ چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا ﴾ [الجمعۃ : ۱۱] ”اور جب وہ کوئی تجارت یا تماشا دیکھتے ہیں تو اٹھ کر اس طرف چلے جاتے ہیں۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و إذا رأوا تجارة أو لهوا ﴾ : ۴۸۹۹۔ مسلم، کتاب الجمعة، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ و إذا رأوا تجارة أو لهوا ...... الخ ﴾ : ۸۶۳۔ مسند أحمد : ۳۱۳/۳، ح : ۱۴۳۶۸]

وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا : یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ امام کو جمعہ کے دن خطبہ کھڑے ہو کر دینا چاہیے۔ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیا کرتے تھے اور ان کے درمیان بیٹھتے تھے۔ آپ خطبوں میں قرآن شریف پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے۔ [مسلم، کتاب الجمعة، باب ذکر الخطبتین قبل الصلوة ...... الخ : ۸۶۲]

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور اس وقت ام الحکم کا بیٹا عبدالرحمٰن بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس خبیث کو دیکھو بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے (جو خلاف سنت ہے)، حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ﴾ [الجمعۃ : ۱۱] ”اور جب وہ کوئی تجارت یا تماشا دیکھتے ہیں تو اٹھ کر اس طرف چلے جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔“ [مسلم، کتاب الجمعة، باب فی قوله تعالٰی ﴿ و إذا رأوا تجارة أو لهوا ...... الخ ﴾ : ۸۶۴]

قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ [سبا : ۳۹] ”کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے اور تم جو بھی چیز خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دیتا ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴾ [فاطر : ۳] ”اے لوگو! اللہ کی نعمت یاد کرو جو تم پر ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے، جو تمھیں آسمان

اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ فَذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۖ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ ۖ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ﴾ [یونس : ۳۱، ۳۲] ''کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مُردہ سے نکالتا اور مُردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ''اللہ'' تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ سو وہ اللہ ہی تمھارا سچا رب ہے، پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر کہاں پھیرے جاتے ہو؟''

سورۃ المنٰفقون مدنیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِذَا جَآءَکَ الۡمُنٰفِقُوۡنَ قَالُوۡا نَشۡہَدُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُ اللّٰہِ ۘ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُہٗ ؕ وَ اللّٰہُ یَشۡہَدُ اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَکٰذِبُوۡنَ ۚ﴿۱﴾

''جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ بلاشبہ تو یقیناً اس کا رسول ہے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں۔''

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک لڑائی میں شریک تھا، میں نے عبداللہ بن ابی کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کے رسول کے پاس جو لوگ ہیں انھیں خرچ کے لیے کچھ نہ دیا کرو، تاکہ وہ خود ہی اللہ کے رسول کو چھوڑ کر چلے جائیں اور اگر ہم اس لڑائی سے لوٹ کر مدینہ پہنچے تو جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ میں نے عبداللہ بن ابی کی یہ گفتگو اپنے چچا یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے مجھے بلایا، میں نے آپ سے بھی سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا، مگر انھوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم نے (ہرگز) ایسا نہیں کہا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھوٹا قرار دے دیا اور عبداللہ کو سچا جانا۔ اس سے مجھے اتنا رنج ہوا کہ اس جیسا رنج کبھی نہیں ہوا تھا، میں (اپنے) گھر میں بیٹھ گیا۔ چچا کہنے لگے، تم نے یہی چاہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھاری تکذیب کریں اور تم سے ناراض ہوں؟ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے (میری تائید میں) سورۂ منافقون نازل فرمائی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور سورۂ منافقون پڑھ کر سنائی اور آپ نے فرمایا: ''اے زید! تم

کو اللہ نے سچا کر دیا۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إذا جاءك المنافقون ...... الخ ﴾: ۴۹۰۰۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين وأحكامهم، باب صفات المنافقين...... الخ : ۲۷۷۲]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک لڑائی میں تھے کہ ایک مہاجر لڑکے نے ایک انصاری لڑکے کو ٹانگ دے ماری۔ اس پر دونوں میں لڑائی ہونے لگی۔ انصاری نے کہا، اے انصاریو! دوڑو۔ مہاجر پکارا، اے مہاجرین دوڑو! یہ آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو آپ نے فرمایا: ’’یہ کیا جاہلیت کی سی پکار ہے؟‘‘ لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ایک مہاجر نے ایک انصاری کو ٹانگ دے ماری۔ آپ نے فرمایا: ’’(ایسی جہالت کی باتیں) چھوڑ دو، یہ (بڑی) بدبودار باتیں ہیں۔‘‘ یہ خبر عبد اللہ بن ابی کو پہنچی تو وہ کہنے لگا، کیا انھوں نے ایسا کیا ہے؟ اللہ کی قسم! اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ اس بات کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اتار دوں۔ آپ نے فرمایا: ’’نہیں! ایسا نہ کرو، لوگ کیا کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ سواء عليهم أستغفرت لهم ﴾ : ۴۹۰۵۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب نصر الأخ ظالمًا أو مظلومًا : ۲۵۸۴]

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا۔ ہمارے ساتھ کچھ دیہاتی بھی تھے۔ ہم جلدی جلدی پانی کی طرف چلنے لگے، لیکن دیہاتی لوگ ہم سے پہلے پانی پر پہنچ گئے۔ ایک دیہاتی اپنے اصحاب سے پہلے پانی پر پہنچ گیا۔ وہ دیہاتی آگے بڑھا، حوض بھرا اور اس کے گرد پتھر لگا دیے اور پھر اس پر ایک چمڑا ڈال دیا، تاکہ اس کے ساتھیوں کے پہنچنے تک پانی محفوظ رہے۔ اتنے میں ایک انصاری اس کے پاس آیا اور اس نے اپنی اونٹنی کی لگام ڈھیلی کر دی، تاکہ وہ پانی پی لے، مگر اس دیہاتی نے پانی نہ پینے دیا۔ ناچار انصاری نے پانی کی منڈیر توڑ دی۔ دیہاتی نے ایک لکڑی اٹھائی اور انصاری کے سر پر مار دی، یوں اس کا سر پھٹ گیا۔ اب وہ انصاری رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کے پاس آیا اور اس نے یہ واقعہ عبد اللہ سے بیان کیا۔ دراصل وہ انصاری عبد اللہ بن ابی کے ساتھیوں میں سے تھا۔ عبد اللہ بن ابی طیش میں آ کر کہنے لگا، ان لوگوں پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں، خرچ نہ کرو، یعنی ان دیہاتیوں کو کچھ نہ دو، یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ وہ دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (عموماً) کھانے کے وقت جمع ہوتے تھے۔ عبد اللہ نے کہا، جب یہ دیہاتی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے جایا کریں تو اس وقت کھانا لایا کرو، تاکہ صرف وہی کھایا کریں اور جو کوئی ان کے ساتھ ہو۔ پھر اس نے کہا، جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو عزت والے ان ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا، میں نے عبد اللہ کی یہ بات سن لی، میں نے اس کا ذکر اپنے چچا سے کیا اور انھوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کی طرف کسی آدمی کو بھیجا۔ (عبد اللہ آیا) اس نے قسم کھائی اور (اپنی کہی ہوئی بات کا) انکار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے عبداللہ بن ابی کو سچا جانا اور مجھے جھوٹا قرار دیا۔ میرا چچا میرے پاس آ کر کہنے لگا، تم نے یہی چاہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمان تم پر ناراض ہوں اور تمھیں جھٹلا دیں؟ (یہ سن کر) مجھے ایسا رنج ہوا کہ کسی کو نہ ہوا ہوگا۔ میں غم کی وجہ سے آپ کے ساتھ سفر میں اپنا سر جھکائے چلا جا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، انھوں نے میرا کان پکڑا اور مسکرائے۔ (میری خوشی کا عالم دیدنی تھا کہ) اس کے بجائے اگر مجھے دنیا میں ہمیشہ رہنے کی نعمت مل جاتی تو تب بھی میں اتنا خوش نہ ہوتا۔ خیر بعد میں مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے اور پوچھنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے تم سے کیا کہا؟ میں نے کہا، کچھ کہا تو نہیں، البتہ میرا کان پکڑا اور مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، تمھیں بشارت ہو، پھر عمر رضی اللہ عنہ ملے تو ان سے بھی میں نے وہی کہا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے سورۂ منافقون کی تلاوت کی۔[ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ المنافقین : ۳۳۱۳]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! جب عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین آپ کی مجلس میں آتے ہیں تو اپنی زبان سے مسلمان ہونے کا اظہار کرتے ہیں اور آپ کو دھوکا دینے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں، چاہے منافقین اس کی گواہی دیں یا نہ دیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین اپنی گواہی میں جھوٹے ہیں۔ ان کا باطن ان کے ظاہر کے مطابق نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۸] ”اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز مومن نہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں ہوں وہ خالص منافق ہوتا ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ یہ کہ) جب اسے امانت دار سمجھا جائے تو خیانت کرے۔ جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو توڑ دے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔“[بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۴۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۸]

اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۲

”انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا، پس انھوں نے اللہ کی راہ سے روکا۔ یقیناً یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہیں برا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافقین نے اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے، جن کے ذریعے سے وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو قید و بند اور قتل سے بچاتے ہیں۔ خود اسلام پر دل سے عمل پیرا نہیں ہوتے اور مدینہ کے معاشرے میں اسلام اور نبی کریم ﷺ کے خلاف شکوک و شبہات پھیلا کر لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ جو اسلام میں داخل ہو گئے ہیں، انھیں جہاد میں جانے اور نیکی کے دیگر کاموں سے روکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے یہ سارے

کرتوت بڑے ہی گھناؤنے ہیں۔ ان قسموں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبة : ۹۶] ”تمھارے لیے قسمیں کھائیں گے، تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴾ [التوبة : ۵۶] ”اور وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔“

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۳

”یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔“

منافقین کی بداعمالی اور بدسلوکی ان کے نفاق کا نتیجہ ہے کہ پہلے تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا زبان سے اقرار کیا، پھر شک و شبہ میں مبتلا ہو کر منافق بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فہم و تدبر کی صلاحیت چھین لی اور ان کے دلوں کی طرف جانے والے ایمان کے سارے راستے بند کر دیے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ رک جائے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے، لیکن اگر اور گناہ کرتا جاتا ہے تو وہ سیاہی کا نقطہ زیادہ ہو جاتا ہے (حتیٰ کہ ہوتے ہوتے اس کا دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے)۔ یہی وہ زنگ ہے کہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں (اس فرمان میں) کیا ہے: ﴿ كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [المطففين : ۱۴] ”ہرگز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔“ [ترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورة ویل للمطففین : ۳۳۳۴۔ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر الذنوب : ۴۲۴۴۔ مسند أحمد : ۲۹۷/۲، ح : ۷۹۷۱]

وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ٝ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۴

”اور جب تو انھیں دیکھے تجھے ان کے جسم اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو تو ان کی بات پر کان لگائے گا، گویا وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں، ہر بلند آواز کو اپنے خلاف گمان کرتے ہیں۔ یہی اصل دشمن ہیں، پس ان سے ہوشیار رہ۔ اللہ انھیں ہلاک کرے، کہاں بہکائے جا رہے ہیں۔“

منافقین کی حالت پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ جب آپ ان منافقین کو دیکھتے ہیں تو بظاہر ان کی شکل وصورت بڑی اچھی لگتی ہے۔ ان کے اجسام خوبصورت معلوم ہوتے ہیں اور ان کی چرب زبانی کی وجہ سے ان کی باتیں بھی اچھی لگتی ہیں۔ لیکن وہ فہم وتدبر اور ہر قسم کے روحانی فائدے سے ایسے ہی عاری ہیں جیسے کوئی لکڑی دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی جاتی ہے، نہ وہ کسی عمارت میں لگی ہوتی ہے اور نہ کسی اور چیز کو سہارا دیتی ہے، یعنی بے کار محض ہوتی ہے۔ بعینہٖ یہی حال منافقین کے اجسام کا ہے، جو حقیقی روح اور زندگی سے خالی ہیں۔ چونکہ ہر وقت انھیں خوف لاحق ہوتا ہے کہ نہ جانے کب اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر وحی نازل کر کے ان کا پردہ فاش کر دے، ان کے قید وبند اور قتل کا حکم دے دے، اس لیے ہر سرسراہٹ پر ان کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں اور چونک اٹھتے ہیں کہ کہیں ان کے بارے میں اللہ کا حکم آ تو نہیں گیا؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ١٩] ''تمھارے بارے میں سخت بخیل ہیں، پس جب خوف آ پہنچے تو تو انھیں دیکھے گا کہ تیری طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جا رہی ہو، پھر جب خوف جاتا رہے تو تمھیں تیز زبانوں کے ساتھ تکلیف دیں گے، اس حال میں کہ مال کے سخت حریص ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے اور یہ ہمیشہ سے اللہ پر بہت آسان ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴾ [محمد : ٢٠] ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پھر جب کوئی محکم سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر کیا جاتا ہے تو تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں بیماری ہے، وہ تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے اس شخص کا دیکھنا ہوتا ہے جس پر موت کی غشی ڈالی گئی ہو۔ پس ان کے لیے بہتر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ اے میرے نبی! یہ منافقین آپ کے پکے دشمن ہیں، دل سے آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہیں اور ہر آن انتظار میں ہیں کہ کب آپ پر اور مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر مار ہو، راہِ حق سے کیسے دور ہوتے جا رہے ہیں؟ قرآن نازل ہو رہا ہے، رسول اللہ ﷺ لوگوں کو تعلیم دے رہے ہیں اور ایک زبردست تبدیلی رونما ہو رہی ہے، لیکن دل کے ان اندھوں کو کچھ بھی نظر نہیں آ رہا ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِينَ ۝٦﴾

''اور جب ان سے کہا جائے آؤ اللہ کا رسول تمھارے لیے بخشش کی دعا کرے تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور تو انھیں دیکھے گا کہ وہ منہ پھیر لیں گے، اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں۔ ان پر برابر ہے کہ تو ان کے لیے بخشش کی دعا کرے، یا ان کے لیے بخشش کی دعا نہ کرے، اللہ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا، بے شک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

''مریسیع'' کنویں کے پاس ایک مہاجر اور ایک انصاری کے جھگڑے کے بعد عبداللہ بن ابی نے نبی کریم ﷺ اور مہاجرین صحابہ کے بارے میں جو کچھ کہا تھا، اس کی اطلاع جب نبی کریم ﷺ کو ہوگئی تو کچھ لوگوں نے عبداللہ بن ابی کو مشورہ دیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائے، معافی مانگے اور آپ سے درخواست کرے کہ آپ اس کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کریں، تو اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے منہ پھیر لیتے ہیں اور فرمایا، اے رسول! آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ تکبر اور گھمنڈ میں آپ کے پاس آنے سے رک جاتے ہیں اور معافی مانگنے کے لیے آپ کے پاس آنے کو کسر شان سمجھتے ہیں۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ چاہے ان کے لیے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں، اللہ تعالیٰ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا، اس لیے کہ وہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا اور منافقین اپنی سرکشی اور گناہوں کے سبب بدرجۂ اولیٰ فاسق ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ [التوبة: ۸۰] ''ان کے لیے بخشش مانگ، یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝٧ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٨﴾ ع ۱۴

''یہ وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو اللہ کے رسول کے پاس ہیں، یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں، حالانکہ آسمانوں کے اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں اور لیکن منافق نہیں سمجھتے۔ وہ کہتے ہیں یقیناً اگر ہم مدینہ واپس گئے تو جو زیادہ عزت والا ہے وہ اس میں سے ذلیل تر کو ضرور ہی نکال باہر کرے گا، حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے

اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے اور لیکن منافق نہیں جانتے۔“

عبداللہ بن ابی نے غفاری اور خزرجی کے جھگڑے کے بعد انصار سے کہا تھا کہ تم لوگ مکہ کے ان کنگالوں پر خرچ کرنا بند کر دو، تو یہ چلتے پھرتے نظر آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اور اس جیسے دیگر منافقین کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ کی ملکیت ہیں، وہی جسے چاہتا ہے روزی دیتا ہے، پھر یہ منافق کیسے دعویٰ کرتا ہے کہ اگر وہ صحابہ کرام پر خرچ نہیں کرے گا، تو سب بھوک سے پریشان ہو کر محمد (ﷺ) کے پاس سے تتر بتر ہو جائیں گے؟ حقیقت یہ ہے کہ مرض نفاق کی وجہ سے ان کے دل اندھے ہو گئے ہیں، اسی لیے اتنی ظاہری بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اسی رئیس المنافقین نے کہا تھا کہ اللہ کی قسم! مدینہ واپس پہنچ کر ہم میں سے جو عزت والا ہے، وہ ذلیل کو نکال دے گا۔ اس منافق کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ فی الحقیقت عزت و غلبہ اور سربلندی تو اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے لیے ہے، لیکن منافقین اپنی کور مغزی کے سبب اس حقیقت کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں، جیسا کہ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک لڑائی میں شریک تھا، میں نے عبداللہ بن ابی کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کے رسول کے پاس جو لوگ ہیں انھیں خرچ کے لیے کچھ نہ دیا کرو، تاکہ وہ خود ہی اللہ کے رسول کو چھوڑ کر چلے جائیں اور اگر ہم اس لڑائی سے لوٹ کر مدینہ پہنچے تو جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ میں نے عبداللہ بن ابی کی یہ گفتگو اپنے چچا یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے مجھے بلایا، میں نے آپ سے بھی سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا، مگر انھوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم نے (ہرگز) ایسا نہیں کہا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جھوٹا قرار دے دیا اور عبداللہ کو سچا جانا۔ اس سے مجھے اتنا رنج ہوا کہ اس جیسا رنج کبھی نہیں ہوا تھا، میں (اپنے) گھر میں بیٹھ گیا۔ چچا کہنے لگے، تم نے یہی چاہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تمھاری تکذیب کریں اور تم سے ناراض ہوں؟ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے (میری تائید میں) سورۂ منافقون نازل فرمائی۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے مجھے بلایا اور سورۂ منافقون پڑھ کر سنائی اور آپ نے فرمایا: ”اے زید! تم کو اللہ نے سچا کر دیا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إذا جاءك المنافقون ...... الخ ﴾ : ۴۹۰۰۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين و أحكامهم، باب صفات المنافقين...... الخ : ۲۷۷۲]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی کی یہ بات سن کر اس کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! تو یہاں سے واپس نہیں جا سکتا، جب تک کہ تو اقرار نہ کر لے کہ تو خود ذلیل ہے اور رسول اللہ ﷺ عزت والے ہیں، چنانچہ اس نے اس کا اقرار کیا۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن ، باب و من سورة المنافقين : ۳۳۱۵]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کثرت سے اپنے ذکر کا حکم دیا ہے اور اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مال و اولاد ہی میں مشغول ہو کر رہ جائیں۔ فرمایا کہ جو شخص دنیا کی زندگی اور زیب و زینت ہی کو مطمح نظر بنا کر اپنے رب کی اطاعت اور اس کے ذکر سے غافل ہو جائے تو وہ ان خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا جو قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو خسارے میں مبتلا کریں گے۔ مال اور اولاد فتنہ ہیں، ان کی محبت میں آدمی اللہ تعالیٰ کو اور اس کی نصیحت کو بھول جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [التغابن : ۱۵] ”تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں اور جو اللہ ہے اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴾ [التکاثر : ۱ تا ۸] ”تمھیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے۔ ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ پھر ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ ہرگز نہیں، کاش! تم جان لیتے، یقین کا جاننا۔ کہ یقیناً تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر یقیناً تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔ پھر یقیناً تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔“

﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰﴾

”اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے، پھر وہ کہے اے میرے رب! تو نے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانو! ہم نے تمھیں جو روزی دی ہے، اس میں سے خیر کے کاموں میں خرچ کرتے رہو، قبل اس کے کہ تمھیں موت آ جائے اور تم کف افسوس ملتے رہ جاؤ۔ اس وقت کہنے لگو کہ اے رب! تو مجھے تھوڑی سی مہلت دے دے، تاکہ میں صدقہ خیرات کر لوں اور نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں۔ مگر اس وقت مہلت کہاں؟ جو ہو چکا سو ہو چکا اور جو ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا اور ہر شخص سے اس کی کوتاہی کا حساب لیا جائے گا۔ کفار کے

بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴾ [إبراهيم : ٤٤] ”اور لوگوں کو اس دن سے ڈرا جب ان پر عذاب آئے گا، تو وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں قریب وقت تک مہلت دے دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اور کیا تم نے اس سے پہلے قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تمھارے لیے کوئی بھی زوال نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٩٩، ١٠٠] ”یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب! مجھے واپس بھیجو۔ تاکہ میں جو کچھ چھوڑ آیا ہوں اس میں کوئی نیک عمل کرلوں۔ ہرگز نہیں، یہ تو ایک بات ہے جسے وہ کہنے والا ہے اور ان کے پیچھے اس دن تک جب وہ اٹھائے جائیں گے، ایک پردہ ہے۔“

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ موت کا انتظار نہ کرے، بلکہ جتنی جلدی ممکن ہو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرے، جیسا کہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دوزخ سے بچو، خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی۔“ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ …… الخ : ١٤١٧۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ : ١٠١٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! اجر کے لحاظ سے کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ کہ تم اس حالت میں صدقہ دو کہ تم تندرست ہو، تمھیں مال کی خواہش بھی ہو، محتاجی کا اندیشہ ہو اور تونگری کی طمع بھی ہو، (ایسے عالم میں صدقہ دو اور) صدقہ دینے میں دیر نہ کرو کہ روح حلق تک پہنچ جائے اور تم کہنے لگو کہ اتنا مال فلاں کے لیے ہے اور اتنا مال فلاں کو دے دینا، اس وقت تو وہ مال فلاں کا ہو ہی چکا ہوگا۔“ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح : ١٤١٩۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب بیان أن أفضل الصدقۃ صدقۃ الصحیح الشحیح : ١٠٣٢]

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”(مال کو) نہ روکو، ورنہ تمھارا رزق بھی روک لیا جائے گا۔“ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب التحریض علی الصدقۃ و الشفاعۃ فیها : ١٤٣٣۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الأنفاق …… الخ : ١٠٢٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ بندے اس میں صبح کریں مگر یہ کہ دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور مال دے، دوسرا

کہتا ہے، اے اللہ! روکنے والے کے مال کو تلف فرما دے۔" [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ فأما من أعطی واتقی ...... الخ ﴾ : ۱۴۴۲۔ مسلم، کتاب الزکوۃ ، باب فی المنفق والممسك : ۱۰۱۰]

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ؑ ⑪

"اور اللہ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کا وقت آ گیا اور اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی یہ تمنا ہرگز پوری نہیں ہوگی، اس لیے کہ اللہ کا نظام ازلی ہے کہ کسی کی موت ایک لمحہ کے لیے بھی ٹالی نہیں جاتی۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! اللہ تمھارے کارناموں سے اچھی طرح واقف ہے، اس لیے قیامت کے دن وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ موت کے فرشتے کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا گیا، چنانچہ وہ جب ان کے پاس آیا تو انھوں نے اسے تھپڑ رسید کر دیا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ اس کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی۔ وہ اپنے رب کے پاس واپس لوٹا اور کہا، تو نے مجھے اس بندے کی طرف بھیجا جو موت کا خواہش مند نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ اسے واپس لوٹائی اور کہا، جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ ایک بیل کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھے، پھر جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے ان میں سے ہر بال کے بدلے میں اس کے لیے ایک سال مزید ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے میرے رب! اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، پھر موت۔ تو انھوں نے کہا، پھر تو موت ابھی منظور ہے۔
[بخاری، کتاب الجنائز، باب من أحب الدفن فی الأرض المقدسة أو نحوها : ۱۳۳۹۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسٰی علیه السلام : ۲۳۷۲]

سورة التغابن مدنية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ ۫ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①

''اللہ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''

یعنی آسمانوں اور زمین میں جتنے حیوانات، نباتات اور جمادات ہیں، سب اللہ کی پاکی اور بڑائی بیان کرتے ہیں۔ ساری کائنات میں اس کا تصرف کارفرما ہے اور اپنی تمام خلق وقدرت میں وہ بے حد قابل ستائش ہے۔ وہ جو ارادہ فرماتا ہے وہ کسی رکاوٹ کے بغیر فوراً ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ ہرگز نہیں ہوتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴾ [بني إسرائيل : ٤٤] ''ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔''

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ②

''وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی ایمان دار ہے اور اللہ اسے جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سب سے اچھی شکل میں پیدا کیا، ان میں علمی اور عملی کمالات کو قبول کرنے کی صلاحیت ودیعت کی، لیکن ان میں سے بعض نے اپنی خلقت کے تقاضے کے خلاف کلمۂ حق کا انکار کر کے کفر کو اختیار کر لیا اور بعض نے اپنی خلقت کے تقاضے کے مطابق ایمان باللہ کی راہ اختیار کی اور اس پر چل پڑے۔ ان کی تخلیق کا تقاضا یہ تھا کہ وہ سب کے سب صرف ایمان ہی کو اختیار کرتے اور اپنے خالق و موجد کی نعمتِ خلق اور اس کی دیگر نعمتوں کا شکر ادا کرتے، لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا، بلکہ مختلف گروہوں اور ٹولیوں میں بٹ گئے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! اللہ تمھارے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے، ایک ذرہ بھی اس سے مخفی نہیں ہے اور وہ ضرور تمھیں تمھارے ان اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③

”اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور اس نے تمھاری صورتیں بنائیں تو تمھاری صورتیں اچھی بنائیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مخصوص غرض و غایت کے لیے پیدا کیا ہے، انھیں بے مقصد پیدا نہیں کیا اور انسانوں کی تخلیق تو اس نے سب سے اچھی شکل و صورت میں کی ہے۔ انھیں نہایت ہی معتدل مزاج عطا کیا، عقل، قوتِ گویائی اور قوتِ سماع سے نوازا اور مخلوقات میں تصرف کرنے اور ان سے مستفید ہونے کی صلاحیت دی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴾ [الانفطار : ٦ تا ٨] ”اے انسان! تجھے تیرے نہایت کرم والے رب کے متعلق کس چیز نے دھوکا دیا؟ وہ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست کیا، پھر تجھے برابر کیا۔ جس صورت میں بھی اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔“ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المؤمن : ٦٤] ”اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمھاری صورت بنائی تو تمھاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ ہے اللہ تمھارا رب، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بہر صورت قیامت کے دن سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور تب وہ انھیں ان کے ایمان و کفر اور اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دے گا۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④

''وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''

یعنی وہ ذات باری تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی تمام مخفی و ظاہر اور تمام غائب و حاضر چیزوں کی خبر رکھتا ہے، بلکہ وہ علام الغیوب تو انسانوں کے دلوں میں پوشیدہ اسرار اور اچھی اور بری نیتوں کو بھی جانتا ہے، یعنی اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، کائناتِ دو جہاں کی کوئی شے اس سے مخفی نہیں ہے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۫ فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَّ اسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

''کیا تمھارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جنھوں نے اس سے پہلے کفر کیا، پھر اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے تھے تو انھوں نے کہا کیا کوئی بشر ہماری رہنمائی کریں گے؟ پس انھوں نے انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ نے پروا نہ کی اور اللہ بے پروا ہے، تمام خوبیوں والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل کفر و فجور کو مخاطب کر کے بطور زجر و توبیخ فرمایا کہ ماضی میں جن قوموں نے کفر کی راہ اختیار کی، کیا تمھیں ان کے انجام کی خبر نہیں ملی؟ جیسے نوح، عاد، ثمود اور لوط کی قومیں۔ کس طرح اللہ نے زمین سے ان کا وجود ختم کر دیا اور جب قیامت آئے گی تو وہ انھیں دردناک عذاب دے گا۔ یہ سب ان کے ساتھ اس لیے ہوا کہ ان کے پاس اللہ کے پیغامبر صریح اور واضح نشانیاں لے کر آتے تھے، تو تکبر میں آ کر انھیں جھٹلا دیتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ انھیں دیکھو، یہ ہمارے ہی جیسے انسان ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ہمارے ہادی و مرشد ہیں۔ پھر انھوں نے اللہ کے پیغام حق، دین اور رسول کا انکار کر دیا اور سرکشی کی راہ اختیار کر لی، تو اللہ نے بھی ان کے ایمان اور ان کی بندگی سے اظہار بے نیازی کرتے ہوئے انھیں ہلاک کر دیا۔ اس لیے کہ اللہ اپنی تمام مخلوقات اور اپنے بندوں کے ایمان و عمل سے یکسر بے نیاز ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے اور ہر چیز اس کی محتاج ہے اور تمام حمد و ثنا کا وہ تنہا سزاوار ہے۔

فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا : ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کے مشرکوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [إبراھیم: ۱۰]

''انھوں نے کہا تم نہیں ہو مگر ہمارے جیسے بشر، تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے روک دو جس کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے

تھے، تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۹۴] ’’اور لوگوں کو کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں، جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اس بات نے کہ انھوں نے کہا کیا اللہ نے ایک بشر کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے؟‘‘

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑦

’’وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا انھوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز اٹھائے نہیں جائیں گے۔ کہہ دے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر تمھیں ضرور بالضرور بتایا جائے گا جو تم نے کیا اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے کفار، مشرکین اور ملحدین کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ انھیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنے رب کی قسم کھا کر ان کے زعم باطل کی تردید کریں اور ان کے دل و دماغ میں یہ بات اتارنے کی کوشش کریں کہ قیامت ضرور آئے گی اور وہ دوبارہ یقیناً اٹھائے جائیں گے اور انھیں ان کے کرتوتوں کی خبر دی جائے گی اور ایسا کرنا اللہ کے لیے نہایت آسان ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴾ [قٓ : ٤٤] ’’جس دن زمین ان سے پھٹے گی، اس حال میں کہ وہ تیز دوڑنے والے ہوں گے، یہ ایسا اکٹھا کرنا ہے جو ہمارے لیے نہایت آسان ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الروم : ۲۷] ’’اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑧

’’سو تم اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔‘‘

جب قیامت کا آنا، تمام انسانوں کا دوبارہ زندہ کیا جانا اور جزا و سزا یقینی ہے، تو لوگو! تمھارے لیے اسی میں بھلائی ہے کہ اللہ، اس کے رسول اور قرآن کریم پر ایمان لے آؤ کہ جس کی روشنی کفر و جہالت کی تاریکیوں کو یکسر ختم کر دیتی ہے اور جس کی بدولت انسان اس راہِ راست پر بے دھڑک چلتا جاتا ہے جو اسے جنت الفردوس تک پہنچا دیتی ہے۔ دنیا میں اس یقین کے ساتھ زندہ رہو کہ اللہ تمھارے تمام اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔ اس لیے قیامت کے دن کے عذاب سے نجات کی یہی ایک صورت ہے کہ ایمان باللہ اور عمل صالح کی راہ اختیار کرو۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ وَ مَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾

’’جس دن وہ تمھیں جمع کرنے کے دن کے لیے جمع کرے گا، وہی ہار جیت کا دن ہے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں ہمیشہ، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔‘‘

یعنی اس دن اللہ تعالیٰ ان تمام انسانوں کو جمع کرے گا جو ابتدائے آفرینش سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک دنیا میں آئیں گئے اور اس دن کی ایک صفت یہ ہوگی کہ اہل جنت، جنت میں اپنے مقامات کے علاوہ ان مقامات کو بھی حاصل کریں گے جو اہل جہنم کے لیے تھے، اگر وہ اہل جنت میں سے ہوتے۔ جبکہ اہل جہنم، جہنم میں اپنی جگہوں کے علاوہ ان جگہوں میں بھی عذاب دیے جائیں گے جو اہل جنت کے لیے تھے، اگر وہ اہل جہنم میں سے ہوتے۔ روزِ قیامت کی یہی وہ صفت ہے جس کی وجہ سے اسے یہاں ’’یوم تغابن‘‘ کہا گیا ہے، یعنی ایسا دن جس میں لوگ ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں گے، جیسے دنیا میں اہل تجارت ایک دوسرے کو خسارے میں ڈالتے ہیں۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴾ [ھود : ۱۰۳] ’’بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، یہ وہ دن ہے جس کے لیے (سب) لوگ جمع کیے جانے والے ہیں اور یہ وہ دن ہے جس میں حاضری ہوگی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ۬ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ [الواقعة : ۴۹، ۵۰] ’’کہہ دے بے شک تمام پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر یقیناً اکٹھے کیے جانے والے ہیں۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے اپنے کسی بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے (اس دنیا ہی میں) معاف کروا لے، اس لیے کہ وہاں (میدان محشر میں اس کے پاس) نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم اس سے پہلے پہلے (معاف کروا لے) کہ اس کی نیکیاں لے کر اس کے بھائی کو دے دی جائیں۔ اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس کے اس (مظلوم) بھائی کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔‘‘ [بخاري، كتاب الرقاق، باب القصاص يوم القيامة : ۶۵۳۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟‘‘ لوگوں نے

عرض کی، ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ مال و اسباب۔ آپ نے فرمایا: ''میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ (سب کچھ) لے کر آئے گا، لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، تو ایسی صورت میں اس کی کچھ نیکیاں اس صاحبِ حق کو دے دی جائیں گی اور اس کی کچھ نیکیاں اس صاحب حق کو دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے پہلے ختم ہو گئیں تو ان لوگوں کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی اور پھر وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨١]

آیت کے دوسرے حصے میں روزِ آخرت کی نجات و فلاح اور سعادت و کامرانی کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا اور عمل صالح کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ ان جنتوں میں اہل جنت ہمیشہ رہیں گے اور یہی وہ کامیابی ہے جس سے بڑھ کر کامیابی نہیں ہو سکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۞ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ [البينة : ٧، ٨] ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴾ [البروج : ١١] ''بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

۱۵ ع وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۞

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، وہ آگ والے ہیں، اس میں ہمیشہ رہنے والے اور وہ لوٹ کر جانے کی بری جگہ ہے۔''

اس آیت میں روزِ قیامت کافروں کی شقاوت و بدبختی کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ دنیا میں کفر کی راہ اختیار کریں گے اور اللہ کی آیتوں کو کبر و عناد کی وجہ سے جھٹلائیں گے، تو آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ

شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۱۱﴾

''کوئی مصیبت نہیں پہنچی مگر اللہ کے اذن سے اور جو اللہ پر ایمان لے آئے وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ کا سبب نزول کفارِ مکہ کا یہ قول ہے کہ اگر مسلمانوں کا دین برحق ہوتا تو اللہ تعالیٰ انھیں دنیاوی مصیبتوں میں گرفتار نہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ مصیبت چاہے کوئی بھی ہو، وہ انسان کو اللہ کے حکم اور اس کی مشیت ہی سے لاحق ہوتی ہے، اس بارے میں اچھے اور برے سبھی برابر ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَاۤ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَةٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرٌ ﴾ [الحدید : ۲۲] ''کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ تمھاری جانوں پر مگر وہ ایک کتاب میں ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں۔ یقیناً یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔'' لیکن جو بندۂ مومن اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اسے جو مصیبت لاحق ہوئی ہے وہ اللہ کی تقدیر اور اس کی مشیت کے مطابق ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کا ایمان بڑھا کر اسے سکونِ قلب عطا فرما دیتا ہے اور روزِ قیامت اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴾ [الزمر : ۱۰]

''صرف صبر کرنے والوں ہی کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر دیا جائے گا۔''

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بڑا باعث تعجب ہے، کیونکہ اس کا ہر معاملہ ہی اس کے لیے باعث خیر ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے اور کسی کو حاصل نہیں۔ (وہ اس طرح کہ) اگر اسے کوئی خوشی ملتی ہے تو وہ (اللہ کا) شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے باعث خیر ہے، اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن أمره كله خير : ۲۹۹۹]

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہر چیز کی پوری خبر رکھتا ہے، کائنات میں کوئی چیز اس کی اجازت اور اس کے علم کے بغیر وجود میں نہیں آتی۔ یہ بات اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کی تقدیر پر راضی رہا جائے اور اس کی مشیت کے آگے ہر دم سر تسلیم خم رکھا جائے۔

وَ اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَی اللّٰهِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۳﴾

''اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، پس اگر تم پھر جاؤ تو ہمارے رسول کے ذمے تو صرف کھلم کھلا پہنچا دینا ہے۔ اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو حکم دیا کہ وہ اللہ کی اطاعت کریں اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ اس لیے کہ دنیا و آخرت کی ہر کامیابی اور نیک بختی کا دارو مدار اسی پر ہے، اگر کوئی اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت سے روگردانی کرتا ہے تو اس کا نقصان اسی کو پہنچے گا، اللہ کے رسول پر اس کی ذمہ داری نہیں آتی۔ ان کا کام تو پیغام رسانی تھی جو آپ نے انجام دے دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشية : ۲۱، ۲۲] ”پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۖ إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَٰغُ ﴾ [الشورىٰ : ۴۸] ”پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمے پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔“

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام بھیجنا ہے، رسول اللہ ﷺ کا کام اس پیغام کو (لوگوں تک) پہنچا دینا ہے اور ہمارا فرض اسے تسلیم کر لینا ہے۔ [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ يا أيها الرسول بلغ ما أنزل إليك ...... الخ ﴾، قبل الحديث : ۷۵۳۰]

اگلی آیت میں فرمایا کہ جس ذات نے اپنی اطاعت اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جس کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں ہے، اس لیے مومنوں کو ہر حال میں صرف اسی قادرِ مطلق ذات پر بھروسا کرنا چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ رَّبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴾ [المزمل : ۹] ”مشرق و مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اس کو کارساز بنا لے۔“

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا إِنَّ مِنْ أَزْوَٰجِكُمْ وَأَوْلَٰدِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۚ وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۱۴ إِنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَٰدُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللَّهُ عِندَهُۥٓ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۱۵

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک تمھاری بیویوں اور تمھارے بچوں میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں اور جو اللہ ہے اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے بیویوں اور اولاد کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان میں سے بعض اپنے خاوند اور اپنے باپ کی دشمن بھی ہیں، اس معنی میں کہ ان کی وجہ سے وہ عمل صالح سے غافل ہو جاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَٰلُكُمْ وَلَآ أَوْلَٰدُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْخَٰسِرُونَ ﴾ [المنافقون : ۹] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو

ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے آیت: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ﴾ [التغابن : ١٤] اس کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکہ میں مسلمان ہو گئے تھے، انھوں نے مدینہ جا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا مگر ان کے بیوی بچوں نے اصرار کیا کہ وہ انھیں چھوڑ کر نہ جائیں۔ بہر حال جب وہ (کچھ عرصہ بعد) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ (پہلے آنے والے) لوگوں نے دین میں کافی سمجھ بوجھ حاصل کر لی ہے، تو انھوں نے بیوی بچوں کو (پیچھے رہ جانے کی وجہ سے) سزا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التغابن : ١٤] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک تمھاری بیویوں اور تمھارے بچوں میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔" [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة التغابن : ٣٣١٧]

اگلی آیت میں فرمایا کہ مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مخلوق کے لیے آزمائش اور ابتلا ہیں، تاکہ وہ جان لے کہ اس کی اطاعت کون بجالاتا ہے اور نافرمانی کون کرتا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴾ [آل عمران : ١٤] "لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔"

سیدنا ابو بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سرخ رنگ کے لمبے لمبے کرتے پہنے ہوئے آ گئے۔ کیفیت یہ تھی کہ دونوں بچے کرتوں میں الجھ کر گرتے پڑتے آ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی نظر جب ان پر پڑی تو آپ منبر سے اتر کر انھیں اٹھا لائے اور انھیں اپنے سامنے بٹھا کر فرمانے لگے: "سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے: ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ "تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں۔" میں ان دونوں بچوں کو گرتے پڑتے آتے دیکھ کر صبر نہ کر سکا، آخر میں نے خطبہ چھوڑ کر انھیں اٹھا لیا۔" [ترمذی، كتاب المناقب، باب حلمه ووضعه ﷺ الحسن والحسين بين يديه : ٣٧٧٤۔ أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب الإمام يقطع الخطبة للأمر يحدث : ١١٠٩]

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ

نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾

”سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو اور سنو اور حکم مانو اور خرچ کرو، تمھارے اپنے لیے بہتر ہوگا اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے جائیں سو وہی کامیاب ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! تم جتنی طاقت رکھتے ہو اتنا اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ کے اوامر کو خوب اچھی طرح سمجھو اور ان پر عمل کرو۔ اللہ نے تمھیں جو مال و دولت دیا ہے، اس میں سے اس کی راہ میں خرچ کرو، اسی میں تمھارے لیے خیر وفلاح ہے اور جان رکھو کہ آخرت میں فلاح و نجات پانے والے صرف وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ مال و دولت کے شدید لالچ اور بخل کی بیماری سے بچا لے، جس کی وجہ سے وہ اللہ کا دیا ہوا مال اس کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة : ۲۸۶] ”اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تک میں تمھیں چھوڑے رکھوں تم بھی مجھے چھوڑے رکھو، تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں، کثرت سے سوال کرنے اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرنے ہی نے ان کو تباہ و برباد کیا تھا، جب میں تمھیں کسی کام کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اس کی تعمیل کیا کرو اور جس کام سے روک دوں، اس سے رک جایا کرو۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر : ۱۳۳۷]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے بیعت لیتے تو اس سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ کہو کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا میں سنوں گا اور اطاعت کروں گا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم جب سمع و اطاعت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کیا کرتے تھے، تو آپ ہم سے فرمایا کرتے تھے: ”جہاں تک تم سے ہو سکے۔“ [بخاری، کتاب الأحکام، باب کیف یبایع الإمام الناس ؟ : ۷۲۰۲۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب البیعة علی السمع والطاعة فیما استطاع : ۱۸۶۷]

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی تو آپ نے مجھے تلقین کی کہ اس طرح کہو: ”جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا۔“ نیز آپ نے مجھ سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بھی بیعت لی۔ [بخاری، کتاب الأحکام، باب کیف یبایع الإمام الناس ؟ : ۷۲۰۴]

وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۸] ”سنو! تم وہ لوگ ہو کہ تم بلائے جاتے ہو،

تا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تو تم میں سے کچھ وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ ہی بے پروا ہے اور تم ہی محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔‘‘

آخرت میں فلاح حاصل کرنے کے لیے بخل و لالچ کو دل سے نکال کر پھینک دینا چاہیے۔ مال کی لالچ اور بخل کی موجودگی میں ایمان کا باقی رہنا محال ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کسی بندے کے دل میں بخل اور ایمان بیک وقت کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔‘‘ [نسائی، کتاب الجھاد، باب فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمه : ۳۱۱۲]

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۙ﴿۱۷﴾

’’اگر تم اللہ کو قرض دو گے، اچھا قرض تو وہ اسے تمھارے لیے کئی گنا کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بڑا قدر دان، بے حد بردبار ہے۔‘‘

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی مزید ترغیب دلاتے ہوئے لوگوں سے کہا گیا کہ تم اس کی راہ میں جو بھی حلال مال خرچ کرو گے گویا اسے قرض دو گے، جسے کئی گنا بڑھا کر تمھیں لوٹا دیا جائے گا۔ مزید برآں تمھارے گناہ بھی معاف کر دیے جائیں گے، اس لیے کہ وہ ’’شکور‘‘ ہے، اپنے بندے کے تھوڑے عمل کے عوض اجر کثیر دیتا ہے اور ’’حلیم‘‘ ہے کہ گناہوں پر جلد مؤاخذہ نہیں کرتا، بلکہ توبہ کی مہلت دیتا ہے۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۶۱، ۲۶۲] ’’ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ جو لوگ اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، پھر انھوں نے جو خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلانا لگاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچانا، ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ يَقْبِضُ وَ يَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۴۵] ’’کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، پس وہ اسے اس کے لیے بہت زیادہ گنا بڑھا دے اور اللہ بند کرتا اور کھولتا ہے اور تم

اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الحدید : ۱۱] ''کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، تو وہ اسے اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اس کے لیے باعزت اجر ہو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے پاک کمائی سے ایک کھجور صدقہ کی اور یاد رہے اللہ تعالیٰ پاکیزہ چیز کے علاوہ کوئی چیز قبول ہی نہیں کرتا، تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر صدقہ دینے والے کے لیے اس کی اس طرح پرورش کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے وہ کھجور پہاڑ کی مثل ہو جاتی ہے۔'' [بخاری، کتاب الزکوة، باب الصدقة من کسب طیب …… الخ : ۱٤۱۰۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب و تربیتها : ۱۰۱٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کون ہے جو اس عظیم ہستی کو قرض دے جو نہ تو قلاش ہے اور نہ ذرہ بھر ظلم کرنے والی ہی ہے۔'' [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی الدعاء والذکر …… الخ : ۷۵۸/۱۷۱]

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ ع ۲ ۱۶

''ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے، وہ جانتا ہے کہ کون خوش دلی سے قرض حسنہ دے رہا ہے اور کون بے دلی سے مجبوراً یا فخر وریا کی نیت سے دے رہا ہے۔ آخرت میں وہی قرض کام آئے گا جو خوش دلی سے محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے دیا گیا ہو۔ اگر یہ نیت نہیں ہوگی تو وہ قرض یعنی صدقہ رائگاں جائے گا اور اس کا کوئی اجر نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے زبردست ہے، وہ چاہے تو ریاکاری اور فخر و نمود کی سزا فوراً دے سکتا ہے، لیکن وہ حکمت والا ہے، حکمت و مصلحت کی وجہ سے عذاب میں تاخیر کرتا ہے۔ تاخیر میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت و مصلحت ہوتی ہے کہ تاخیر کے زمانہ میں گناہ گار توبہ کر لے اور عذابِ الٰہی سے بچ جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴾ [النساء : ۱٤۷] ''اللہ تمھیں عذاب دینے سے کیا کرے گا، اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ۔ اور اللہ ہمیشہ سے قدر کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

سورۃ الطلاق مدنیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡہُنَّ لِعِدَّتِہِنَّ وَ اَحۡصُوا الۡعِدَّۃَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمۡ ۚ
لَا تُخۡرِجُوۡہُنَّ مِنۡۢ بُیُوۡتِہِنَّ وَ لَا یَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ؕ وَ تِلۡکَ
حُدُوۡدُ اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَہٗ ؕ لَا تَدۡرِیۡ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحۡدِثُ
بَعۡدَ ذٰلِکَ اَمۡرًا ①

''اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انھیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو اور عدت کو گنو اور اللہ سے ڈرو جو تمھارا رب ہے، نہ تم انھیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ نکلیں مگر یہ کہ کوئی کھلی بے حیائی (عمل میں) لائیں۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو یقیناً اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ تو نہیں جانتا شاید اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی کریم ﷺ اور پھر آپ کی امت کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ مسلمانو! جب تم کسی ضروری امر کی وجہ سے اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو، تو اس بارے میں اللہ کے اوامر کا لحاظ کیے بغیر فوراً ہی طلاق نہ دے دو، بلکہ مشروع طریقہ کے مطابق طلاق دو، یعنی ایسے ''طہر'' میں طلاق دو جس میں تم نے ان کے ساتھ جماع نہ کیا ہو، تاکہ ان کی عدت کی مدت واضح اور معلوم رہے۔ اس لیے کہ اگر تم انھیں حالت حیض میں طلاق دو گے، تو وہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا اور ان کی عدت کا زمانہ طویل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر تم انھیں ایسے ''طہر'' میں طلاق دو گے،

جس میں ان کے ساتھ جماع کیا ہے تو ممکن ہے کہ حمل قرار پا جائے اور معلوم نہ ہو سکے گا کہ اس کی عدت کے لیے ماہواری کا اعتبار ہوگا یا وضع حمل کا۔

اور مسلمانو! اپنی مطلقہ بیویوں کی عدت کا زمانہ ٹھیک سے یاد کرلو، اگر عورت ایسی ہے جسے ماہواری آتی ہے، تو تین ماہواری کے ذریعے سے اور اگر ماہواری بند ہو چکی ہے تو مہینوں کے شمار کے ذریعے سے، یا حاملہ ہے تو وضع حمل کے ذریعے سے، اس لیے کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے حق، طلاق دینے والے شوہر کے حق اور اس مرد کے حق کی حفاظت ہوتی ہے جو اس عورت سے آئندہ شادی کرنا چاہے گا، نیز مطلقہ عورت کے حق نان ونفقہ کی حفاظت ہوتی ہے۔

البتہ اگر مطلقہ عورت زنا یا کسی ایسے برے قول یا فعل کا ارتکاب کر بیٹھتی ہے، جو اہل خانہ کی ذلت ورسوائی کا سبب ہو تو ایسی صورت میں اس گھر میں سے اسے نکال دینا جائز ہے۔ کیونکہ شریعت نے ''رہائش'' کو شوہر کے ذمے اس کی رعایت کرتے ہوئے واجب قرار دیا تھا اور جب وہ خود کوئی ایسی حرکت کر بیٹھتی ہے جو شوہر اور اس کے گھر والوں کے لیے پریشانی کا سبب بن گئی تو اس کا وہاں سے نکال دینا جائز ہو گیا۔

اگر مطلقہ بائنہ ہے تو اس کے لیے رہائش واجب نہیں ہے، اس لیے کہ رہائش نان ونفقہ کے تابع ہے اور نفقہ مطلقہ رجعیہ کے لیے ہے، نہ کہ بائنہ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مسلمانو! اوپر جو احکام بیان کیے گئے ہیں وہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، ان سے تجاوز کرنا تمھارے لیے جائز نہیں ہے اور اس صراحت کے باوجود اگر کوئی شخص ان حدود سے تجاوز کرتا ہے تو وہ اپنے آپ پر ظلم کر کے جلدی یا دیر سے اللہ کی سزا کا حق دار بنتا ہے۔ مسلمانو! تمھیں معلوم نہیں کہ زمانۂ عدت سے متعلق جو احکام اوپر بیان کیے گئے ہیں، ان میں اللہ نے کیا حکمتیں مضمر رکھی ہیں؟ ممکن ہے کہ شوہر کے دل میں مطلقہ کی محبت دوبارہ ڈال دے اور وہ رجوع کر کے پھر سے عمدہ ازدواجی زندگی گزارنے لگے۔ ہو سکتا ہے کہ طلاق کا سبب بیوی کی جانب سے رہا ہو اور زمانۂ عدت میں وہ سبب زائل ہو جائے۔ ایک ظاہر حکمت یہ بھی ہے کہ زمانۂ عدت کے ختم ہونے تک یقین ہو جاتا ہے کہ عورت کا رحم طلاق دینے والے شوہر کے بچہ سے پاک وصاف ہے۔

<u>يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ</u> : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بیوی کو ایسی حالت میں طلاق دی کہ وہ حائضہ تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا: ''اسے چاہیے کہ رجوع کرے، پھر اسے حیض سے پاک ہونے تک روکے رکھے، پھر جب دوسرا حیض آئے اور وہ اس سے نہا لے تو تب اگر جی چاہے تو طلاق دے دے، یعنی اسی پاکیزگی کی حالت میں ہاتھ لگانے سے پہلے، یہی وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، [بابٌ] : ۴۹۰۸۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض …… الخ : ۱۴۷۱]

عبد الرحمٰن بن ایمن رحمہ اللہ نے ، جو عزہ کے مولیٰ ہیں ، ابو الزبیر رحمہ اللہ کی موجودگی میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی ؟ تو انھوں نے فرمایا ، ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں طلاق دے دی تھی ، تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے لوٹا لے ، چنانچہ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے رجوع کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حیض سے پاک ہو جانے کے بعد اسے اختیار ہے ، خواہ طلاق دے خواہ بسا لے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی تھی : ﴿ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾ ''اے نبی ! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انھیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو۔'' [مسلم ، کتاب الطلاق ، باب تحریم طلاق الحائض ...... الخ : ۱۴۷۱/۱۴]

وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ : ارشاد فرمایا : ﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرۃ : ۲۳۲] ''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو ، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انھیں اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کر لیں ، جب وہ آپس میں اچھے طریقے سے راضی ہو جائیں۔ یہ بات ہے جس کی نصیحت تم میں سے اس کو کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمھارے لیے زیادہ ستھرا اور زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' اور فرمایا : ﴿ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴾ [البقرۃ : ۲۳۰] ''پھر اگر وہ اسے (تیسری) طلاق دے دے تو اس کے بعد وہ اس کے لیے حلال نہیں ہوگی ، یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے ، پھر اگر وہ اسے طلاق دے دے تو (پہلے) دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں آپس میں رجوع کر لیں ، اگر سمجھیں کہ اللہ کی حدیں قائم رکھیں گے ، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں ، وہ انھیں ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔''

لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا : یعنی ہم نے مطلقہ کو عدت کی مدت شوہر کے گھر میں گزارنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ شاید وہ طلاق دینے میں ندامت محسوس کرے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ رجوع کرنے کا خیال پیدا فرما دے ، اس کے گھر میں ہونے کی صورت میں یہ معاملہ زیادہ سہل اور آسان ہوگا۔

فاطمہ بنت قیس فہریہ رضی اللہ عنہا کو ان کے خاوند ابو عمر بن حفص رضی اللہ عنہ نے تیسری اور آخری طلاق دے دی اور وہ اس وقت موجود نہ تھے (بلکہ یمن میں تھے اور وہیں سے طلاق دی تھی) تو ان کے وکیل نے ان کے پاس تھوڑے سے 'جو' بھیج

دیے (کہ یہ تمھاری خوراک ہے)، اس پر یہ بہت ناراض ہوئیں، اس نے کہا، بگڑتی کیوں ہو؟ تمھارا نفقہ اور کھانا پینا ہمارے ذمے تو نہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور سارا معاملہ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ ٹھیک ہے! واقعی تمھارا نفقہ اس کے ذمے نہیں۔'' مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے: ''اور نہ تیرے رہنے سہنے کے لیے گھر ہی (اس کے ذمے ہے)۔'' نیز ان سے فرمایا: ''تم ام شریک رضی اللہ عنہا کے گھر میں اپنی عدت گزارو۔'' پھر فرمایا: ''وہاں تو اکثر میرے صحابہ آیا جایا کرتے ہیں، تم یوں کرو کہ عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ہاں اپنی عدت کا زمانہ گزارو، وہ ایک نابینا آدمی ہیں، سو تم وہاں آرام سے اپنے کپڑے بھی رکھ سکتی ہو۔'' [مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها : ۱۴۸۰۔ نسائی، کتاب الطلاق، باب الرخصة فی خروج المبتوتة من بیتها فی عدتها لسکناها : ۳۵۷۵]

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ۬ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝۳

''پھر جب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو انھیں اچھے طریقے سے روک لو، یا اچھے طریقے سے ان سے جدا ہو جاؤ اور اپنوں میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنا لو اور شہادت اللہ کے لیے قائم کرو۔ یہ وہ (حکم) ہے جس سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔''

مطلقہ عورت کی عدت کا زمانہ جب ختم ہونے کے قریب ہو، تو شوہر اسے یا تو اس کے تمام حقوق کے ساتھ لوٹا لے، یا اس کے حقوق ادا کر کے بغیر اختلاف و نزاع پیدا کیے اور اس کے لیے مشکلات کھڑی کیے، اسے اس کے حال پر چھوڑ دے، یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے اور بائنہ ہو کر اپنے خویش و اقارب کے پاس چلی جائے۔

وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ : اس سے مراد رجوع کے وقت اور بعض کے نزدیک طلاق پر گواہ کر لو۔ یہ امر وجوب کے لیے نہیں، استحباب کے لیے ہے، یعنی گواہ بنا لینا بہتر ہے، تاہم ضروری نہیں۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور پھر وہ اس سے جماع کر لیتا ہے، وہ نہ تو طلاق پر گواہ بناتا ہے اور نہ رجوع کرتے وقت پر ہی، تو انھوں نے کہا، تو نے خلاف سنت طلاق دی اور

خلاف سنت رجوع کیا، بیوی کو طلاق دیتے وقت گواہ بناؤ اور رجوع کے وقت بھی اور پھر ایسے نہ کرنا۔[أبو داوٗد، کتاب الطلاق، باب الرجل یراجع ولا یشهد : ۲۱۸۶۔ ابن ماجه، کتاب الطلاق، باب الرجعة : ۲۰۲۵]

وَ اَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ : اللہ تعالیٰ نے یہ نصیحت کی ہے کہ رجوع یا طلاق کے سلسلہ میں جو بھی گواہی ہو، اسے گواہان محض اللہ کی رضا کے لیے ادا کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآىِٕمُوْنَ ۪ۙ وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴾[المعارج : ۳۳ تا ۳۵] ”اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ ۚ اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴾[النساء : ۱۳۵] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے، اللہ کے لیے شہادت دینے والے بن جاؤ، خواہ تمھاری ذاتوں یا والدین اور زیادہ قرابت والوں کے خلاف ہو، اگر کوئی غنی ہے یا فقیر تو اللہ ان دونوں پر زیادہ حق رکھنے والا ہے۔ پس اس میں خواہش کی پیروی نہ کرو کہ عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو، یا پہلو بچاؤ تو بے شک اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پوری طرح باخبر ہے۔“

اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ ابتدائے سورت سے یہاں تک جو احکام بیان کیے گئے ہیں، ان سب پر عمل وہ شخص کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، کیونکہ اللہ کے عذاب سے ایسا ہی آدمی ڈرتا ہے، اس لیے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے تمام امور میں صرف اللہ پر بھروسا کرتا ہے اور اس کے فرائض و واجبات کو ضائع نہیں کرتا، تو اللہ تعالیٰ ہر حال میں اس کا حامی و ناصر ہوتا ہے۔ نیز فرمایا کہ اللہ جو ارادہ کرتا ہے، اسے بہر حال واقع ہونا ہے، اللہ تعالیٰ کو کوئی عاجز نہیں بنا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کا مکان و زمان مقرر کر دیا ہے، جس سے وہ آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتا اور نہ اس میں کمی یا زیادتی ہو سکتی ہے، اس لیے مومن کو اس کی تقدیر پر راضی رہنا چاہیے۔

وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی)) ”اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت کا، پرہیز گاری کا، پاک دامنی کا اور (لوگوں سے) بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔“[مسلم، کتاب الذکر و الدعاء، باب في الأدعية : ۲۷۲۱]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص کسی بات پر قسم کھا لے اور پھر اس سے زیادہ پرہیز گاری والی بات دیکھے تو اس کو چاہیے کہ پرہیز گاری والا عمل اختیار کرے۔“[مسلم، کتاب الأیمان، باب ندب من حلف یمینًا فرأی غیرها خیرًا منها ...... الخ : ۱۶۵۱]

وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا: ''بچے! میں تمھیں چند چیزیں سکھاتا ہوں، سنو! تم اللہ کو یاد رکھو تو وہ تمھیں یاد رکھے گا، اللہ کے احکام کی حفاظت کرو تو اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے اور جب کچھ مانگنا ہو تو اللہ ہی سے مانگو، جب مدد طلب کرنی ہو تو اسی سے مدد چاہو، وہ تمام امت مل کر تمھیں نفع پہنچانا چاہے اور اللہ کو منظور نہ ہو تو ذرا سا بھی نفع نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے اور اسی طرح اگر سارے کے سارے جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو بھی نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے، کیونکہ قلمیں اٹھ چکیں اور صحیفے خشک ہو گئے۔'' [مسند أحمد : ۲۹۳/۱، ح : ۲۶۷۳۔ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب حدیث حنظلة : ۲۵۱۶]

اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمۡرِهٖ ؕ قَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيۡءٍ قَدۡرًا : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے کوئی حاجت ہو اور اس نے اسے لوگوں پر پیش کر دیا تو اس کی وہ حاجت دور نہیں ہو گی اور جس نے اسے اللہ پر پیش کیا تو عنقریب اللہ تعالیٰ اسے بے پروا کر دے گا، یا تو جلد ہی موت آ جائے گی (اور دنیا کے بکھیڑوں سے جان چھوٹ جائے گی) یا جلد ہی غنی ہو جائے گا (اور کسی کی محتاجی نہیں رہے گی)۔'' [أبو داوٗد، کتاب الزکاة، باب فی الاستعفاف : ۱۶۴۵۔ ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الھم فی الدنیا وحبھا : ۲۳۲۶۔ مسند أحمد : ۴۴۲/۱، ح : ۴۲۱۸]

وَ الّٰٓـِٔيۡ يَئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِيۡضِ مِنۡ نِّسَآئِكُمۡ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشۡهُرٍ ۙ وَّ الّٰٓـِٔيۡ لَمۡ يَحِضۡنَ ؕ وَ اُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ يَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ؕ وَ مَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ يُسۡرًا ۝۴ ذٰلِكَ اَمۡرُ اللّٰهِ اَنۡزَلَهٗۤ اِلَيۡكُمۡ ؕ وَ مَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرۡ عَنۡهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعۡظِمۡ لَهٗۤ اَجۡرًا ۝۵

''اور وہ عورتیں جو تمھاری عورتوں میں سے حیض سے ناامید ہو چکی ہیں، اگر تم شک کرو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنھیں حیض نہیں آیا اور جو حمل والی ہیں ان کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر دیں اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے اس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔ یہ اللہ کا حکم ہے جسے اس نے تمھاری طرف نازل کیا ہے اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے بڑا اجر دے گا۔''

اس آیت کریمہ میں بوڑھی، نابالغہ اور حاملہ عورتوں کی عدت بیان کی گئی ہے کہ جن عورتوں کی ماہواری بند ہو گئی ہو ان کی عدت تین ماہ ہے، جو نابالغہ ہوں ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص طلاق اور دیگر امور میں اللہ کے احکام کی پابندی کرے گا، اللہ اس

کے لیے آسانیاں پیدا کرے گا۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ مذکورہ بالا آیات میں طلاق، رجعت اور عدت کے جو احکام بیان کیے گئے ہیں وہ سب احکام الٰہی ہیں، جنھیں اللہ نے اس لیے نازل کیا ہے تاکہ بندے اس پر عمل کریں اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اسے اجر عظیم سے نوازے گا، یعنی اسے جنت میں داخل کر دے گا۔

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل تک ہے، خواہ وہ طلاق یا موت کے فوراً بعد بچے کو جنم دے دے، جیسا کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس وقت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی وہیں موجود تھے۔ اس نے سوال کیا کہ اس عورت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جس نے اپنے خاوند کی وفات کے چالیس دن بعد بچے کو جنم دیا؟ آپ نے فرمایا، اسے دونوں عدتوں میں سے آخری عدت گزارنا پڑے گی (یعنی اس صورت میں اس پر چار ماہ دس دن کی عدت ہے) (ابو سلمہ کہتے ہیں کہ) میں نے (قرآن کی یہ آیت) تلاوت کی: ﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ (کہ قرآن میں تو حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں بھی اپنے بھتیجے ابو سلمہ کے ساتھ ہوں (یعنی میرا بھی یہی فتویٰ ہے)۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی وقت اپنے غلام کریب کو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ پوچھ کر آؤ۔ ام المومنین نے فرمایا، سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر قتل کر دیے گئے تھے اور وہ اس وقت حاملہ تھیں، چنانچہ شوہر کی موت کے چالیس دن بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا، پھر ان کے پاس نکاح کا پیغام آیا اور خود رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح کر دیا۔ پیغام دینے والوں میں ابو السنابل رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ و أولات الأحمال أجلهن ...... الخ ﴾ : ٤٩٠٩۔ مسلم، كتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها وغيرها بوضع الحمل : ١٤٨٤]

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا نے شوہر کے فوت ہونے کے چند راتوں کے بعد ہی بچے کو جنم دے دیا، پھر وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور نکاح کے لیے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی تو آپ نے اسے نکاح کرنے کی اجازت عطا فرما دی اور اس نے نکاح کر لیا۔ [بخاري، كتاب الطلاق باب : ﴿ و أولات الأحمال أجلهن ...... الخ ﴾ : ٥٣٢٠]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کی وفات کے چند دن بعد نفاس والی ہو گئیں (یعنی بچے کی ولادت ہو گئی) انھوں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے اسے نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔ [مسلم، كتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها ...... الخ : ١٤٨٥]

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ

وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَ اْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ؕ ۶

''انھیں وہاں سے رہائش دو جہاں تم رہتے ہو، اپنی طاقت کے مطابق اور انھیں اس لیے تکلیف نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر وہ حمل والی ہوں تو ان پر خرچ کرو، یہاں تک کہ وہ اپنا حمل وضع کر لیں، پھر اگر وہ تمھارے لیے دودھ پلائیں تو انھیں ان کی اجرتیں دو اور آپس میں اچھے طریقے سے مشورہ کرو اور اگر تم آپس میں تنگی کرو تو عنقریب اسے کوئی اور عورت دودھ پلا دے گی۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب تم اپنی بیوی کو طلاق دو تو انقضائے عدت تک اسے اس گھر میں رکھو جس میں خود رہتے ہو اور اسے رہائش، نان ونفقہ اور دیگر امور میں پریشان نہ کرو، تاکہ تنگ آ کر گھر چھوڑ کر چلی جانے پر مجبور ہو جائے۔ یہ حکم حاملہ اور غیر حاملہ دونوں قسم کی مطلقہ رجعیہ کے لیے ہے، یعنی جب تک عدت کا زمانہ ختم نہیں ہو جاتا انھیں ان کی رہائش سے نکالنا جائز نہیں ہے۔ اگر مطلقہ کو تیسری طلاق دی جا چکی ہے اور وہ حاملہ ہے تو اسے رہائش اور نان ونفقہ دینا ہوگا جب تک بچہ پیدا نہیں ہو جاتا، بچہ کی ولادت کے بعد دونوں (ماں اور باپ) کو اختیار ہے، چاہے تو وہ ماں متعین اجرت پر بچے کو دودھ پلائے اور چاہے تو باپ کسی دوسری عورت سے یہ کام لے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو نصیحت کی ہے کہ مفاہمت کرتے وقت دونوں ایک دوسرے سے درگزر کرنے اور بچے کی خیر خواہی کی نیت کریں، تاکہ بچہ ماں سے جدا نہ ہو اور باپ پر اس کی طاقت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے۔ اگر دودھ پلائی کی اجرت کے سلسلہ میں دونوں ایک بات پر متفق نہ ہوں تو پھر باپ کسی دوسری دودھ پلانے والی کا انتظام کرے گا اور ماں کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کرے گا۔ بچے کو دودھ پلانے کے سلسلہ میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ [البقرۃ : ۲۳۳] ''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، اس کے لیے جو چاہے کہ دودھ کی مدت پوری کرے اور وہ مرد جس کا بچہ ہے، اس کے ذمے معروف طریقے کے مطابق ان (عورتوں) کا کھانا اور ان کا کپڑا ہے۔ کسی شخص کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر جو اس کی گنجائش ہے، نہ ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور نہ اس مرد کو جس کا بچہ ہے، اس کے بچے کی وجہ سے۔ اور وارث پر بھی اسی جیسی ذمہ داری ہے، پھر اگر وہ دونوں آپس کی رضا مندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر تم چاہو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں، جب معروف

طریقے کے مطابق پورا ادا کر دو جو تم نے دیا تھا اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ اس کو جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔"

اَسۡكِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ : سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں میرے خاوند نے مجھے طلاق (بائن) دی (اس وقت وہ شہر سے باہر تھے) اور انھوں نے میرے لیے تھوڑا سا خرچ بھی بھیجا۔ میں نے جب وہ خرچ دیکھا تو کہا، اللہ کی قسم! میں اس واقعہ کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور دوں گی، پھر اگر میرے لیے خرچ (کا فیصلہ) ہوا تو میں اتنا لوں گی جتنا مجھے کفایت کرے گا اور اگر میرے لیے خرچ نہ ہوا تو میں اس میں سے کچھ بھی نہیں لوں گی۔ الغرض میں نے اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: "(اب) تمھارے لیے نہ نفقہ ہے اور نہ جائے سکونت۔" [مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها : ۳۷/ ۱٤٨٠]

لِيُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَةٍ مِّنۡ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنۡ قُدِرَ عَلَيۡهِ رِزۡقُهٗ فَلۡيُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجۡعَلُ اللّٰهُ بَعۡدَ عُسۡرٍ يُّسۡرًا ۞ ع ۱۷

"لازم ہے کہ وسعت والا اپنی وسعت میں سے خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو تو وہ اس میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔ اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے، عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی پیدا کر دے گا۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقہ دودھ پلانے والی ماں کے بارے میں باپ کو حکم دیا ہے کہ اگر وہ مال دار ہے تو بچے کی ماں پر خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لے، بلکہ ماں اور بچہ دونوں پر فراخ دلی کے ساتھ خرچ کرے اور اگر تنگ دست ہے تو اپنے حسبِ حال خرچ کرے، نفقہ ہو یا کوئی اور عمل، اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے تنگ دستوں کو خوش خبری دی ہے کہ وہ ان کی پریشانی اور تنگ حالی کو عنقریب دور کر دے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، وہ اس کے خلاف نہیں کرتا۔ یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۞ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ﴾ [الانشراح : ٥، ٦] "پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ ایک آسانی ہے۔ بے شک اسی مشکل کے ساتھ ایک اور آسانی ہے۔"

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آدمی جو خرچ کرتا ہے اس میں سے سب سے افضل دینار وہ ہے جسے وہ اپنے بال بچوں پر خرچ کرے اور (پھر) وہ دینار ہے جو اللہ کے راستے میں اپنی سواری پر خرچ کرے اور پھر وہ دینار ہے جسے اللہ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔" [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقة علی العیال والمملوک ...... الخ : ۹۹٤]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم پر دستور کے موافق ان عورتوں (یعنی اپنی بیویوں) کو کھلانا پلانا اور انھیں لباس مہیا کرنا لازم ہے۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ۱۲۱۸]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں ابو سلمہ (اپنے پہلے خاوند) کی اولاد پر خرچ کروں تو اس میں میرے لیے کوئی اجر ہے؟ (میں انھیں بے یار و مددگار تو نہیں چھوڑ سکتی) آخر وہ میری اولاد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: ”تو ان پر خرچ کر، کیونکہ تو جو کچھ خرچ کرے گی، اس میں تیرے لیے اجر ہے۔“ [بخاری، کتاب الزکوة، باب الزکوة علی الزوج والأیتام فی الحجر : ۱٤٦٧۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل النفقة والصدقة علی الأقربین ...... الخ : ۱۰۰۱]

سیدنا عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خبردار! عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم انھیں لباس مہیا کرنے اور انھیں کھانا فراہم کرنے میں احسان کرو۔“ [ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها : ۱۱٦۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام معاویہ ہند بنت عتبہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ابوسفیان کنجوس آدمی ہے، وہ مجھے اتنا نفقہ نہیں دیتا جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو، لہٰذا اگر میں اس کے علم کے بغیر اس کے مال میں سے کچھ لے لوں تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ”اس کے مال میں سے دستور کے مطابق اس قدر لے لو جو تیرے اور تیرے بچوں کے لیے کافی ہو۔“ [مسلم، کتاب الأقضية، باب قضية هند : ۱۷۱٤۔ بخاری، کتاب البیوع، باب من أجری أمر الأمصار .... الخ : ۲۲۱۱]

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝۸ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝۹ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۚۖ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛؕ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ۝۱۰

”اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے ان کا محاسبہ کیا، بہت سخت محاسبہ اور انھیں سزا دی، ایسی سزا جو دیکھنے سننے میں نہ آئی تھی۔ تو انھوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام خسارہ تھا۔ اللہ نے ان کے لیے بہت سخت عذاب تیار کیا ہے، سو اللہ سے ڈرو اے عقلوں والو جو ایمان لائے ہو! یقیناً اللہ نے تمھاری طرف ایک نصیحت نازل کی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے اوامر و احکام کی مخالفت سے ڈراتے ہوئے فرمایا کہ گزشتہ زمانوں میں بہت سی قوموں نے اپنے

رب کے احکام کی نافرمانی کی، تو اللہ نے ان کے کرتوتوں کا ان سے شدید حساب لیا اور انھیں بدترین عذاب سے دوچار کیا، انھیں خسارہ اور ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہ ملا، اس لیے کہ جنت اور اس کی نعمتوں پر انھوں نے دنیا کی متاع حقیر کو ترجیح دی۔ آخری آیت میں فرمایا کہ جب اللہ کی نافرمانی کا انجام وہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے تو تمھیں اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیے اور اس کے اوامر کے بجالانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴾ [محمد : ۱۳] ”اور کتنی ہی بستیاں ہیں جو تیری اس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس نے تجھے نکالا، ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، پھر کوئی ان کا مددگار نہ تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۚۖ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۝ وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۳۷ تا ۴۰] ”اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔“

رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝

”جو ایسا رسول ہے کہ تمھارے سامنے اللہ کی واضح بیان کرنے والی آیات پڑھتا ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ، بلاشبہ اللہ نے اس کے لیے اچھا رزق بنایا ہے۔“

اس آیت سے مقصود مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم یاد دلانا ہے کہ اس نے ان کی ہدایت کے لیے قرآن کریم

نازل فرمایا اور نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا، جو قرآن کی صریح آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں، ان کا مفہوم و معنی بیان کرتے ہیں اور صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں، تاکہ ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں کو کفر و شرک اور معاصی کی ظلمتوں سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لا کھڑا کریں۔ آیت کے آخر میں اللہ نے ایمان اور عمل صالح والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ ان جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں انھیں بہت ہی عمدہ روزی عطا کرے گا، جو کبھی ختم نہیں ہو گی۔

رَسُولًا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...... اِلَى النُّوْرِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۵۷] ”اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لاتے ہیں۔ یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [الشورىٰ : ۵۲] ”اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے اور لیکن ہم نے اسے ایک ایسی روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بلاشبہ تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔“

وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ ...... لَهٗ رِزْقًا : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۙ فٰكِهِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۙ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ۝ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ۝ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴾ [الطور : ۱۷ تا ۲۷] ”بے شک متقی لوگ باغوں اور بڑی نعمت میں ہیں۔ لطف اٹھانے والے اس سے جو ان کے رب نے انھیں دیا اور ان کے رب نے انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا لیا۔ کھاؤ اور پیو خوب مزے سے، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جو قطاروں میں بچھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیا، جو بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد کسی بھی درجے کے ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان سے ان کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے، ہر آدمی اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔ اور ہم انھیں پھل اور گوشت زیادہ دیں گے اس میں سے جو وہ چاہیں گے۔ وہ اس میں ایک دوسرے سے شراب کا پیالہ چھینیں جھپٹیں گے، جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالنا۔ اور ان پر چکر لگاتے رہیں گے انھی کے لڑکے، جیسے وہ چھپائے ہوئے موتی ہوں۔ اور ان کے بعض بعض پر متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوں گے۔ کہیں گے بلاشبہ ہم اس سے پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرنے والے تھے۔ پھر اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں زہریلی لو کے عذاب سے بچا لیا۔“

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾ ع ۲ ۱۸

”اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان کی مانند۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے، تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ نے یقیناً ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے سات آسمان، سات زمینیں اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات کو پیدا کیا، دینی احکام و شرائع نازل کیے اور پوری کائنات کو چلانے کے لیے ضابطے اور قوانین بنائے۔ ان تمام کا مقصد یہ ہے کہ اس کے بندے اسے پہچانیں اور اس بات کا یقین کر لیں کہ اس کا علم اور اس کی عظیم قدرت تمام چیزوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴾ [نوح : ۱۵] ”کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کس طرح اللہ نے سات آسمانوں کو اوپر تلے پیدا فرمایا۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص کسی دوسرے کی بالشت بھر زمین بھی ناحق (ظلم کرتے ہوئے) لے تو اسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔“ مسلم میں ہے: ”اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔“ [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في سبع أرضين …… الخ : ۳۱۹۶۔ مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها : ۱۶۱۲]

يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا : ارشاد فرمایا: ﴿ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴾ [السجدة : ۵]

''وہ آسمان سے زمین تک (ہر) معاملے کی تدبیر کرتا ہے، پھر وہ (معاملہ) اس کی طرف ایسے دن میں اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ہزار سال ہے، اس (حساب) سے جو تم شمار کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴾ [الرعد : ۲] ''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستونوں کے، جنھیں تم دیکھتے ہو، پھر وہ عرش پر بلند ہوا اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا۔ ہر ایک ایک مقرر وقت کے لیے چل رہا ہے، وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، کھول کھول کر آیات بیان کرتا ہے، تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو۔''

سورة التحريم مدنية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①
قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَ اِذْ اَسَرَّ
النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ
وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ
الْخَبِيْرُ ③

"اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے؟ تو اپنی بیویوں کی خوشی چاہتا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ بے شک اللہ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمھارا مالک ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی، پھر جب اس (بیوی) نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ نے اس (نبی) کو اس کی اطلاع کر دی تو اس (نبی) نے (اس بیوی کو) اس میں سے کچھ بات جتلائی اور کچھ سے اعراض کیا، پھر جب اس (نبی) نے اسے یہ (راز فاش کرنے کی) بات بتائی تو اس نے کہا تجھے یہ کس نے بتایا؟ کہا مجھے اس نے بتایا جو سب کچھ جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔"

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حلال بنایا ہے، کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اسے کسی کی مرضی کی خاطر اپنے اوپر حرام کر لے۔ آیت میں اس بات کی بھی صراحت کر دی گئی ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اس لغزش سے درگزر فرما دیا، ان پر رحم فرمایا اور مسلمانوں کے لیے ایک شرعی حکم نازل کیا کہ اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم کھا لے تو اس کا کفارہ ادا کرے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ﴾ [المائدۃ : ۸۹] ”تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، درمیانے درجے کا، جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا انھیں کپڑے پہنانا، یا ایک گردن آزاد کرنا، پھر جو نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہے۔ یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے، جب تم قسم کھا لو۔“

اس لیے جو شخص بھی کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرے گا، چاہے وہ کھانے پینے کی چیز ہو یا کوئی لونڈی ہو، یا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھا لے گا، پھر قسم توڑنا چاہے گا تو اس پر مذکورہ بالا کفارہ واجب ہوگا۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمھارا مولیٰ ہے، دینی اور دنیاوی امور میں تمھاری عمدہ تربیت کرنا چاہتا ہے اور تمھیں بری باتوں سے دور رکھنا چاہتا ہے، اسی لیے اس نے قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب قرار دیا ہے، تاکہ تم اس سے بری الذمہ ہو جاؤ اور اللہ بڑا جاننے والا اور بڑی حکمتوں والا ہے۔ اسی لیے اس نے ایسے احکام واجب کیے ہیں جو تمھارے حالات کے مناسب اور تمھارے لیے مفید ہیں۔

شانِ نزول والی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے شہد نہ کھانے کی قسم کھائی تھی اور حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمایا تھا کہ تحریم شہد کی جو بات میں نے تمھیں بتائی ہے، وہ کسی اور کو نہ بتانا، لیکن انھوں نے یہ بات عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خبر دے دی کہ آپ کا راز راز نہیں رہا، حفصہ نے عائشہ کو بتا دیا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے حفصہ کو کچھ بات بتائی اور کچھ ان کا خیال کر کے نہیں بتائی۔ حفصہ نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے کہ میں نے عائشہ کو بات بتا دی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس علیم و خبیر نے خبر دی ہے جس سے کوئی بھی بات پوشیدہ نہیں رہتی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ (جب عصر کے بعد تمام بیویوں کے ہاں تشریف لے جاتے تو) سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس (کچھ دیر زیادہ) ٹھہر جاتے۔ دراصل آپ ان کے ہاں شہد نوش فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے اور حفصہ نے آپس میں یہ طے کیا کہ جس کے ہاں بھی آپ تشریف لائیں وہ (آپ سے) یہ کہے، مجھے آپ (کے منہ) سے مغافیر کی بو آتی ہے، کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ الغرض جب آپ ان دونوں میں سے کسی ایک کے ہاں تشریف لائے تو اس (بیوی) نے آپ سے وہی بات کہی۔ آپ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ میں نے زینب کے ہاں سے شہد پیا ہے اور اب قسم کھاتا ہوں کہ آئندہ ہرگز نہیں پیوں گا، تم اس بات کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔“ تو اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۱ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ

تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ﴾ [بخاری، کتاب التفسیر، باب : ﴿ یأیها النبی لم تحرم ما أحل الله لك ﴾ : ۴۹۱۲۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الکفارة علی من حرم امرأته ...... الخ : ۱۴۷۴]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہد اور میٹھی چیزیں پسند فرمایا کرتے تھے، عصر کی نماز کے بعد آپ اپنی بیویوں کے ہاں آتے اور کسی سے صحبت کرتے۔ ایک مرتبہ آپ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے اور جتنا وہاں رکتے تھے اس سے زیادہ رکے۔ مجھ پر غیرت سوار ہوئی، تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کی قوم کی ایک عورت نے ایک کپی شہد کی انھیں بطور ہدیہ بھیجی ہے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کا شربت پلایا اور اتنی دیر روک رکھا۔ میں نے کہا، خیر اسے کسی حیلے سے ٹال دوں گی۔ چنانچہ میں نے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے پاس آئیں اور قریب ہوں تو تم کہنا کہ کیا آج آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ فرما دیں گے نہیں، تو تم کہنا کہ پھر یہ بدبو کیسی آتی ہے؟ آپ فرمائیں گے کہ مجھے حفصہ نے شہد پلایا تھا تو تم کہنا کہ شاید شہد کی مکھی نے عرفط نامی خاردار درخت چوسا ہوگا اور میرے پاس آئیں گے تو میں بھی یہی کہوں گی۔ پھر اے صفیہ! تمھارے پاس جب آئیں تو تم بھی یہی کہنا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ سودہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ اللہ کی قسم! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر آئے تو ابھی وہ دروازے ہی میں تھے کہ میں نے ارادہ کیا کہ تم نے مجھ سے جو کہا ہے میں آپ سے کہہ دوں، کیونکہ میں تم سے بہت ڈرتی تھی، تاہم جب آپ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں!'' انھوں نے کہا کہ پھر یہ بو کیسی ہے جو آپ (کے منہ) سے آ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے۔'' انھوں نے کہا کہ شاید مکھی نے عرفط نامی درخت کا رس چوسا ہوگا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں نے بھی یہی کہا، پھر صفیہ کے پاس آئے، انھوں نے بھی یہی کہا، پھر جب حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ کو دوبارہ شہد پلاؤں؟ تو آپ نے فرمایا: ''مجھے اس کی حاجت نہیں۔'' سودہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں، واللہ! ہم نے آپ کو شہد پینے سے روک دیا ہے۔ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) میں نے کہا، خاموش رہو۔ [بخاری، کتاب الطلاق، باب ﴿ لم تحرم ما أحل الله لك ﴾ : ۵۲۶۸]

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ۝

’’اگر تم دونوں اللہ کی طرف توبہ کرو (تو بہتر ہے) کیونکہ یقیناً تمھارے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں اور اگر تم اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو تو یقیناً اللہ خود اس کا مددگار ہے اور جبریل اور صالح مومن اور اس کے بعد تمام فرشتے مددگار ہیں۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی خاطر ناراضی کا اظہار کیا ہے کہ حفصہ نے آپ کا راز عائشہ کو کیوں بتا دیا اور دونوں نے ایسا کام کیوں کیا جس سے آپ کا سکون جاتا رہا؟ یہ تو ایسا گناہ ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم دونوں نے رسول اللہ ﷺ کا وہ ادب و احترام نہیں کیا جو ان کا حق ہے، تمھیں اپنے اس گناہ سے توبہ کرنی چاہیے، تاکہ اللہ تمھاری توبہ قبول کر لے اور اگر تم دونوں کسی ایسی بات پر اتفاق کرو گی جو نبی کریم ﷺ کی تکلیف کا باعث ہو تو جان لو! کہ نبی کا مولیٰ اللہ ہے، جبریل ہے اور نیک اہل ایمان ہیں، ان سب کے بعد فرشتے آپ کی مدد کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ اس لیے کوئی ان کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ تم دونوں تو عورتیں ہو، اللہ، جبریل اور فرشتوں کے مقابلے میں تمھاری کیا حیثیت ہے؟

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مجھے ایک عرصہ سے آرزو تھی کہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی ان دو بیویوں کا نام معلوم کروں جن کا ذکر اس آیت میں ہے: ﴿ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ﴾ [التحریم : ٤] سو حج کے لیے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے سفر شروع کیا تو میں بھی ہم رکاب ہو گیا۔ ایک جگہ جب وہ راستہ سے ہٹ کر (قضائے حاجت کے لیے) گئے تو میں بھی ایک برتن میں پانی لے کر راستے سے ہٹ گیا۔ جب وہ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے اور واپس آئے تو میں نے ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالا، پھر انھوں نے وضو کیا، تو میں نے اس وقت ان سے سوال کیا کہ اے امیر المومنین! نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں سے وہ دو کون ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ﴾ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے ابن عباس! تم پر افسوس! (زہری کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا دریافت کرنا برا معلوم ہوا لیکن چھپانا جائز نہیں تھا اس لیے جواب دے دیا) اس سے مراد عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها : ٥١٩١۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الإيلاء و اعتزال النساء ...... الخ : ١٤٧٩]

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا۵

’’اس کا رب قریب ہے، اگر وہ تمھیں طلاق دے دے کہ تمھارے بدلے اسے تم سے بہتر بیویاں دے دے، جو اسلام

والیاں، ایمان والیاں، اطاعت کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں ہوں، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں۔‘‘

اس آیت کریمہ میں حفصہ، عائشہ اور دیگر امہات المومنین کو مزید تنبیہ کی گئی ہے اور انھیں ڈرایا گیا ہے کہ اگر تم میرے نبی کو اذیت پہنچاؤ گی تو ممکن ہے وہ تم سب کو طلاق دے دیں اور ان کا رب تمھارے بدلے انھیں تم سے اچھی بیویاں عطا کرے، جو مسلمان، صاحبِ ایمان، فرماں بردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزے دار، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم کیا اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد تمام امہات المومنین نے آپ ﷺ کو راضی کر لیا، پہلے سے بڑھ کر آپ کا ادب و احترام شروع کر دیا اور بہترین مسلمان عورتیں بن گئیں۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انھیں طلاق نہیں دی، بلکہ آپ جب تک دنیا میں رہے، وہ سب آپ کی بیویاں رہیں اور آخرت میں بھی آپ کی بیویاں ہوں گی۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، آپ عورتوں کے بارے میں اس مشقت میں کیوں پڑتے ہیں؟ اگر آپ انھیں طلاق بھی دے دیں تو آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، جبریل، میکائیل، میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور تمام مومنین ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اکثر جب میں اس قسم کی بات کرتا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا تو مجھے امید ہوتی کہ اللہ تعالیٰ میری بات کی تصدیق نازل فرمائے گا، چنانچہ اس بار بھی یہ آیت ’’تخییر‘‘ نازل ہوئی: ﴿ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىِٕحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ﴾ [التحریم : ٥] اور یہ آیت بھی: ﴿ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ﴾ [التحریم : ٤] ...... (مجھے جب آپ سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی) تو میں نے مسجد میں آ کر دروازے پر کھڑے ہو کر اونچی آواز سے سب کو اطلاع دے دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی۔ چنانچہ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ﴾ [النساء : ٨٣] ’’اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں۔‘‘ غرض اس معاملے کی حقیقت کو میں نے بھی پا لیا اور اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر نازل کی۔ [مسلم، كتاب الطلاق، باب في الإيلاء، واعتزال النساء ...... الخ : ١٤٧٩]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝۶

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر فرض کر دیا کہ وہ اپنے آپ کو بھی دوزخ سے بچائیں اور اپنے اہل وعیال کو بھی دوزخ سے بچائیں۔ خود بھی نیک عمل کریں اور اہل وعیال سے بھی نیک عمل کرائیں۔ ایمان والوں کے لیے صرف یہی کافی نہیں کہ خود صالح بن جائیں اور اہل وعیال کی فکر نہ کریں، وہ جو چاہے کرتے پھریں اور اہل ایمان کو ان کی بداعمالی کی پروا نہ ہو۔ اگر ایمان والے اپنے آپ کو صالح بنا کر ایک فرض سے سبکدوش ہو جائیں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کی ذمہ داری ختم ہو گئی۔ نہیں! ان پر ایک اور ذمہ داری بھی ڈالی گئی ہے اور وہ اہل وعیال کی اصلاح اور تربیت ہے، اگر انھوں نے اہل وعیال کی اصلاح نہ کی تو وہ اس دوسرے فرض سے سبکدوش نہیں ہوئے اور اس فرض کو ادا نہ کرنے کی صورت میں وہ جواب دہ ہوں گے۔ اس گناہ سے بچنے کی بس ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ اہل وعیال کو بھی سیدھے راستے پر لگائیں، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خبردار ہو جاؤ! تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق باز پرس ہو گی۔ پس امام (یعنی امیر المومنین اور حکمران) لوگوں پر نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا، مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا، عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہو گا اور کسی شخص کا غلام اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہو گا۔ آگاہ ہو جاؤ! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہو گی۔“ [بخاری، كتاب الأحكام، باب قول الله تعالى : ﴿ أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم ﴾ : ۷۱۳۸۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل ...... الخ : ۱۸۲۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تھو تھو۔“ تاکہ وہ بچہ اس کھجور کو پھینک دے، پھر فرمایا: ”کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ہم صدقے کی چیز نہیں کھاتے؟“ [بخاری، كتاب الزكوة، باب ما يذكر في الصدقة للنبي ﷺ و آله : ۱۴۹۱۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب تحريم الزكاة على رسول الله ﷺ و على آله ...... الخ : ۱۰۶۹]

سیدنا عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں بچہ ہی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش تھا۔ میرا ہاتھ (کھانا کھاتے وقت) برتن میں گھومتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”اے لڑکے! اللہ کا نام لو، (بسم اللہ پڑھو) دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔“ چنانچہ اس کے بعد میرے کھانے کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا۔ [بخاری،

كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام ...... الخ : ٥٣٧٦ـ مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب و أحكامهما : ٢٠٢٢]

سیدنا سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے (اور نماز نہ پڑھے) تو اسے نماز نہ پڑھنے پر مارو۔'' [أبو داوٗد، كتاب الصلوة، باب متى يؤمر الغلام بالصلوة : ٤٩٤ـ ترمذی، كتاب الصلوة، باب ما جاء متى يؤمر الصبى بالصلوة : ٤٠٧ـ مسند أحمد : ٤٠٤/٣، ح : ١٥٣٤٥]

وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ : دوزخ کے متعلق فرمایا کہ اس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ آدمی بھی اس میں جلیں گے اور پتھر بھی جلیں گے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (بیٹھے ہوئے) تھے کہ اتنے میں ایک زور دار آواز آئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیسی آواز ہے؟'' ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ ایک پتھر ہے جو آج سے ستر (۷۰) سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا، وہ مسلسل آگ میں گرتا رہا، اب اس وقت وہ پتھر جہنم کی تہ میں پہنچا ہے۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها ، باب جهنم أعاذنا الله منها : ٢٨٤٤]

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو فرشتے داروغہ اور پہرے دار ہوں گے وہ انتہائی درجہ ترش رو اور سخت گیر ہوں گے۔ ان کی آواز بھی کرخت ہوگی اور ان کی شکلیں بھی نہایت خوف ناک ہوں گی۔ وہ اپنی قوت و جبروت کے ذریعے سے جہنمیوں کو ذلیل و رسوا کریں گے اور ان کے سلسلہ میں اللہ کے حکموں کو نافذ کرنے میں ذرہ برابر نرمی اور تاخیر سے کام نہیں لیں گے۔ وہ فرشتے اپنے رب کے غایت درجہ مطیع و فرماں بردار ہوں گے اور انھیں جو حکم دیا جائے گا اسے کر گزرنے میں ہرگز تاخیر نہیں کریں گے۔

دوزخ پر ایسے فرشتے متعین ہیں جو بڑے سخت مزاج اور تند خو ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۠ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴾ [المدثر : ٢٧ تا ٣١] ''اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ سقر (جہنم) کیا ہے؟ وہ نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے۔ چمڑے کو جھلس دینے والی ہے۔ اس پر انیس (مقرر) ہیں۔ اور ہم نے جہنم کے محافظ فرشتوں کے سوا نہیں بنائے اور ان کی تعداد ان لوگوں کی آزمائش ہی کے لیے بنائی ہے جنھوں نے کفر کیا، تاکہ وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے، اچھی طرح یقین کر لیں اور وہ

لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں زیادہ ہو جائیں اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے اور ایمان والے شک نہ کریں اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو کفر کرنے والے ہیں کہیں اللہ نے اس کے ساتھ مثال دینے سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ باتیں بشر کی نصیحت ہی کے لیے ہیں۔‘‘

ع ۱۹ يَاَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

’’اے لوگو جنھوں نے کفر کیا! آج بہانے مت بناؤ، تم صرف اسی کا بدلہ دیے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے۔‘‘

قیامت کے دن اہل نار کی سرزنش کرتے ہوئے ان سے کہا جائے گا کہ اے کافرو! اب تمھاری کوئی معذرت قابل قبول نہیں، معذرت کا وقت گزر گیا اور اب وہ وقت کبھی واپس نہیں آئے گا۔ یہ تو قیامت کی گھڑی ہے، جہاں بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ ۚ لَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ ۚ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۝ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ﴾ [المؤمن : ١٦ تا ١٩] ’’جس دن وہ صاف ظاہر ہوں گے، ان کی کوئی چیز اللہ پر چھپی نہ ہوگی۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ ہی کی جو ایک ہے، بہت دبدبے والا ہے۔ آج ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا، آج کوئی ظلم نہیں۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ اور انھیں قریب آنے والی گھڑی کے دن سے ڈرا جب دل گلوں کے پاس غم سے بھرے ہوں گے، ظالموں کے لیے نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔ وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔‘‘

يَاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا ۖ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ، تمھارا رب قریب ہے کہ تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، جس دن اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کے

ساتھ ایمان لائے، رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرفوں میں دوڑ رہا ہوگا، وہ کہہ رہے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر اور ہمیں بخش دے، یقیناً تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نصیحت کی کہ وہ اپنے تمام گناہوں سے صدق دل کے ساتھ ایسی توبہ کریں جس میں رب العالمین سے یہ عہد و پیمان ہو کہ وہ اب کبھی ان گناہوں کا ارتکاب نہیں کریں گے اور ایسی توبہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا کہ وہ ان کے گناہوں کو معاف کر کے انھیں اس دن اپنی جنتوں میں داخل کرے گا جب اللہ اپنے فضل و کرم سے اپنے نبی اور مومنوں کو رسوا نہیں کرے گا۔ جس دن مومنوں کا نور ان کی راہنمائی کے لیے ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوں گا۔ جب مومن منافقین کا نور بجھتا ہوا دیکھیں گے تو اپنے رب سے دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے نور کو باقی رکھ اور اسے مزید بڑھا دے، تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرے گا اور انھیں ان کے نور کی راہنمائی میں اپنے جوار میں جنتِ نعیم تک پہنچا دے گا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا : یعنی ایسی توبہ جو سچی اور پکی ہو، جو سابقہ تمام گناہ مٹا دے اور توبہ کرنے والے کے معاملات اور پراگندگی کی اصلاح کر دے اور آئندہ ان برے کاموں سے بھی روکے جو توبہ کرنے والا پہلے کیا کرتا تھا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓىِٕكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [النساء : ۱۷، ۱۸] ’’توبہ (جس کا قبول کرنا) اللہ کے ذمے (ہے) صرف ان لوگوں کی ہے جو جہالت سے برائی کرتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ پھر مہربان ہو جاتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور توبہ ان لوگوں کی نہیں جو برے کام کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جاتی ہے تو وہ کہتا ہے بے شک میں نے اب توبہ کر لی اور نہ ان کی ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہوتے ہیں، یہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔‘‘

گناہ کے بعد نیک کام کرے اور اس گناہ کو پھر نہ کرے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴾ [الفرقان : ٦٨ تا ٧١] ’’اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا

رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔‘‘

اگر اتفاقاً گناہ ہو جائے تو فوراً اللہ کو یاد کرے، گناہ کی معافی مانگے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معاف کرنے والا نہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۵] ’’اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انھوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہوں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الزمر : ۵۳] ’’کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

گناہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں، اللہ تعالیٰ سے ناامید نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ بندہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا، اس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ (اب اسے توبہ کا خیال آیا تو) وہ یہ پوچھنے کے لیے نکلا (کہ کیا ایسی صورت میں توبہ قبول ہو سکتی ہے؟) وہ ایک راہب کے پاس آیا اور اس نے اس سے پوچھا کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس پر اس صاحب نے راہب کو بھی تہ تیغ کر دیا۔ پھر وہ (اسی طرح) پوچھتا پھرا تو ایک شخص نے اس سے کہا کہ اس مقصد کے لیے تو فلاں فلاں بستی میں چلا جا، (وہ اس بستی کی طرف روانہ ہوا تو راستے ہی میں) موت نے اسے پا لیا۔ اس نے اپنے سینے کو مذکورہ بستی کی طرف جھکا دیا۔ اس کے مرنے کے بعد رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ اللہ نے اس بستی کی طرف والی زمین کو حکم دیا کہ قریب ہو جا اور دوسری طرف کی زمین کو حکم دیا کہ دور ہو جا۔ پھر (فرشتوں سے) فرمایا، ان دونوں کے درمیان جو فاصلے ہیں وہ ناپو۔ (فاصلے ناپے گئے تو) وہ فاصلہ جو اس شخص اور اس بستی کے درمیان تھا، جس بستی کی طرف وہ جا رہا تھا، اس فاصلے سے جو اس کے اور اس بستی کے درمیان تھا جس بستی سے وہ آ رہا تھا، ایک بالشت کم تھا۔ (یعنی وہ ہجرت گاہ سے بہ نسبت اپنی بستی کے زیادہ قریب تھا) تو اسے بخش دیا گیا۔‘‘ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳۴۷۰]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک بندے سے ایک گناہ ہو گیا۔ اس نے کہا،

اے میرے رب! مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے، مجھے معاف فرما دے۔ اس کے رب نے کہا، کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ کو معاف بھی کرتا ہے اور اس پر سزا بھی دیتا ہے؟ (اگر ایسا ہے) تو میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر وہ کچھ دن جب تک اللہ نے چاہا (اپنی توبہ پر قائم) رہا، مگر پھر اس سے ایک گناہ سرزد ہو گیا، اس نے کہا، اے میرے رب! مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے، سو تو اس گناہ کو معاف فرما دے۔ اللہ نے فرمایا، کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس پر سزا بھی دیتا ہے؟ تو میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا۔ پھر وہ کچھ عرصہ تک کہ جب تک اللہ نے چاہا (اپنی توبہ پر قائم) رہا، لیکن پھر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا۔ اس نے کہا، اے میرے رب! میں ایک اور گناہ کر بیٹھا ہوں، تو اس گناہ کو میرے لیے معاف فرما دے۔ اللہ نے فرمایا، کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر سزا بھی دیتا ہے؟ تو میں نے اپنے بندے کو معاف کیا (اور تیسری بار اللہ فرماتا ہے، اب) اسے چاہیے کہ وہ جو عمل چاہے کرے۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالٰى : ﴿ يريدون أن يبدلوا كلام الله ﴾ : ۷۵۰۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمھیں فنا کر دے گا اور ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔'' [مسلم، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة : ۲۷٤۹]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۹

''اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کر اور ان پر سختی کر اور ان کی جگہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد کرنے اور ان پر شدت کے ساتھ حملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ حکم جہاد زبان و قلم اور شمشیر و سناں سب کے ذریعے سے جہاد کرنے کو شامل ہے۔ کفار کے ساتھ اسلحہ و قتال کے ذریعے سے اور منافقین کے ساتھ ان پر حدود نافذ کرنے کے ساتھ۔

اس اہم بات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ قرآن کریم کی صحیح تفسیر، درست تعبیر اور حقیقی منشا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ جانتے اور حکم الٰہی کی تعمیل میں ہمیشہ سب سے آگے ہوتے تھے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل امت کے لیے نمونہ ہے۔ یہ بات طے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے خلاف نہ تو خود تلوار اٹھائی اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی اجازت دی بلکہ ان کے خلاف جہاد دلیل سے ہے، یعنی ان کے موقف کو دلائل سے رد کرنا اور دلائل سے سمجھانا، نہ مانیں تو سخت رویہ اختیار کرنا۔

جہاد اور سختی کے حکم کے نزول تک رسول اللہ ﷺ کا رویہ منافقین سے عفو و درگزر اور چشم پوشی کا تھا، لیکن اس حکم کے نزول کے بعد طریقہ تبدیل کر کے حکم دیا کہ منافقین سے نرمی اور چشم پوشی کا برتاؤ ختم اور سختی شروع کر دیں۔ منافقین کی نماز جنازہ اور دعائے مغفرت کے لیے ان کی قبروں پر بھی کھڑے نہ ہوں۔ ان کی مغفرت کے لیے اگر آپ ستر بار بھی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ہرگز انھیں معاف نہیں کرے گا۔ منافقین کی تعمیر شدہ مسجد میں نماز نہ پڑھیں۔ کسی مسلمان کے لیے درست نہیں کہ وہ ان منافقین سے قلبی تعلق اور دوستی رکھے۔ یہ ناپاک ہیں، ان سے اعراض کریں اور انھیں منہ نہ لگائیں۔ آئندہ یہ منافقین جہاد میں شرکت کی خواہش رکھتے بھی ہوں تو آپ انھیں شریک جہاد نہ کریں۔ عنقریب انھیں دوہرا عذاب دیا جائے گا، ایک ذہنی کوفت واذیت، قلبی گھٹن اور دوسرا عذاب یہ کہ نفاق کا راز فاش ہونے سے رسوائی اور شرمندگی۔ جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے معذرت کے لیے آئیں تو آپ صاف صاف کہہ دیں کہ بہانے نہ بناؤ، ہم تمھیں ہرگز سچا نہیں مانتے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری ساری خبریں ہمیں پہنچا دی ہیں۔ واضح رہے کہ اسلام کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ بلاضرورت کسی کا خون بہایا جائے۔ بلکہ وہ بڑے سے بڑے دشمن کو بھی دلائل سے قائل اور دین اسلام کی طرف راغب کر کے موقع اور مہلت دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی سے بچا لے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾

”اللہ نے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی، وہ ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر انھوں نے ان دونوں کی خیانت کی تو وہ اللہ سے (بچانے میں) ان کے کچھ کام نہ آئے اور کہہ دیا گیا کہ داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں آگ میں داخل ہو جاؤ۔ اور اللہ نے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی، جب اس نے کہا اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچا لے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔ اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال دی ہے) جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی ایک روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب

کی باتوں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت کرنے والوں میں سے تھی۔‘‘

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کی حالت بیان کرنے کے لیے دو مثالیں بیان کی ہیں، تاکہ معلوم ہو جائے کہ کسی کافر کی مومن سے قربت، اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی اور کسی مومن کا کسی کافر سے اتصال اگر ایمان باللہ کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے، تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے کافروں کے لیے نوح اور لوط کی بیویوں کی مثال بیان کی ہے۔ ان دونوں کے شوہر یعنی نوح و لوط علیہما السلام اللہ کے نیک بندے اور نبی تھے، لیکن ان دونوں بیویوں نے دین کے معاملہ میں اپنے شوہروں کے ساتھ خیانت کی، یعنی ان کے لائے ہوئے دین کو قبول نہیں کیا، تو انبیاء سے ان کی قربت انھیں قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکی اور ان سے کہا جائے گا کہ تم دونوں ان جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ جن کا انبیاء سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں رہا ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے اہل ایمان کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔ ان کا نام آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا تھا، انھوں نے دعا کی کہ اے میرے رب! تو میرے لیے جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون، اس کے برے اعمال اور ہر ظالم کے فتنہ و آزمائش سے محفوظ رکھ، تو اللہ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ چنانچہ اس دعا کے بعد وہ جب تک دنیا میں زندہ رہیں، ایمانِ کامل اور سکونِ قلب کے ساتھ زندہ رہیں اور آزمائشوں اور فتنوں سے محفوظ رہیں۔

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے اہل ایمان کے لیے مریم بنت عمران کی مثال بھی بیان کی ہے، جنھوں نے فجور و زنا سے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی اور عفت و پاک دامنی کی اعلیٰ ترین مثال بن کر دنیا میں رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان کے جسم میں اپنی روح پھونک دی، یعنی جبریل علیہ السلام نے پھونک ماری، تو اس کا اثر ان کے جسم کے اندر سرایت کر گیا، جس کے زیر اثر عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ مریم نے اپنے رب کی جانب سے نازل شدہ صحائف اور کتابوں کی تصدیق کی، ان کا علم حاصل کیا اور ان کے مطابق عمل کیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی ان صفات کا ذکر کر کے ان کی تعریف کی، نیز فرمایا کہ وہ اللہ کی بڑی نیک بندی تھیں۔ ہر وقت اپنے رب کی بندگی میں لگی رہتی تھیں اور ہر آن اپنے رب کے لیے ان پر خشوع و خضوع طاری رہتا تھا۔

وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور صحابہ سے دریافت کیا: ’’کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟‘‘ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: ’’(سنو!) تمام جنتی عورتوں میں سے سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم (رضی اللہ عنہن) ہیں۔‘‘ [مسند أحمد : ۱/ ۳۱۶، ح : ۲۹۰۶]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مردوں میں سے تو صاحب کمال بہت سارے لوگ ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں کامل عورتیں صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ (رضی اللہ عنہا) ہیں، نیز عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر ایسے ہی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی سب کھانوں پر۔'' [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب فضل عائشة رضی الله عنها : ۳۷۶۹۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل خدیجة رضی الله عنها : ۲٤۳۱]

سورة الملك مكيـة

اس سورت کی فضیلت میں کئی روایات آئی ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن کریم میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والے کے لیے سفارش کرے گی، حتیٰ کہ اسے بخش دیا جائے اور وہ سورت ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ ہے۔'' [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل سورة الملك : ۲۸۹۱۔ أبو داؤد، کتاب تفریع أبواب شهر رمضان ، باب فی عدد الآی : ۱۴۰۰]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک سوتے نہیں تھے جب تک آپ سورۂ سجدہ اور سورت: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ کی تلاوت نہیں کر لیتے تھے۔ [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل سورة الملك : ۲۸۹۲]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۫ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ۝۱

''بہت برکت والا ہے وہ کہ تمام بادشاہی صرف اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنی ذات بابرکت کی بزرگی بیان کرتے ہوئے یہ فرما رہا ہے کہ اسی کے ہاتھ میں بادشاہی ہے، وہ اپنی تمام مخلوقات میں جس طرح چاہے تصرف فرماتا ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اس کے غلبے، حکمت اور عدل کی وجہ سے کوئی اس سے اس بارے میں پوچھ نہیں سکتا جو اس نے کہا، یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنی بادشاہت میں ہر قسم کا اختیار ہے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۸۸ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۸۸، ۸۹] ''کہہ کون ہے وہ کہ صرف اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مکمل بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاتی، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کے لیے

ہے۔ کہہ پھر تم کہاں سے جادو کیے جاتے ہو؟''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، (راستہ میں) پانی کی قلت ہوگئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بچا ہوا پانی تلاش کرو۔'' صحابہ ایک برتن لائے جس میں تھوڑا سا پانی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ برتن میں داخل کیا اور پھر فرمایا: ''بابرکت پانی کے لیے آؤ اور برکت تو اللہ کی طرف سے آتی ہے۔'' میں نے دیکھا کہ پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے فوارے کی طرح پھوٹ رہا تھا۔ [بخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام : ٣٥٧٩]

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝۲

''وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہی سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے اور کون برے عمل کرتا ہے۔ اے لوگو! وہ بہت زبردست ہے، جس کو چاہے برے عمل کی سزا دے سکتا ہے اور وہ بہت بخشنے والا ہے، جس کو چاہے معاف بھی کر سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ١٢٩] ''اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

<u>الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ</u>: یعنی اللہ نے موت و حیات کو پیدا کیا، معلوم ہوا موت بھی ایک مخلوق ہے اور یہ عدم محض یعنی بالکل نہ ہونے کا نام نہیں۔ کیونکہ دنیا میں آنے سے پہلے بھی انسان اللہ کے علم اور اس کی تقدیر میں موجود تھا اور اس کے دنیا میں آنے کا وقت مقرر تھا، مگر روح اور جسم کا اتصال نہیں تھا، سو اسے موت قرار دیا، پھر دنیا میں آنے کے بعد روح جسم سے جدا ہوئی تو اسے موت قرار دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ﴾ [البقرة : ٢٨] ''تم کیسے اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر وہ تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا۔''

قیامت کے دن موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، پھر ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا، اے اہل جنت! وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے تو وہ کہے گا، اسے پہچانتے ہو؟ کہیں گے، ہاں، یہ موت ہے اور ان میں سے ہر شخص اس کا ذائقہ چکھ چکا ہوگا۔ پھر وہ اعلان کرے گا، اے اہل نار! وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے، تو وہ (اعلان کرنے

والا) کہے گا، اسے پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے ہاں، یہ موت ہے اور ان میں سے ہر شخص اس کا ذائقہ چکھ چکا ہو گا۔ چنانچہ اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر کہے گا، اے اہل جنت! (تمھارے لیے) ہمیشہ زندہ رہنا ہے، کبھی موت نہیں اور اے اہل نار! (تمھارے لیے بھی) ہمیشہ زندہ رہنا ہے، کبھی موت نہیں۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله عزوجل : ﴿و أنذرهم يوم الحسرة﴾ : ٤٧٣٠]

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ ۝۴

"وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا فرمائے۔ رحمان کے پیدا کیے ہوئے میں تو کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا۔ پس نگاہ کو لوٹا، کیا تجھے کوئی کٹی پھٹی جگہ نظر آتی ہے؟ پھر بار بار نگاہ لوٹا، نظر ناکام ہو کر تیری طرف پلٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی۔"

باری تعالیٰ نے اپنی مزید تعریف فرماتے ہوئے کہا کہ اس نے سات آسمان پیدا کیے ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہیں، لیکن ایک دوسرے سے چپکے ہوئے نہیں ہیں، بلکہ ہر دو آسمانوں کے درمیان ایک لمبی مسافت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آسمانوں کو غایت درجہ حسین و خوبصورت اور منظم و مرتب بنایا ہے، ان میں کوئی خلل اور نقص نہیں پایا جاتا۔ آسمانوں کے اسی حسن و جمال اور کمالِ ترتیب و انتظام کو بیان کرنے اور انسانوں کو دعوتِ فکر و نظر دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم انھیں غور سے دیکھو، ان میں تمھیں کوئی نقص و خلل نہیں ملے گا اور چاہے تم جتنی بار غور کرو تمھاری نگاہیں تھک ہار کر واپس آ جائیں گی، لیکن تمھیں ان میں کوئی خلل، کوئی شگاف اور کوئی نقص نظر نہیں آئے گا۔

وَ لَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ۝۵

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت بخشی اور ہم نے انھیں شیطانوں کو مارنے کے آلے بنایا اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے آسمانِ دنیا کو کواکب اور ستاروں کے ذریعے سے زینت بخشی ہے، ان ستاروں سے روشنی پھوٹتی ہے، اسی لیے انھیں یہاں "مصابیح" کہا گیا ہے، یعنی جس طرح چراغ سے روشنی ملتی ہے اسی طرح یہ ستارے بھی روشنی دیتے ہیں اور بعض ستاروں کے ذریعے سے ان شیاطین کو مارا جاتا ہے جو چھپ کر فرشتوں کا کلام سننے کی کوشش میں آسمانِ دنیا کے قریب ہونا چاہتے ہیں۔ آخرت میں تو اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کے لیے آگ کا عذاب تیار کر ہی رکھا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ ا۟لْكَوَاكِبِ ۝ وَ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی

﴿ وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴾ [الصافات : ٦ تا ١٠] ''بے شک ہم نے ہی آسمان دنیا کو ایک انوکھی زینت کے ساتھ آراستہ کیا، جو ستارے ہیں۔ اور ہر سرکش شیطان سے خوب محفوظ کرنے کے لیے۔ وہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ہر طرف سے ان پر (شہاب) پھینکے جاتے ہیں۔ بھگانے کے لیے اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔ مگر جو کوئی اچانک اچک کر لے جائے تو ایک چمکتا ہوا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [الحجر : ١٦ تا ١٨] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمان میں کئی برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ہے۔ اور ہم نے اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ کر دیا ہے۔ مگر جو سنی ہوئی بات چرا لے تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جانے کے لیے روانہ ہوئے اور (یہ وہ زمانہ تھا کہ) شیاطین اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی تھی اور (جب وہ خبریں سننے کے لیے جاتے تھے تو) ان پر انگارے پھینکے جاتے تھے۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب الجهر بقرائة صلوٰة الصبح ...... الخ : ٧٧٣۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب الجهر بالقراءة فی الصبح ...... الخ : ٤٤٩]

وَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۶﴾ اِذَاۤ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّ هِيَ تَفُوْرُ ﴿۷﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَاۤ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ﴿۸﴾ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ﴿۹﴾

''اور خاص ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا، جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے، اس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے جیسی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہو گی۔ قریب ہو گی کہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو ایک بڑی گمراہی میں ہی پڑے ہوئے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو مارنے کے لیے شہاب ثاقب بنائے ہیں اور اللہ سے سرکشی اور اس کے بندوں کو گمراہ کرنے کے سبب آخرت میں انھیں آگ کا عذاب بھی دیا جائے گا، جبکہ جو لوگ دنیا میں ان شیطانوں کی پیروی کریں گے ان کے لیے بھی اللہ نے جہنم کا عذاب تیار کیا ہے۔ جہنم بہت ہی برا ٹھکانا ہو گا، اس میں جہنمیوں کو غایت درجہ ذلت و رسوائی کا

سامنا کرنا پڑے گا۔ جہنمی جب جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اس کی بہت ہی بری اور خطرناک آوازیں سنیں گے، وہ جوش مار رہی ہوگی اور غصے سے پھٹنے کے قریب ہوگی، جب بھی کوئی گروہ جہنم میں ڈالا جائے گا تو جہنم کا داروغہ ان سے زجر و توبیخ کے طور پر پوچھے گا، کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا کہ آج تم اس جہنم میں ڈالے گئے ہو؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہاں، ہمارے پاس ڈرانے والے ضرور آئے تھے، لیکن ہم نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلا دیا تھا اور ان کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے کہا تھا کہ اللہ نے اپنی طرف سے کوئی چیز انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل نہیں کی اور تم بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہو۔

اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّ هِيَ تَفُوْرُ ۙ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے (یعنی چار ارب نوے کروڑ فرشتے) جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ٢٨٤٢]

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ : اللہ تعالیٰ مخلوق کے بارے میں اپنے عدل کو بیان کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک رسول کو مبعوث فرما کر اتمام حجت نہ فرما دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ١٥] ''جس نے ہدایت پائی تو وہ اپنی ہی جان کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو اسی پر گمراہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ٧١] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس تم میں سے کچھ رسول نہیں آئے جو تم پر تمھارے رب کی آیات پڑھتے ہوں اور تمھیں تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ کہیں گے کیوں نہیں، اور لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔''

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ

مُّفْتَرًى ۚ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [سبا : ٤٣] ”اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ نہیں ہے مگر ایک آدمی، جو چاہتا ہے کہ تمھیں اس سے روک دے جس کی عبادت تمھارے باپ دادا کرتے تھے اور کہتے ہیں یہ نہیں ہے مگر ایک گھڑا ہوا جھوٹ۔ اور ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا، حق کے بارے میں کہا، جب وہ ان کے پاس آیا، یہ نہیں ہے مگر کھلا جادو۔“

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝

”اور وہ کہیں گے اگر ہم سنتے ہوتے، یا سمجھتے ہوتے تو بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔ پس وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے، سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے۔“

جہنمی اعتراف کریں گے کہ ہم نے رشد و ہدایت کے سارے راستے خود ہی اپنے آپ پر بند کر لیے تھے، نہ ہم نے اللہ کی نازل کردہ آیتوں کو غور سے سنا اور نہ اپنی عقل کو کام میں لا کر انھیں سمجھنے کی کوشش کی۔ ہم دنیا میں اس طرح دندناتے پھرے اور گناہوں کا ارتکاب کرتے رہے کہ جیسے ہمیں موت نہیں آئے گی اور ہمیں اللہ کے سامنے حاضر نہیں ہونا ہوگا، لیکن اس اعتراف کا انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اور اعلان کر دیا جائے گا کہ جہنمی اللہ کی رحمت سے دور کر دیے گئے ہیں اور اب ان کے لیے کوئی خیر نہیں ہے۔ جہنمیوں کی بدبختی کا تذکرہ کرتے ہوئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴾ [المؤمنون : ۱۰۳ تا ۱۰۸] ”اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوگئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔ کیا میری آیتیں تم پر پڑھی نہ جاتی تھیں، تو تم انھیں جھٹلایا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال لے، پھر اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو یقیناً ہم ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا اس میں دور دفع رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔“

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

''یقیناً جو لوگ اپنے رب سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور بڑا اجر ہے۔''

کافروں کے برعکس یقین و ایمان والوں نے اللہ کی نازل کردہ آیتوں کو غور سے سنا، انبیائے کرام کی دعوت کو قبول کیا اور اپنے رب سے جلوت و خلوت میں ڈرتے رہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ اس سے مراد جنت اور اس کی بیش بہا نعمتیں ہیں اور ان سب سے عظیم ترین نعمت رب العالمین کی خوشنودی اور اس کی رضا ہے جو ہر جنتی کو نصیب ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۙ۝ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴾ [قٓ : ٣٣ تا ٣٥] ''جو رحمان سے بغیر دیکھے ڈر گیا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔ اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہی ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ ان کے لیے جو کچھ وہ چاہیں گے اس میں ہوگا اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴾ [یٰسٓ : ١١] ''تو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔'' ان میں ایک وہ ہے جسے کوئی مال و جمال والی عورت بدکاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور ایک وہ ہے جو اس طرح پوشیدگی سے صدقہ کرے کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کی بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ [بخاري، كتاب الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلوة و فضل المساجد : ٦٦٠ ـ مسلم، كتاب الزكوة، باب فضل إخفاء الصدقة : ١٠٣١]

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ ع

''اور تم اپنی بات کو چھپاؤ، یا اسے بلند آواز سے کرو (برابر ہے)، یقیناً وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے اور وہی تو ہے جو نہایت باریک بین ہے، کامل خبر رکھنے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ دلوں میں چھپی باتوں تک کو جانتا ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے، اس کے لیے ظاہر و باطن یکساں ہے۔ وہ تو ان کی نیتوں اور ارادوں تک کو جانتا ہے جو وہ سینوں میں چھپائے پھرتے ہیں، تو پھر ان کے اقوال و افعال کو کیسے نہیں جانے گا جو سنے اور دیکھے جاتے ہیں؟ اگلی آیت میں اپنے علم کی اکملیت پر استدلال کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ وہ جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے، اسے اپنی مخلوقات کی خبر کیسے نہیں ہوگی؟ وہ تو اپنے بندوں کے دلوں میں چھپی باتوں تک کو جانتا اور ان کے تمام اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوتا ہے کہ کون سا کام نیک نیتی سے کیا گیا ہے اور کون سا بد نیتی سے؟ کون سا کام لاعلمی اور بھول سے واقع ہوا ہے اور کون سا کام جان بوجھ کر کیا گیا ہے؟ الغرض اسے نیتوں کا بھی علم ہوتا ہے اور نیتوں ہی کی بنیاد پر سزا و جزا دی جاتی ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی، تو جس نے دنیا کے لیے ہجرت کی ہوگی دنیا اسے مل جائے گی، یا کسی عورت کے لیے ہجرت کی ہوگی، تو (وہ اسے مل جائے گی اور وہ) اس سے نکاح کر لے گا۔ الغرض، اس کی ہجرت اس چیز کے لیے ہوگی جس چیز کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہوگی۔'' [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی...... الخ : ١۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب قوله ﷺ إنما الأعمال بالنية ...... الخ : ١٩٠٧]

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ لڑنے لگیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! قاتل تو خیر (دوزخ میں جانا ہی چاہیے) مقتول کیوں دوزخ میں جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل کا حریص تھا (یعنی اس کی نیت بھی تو قتل کرنے کی تھی)۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب المعاصی من أمر الجاهلية ...... الخ : ٣١]

هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِىْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾

''وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو تابع بنا دیا، سو اس کے کندھوں پر چلو اور اس کے دیے ہوئے میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف (دوبارہ) اٹھ کر جانا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان جتلاتے ہوئے فرمایا کہ اس نے زمین کو ان کے لیے نرم بنایا اور اس میں آسان راستے بنائے ہیں، تاکہ انسان آسانی کے ساتھ اپنی ضرورتیں پوری کر سکے۔ چنانچہ آدمی زمین میں پودے لگاتا ہے، مکان بناتا ہے، کھیتی باڑی کرتا ہے اور راستوں پر چل کر دور دراز علاقوں، شہروں اور ملکوں تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! تم طلب رزق اور اپنی دوسری ضرورتیں پوری کرنے کے لیے زمین میں پائے جانے والے راستوں پر چلو، اس میں جو روزی اس نے تمھارے لیے پیدا کی ہے، اسے حاصل کرو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دنیا کی زندگی پوری کر لینے کے بعد یہاں سے اٹھا لیے جاؤ گے اور جب قیامت آئے گی تو دوبارہ زندہ کر کے اپنے رب کے سامنے جمع کیے جاؤ گے، تاکہ وہ تمھیں تمھارے نیک و بد اعمال کا بدلہ دے۔

هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِىْ مَنَاكِبِهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [النحل : ١٥] ''اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے کہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور

نہریں اور راستے بنائے، تاکہ تم منزل تک پہنچ جاؤ۔“

وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ : حصول رزق کے لیے سعی و کوشش توکل کے منافی نہیں ہے، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تم اللہ کی ذات پر اس طرح بھروسا کرو، جیسے اس پر بھروسا کرنے کا حق ہے تو تمھیں بھی اسی طرح رزق دیا جائے جیسے پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ وہ صبح (اپنے گھونسلوں سے) خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔“ [ترمذی، کتاب الزھد، باب فی التوکل علی الله : ۲۳٤٤۔ ابن ماجه، کتاب الزھد، باب التوکل و الیقین : ٤١٦٤]

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۭ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿۱۷﴾

”کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمھیں زمین میں دھنسا دے، تو اچانک وہ حرکت کرنے لگے؟ یا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دے، پھر عنقریب تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا ذکر کر کے اپنے نافرمان بندوں کو دھمکی دی ہے کہ وہ اللہ جو اپنی مخلوقات سے بلند و بالا اور عرش پر مستوی ہے، اس کی گرفت سے تمھیں بے خوف نہیں ہو جانا چاہیے۔ وہ تو اس پر قادر ہے کہ تمھیں زمین میں دھنسا دے اور زمین شدت سے ہلنے لگے۔ وہ تو اس پر بھی قادر ہے کہ تمھیں ہلاک کرنے کے لیے ایک تیز و تند ہوا بھیج دے، جو کنکریوں اور پتھروں کی تم پر بارش کر دے اور تم یکسر ہلاک ہو جاؤ۔ تب تمھیں معلوم ہو کہ وہ عذاب کیسے آتا ہے جس سے تمھیں ہمارے انبیاء ڈرایا کرتے تھے۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٦٨] ”تو کیا تم بے خوف ہو گئے کہ وہ تمھیں خشکی کے کنارے دھنسا دے، یا تم پر کوئی پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے، پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ۔“

سیدنا معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اس لونڈی کے متعلق پوچھا جسے انھوں نے ایک طمانچہ مارا تھا کہ کیا میں اسے آزاد کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ”اسے میرے پاس لاؤ۔“ جب وہ آگئی تو آپ نے پوچھا: ”اللہ کہاں ہے؟“ اس نے کہا، آسمان میں۔ آپ نے پوچھا: ”میں کون ہوں؟“ اس نے کہا، آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اسے آزاد کر دو، یہ مومنہ ہے۔“ [مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلوة ...... الخ : ٥٣٧]

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا : یعنی ایسی ہوا بھیج دے جس میں کنکریاں ہوں اور وہ تمھیں تباہ

و برباد کر کے رکھ دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٦٨] ”تو کیا تم بے خوف ہو گئے کہ وہ تمھیں خشکی کے کنارے دھنسا دے، یا تم پر کوئی پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے، پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ۔“

وَ لَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے (بھی) جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، پھر کس طرح تھا میرا سزا دینا؟“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موجودہ دور کے کافروں سے پہلے بھی جب کسی کافر قوم نے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی، تو اللہ نے اسے ہلاک کر دیا، اس لیے اے وہ لوگو جو اپنے رب کی نافرمانی کر رہے ہو اور کفر کی راہ پر چل پڑے ہو! تم اپنی سرکشی سے باز آ جاؤ کہ کہیں تمھیں بھی اللہ کا عذاب ان کی طرح اپنی گرفت میں نہ لے لے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴾ [ق : ١٢ تا ١٤] ”ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور کنویں والوں نے اور ثمود نے۔ اور عاد اور فرعون نے اور لوط کے بھائیوں نے۔ اور درختوں کے جھنڈ والوں نے اور تبع کی قوم نے، ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿ۚۖ﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿ۚۖ﴾ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴾ [الفرقان : ٣٥ تا ٤٠] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنا دیا۔ پھر ہم نے کہا کہ دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، بری طرح ہلاک کرنا۔ اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔“

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؕۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾

’’اور کیا انھوں نے اپنے اوپر پرندوں کو اس حال میں نہیں دیکھا کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سکیڑ لیتے ہیں۔ رحمان کے سوا انھیں کوئی تھام نہیں رہا ہوتا۔ یقیناً وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ پرندے جو ان کے سروں پر فضا میں اپنے پروں کو پھیلائے اڑتے رہتے ہیں اور کبھی انھیں سمیٹ بھی لیتے ہیں، دونوں ہی حالتوں میں انھیں فضا میں کون روکے رکھتا ہے؟ یقیناً وہ ’’رحمٰن‘‘ کی ذات ہے کہ جس کی رحمت ہر چیز کو ڈھانپے ہوئے ہوتی ہے، حتیٰ کہ وہ پرندے جو فضا میں تیرتے رہتے ہیں انھیں بھی گرنے اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے اس کی رحمت ہی بچائے رکھتی ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر چیز اس کی نظر میں ہے اور ہر ایک کو اس کے مناسب حال، اس کی ضرورت اور اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق اپنی رحمت کا حصہ عطا کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [النحل : ۷۹] ’’کیا انھوں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا، آسمان کی فضا میں مسخر ہیں، انھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں تھامتا۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔‘‘

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾

’’یا کون ہے وہ جو تمھارا لشکر ہو، تمھاری مدد کرے، رحمان کے مقابلے میں؟ کافر دھوکے کے سوا کسی کھاتے میں نہیں ہیں۔‘‘

جو لوگ حق سے اعراض کرتے اور اللہ سے سرکشی کی راہ اختیار کرتے ہیں ان سے بطور زجر و توبیخ کہا جا رہا ہے کہ اگر رحمٰن تمھیں کسی تکلیف میں مبتلا کرنا چاہے، تو اس کی ذات کے سوا کون ہے جو تمھاری مدد کر کے اس مصیبت سے تمھیں نجات دلا دے؟ حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے کافروں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ اس نے ان کی نگاہوں میں اعمالِ شرک کو خوبصورت بنا دیا ہے اور اس فریب میں مبتلا کر دیا ہے کہ مرنے کے بعد نہ کوئی دوسری زندگی ہے اور نہ حساب و کتاب اور اگر بالفرض کوئی دوسری زندگی ہوگی تو ان کے معبود اللہ کے حضور ان کے سفارشی بنیں گے اور انھیں نجات دلا دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴾ [یٰسٓ : ۷۴، ۷۵] ’’اور انھوں نے اللہ کے سوا کئی معبود بنا لیے، تا کہ ان کی مدد کی جائے۔ وہ ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے اور یہ ان کے لشکر ہیں، جو حاضر کیے ہوئے ہیں۔‘‘

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾

’’یا وہ کون ہے جو تمھیں رزق دے، اگر وہ اپنا رزق روک لے؟ بلکہ وہ سرکشی اور بدکنے پر اڑے ہوئے ہیں۔‘‘

اس آیت میں بھی انھی سرکشوں سے کہا جا رہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تم سے بارش کو روک دے، یا تم پر اپنی روزی کے

دروازے بند کردے تو تمھیں پانی اور روزی کون دے گا؟ مخلوق کا حال تو یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو روزی رسانی کی قدرت نہیں رکھتی تو دوسروں کو کیسے پہنچا سکے گی؟ لیکن سرکشوں کو ان آیتوں سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، بلکہ ان کا تکبر بڑھ جاتا ہے اور حق سے مزید دور ہو جاتے اور اس عقیدہ پر اصرار کرتے ہیں کہ ان کے معبود ہی انھیں مصیبتوں سے بچاتے اور انھیں روزی دیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَمَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ‌ ؕ ءَاِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ‌ ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ‏ ﴾ [النمل : ٦٤] ”یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ کہہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ قریش کی سرکشی بڑھتی جا رہی ہے تو آپ نے (اس طرح) دعا کی: ”« اَللّٰهُمَّ ! اَعِنِّیْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ » ”اے اللہ! ایسا سات سالہ قحط بھیج کر ان کے مقابلہ میں میری مدد فرما جیسا یوسف (علیہ السلام) کے زمانے میں بھیجا تھا۔“ تو قحط نے ان کو پکڑ لیا، یہاں تک کہ اس نے ہر چیز ختم کر دی، حتیٰ کہ وہ ہڈیاں اور مردار تک کھا گئے اور زمین سے دھواں سا نکلنے لگا۔ اس پر ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے محمد! آپ کی قوم ہلاک ہوتی جا رہی ہے، (از راہِ کرم) آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ اس (قحط سالی) کو دور فرما دے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرما دی۔ [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ ثم تولوا عنه و قالوا معلم مجنون ﴾ : ٤٨٢٤]

اَفَمَنۡ يَّمۡشِىۡ مُكِبًّا عَلٰى وَجۡهِهٖۤ اَهۡدٰٓى اَمَّنۡ يَّمۡشِىۡ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ‏ ﴿۲۲﴾

”تو کیا وہ شخص جو اپنے منہ کے بل الٹا ہو کر چلتا ہے، زیادہ ہدایت والا ہے، یا وہ جو سیدھا ہو کر درست راستے پر چلتا ہے؟“

یہ موحد مومن اور کافر و مشرک کی مثال ہے۔ کافر سیدھے راستے پر چلنے کے بجائے گمراہی کے گڑھوں میں پڑ جانے کی وجہ سے منہ کے بل گرتا پڑتا چلا جا رہا ہوتا ہے، ایسا شخص منزل مقصود پر کیسے پہنچ سکتا ہے؟ اس کے برعکس مومن توحید و سنت کی صراط مستقیم پر سیدھا ہو کر چل رہا ہوتا ہے۔ اسے دائیں بائیں اور سامنے ہر طرف سے اپنا راستہ اور اس کا گرد و پیش نظر آ رہا ہوتا ہے، وہ یقیناً اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے گا، جو جنت ہے، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ کافروں کے متعلق فرمایا: ﴿ وَنَحۡشُرُهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ عُمۡيًا وَّبُكۡمًا وَّصُمًّا‌ ؕ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ‌ ﴾ [بنی إسرائیل : ٩٧] ”اور قیامت کے دن ہم انھیں ان کے چہروں کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے اٹھائیں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ! قیامت کے دن کافر کو اس کے منہ کے بل کیسے چلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ”جس نے دنیا میں اسے دو پاؤں پر چلا دیا، کیا وہ اس کو قیامت کے دن منہ کے بل چلانے پر قادر نہیں ہے؟“ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ الذين يحشرون على وجوههم إلى جهنم ...... الخ ﴾ : ٤٧٦٠۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب يحشر الكافر على وجهه : ٢٨٠٦]

قُلْ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۲۳

’’کہہ دے وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم کم ہی شکر کرتے ہو۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہی نے تمھیں پیدا فرمایا اور تمھیں کان، آنکھیں اور دل عطا فرمائے۔ اب پیدا کرنے کا شکر تو یہ تھا کہ صرف اسی کی عبادت کرتے، جبکہ کان، آنکھیں اور دل عطا فرمانے کا شکر یہ تھا کہ انھیں وہیں استعمال کرتے جہاں یہ نعمتیں دینے والے کی رضا تھی اور ان کے ذریعے سے اس کی خوشنودی کا راستہ تلاش کرتے، مگر تم نے نہ کانوں سے حق بات سنی، نہ آنکھوں سے دیکھ کر عبرت پکڑی، نہ دل سے اس کی توحید کو سمجھنے کی کوشش کی۔ بے شمار نعمتوں میں سے یہ تین نعمتیں اس لیے ذکر فرمائیں کہ یہ تینوں علم کے ذرائع ہیں اور ان کے ذریعے سے آدمی حق تک پہنچ سکتا ہے۔ اس آیت میں خطاب کفار سے ہے اور ’’تم کم ہی شکر کرتے ہو‘‘ اس سے مراد یہ ہے کہ تم بالکل شکر ادا نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ [السجدة : ۷ تا ۹] ’’جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴾ [یونس : ۳۱، ۳۲] ’’کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ’’اللہ‘‘ تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ سو وہ اللہ ہی تمھارا سچا رب ہے، پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر کہاں پھیرے جاتے ہو؟‘‘

قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۲۴

’’کہہ دے وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا اور تم اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی نے تمھیں پیدا کر کے زمین میں پھیلا دیا اور تمھیں انواع واقسام کی نعمتوں سے نوازا، جن سے تم اپنی زندگی میں فائدہ اٹھاتے ہو۔ جب تمھاری دنیاوی زندگی کے ایام پورے ہو جائیں گے تو وہ تمھیں یہاں سے اٹھا لے گا اور پھر قیامت کے دن زندہ کر کے اپنے سامنے اکٹھا کرے گا۔

زمین میں پھیلا دینا بھی اسی کا کام ہے، کوئی دوسرا اس کام میں اس کا شریک نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ [النساء : ۱] ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔“

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۲۵

”اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا، اگر تم سچے ہو؟“

یعنی منکرین بعث بعد الموت انبیاء کی تکذیب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تمھاری بات سچی ہے تو ذرا ہمیں اس کی آمد کا وقت تو بتا دو۔ گویا قیامت کی آمد کا وقت بتا دینا کافروں کے نزدیک انبیاء کی صداقت کی دلیل تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ۝ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ۴۹ تا ۵۲] ”اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی (معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔ جس دن وہ تمھیں بلائے گا تو تم اس کی تعریف کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور سمجھو گے کہ تم نہیں رہے مگر تھوڑا۔“

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲۶

”کہہ دے یہ علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو بس ایک کھلا ڈرانے والا ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو انھیں یہ کہنے کا حکم دیا کہ اس کی آمد کا وقت تو صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس بات کا علم اللہ کے سوا کسی اور کو نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ بات سچی نہیں ہے۔ بات یقیناً سچی ہے اور قیامت کی آمد میں کوئی شبہ نہیں ہے، لیکن میں نہ قیامت لانے کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ مجھے اس کے وقت کا علم ہے، میرا کام صرف یہ

ہے کہ وقت سے پہلے تمھیں قیامت کے متعلق آگاہ کر دوں اور اس کی ہولناکیوں سے ڈرا دوں، سو یہ کام میں نے کر دیا ہے۔ قیامت کا وقت بتانا میرے فرائض میں نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؁ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ؁ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ؁ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ؁ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴾ [النازعات : ۴۲ تا ۴۶] ”وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔ تو تو صرف اسے ڈرانے والا ہے جو اس سے ڈرتا ہے۔ گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے، مگر دن کا ایک پچھلا حصہ، یا اس کا پہلا حصہ۔“

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ؁۲۷

”پس جب وہ اس کو قریب دیکھیں گے تو ان لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں گے جنھوں نے انکار کیا اور کہا جائے گا یہی ہے وہ جو تم مانگا کرتے تھے۔“

کفار و مشرکین دنیا میں قیامت اور بعث بعد الموت کی تکذیب کرتے ہیں، لیکن جب قیامت واقعی آ جائے گی اور وہ دوبارہ زندہ کیے جانے کے بعد میدان محشر میں جمع کر دیے جائیں گے اور جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تو اس وقت ان کی آنکھیں پتھرا جائیں گی، ان کے چہرے مارے خوف و دہشت کے سیاہ ہو جائیں گے اور فرشتے ان سے بطور زجر و توبیخ کہیں گے کہ یہی ہے وہ جہنم جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے۔ تم کہا کرتے تھے کہ قیامت کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اب تم نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور تمھارے لیے اس سے نجات کی کوئی صورت باقی نہیں رہی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴾ [الزمر : ۶۰] ”اور قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ وہ لوگ جنھوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا جہنم میں ان متکبروں کے لیے کوئی ٹھکانا نہیں؟“

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ؁۲۸

”کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر اللہ مجھے اور ان کو جو میرے ساتھ ہیں ہلاک کر دے، یا ہم پر رحم فرمائے تو کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے پناہ دے گا؟“

کفار مکہ اسلام کے پھیلنے اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے خلاف اپنی تمام کوششوں کا ناکام ہونا دیکھ کر اس امید پر جی رہے تھے کہ کبھی نہ کبھی زمانے کی گردش ان کا کام تمام کر دے گی۔ اس پر حکم ہوا کہ ان سے کہو مجھے اور میرے

ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے، یا ہم پر رحم کرے، تمھیں اس سے کیا غرض ہے؟ تم اپنی فکر کرو کہ کفر کے نتیجے میں جو عذاب الیم تم پر آنے والا ہے، تمھیں اس سے کون بچائے گا؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِنْ دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴾ [الرعد : ٣١] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہمیشہ اس حال میں رہیں گے کہ انھیں اس کی وجہ سے جو انھوں نے کیا، کوئی نہ کوئی سخت مصیبت پہنچتی رہے گی، یا ان کے گھر کے قریب اترتی رہے گی، یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ جائے۔ بے شک اللہ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾

''کہہ دے وہی بے حد رحم والا ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر بھروسا کیا، تو تم عنقریب جان لو گے کہ وہ کون ہے جو کھلی گمراہی میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ مشرکین مکہ کو بتا دیجیے کہ ہم رحمٰن کی ذات پر ایمان لے آئے ہیں اور عملی طور پر اس ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے اور ہر حال میں اس کی ذات پر بھروسا کرتے ہیں، جبکہ تمھارا حال یہ ہے کہ نہ تم ''رحمٰن'' پر ایمان لائے اور نہ اس کی ذات پر تمھارا بھروسا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ہم راہ حق پر گامزن ہیں اور ضلالت و گمراہی تمھاری قسمت میں آئی ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾ ع

''کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر تمھارا پانی گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تمھارے پاس بہتا ہوا پانی لائے گا؟''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی مشرکین کو یہ بات بتائی کہ تمام نعمتیں بندوں کو اسی ذاتِ واحد کی طرف سے ملی ہیں، بالخصوص پانی کہ جس کے ذریعے سے اللہ نے تمام زندہ چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اگر اللہ اس پانی کو زمین کی آخری تہ میں پہنچا دے، تو اس کے سوا کون ہے جو تمھیں صاف و شفاف پانی عطا کرے؟ جواب معلوم ہے کہ کوئی نہیں ہے اور جب بات ایسی ہے تو پھر اس اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو کیوں پوجتے ہو، کیوں دوسروں کو اس کا شریک بناتے ہو؟

سورة القلم مكية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

نٓ وَ الۡقَلَمِ وَمَا يَسۡطُرُوۡنَ ۝١ مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ ۝٢ وَ اِنَّ لَكَ لَاَجۡرًا غَيۡرَ مَمۡنُوۡنٍ ۝٣ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ ۝٤

''نٓ۔ قسم ہے قلم کی! اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں! کہ تو اپنے رب کی نعمت سے ہرگز دیوانہ نہیں ہے۔ اور بے شک تیرے لیے یقیناً ایسا اجر ہے جو منقطع ہونے والا نہیں۔ اور بلاشبہ یقیناً تو ایک بڑے خلق پر ہے۔''

قرآن کریم میں موجود دیگر حروف مقطعات کی طرح ''نٓ'' بھی ایک حرف مقطع ہے، جس کا حقیقی معنی و مفہوم صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس قلم کی قسم کھائی ہے جسے اللہ نے پیدا کیا اور اسے لکھنے کا حکم دیا تو اس نے کہا کہ کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے وہ سب لکھ دے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ان تمام اشیاء کی قسم کھائی ہے، جنھیں فرشتے لوح محفوظ سے نقل کر کے لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے ان تمام اعمال کی بھی قسم کھائی ہے جنھیں اللہ کے مکرم فرشتے ''کراماً کاتبین'' لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر نبی کریم ﷺ سے کہا ہے کہ واقعی آپ کو آپ کے رب نے نبوت کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے اور آپ پر وحی نازل ہوتی ہے، جس کے زیر اثر لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ کفار و مشرکین محض شدتِ حسد سے آپ کو مجنون کہتے ہیں، آپ مجنون نہیں بلکہ عظیم الشان نبی ہیں۔ آپ اسلام کی دعوت کو لوگوں تک پہنچانے میں جو تکلیف اٹھا رہے ہیں اور اس کا جو عملی نمونہ اپنے کردار سے پیش کر رہے ہیں، اس کا اجر و ثواب آپ کو ہمیشہ ملتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر بھی مذکورہ بالا قسم کھائی ہے کہ آپ عظیم اخلاق کے مالک ہیں۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ : سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی، وہ قلم ہے اور پھر اسے حکم دیا کہ لکھ! تو اس نے ہر وہ چیز لکھ دی جو (ازل سے) ابد تک ہونے والی ہے۔“ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة نون والقلم : ۳۳۱۹]

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ : کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ کہتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴾ [الطور : ۲۹] ”پس نصیحت کر، کیوں کہ تو اپنے رب کی مہربانی سے ہرگز نہ کسی طرح کا ہن ہے اور نہ کوئی دیوانہ۔“ اور فرمایا: ﴿ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴾ [الدخان : ۱۳، ۱٤] ”ان کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ یقیناً ان کے پاس بیان کرنے والا رسول آ چکا۔ پھر انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور انھوں نے کہا سکھلایا ہوا ہے، دیوانہ ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے کفار کی تردید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور قسم کھا کر فرمایا کہ آپ اللہ کے فضل و کرم سے مجنون و دیوانہ نہیں ہیں۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ : سعد بن ہشام رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا، کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے؟ انھوں نے عرض کی، کیوں نہیں؟ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق وہی تھا جس کا قرآن میں حکم ہے۔ [مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل و من نام عنه أو مرض : ۷٤٦]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے جو واقعات سیرت طیبہ میں ملتے ہیں ان کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ ذیل میں ہم آپ کے اخلاق کریمانہ کے چند واقعات درج کرتے ہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جا رہا تھا، آپ نے نجران کی بنی ہوئی موٹے حاشیے والی ایک چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اتنے میں ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا، اس نے آپ کی چادر کو بہت زور سے کھینچا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کو دیکھا کہ زور سے کھینچنے کی وجہ سے موٹے حاشیے نے اس پر نشان ڈال دیا تھا۔ تو اس دیہاتی نے کہا، اے محمد! اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے کچھ مجھے دینے کا حکم فرمایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا، آپ مسکرائے اور اس کو مال دینے کا حکم صادر فرمایا۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب التبسم والضحك ...... الخ : ٦٠٨٨]

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جا رہا تھا اور کچھ لوگ اور بھی آپ کے ساتھ تھے، یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ حنین سے واپس آ رہے تھے۔ تو کچھ (دیہاتی) لوگ آپ کے پیچھے پڑ گئے اور آپ سے مال طلب کرنے لگے۔ انھوں نے آپ کو ببول کے ایک درخت کی طرف جانے پر مجبور کر دیا۔ تو اس

درخت کے کانٹوں کے ساتھ آپ کی چادر الجھ گئی اور رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے، آپ نے فرمایا: ''میری چادر تو مجھے دے دو، (یقین رکھو!) اگر میرے پاس ان خاردار درختوں کی گنتی کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں ان سب کو تم لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔ پھر (یہ بھی سن لو کہ) تم مجھے بخیل نہ پاؤ گے، نہ جھوٹا پاؤ گے اور نہ بزدل۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب الشجاعة فی الحرب و الجبن : ۲۸۲۱]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کچھ یہودی نبی ﷺ کے پاس آئے، انھوں نے کہا: ''اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ'' ''تم پر موت طاری ہو۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: « عَلَيْكُمْ وَ لَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ » ''تمھی پر موت طاری ہو اور اللہ تم پر لعنت کرے اور اللہ تم پر اپنا غضب نازل کرے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! رک جاؤ، نرمی کو اپنے اوپر لازم کرو، سختی اور بدکلامی سے بچو۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، کیا آپ نے سنا نہیں جو انھوں نے کہا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم نے نہیں سنا، میں نے کیا کہا؟ میں نے (ان کی بددعا کو) انھی پر لوٹا دیا۔ میری بددعا ان کے حق میں قبول ہو گئی، لیکن ان کی بددعا میرے حق میں قبول نہیں ہو گی۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب لم یکن النبی ﷺ فاحشا ولا متفاحشا : ۶۰۳۰]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بنو زریق قبیلہ کے ایک شخص لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا۔ اس کا اثر آپ پر بس اتنا ہوا کہ کبھی آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے فلاں کام کیا ہے، حالانکہ وہ کام آپ نے کیا نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن یا شاید رات کے وقت، جب آپ میرے پاس تھے، آپ نے خوب دعا کی، پھر آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ سے جو بات دریافت کی تھی اللہ نے وہ بات مجھے بتا دی ہے؟ دو آدمی میرے پاس آئے، ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا، ان کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا، ان پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے پوچھا، جادو کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے کہا، لبید بن اعصم نے۔ اس نے کہا، کس چیز میں جادو کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا، کنگھی اور کنگھی سے گرے ہوئے سر کے بالوں میں جو نر کھجور کے خوشے میں رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے پوچھا، وہ کہاں ہے؟ دوسرے نے کہا، ذروان کنویں میں۔'' رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کے ساتھ اس کنویں پر گئے، پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! اس کنویں کا پانی ایسا تھا گویا کہ اس میں مہندی گھول دی گئی ہو اور کھجور کے درخت کی چوٹیاں ایسی معلوم ہو رہی تھیں گویا کہ وہ شیطانوں کے سر ہیں۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ نے اسے نکلوا کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ نے مجھے عافیت دے دی، اس لیے میں نے اس چیز کو پسند نہیں کیا کہ اس سلسلہ میں لوگوں کے درمیان کوئی برائی پھیلاؤں۔'' پھر آپ نے حکم دیا (کہ اسے نکال کر دفن کر دیا جائے) تو اسے دفن کر دیا گیا۔ [بخاری، کتاب الطب، باب السحر : ۵۷۶۳۔ مسلم، کتاب السلام، باب السحر : ۲۱۸۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا، اے اللہ کے رسول! مشرکین کے لیے بددعا کیجیے!

آپ نے فرمایا: ”میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها : ۲۵۹۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، آپ نے کبھی مجھ سے اف بھی نہیں کہا اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ (یہ) کیوں کیا اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ (یہ) کیوں نہیں کیا؟ [بخاري، كتاب الأدب، باب حسن الخلق : ۶۰۳۸۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب حسن خلقه ﷺ : ۲۳۰۹]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے اپنی قمیص اسے دی اور کہا کہ اس میں اسے کفن دو۔ پھر آپ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کپڑوں سے پکڑ لیا اور کہا کہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں؟ یہ تو منافق ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے لیے بخشش کی دعا مانگنے سے روکا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے، اللہ نے فرمایا: ﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ [التوبة : ۸۰] ”ان کے لیے بخشش مانگ، یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا“ تو میں ستر سے زیادہ مرتبہ دعا کروں گا۔“ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ ادا کی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل کر دی: ﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓي اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰي قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ [التوبة : ۸۴] ”اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ ولا تصل على أحد منهم مات أبدا...... الخ ﴾ : ۴۶۷۲]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی کو قبر میں داخل کر دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لائے، آپ کے حکم سے اس کو باہر نکالا گیا اور آپ کے گھٹنوں پر رکھ دیا گیا، چنانچہ آپ نے اس پر دم کرتے ہوئے اسے اپنی قمیص پہنائی اور اللہ ہی خوب جاننے والا ہے۔ [بخاري، كتاب اللباس، باب لبس القميص : ۵۷۹۵]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کی خاطر کبھی کسی سے اس کی زیادتی کا بدلہ نہیں لیا، البتہ جب اللہ کی حرمات میں سے کسی چیز کی بے حرمتی کی جاتی تھی تو آپ اللہ کے لیے بدلہ لیتے تھے۔ [بخاري، كتاب الحدود، باب كم التعزير والأدب؟ : ۶۸۵۳۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب مباعدته ﷺ للآثام...... الخ : ۲۳۲۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ بیوی کو اور نہ خادم کو مگر ہاں! آپ اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے۔ [مسلم، كتاب الفضائل، باب مباعدته ﷺ للآثام ...... الخ : ۲۳۲۸]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ قریش کی سرکشی بڑھتی جا رہی ہے

تو آپ نے (اس طرح) دعا کی: « اَللّٰهُمَّ ! اَعِنِّیْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ » ''اے اللہ! ایسا سات سالہ قحط بھیج کر ان کے مقابلہ میں میری مدد فرما جیسا یوسف (علیہ السلام) کے زمانے میں بھیجا تھا۔'' تو قحط نے ان کو پکڑ لیا، یہاں تک کہ اس نے ہر چیز ختم کر دی، حتیٰ کہ وہ ہڈیاں اور مردار تک کھا گئے اور زمین سے دھواں سا نکلنے لگا۔ اس پر ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے محمد! آپ کی قوم ہلاک ہوتی جا رہی ہے، (ازراہِ کرم) آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ اس (قحط سالی) کو دور فرما دے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرما دی۔ [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ ثم تولوا عنه و قالوا معلم مجنون ﴾ : ٤٨٢٤]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(اے لوگو!) کیا تمھیں تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ کس طرح قریش کی گالیوں اور ان کی لعن طعن کو مجھ سے پھیر دیتا ہے؟ وہ کسی مذمم (مذمت کیے ہوئے شخص) کو گالی دیتے ہیں اور مذمم پر لعنت بھیجتے ہیں، جبکہ میں تو محمد ہوں۔'' [بخاری، كتاب المناقب، باب ما جاء فى أسماء رسول الله ﷺ ...... الخ : ٣٥٣٣]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثقیف بنو عقیل کے حلیف تھے۔ ثقیف نے رسول اللہ ﷺ کے دو ساتھیوں کو قید کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بنو عقیل کے ایک آدمی کو قید کر لیا، اس آدمی کے ساتھ عضباء (نامی اونٹنی) بھی صحابہ کے ہاتھ آئی۔ رسول اللہ ﷺ اس شخص کے پاس گئے، وہ رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اس نے کہا، اے محمد! اے محمد! آپ اس کے قریب پہنچے۔ آپ نے پوچھا: ''تیرا کیا حال ہے؟'' اس نے پوچھا، آپ نے مجھے کیوں گرفتار کیا ہے اور حاجیوں کی سب سے تیز رفتار اونٹنی کو کیوں پکڑا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تجھ کو تیرے حلیف ثقیف کی وجہ سے گرفتار کیا ہے۔'' پھر آپ اس کے پاس سے چلے آئے، اس نے پھر پکارا، اے محمد! اے محمد! رسول اللہ ﷺ بڑے رحیم اور بہت نرم دل تھے۔ آپ پھر اس کے پاس گئے، آپ نے پوچھا: ''تیرا کیا حال ہے؟'' اس نے کہا، میں مسلمان ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو یہ بات اس وقت کہتا جب تجھے اپنے کام کا اختیار تھا تو تو پوری طرح فلاح پاتا۔'' پھر آپ لوٹ آئے۔ اس نے پھر پکارا، اے محمد! اے محمد! آپ پھر اس کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا: ''تیرا کیا حال ہے؟'' اس نے کہا، میں بھوکا ہوں، مجھے کھانا کھلایئے۔ میں پیاسا ہوں، مجھے پانی پلایئے۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں یہ تیری حاجت ہے۔'' پھر وہ شخص ان دو مسلمانوں کے عوض چھوڑ دیا گیا۔ [مسلم، كتاب النذر، باب لا وفاء لنذر فى معصية الله ولا فيما لا يملك العبد : ١٦٤١]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی مسجد میں آ کر پیشاب کرنے لگا، لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی ڈال دو، اس لیے کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، سختی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔'' [بخاری، كتاب الوضوء، باب صب الماء على البول فى المسجد : ٢٢٠]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ بدزبان تھے اور نہ بدکلام، نہ بازاروں میں شور کرنے والے تھے

اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے تھے، بلکہ آپ معاف کر دیتے تھے اور درگزر فرمایا کرتے تھے۔[ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی خلق النبی ﷺ : ۲۰۱۶]

فَسَتُبْصِرُ وَ يُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝

”پس جلد ہی تو دیکھ لے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا ہوا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم کا تقاضا یہی تھا کہ آپ ان کے مجنون کہنے اور دوسری تکلیف دہ باتوں پر صبر کریں۔ جلد ہی سے مراد وہ مواقع ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی مختلف طریقوں سے مدد کی، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آخر کار آپ کے جانی دشمن فوج در فوج آپ پر ایمان لا کر آپ کے جاں نثار دوست بن گئے اور جو مخالف رہے وہ بدر، احد اور خندق و فتح مکہ وغیرہ میں قتل ہوئے یا ذلیل و خوار ہوئے اور تمام جزیرۂ عرب پر اسلام کی حکومت قائم ہو گئی۔ پھر قیامت تک آپ کی امت کے ہاتھوں ہونے والی فتوحات اور اسلام کی سر بلندی سے بھی واضح ہو گیا کہ پاگل و دیوانہ کون تھا؟ اس کے علاوہ جلد ہی سے مراد قیامت کا دن بھی ہے، جب رسول اللہ ﷺ مقام محمود پر تشریف فرما ہوں گے اور آپ کے ہاتھ میں لواء الحمد ہو گا۔ آپ حوض پر اپنے امتیوں کو پانی پلا رہے ہوں گے اور آپ کو جھٹلانے والے مجرم جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے، تب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی کہ دیوانہ کون ہے؟ یعنی عنقریب ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الملك : ۲۹] ”کہہ دے وہی بے حد رحم والا ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر بھروسا کیا، تو تم عنقریب جان لو گے کہ وہ کون ہے جو کھلی گمراہی میں ہے۔“

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۠ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝

”یقیناً تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اس کو جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہی زیادہ جاننے والا ہے ان کو جو سیدھی راہ پر ہیں۔“

یعنی وہ جانتا ہے کہ دونوں فریقوں میں سے کون ہدایت یافتہ ہے؟ اور راہ حق سے بہک کر گمراہ ہونے والی جماعت کو بھی خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴾ [النجم : ۳۰] ”یقیناً تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اسے جو اس کے راستے سے بھٹک گیا اور وہی زیادہ جاننے والا ہے اسے جو راستے پر چلا۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [القصص : ۸۵] ”کہہ میرا رب اسے زیادہ جاننے والا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی جو کھلی گمراہی میں ہے۔“

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝

”پس تو ان جھٹلانے والوں کا کہنا مت مان۔ وہ چاہتے ہیں کاش! تو نرمی کرے تو وہ بھی نرمی کریں۔“

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ حق پر ہیں اور آپ کی قوم کفر وشرک کی وادیوں میں بھٹک رہی ہے، تو آپ کے لیے یہ بات کسی طرح مناسب نہیں کہ آپ اللہ، اس کے رسول اور دین اسلام کی تکذیب کرنے والوں کی بات مانیں۔ وہ تو تمنا کرتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کی عیب جوئی نہ کریں اور ان کی بے بسی بیان نہ کریں، تاکہ وہ بھی آپ کو گالی نہ دیں اور اذیت نہ پہنچائیں۔

وَ لَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۙ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۙ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۙ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ ؕ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾

”اور تو کسی بہت قسمیں کھانے والے ذلیل کا کہنا مت مان۔ جو بہت طعنہ دینے والا، چغلی میں بہت دوڑ دھوپ کرنے والا ہے۔ خیر کو بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، سخت گناہ گار ہے۔ سخت مزاج ہے، اس کے علاوہ بدنام ہے۔ اس لیے کہ وہ مال اور بیٹوں والا رہا ہے۔ جب اس پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ جلد ہی ہم اسے تھوتھنی پر داغ لگائیں گے۔“

کافروں کی بات نہ ماننے کے تذکرے کے بعد اب بطور خاص مکہ کے بعض شریر قسم کے لوگوں کی بات نہ ماننے کی نصیحت کی جا رہی ہے۔ سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں ایک شخص اس معاملہ میں پیش پیش تھا۔ یہ بڑا غیبت کرنے والا، چغلی کھانے والا، جھوٹی قسمیں کھانے والا، نیکی کے کاموں سے روکنے والا، بدمزاج اور شرارت میں شہرت یافتہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کی بد خصلتوں کا ذکر کر کے اس سے ہوشیار کر دیا اور واضح الفاظ میں فرما دیا کہ اس کا کہنا نہ ماننا اور اس کی خوشامدانہ باتوں سے دھوکا نہ کھانا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ احسان فرمایا کہ اسے مال اور بیٹوں کی نعمت سے نوازا، مگر یہ ان انعامات الٰہی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کر کے اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ رہا ہے اور آیات الٰہی کے بارے میں اس بدگمانی میں مبتلا ہے کہ یہ جھوٹی ہیں اور اگلے لوگوں کے قصے کہانیوں سے ماخوذ ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۙ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۙ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ؕ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ؕ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۙ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ۙ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۙ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۙ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۙ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ؕ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ؕ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۚ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۚۖ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴾ [المدثر : ۱۱ تا ۳۰] ”چھوڑ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور میں نے اسے لمبا چوڑا مال عطا کیا۔ اور حاضر رہنے والے بیٹے (عطا کیے)۔ اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح تیار کرنا۔ پھر وہ طمع رکھتا

ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں! یقیناً وہ ہماری آیات کا سخت مخالف رہا ہے۔ عنقریب میں اسے ایک دشوار گھاٹی چڑھنے کی تکلیف دوں گا۔ بے شک اس نے غور و فکر کیا اور بات بنائی۔ پس وہ مارا جائے، اس نے کیسی بات بنائی! پھر مارا جائے، اس نے کیسی بات بنائی! پھر اس نے دیکھا۔ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا۔ پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر اس نے کہا یہ جادو کے سوا کچھ نہیں، جو نقل کیا جاتا ہے۔ یہ انسان کے قول کے سوا کچھ نہیں۔ میں اسے جلد ہی سقر (جہنم) میں داخل کروں گا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ سقر (جہنم) کیا ہے؟ وہ نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے۔ چمڑے کو جھلس دینے والی ہے۔ اس پر انیس (مقرر) ہیں۔''

آخری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پیشانی پر ایک ایسا قبیح المنظر نشان پیدا کر دے گا کہ وہ دیگر کافروں سے بالکل الگ پہچانا جائے گا۔ اس لیے کہ اس نے دنیا میں نبی کریم ﷺ سے تمام کافروں سے بڑھ کر عداوت کی تھی۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ : یعنی جو لوگوں کی چغلی کھاتا، انھیں ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرتا اور لوگوں میں فساد پھیلانے کے لیے ایک دوسرے کو باتیں بتاتا ہو۔ یہ بات تباہ و برباد کر دینے والی ہے۔ چغلی کے متعلق سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب ما يكره من النميمة : ٦٠٥٦۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم النميمة : ١٠٥/١٦٩]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ مدینہ یا مکہ کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ آپ نے دو آدمیوں کی آواز سنی، جنھیں ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! (یہ گناہ اللہ کے ہاں بڑے ہی ہیں) ایک شخص تو پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغلی کھایا کرتا تھا۔'' [بخاري، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله : ٢١٦۔ مسلم، كتاب الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول و وجوب الاستبراء منه : ٢٩٢]

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں تمھارے بہترین افراد کی نشان دہی نہ کروں؟'' صحابہ نے عرض کی، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں کہ جب انھیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آ جائے۔ کیا میں تمھیں تمھارے بدترین افراد کے بارے میں خبر نہ دوں؟'' صحابہ نے عرض کی، کیوں نہیں! (ضرور دیں) آپ نے فرمایا: ''تم میں سے بدترین افراد وہ ہیں جو دوستوں میں فساد ڈلوانے والے ہوں، چغل خور ہوں اور پاک دامن لوگوں پر تہمت لگانے والے ہوں۔'' [مسند أحمد : ٤٥٩/٦، ح : ٢٧٦٧٠۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب من لا يؤبه له : ٤١١٩]

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ : نیک کاموں سے روکنا بہت بری خصلت ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا

﴿لَدَيَّ عَتِيدٌ ۝ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۝ مَنَّاعٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُرِيبٍ ۝ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ﴾ [ق : ۲۳ تا ۲۶] ”اور اس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا یہ ہے وہ جو میرے پاس تیار ہے۔ جہنم میں پھینک دو تم دونوں (فرشتے) ہر زبردست ناشکرے کو، جو بہت عناد رکھنے والا ہے۔ جو خیر کو بہت روکنے والا، حد سے گزرنے والا، شک کرنے والا ہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا لیا، سو دونوں اسے بہت سخت عذاب میں ڈال دو۔“

﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ﴾ : ”اَلْعُتُلّ“ کے معنی ہیں بدخو، سخت دل، اکھڑ مزاج، جیسا کہ سیدنا حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا میں تمھیں جنتی لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ جو (بظاہر) عاجز وضعیف ہیں، لیکن (اللہ کے ہاں ان کا مقام یہ ہے کہ) اگر کسی بات پر اللہ کی قسم کھا لیں تو اللہ ضرور پوری کر دیتا ہے۔ کیا میں تمھیں جہنمی لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر اکھڑ مزاج، بھاری جسم والا اور تکبر کرنے والا (جہنمی ہے)۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ عتل بعد ذلك زنيم ﴾ : ۴۹۱۸۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء : ۲۸۵۳]

شرارت کی برائی بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ کے نزدیک مرتبہ کے لحاظ سے سب سے بدتر شخص وہ ہوگا، جس کی برائی سے بچنے کے لیے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب لم يكن النبي ﷺ فاحشا ولا متفاحشا : ۶۰۳۲۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب مداراة من يتقي فحشه : ۲۵۹۱]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر مسلمان پر صدقہ دینا واجب ہے۔“ صحابہ نے پوچھا، اگر دینے کے لیے کچھ نہ ہو (تو کوئی شخص کیا کرے)؟ فرمایا: ”اپنے دونوں ہاتھوں سے کام کرے اور اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی دے۔“ صحابہ نے پوچھا، اگر اس میں اتنی استطاعت نہ ہو، یا ایسا نہ کر سکے تو تب؟ فرمایا: ”پریشان حال حاجت مند کی مدد کرے۔“ صحابہ نے عرض کی، اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو؟ آپ نے فرمایا: ”پھر نیکی کا حکم دے۔“ صحابہ نے پوچھا کہ اگر وہ ایسا بھی نہ کر سکے تو؟ آپ نے فرمایا: ”(اپنے آپ کو) شر سے روکے رکھے، اس لیے کہ (اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھنا) بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب كل معروف صدقة : ۶۰۲۲۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف : ۱۰۰۸]

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ۝۱۷ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ۝۱۸
فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ۝۱۹ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۝۲۰ فَتَنَادَوْا
مُصْبِحِينَ ۝۲۱ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ ۝۲۲ فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ۝۲۳

أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ﴿۲۴﴾ وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا
إِنَّا لَضَالُّونَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿۲۷﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿۲۸﴾
قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿۲۹﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ ﴿۳۰﴾ قَالُوا
يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ ﴿۳۱﴾ عَسَىٰ رَبُّنَا أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا رَاغِبُونَ ﴿۳۲﴾
كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۳۳﴾ ع

”یقیناً ہم نے انھیں آزمایا ہے، جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا، جب انھوں نے قسم کھائی کہ صبح ہوتے ہوتے اس کا پھل ضرور ہی توڑ لیں گے۔ اور وہ کوئی استثنا نہیں کر رہے تھے۔ پس اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا، جب کہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ تو صبح کو وہ (باغ) کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا۔ پھر انھوں نے صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو آواز دی۔ کہ صبح صبح اپنے کھیت پر جا پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور وہ چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے۔ کہ آج اس (باغ) میں تمھارے پاس کوئی مسکین ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔ اور وہ صبح سویرے پختہ ارادے کے ساتھ اس حال میں نکلے کہ (اپنے خیال میں پھل توڑنے پر) قادر تھے۔ پس جب انھوں نے اسے دیکھا تو انھوں نے کہا بلاشبہ ہم یقیناً راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔ ان میں سے بہتر نے کہا کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ انھوں نے کہا ہمارا رب پاک ہے، بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔ پھر ان کا ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوا، آپس میں ملامت کرتے تھے۔ انھوں نے کہا ہائے ہماری ہلاکت! یقیناً ہم ہی حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ یقیناً (اب) ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں۔ اسی طرح (ہوتا) ہے عذاب۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے۔“

اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے انھیں اپنی نعمتیں دے کر آزمانا چاہا، ان کی خواہش کے مطابق انھیں مال و دولت، اولاد اور لمبی عمر دی اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا، اس لیے نہیں کہ وہ ہمارے بڑے محبوب بندے تھے، بلکہ ان کی رسی ڈھیلی کر دی اور انھیں اس کا احساس تک نہیں ہوا، جس کی وجہ سے وہ کفر و عناد میں بڑھتے چلے گئے۔ جیسے اہل کتاب یا حبشہ کے وہ لوگ جو اپنے باپ کے مرنے کے بعد ایک باغ کے وارث ہوئے تھے۔ جب اس کا پھل پک گیا، تو انھوں نے آپس میں طے کیا کہ وہ صبح سویرے جا کر کسی آدمی کے جاگنے سے پہلے اس کے پھل توڑ لیں گے، تاکہ کوئی فقیر و مسکین آ کر ان سے صدقہ نہ مانگے۔ وہ اس گمان میں مبتلا ہو گئے کہ اب اس باغ کے پھل کا حصول امر یقینی ہو گیا ہے، کوئی چیز اس راہ میں حائل نہیں ہے اور بھول گئے کہ اللہ کی مرضی کے بغیر وہ کسی چیز پر قادر نہیں ہیں۔ انھوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا کہ اگر اللہ چاہے گا تو ہم اپنے باغ کا پھل توڑ لیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا عذاب رات کے وقت اس

باغ پر نازل ہوا اور سارا باغ جل کر اندھیری رات کی طرح کالا اور خاکستر ہوگیا اور کچھ بھی باقی نہ رہا۔ باغ کے انجام سے بے خبر، انھوں نے صبح سویرے ایک دوسرے کو پکارا اور کہا کہ اگر تمھیں اپنے باغ کا پھل حاصل کرنا ہے تو جلدی جلدی وہاں چلے چلو۔ چنانچہ وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے، تا کہ کوئی فقیر و محتاج جان نہ جائے اور ان کے ساتھ نہ لگ جائے، جیسا کہ ان کے باپ کے زمانے میں ہوتا تھا، یعنی ان کی نیت خراب ہوگئی۔ انھوں نے اس مال میں سے اللہ کا حق ادا نہ کرنا چاہا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ باغ کی طرف تیزی، غصہ اور اس پختہ ارادے کے ساتھ چلے کہ فقیروں کو ہرگز کچھ نہیں دینا۔ وہ اپنے خیال کے مطابق باپ کے مرنے کے بعد اس بات پر قادر ہوگئے تھے کہ اس میں سے اللہ کے نام کا کوئی حصہ نہیں نکالیں گے۔ جب انھوں نے باغ کو جلا ہوا پایا، تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ ہمارا باغ نہیں ہے، ہم راہ بھٹک کر کہیں اور پہنچ گئے ہیں، لیکن حقیقت کو کب تک جھٹلاتے، انھیں یقین تو ہو ہی گیا تھا کہ ان کا باغ جل گیا ہے۔ اب انھیں فوراً یہ احساس ہوا کہ ہماری بدنیتی اور مساکین کا حق نہ دینے کے برے ارادے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی نعمت سے محروم کر دیا ہے اور ہمارے باغ کا یہ حال ہوگیا ہے۔ ہمارا باپ اللہ کے شکر کے طور پر ہر سال باغ کے پھل سے فقیروں کا حق نکالتا تھا اور ان میں تقسیم کرتا تھا، تو اللہ تعالیٰ اس کے باغ کی حفاظت کرتا تھا۔ ان بھائیوں میں سے جو زیادہ صاحب تقویٰ اور صاحب عقل تھا، وہ اپنے دوسرے بھائیوں سے مخاطب ہوا اور کہا کہ میں نے تم سب کو نصیحت کی تھی کہ تم لوگ اپنی بدنیتی سے توبہ کرو، اللہ کی یاد سے غافل نہ بنو، اس کے حق کو فراموش نہ کرو اور یاد رکھو کہ اللہ مجرمین سے انتقام لینے پر پوری طرح قادر ہے۔ چنانچہ سب نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اللہ کے حضور تائب ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا رب تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ اگر ہم نے مساکین کو ان کے حق سے محروم کرنے کی بری نیت نہ کی ہوتی اور اللہ کی قدرت کو بھول کر اپنی قدرت کا اظہار نہ کیا ہوتا تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا، ہائے افسوس کہ ہم غفلت و جہالت میں پڑ کر اللہ کی حدود سے تجاوز کر گئے۔

انھوں نے جب اپنے گناہ سے توبہ کر لی اور آئندہ کے لیے اللہ سے عہد کر لیا کہ اب ایسی غلطی نہیں کریں گے، تو اپنے رب سے اچھی امید کر لی۔ کہنے لگے کہ اللہ ہمیں اپنی رحمت سے محروم نہیں کرے گا اور اس سے اچھا باغ ہمیں عطا کرے گا، کیونکہ ہم اپنے رب سے یہی امید رکھتے ہیں۔

آخری آیت میں فرمایا کہ کافروں اور سرکشوں کو اللہ کا عذاب اسی طرح اچانک اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور آخرت میں انھیں جو عذاب دیا جائے گا، وہ تو بڑا ہی دردناک ہوگا۔ کاش! اہل مکہ اس بات کو سمجھ لیتے اور اپنے گناہوں سے تائب ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتے، لیکن اگر اسی طرح کفار مکہ ناشکری کرتے رہے اور ایمان نہ لائے تو ان کو بھی ان تمام نعمتوں سے محروم کر دیا جائے گا جن میں وہ مگن ہیں۔ بالآخر ایسا ہی ہوا، وہ ان تمام نعمتوں سے محروم کر دیے

گئے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ قریش کی سرکشی بڑھتی جا رہی ہے تو آپ نے (اس طرح) دعا کی: « اَللّٰهُمَّ ! اَعِنِّیْ عَلَیْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ یُوْسُفَ » "اے اللہ! ایسا سات سالہ قحط بھیج کر ان کے مقابلہ میں میری مدد فرما جیسا یوسف (علیہ السلام) کے زمانے میں بھیجا تھا۔" تو قحط نے ان کو پکڑ لیا، یہاں تک کہ اس نے ہر چیز ختم کر دی، حتیٰ کہ وہ ہڈیاں اور مردار تک کھا گئے اور زمین سے دھواں سا نکلنے لگا۔ اس پر ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے محمد! آپ کی قوم ہلاک ہوتی جا رہی ہے، (ازراہِ کرم) آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ اس (قحط سالی) کو دور فرما دے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرما دی۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ثم تولوا عنه و قالوا معلم مجنون ﴾ : ٤٨٢٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر کوئی سونے اور چاندی کا مالک اس میں سے اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرے گا، تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کے تختے بنائے جائیں گے، پھر دوزخ کی آگ سے انھیں خوب گرم کر کے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغ لگائے جائیں گے۔ جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو دوبارہ گرم کر لیے جائیں گے (اور پھر داغ دیا جائے گا) اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی، مسلسل یہ کام ہوتا رہے گا، بالآخر جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو اسے یا تو جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا۔" [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إثم مانع الزکوۃ : ۹۸۷]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کنز (یعنی خزانہ) جمع کرنے والوں کو ایسے داغ کی بشارت دو جو ان کی پیٹھوں پر لگائے جائیں گے تو ان کے پہلوؤں سے نکل آئیں گے اور ان کی گدیوں پر لگائے جائیں گے تو ان کی پیشانیوں سے نکل آئیں گے۔" [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی الکنازین للأموال والتغلیظ علیھم : ۳۵/۹۹۲]

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَةٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ اَیُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْیَاْتُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿۴۱﴾

"بلاشبہ ڈرنے والوں کے لیے ان کے رب کے ہاں نعمت والے باغات ہیں۔ تو کیا ہم فرماں برداروں کو جرم کرنے والوں کی طرح کر دیں گے؟ کیا ہے تمھیں، تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ یا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے، جس میں تم (یہ) پڑھتے ہو۔ کہ بے شک تمھارے لیے آخرت میں یقیناً وہی ہوگا جو تم پسند کرو گے۔ یا تمھارے پاس ہمارے ذمے کوئی حلفیہ عہد ہیں، جو قیامت کے دن تک جا پہنچنے والے ہیں کہ بے شک تمھارے لیے یقیناً وہی ہوگا جو تم فیصلہ کرو گے۔ ان

سے پوچھو ان میں سے کون اس کا ضامن ہے؟ یا ان کے کوئی شریک ہیں؟ تو وہ اپنے شریک لے آئیں، اگر وہ سچے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرنے والے مسلمانوں کو قیامت کے دن ان کے رب کے پاس ایسی جنتیں ملیں گی جن میں نعمتیں ہی نعمتیں ہوں گی۔ عقل کے اندھے کفار و مشرکین یہ کیسے سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ کی بندگی کے لیے سر جھکانے والے مسلمانوں کو ان مجرمین کی مانند بنا دیں گے جو شرک اور کبائر معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اے کفارِ مکہ! تمھارے پاس کون سی طاقت ہے اور تم کس دلیل کی بنیاد پر ایسا فیصلہ کرتے ہو؟ کیا تمھارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے، جس میں یہ فیصلہ درج ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن مومنوں سے اچھی حالت میں رہو گے؟ کیا اس کتاب میں وہ بات ہے جسے تم اپنے لیے پسند کرتے ہو؟ کیا تمھارے پاس اللہ کی جانب سے قسموں کے ذریعے سے پختہ کیے گئے وہ وعدے ہیں، جو قیامت تک نہیں ٹوٹیں گے کہ تمھیں قیامت کے دن وہی ملے گا جس کا تم اپنے لیے فیصلہ کر چکے ہو؟ یعنی تم مومنوں سے بہتر حالت میں ہو گے۔ اے میرے نبی! آپ ذرا ان سے پوچھیے تو سہی کہ آخر ان کا وہ کون سا لیڈر ہے جس نے انھیں ان کے فیصلہ کی ضمانت دے رکھی ہے؟ یا ان کے لیے اللہ کے کچھ شرکا ہیں جنھوں نے انھیں اس فیصلہ کی ضمانت دے رکھی ہے۔ اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں تو ان شریکوں کو سامنے لائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ بالا باتوں میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے، جس سے ان کے جھوٹے دعویٰ کی تائید ہو۔ اس لیے معلوم ہوا کہ ان کا دعویٰ کبر و عناد اور فسادِ عقل پر مبنی ہے، جو روزِ قیامت ان کے انجام کو نہیں بدل سکے گا۔ کافروں کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں مل جاتا ہے، آخرت میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ضابطہ تبدیل نہیں ہوتا، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ مومن پر کسی ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا، دنیا میں بھی اسے اس کا اجر دے گا اور آخرت میں بھی اس کا اجر دے گا اور رہا کافر تو جو نیک عمل اس نے اللہ کے لیے کیے ہوں گے ان کا پورا صلہ اسے دنیا ہی میں مل جائے گا۔ پھر جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہو گی کہ جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا و الآخرة ...... الخ : ۲۸۰۸]

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴾ [الذاریات : ۱۵، ۱۶] ”بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝ حَدَآىِٕقَ وَ اَعْنَابًا ۝ وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝ وَّ كَاْسًا دِهَاقًا ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا كِذّٰبًا ﴾ [النبا : ۳۱ تا ۳۵] ”یقیناً پرہیز گاروں کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔ باغات اور انگور۔ اور ابھری چھاتیوں والی ہم عمر لڑکیاں۔ اور چھلکتے ہوئے پیالے۔ وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ (ایک دوسرے کو) جھٹلانا۔“

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَ قَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَ هُمْ سٰلِمُوْنَ ۝

''جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور وہ سجدے کی طرف بلائے جائیں گے تو وہ طاقت نہیں رکھیں گے۔ ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی، ذلت انھیں گھیرے ہوئے ہوگی، حالانکہ انھیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا، جب کہ وہ صحیح سالم تھے۔''

قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھول دے گا، تو مومن مرد و عورت سجدہ میں گر جائیں گے، جبکہ منافق مردوں اور عورتوں کی پیٹھیں تختہ کی مانند ہو جائیں گی اور ہزار کوشش کے باوجود سجدہ نہ کر سکیں گے۔ اس لیے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ کبھی سجدہ نہیں کیا تھا، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارا رب اپنی پنڈلی کھولے گا تو ہر مومن مرد اور مومن عورت اس کو سجدہ کریں گے اور صرف وہ شخص باقی رہ جائے گا جو دنیا میں دکھلاوے اور ناموری کے لیے سجدہ کرتا تھا۔ وہ سجدہ کرنے لگے گا تو اس کی پیٹھ ایک تختہ کی مانند ہو جائے گی (یعنی دوہری نہیں ہو سکے گی)۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ يوم يكشف عن ساق ﴾ : ٤٩١٩۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية : ١٨٣]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ہر قوم جس کی پرستش کرتی تھی اس کے پیچھے چلی جائے۔ تو صلیب والے صلیب کے پیچھے، بتوں والے بتوں کے پیچھے اور دوسرے معبودوں والے اپنے معبودوں کے پیچھے چلے جائیں گے۔ صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے، خواہ نیک ہوں یا بد اور کچھ بچے کھچے اہل کتاب رہ جائیں گے ...... اللہ ان سے پوچھے گا، کیا تمھارے اور تمھارے رب کے درمیان کوئی نشانی ہے کہ جسے تم پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے، پنڈلی ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھولے گا تو ہر مومن مرد اور مومن عورت اس کو سجدہ کریں گے۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ وجوه يومئذ ناضرة، إلى ربها ناظرة ﴾ : ٧٤٣٩]

فَذَرْنِيْ وَ مَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

''پس چھوڑ مجھے اور اس کو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے، ہم ضرور انھیں آہستہ آہستہ (ہلاکت کی طرف) اس طرح سے لے جائیں گے کہ وہ نہیں جانیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کی تمام ترعیدوں کے باوجود جب مشرکین مکہ نے اسلام قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ جو لوگ اس قرآن کو جھٹلا رہے ہیں ان کا معاملہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجیے، مجھے معلوم ہے کہ ان کے ساتھ کیا کرنا چاہیے اور میں ان سے انتقام لینے کی ہر طرح سے قدرت رکھتا ہوں۔ ہم ان کی رسی ڈھیلی کر دیں گے اور انھیں صحت و عافیت کے

ساتھ ساتھ ڈھیر ساری نعمتیں دے کر آہستہ آہستہ ہلاکت کے دہانے تک پہنچا دیں گے اور انھیں اس کا احساس بھی نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۵۵، ۵۶] ''کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور بیٹوں میں سے جن چیزوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ہم انھیں بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے ہیں، بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٤٤] ''پھر جب وہ اس کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہوگئے جو انھیں دی گئی تھیں، ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا تو اچانک وہ ناامید تھے۔''

وَ اُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝۴۵

''اور میں انھیں مہلت دوں گا، یقیناً میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے۔''

یعنی میں انھیں جو مہلت اور ڈھیل دے رہا ہوں تو یہ بھی ان کے ساتھ میری ایک تدبیر ہے اور ان لوگوں کے خلاف تو میری تدبیر بہت قوی ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرتے، میرے رسولوں کی تکذیب کرتے اور میری معصیت و نافرمانی کی جرأت کرتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے، پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۲] ''اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى وهي ظالمة ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۳]

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝۴۶ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝۴۷

''یا تو ان سے کوئی مزدوری طلب کرتا ہے کہ وہ تاوان سے بوجھل ہیں۔ یا ان کے پاس غیب کا علم ہے، تو وہ لکھتے جاتے ہیں۔''

مشرکینِ مکہ آپ کی اور قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہیں، تو کیا آپ دعوتِ حق کا ان سے کوئی معاوضہ مانگتے ہیں کہ جس کے بوجھ تلے وہ دبے جا رہے ہیں اور اسی وجہ سے آپ کی دعوت قبول کرنے سے کتراتے ہیں؟ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ ہاں! ایک بات اور بھی ہو سکتی ہے کہ لوح محفوظ ان کے سامنے کھلا پڑا ہے اور علم غیب سے سارے پردے ان کے لیے اٹھا دیے گئے ہیں، جس سے استفادہ کر کے وہ خود ہی جان لیتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مقام اہلِ ایمان سے ارفع و اعلیٰ ہے اور انھیں آپ پر نازل کردہ وحی اور دین کی ضرورت نہیں ہے، تو ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ إِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿٤٨﴾ لَوْ لَا أَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿٤٩﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٥٠﴾

''پس اپنے رب کے فیصلے تک صبر کر اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو، جب اس نے پکارا، اس حال میں کہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا کہ اسے اس کے رب کی نعمت نے سنبھال لیا تو یقیناً وہ چٹیل زمین پر اس حال میں پھینکا جاتا کہ وہ مذمت کیا ہوا ہوتا۔ پھر اس کے رب نے اسے چن لیا، پس اسے نیکوں میں شامل کر دیا۔''

مچھلی والے سے مراد یونس علیہ السلام ہیں۔ انھوں نے اپنے رب کے حکم کا انتظار نہیں کیا اور اس حسن ظن کی بنا پر کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے چلے جانے پر کوئی گرفت نہیں ہوگی، جلدی میں اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَذَا النُّوْنِ إِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ﴾ [الأنبياء : ٨٧] ''اور مچھلی والے کو، جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اس نے سمجھا کہ ہم اس پر گرفت تنگ نہ کریں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کو پسند نہیں کیا، بلکہ ان کی گرفت کر لی اور سمندر میں ایک مچھلی نے انھیں نگل لیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَإِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ﴾ [الصافات : ١٣٩ تا ١٤٢] ''اور بلاشبہ یونس یقیناً رسولوں میں سے تھا۔ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر گیا۔ پھر وہ قرعہ میں شریک ہوا تو ہارنے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر مچھلی نے اسے نگل لیا، اس حال میں کہ وہ مستحق ملامت تھا۔''

حزن و ملال سے ان کا دل بھر آیا، دل کے بھر آنے کا مطلب یہ ہے کہ اس دن ان کے دل میں کئی غم اور صدمے اکٹھے ہو گئے تھے۔ ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا غم، دوسرا صریح اجازت کے بغیر چلے آنے کا، تیسرا سمندر میں پھینک دیے جانے کا اور چوتھا مچھلی کے پیٹ میں قید ہونے کا، ان سب غموں اور صدموں کا علاج انھوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا، تسبیح اور استغفار سے کیا۔ مچھلی کے پیٹ ہی میں انھوں نے اپنے رب کو پکارا اور کہا: ﴿لَّآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الأنبياء : ٨٧] ''تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے ہو گیا ہوں۔''

آگے فرمایا کہ اگر اللہ کی رحمت ان کے شامل حال نہ ہوتی اور اللہ ان کی توبہ قبول نہ کرتا، تو مچھلی انھیں کسی ویران جگہ میں پھینک آتی، اس حال میں کہ وہ اپنی غلطی کی وجہ سے لائق سرزنش اور مذموم ہوتے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور ان پر رحم کرتے ہوئے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ انھیں ساحل سمندر پر اگل دے۔ چنانچہ مچھلی نے ایسا ہی کیا۔ اس سب کے باوجود وہ اپنے رب کے مقبول و محمود اور نیکوکار بندے تھے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی شخص کے لیے یہ لائق نہیں کہ وہ مجھے یونس بن متیٰ سے بہتر قرار دے۔'' [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ و إن يونس لمن المرسلين ﴾ : ٣٤١٣، ٣٤١٦]

وَ اِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَ مَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا یقیناً قریب ہیں کہ تجھے اپنی نظروں سے (گھور گھور کر) ضرور ہی پھسلا دیں، جب وہ ذکر کو سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یقیناً یہ تو دیوانہ ہے۔ حالانکہ وہ تمام جہانوں کے لیے نصیحت کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔''

کفارِ قریش اور دیگر کفارِ عرب نبی کریم ﷺ سے شدید بغض و عداوت رکھتے تھے۔ آپ جب بھی قرآن کی تلاوت کرتے تو لوگ آپ کو ایسی عداوت اور نفرت بھری نگاہوں سے دیکھتے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت نہ کر رہا ہوتا تو آپ ان کی بری نظر کے زیرِ اثر بیمار ہو جاتے، یعنی ان کی نظر آپ کو لگ جاتی، لیکن اللہ کا فضل ہمیشہ آپ کے شامل حال رہا۔ مشرکین کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) کو جنون لاحق ہو گیا ہے، اسی لیے ایسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ تو اللہ کے نبی اور رسول ہیں، ان کو اللہ نے اس لیے مبعوث کیا ہے تا کہ وہ سارے جن و انس تک اللہ کا پیغام پہنچا دیں۔

وَ اِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ : یعنی آپ کو نظر لگا دیں گے۔ بغض کی وجہ سے یہ لوگ آپ سے حسد کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت اور حمایت فرما رہا ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نظر لگنا اور اس کا اثر انداز ہونا حق ہے، جیسا کہ مختلف سندوں سے مروی بہت سی احادیث سے بھی یہ ثابت ہے، جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں۔

سیدنا بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دم تو صرف نظر لگنے سے یا ڈنک مارنے والی چیز (بچھو وغیرہ کے ڈسنے کی وجہ) سے ہوتا ہے۔'' [ابن ماجه، كتاب الطب، باب ما رخص فيه من الرقى : ٣٥١٣۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة ...... الخ : ٢٢٠]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نظر حق ہے، اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر کر جاتی، بہرحال جب تم سے (نظر بد کی وجہ سے) غسل کروایا جائے تو غسل کر لیا کرو۔'' [مسلم، كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى : ٢١٨٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو ان الفاظ کے ساتھ پناہ میں دیتے: « أُعِيْذُ كُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ » ''میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور ہر زہریلے جانور سے اور ہر لگ جانے والی نظر سے۔'' اور فرماتے: ''سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی اسحاق اور اسماعیل علیہما السلام کو انھی کلمات سے اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے۔'' [ترمذی،

كتاب الطب، باب [كيف يعوذ الصبيان] : ٢٠٦٠ـ بخارى، كتاب أحاديث الأنبياء ، بابٌ : ٣٣٧١ـ أبوداوٗد، كتاب السنة، باب فى القرآن : ٤٧٣٧]

ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ غسل کر رہے تھے کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو انھوں نے (سہل رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر) کہا، جیسا (خوش رنگ جسم) آج دیکھا ہے، (پہلے) کبھی نہیں دیکھا، کسی پردہ نشین (کنواری لڑکی) کی جلد بھی ایسی (خوش رنگ) نہیں ہوتی۔ تو وہ فوراً ہی زمین پر گر پڑے (اور انھیں اچانک تیز بخار ہو گیا کہ کھڑے نہ رہ سکے)۔ انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور کہا گیا، سہل کی خبر لیجیے، وہ تو گرے پڑے ہیں (اٹھ بھی نہیں سکتے)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمھیں اس کے بارے میں کس پر شک ہے؟“ لوگوں نے کہا، (اسے) عامر بن ربیعہ (کی نظر لگی ہے)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا وجہ ہے کہ ایک آدمی اپنے بھائی کو قتل کرنے والی حرکت کرتا ہے؟ اگر کسی کو اپنے بھائی کی کوئی چیز نظر آئے جو اسے اچھی لگے تو اسے چاہیے کہ اسے برکت کی دعا دے۔“ پھر پانی طلب فرمایا اور عامر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وضو کریں، چنانچہ انھوں نے اپنا چہرہ، کہنیوں تک دونوں ہاتھ، دو گھٹنے اور تہ بند کا اندر کا حصہ دھویا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی سہل رضی اللہ عنہ پر ڈالنے کا حکم دیا۔ راوی کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ برتن ان (سہل) کے پیچھے سے (ان پر) انڈیل دیا جائے۔ [ابن ماجه، كتاب الطب، باب العين : ٣٥٠٩]

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: ”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ بیمار ہیں؟“ آپ نے فرمایا: ”ہاں!“ تو جبریل علیہ السلام نے کہا: « بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ » ”اللہ کے نام کے ساتھ، میں تمھارے لیے ہر اس چیز سے جو تمھیں تکلیف پہنچاتی ہے اور ہر نفس کی برائی سے یا حاسد کی نظر بد کی برائی سے شفا طلب کرتا ہوں۔ اللہ تمھیں شفا عطا فرمائے، میں اللہ کے نام کے ساتھ تمھارے لیے شفا طلب کرتا ہوں۔“ [مسلم، كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقٰى : ٢١٨٦]

سیدنا عبید بن رفاعہ زرقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا، اللہ کے رسول! جعفر (رضی اللہ عنہ) کے بیٹوں کو نظر لگ جاتی ہے، کیا میں انھیں دم کروا لیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں، اگر کوئی چیز تقدیر کا مقابلہ کر سکتی تو نظر اس (تقدیر) سے آگے بڑھ جاتی۔“ [ابن ماجه، كتاب الطب، باب من استرقٰى من العين : ٣٥١٠ـ ترمذى، كتاب الطب، باب ما جاء فى الرقية من العين : ٢٠٥٩]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ نظر لگ جانے کی وجہ سے دم کروا لیا کریں۔
[بخارى، كتاب الطب، باب رقية العين : ٥٧٣٨ـ مسلم، كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين ...... الخ : ٢١٩٥]

سورۃ الحآقۃ مکیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

اَلْحَآقَّةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ۚ﴿۲﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ؕ﴿۳﴾

"وہ ہو کر رہنے والی۔ کیا ہے وہ ہو کر رہنے والی؟ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ ہو کر رہنے والی کیا ہے؟"

"اَلْحَآقَّةُ" سے مراد قیامت ہے، قیامت کو "اَلْحَآقَّةُ" اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کا واقع ہونا بالکل حق ہے، ثابت ہے، وہ آ کر رہے گی اور اس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴾ [الحجر : ۸۵] "اور یقیناً قیامت ضرور آنے والی ہے۔ پس درگزر کر، خوبصورت طریقے سے درگزر کرنا۔" اور فرمایا: ﴿ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ﴿۱﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴾ [الواقعة : ۱، ۲] "جب وہ واقع ہونے والی واقع ہو گی۔ اس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔"

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَ عَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾

"ثمود اور عاد نے اس کھٹکھٹانے والی (قیامت) کو جھٹلا دیا۔ سو جو ثمود تھے وہ حد سے بڑھی ہوئی (آواز) کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے۔ اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے

ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟‘‘

کفار قریش کی طرح قوم ثمود اور قوم عاد نے بھی روزِ قیامت کو جھٹلایا، تو قوم ثمود کے لوگ ایک شدید ترین چیخ کے ذریعے سے ہلاک کر دیے گئے، جبکہ قومِ عاد ایک شدید ترین ٹھنڈی اور تیز و تند آندھی کے ذریعے سے ہلاک کر دی گئی۔ یہ لوگ ’’احقاف‘‘ میں آباد تھے جو عمان اور حضر موت (یمن) کے درمیان ریگستانی علاقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آندھی کو ان پر سات راتوں اور آٹھ دنوں کے لیے مسلط کر دیا تھا، جو مسلسل چلتی رہی اور ان کو بیخ و بن سے ختم کرتی رہی۔ چنانچہ ان کی لاشوں کے اس طرح ڈھیر لگ گئے، جیسے کھجور کے کھوکھلے درخت جڑ سے اکھڑ کر زمین پر گرے پڑے ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ۝ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴾ [القمر : ١٨ تا ٢٠] ’’عاد نے جھٹلا دیا تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ بے شک ہم نے ان پر ایک تند آندھی بھیجی، ایسے دن میں جو دائمی نحوست والا تھا۔ لوگوں کو اکھاڑ پھینکتی تھی، جیسے وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’صبا کے ساتھ میری مدد کی گئی (یعنی مشرقی ہواؤں کے ساتھ) اور قوم عاد کے لوگ ہلاک کیے گئے دبور کے ساتھ (یعنی مغربی ہواؤں کے ساتھ)۔‘‘ [بخاري، كتاب الاستسقاء، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم : نصرت بالصبا : ١٠٣٥ـ مسلم، كتاب صلوة الاستسقاء، باب في ريح الصبا والدبور : ٩٠٠]

وَ جَآءَ فِرْعَوْنُ وَ مَنْ قَبْلَهٗ وَ الْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝٩ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝١٠ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝١١ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّ تَعِيَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝١٢

’’اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور الٹ جانے والی بستیوں نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ پس انھوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اس نے انھیں ایک سخت گرفت میں پکڑ لیا۔ بلاشبہ ہم نے ہی جب پانی حد سے تجاوز کر گیا، تمھیں کشتی میں سوار کیا۔ تاکہ ہم اسے تمھارے لیے ایک یاد دہانی بنا دیں اور یاد رکھنے والا کان اسے یاد رکھے۔‘‘

عاد و ثمود کی طرح اس سرزمین پر دوسری سرکش قومیں بھی پائی گئیں۔ ملک مصر میں فرعون پیدا ہوا، جس کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو بہت سے معجزے دے کر مبعوث کیا، لیکن فرعون نے کفر کی راہ اختیار کی۔ فرعون سے پہلے بھی ایسی قومیں پائی گئیں جنھوں نے اپنے زمانے کے رسولوں کی تکذیب کی۔ قوم لوط کی بستیاں کہ جن کے باشندوں نے گناہوں کا ارتکاب کیا۔ ان تمام کافر قوموں نے اپنے رب کے رسولوں کو جھٹلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی

شدید ترین گرفت کی۔ ان کافر و سرکش قوموں میں قوم نوح کے لوگ بھی تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے پانی میں ڈبو دیا۔ جب طوفان کا پانی زمین پر ہر طرف پھیل گیا اور نشیبی اور بالائی زمین میں کوئی فرق نہ رہا، تو اللہ تعالیٰ نے نوح اور ان کے مسلمان ساتھیوں کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ کشتی میں سوار لوگوں کے سوا سب ہلاک ہو گئے اور کشتی باقی ماندہ لوگوں کے لیے عبرت و موعظت کا سبب بن گئی کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اپنے دشمنوں کو برباد کر دیتا ہے۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ : فرعون اور اس کی قوم کے لوگ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے، تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی قوم کو غرق کر دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۶] ”تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس انھیں سمندر میں غرق کر دیا، اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔“

وَمَنْ قَبْلَهٗ : فرعون سے پہلے بھی بہت سی قومیں ایمان نہ لانے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۳۸، ۳۹] ”اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔“

وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ : الٹی ہوئی بستیوں سے مراد لوط علیہ السلام کے زمانے کی بستیاں ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۝ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴾ [الحجر : ۷۳ تا ۷۵] ”پس انھیں چیخ نے روشنی ہوتے ہی پکڑ لیا۔ تو ہم نے اس کے اوپر کا حصہ اس کا نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر کھنگر کے پتھروں کی بارش برسائی۔ بے شک اس میں گہری نظر سے دیکھنے والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔“

قوم نوح کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [الفرقان : ۳۷] ”اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝۱۳ وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝۱۴ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱۵ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝۱۶

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾

’’پس جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھایا جائے گا، پس دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک بار ٹکرا دینا۔ تو اس دن ہونے والی ہو جائے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا، پس وہ اس دن کمزور ہوگا۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے اور تیرے رب کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دن تم پیش کیے جاؤ گے، تمھاری کوئی چھپی ہوئی بات چھپی نہیں رہے گی۔‘‘

قیامت کے دن کی ہولناکیوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے نفخۂ فزع ہوگا جس سے گھبراہٹ طاری ہو جائے گی، پھر اس کے بعد نفخۂ صعقہ ہوگا جس سے آسمانوں اور زمین کے سب باشندے بے ہوش ہو جائیں گے، سوائے ان کے جنھیں اللہ تعالیٰ بے ہوشی سے بچائے رکھے گا، پھر اس کے بعد ایک اور نفخہ ہوگا جس سے سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے اور بعث ونشور کا عالم برپا ہوگا۔ یہاں اسی پہلے نفخہ کا بیان ہے۔ زمین اور پہاڑ اوپر اٹھا کر ایک دوسرے سے اس طرح ٹکرا دیے جائیں گے کہ آنِ واحد میں پوری دنیا تباہ و برباد ہو جائے گی۔ پوری زمین ایک چٹیل میدان بن جائے گی اور قیامت واقع ہو جائے گی۔ آسمان پھٹ پڑے گا، اس کا رنگ بدل جائے گا اور یہ نہایت کمزور ہو جائے گا، فرشتے آسمان کے کناروں پر پناہ لیں گے۔ اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر عرش کو اٹھائے ہوں گے۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ قیامت کے دن تم سب اپنے رب کے سامنے حساب اور جزا وسزا کے لیے پیش کیے جاؤ گے۔ وہ پیشی اس لیے نہیں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ان اعمال کو جانے جن کی اسے خبر نہیں تھی، بلکہ اس سے مقصود تمھیں آزمانا اور تمھاری زجر و توبیخ ہوگی۔ تمھاری کوئی پوشیدہ بات نہ اللہ تعالیٰ سے پہلے پوشیدہ تھی اور نہ اس دن پوشیدہ ہوگی۔

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں کیسے اطمینان سے رہوں، جب کہ صور والا (فرشتہ) صور منہ میں لے کر پیشانی جھکائے ہوئے اور کان لگائے ہوئے انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے صور میں پھونکنے کا حکم ہوتا ہے اور وہ پھونک مارے؟‘‘ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة الزمر : ۳۲۴۳]

وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً : ارشاد فرمایا: ﴿ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۙ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴾ [الواقعة : ٤ تا ٦] ’’جب زمین ہلائی جائے گی، سخت ہلایا جانا۔ اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، خوب ریزہ ریزہ کیا جانا۔ پس وہ پھیلا ہوا غبار بن جائیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا

رَبِّیْ نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمْتًا ﴾ [طٰہٰ : ۱۰۵ تا ۱۰۷] ”اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر انھیں ایک چٹیل میدان بنا کر چھوڑے گا۔ جس میں تو نہ کوئی کجی دیکھے گا اور نہ کوئی ابھری جگہ۔“

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَىِٕذٍ وَّاهِيَةٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴾ [النبا : ۱۹] ”اور آسمان کھولا جائے گا تو وہ دروازے ہو جائے گا۔“

وَّالْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآىِٕهَا ؕ وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ : یعنی قیامت کے دن عرشِ الٰہی کو آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے کہا گیا ہے کہ میں تمھیں عرش اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کے متعلق بتاؤں۔ تو بلاشبہ اس کے کانوں کی لو سے اس کے کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کے سفر کے برابر ہے۔“ [أبو داؤد، کتاب السنة، باب في الجهمية : ۴۷۲۷]

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝۱۹ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝۲۰ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۲۱ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۲۲ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝۲۳ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝۲۴

”سو جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا لو پکڑو، میرا اعمال نامہ پڑھو۔ یقیناً میں نے سمجھ لیا تھا کہ بے شک میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔ پس وہ ایک خوشی والی زندگی میں ہوگا۔ ایک بلند جنت میں۔ جس کے میوے قریب ہوں گے۔ کھاؤ اور پیو مزے سے، ان اعمال کے عوض جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آگے بھیجے۔“

اس دن جس کا صحیفۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کامیاب ہوگا اور مارے خوشی کے اپنے آس پاس کے لوگوں سے کہے گا کہ ذرا میرا صحیفہ لو اور اسے پڑھو تو سہی۔ مجھے دنیا میں اس بات کا یقین تھا کہ قیامت کے دن مجھے اپنے اعمال کا ضرور بدلہ ملے گا، اسی لیے میں نے ایمان اور عمل صالح کے ذریعے سے اس دن کے لیے تیاری کی تھی اور گناہوں سے بچا تھا۔ اگر کبھی نادانی کی وجہ سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا تو فوراً اللہ کی طرف رجوع کیا اور اس گناہ سے تائب ہوا، تو وہ گناہ میرے نامۂ اعمال میں درج نہیں کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے نیک انسان کا انجام یہ بتایا کہ اسے جنت کے بالاخانوں میں خوشیوں اور راحتوں سے بھری زندگی ملے گی۔ اس جنت کے پھل ہر حال میں اس سے قریب ہوں گے۔ وہ جب بھی ان میں سے کوئی پھل کھانا چاہے گا اس کے قریب آجائے گا اور ان سے بطور عزت افزائی کہا جائے گا کہ تم سب خوش و خرم رہو اور جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو

پیو۔ یہ جنت اور اس کی ساری نعمتیں ان اعمال صالحہ کی وجہ سے ملی ہیں جو تم نے دنیا کی زندگی میں کیے تھے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ، اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ : نیک لوگوں کے نامۂ اعمال کے سلسلہ میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ وَّ يَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴾ [الانشقاق : ۷ تا ۹] ’’پس لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش واپس آئے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۷۱] ’’جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے، پھر جسے اس کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دی گئی تو یہ لوگ اپنی کتاب پڑھیں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر (بھی) ظلم نہ ہوگا۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ قیامت کے دن مومن کو اپنے قریب کرے گا، حتیٰ کہ اسے ڈھانپ لے گا (یعنی اپنے سایۂ رحمت میں لے لے گا) اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کروائے گا کہ کیا فلاں گناہ تجھے یاد ہے؟ بندہ عرض کرے گا، میں اقرار کرتا ہوں، اے میرے رب! میں اقرار کرتا ہوں۔ دو مرتبہ اقرار کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے دنیا میں تمھارے گناہوں کو چھپائے رکھا اور آج تمھارے گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کا دفتر لپیٹ دیا جائے گا۔ لیکن دوسرے لوگ یا (فرمایا) کفار، تو ان کے متعلق محشر میں اعلان کیا جائے گا: ﴿ هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [ھود : ۱۸] ’’یہ ہیں وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا۔ سن لو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و يقول الأشهاد هولاء الذين كذبوا ﴾ : ۴۶۸۵۔ مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة الله علی المؤمنين ...... الخ : ۲۷۶۸]

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ : یعنی اس کے محلات بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ، اس کی حوریں بے حد حسین و جمیل، گھر نعمتوں سے بھرے ہوئے اور بہاریں ابدی و سرمدی ہوں گی، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جنت میں ایک سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان۔‘‘ [بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين فی سبيل الله : ۲۷۹۰۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب بيان ما أعده الله تعالٰی للمجاهد ...... الخ : ۱۸۸۴]

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ : یعنی یہ بات انعام و احسان اور فضل و کرم کے اظہار کے طور پر ان سے فرمائی جائے گی، ورنہ صحیح حدیث میں ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میانہ روی اختیار کرو اور قریب قریب رہو اور خوش رہو، جان رکھو کہ کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔'' صحابہ نے کہا، یا رسول اللہ! کیا آپ بھی نہیں؟ فرمایا: ''(ہاں!) میں بھی نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی مغفرت اور رحمت میں ڈھانپ لے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل : ٦٤٦٧۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب لن یدخل أحد الجنة بعمله ...... الخ : ٢٨١٨]

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ۟ۚ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۟ۚ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۟ۚ مَاۤ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ۟ۚ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۟ۚ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۟ۙ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۟ۙ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۟ؕ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ۟ۙ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۟ؕ فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ ۟ۙ وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ۟ۙ لَّا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ۟۠

''اور لیکن جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔ اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش کہ وہ (موت) کام تمام کر دینے والی ہوتی۔ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی۔ اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے، پس اسے داخل کر دو۔ بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ سو آج یہاں نہ اس کا کوئی دلی دوست ہے۔ اور نہ اس کے لیے زخموں کے دھوون کے سوا کوئی کھانا ہے۔ جسے گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔''

اس دن جسے اس کا صحیفۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ بدبخت و نامراد ہوگا اور شدتِ حزن و ملال کی وجہ سے کہے گا کہ اے کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور مجھے میرا حساب معلوم نہ ہوتا۔ اے کاش! دنیا میں جو مجھے موت آئی تھی، اس کے بعد میں زندہ نہ کیا جاتا، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۟ۙ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۟ۙ وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ﴾ [الانشقاق : ۱۰ تا ۱۲] ''اور لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا۔ تو عنقریب وہ بڑی ہلاکت کو پکارے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۟ۙ لِّلطّٰغِیْنَ مَاٰبًا ۟ۙ لّٰبِثِیْنَ فِیْهَاۤ اَحْقَابًا ۟ۚ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۟ۙ اِلَّا حَمِیْمًا وَّ غَسَّاقًا ۟ۙ جَزَآءً وِّفَاقًا ۟ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا ۟ۙ وَّكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كِذَّابًا ﴾ [النبا : ۲۱ تا ۲۸] ''یقیناً جہنم ہمیشہ

سے ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کے لیے ٹھکانا ہے۔ وہ مدتوں اسی میں رہنے والے ہیں ۔ نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔ بلاشبہ وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اور انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، بری طرح جھٹلانا۔‘‘

آگے فرمایا کہ جہنمی اپنی حسرت و نامرادی کا مزید اظہار کرتے ہوئے کہے گا کہ میرا مال آج مجھے عذاب الٰہی سے بچا نہ سکا اور میری بادشاہت، لشکر، آلات حرب اور میری قوت و جبروت میرے کچھ کام نہ آئے، سب معدوم ہو گئے اور حزن و ملال اور درد و الم کے سوا میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا۔ تب اللہ تعالیٰ جہنم کے داروغوں سے کہے گا کہ اسے پکڑ لو اور اس کے ہاتھ گردن سے لگا کر باندھ دو، پھر اسے جہنم کے انگاروں پر جلاؤ اور الٹو پلٹو، پھر اسے جہنم کی گرم زنجیروں میں سے ایک زنجیر میں اس طرح پرو دو کہ اس میں لٹکا رہے۔ وہ بدبخت و شقی اس بدترین انجام کا اس لیے مستحق بنا کہ وہ صاحبِ عظمت و جلال اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ خود انتہائی درجے کا بخیل تھا اور دوسروں کو بھی اللہ کے لیے مسکینوں کو کھانا کھلانے سے روکتا تھا۔ اس بدبخت جہنمی کا مزید حال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج یعنی قیامت کے دن اس کا کوئی رشتہ دار یا دوست نہیں ہوگا جو اس کے لیے سفارشی بنے اور اسے اللہ کے عذاب سے بچالے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ [المؤمن : ١٨] ’’اور انھیں قریب آنے والی گھڑی کے دن سے ڈرا جب دل گلوں کے پاس غم سے بھرے ہوں گے، ظالموں کے لیے نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔‘‘

اس بدبخت کو کھانے کے لیے جہنمیوں کے خون اور پیپ کے سوا کچھ بھی نہیں ملے گا۔ یہ بدترین کھانا صرف اہلِ کفر اور وہ مجرم کھائیں گے جو اللہ کے اوامر و نواہی کو پس پشت ڈال دیتے تھے اور قصداً معاصی اور جرائم کا ارتکاب کرتے تھے۔

ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ : جہنمی کو پہنائی جانے والی زنجیر کا تذکرہ کرتے ہوئے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر کوئی بڑا سا پتھر آسمان سے زمین پر پھینکا جائے اور یہ فاصلہ پانچ سو سال کا ہے تو زمین پر وہ رات سے پہلے پہلے آ جائے گا، لیکن اگر اسی کو (جہنمیوں کے باندھنے کی) زنجیر کے ایک سرے سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے یا (فرمایا) اس کی تہ تک پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں گے۔‘‘ [ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب فی بعد قعر جهنم : ٢٥٨٨۔ مسند أحمد : ٢/ ١٩٧، ح : ٦٨٧٠]

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ : یعنی نہ تو وہ اطاعت و عبادت بجا لا کر اللہ کے حقوق کو ادا کرتا تھا اور نہ مخلوق کو نفع پہنچاتا اور اس کے حقوق ادا کرتا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے اور غلاموں کے حقوق ادا کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت فرمایا

تھا، جسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت کے وقت فرمایا: ''نماز! نماز! (یعنی اس کی حفاظت کرنا) اور اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔'' [أبو داؤد، كتاب الأدب، باب في حق المملوك : ۵۱۵۶۔ ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب وهل أوصى رسول الله ﷺ ؟ : ۲۶۹۸]

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ مَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾

''پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں اس کی جسے تم دیکھتے ہو! اور جسے تم نہیں دیکھتے! بلاشبہ یہ (قرآن) یقیناً ایک معزز پیغام لانے والے کا قول ہے۔ اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں، تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے، تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔ (یہ) جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔''

ان آیات میں مشرکینِ مکہ کی تردید کی گئی ہے، جو قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! میں ان تمام چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جنھیں تم دیکھتے ہو اور جنھیں تم نہیں دیکھ سکتے، یعنی تمام مخلوقات کی اور اپنی ذات اقدس کی قسم کھاتا ہوں کہ میرا رسول سچا ہے اور اس نے یہ قرآن اپنے رب کی جانب سے لوگوں کو سنایا ہے۔ یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے، جیسا کہ تم لوگوں میں جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم دولت ایمان سے محروم ہو، اگر تم مومن ہوتے اور نبی کریم ﷺ کے اوصاف و اخلاق پر غور کرتے، تو تمھارے لیے روشن آفتاب کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی کہ وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور جو قرآن لے کر وہ مبعوث ہوئے ہیں وہ کلام الٰہی ہے۔

یہ قرآن کسی شاعر یا کاہن کا کلام بھی نہیں ہے، جیسا کہ بعض مشرکین عرب کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ فکر و نظر کی نعمت سے یکسر محروم ہو، ورنہ تمھیں یہ بات یقیناً سمجھ میں آ جاتی کہ قرآن کسی کاہن کا کلام نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن حق و صداقت لے کر نازل ہوا ہے، جبکہ کہانت کی بنیاد جھوٹ پر ہوتی ہے۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے بطور تاکید فرمایا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن رب العالمین کا کلام ہے، یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کلام کی عظمت، اس کا جلال اور دل و دماغ پر پڑنے والا اس کا غیر معمولی اثر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا متکلم وہ اللہ ہے جو عظمت و جلال اور کبریائی والا ہے۔

وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾

''اور اگر وہ ہم پر کوئی بات بنا کر لگا دیتا۔ تو یقیناً ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ پھر یقیناً ہم اس کی جان کی رگ کاٹ دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔''

ان آیات میں کفار کی اس بات کا رد ہے کہ یہ باتیں رسول اللہ ﷺ نے خود گھڑ کر اللہ کے ذمے لگا دی ہیں۔ فرمایا، جب یہ ثابت ہوگیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، تو آپ کی کہی ہوئی ہر بات اللہ کی بات ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہمارا یہ رسول کوئی بات گھڑ کر ہمارے ذمے لگا دیتا تو اس جعلسازی کے جرم میں ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کی جان کی رگ کاٹ دیتے اور کوئی شخص راستے میں رکاوٹ نہ بن سکتا، لیکن یہ سچے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی معجزات کے ذریعے سے تائید کی، قرآن نازل کر کے ان کی صداقت کی دلیل پیش کی، دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرمائی اور ان کے ممالک کا آپ کو وارث بنا دیا۔ یہ ساری باتیں دلیل ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف سے قرآن میں ایک کلمے کا بھی اضافہ نہیں کیا، بلکہ قرآن کا ایک ایک کلمہ کلامِ الٰہی ہے۔

وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾

''اور بے شک یہ (قرآن) ڈرنے والوں کے لیے یقیناً ایک نصیحت ہے۔''

کتاب سے مراد قرآن مجید ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ﴾ [حٰم السجدة : ٤٤] ''کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا ہونے کا باعث ہے۔''

وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے ہیں۔ اور بے شک وہ یقیناً کافروں کے لیے حسرت (کا باعث) ہے۔''

فرمایا کہ لوگو! ہمیں پوری خبر ہے کہ تم میں سے بعض لوگ دنیاوی فائدے کی خاطر اور خواہش نفس کی پیروی میں اس قرآن کی تکذیب کرتے ہیں، تو ہم انھیں ایسے ہی نہیں چھوڑیں گے، بلکہ قرآن کریم سے اس اعراض کا انھیں ضرور بدلہ دیں گے۔ آگے فرمایا کہ قیامت کے دن جب کفار دیکھیں گے کہ قرآن کریم پر ایمان لانے والے نوازے جا رہے ہیں اور انھیں جنت کی طرف لے جایا جا رہا ہے، تو ان کی حسرت انتہائی شدید ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴾ [الحجر : ٢] ''کسی وقت چاہیں گے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کاش! وہ مسلم ہوتے۔''

وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾

”اور بلاشبہ وہ یقیناً ثابت شدہ یقین ہے۔“

حق کا معنی ”جو ثابت ہو“ اور یقین ”وہ بات جس میں کوئی شک نہ ہو۔“ قرآن مجید اور حدیث سے یقین کے تین درجے ثابت ہوتے ہیں، پہلا علم الیقین، وہ یقین جو خبر وغیرہ سے معلوم ہو جائے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ﴾ [التكاثر : ۵، ۶] ”ہرگز نہیں، کاش! تم جان لیتے، یقین کا جاننا۔ کہ یقیناً تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔“

دوسرا عین الیقین، وہ یقین جو آنکھ کے دیکھنے سے حاصل ہو، آنکھوں سے دیکھی ہوئی بات کا یقین سنی ہوئی بات سے قوی ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنی آنکھوں سے معاملہ دیکھنے والا اور صرف خبر سننے والا (بلحاظ اطمینان) برابر نہیں ہوتے۔“ [ابن حبان : ۶۲۱۳، ۶۲۱۴۔ مستدرك حاكم : ۳۲۱/۲، ح : ۳۲۵۰۔ مسند أحمد : ۲۷۱/۱، ح : ۲۴۴۷]

تیسرا حق الیقین، وہ یقین جو کسی چیز کو خود استعمال کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت وہ ہر طرح پختہ اور ثابت ہو جاتا ہے۔ یہ پہلے دونوں درجوں سے بڑھ کر ہے۔ ان تینوں درجوں کی مثال یہ ہے کہ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بتانے سے جنت کا یقین ہے، یہ علم الیقین ہے، جب میدان محشر میں جنت قریب لائی جائے گی اور وہ اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیں گے تو یہ عین الیقین ہے۔ پھر جب اس میں داخل ہوں گے اور اس کی نعمتوں سے لذت اٹھائیں گے تو انھیں حق الیقین حاصل ہوگا۔ فرمایا یہ قرآن حق الیقین ہے، یعنی قرآن مجید میں جو علوم و معارف اور حقائق بیان ہوئے ہیں، جو شخص ان کی لذت سے آشنا ہو جائے اس کے لیے یہ ہر طرح سے ثابت شدہ یقین ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾ ع ۲ ۱۵ ۶

”پس اپنے بہت عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کر۔“

یعنی یہ مانیں یا نہ مانیں، آپ اپنے عظمت والے رب کے نام کی، جس کا یہ کلام ہے، تسبیح بیان کرتے رہیں۔ اس کی برکت سے آپ کے لیے ہر مشکل آسان ہو جائے گی۔ اس آیت کے بعد بھی اور رکوع میں بھی ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ“ پڑھنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، تو آپ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کر دی۔ میں نے (دل میں) کہا، سو آیتوں پر آپ رکوع فرمائیں گے، لیکن آپ نے تلاوت جاری رکھی۔ میں نے پھر خیال کیا کہ آپ یہ سورت پوری نماز (دو رکعتوں) میں ختم فرمائیں گے، لیکن آپ نے تلاوت جاری رکھی۔ پھر میں نے خیال کیا کہ آپ اس کے ساتھ (یعنی سورت ختم کر کے) رکوع کریں گے، لیکن آپ نے سورۂ

نساء کی تلاوت شروع کر دی اور وہ ساری پڑھ لی۔ پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی تلاوت شروع فرما دی اور وہ بھی ساری پڑھ گئے۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے۔ جب آپ ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ (اللہ کی) تسبیح کرتے اور جب کسی سوال والی آیت کے پاس سے گزرتے تو اللہ سے سوال کرتے اور جب پناہ مانگنے والی آیت سے گزرتے تو پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ نے رکوع فرمایا، پس آپ نے رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" پڑھنا شروع کر دیا اور آپ کا رکوع بھی آپ کے قیام کے برابر تھا۔ پھر آپ نے (رکوع سے سر اٹھایا اور) یہ پڑھا: "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" پھر آپ دیر تک کھڑے رہے، اتنا جتنا آپ نے رکوع فرمایا تھا۔ پھر آپ نے سجدہ کیا اور (اس میں) آپ نے "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" پڑھا اور آپ کا سجدہ بھی آپ کے قیام کے برابر تھا۔[مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراءۃ فی صلاۃ اللیل : ۷۷۲]

سورة المعارج مكية

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ لَیۡسَ لَہٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾

''ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے متعلق سوال کیا جو واقع ہونے والا ہے۔ کافروں پر، اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔''

اس آیت کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ایک پوچھنے والے نے عذاب کے متعلق سوال کیا کہ وہ کب آئے گا؟ اس صورت میں مراد کافروں کا وہ سوال ہے جو وہ بار بار عذاب کو جھٹلانے اور مذاق کرنے کے لیے کیا کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَیَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ﴾ [الملك : ۲۵] ''اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا، اگر تم سچے ہو؟''

دوسرا معنی یہ ہے کہ ایک مانگنے والے نے عذاب مانگا ہے، اس سے مراد کفار کے سرکش لوگوں کی وہ دعا ہے جس میں انھوں نے اللہ تعالیٰ سے عذاب کی درخواست کی تھی کہ ﴿اللّٰہُمَّ اِنۡ کَانَ ہٰذَا ہُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِکَ فَاَمۡطِرۡ عَلَیۡنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ﴾ [الأنفال : ۳۲] ''اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔''

اور کفار کا وہ مطالبہ بھی مراد ہو سکتا ہے جو وہ رسول اللہ ﷺ سے کیا کرتے تھے کہ ہم پر جلد از جلد عذاب لے آؤ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَیَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ وَلَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ ؕ وَاِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ﴾ [الحج : ۴۷] ''اور وہ تجھ سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدہ کی

خلاف ورزی نہیں کرے گا اور بے شک ایک دن تیرے رب کے ہاں ہزار سال کے برابر ہے، اس گنتی سے جو تم شمار کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ۵۳ تا ۵۵] ''اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ بے شک جہنم یقیناً کافروں کو گھیرنے والی ہے۔ جس دن عذاب انھیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (اللہ) فرمائے گا چکھو جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

لہٰذا زیر تفسیر آیات میں انھی باتوں کا جواب دیا گیا ہے کہ ایک پوچھنے والے نے اس عذاب کے بارے میں پوچھا ہے جس کا واقع ہونا یقینی ہے۔ وہ عذاب کافروں کے لیے ان کے کفر کی وجہ سے ہے اور اس کا فیصلہ اللہ کی جانب سے ہو چکا ہے، لہٰذا اب اسے کوئی ٹال نہیں سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ﴾ [الحج : ۴۷] ''اور وہ تجھ سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔''

مِنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝۴

''اللہ کی طرف سے، جو سیڑھیوں والا ہے۔ فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں، (وہ عذاب) ایک ایسے دن میں (ہوگا) جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ہے۔''

یعنی اس عذاب کو معمولی نہ سمجھو، بلکہ وہ اس اللہ کی طرف سے ہوگا جو سیڑھیوں والا ہے، یعنی اس کی ذات بہت ہی بلند ہے، فرشتوں کو اس کے حضور پیش ہونے کے لیے کئی سیڑھیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ''الْمَعَارِجِ'' (سیڑھیوں) سے مراد آسمان ہیں، کیونکہ فرشتے آسمانوں پر چڑھتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ : ''الرُّوْحُ'' سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں، جو ملائکہ میں شامل ہیں، لیکن اللہ کے نزدیک ان کے خصوصی مقام کی وجہ سے ان کے نام کی صراحت کی گئی ہے۔ آیت کا ایک مفہوم یہ ہوا کہ فرشتے اور جبریل علیہ السلام اللہ عزوجل کی جانب اوپر کو جاتے ہیں، بایں طور کہ ایک دن میں ساتویں زمین کی آخری تہ سے ساتویں آسمان کے اوپر تک ان کے چڑھنے کی رفتار اور دوسری مخلوقات کے پچاس ہزار سال

کی رفتار کے برابر ہوتی ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ فرشتے اور جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی جانب اس دن چڑھیں گے جس دن اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کے درمیان فیصلہ کرے گا اور وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہو گا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کوئی سونے اور چاندی کا مالک اس میں سے اس کا حق (زکوۃ) ادا نہیں کرے گا، تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کے تختے بنائے جائیں گے، پھر دوزخ کی آگ سے انھیں خوب گرم کر کے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغ لگائے جائیں گے۔ جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو دوبارہ گرم کر لیے جائیں گے (اور پھر داغ دیا جائے گا) اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی، مسلسل یہ کام ہوتا رہے گا، بالآخر جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو اسے یا تو جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إثم مانع الزکوۃ : ۹۸۷]

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝ وَّ نَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝

''پس تو صبر کر، بہت اچھا صبر۔ بے شک وہ اسے دور خیال کر رہے ہیں۔ اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت کی ہے کہ دعوت کی راہ میں مشرکین کی جانب سے آپ کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس پر صبر جمیل سے کام لیجیے، لوگوں کے سامنے پریشانی اور ناراضی کا اظہار نہ کیجیے اور اللہ کے سوا کسی کے سامنے ان تکلیفوں کا شکوہ نہ کیجیے۔ مشرکین چونکہ یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اس لیے بعث بعد الموت اور قیامت کے دن کے عذاب کو اپنی بدبختی کی وجہ سے بہت دور سمجھتے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک تو اس کا دن بہت ہی قریب ہے، اس لیے کہ اس کا آنا یقینی ہے اور ہر آنے والی چیز قریب ہی ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۱] ''لوگوں کے لیے ان کا حساب بہت قریب آ گیا ہے اور وہ بڑی غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں (شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی)۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : بعثت أنا والساعة کھاتین ...... الخ : ۶۵۰۵]

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَ لَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝

''جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔''

اس دن کی ہولناکیوں کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس دن آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور پگھلے ہوئے تانبے کی مانند بہ پڑے گا، جبکہ پہاڑ رنگی ہوئی اور دھنکی ہوئی اون کی مانند چاروں طرف اڑنے لگیں گے اور ہر چیز فنا کے گھاٹ اتار دی جائے گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ تمام جنوں اور انسانوں کو دوبارہ پیدا کرے گا اور سب ننگے پاؤں ننگے بدن میدان محشر میں اکٹھے ہو جائیں گے۔ جب ان عظیم اجرام ارضیہ کا یہ حال ہوگا تو اس دن ضعیف و ناتواں انسان کا کیا حال ہوگا؟ اس دن انسان اپنی نجات کی فکر میں ایسا پریشان و مضطرب ہوگا کہ اپنی ذات کے سوا سب کو بھول جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴾ [عبس : ۳۷] ''اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔'' کوئی رشتہ دار اور دوست اپنے کسی رشتہ دار اور دوست کو نہیں پوچھے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾ [لقمان : ۳۳] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو کہ نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہوگا جو اپنے باپ کے کسی کام آنے والا ہو۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچ ہے، تو کہیں دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دغا باز اللہ کے بارے میں تمھیں دھوکا نہ دے جائے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۰۱] ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان نہ کوئی رشتے ہوں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴾ [عبس : ۳٤ تا ۳۷] ''جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ (سے)۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔''

يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ۝۱۱ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝۱۲
وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝۱۳ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝۱۴

''حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے خاندان کو، جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔ اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، پھر اپنے آپ کو بچا لے۔''

اس دن ایک دوسرے کو نہ پوچھنا اس لیے نہیں ہوگا کہ ان کے درمیان کوئی حجاب حائل ہوگا، بلکہ دوسروں کے

بارے میں سوچنے کے لیے کسی کے دل میں اس دن گنجائش ہی نہیں ہو گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر شخص کو اس کے عزیز اور دوست دکھلائے جا رہے ہوں گے، آنکھوں کے سامنے ہوں گے، لیکن ہر ایک دوسرے سے بھاگے گا۔ اس دن کافر تمنا کرے گا کہ کاش! کوئی ایسی صورت نکل آتی کہ وہ اپنی اولاد، بیوی، بھائی، حتیٰ کہ سارا خاندان اور سارا عالم دے کر اپنی نجات کرا لیتا، یعنی وہ ایسی گھڑی ہو گی کہ جن سے وہ دنیا میں بے انتہا محبت کرتا تھا، ان کی بھی قربانی دے کر صرف اپنی جان چھڑا لینا چاہے گا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہو گا کہ اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، وہ سب ہوتا تو کیا تو اس کو فدیہ میں دے دیتا (اپنے آپ کو عذاب سے چھڑانے کے لیے)؟ وہ بولے گا کہ ہاں! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو تجھ سے اس سے بہت آسان بات چاہی تھی (جس میں کچھ خرچ نہ تھا) جب تو ابھی آدم کی پشت میں تھا کہ تو شرک نہ کرنا، میں تجھے جہنم میں نہیں لے جاؤں گا، لیکن تو نے نہ مانا اور شرک کیا۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب طلب الکافر الفداء بملء الأرض ذهبا : ۲۸۰۵]

كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ۙ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾

''ہرگز نہیں! یقیناً وہ (جہنم) ایک شعلہ مارنے والی آگ ہے۔ منہ اور سر کی کھال کو اتار کھینچنے والی ہے۔''

یعنی اس دن نہ کوئی رشتہ دار کام آئے گا اور نہ کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا۔ ہر آدمی کے پاس صرف اس کا اچھا یا برا عمل ہو گا اور اس کے نتائج کا اسے سامنا ہو گا۔ یا وہ آگ ہو گی جس کا مجرموں سے وعدہ کیا گیا تھا اور اس کے شدید ترین انگارے ہوں گے جو سر اور ہر عضو کے چمڑے کو ادھیڑ کر الگ کر دیں گے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۰۳، ۱۰۴] ''اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔''

تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰى ۙ﴿۱۷﴾ وَ جَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾

''وہ (ہر) اس شخص کو پکارے گی جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا۔ اور (مال) جمع کیا اور اسے بند رکھا۔''

یعنی اس دن جہنم اپنی طرف ہر اس کافر و سرکش کو پکارے گی جس نے دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے روگردانی کی تھی اور اسے پس پشت ڈال کر مال اکٹھا کر کے تجوریوں میں تہ بہ تہ بند کرتا رہا، نہ اس کی زکوٰۃ ادا کی اور نہ

اس میں سے صدقہ و خیرات کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۝ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۝ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴾ [الهمزة : ۱ تا ۹] ”بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لیے۔ وہ جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ وہ گمان کرتا ہے کہ بے شک اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ ہر گز نہیں، یقیناً وہ ضرور حطمہ میں پھینکا جائے گا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ حطمہ کیا ہے؟ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ وہ جو دلوں پر جھانکتی ہے۔ یقیناً وہ ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی ہے۔ لمبے لمبے ستونوں میں۔“ اور فرمایا: ﴿ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۝ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴾ [التکاثر : ۱ تا ۸] ”تمھیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے۔ ہر گز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ پھر ہر گز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ ہر گز نہیں، کاش! تم جان لیتے، یقین کا جاننا۔ کہ یقیناً تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر یقیناً تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔ پھر یقیناً تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔“

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خرچ کر اور گن گن کر نہ رکھ، ورنہ اللہ بھی تجھے گن کر دے گا اور روک کر نہ رکھ، ورنہ اللہ بھی تجھ سے روک لے گا۔“ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الإنفاق و کراھة الإحصاء : ۱۰۲۹۔ بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقة فیما استطاع : ۱٤۳٤]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”درہم و دینار اور چادر کا بندہ ہلاک ہو گیا، اگر اسے یہ چیزیں دی جائیں تو راضی رہتا ہے اور اگر نہ دی جائیں تو ناراض ہو جاتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من فتنة المال ...... الخ : ٦٤۳٥]

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝١٩ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝٢٠ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝٢١

”بلاشبہ انسان تھڑدلا بنایا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے۔ اور جب اسے بھلائی ملتی ہے تو بہت روکنے والا ہے۔“

یعنی انسان میں پیدائشی طور پر یہ کمزوری رکھی گئی ہے کہ وہ تھڑدلا ہے، بے صبرا ہے، تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جاتا ہے، مال یا کوئی اور نعمت ملتی ہے تو روک کر بیٹھ جاتا ہے اور حق داروں کو نہیں دیتا، مگر یہ کمزوری ایسی نہیں کہ انسان اس پر قابو نہ پا سکے۔ اہل ایمان نہ مصیبت میں گھبراتے ہیں اور نہ خوشحالی میں اتراتے ہیں، جیسا کہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کا معاملہ بھی بڑا ہی عجیب ہے کہ اس کے ہر معاملہ میں اس کے لیے خیر

ہی خیر ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں۔ (وہ اس طرح کہ) اگر اسے کوئی خوشی پہنچتی ہے تو شکر کرتا ہے، سو وہ اس کے لیے باعث خیر ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے، سو یہ بھی اس کے لیے خیر کا باعث ہے۔'' [مسلم، كتاب الزهد، باب المؤمن أمره كله خير : ۲۹۹۹]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص سوال کرنے (یعنی مانگنے) سے بچے گا اللہ اسے سوال سے بچائے گا اور جو شخص بے نیازی چاہے گا اللہ اسے غنی کر دے گا اور جو شخص صبر کرے گا اللہ اسے صابر بنا دے گا اور کسی کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور اس سے زیادہ بے پایاں خیر نہیں ملی (یعنی صبر تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے)۔'' [بخاری، كتاب الزكوة، باب الاستعفاف عن المسئلة : ۱٤٦۹۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب فضل التعفف و الصبر ...... الخ : ۱۰٥۳]

وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا : یعنی جب اسے اللہ کی طرف سے کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے، تو دوسروں کے بارے میں بخل سے کام لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا نہیں کرتا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''انسان میں دو وصف بہت برے ہوتے ہیں، ایک یہ کہ حریص و بخیل ہونے کے ساتھ دل کا کچا ہو، دوسرا یہ کہ اتنا بزدل ہو کہ گویا دل ہی نکل جائے گا۔'' [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب فى الجرأة والجبن : ۲٥۱۱۔ مسند أحمد : ۲/ ۳۲۰، ح : ۸۲۸۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر روز جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے (زمین پر) اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ عنایت فرما (یعنی اسے اور دے)، دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! ہاتھ روکنے والے (کے مال) کو برباد کر دے۔'' [بخاری، كتاب الزكوة، باب قول الله تعالٰى : ﴿ فأما من أعطى واتقى ...... الخ ﴾ : ۱٤٤۲۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب فى المنفق والممسك : ۱۰۱۰]

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

''سوائے نماز ادا کرنے والوں کے۔ وہ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔''

یعنی نمازی بے صبرے اور تھڑ دلے نہیں ہوتے، وہ نہ مصیبت پر شکوہ شکایت کرتے ہیں اور نہ نعمت ملنے پر بخل کرتے ہیں۔ نماز کی صحیح ادائیگی سے آدمی میں وہ عزم اور وہ ہمت پیدا ہوتی ہے کہ وہ ایسی تمام کمزوریوں پر قابو پا لیتا ہے، کیونکہ روزانہ پانچ وقت دنیا کے کسی لالچ کے بغیر نماز ادا کرنا بظاہر بہت ہی مشکل کام ہے جو اللہ کے خوف اور آخرت پر ایمان کے بغیر ادا ہو ہی نہیں سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ [البقرة : ٤٥، ٤٦] ''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو اور بلاشبہ وہ یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔ وہ جو یقین رکھتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے

ہیں اور یہ کہ بے شک وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔“

الَّذِیۡنَ ھُمۡ عَلٰی صَلَاتِھِمۡ دَآئِمُوۡنَ : اسی سے ہے: ” اَلْمَاءُ الدَّائِمُ “ یعنی وہ پانی جو ساکن اور ٹھہرا ہوا ہو۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نماز میں طمانیت واجب ہے۔ جو شخص اپنے رکوع و سجود میں طمانیت کا اظہار نہیں کرتا وہ گویا نماز کا التزام نہیں کرتا۔ کیونکہ اس نے سکون و دوام اختیار نہیں کیا، بلکہ اس نے نماز میں کوے کی طرح ٹھونگے مارے ہیں۔ لہٰذا وہ اس طرح کی نماز ادا کر کے فلاح نہیں پائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جب وہ کوئی نیک کام کرتے ہیں تو اس پر مداومت کرتے اور ثابت قدم رہتے ہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے، گو کم ہو۔“ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضیلة العمل الدائم من قیام اللیل ...... الخ : ۷۸۳/۲۱۸۔ بخاری، کتاب الإیمان، باب أحب الدین إلی اللہ أدومه : ۴۳]

وَ الَّذِیۡنَ فِیۡۤ اَمۡوَالِھِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَ الۡمَحۡرُوۡمِ ﴿۲۵﴾

”اور وہ جن کے مالوں میں ایک مقرر حصہ ہے۔ سوال کرنے والے کے لیے اور (اس کے لیے) جسے نہیں دیا جاتا۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صدقہ و زکوٰۃ مکہ میں بھی فرض تھے اور وہاں بھی اہل ایمان اپنے اموال میں سے ایک مقرر حصہ نکالتے تھے، کیونکہ یہ سورت مکی ہے، ہاں زکوٰۃ کا موجودہ مخصوص نصاب مدینہ میں مقرر ہوا۔ البتہ اہل ایمان کی کوشش ہوتی ہے کہ اس فرض کے علاوہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کریں، یہ ہر شخص کی اپنی صوابدید ہے کہ وہ اس کی راہ میں کتنا حصہ مقرر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک دفعہ ایک شخص کسی میدان میں تھا۔ اس نے بادل سے ایک آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی پلا۔ (اس کے بعد) وہ بادل ایک طرف کو چل دیا۔ پھر اس نے ایک پتھریلی زمین پر اپنا پانی برسایا، پھر وہاں کی نالیوں میں سے ایک نالی لبالب بھر گئی، تو وہ شخص برستے پانی کے پیچھے پیچھے چلا اور اس نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا اپنے باغ میں اپنے پھاؤڑے سے پانی کو موڑ رہا ہے۔ اس نے باغ والے آدمی سے کہا، اے اللہ کے بندے! تمھارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا، فلاں، یعنی اس نے وہی نام بتایا جو اس شخص نے بادل سے آنے والی آواز سے سنا تھا۔ اس آدمی نے کہا، اے اللہ کے بندے! تم نے میرا نام کیوں پوچھا ہے؟ اس نے کہا، اس بادل سے، جس بادل کا یہ پانی ہے، میں نے ایک آواز سنی، وہ کہہ رہا تھا کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر، یعنی اس نے تمھارا نام لیا، تو بتاؤ تم اس باغ کے معاملہ میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا، جب تم نے یہ بات پوچھی ہے (تو سنو!) میں اس کی پیداوار کا انتظار کرتا ہوں، پھر تہائی صدقہ کر دیتا ہوں، تہائی میں اور میرے اہل و عیال کھاتے ہیں اور تہائی اسی میں لوٹا دیتا ہوں۔“ [مسلم، کتاب الزھد، باب فضل الإنفاق علی المساکین و ابن السبیل : ۲۹۸۴]

سیدنا قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک شخص کا ضامن ہوا، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر (مال کا) سوال کیا، آپ نے فرمایا: ''یہاں ٹھہرو، تا آنکہ ہمارے پاس صدقہ آئے، پھر ہم تیرے لیے کچھ حکم کریں گے۔'' پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا: ''قبیصہ! تین شخصوں کے سوا کسی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں، ایک وہ جو ضامن ہو (اور اس پر چٹی پڑ جائے جس کا وہ اہل نہ ہو) تو وہ اس چٹی کی حد تک مانگ سکتا ہے، پھر رک جائے اور دوسرا وہ شخص جسے ایسی آفت پہنچے جو اس کا سارا مال تباہ کر دے، وہ اس حد تک مانگ سکتا ہے کہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو جائے اور تیسرا وہ شخص جس کو فاقہ کی نوبت آ گئی ہو اور اس کے قبیلہ کے تین معتبر شخص گواہی دیں کہ فلاں کو فاقہ پہنچا ہے، اب اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے، تا آنکہ اس کی محتاجی دور ہو جائے۔'' پھر فرمایا: ''اے قبیصہ! ان تین قسم کے آدمیوں کے سوا کسی اور کے لیے سوال کرنا حرام ہے اور ان کے علاوہ جو شخص بھی سوال کر کے کھا رہا ہے وہ حرام کھا رہا ہے۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب من تحل له المسئلة : ۱۰۴۴]

وَ الَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾
اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾

''اور وہ جو جزا کے دن کو سچا مانتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ یقیناً ان کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے بے خوف نہیں ہوا جا سکتا۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومن آخرت، حساب اور جزا و سزا پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ شیطان کے نرغے میں آ کر کوئی فعل واجب چھوڑ دیتے ہیں، یا کسی فعل حرام کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کے عذاب کا تصور کر کے ان کے جسموں پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے، اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کا عذاب کسی کو بھی اپنی گرفت میں لے سکتا ہے۔ اس سے بے خوف ہو کر کافر و منافق ہی زندہ رہتا ہے، جبکہ مومن کے دل میں ہر وقت اپنے رب کا خوف موجود رہتا ہے۔

وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ
غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾

''اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں پر، یا جس کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں، تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں۔ پھر جو اس کے علاوہ کوئی راستہ ڈھونڈے تو وہی حد سے گزرنے والے ہیں۔''

مومن اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، یعنی زنا اور اغلام سے بچتے ہیں اور اپنی بیوی ولونڈی کے سوا کسی کے سامنے اپنی شرم گاہ نہیں کھولتے، البتہ اگر وہ اپنی بیویوں سے جماع کرتے ہیں، یا ان لونڈیوں سے جنھیں اسلامی جہاد یا

شرعی طور پر خرید کر حاصل کیا تھا، تو وہ قابل ملامت نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص ان دونوں طریقوں کے سوا کسی اور طریقے سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتا ہے تو وہ اللہ کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کرنے والا قرار دیا جائے گا۔

وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾

''اور وہ جو اپنی امانتوں کا اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔''

یعنی جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہیں کرتے اور جب وعدہ کریں تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ یہ مومنوں کی صفات ہیں اور ان کے برعکس منافقوں کی صفات ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں، خواہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلم ہے۔ (وہ یہ کہ) جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب وعدہ کرے تو اس کا خلاف کرے اور جب اس کو امانت دار سمجھا جائے تو خیانت کرے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۹]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہو گی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ چار خصلتیں یہ ہیں) جب اسے امانت دار سمجھا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب جھگڑا کرے تو بد زبانی کرے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۸۔ بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۴]

وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآىِٕمُوْنَ ﴿۳۳﴾

''اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔''

شہادتوں پر قائم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حق کی شہادت نہ چھپاتے ہیں اور نہ ادا کرنے سے انکار کرتے ہیں، نہ جھوٹی شہادت دیتے ہیں اور نہ شہادت کی ادائیگی کے وقت اس میں کوئی ہیرا پھیری کرتے ہیں، کیونکہ یہ سب کام نفاق و کفر کے کام ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ﴾ [البقرۃ : ۲۸۳] ''اور جو اسے چھپائے تو بے شک وہ، اس کا دل گناہ گار ہے۔''

شہادات میں ایمان، توحید و رسالت، لوگوں کے باہمی معاملات غرض ہر حق بات کی شہادت شامل ہے۔

وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓىِٕكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

''اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں۔''

محافظت سے مراد اس کے اوقات کا خیال رکھنا اور اس کی صحیح ادائیگی کا خیال رکھنا ہے، منافق نہ صحیح وقت پر نماز پڑھتا ہے اور نہ اطمینان و سکون سے اس کے ارکان کو درست طریقے سے ادا کرتا ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھ کر سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے (یعنی غروب ہونے کے قریب ہو جاتا ہے) تو اٹھ کر اس کے لیے چار ٹھونگے مار لیتا ہے اور اس میں اللہ کا ذکر نہیں کرتا مگر بہت کم۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التبکیر بالعصر : ۶۲۲]

اگلی آیت میں فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جو تھڑ دلی، بے صبری اور شدید بخل سے محفوظ ہیں اور انھی کو جنتوں میں عزت عطا ہو گی، ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۰، ۱۱] ''یہی لوگ ہیں جو وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝۳۶ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝۳۷

''پھر ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، کیا ہے کہ تیری طرف دوڑتے چلے آنے والے ہیں۔ دائیں اور بائیں طرف سے ٹولیاں بن کر۔''

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں پائے جانے والے کفار و مشرکین ہر روز آپ کو دیکھتے تھے، آپ کے ذریعے سے صادر ہونے والے معجزات کا مشاہدہ کرتے تھے اور ان کے سامنے قرآنِ کریم کی تلاوت ہوتی تھی، لیکن ان تمام چیزوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ وہ گروہوں اور جماعتوں کی شکل میں آپ کی دعوت سے راہِ فرار اختیار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کی اسی شقاوت و بدبختی پر دونوں آیتوں میں حیرت کا اظہار کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ۝ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴾ [المدثر : ۴۹ تا ۵۱] ''تو انھیں کیا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔ جیسے وہ سخت بدکنے والے گدھے ہیں۔ جو شیر سے بھاگے ہیں۔''

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۝۳۸ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۹

''کیا ان میں سے ہر آدمی طمع رکھتا ہے کہ اسے نعمت والی جنت میں داخل کیا جائے گا؟ ہرگز نہیں! یقیناً ہم نے انھیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں۔''

مشرکینِ مکہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ اگر یہ لوگ جنت میں جائیں گے تو ہم ضرور جنت میں جائیں گے۔ اسی کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ان میں سے ہر شخص لالچ کرتا ہے کہ وہ نعمتوں والی جنت

میں جائے گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ انھوں نے اپنی روحوں کو شرک و معاصی کے ذریعے سے پلید بنا رکھا ہے۔
دوسری بات یہ ہے کہ کیا وہ اپنی پیدائش کی حقیقت کو بھول گئے ہیں؟ وہ تو ایک نطفۂ حقیر سے پیدا کیے گئے ہیں، پھر یہ تکبر کیسا؟ وہ تو کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتے، پھر وہ کیسے دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴾ [المرسلات : ٢٠ تا ٢٣] ”کیا ہم نے تمھیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے ایک مضبوط ٹھکانے میں رکھا۔ ایک معلوم اندازے تک۔ پس ہم نے اندازہ کیا تو ہم اچھے اندازہ کرنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآىِٕبِ ﴾ [الطارق : ٥ تا ٧] ”پس انسان کو لازم ہے کہ دیکھے وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ وہ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو پیٹھ اور پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔“

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَ الْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝

”پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی! کہ بے شک ہم یقیناً قدرت رکھنے والے ہیں۔ اس پر کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں۔“

سورج مشرق سے ہر روز نئی جگہ سے نکلتا اور مغرب میں نئی جگہ غروب ہوتا ہے۔ وہ جگہیں بھی ہر شہر اور ہر علاقہ کے لحاظ سے الگ الگ ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے مشرقوں اور مغربوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ قسم سے پہلے ”لا“ کہہ کر منکرین کے قول کی نفی کی گئی ہے، پھر مشارق و مغارب کے رب کی قسم کھا کر فرمایا کہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ انھیں ختم کرکے ان سے بہتر لوگوں کو لے آئیں اور ہم کچھ عاجز نہیں ہیں۔ مگر ہم نے اپنی حکمت کی وجہ سے انھیں مہلت دے رکھی ہے۔ اس قسم اور جواب قسم سے ایک اور بات بھی سمجھ میں آ رہی ہے کہ جب ہم ان سے بہتر ایک بالکل نئی مخلوق پیدا کر سکتے ہیں تو انھیں دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکتے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الأحقاف : ٣٣] ”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾

''اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ کیوں نہیں [یٰس : ۸۱، ۸۲] اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔''

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَ يَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾

''پس انھیں چھوڑ دے کہ وہ بے ہودہ باتوں میں لگے رہیں اور کھیلتے رہیں، یہاں تک کہ اپنے اس دن کو جا پہنچیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں۔''

جب ثابت ہو گیا کہ قیامت آئے گی اور لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، جبکہ مشرکین مکہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی دعوت کو ٹھکرا کر تکذیب قیامت پر مصر ہیں، تو اے میرے نبی! آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے کہ وہ دنیا میں فاسد عقائد اور باطل چہ میگوئیوں میں مشغول رہیں، کھائیں پییں اور مزے اڑائیں اور شرک و معاصی کا ارتکاب کرتے رہیں، یہاں تک کہ قیامت کا وہ دن آ جائے جس دن ان سے عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَوَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴾ [الطور : ۱۱، ۱۲] ''تو اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو فضول بحث میں کھیل رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ﴾ [الأنعام : ۷۰] ''اور ان لوگوں کو چھوڑ دے جنھوں نے اپنے دین کو کھیل اور دل لگی بنا لیا اور انھیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا۔''

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

''جس دن وہ قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے، جیسے وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی، ذلت انھیں گھیرے ہوئے ہو گی، یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

اس دن ان کا حال یہ ہو گا کہ وہ اپنی قبروں سے نکل کر پکارنے والے کی آواز کی طرف اس تیزی کے ساتھ دوڑیں گے کہ جیسے کوئی گم گشتۂ راہ نشانِ راہ کو دیکھ کر اس کی طرف تیزی کے ساتھ دوڑتا ہے۔ ان کی نگاہیں ذلت و رسوائی سے جھکی ہوں گی اور زبان گنگ ہو گی۔ تب ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ دن ہے جس کا ان سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا۔

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ

الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾[القمر : ٦ تا ٨] ''سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴾[قٓ : ٤٤] ''جس دن زمین ان سے پھٹے گی، اس حال میں کہ وہ تیز دوڑنے والے ہوں گے، یہ ایسا اکٹھا کرنا ہے جو ہمارے لیے نہایت آسان ہے۔''

سورۃ نوح مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱﴾

''بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا، اس سے پہلے کہ ان پر ایک درد ناک عذاب آجائے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے نوح کو ان کی قوم پر رحم کرتے ہوئے رسول بنا کر مبعوث کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو دعوتِ توحید دیں، شرک سے ڈرائیں اور انھیں بتائیں کہ اگر وہ شرک سے باز نہیں آئیں گے تو اللہ کا دردناک عذاب انھیں اپنی گرفت میں لے لے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ ۫ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿ۙ۲۵﴾ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰہَ ؕ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ اَلِیۡمٍ﴾ [هود : ۲۵، ۲۶] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، بے شک میں تمھارے لیے صاف صاف ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ کے سوا (کسی کی) عبادت نہ کرو۔ بے شک میں تم پر ایک دردناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان کتنی مدت تھی؟ تو آپ نے فرمایا: ''دس قرن۔'' [ابن حبان : ۶۱۹۰]

قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۙ﴿۲﴾ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اتَّقُوۡہُ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ۙ﴿۳﴾ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ

مِّنۡ ذُنُوۡبِکُمۡ وَ یُؤَخِّرۡکُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوۡ کُنۡتُمۡ

تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴﴾

”اس نے کہا اے میری قوم! بلاشبہ میں تمھیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور ایک مقرر وقت تک تمھیں مہلت دے گا۔ یقیناً اللہ کا مقرر کردہ وقت جب آ جائے تو مؤخر نہیں کیا جاتا، کاش کہ تم جانتے ہوتے۔“

نوح علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی فوراً تعمیل کی اور اپنی قوم سے کہا کہ میں اللہ کی جانب سے تمھیں کفر وشرک سے پوری صراحت کے ساتھ ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں، میری دعوت واضح ہے اور اللہ کے عذاب سے تمھیں کیسے نجات ملے گی، وہ بھی میں تمھیں صراحت کے ساتھ بتا دینا چاہتا ہوں۔

میری دعوت یہ ہے کہ تم سب صرف اللہ کی بندگی کرو، اس کی عبادت میں غیروں کو شریک نہ بناؤ اور ہر حال میں اس سے ڈرتے رہو۔ جس کام کا میں تمھیں حکم دیتا ہوں اور جس سے منع کرتا ہوں، ان سب میں میری اطاعت کرو۔ اگر تم میری دعوت قبول کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور تمھیں تمھاری مقرر عمر تک زندہ رہنے دے گا، یعنی عذاب دینے میں جلدی نہیں کرے گا۔ یاد رکھو کہ جب تمھارے عذاب کا وقت آ جائے گا، تو اسے ٹالا نہیں جا سکے گا۔ کاش! تم ان باتوں کو سمجھتے تو اللہ کی طرف رجوع کرتے، اپنے گناہوں سے توبہ کرتے اور اس سے مغفرت طلب کرتے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَ لَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۱۰، ۱۱] ”اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے، پھر وہ کہے اے میرے رب! تو نے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔ اور اللہ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کا وقت آ گیا اور اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔“

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّ نَهَارًا ۙ﴿۵﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْۤ اِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾ وَ اِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۚ﴿۷﴾

”اس نے کہا اے میرے رب! بلاشبہ میں نے اپنی قوم کو رات اور دن بلایا۔ تو میرے بلانے نے دور بھاگنے کے سوا ان کو کسی چیز میں زیادہ نہیں کیا۔ اور بے شک میں نے جب بھی انھیں دعوت دی، تاکہ تو انھیں معاف کر دے، انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور اڑ گئے اور تکبر کیا، بڑا تکبر کرنا۔“

نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی قوم کو اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے، سیکڑوں برس کی تبلیغ کے باوجود جب چند آدمیوں کے علاوہ کسی نے ایمان قبول نہ کیا اور نوح علیہ السلام ان سے ہر طرح سے مایوس ہو گئے تو تب انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ درخواست پیش کی۔ نوح علیہ السلام نے عرض کی، اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی، یعنی کوئی وقت نہیں چھوڑا جس میں دعوت نہ دی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ نوح علیہ السلام نے جتنا لمبا عرصہ مسلسل دعوت میں گزارا اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، مگر ان کی قوم کی نفرت اور تکبر بڑھتا ہی گیا۔ وہ اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ڈال لیتے، تاکہ حق کی آواز کہیں ان پر اثر انداز نہ ہو جائے اور اس دعوت سے شدید نفرت کی وجہ سے اپنے چہروں پر کپڑے ڈال لیتے، تاکہ نوح علیہ السلام کی ان پر نگاہ نہ پڑے۔ انھوں نے محض عناد کی وجہ سے اپنے کفر و شرک پر اصرار کیا اور حق کا انکار کر دیا اور یہی تکبر ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! بے شک آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، (یہ تکبر نہیں) تکبر تو حق بات کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه : ٩١]

ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۙ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّيْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ﴿۹﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ﴿۱۲﴾

''پھر بے شک میں نے انھیں بلند آواز سے دعوت دی۔ پھر بے شک میں نے انھیں کھلم کھلا دعوت دی اور میں نے انھیں چھپا کر دعوت دی، بہت چھپا کر۔ تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگ لو، یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر بہت برستی ہوئی بارش اتارے گا۔ اور وہ مالوں اور بیٹوں کے ساتھ تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں باغات عطا کرے گا اور تمھارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔''

میرے پروردگار! میں نے انھیں برملا توحید کی دعوت دی اور شرک سے روکا۔ میں نے ان کے ساتھ دعوت کے مختلف اسالیب اختیار کیے، کبھی سب کو اکٹھا کر کے اپنی دعوت کا اعلان کیا اور کبھی ایک ایک سے مل کر تنہائی میں ان کے سامنے اپنی دعوت رکھی اور ان سے کہا کہ تم لوگ اپنے گزشتہ گناہوں کی صدق دل سے اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، وہ اپنی طرف رجوع کرنے والوں اور اپنے حضور توبہ کرنے والوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والا ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو وہ تمھاری زمینوں پر خوب بارش برسائے گا، تمھاری کھیتیاں لہلہا اٹھیں گی، خوب اناج پیدا ہوگا اور تمھاری روزی میں

خوب برکت ہوگی۔ وہ تمھارے مال اور اولاد میں برکت دے گا اور تمھیں باغات دے گا اور ان باغوں اور کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے نہریں جاری کر دے گا۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾

''تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت سے نہیں ڈرتے۔ حالانکہ یقیناً اس نے تمھیں مختلف حالتوں میں پیدا کیا۔''

نوح علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان کی تمام نصیحتوں کا ان کی قوم پر کوئی مثبت اثر نہیں پڑ رہا، تو اندازِ سخن بدلتے ہوئے کہا کہ تمھیں کیا ہے کہ اپنے بتوں کی عظمت تو تمھارے دل میں بہت ہے مگر تم اللہ کی عظمت کا عقیدہ نہیں رکھتے؟ حالانکہ تمھارا رب وہی ہے جس نے تمھیں مختلف اطوار سے گزار کر پیدا کیا ہے، اس لیے وہی تنہا ہر عبادت کا مستحق ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾

''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کس طرح اللہ نے سات آسمانوں کو اوپر تلے پیدا فرمایا۔''

نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی پر ارض و سما اور شمس و قمر کی تخلیق سے استدلال کرتے ہوئے کہا، لوگو! کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح آسمانوں کو ایک دوسرے کے اوپر پیدا کیا ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴾ [ق : ٦] ''تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے اسے بنایا اور اسے سجایا اور اس میں کوئی درزیں نہیں ہیں۔''

وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾

''اور اس نے ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنا دیا۔''

اللہ تعالیٰ نے ماہتاب کو آسمانِ دنیا میں رکھا ہے، جس کی روشنی سے زمین روشن رہتی ہے، جبکہ آفتاب کو اہل زمین کے لیے چراغ کی حیثیت دی ہے، تاکہ لوگ دن کی روشنی میں حصول معاش کی کوشش کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ [يونس : ٥] ''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔''

وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَ يُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾

''اور اللہ نے تمھیں زمین سے اگایا، خاص طریقے سے اگانا۔ پھر دوبارہ وہ تمھیں اس میں لوٹائے گا اور تمھیں نکالے گا،

خاص طریقے سے نکالنا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے تمھیں زمین سے اگایا ہے، یعنی تمھاری اصل مٹی ہے۔ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے اور نطفہ بھی اس غذا سے تیار ہوتا ہے جو مٹی میں سے پیدا ہوتی ہے۔ تمھاری نشو و نما ہوتی ہے، پھر مر جاتے ہو تو اسی میں دفن کر دیے جاتے ہو اور جب قیامت آئے گی تو اللہ تعالیٰ تمھیں زندہ کر کے دوبارہ اسی مٹی سے باہر نکالے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴾ [طٰهٰ : ٥٥] ’’اسی سے ہم نے تمھیں پیدا کیا اور اسی میں تمھیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمھیں ایک اور بار نکالیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ [السجدة : ٦ تا ٩] ’’وہی غائب اور حاضر کو جاننے والا، سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔ جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔‘‘

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝١٩ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝٢٠ ع

’’اور اللہ نے تمھارے لیے زمین کو ایک فرش بنا دیا۔ تاکہ تم اس کے کھلے راستوں پر چلو۔‘‘

نوح علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے زمین کو فرش کی مانند برابر بنایا ہے، تاکہ تم اس پر زندگی گزار سکو اور اس میں بنے ہوئے کشادہ راستوں پر بآسانی چل سکو۔ اگر اللہ زمین کو برابر نہ بناتا تو اس پر زندگی گزارنا ناممکن ہوتا، کھیتی باڑی کرنا، پودے لگانا، مکانات تعمیر کرنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنا اور انسانی زندگی کے دیگر وسائل کو زیر استعمال لانا ناممکن ہوتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ٣١] ’’اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انھیں ہلا نہ دے اور ہم نے ان میں کشادہ راستے بنا دیے، تاکہ وہ راہ پائیں۔‘‘

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَ اتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ۝٢١ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۝٢٢

’’نوح نے کہا اے میرے رب! بے شک انھوں نے میری بات نہیں مانی اور اس کے پیچھے چل پڑے جس کے مال اور اولاد نے خسارے کے سوا اس کو کسی چیز میں زیادہ نہیں کیا۔ اور انھوں نے خفیہ تدبیر کی، بہت بڑی خفیہ تدبیر۔‘‘

نوح علیہ السلام کی تبلیغ اوران کے وعظ و نصیحت کا ان کی کافر قوم پر کچھ بھی اثر نہ پڑا اور ان کا عناد بڑھتا ہی گیا، تو انھوں نے اپنے رب سے شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ میرے رب! میں نے انھیں جتنی باتوں کا حکم دیا ان سب میں انھوں نے میری نافرمانی کی اور ان عیش پرستوں اور مال داروں کی پیروی کی جن کے مال و دولت اور ان کی اولاد نے انھیں خسارے کے سوا کچھ بھی نہیں دیا، یعنی ان کے کفر و سرکشی میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور حق کی مخالفت و عداوت میں ان کی سازش حدِ انتہا کو پہنچ گئی۔

وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ۬ وَّ لَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا ۚ﴿۲۳﴾

’’اور انھوں نے کہا تم ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ کبھی ود کو چھوڑنا اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔‘‘

قوم کے ان سرغنوں نے عوام الناس کو شرک پر ابھارتے ہوئے کہا کہ جن معبودوں کی ہمارے اور آپ کے آبا پرستش کرتے آئے ہیں، انھیں ہرگز نہ چھوڑو اور ان کی عبادت پر سختی کے ساتھ جمے رہو، تم لوگ اپنے معبودوں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کسی حال میں فراموش نہ کرو۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ پانچوں نوح علیہ السلام کی قوم کے صالح لوگوں کے نام ہیں۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ (بطور یادگار) جن مجلسوں میں وہ بیٹھتے تھے، وہاں ان کے بت نصب کر دو اور ان کے وہی نام رکھ دو، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ تو اس وقت ان کی عبادت نہیں کی گئی، یہاں تک کہ جب اس نسل کے لوگ فوت ہو گئے اور (کسی کو اس بات کا) علم نہ رہا تو ان بتوں کی عبادت ہونے لگی۔
[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ودا ولا سواعا ولا یغوث و یعوق ﴾ : ۴۹۲۰]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کو شرک سے بچانے کے لیے ان دروازوں کو بھی بند کرنے کا حکم دیا، جہاں سے شرک داخل ہو سکتا ہے۔ قبر پرستی کے فتنے کی ابتدا قبروں پر عمارتیں اور مسجدیں بنانے سے ہوتی ہے، جبکہ بت پرستی کی ابتدا تصویریں اور مجسمے بنانے سے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں چیزوں سے منع فرمایا اور اونچی قبروں کو دوسری قبروں کے برابر کر دینے اور ہر تصویر مٹا دینے کا حکم دیا۔

ابو الہیاج اسدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا میں تمھیں اس کام پر مقرر کر کے نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا؟ وہ یہ تھا کہ کوئی تصویر نہ چھوڑو مگر اسے مٹا دو اور نہ کوئی اونچی قبر چھوڑو مگر اسے برابر کر دو۔ [مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویة القبر : ۹۶۹]

وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ۬ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ۬ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾

''اور بلاشبہ انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا اور تو ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔ اپنے گناہوں ہی کی وجہ سے وہ غرق کیے گئے، پس آگ میں داخل کیے گئے، پھر انھوں نے اللہ کے سوا اپنے لیے کوئی مدد کرنے والے نہ پائے۔''

یعنی ان مال داروں اور عیش پرستوں نے اپنی اس گمراہ کن دعوت کے ذریعے سے بہت سوں کو گمراہ کیا ہے۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی سرکشی اور ان کا کفر وشرک اللہ کے سامنے بیان کرنے کے بعد ان پر بد دعا بھیج دی اور کہا کہ اے میرے رب! اب ان ظالموں کو تو مزید گمراہ کر دے، اس لیے کہ صلاح وتقویٰ کی قابلیت ان کے اندر سے معدوم ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا قبول کر لی اور ان کی قوم کو طوفان کے ذریعے سے ہلاک کر دیا۔ ان کا یہ انجام ان گناہوں کی وجہ سے ہوا جن کے انجام بد سے نوح علیہ السلام نے ان کو ڈرایا تھا۔ لیکن انھوں نے ان کی ایک نہ مانی، تو اللہ کے عذاب نے انھیں گھیر لیا اور سب کے سب ہلاک ہو کر ہمیشہ کے لیے جہنم رسید ہو گئے اور اللہ کے عذاب سے انھیں کوئی نہ بچا سکا۔

وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾

''اور نوح نے کہا اے میرے رب! زمین پر ان کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ۔ بے شک تو اگر انھیں چھوڑے رکھے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور کسی نافرمان، سخت منکر کے سوا کسی کو نہیں جنیں گے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر کیا ہے کہ جس کے سبب طوفان آیا اور تمام اہل کفر ہلاک ہو گئے۔ انھوں نے کہا، میرے رب! اب زمین پر کسی بھی کافر کو نہ رہنے دے، اس لیے کہ اگر تو انھیں چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور انھیں توحید کی راہ سے ہٹا کر شرک کی راہ پر لگا دیں گے، پھر ان کی نسل میں بھی کافر و فاجر لوگ ہی پیدا ہوں گے۔ نوح علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم کا طویل تجربہ کرنے کے بعد کہی تھی۔ انھیں ان کے اخلاق و کردار کی پوری خبر تھی اور یقین ہو گیا تھا کہ اب یہ قوم ہرگز نہیں سدھرے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۝ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴾ [القمر : ۹، ۱۰] ''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو انھوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور انھوں نے کہا دیوانہ ہے اور جھڑک دیا گیا۔ تو اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں مغلوب ہوں، سو تو بدلہ لے۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ۝ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۱۱۷، ۱۱۸] ''اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ پس تو میرے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور میرے ساتھ جو ایمان والے ہیں، انھیں بچا لے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴾

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴾ [هود : ٣٦، ٣٧] ''اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ تیری قوم میں سے کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر جو ایمان لا چکا، پس تو اس پر غمگین نہ ہو جو وہ کرتے رہے ہیں۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا اور مجھ سے ان کے بارے میں بات نہ کرنا جنھوں نے ظلم کیا، یقیناً وہ غرق کیے جانے والے ہیں۔''

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾ ع ٢

''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اس کو جو مومن بن کر میرے گھر میں داخل ہو اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔''

اس آیت میں نوح علیہ السلام کی اس دعائے مغفرت کا ذکر ہے جو انھوں نے اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے اور ان اہل ایمان کے لیے کی جو عذاب کی پیش گوئی سچ مان کر اس سے بچنے اور کشتی میں سوار ہونے کے لیے ان کے گھر جمع ہو گئے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے پہلے تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی مغفرت کی دعا کی اور کافروں کے لیے مزید ہلاکت کی بددعا کی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نوح علیہ السلام کے والدین موحد تھے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک اور دعا بھی سکھائی ہے، جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے: ﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ [الحشر : ١٠] ''اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نصیحت کرتے ہوئے) فرمایا: ''صرف مومن آدمی کی صحبت اختیار کر اور تیرا کھانا بھی کوئی متقی ہی کھائے۔'' [ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی صحبة المؤمن : ٢٣٩٥۔ أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب من یؤمر أن یجالس : ٤٨٣٢۔ مسند أحمد : ٣٨/٣، ح : ١١٣٤٣]

سورة الجن مكية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ① یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنۡ نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ②

''کہہ دے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بے شک جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا تو انھوں نے کہا کہ بلاشبہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو سیدھی راہ کی طرف لے جاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو کبھی شریک نہیں کریں گے۔''

یہ واقعہ مکہ کے قریب نخلہ وادی میں پیش آیا، جہاں آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جنوں کو تجسس تھا کہ آسمان پر ہم پر بہت سختی کر دی گئی ہے اور اب ہمارا وہاں جانا تقریباً ناممکن بنا دیا گیا ہے، تو یقیناً کوئی بہت ہی اہم واقعہ رونما ہوا ہے کہ جس کے نتیجے میں ایسا ہوا ہے۔ چنانچہ مشرق و مغرب کی مختلف اطراف میں جنوں کی ٹولیاں سراغ لگانے کے لیے پھیل گئیں۔ ان میں سے ایک ٹولی نخلہ کی طرف آ نکلی اور اس نے یہ قرآن سنا اور یہ بات سمجھ لی کہ نبی ﷺ کی بعثت کا یہ واقعہ ہی ہم پر آسمان کی بندش کا سبب ہے۔ جنوں کی یہ ٹولی آپ پر ایمان لے آئی اور جا کر اپنی قوم کو بھی بتلایا کہ ہم نے ایسا قرآن سنا ہے جو فصاحت و بلاغت میں بڑا عجیب ہے۔ وہ راہ راست یعنی حق و صواب کو واضح کرتا ہے۔ ہم نے تو اس کو سن کر اس کی تصدیق کر دی کہ واقعی یہ اللہ کا کلام ہے، کسی انسان کا نہیں۔ سو انھوں نے ہمیشہ کے لیے شرک چھوڑنے کا اعلان کر دیا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ عکاظ کے

بازار کی طرف جانے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ (یہ وہ زمانہ تھا کہ) شیاطین اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی تھی اور (جب وہ خبریں سننے کے لیے اوپر جاتے تھے تو) ان پر انگارے پھینکے جاتے تھے۔ (ایک دن ایسا ہوا کہ جب وہ خبریں سننے کے لیے گئے اور خبریں نہ سن سکے) تو لوٹ کر اپنی قوم کے پاس آئے تو قوم کے لوگوں نے پوچھا، کیا خبر لائے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی ہے، ہم پر انگارے پھینکے جاتے ہیں۔ قوم کے لوگوں نے کہا، تمھارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان جو چیز حائل ہوئی ہے وہ (ضرور) کوئی نئی چیز ہے، تو تم زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا سفر کرو اور دیکھو کہ (آخر) وہ کیا چیز ہے جو تمھارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہو گئی ہے؟ تو جو لوگ تہامہ کی طرف روانہ ہوئے وہ نبی ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ اس وقت نخلہ میں تھے اور وہ سب عکاظ کے بازار کی طرف جانے کا ارادہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب ان جنات نے قرآن سنا تو اسے غور سے سننے لگے۔ پھر انھوں نے (آپس میں) کہا، اللہ کی قسم! جو چیز تمھارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوئی ہے وہ یہی ہے، پھر وہاں سے جب وہ اپنی قوم کے پاس پہنچے تو انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے ہماری قوم! ﴿ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ يَّهْدِيْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ﴾ [الجن : ١، ٢] ”بلاشبہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو سیدھی راہ کی طرف لے جاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو کبھی شریک نہیں کریں گے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ ﴾ [الجن : ١] ”کہہ دے میری طرف وحی کی گئی ہے۔“ اور آپ ﷺ پر جنوں کی بات چیت وحی کی گئی تھی۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب الجهر بقراءة صلوة الصبح : ٧٧٣۔ مسلم، كتاب الصلوة، باب الجهر بالقراءة في الصبح والقراءة على الجن : ٤٤٩]

وَ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا ۝٣ وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝٤ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝٥

”اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ کوئی اولاد۔ اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہمارا بے وقوف اللہ پر زیادتی کی بات کہتا تھا۔ اور یہ کہ بے شک ہم نے گمان کیا کہ بے شک انسان اور جن اللہ پر ہرگز کوئی جھوٹ نہیں بولیں گے۔“

جب اللہ تعالیٰ نے جنوں کو قرآن سننے کے بعد توحید و ایمان کی توفیق دی اور ایمان لانے سے پہلے عقیدۂ توحید کے خلاف جن غلطیوں میں پڑے تھے، ان کا انھیں احساس ہوا اور معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کسی مخلوق کے مشابہ نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ اولاد، تو اللہ تعالیٰ کی پاکی اور عظمت بیان کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہمارا رب عظمت و

جلال والا ہے، وہی سب کا سچا پالن ہار ہے اور سارے پاکیزہ نام اسی کے لیے ہیں۔ اس کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے، کیونکہ اولاد میاں بیوی کے ملاپ کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی کوئی بیوی نہیں۔ نیز کہنے لگے کہ ہم میں سے جو نادان ہمیں گمراہ کرتے تھے، وہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی بات مانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ جھوٹی بات کرتے تھے کہ اس کی بیوی اور اولاد ہے اور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن سننے سے پہلے تک ہم یہی سمجھتے رہے تھے کہ جن اور انسان اللہ کے بارے میں جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔

وَ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ﴿۶﴾

”اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو انھوں نے ان (جنوں) کو سرکشی میں زیادہ کر دیا۔“

عرب کے بعض مشرک جب کسی جنگل و بیابان جگہ میں پڑاؤ کرتے تو کہتے کہ ہم اس علاقے میں جو جنوں کا سردار ہے، اس کی پناہ میں آتے ہیں۔ اس سے جنوں کی سرکشی اور بڑھ گئی، کیونکہ وہ جان گئے کہ انسان ہم سے ڈرتے ہیں، اس لیے انھوں نے اپنے ماننے والوں کو اور زیادہ ڈرانا شروع کر دیا۔ معلوم ہوا کہ آدمی کو نہ جنوں سے ڈرنا چاہیے، نہ ان کی پناہ مانگنی چاہیے اور نہ کسی غیر اللہ کی دہائی دینی چاہیے، کیونکہ یہ شرک ہے، بلکہ صرف اور صرف اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے، کسی بھی چیز سے اللہ کی پناہ مانگنے کے لیے قرآن مجید کی آخری سورتوں جیسی کوئی چیز نہیں۔ اس کے علاوہ سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جس شخص نے کسی جگہ پڑاؤ کیا اور یہ دعا پڑھ لی: « اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ » ”میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی“ تو وہاں سے روانہ ہونے تک اسے کوئی چیز ضرر نہیں پہنچائے گی۔“ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی التعوذ من سوء القضاء و درک الشقاء وغیرہ : ۲۷۰۸]

وَ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ﴿۷﴾

”اور یہ کہ بے شک ان (انسانوں) نے گمان کیا جس طرح تم نے گمان کیا کہ اللہ کسی کو کبھی نہیں اٹھائے گا۔“

ان جنوں نے اپنی قوم کو یہ بھی بتایا کہ انسان بھی تمھاری ہی طرح اس گمان میں مبتلا تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا، یعنی قیامت قائم نہیں ہوگی۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ انسان بھی تمھاری ہی طرح اس گمان میں مبتلا تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اپنا رسول بنا کر لوگوں کو توحید کی دعوت دینے اور شرک سے ڈرانے کے لیے نہیں بھیجے گا۔

وَ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا ۙ﴿۸﴾ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا

مَقَاعِدَ لِلسَّمۡعِ ؕ فَمَنۡ يَّسۡتَمِعِ الۡاٰنَ يَجِدۡ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾

’’اور یہ کہ بے شک ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا تو ہم نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ سخت پہرے اور چمکدار شعلوں سے بھر دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ بے شک ہم اس کی کئی جگہوں میں سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے تو جو اب کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمکدار شعلہ گھات میں لگا ہوا پاتا ہے۔‘‘

جنوں کا قول ہی نقل کیا جا رہا ہے کہ ہم نے آسمان سے قریب ہو کر فرشتوں کی باتیں سننا چاہیں، تو اسے نگرانی کرنے والے بہت ہی قوی فرشتوں سے بھرا ہوا پایا اور انگاروں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سے پہلے ہم مختلف جگہوں میں بیٹھ کر فرشتوں کی باتیں سننے کی کوشش کیا کرتے تھے، لیکن اب حال یہ ہے کہ جو کوئی چھپ کر سننا چاہے گا، اسے انگاروں کا سامنا کرنا پڑے گا، جو اسے جلانے کے لیے تیار کیے گئے ہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’فرشتے بادلوں میں اس معاملے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جو زمین میں ہونا ہوتا ہے، تو ان میں سے کوئی کلمہ شیطان سن لیتے ہیں، پھر وہ بات چپکے سے جا کر کاہنوں کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں، جیسے شیشے کی بوتل کا منہ ملا کر اس میں کچھ چھوڑتے ہیں اور پھر وہ کاہن اپنی طرف سے اس میں سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبلیس و جنوده : ۳۲۸۸]

وَّ اَنَّا لَا نَدۡرِيۡۤ اَشَرٌّ اُرِيۡدَ بِمَنۡ فِي الۡاَرۡضِ اَمۡ اَرَادَ بِهِمۡ رَبُّهُمۡ رَشَدًا ۙ﴿۱۰﴾

’’اور یہ کہ بے شک ہم نہیں جانتے کیا ان لوگوں کے ساتھ جو زمین میں ہیں، کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے، یا ان کے رب نے ان کے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔‘‘

جب جنوں کے لیے چھپ کر آسمان کی باتیں سننا ممکن نہ رہا، تو انھیں یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ضرور زمین پر واقع ہونے والے کسی عظیم حادثے کا فیصلہ کیا ہے، چاہے وہ اچھا ہو یا برا۔ اسی لیے انھوں نے کہا، ہم نہیں جانتے کہ زمین پر رہنے والوں کے لیے کوئی برا فیصلہ کیا گیا ہے، یا ان کے رب نے خیر کی طرف ان کی راہنمائی کرنا چاہی ہے۔ یعنی کوئی رسول مبعوث ہوا ہے جس کی طرف بھیجی جانے والی وحی کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا ہے، تاکہ شیطان، نہ اس میں کوئی دخل دے سکیں اور نہ پہلے معلوم کر سکیں کہ پیغمبر کی طرف کیا وحی کی جا رہی ہے۔

زیرِ تفسیر آیت میں شر کی نسبت اللہ کی طرف نہیں ہے، مگر خیر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، جیسا کہ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جو دعا کیا کرتے تھے اس میں یہ الفاظ بھی کہا کرتے تھے: «وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ» ’’اور (اے اللہ!) شر کی نسبت آپ کی طرف نہیں ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم و دعائه باللیل : ۷۷۱]

وَ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾

’’اور یہ کہ بے شک ہم میں سے کچھ نیک ہیں اور ہم میں کچھ اس کے علاوہ ہیں، ہم مختلف گروہ چلے آئے ہیں۔‘‘

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنوں میں صالح اور غیر صالح ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ان میں اچھے عقائد، اچھے اعمال اور اچھے اخلاق کے لوگ بھی ہیں اور اس کے برعکس بھی۔ ان میں موحد بھی ہیں اور مشرک بھی، متبع سنت بھی ہیں اور بدعتی بھی، خوش اخلاق بھی ہیں اور بداخلاق بھی، وہ بھی ہیں جو آسمان سے کوئی خبر سن کر اس میں سو جھوٹ ملاتے ہیں اور وہ بھی ہیں جو ایسا نہیں کرتے۔ مومن جنوں کا اپنی قوم کے لوگوں کو یہ بات کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم سب کے سب راہِ راست پر نہیں ہیں، بلکہ ہم میں بھی غیر صالح لوگ موجود ہیں، جنھیں حق بات سمجھانا اور ان کا اسے قبول کرنا ضروری ہے۔

وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَ لَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾ وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤی اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾

’’اور یہ کہ بے شک ہم نے یقین کر لیا کہ بے شک ہم کبھی اللہ کو زمین میں عاجز نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی بھاگ کر کبھی اسے عاجز کر سکیں گے۔ اور یہ کہ بے شک ہم نے جب ہدایت سن لی، ہم اس پر ایمان لے آئے، پھر جو کوئی اپنے رب پر ایمان لائے گا تو وہ نہ کسی نقصان سے ڈرے گا نہ کسی زیادتی سے۔‘‘

جنوں نے یہ بھی کہا کہ اب ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہم محض عاجز و بے بس ہیں، ہماری پیشانیاں اللہ کے اختیار میں ہیں۔ ہم زمین پر کسی حال میں اسے عاجز نہیں بنا سکتے اور اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ ہم نے جب قرآن کو سنا، جو سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے، تو ہمیں فوراً یقین ہو گیا کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے۔ پس جو کوئی اپنے رب پر ایمان لائے گا، اس کی نیکیوں میں قیامت کے دن کوئی کمی نہیں کی جائے گی، بلکہ اسے اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں کوئی ایسا گناہ نہیں بڑھایا جائے گا کہ جس کا اس نے دنیا میں ارتکاب نہ کیا ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّ لَا هَضْمًا ﴾ [طٰہٰ : ۱۱۲]
’’تو وہ نہ کسی بے انصافی سے ڈرے گا اور نہ حق تلفی سے۔‘‘

وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾

’’اور یہ کہ بے شک ہم میں سے کچھ فرماں بردار ہیں اور ہم میں سے کچھ ظالم ہیں، پھر جو فرماں بردار ہو گیا تو وہی ہیں

جنھوں نے سیدھے راستے کا قصد کیا۔ اور جو ظالم ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔"

جنوں نے اپنی قوم کے افراد کے لیے دوبارہ یہ بات کہی کہ ہم میں سے بعض مسلمان ہو گئے ہیں اور بعض اب تک جادۂ مستقیم سے دور ہیں اور انھوں نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ پس جن لوگوں نے اسلام کو قبول کر لیا اور اپنی گردن اللہ کے لیے جھکا دی، وہ اس راہِ حق پر گامزن ہو گئے ہیں جو انھیں جنت اور اس کی نعمتوں تک پہنچا دے گا۔ اس کے برعکس جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے، وہ جہنم کا ایندھن بنائے جائیں گے۔

وَأَنْ لَوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا ﴿١٦﴾ لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾

"اور (یہ وحی کی گئی ہے) کہ اگر وہ راستے پر سیدھے رہتے تو ہم انھیں ضرور بہت وافر پانی پلاتے۔ تاکہ ہم اس میں ان کی آزمائش کریں اور جو کوئی اپنے رب کی یاد سے منہ موڑے گا وہ اسے سخت عذاب میں داخل کرے گا۔"

فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ اگر مشرکینِ مکہ حق و انصاف کی راہ پر چلیں گے تو ہم ان کے لیے خوب بارش برسائیں گے، جس کے نتیجہ میں ان کا مال بڑھے گا اور ان کی روزی میں کشادگی ہوگی۔ پھر ہم ان کا امتحان لیں گے کہ وہ ہمارا شکر ادا کرتے ہیں یا ناشکری کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے اپنا یہ مشروط وعدہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [الأعراف: ٩٦] "اور اگر واقعی بستیوں والے ایمان لے آتے اور بچ کر چلتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے اور لیکن انھوں نے جھٹلایا تو ہم نے انھیں اس کی وجہ سے پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔" اور فرمایا: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ۚ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ﴾ [المائدة: ٦٦] "اور اگر وہ واقعی تورات اور انجیل کی پابندی کرتے اور اس کی جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے تو یقیناً وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔ ان میں سے ایک جماعت درمیانے راستے والی ہے اور ان میں سے بہت سے لوگ، برا ہے جو کر رہے ہیں۔"

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کوئی قرآن کریم اور اس کی دعوت سے روگردانی کرے گا اور شرک اور دیگر برے اعمال سے نہیں بچے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں ذلت و رسوائی اور فقر و فاقہ میں مبتلا کرے گا، جبکہ آخرت میں اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جہاں اسے شدید عذاب دیا جائے گا۔

وَ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾

''اور یہ کہ بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ مجھ پر یہ وحی بھی نازل ہوئی ہے کہ مسجدیں اللہ کی بندگی کے لیے خاص ہیں، اس لیے جب تم ان میں داخل ہو تو اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارو، کیونکہ مسجدیں تو اس لیے بنائی جاتی ہیں کہ وہاں صرف اللہ کا نام لیا جائے۔ چونکہ پکارنا بھی عبادت ہے، لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی اور کو پکارنا بھی نہیں چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [یونس : ۱۰۶] ''اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔''

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) ''پکارنا ہی عبادت ہے۔'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾ [المؤمن : ۶۰] ''اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔'' [ترمذی، کتاب الدعوات، باب منه : الدعاء مخ العبادة : ۳۳۷۲]

وَ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ ع ۱۱

''اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا، اسے پکارتا تھا تو وہ قریب تھے کہ اس پر تہ بہ تہ جمع ہو جائیں۔''

مشرکین نہ صرف یہ کہ غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے، بلکہ ان کے لیے اکیلے اللہ کی عبادت کرنا اس قدر باعث تعجب اور تکلیف دہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے یا توحید کی دعوت کے لیے کھڑے ہوتے اور صرف ایک اللہ ہی کو پکارتے تو مشرکین اظہار تعجب کے لیے اور آپ کو پریشان کرنے کے لیے گروہ در گروہ آپ کے ارد گرد جمع ہو جاتے۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَ لَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ﴿۲۳﴾

''کہہ دے میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ کہہ دے بلاشبہ میں تمھارے لیے نہ کوئی نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔ کہہ دے یقیناً میں، مجھے اللہ سے کوئی بھی کبھی

پناہ نہیں دے گا اور میں اس کے سوا کبھی پناہ کی کوئی جگہ نہیں پاؤں گا۔ مگر (میں تو صرف) اللہ کے احکام پہنچانے اور اس کے پیغامات کا (اختیار رکھتا ہوں) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں، صرف اسی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔ یہ کوئی ایسی بری بات نہیں ہے کہ جس کے سبب تم سب میری عداوت پر متفق ہو گئے ہو۔ اے میرے نبی! آپ کفارِ قریش کو یہ بھی کہہ دیجیے کہ میں نہ تمھیں نقصان پہنچانے پر قادر ہوں اور نہ میں تمھیں راہ راست پر لا سکتا ہوں۔ ایسی قدرت تو صرف اللہ کو حاصل ہے، اس لیے تم لوگ مجھ سے جلد عذاب لانے کا مطالبہ نہ کرو۔ اے میرے نبی! ان کافروں سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف دینا چاہے، تو کوئی مجھے بچا نہیں سکتا اور اگر وہ مجھے ہلاک کرنا چاہے تو مجھے کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی۔ اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ میں تو صرف اللہ کا پیغامبر اور اس کا رسول ہوں، میرا کام اس پیغام کو پہنچانا ہے جسے پہنچانا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر واجب قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ [المائدۃ : ٦٧] ''اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔''

آگے فرمایا کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کے رسول کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا، تو اس کا ٹھکانا نارِ جہنم ہوگا، جس میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا۔

حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾

''(یہ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب وہ چیز دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مددگار کے اعتبار سے زیادہ کمزور ہے اور جو تعداد میں زیادہ کم ہے؟''

اہل جہنم قیامت کے دن جب اللہ کے وعدے کے مطابق عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تو اس وقت انھیں خوب معلوم ہو جائے گا کہ مددگاروں کے اعتبار سے کون لوگ زیادہ کمزور ہیں اور کن کے مددگاروں کی تعداد زیادہ کم ہے۔ محمد (ﷺ) اور ان کے اہل ایمان صحابہ کی، یا مشرکین مکہ کی جو زندگی بھر اللہ اور اس کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴾ [القمر : ٤٤ تا ٤٨] ''یا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت ہیں، جو بدلہ لے کر رہنے والے ہیں؟ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ

لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔ بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔ یقیناً مجرم لوگ بڑی گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔ جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں پر گھسیٹے جائیں گے، چکھو آگ کا چھونا۔"

قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ۝۲۵ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝۲۶ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝۲۷

"کہہ دے میں نہیں جانتا آیا وہ چیز قریب ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، یا میرا رب اس کے لیے کچھ مدت رکھے گا۔ (وہ) غیب کو جاننے والا ہے، پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر کوئی رسول، جسے وہ پسند کرلے تو بے شک وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔"

مشرکین مکہ بطور استہزا و تکذیب نبی کریم ﷺ سے پوچھا کرتے تھے کہ جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو وہ کب آئے گا؟ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کہا، آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں نہیں جانتا، جس عذاب کا تم سے اللہ کی طرف سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کا وقت قریب ہے، یا میرے رب نے مستقبل بعید میں اس کا کوئی وقت مقرر کر رکھا ہے۔ غیب کا علم تو صرف اسی کے پاس ہے، وہ اپنے غیب کی خبر کسی کو نہیں دیتا سوائے اپنے رسول کے جسے وہ اپنی پیغام رسانی کے لیے پسند کر لیتا ہے۔ چاہے وہ رسول فرشتوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔ ایسے رسول کو وہ بعض ایسی غیبی خبریں بتاتا ہے کہ جن کا تعلق اس کی پیغام رسانی سے ہوتا ہے، جیسے وہ معجزات جو نبی کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ جب وہ اپنے رسول پر وحی نازل کرتا ہے تو اس وحی کے آگے اور پیچھے یعنی چہار جانب نگہبان فرشتوں کی ایک جماعت کو لگا دیتا ہے جو شیاطین سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، یہاں تک کہ وحی کا وہ حصہ رسول تک بلا کم و کاست پہنچ جاتا ہے۔

قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا : ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴾ [النازعات : ٤٢ تا ٤٥] "وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔ تو تو صرف اسے ڈرانے والا ہے جو اس سے ڈرتا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۂ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَيۡرِ ۖ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوۡٓءُ ۚ اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِيۡرٌ وَّ بَشِيۡرٌ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴾ [الأعراف : ۱۸۷، ۱۸۸] ”وہ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اس کا قیام کب ہوگا؟ کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں جیسے تو اس کے بارے میں خوب تحقیق کرنے والا ہے۔ کہہ دے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔“

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل امین علیہ السلام جب آپ کے پاس ایک اجنبی آدمی کی صورت میں آئے تو انھوں نے ایک سوال یہ بھی پوچھا کہ (اے محمد!) مجھے خبر دیجیے کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نے فرمایا: ”اس کے بارے میں مسئول کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب سؤال جبريل النبي ﷺ ...... الخ : ۵۰۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الإيمان ما هو؟ : ۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ مسجد سے نکلنے والے تھے کہ اتنے میں مسجد کے سائبان کے پاس ہمیں ایک آدمی ملا اس نے آپ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ”یہ بتا تو نے اس کے لیے تیاری کیا کی ہے؟“ یہ سن کر وہ آدمی تھوڑا سا جھک گیا، پھر بولا، اے اللہ کے رسول! میرے پاس قیامت کی تیاری کے حوالے سے نماز، روزے اور صدقات کی کثرت تو نہیں، البتہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا: ”تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔“ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان کسی حدیث سے اتنے خوش نہیں ہوئے جتنے اس حدیث سے۔ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب المرء مع من أحب : ۱۶۴ / ۲۶۳۹۔ بخاري، كتاب الأدب، باب ما جاء في قول الرجل ويلك : ۶۱۶۷]

لِّيَعۡلَمَ اَنۡ قَدۡ اَبۡلَغُوۡا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمۡ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَيۡهِمۡ وَ اَحۡصٰی كُلَّ شَیۡءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾ ع ۱۲

”تاکہ جان لے کہ بے شک انھوں نے واقعی اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں اور اس نے ان تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے جو ان کے پاس ہیں اور ہر چیز کو گن کر شمار کر رکھا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نگہبان فرشتوں کی ایک جماعت کو وحی کی حفاظت پر اس لیے لگا دیتا ہے، تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ انھوں نے اپنے رب کا پیغام بحفاظت تمام اس کے رسول تک پہنچا دیا ہے، حالانکہ اللہ کی جانب سے پیغام رسانی کرنے والے فرشتوں کے تمام احوال سے اللہ تعالیٰ پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ ان کا کوئی حال اللہ کے احاطۂ علم سے خارج نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے پاس چیزوں کا اجمالی علم نہیں، بلکہ مخلوقات کے ہر فرد کا الگ الگ تفصیلی علم ہے۔

سورۃ المزمل مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

یٰۤاَیُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِیۡلًا ۙ﴿۳﴾ اَوۡ زِدۡ عَلَیۡهِ وَ رَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ﴿۵﴾

''اے کپڑے میں لپٹنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑا۔ آدھی رات (قیام کر)، یا اس سے تھوڑا سا کم کر لے۔ یا اس سے زیادہ کر لے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔ یقیناً ہم ضرور تجھ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے۔''

یٰۤاَیُّهَا الۡمُزَّمِّلُ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پہلی وحی: ﴿ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ﴾ [العلق : ۱ تا ۳] کے نزول کے موقع پر جب فرشتے نے آپ کو تین مرتبہ زور سے دبایا تو آپ گھر میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا: ((زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ)) ''مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو۔'' [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی ...... الخ : ۳]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ تک وحی بند رہنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوئی، تو آپ نے اس کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو حرا میں میرے پاس آیا تھا، آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا تھا، میں اس سے ڈر گیا اور واپس آ کر کہا: ((زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ)) (مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ : ﴿ وَ الرُّجۡزَ فَاهۡجُرۡ ﴾ [المدثر : ۱ تا ۵] پھر تو وحی

کا سلسلہ تیز اور متواتر ہو گیا۔" [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی .... الخ : ٤۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بدء الوحی إلی رسول الله ﷺ : ١٦١]

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ : ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو قیام اللیل کا حکم دے کر اسے آپ پر فرض کر دیا۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۷۹] "اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہ، اس حال میں کہ تیرے لیے زائد ہے۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔" اور فرمایا: ﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ [السجدة : ١٦] "ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (رات کی نماز) رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ ادا نہیں فرمایا کرتے تھے۔ آپ چار رکعات ادا فرماتے، ان کے حسن اور طوالت کا کیا پوچھنا، پھر چار رکعات ادا فرماتے ان کے حسن وطوالت کے متعلق بھی کچھ نہ پوچھو۔ پھر تین رکعات ادا فرماتے۔ [بخاری، کتاب التهجد، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیرہ : ١١٤٧۔ مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب صلوة اللیل و عدد رکعات النبی ﷺ ...... الخ : ٧٣٨]

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق دریافت کیا، تو انھوں نے بتایا کہ آپ شروع رات میں سو جاتے تھے اور آخر رات میں بیدار ہو کر نماز پڑھتے تھے، پھر اپنے بستر پر آرام کے لیے آتے، اگر ضرورت محسوس کرتے تو اپنی اہلیہ سے قربت فرماتے اور سو جاتے، تو جب پہلی اذان (یعنی اذان فجر) ہوتی تو جلدی سے اٹھتے اور اپنے اوپر (غسل کے لیے) پانی بہاتے، اگر جنبی نہ ہوتے تو وضو کرتے، جیسے لوگ نماز کے لیے وضو کرتے ہیں، پھر دو رکعت (فجر کی سنتیں) پڑھتے اور باہر تشریف لے جاتے۔ [مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب صلوة اللیل و عدد رکعات النبی ﷺ ...... الخ : ٧٣٩۔ بخاری، کتاب التهجد، باب من نام أول اللیل ...... الخ : ١١٤٦]

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (رات کو) نماز کے لیے اتنا (لمبا) قیام کرتے کہ آپ کے دونوں پیر یا (کہا) دونوں پنڈلیاں سوج جاتی تھیں۔ [بخاری، کتاب التهجد، باب قیام النبی ﷺ اللیل ...... الخ : ١١٣٠]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے زیادہ محبوب روزے داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ وہ آدھی رات سوتے اور

تہائی رات نماز پڑھتے اور (پھر) رات کا چھٹا حصہ سوتے اور وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔'' [بخاری، کتاب التهجد، باب من نام عند السحر : ۱۱۳۱]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں افطار کرتے رہتے، یہاں تک کہ ہم سمجھتے کہ اس مہینے میں آپ روزہ نہیں رکھیں گے اور کسی مہینے میں روزے رکھتے چلے جاتے، یہاں تک کہ ہم خیال کرتے کہ (اب) آپ اس مہینے میں افطار نہیں کریں گے اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اللیل رات کے کسی ایک حصے کے ساتھ مخصوص نہیں تھا، بلکہ مختلف حصوں میں اس انداز سے کرتے کہ) اگر کوئی آپ کو رات کے کسی حصے میں نماز پڑھتے دیکھنا چاہتا تو وہ (کسی نہ کسی دن اس حصے میں) آپ کو نماز پڑھتے دیکھ لیتا اور اگر کوئی آپ کو کسی حصے میں سویا ہوا دیکھنا چاہتا تو سویا ہوا بھی دیکھ لیتا۔ [بخاری، کتاب التهجد، باب قیام النبی ﷺ باللیل ...... الخ : ۱۱۴۱]

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا : یعنی قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں، کیونکہ یہ قرآن مجید کے فہم و تدبر میں معاون ثابت ہوتا ہے، چنانچہ آپ اسی طرح تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورت کو اس قدر ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے کہ وہ لمبی سے لمبی ہو جاتی تھی۔ [مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب جواز النافلة قائمًا و قاعدًا ...... الخ : ۷۳۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کیسی تھی؟ تو انھوں نے بیان کیا کہ مد کے ساتھ۔ پھر آپ نے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھی اور کہا کہ آپ "بِسْمِ اللّٰهِ" (میں لفظ اللہ کی لام) کو مد کے ساتھ پڑھتے، "الرَّحْمٰنِ" (میں میم) کو مد کے ساتھ پڑھتے اور "الرَّحِيْمِ" (میں حاء کو) مد کے ساتھ پڑھتے۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب مد القراءة : ۵۰۴۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز اتنی توجہ سے نہیں سنی جتنی توجہ سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے سنا ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب من لم یتغن بالقرآن ...... الخ : ۵۰۲۴]

سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء کی نماز میں سورۃ : ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے آپ سے اچھی آواز یا اچھی تلاوت کسی کی نہیں سنی۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب القراءة فی العشاء : ۷۶۹۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب القراءة فی العشاء : ۱۷۷/ ۴۶۴]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کرو۔'' [أبو داؤد، کتاب الوتر، باب کیف یستحب الترتیل فی القراءة ؟ : ۱۴۶۸۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی ﷺ : زینوا القرآن ...... الخ، قبل الحدیث : ۷۵۴۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اچھی آواز کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں

سے نہیں۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰی : ﴿ و أسروا قولكم أو اجهروا به ...... الخ ﴾ : ۷۵۲۷]

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا : اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی ہے کہ ہم آپ پر قرآن نازل کرنے والے ہیں، جس کا آپ کے جسم و جان پر بڑا بھاری اثر پڑے گا، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سخت سردی کے دن میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور جب اس کا سلسلہ موقوف ہوا تو آپ ﷺ کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی ...... الخ : ۲]

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل فرمائی اور اس وقت آپ کی ران مبارک میری ران پر تھی، آپ کی ران اتنی بھاری ہو گئی تھی کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی۔ [بخاری، کتاب الصلوة، باب ما یذکر فی الفخذ، قبل الحدیث : ۳۷۱]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا آپ وحی (کے نزول) کو محسوس کرتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، میں گھنٹی کی سی آواز سنتا ہوں اور پھر اس وقت میں خاموش ہو جاتا ہوں اور جب بھی مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے گویا میری جان نکل جائے گی۔“ [مسند أحمد : ۲۲۲/۲، ح : ۷۰۸۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر وحی کے وقت رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر ہوتے تو وہ (بوجھ کی شدت کی وجہ سے) اپنی گردن ہلانے لگ جاتی۔ [مسند أحمد : ۱۱۸/۶، ح : ۲٤۹۲۱]

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ۝۶ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝۷

”بلاشبہ رات کو اٹھنا (نفس کو) کچلنے میں زیادہ سخت اور بات کرنے میں زیادہ درستی والا ہے۔ بلاشبہ تیرے لیے دن میں ایک لمبا کام ہے۔“

اس آیت کریمہ میں قیام اللیل اور اس میں قرآن کریم کی پرسکون انداز میں قراءت کا فائدہ بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ آپ رات کے وقت نماز پڑھیے اور اس میں قرآن کی تلاوت کیجیے۔ اس لیے کہ رات کے وقت ماحول پرسکون ہوتا ہے، مخلوق سوئی ہوتی ہے اور ساری آوازیں خاموش ہوتی ہیں۔ اس لیے ایسے وقت میں آپ نماز کے لیے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر قرآن کی تلاوت کیجیے گا تو آپ کی قراءت زیادہ حضور قلب کے ساتھ ہو گی اور آپ کے دل و دماغ پر اس کا گہرا اثر پڑے گا۔ دن کے وقت تو آپ بڑی بڑی دیر تک وعظ و نصیحت اور دیگر کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ دن کے وقت آپ کو اتنا وقت کہاں ملے گا کہ آپ یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے لو لگا سکیں اور دل جمعی کے ساتھ قرآن کی تلاوت کر سکیں؟

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا پر اترتا ہے، جب رات کا آخری ثلث باقی ہوتا ہے، تو فرماتا ہے، کون ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے بخشش کی درخواست کرے اور میں اسے بخشوں؟'' [بخاري، كتاب التهجد، باب الدعاء والصلوة من آخر الليل ...... الخ : ١١٤٥ـ مسلم، كتاب صلوة المسافرين ، باب الترغيب في الدعاء ...... الخ : ٧٥٨]

وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿٨﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿٩﴾ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ اهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿١٠﴾

''اور اپنے رب کا نام ذکر کر اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جا۔ مشرق و مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اس کو کارساز بنالے۔ اور اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور انھیں چھوڑ دے، خوبصورت طریقے سے چھوڑنا۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ ہر وقت اپنے رب کی یاد میں مشغول رہیے، تسبیح و تہلیل، تکبیر و تحمید، نماز، تلاوت قرآن کریم اور لوگوں کو اسلام کی تعلیم دینے میں لگے رہیے، جو مشرق و مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اپنے تمام امور میں صرف اسی پر بھروسا کیجیے، اس کے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ مانیے، وہ آپ کے لیے کافی ہوگا اور ہر حال میں آپ کا حامی و ناصر ہوگا۔ دعوت کی راہ میں کفار قریش کی جانب سے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو جو اذیت پہنچتی ہے اس پر صبر کیجیے اور ان کی باتوں کا جواب نہ دیجیے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴾ [ق : ٣٩، ٤٠] ''سو اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔ اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کی تسبیح کر اور سجدے کے بعد کے اوقات میں بھی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ [البقرة : ٤٥، ٤٦] ''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو اور بلاشبہ وہ یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔ وہ جو یقین رکھتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور یہ کہ بے شک وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ [مسلم، كتاب الحيض ، باب ذكر الله تعالٰى في حال الجنابة وغيرها : ٣٧٣]

وَ ذَرْنِيْ وَ الْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿١١﴾ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّ جَحِيْمًا ﴿١٢﴾ وَّ طَعَامًا

ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ وَ كَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾

''اور چھوڑ مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو خوشحال ہیں اور انھیں تھوڑی سی مہلت دے۔ بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ۔ اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا اور دردناک عذاب۔ جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ گرائی ہوئی ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کہا ہے کہ آپ مکہ کے ارباب عیش و عشرت یعنی کافروں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیجیے، آپ ان کی فکر نہ کیجیے، ان سے نمٹنے کے لیے میں آپ کی طرف سے کافی ہوں۔ میں آپ کا انتقام ان سے ضرور لوں گا۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں، ان کے لیے آخرت میں ہمارے پاس لوہے کی بیڑیاں ہیں، جہنم کی دہکتی ہوئی آگ ہے اور کھانے کے لیے زقوم کا درخت ہے، جو کھانے والے کے حلق میں اٹک کر رہ جائے گا۔ ان کے لیے بڑا ہی دردناک عذاب ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَرْنِيْ وَ مَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ اُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴾ [القلم : ٤٤، ٤٥] ''پس چھوڑ مجھے اور اس کو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے، ہم ضرور انھیں آہستہ آہستہ (ہلاکت کی طرف) اس طرح سے لے جائیں گے کہ وہ نہیں جانیں گے۔ اور میں انھیں مہلت دوں گا، یقیناً میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾ [الحجر : ٩٥ تا ٩٩] ''بے شک ہم تجھے مذاق اڑانے والوں کے مقابلے میں کافی ہیں۔ جو اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بناتے ہیں، سو عنقریب جان لیں گے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک تیرا سینہ اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔ پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جا۔ اور اپنے رب کی عبادت کر، یہاں تک کہ تیرے پاس یقین آ جائے۔''

ان کا یہ انجام اس دن ہوگا جب زمین اور پہاڑ پوری شدت کے ساتھ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کے تودے بن کر بکھر جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴾ [الحاقة : ١٣ تا ١٥] ''پس جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھایا جائے گا، پس دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک بار ٹکرا دینا۔ تو اس دن ہونے والی ہو جائے گی۔''

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ۬ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾

’’بلاشبہ ہم نے تمھاری طرف ایک پیغام پہنچانے والا بھیجا جو تم پر گواہی دینے والا ہے، جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک پیغام پہنچانے والا بھیجا۔ سو فرعون نے اس پیغام پہنچانے والے کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے پکڑ لیا، نہایت سخت پکڑنا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اہل مکہ! اے کفارِ عرب! ہم نے محمد ﷺ کو تمھارے لیے نبی بنا کر بھیجا ہے، وہ قیامت کے دن تمھاری بداعمالیوں کی گواہی دیں گے اور تب تمھارا انجام بہت ہی برا ہو گا۔ جس طرح ہم نے فرعون کے پاس موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تھا اور فرعون نے ان کی بات نہیں مانی تھی، تو ہم نے فرعون اور فرعونیوں کی بڑی سخت گرفت کی تھی اور ان تمام کو سمندر میں ڈبو دیا تھا۔

شَاهِدًا عَلَيْكُمْ : یعنی رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن گواہ ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرة : ۱٤۳] ’’اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٤٥، ٤٦] ’’اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے اذن سے اور روشنی کرنے والا چراغ۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے اور انھیں بائیں طرف لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا، اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد کون کون سی بدعات ایجاد کی تھیں۔ تو میں وہی کہوں گا جو (اللہ کے) صالح بندے (عیسیٰ علیہ السلام) کہیں گے: ﴿ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [المائدة : ۱۱۷، ۱۱۸] ’’اور میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو انھیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘ تو مجھے جواب دیا جائے گا کہ جب سے آپ نے ان کو چھوڑا ہے، یہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہی پلٹتے رہے۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وكنت عليهم شهيدًا ما دمت فيهم ﴾ : ٤٦٢٥۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة : ۲۸٦۰]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’نوح علیہ السلام کو قیامت کے دن بلایا جائے گا۔ وہ کہیں گے، اے میرے رب! میں تیری خدمت میں بار بار حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم نے (میرا) پیغام پہنچا

دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے، ہاں ! پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا، کیا انھوں نے تم تک (میرا) پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، (اے نوح !) تمھارا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے، محمد (ﷺ) اور ان کی امت۔ پھر تم گواہی دو گے کہ انھوں نے یقیناً (اللہ کا) پیغام پہنچا دیا تھا اور رسول (یعنی میں) تمھاری گواہی پر گواہی دوں گا (یعنی تمھاری تصدیق کروں گا)۔" [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ وكذلك جعلنكم أمة وسطًا ...... الخ ﴾ : ٤٤٨٧]

كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا : فرعون کی طرف اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴾ [النازعات : ١٥ تا ١٩] "کیا تیرے پاس موسیٰ کی بات پہنچی ہے؟ جب اس کے رب نے اسے مقدس وادی طویٰ میں پکارا۔ فرعون کے پاس جا، یقیناً وہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ پس کہہ کیا تجھے اس بات کی کوئی رغبت ہے کہ تو پاک ہو جائے؟ اور میں تیرے رب کی طرف تیری راہ نمائی کروں، پس تو ڈر جائے۔"

فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [القصص : ٤٠] "تو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر انھیں سمندر میں پھینک دیا۔ سو دیکھ ظالموں کا انجام کیسا تھا۔" اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۝ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴾ [طٰهٰ : ٧٧، ٧٨] "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا، پس ان کے لیے سمندر میں ایک خشک راستہ بنا، نہ تو پکڑے جانے سے خوف کھائے گا اور نہ ڈرے گا۔ پس فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا تو انھیں سمندر سے اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے انھیں ڈھانپا۔"

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝١٧ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ۭ كَانَ
ع ۱۹ ۱۴ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۝١٨ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝١٩

"پھر تم کیسے بچو گے اگر تم نے کفر کیا، اس دن سے جو بچوں کو بوڑھے کر دے گا۔ اس میں آسمان پھٹ جانے والا ہے، اس کا وعدہ ہمیشہ سے (پورا) ہو کر رہنے والا ہے۔ یقیناً یہ ایک نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنا لے۔"

اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم اپنے کفر پر باقی رہو گے، اور دینِ حق کو قبول نہیں کرو گے تو روزِ قیامت کے عذاب سے کیسے بچو گے؟ جس کی ہولناکی اتنی شدید ہوگی کہ وہ بچوں کو بوڑھا بنا دے گا اور آسمان مارے

رعب و دہشت کے پھٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حتمی وعدہ ہے، اسے پورا ہونا ہے اور قیامت کو ضرور واقع ہونا ہے۔ اس لیے اے اہل قریش! تم اس دن کے عذاب سے بچنے کی تدبیر ضرور کر لو اور وہ تدبیر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو جانا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ آیتیں جن میں قیامت کے دن کی شدید وعید کی خبر دی گئی ہے، باعثِ عبرت و موعظت ہیں۔ اس لیے کہ جو شخص قیامت کے دن کے عذاب سے نجات چاہتا ہے وہ شرک و معاصی سے تائب ہو کر اللہ پر ایمان لائے اور عمل صالح کرے۔

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا: یعنی اس دن کی ہولناکیوں کی شدت، زلزلوں اور مصیبتوں کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ قیامت کی ہولناکی کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [الحج : ۱، ۲] ’’اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔‘‘

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہیں گے کہ اے آدم! وہ جواب میں کہیں گے کہ اے میرے رب! میں بار بار تیری خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ پھر (انھیں) بلند آواز سے پکارا جائے گا کہ (اے آدم!) اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے جہنم کی جماعت نکالو۔ وہ پوچھیں گے، اے رب! جہنم کی جماعت کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ تو اس وقت حاملہ اپنا حمل گرا دے گی اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے: ﴿ وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [الحج : ۲] ’’اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔‘‘ یہ بات لوگوں پر بہت گراں گزری، حتیٰ کہ ان کے چہروں کے رنگ بدل گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یاجوج ماجوج میں سے نو سو ننانوے اور تم میں سے ایک ہو گا۔ غرض دوسرے لوگوں کے مقابلے میں (جو دوزخی ہیں) تمھاری تعداد ایسے ہے جیسے سفید بیل کے پہلو میں ایک سیاہ بال، یا سیاہ بیل کے پہلو میں ایک سفید بال ہوتا ہے۔‘‘

[بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و تری الناس سکاری ﴾ : ۴۷۴۱]

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَ اللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا

تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ
يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖؗ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ
مِنْهُ ۙ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا
لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع ۲ / ۱۴

’’بلاشبہ تیرا رب جانتا ہے کہ یقیناً تو رات کے دو تہائی کے قریب اور اس کا نصف اور اس کا تیسرا حصہ قیام کرتا ہے اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہیں اور اللہ رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔ اس نے جان لیا کہ تم ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھو گے، سو اس نے تم پر مہربانی فرمائی تو قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھو۔ اس نے جان لیا کہ یقیناً تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ دوسرے زمین میں سفر کریں گے، اللہ کا فضل تلاش کریں گے اور کچھ دوسرے اللہ کی راہ میں لڑیں گے، پس اس میں سے جو میسر ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرض دو، اچھا قرض دینا اور جو نیکی بھی تم اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے کہ وہ بہتر اور ثواب میں کہیں بڑی ہے اور اللہ سے بخشش مانگو، بلاشبہ اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

ابتدائے سورت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو نصف رات، یا دو تہائی، یا ایک تہائی رات تک نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور احکامِ شرعیہ میں عام حالات میں آپ ﷺ کی امت آپ کے تابع ہوتی ہے۔ سورت کی اس آخری آیت میں اللہ نے خبر دی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کے حکم کا پورا اہتمام کیا اور آپ کی اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی نماز تہجد پڑھنا شروع کر دی۔ لیکن چونکہ مقررہ وقت کی پوری پوری پابندی مسلمانوں کے لیے مشقت کا باعث تھی، اس لیے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ نماز تہجد کی ادائیگی کو اس نے اب آسان کر دیا۔ رات اور دن کے اوقات، ان کے گزرے ہوئے اور باقی ماندہ حصوں کو وہی جانتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تہجد کے وقت کی تحدید بغیر کمی بیشی کے تمھارے لیے مشکل امر ہے۔ اس لیے اب اس نے نماز تہجد کے معاملے کو تمھارے لیے آسان بنا دیا ہے اور تمھیں حکم دیا ہے کہ تم سے جتنی دیر ہو سکے نماز تہجد پڑھو اور قرآن کی تلاوت کرو، اب وقت کی تحدید باقی نہیں رہی۔ آدمی جب تک نشاط محسوس کرے نماز پڑھے اور جب تھک جائے، یا نیند آنے لگے تو آرام کرے، تاکہ فجر کی نماز کے وقت سستی محسوس نہ کرے۔ آگے نماز تہجد کے اوقات میں تخفیف کے بعض اسباب بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے معلوم ہے کہ تم میں سے بعض لوگ مریض ہوں گے، ان کے لیے آدھی رات، یا دو تہائی رات یا ایک تہائی رات تک نماز پڑھنا بہت ہی تکلیف کا باعث ہوگا۔ اس لیے اس سے جتنا ہو سکے، اتنا ہی پڑھے اور اگر کھڑے

ہو کر پڑھنے میں تکلیف محسوس ہو تو بیٹھ کر پڑھے، بلکہ اگر نوافل پڑھنے میں اسے پریشانی ہو تو نہ پڑھے۔

اللہ جانتا ہے کہ بعض لوگ تجارتی کاموں کے لیے سفر کرتے ہیں، تاکہ مخلوق کے محتاج نہ رہیں، ایسے مسافروں کے احوال وظروف کا تقاضا ہے کہ شریعت ان کے لیے سہولت پیدا کرے، اسی لیے ان کے لیے بھی فرض نمازوں میں تخفیف کر دی گئی۔ چار رکعتوں والی نماز ان کے لیے دو رکعت کر دی گئی اور دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا جائز کر دیا گیا۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ بعض مسلمان اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے اپنے گھروں سے نکل کر دور دراز علاقوں میں جاتے ہیں، ان کے احوال وظروف کا بھی تقاضا ہے کہ شریعت ان کے لیے سہولت پیدا کرے۔ چنانچہ مجاہدین فی سبیل اللہ بھی اپنی حالت کے مطابق نوافل کا اہتمام کریں گے۔ اگر حالات نامساعد ہوں تو تہجد کی نماز عارضی طور پر چھوڑ دیں گے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو دو اہم عبادات نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا ہے، اس لیے کہ نماز کے بغیر دین کی عمارت گر جاتی ہے اور زکوٰۃ دینا ایمان کی دلیل ہے، ایمان کا یہی وہ رکن ہے جس کے ذریعے سے فقرا و مساکین کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو صدقہ وخیرات اور ہر فعل خیر کی ترغیب دلائی اور کہا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کو قرض دو، جو ایک نیکی کا سات سو گنا تک بدلہ دیتا ہے اور دیگر نیک اعمال کرو کہ تمھارا کوئی عمل صالح ضائع نہیں کیا جائے گا، بلکہ قیامت کے دن سیکڑوں گنا بڑھا کر تمھیں اس کا اجر دیا جائے گا۔ ہر وقت اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو، تاکہ وہ تمھارے گناہوں کو معاف کر دے، اس لیے کہ بلاشبہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام اللیل کی کیفیت بتایئے؟ انھوں نے کہا، کیا تم نے سورۃ: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴾ نہیں پڑھی؟ میں نے کہا، کیوں نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا میں قیام اللیل کو فرض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک سال تک قیام اللیل کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی آخری آیات کو بارہ مہینوں تک آسمان پر روکے رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی آخری آیات نازل کر کے تخفیف کر دی، تو پھر قیام اللیل فرض ہونے کے بعد نفل رہ گیا۔ [مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب جامع صلوۃ اللیل ومن نام عنها أو مرض : ۷٤٦]

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ : یعنی جتنا آسانی سے ممکن ہو اتنا ہی قیام کرو، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”رات کی نماز دو دو رکعت پڑھا کرو، پھر جب تم نماز سے فارغ ہونا چاہو، تو ایک رکعت وتر پڑھ لیا کرو، یہ ایک رکعت جتنی نماز تم پڑھ چکے ہو اسے وتر بنا دے گی۔“ [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی الوتر : ۹۹۰]

قیام اللیل میں کم سے کم ایک رکعت بھی پڑھی جا سکتی ہے، یعنی صرف وتر پڑھ لینا کافی ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز پڑھتے رہتے تھے اور میں آپ کے سامنے آپ کے بستر پر سوئی رہتی تھی، جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے جگا دیتے اور میں بھی وتر پڑھ لیا کرتی تھی۔[بخاري، كتاب الصلوة، باب إيقاظ النبي ﷺ أهله بالوتر : ۹۹۷۔ مسلم، كتاب الصلوة، باب الاعتراض بين يدى المصلى : ۵۱۲]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص دس آیات کے ساتھ قیام کرے وہ غافلوں میں شمار نہیں ہوتا، جو سو آیات کے ساتھ قیام کرے وہ ”قانتین“ (عبادت گزاروں) میں لکھا جاتا ہے اور جو ہزار آیات کے ساتھ قیام کرے وہ ”مقنطرين“ (یعنی بے انتہا ثواب جمع کرنے والوں) میں لکھا جاتا ہے۔“[أبو داؤد، أبواب قراءة القرآن، باب تحزيب القرآن : ۱۳۹۸]

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ : یعنی فرض نماز و زکوٰۃ ادا کرتے رہو، جیسا کہ سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا: ”پانچ نمازیں دن رات میں فرض ہیں۔“ اس نے پوچھا، کیا اس کے سوا بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں! الا یہ کہ تو کوئی نفل نماز پڑھنا چاہے۔“[بخاري، كتاب الإيمان، باب الزكاة من الإسلام : ۴۶۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الصلوات التى هى أحد أركان الإسلام : ۱۱]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فرض نماز ادا کرتے، پھر جا کر اپنی قوم کی امامت کرواتے۔ ایک دن انھوں نے عشاء کی نماز پڑھائی تو سورۂ بقرہ شروع کر دی۔ ایک شخص (پانی ڈھونے والا) نماز توڑ کر چلا گیا، اسے پتا چلا کہ معاذ نے اسے برا بھلا کہا ہے، تو اس نے نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر شکایت کی تو آپ نے فرمایا: ”اے معاذ! کیا تو فتنہ ڈالنے والا ہے؟“ آپ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی، پھر فرمایا: ”تو نے نماز میں سورۂ اعلیٰ، سورۂ شمس یا سورۂ لیل (میں سے کوئی سورت) کیوں نہ پڑھی؟ کیوں کہ تمھارے پیچھے بوڑھے، کمزور اور حاجت مند نماز پڑھتے ہیں۔“ اسی واقعہ کے ایک دوسرے راوی ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو کبھی وعظ و نصیحت میں اس دن سے زیادہ غصے میں نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا: ”اے لوگو! تم میں سے کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ لوگوں کو متنفر کر دیں۔ دیکھو، تم میں سے جو لوگوں کو نماز پڑھائے وہ ہلکی نماز پڑھائے، کیونکہ لوگوں میں کوئی ناتواں ہوتا ہے، کوئی بوڑھا اور کوئی کام کاج والا (ہاں جب وہ اکیلا ہو تو جتنی چاہے لمبی کرے)۔“[بخاري، كتاب الأذان، باب إذا طول الإمام ...... الخ : ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۴، ۷۰۵]

وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا : یعنی صدقات و خیرات، اللہ تعالیٰ اس کی احسن اور بھرپور جزا عطا فرمائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴾[التغابن : ۱۷] ”اگر تم اللہ کو قرض دو گے، اچھا قرض تو وہ اسے تمھارے لیے کئی گنا کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بڑا قدر دان، بے حد بردبار ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ﴾[البقرة : ۲۴۵] ”کون

ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، پس وہ اسے اس کے لیے بہت زیادہ گنا بڑھا دے۔‘‘

وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا : یعنی تمام وہ نیک اعمال جن کو تم اپنے لیے آگے بھیجو گے، وہ تمھیں حاصل ہو کر رہیں گے اور یہی وہ بہترین چیز ہے جو دنیا میں تم اپنے لیے باقی رکھتے ہو۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے ایک مرتبہ پوچھا: ’’تم میں سے ایسا کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟‘‘ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال ہی محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا: ’’سنو! تمھارا مال وہ ہے جسے تم (اللہ کی راہ میں دے کر اپنے لیے) آگے بھیج دو اور جو چھوڑ جاؤ گے وہ تمھارا مال نہیں، وہ تو تمھارے وارثوں کا ہے۔‘‘ [بخاري، کتاب الرقاق، باب ما قدم من ماله فهو له : ٦٤٤٢۔ مسند أحمد : ١/ ٣٨٢، ح : ٣٦٢٥]

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : یعنی کوئی بھی نیک عمل ہو اس کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اور اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، اپنے عمل پر پھول مت جاؤ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متقین کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ [الذاريات : ١٧، ١٨] ’’وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔ اور رات کی آخری گھڑیوں میں وہ بخشش مانگتے تھے۔‘‘

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو تین دفعہ استغفار کرتے۔ [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوة و بیان صفته : ٥٩١]

سورة المدثر مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ﴿۲﴾ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪ۙ﴿۳﴾ وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۪ۙ﴿۴﴾ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۪ۙ﴿۵﴾
وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۪ۙ﴿۶﴾ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ؕ﴿۷﴾

''اے کمبل میں لپٹنے والے! اٹھ کھڑا ہو، پس ڈرا۔ اور اپنے رب ہی کی پس بڑائی بیان کر۔ اور اپنے کپڑے پس پاک رکھ۔ اور پلیدگی کو پس چھوڑ دے۔ اور (اس نیت سے) احسان نہ کر کہ زیادہ حاصل کرے۔ اور اپنے رب ہی کے لیے پس صبر کر۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے کمبل اوڑھنے والے! اب راحت و آرام چھوڑ دیجیے اور مکہ کے مشرکین کو عذاب سے ڈرایئے۔ اپنے رب کی عظمت و کبریائی بیان کیجیے اور مشرکین سے کہیے کہ اللہ سب سے بڑا ہے، اس لیے تم اس کے سوا کسی کے سامنے نہ جھکو اور کسی کے سامنے دست سوال نہ پھیلاؤ۔ ''اپنے کپڑے پس پاک رکھ'' سے مراد تمام اعمال ہیں، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیحت کی کہ آپ اپنے تمام اعمال کو نام و نمود، ریا کاری، نفاق، کبر و غرور اور غفلت و کاہلی سے پاک و صاف رکھیے اور کپڑوں کو پاک رکھنا اس میں بدرجۂ اولیٰ داخل ہے، اس لیے کہ اعمال کی پاکیزگی میں یہ بھی داخل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جن بتوں کی عبادت آپ کی قوم کرتی ہے، ان کے قریب بھی نہ جایئے، اس لیے کہ وہ ناپاک و پلید ہیں۔ اسی طرح لوگوں کے ساتھ دینی یا دنیاوی احسان کر کے اسے جتلایئے مت اور آپ کے دل میں یہ بات بھی نہ آئے کہ آپ نے فلاں پر بڑا احسان کیا ہے، بلکہ جتنا ہو سکے بھلائی کیے جایئے اور اس کے اجر و ثواب کی امید اللہ تعالیٰ سے رکھیے۔ گویا آپ کا حال ایسا ہو کہ جس پر احسان کیا ہے اور جس پر نہیں کیا، دونوں ہی آپ کی نظر میں برابر ہوں اور اسلام کی دعوت کی راہ میں آپ کو مخالفین کی جانب سے جو بھی تکلیف پہنچتی ہے، اس پر اپنے رب کی رضا مندی

کی نیت سے صبر کیجیے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا کا سلسلہ سچے خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ جو خواب بھی دیکھتے تھے وہ صبح کی روشنی کی مثل واضح ہو جاتا تھا۔ پھر آپ کے لیے گوشہ نشینی کو پسندیدہ بنا دیا گیا، تو آپ نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور وہاں کئی کئی راتیں عبادت کرتے تھے، جب تک گھر آنے کو جی نہ چاہتا توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے، پھر آپ اپنی بیوی کے پاس آتے اور وہاں رہنے کے لیے مزید کھانے پینے کا سامان لے جاتے۔ (ختم ہونے پر) دوبارہ پھر آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور اتنا ہی توشہ اور ہمراہ لے جاتے۔ حتیٰ کہ آپ اس وقت غار حرا ہی میں تھے جب حق آپ کے پاس آیا۔ آپ کے پاس فرشتہ آیا، اس نے کہا، پڑھیے! آپ نے فرمایا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ تو اس نے مجھے پکڑا اور خوب بھینچا، یہاں تک کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا، پڑھیے! میں نے کہا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے پھر مجھے پکڑا اور خوب بھینچا، یہاں تک کہ مجھے سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا، پڑھیے! میں نے کہا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اب اس نے پھر تیسری مرتبہ مجھے پکڑا اور (خوب) بھینچا، یہاں تک کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا: ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴾ [العلق : ۱ تا ۳] پس یہی آیات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر لوٹے، (خوف سے) آپ کا دل دھڑک رہا تھا۔ آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔'' گھر والوں نے کمبل اوڑھا دیا۔ جب خوف چلا گیا تو آپ نے خدیجہ کو سارا واقعہ سنایا اور فرمایا: ''مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔'' خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، معاشرہ پر جو لوگ بار ہیں ان کا بوجھ اٹھاتے ہیں، نادار کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان کی خاطر تواضع کرتے ہیں، حق کے کاموں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس گئیں، ورقہ ایام جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے۔ عبرانی زبان میں کتابیں لکھا کرتے تھے اور جتنا اللہ نے چاہا انجیل کو بھی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے، بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا، اے میرے چچا کے بیٹے! ذرا اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ ورقہ نے کہا، اے بھتیجے! تم نے کیا دیکھا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔ ورقہ نے کہا، یہ تو وہی فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا، اے کاش! میں اس وقت جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت تک زندہ رہوں، جس وقت آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟'' ورقہ نے کہا، ہاں ہر اس شخص سے جو ایسی چیز لے کر آیا ہے جیسی آپ لے کر آئے ہیں، دشمنی کی گئی اور اگر مجھے آپ کا وہ زمانہ نصیب ہوا تو

میں ہر طرح سے آپ کی مدد کروں گا۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ ...... الخ : ٣۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ : ١٦٠]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ تک وحی بند رہنے کے بعد نبی کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہوئی، تو آپ نے اس کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو حرا میں میرے پاس آیا تھا، آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا تھا، میں اس سے ڈر گیا اور واپس آ کر کہا: ((زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ)) (مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ : ﴿ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ [المدثر : ١ تا ٥] پھر تو وحی کا سلسلہ تیز اور متواتر ہو گیا۔'' [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی .... الخ : ٤۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ : ١٦١]

فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِكَ يَوْمَىِٕذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝

''سو جب صور میں پھونکا جائے گا۔ تو وہ اس دن، ایک مشکل دن ہے۔ کافروں پر آسان نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب صور پھونکا جائے گا، تو تمام مخلوق قبروں سے نکل کھڑی ہو گی اور انھیں محشر کی طرف ہانکا جائے گا۔ وہ دن اپنی ہولناکیوں کی وجہ سے بڑا ہی کٹھن ہو گا اور کافروں کے لیے تو وہ دن انتہائی مشکل ہو گا، اس لیے کہ نجات کی امید یکسر ختم ہو جائے گی اور اپنی ہلاکت و بربادی کا انھیں قطعی یقین ہو جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦٨] ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١٠١ تا ١٠٤] ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان نہ کوئی رشتے ہوں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا

مُحۡضَرُوۡنَ ﴾ [یٰسٓ : ۵۱ تا ۵۳] ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے۔ کہیں گے ہائے ہماری بربادی! کس نے ہمیں ہماری سونے کی جگہ سے اٹھا دیا؟ یہ وہ ہے جو رحمان نے وعدہ کیا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ، تو اچانک وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے ہوئے ہوں گے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں کیسے راحت و سکون سے رہوں؟ حالانکہ صور والے فرشتے نے اپنے منہ میں صور لے رکھا ہے اور وہ پیشانی جھکائے ہوئے، کان لگائے ہوئے اللہ کے حکم کا منتظر ہے کہ کب حکم ہو اور وہ صور پھونک دے۔'' مسلمانوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''کہو: ((حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا)) ''ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، ہم (ہر معاملہ میں) اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة الزمر : ۳۲۴۳۔ مسند أحمد : ۳۲۶/۱، ح : ۳۰۱۲]

ذَرۡنِيۡ وَ مَنۡ خَلَقۡتُ وَحِيۡدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ جَعَلۡتُ لَهٗ مَالًا مَّمۡدُوۡدًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّ بَنِيۡنَ شُهُوۡدًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّ مَهَّدۡتُّ لَهٗ تَمۡهِيۡدًا ۙ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطۡمَعُ اَنۡ اَزِيۡدَ ۙ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيۡدًا ؕ﴿۱۶﴾ سَاُرۡهِقُهٗ صَعُوۡدًا ؕ﴿۱۷﴾

''چھوڑ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور میں نے اسے لمبا چوڑا مال عطا کیا۔ اور حاضر رہنے والے بیٹے (عطا کیے)۔ اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح تیار کرنا۔ پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں! یقیناً وہ ہماری آیات کا سخت مخالف رہا ہے۔ عنقریب میں اسے ایک دشوار گھاٹی چڑھنے کی تکلیف دوں گا۔''

آیات کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے قرآن مجید کے متعلق گستاخانہ کلمات کہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تنبیہ کے لیے یہ آیات نازل کیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! جس شخص کو میں نے اس کی ماں کے بطن سے تنہا پیدا کیا، نہ اس کے پاس مال تھا اور نہ اولاد تھی، اس کو آپ چھوڑ دیجیے، اس سے آپ کا انتقام لینے کے لیے میں کافی ہوں۔ جب وہ پیدا ہوا تو میں نے اس کی پرورش کی، اسے مال کثیر دیا اور نرینہ اولاد سے نوازا، جو ہر وقت اس کے پاس رہتے ہیں۔ انھیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے، ان سے اپنی ضرورتیں پوری کرتا ہے اور اپنے کاموں میں مدد لیتا ہے۔ میں نے اس کے لیے دنیاوی اسباب مہیا کر دیے، یہاں تک کہ اس کی ضرورتیں اور خواہشیں پوری ہونے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان تمام دنیاوی نعمتوں کے ساتھ یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ میں اسے آخرت کی نعمتوں سے بھی نوازوں گا، ایسا نہیں ہو سکتا، اس کی یہ خواہش ہرگز پوری نہیں ہوگی، اس لیے کہ اس نے ہماری آیتوں کی صداقت کا یقین کرنے کے بعد ان کا انکار کر دیا اور حق کو پہچاننے کے بعد اسے قبول نہیں کیا۔ میں اسے بدترین عذاب سے دوچار کروں گا اور قیامت کے روز میں اسے ایک دشوار گزار گھاٹی پر چڑھنے کے لیے مجبور کروں گا۔

إِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ
وَ بَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾

''بے شک اس نے غور وفکر کیا اور بات بنائی۔ پس وہ مارا جائے، اس نے کیسی بات بنائی! پھر مارا جائے، اس نے کیسی بات بنائی! پھر اس نے دیکھا۔ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا۔ پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر اس نے کہا یہ جادو کے سوا کچھ نہیں، جو نقل کیا جاتا ہے۔ یہ انسان کے قول کے سوا کچھ نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے بڑا غور وفکر کیا اور اپنے دل میں وہ بات طے کر لی جو اسے نبی کریم ﷺ کی ذات پر اتہام دھرنے اور قرآن کریم کی آیات کے ابطال کے لیے اہل قریش کے سامنے پیش کرنا تھی ۔ اللہ کی اس پر لعنت ہو، اس نے کیسے اس افترا پردازی کو اپنے دل میں جگہ دی اور وہ بات گھڑ لی جسے خود اس کے ضمیر نے قبول نہیں کیا۔ اللہ کی اس پر بار بار لعنت ہو، اس نے کیسے ایسی افترا پردازی کی جرأت کر لی؟ پھر اس ملعون نے اس جھوٹی بات کے بارے میں غور کر کے خوب اطمینان کر لیا کہ اہل قریش اور دیگر مشرکین عرب اسے مان جائیں گے۔ پھر اس لئیم نے کبر وغرور اور رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم سے بغض وعناد کے سبب اپنی پیشانی پر بل ڈالے اور اس کے چہرے پر حسد وکینہ کی سیاہی پھیل گئی۔ پھر اس نے حق سے منہ پھیر لیا اور استکبار میں آ کر قرآنِ برحق پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ کہنے لگا کہ یہ قرآن جادو کے سوا کچھ نہیں، جسے محمد (ﷺ) دوسروں سے سیکھتا ہے۔ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے، بلکہ کسی انسان کا گھڑا ہوا کلام ہے۔

سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾

''میں اسے جلد ہی سقر (جہنم) میں داخل کروں گا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ سقر (جہنم) کیا ہے؟ وہ نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے۔ چمڑے کو جھلس دینے والی ہے۔ اس پر انیس (مقرر) ہیں۔''

چونکہ اللہ اور اس کے کلام کے خلاف اس کافر کی بات بہت بڑی افترا پردازی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہاں اپنے نبی کو خبر دی کہ وہ قیامت کے دن بہت شدید عذاب کا مستحق ہوگا، میں اسے جہنم میں جلاؤں گا اور میرے نبی! آپ کو کیا معلوم کہ جہنم کتنی سخت ہے؟ یہ تو ایسی خطرناک اور ہیبت ناک آگ ہے، جو نہ گوشت کو چھوڑے گی اور نہ پٹھے اور ہڈی کو، جہنمی کے جسم کے ہر عضو کو جلا کر خاکستر کر دے گی اور چمڑے کو سیاہ بنا دے گی، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء : ٥٦] ''بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا

ہم انھیں عنقریب ایک سخت آگ میں جھونکیں گے، جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی ہم انھیں ان کے علاوہ اور کھالیں بدل دیں گے، تا کہ وہ عذاب چکھیں، بے شک اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

آگے فرمایا کہ جہنم پر انیس فرشتے بطور داروغہ مقرر ہیں، جو نہایت سخت دل اور بے رحم ہیں۔ انھیں اللہ کی طرف سے جو حکم ملتا ہے اس کی تعمیل میں ذرا بھی تاخیر نہیں کرتے اور نہ اس میں کوئی کمی کرتے ہیں۔

وَ مَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓىِٕكَةً ۪ وَّ مَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ يَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّ لَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَ لِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ مَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۧ ﴿۳۱﴾ ع ۱ / ۱۵

’’اور ہم نے جہنم کے محافظ فرشتوں کے سوا نہیں بنائے اور ان کی تعداد ان لوگوں کی آزمائش ہی کے لیے بنائی ہے جنھوں نے کفر کیا، تا کہ وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے، اچھی طرح یقین کر لیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں زیادہ ہو جائیں اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے اور ایمان والے شک نہ کریں اور تا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو کفر کرنے والے ہیں کہیں اللہ نے اس کے ساتھ مثال دینے سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ باتیں بشر کی نصیحت ہی کے لیے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے جب جہنم پر مامور فرشتوں کی تعداد انیس بتائی تو ساتھ ہی اس ٹھٹھے اور مذاق کا جواب بھی ذکر کر دیا جو کافر اڑا سکتے تھے اور انھوں نے اڑایا بھی کہ انیس فرشتے ہم ہزاروں لاکھوں کا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ فرمایا کہ ہم نے جہنم پر جن لوگوں کو مقرر کیا ہے وہ فرشتے ہیں اور فرشتہ ایک بھی ہو تو تم سب کے لیے کافی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے جہنم پر مامور فرشتوں کی جو تعداد یہاں بتائی ہے، اس سے مقصود کافروں کی آزمائش ہے، تا کہ جو لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں ان پر اللہ کا غضب نازل ہو اور ان کا عذاب کئی گنا بڑھا دیا جائے۔ مذکورہ بالا عدد کے ذکر کرنے سے مقصود یہ بھی ہے کہ یہود و نصاریٰ نبی کریم ﷺ اور قرآن کی صداقت پر یقین کر لیں، اس لیے کہ جہنم پر مامور فرشتوں کی یہی تعداد تورات اور انجیل میں بھی مذکور ہے، نیز یہ بھی مقصود ہے کہ جب امت محمدیہ کے مومنوں کو معلوم ہوگا کہ قرآن کریم کی یہی بات تورات و انجیل میں بھی موجود ہے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوگا۔

مزید تاکید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اہل کتاب کے دل میں اسلام کی صداقت کے بارے میں کوئی شبہ باقی نہ رہ جائے، کیونکہ یہی بات ان کی کتابوں میں بھی موجود ہے اور تاکہ مومنوں کا ایمان بڑھ جائے۔ فرشتوں کی تعداد انیس بتانے سے مقصود یہ بھی ہے کہ کفار عرب اور مستقبل میں مدینہ میں پائے جانے والے منافقین نفاق وکفر کی وادیوں میں بھٹکتے رہیں اور اللہ اور قرآن کا مذاق اڑاتے رہیں کہ اس عجیب وغریب مثال کے ساتھ اللہ نے کیا بتانا چاہا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر وضلال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اسی طرح جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۶] ''بے شک اللہ اس سے نہیں شرماتا کہ کوئی بھی مثال بیان کرے، مچھر کی ہو پھر اس کی جو اس سے اوپر ہے، پس لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے سو جانتے ہیں کہ بے شک ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور رہے وہ جنھوں نے کفر کیا تو وہ کہتے ہیں اللہ نے اس کے ساتھ مثال دینے سے کیا ارادہ کیا؟ وہ اس کے ساتھ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور اس کے ساتھ بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔''

آگے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کے رب کی فوجوں کی تعداد کو، چاہے وہ فرشتے ہوں یا غیر فرشتے، اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث معراج میں ساتویں آسمان کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا گیا، میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ یہ بیت المعمور ہے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور جو ایک مرتبہ نماز پڑھ کر نکل جاتا ہے تو پھر کبھی دوبارہ داخل نہیں ہوتا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ ...... الخ : ۳۲۰۷]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تمھیں نظر نہیں آتا اور وہ کچھ سنتا ہوں جو تمھیں سنائی نہیں دیتا۔ آج آسمان چرچراتا ہے اور اس کا حق ہے کہ چرچرائے۔ اس میں چار انگلیوں کے برابر جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود نہ ہو۔ قسم ہے اللہ کی! اگر تمھیں وہ کچھ معلوم ہو جائے جو مجھے معلوم ہے تو تم تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ اور بستروں پر عورتوں سے لطف اندوز نہ ہو سکو اور تم باآواز بلند اللہ سے فریاد کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ۔'' (اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ نکل جاتا) قسم ہے اللہ کی! میرا جی چاہتا ہے (کاش!) میں کوئی درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔ [ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحزن والبکاء : ۴۱۹۰۔ ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لو تعلمون ما

أعلم …… الخ : ۲۳۱۲۔ مسند أحمد : ۵/ ۱۷۳، ح : ۲۱۵۷۲]

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَالَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ وَالصُّبْحِ إِذَآ أَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ أَنْ يَّتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿۳۷﴾

’’ہرگز نہیں، چاند کی قسم! اور رات کی، جب وہ جانے لگے! اور صبح کی، جب وہ روشن ہو! بلاشبہ وہ (جہنم) یقیناً بہت بڑی چیزوں میں سے ایک ہے۔ بشر کے لیے ڈرانے والی ہے۔ اس کے لیے جو تم میں سے چاہے کہ آگے بڑھے، یا پیچھے ہٹے۔‘‘

’’ كَلَّا ‘‘ ہرگز نہیں، یعنی جہنم یا اس پر مامور فرشتوں کی تعداد سے انکار ہرگز درست نہیں، اس کے بعد تین چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا کہ جہنم یقیناً بہت ہی بڑی چیز ہے۔ ان قسموں کی مناسبت جواب قسم سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ جہنم کا انکار کرنے والوں کا انکار اس لیے ہے کہ وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہے اور ان کے خیال میں اتنی بڑی، ہولناک اور عظیم الشان چیز کا موجود ہونا ممکن نہیں۔ فرمایا، اس کائنات میں چاند کو دیکھو، وہ ہلال سے بدر اور بدر سے ہلال ہونے تک روزانہ جن مراحل سے گزرتا ہے، ان پر غور کرو۔ رات کو دیکھو جب وہ رخصت ہوتی ہے اور کائنات میں روزانہ ایک عظیم انقلاب رونما ہوتا ہے۔ پھر صبح کو دیکھو جب روشن ہوتی ہے تو رات کی ظلمت اپنا بوریا بستر سمیٹ لیتی ہے۔ ان میں سے ہر چیز اللہ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے، ان میں سے کوئی بھی چیز اگر تم نے دیکھی نہ ہوتی اور تمھیں اس کے متعلق بتایا جاتا تو تم اسی طرح انکار کر دیتے جس طرح جہنم سے انکار کر رہے ہو۔ جب اتنی بڑی بڑی حقیقتیں تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور تمھیں ان کے موجود ہونے میں کوئی شک نہیں تو ان چیزوں کا پیدا کرنے والا تمھیں بتا رہا ہے کہ یقیناً جہنم بھی اس کی بہت بڑی نشانیوں میں سے ایک ہے، اس میں تمھیں شک کیوں ہے؟

آگے فرمایا کہ یہ جہنم انسانوں کو ڈرانے والی ہے، ان انسانوں کو جنھیں اختیار ہے کہ یہ جہنم سے ڈرانے والی آیات سن کر چاہیں تو ایمان قبول کر کے جنت کی طرف بڑھ جائیں اور چاہیں تو پیچھے رہ کر جہنم کے سزاوار بن جائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾ [الکہف : ۲۹] ’’پھر جو چاہے سو ایمان لے آئے اور جو چاہے سو کفر کرے۔‘‘

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ إِلَّآ أَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾

’’ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا، گروی رکھا ہوا ہے۔ مگر دائیں طرف والے۔‘‘

یعنی جس طرح کوئی گروی رکھی ہوئی چیز اس وقت تک نہیں چھوٹتی جب تک وہ حق ادا نہ کر دیا جائے جس کے بدلے اسے گروی رکھا گیا ہے، اسی طرح ہر شخص اپنے عمل کے عوض گروی اور گرفتار ہوگا۔ جب تک وہ عمل پیش نہ کرے، جس کی

ادائیگی اس پر واجب تھی، رہائی نہیں پا سکتا۔ ہاں جنھیں دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال ملے گا وہ گرفتار نہیں ہوں گے، بلکہ اعمال صالحہ کی وجہ سے رہا ہو جائیں گے کہ جس طرح حق ادا کرنے سے گروی چھوٹ جاتی ہے۔ دائیں ہاتھ والوں کو جو انعام و اکرام ملے گا اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ؕ۝۲۷ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۙ۝۲۸ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۙ۝۲۹ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۙ۝۳۰ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۙ۝۳۱ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۙ۝۳۲ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۙ۝۳۳ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ؕ۝۳۴ اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ۝۳۵ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ۝۳۶ عُرُبًا اَتْرَابًا ۙ۝۳۷ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ؕ۝۳۸ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ۝۳۹ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴾ [الواقعة : ۲۷ تا ۴۰] ”اور دائیں ہاتھ والے، کیا (ہی اچھے) ہیں دائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایسی بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے ہوئے ہیں۔ اور ایسے کیلوں میں جو تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں۔ اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے۔ اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے۔ اور بہت زیادہ پھلوں میں۔ جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے کوئی روک ٹوک ہوگی۔ اور اونچے بستروں میں۔ بلاشبہ ہم نے ان (بستروں والی عورتوں) کو پیدا کیا، نئے سرے سے پیدا کرنا۔ پس ہم نے انھیں کنواریاں بنا دیا۔ جو خاوندوں کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔ دائیں ہاتھ والوں کے لیے۔ ایک بڑی جماعت پہلے لوگوں سے ہیں۔ اور ایک بڑی جماعت پچھلوں سے۔“

فِيْ جَنّٰتٍ ۛ۫ يَتَسَآءَلُوْنَ ۙ۝۴۰ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۙ۝۴۱ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝۴۲ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۙ۝۴۳

”جنتوں میں سوال کریں گے۔ مجرموں سے۔ تمھیں کس چیز نے سقر میں داخل کر دیا؟ وہ کہیں گے ہم نماز ادا کرنے والوں میں نہیں تھے۔“

وہ اصحاب الیمین اس دن ایسی جنتوں میں ہوں گے جن کی نعمتوں، راحتوں اور آسائشوں کا ادراک کوئی شخص اس دنیا میں نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے آپس میں باتیں کریں گے، یہاں تک کہ بات ان مجرموں تک پہنچ جائے گی جو دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کے باغی تھے اور جن کی موت کفر و شرک پر ہوئی تھی۔ جنتی ایک دوسرے سے کہیں گے کہ کیوں نہ جہنم میں جھانک کر ان کا حال معلوم کیا جائے، چنانچہ جنتی انھیں بیچ جہنم میں شدید عذاب کی حالت میں پائیں گے، ان سے پوچھیں گے کہ تمھارے کس کرتوت نے تمھیں جہنم میں پہنچا دیا؟ تو وہ جہنمی کہیں گے کہ ہم دنیا میں اللہ کے لیے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ نماز ایمان کے ان ارکان میں سے ہے جن کے بغیر کوئی شخص اسلامی برادری میں شامل ہی نہیں ہو سکتا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب دعاءكم إيمانكم ...... الخ : ۸۔

مسلم ، کتاب الإیمان ، باب بیان أرکان الإسلام و دعائمه العظام : ۲۱/۱۶]

بلکہ جب تک کوئی شخص ایمان قبول کر کے نماز و زکوٰۃ ادا نہ کرے، اس سے جنگ کرنے کا حکم ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم نہ کریں، زکوٰۃ نہ دیں۔ پھر جب وہ ایسا کریں گے تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے، مگر اسلام کا حق (ان سے ضرور لیا جائے گا) اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿ فإن تابوا وأقاموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ فخلوا سبیلھم ﴾ : ۲۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتی یقولوا لا إله إلا الله محمد رسول الله ...... الخ : ۲۲]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن آدمی اور شرک و کفر کے درمیان (فرق) نماز کا چھوڑنا ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان إطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوۃ : ۸۲]

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾

''اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔''

جہنمیوں کا یہ اقرار کہ وہ مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں مساکین کو کھانا کھلانا کس قدر ضروری ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ﴿۵﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۶﴾ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴿۷﴾ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ﴾ [الدھر : ۵ تا ۱۱] ''بلاشبہ نیک لوگ ایسے جام سے پییں گے جس میں کافور ملا ہوا ہوگا۔ وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پییں گے، وہ اسے بہا کر لے جائیں گے، خوب بہا کر لے جانا۔ جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں) ہم تو صرف اللہ کے چہرے کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ یقیناً ہم اپنے رب سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بہت منہ بنانے والا، سخت تیوری چڑھانے والا ہوگا۔ پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔''

اور فرمایا: ﴿ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴾ [البلد : ۱۱ تا ۱۶] ''پھر (بھی) وہ مشکل گھاٹی میں نہ گھسا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ مشکل گھاٹی کیا ہے؟ (وہ) گردن چھڑانا ہے۔ یا کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلانا ہے۔ کسی

قرابت والے یتیم کو۔ یا مٹی میں ملے ہوئے کسی مسکین کو۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، (آدمی کا) کون سا اسلام اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اچھا اسلام یہ ہے کہ تم کھانا کھلاؤ اور جس کو جانتے ہو اور جس کو نہیں جانتے ہو اسے سلام کرو۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب إطعام الطعام من الإسلام : ١٢۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان تفاضل الإسلام...... الخ : ٣٩]

وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۝۴۵

”اور ہم بے ہودہ بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر فضول بحث کیا کرتے تھے۔“

اللہ کی آیات سے مذاق کرنا اور ان کے متعلق فضول بحث کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ اگر کوئی مسلمان اس کا ارتکاب کرے تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾ [التوبة : ٦٥، ٦٦] ”اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے تو ضرور ہی کہیں گے ہم تو صرف شغل کی بات کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہہ دے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔“ اور فرمایا: ﴿ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴾ [الطور : ١١، ١٢] ”تو اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو فضول بحث میں کھیل رہے ہیں۔“

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝۴۶

”اور ہم جزا کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔“

قیامت پر یقین ایمان کی بنیادی شرط ہے، اس کے بغیر آدمی مسلمان ہی نہیں ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ [المطففین : ١٠ تا ١٣] ”اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اسے کوئی نہیں جھٹلاتا مگر ہر حد سے نکل جانے والا، سخت گناہ گار۔ جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیث جبریل علیہ السلام میں) ایمان کی تعریف یہ فرمائی: ”ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر ایمان لاؤ اور تقدیر پر، خواہ اچھی ہو یا بری، ایمان لاؤ۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الإیمان...... الخ : ٥٠۔ مسلم، کتاب الإیمان،

باب الإيمان ما هو ؟ ...... الخ : ۹۳]

حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾

’’یہاں تک کہ ہمارے پاس یقین آ گیا۔‘‘

الْيَقِيْنُ سے مراد موت ہے، کیونکہ اس کے آنے پر تمام شکوک وشبہات دور ہو کر حقیقت سامنے آ جائے گی۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ [الحجر : ۹۹] ’’اور اپنے رب کی عبادت کر، یہاں تک کہ تیرے پاس یقین آ جائے۔‘‘

اس سے مراد بھی موت ہے، دنیا میں کسی کو آخرت پر کتنا بھی یقین ہو، وہ اس یقین کے برابر نہیں ہو سکتا جو موت آنے پر حاصل ہو گا۔ ذیل میں موجود حدیث میں بھی یہ لفظ موت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ سیدہ ام علاء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی تو عثمان بن مظعون کی رہائش ہمارے حصہ میں آئی۔ ام علاء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عثمان ہمارے ہاں آ کر بیمار ہو گئے، میں نے ان کی پوری طرح تیمارداری کی، لیکن وہ بچ نہ سکے۔ ہم نے انھیں ان کے کپڑوں ہی میں لپیٹ دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو میں نے کہا، اے ابو السائب! اللہ کی تم پر رحمت ہو، میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ نے آپ کو عزت دی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ نے ان کو عزت بخشی ہے؟‘‘ میں نے کہا، مجھے نہیں معلوم، اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان، (اگر اللہ ان کو عزت نہیں دے گا) تو پھر کس کو دے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’واللہ! موت تو ان کو یقیناً آ چکی ہے اور اللہ کی قسم! میں ان کے لیے بھلائی کی امید رکھتا ہوں، لیکن میں اگرچہ اللہ کا رسول ہوں، مگر نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہو گا؟‘‘ کہتی ہیں کہ میں نے کہا، اللہ کی قسم! اب میں کسی کی پاکی بیان نہیں کروں گی۔ کہتی ہیں، لیکن اس بات نے مجھے فکرمند بہت کر دیا، پھر میں سو گئی تو میں نے خواب میں عثمان بن مظعون کے لیے چشمہ دیکھا جو بہ رہا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی، میں نے آپ کو خواب کی خبر دی، تو آپ نے فرمایا: ’’یہ ان کا عمل ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب مقدم النبي صلی اللہ علیہ وسلم و أصحابه المدينة : ۳۹۲۹]

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾

’’پس انھیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہیں دے گی۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے مجرموں کے بارے میں فرمایا کہ اگر بفرض محال کوئی نبی یا فرشتہ ان کے لیے سفارش بھی کرے گا، تو وہ ان کے کام نہیں آئے گی۔ دوسرے لفظوں میں، وہ شفاعت کے اہل نہیں ہوں گے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی یا فرشتے کو ان کے لیے سفارش کرنے کی اجازت ہی نہیں دے گا۔ اس لیے کوئی ایسی سفارش نہیں پائی جائے گی جو انھیں نفع پہنچائے،

جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ۗ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾ [البقرة : ٢٥٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔''

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾

''تو انھیں کیا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔ جیسے وہ سخت بدکنے والے گدھے ہیں۔ جو شیر سے بھاگے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی حالت پر اظہار حیرت کرتے ہوئے فرمایا، انھیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس قرآن سے اعراض کر رہے ہیں جس میں ان کے لیے عبرت و نصیحت ہے۔ قرآن سننے سے اس طرح بدکتے ہیں جیسے خوف زدہ گدھے، جو جنگل میں شیروں کو دیکھ کر مارے خوف و دہشت کے بے تحاشا دوڑنے لگتے ہیں اور انھیں کہیں قرار نہیں ملتا۔

بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ﴿٥٣﴾

''بلکہ ان میں سے ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ اسے کھلے ہوئے صحیفے دیے جائیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے۔''

یعنی قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کا حق ہونا واضح ہو جانے کے باوجود ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو نبی بنا دیا جائے۔ اسے کتاب عطا ہو اور وہ بھی خرق عادت کے طور پر، کاغذ پر لکھی ہوئی سب کے سامنے کھلی ہوئی حالت میں ان پر نازل ہو۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہر شخص ہی کو نبوت و کتاب عطا ہو جائے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۘ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ﴾ [الأنعام : ١٢٤] ''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ ہمیں اس جیسا دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا، اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔''

اسی لیے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ان میں سے ہر ایک کو کتاب دی جائے۔ اصل میں ان کے انکار کی وجہ بھی یہ نہیں، بلکہ ان کے نصیحت سے بھاگنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کا آخرت پر ایمان نہیں اور تمام خرابیوں کی جڑ یہی ہے۔ جب تک یہ لوگ دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھتے رہیں گے آپ ان کو ان کے تقاضوں کے مطابق کوئی معجزہ بھی دکھا دیں تو وہ اسے جادو قرار دے کر ماننے سے انکار کر دیں گے۔

كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾ ع ۲

''ہرگز نہیں! یقیناً یہ ایک یاد دہانی ہے۔ تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور وہ نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر

یہ کہ اللہ چاہے، وہی لائق ہے کہ (اس سے) ڈرا جائے اور لائق ہے کہ بخش دے۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بارے میں فرمایا کہ یہ عبرت ونصیحت کا خزانہ ہے، اس میں موجود اللہ کے اوامر ونواہی سے جو چاہے فائدہ اٹھائے اور اپنی عاقبت سنوارے، لیکن اس سے وہی شخص فائدہ اٹھائے گا جسے اللہ توفیق دے گا۔ اس کی توفیق کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ کی ذات ہی وہ ذات ہے جس سے بندوں کو ڈرنا چاہیے اور جسے راضی کرنے کے لیے عمل صالح کرنے چاہییں۔ وہی ارحم الراحمین مومنوں کے گناہوں کو معاف کرتا ہے اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

سورۃ القیٰمۃ مکیۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴿1﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿2﴾

”نہیں، میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں! اور نہیں، میں بہت ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں!“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بات ویسی نہیں ہے جیسی مشرکین کہتے ہیں کہ بعث بعد الموت اور قیامت کے دن کی جزا وسزا کا تصور صحیح نہیں ہے۔ میں بعث بعد الموت کے عقیدے کے صحیح ہونے پر قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں اور آدمی کے ”نفس لوامہ“ کی قسم کھاتا ہوں، جو ہمیشہ اللہ کی جناب میں تقصیر پر آدمی کو ملامت کرتا رہتا ہے اور اسے بھلائی پر اکساتا اور برائی سے روکتا ہے۔ اس لیے کہ اسے یقین ہوتا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، بنی نوع انسان دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور انھیں ان کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

دونوں آیتوں میں جس بات پر اللہ نے قسم کھائی ہے وہ یہ ہے کہ اے کافرو! تم ضرور دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے، تم سے ضرور تمھارے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور تمھیں سزا دی جائے گی۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ﴿3﴾ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿4﴾

”کیا انسان گمان کرتا ہے کہ بے شک ہم کبھی اس کی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں؟ (ہم انھیں اکٹھا کریں گے) اس حال میں کہ ہم قادر ہیں کہ اس (کی انگلیوں) کے پورے درست کر (کے بنا) دیں۔“

قیامت کے منکرین یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھے کہ جب ان کی ہڈیاں تک بوسیدہ ہو جائیں گی اور ذرات کی صورت میں بکھر جائیں گی تو انھیں پھر دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان اگر یہ خیال کرے کہ اس کی ہڈیاں خود بخود جمع نہیں ہو سکتیں، یا مخلوق میں سے کوئی انھیں دوبارہ جمع نہیں کر سکتا تو اسے یہ سمجھنے کا حق ہے، مگر کیا وہ ہمارے متعلق گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہیں کر سکیں گے؟ یہ اس کی خام خیالی ہے، ہم یقیناً اس بات پر قادر

ہیں کہ اس کی ہڈیوں کو جمع کریں، بلکہ ہم تو انسان کی انگلیوں کو بنانے پر قادر ہیں جو چھوٹی اور نازک ہوتی ہیں اور ایک دوسرے سے الگ حرکت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ تو پھر اس کے جسم کی بڑی ہڈیوں کو بنانے پر کیوں نہیں قادر ہوں گے، جبکہ پہلی بار ہم نے ہی اسے بنایا تھا؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴾ [یٰس : ۷۷ تا ۷۹] ”اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔“

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں میں سے ایک آدمی کا ذکر کیا اور فرمایا: ”اللہ نے اسے مال و اولاد سب کچھ دیا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میں تمھارے لیے کیسا باپ ثابت ہوا؟ انھوں نے کہا کہ بہترین باپ۔ اس پر اس نے کہا، لیکن تمھارے باپ نے اللہ کے ہاں کوئی نیکی نہیں بھیجی، اگر اللہ نے مجھے پکڑ لیا تو سخت عذاب دے گا، تو دیکھو کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا، یہاں تک کہ جب میں کوئلہ ہو جاؤں تو اسے خوب پیس لینا اور جس دن تیز آندھی آئے تو اس میں میری یہ راکھ اڑا دینا۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس پر اس نے اپنے بیٹوں سے پختہ وعدہ لیا اور اللہ کی قسم! ان لڑکوں نے ایسا ہی کیا، پھر انھوں نے اس کی راکھ کو تیز ہوا کے دن اڑا دیا۔ تو اللہ عزوجل نے ” کُنْ “ (ہوجا) کا لفظ فرمایا تو وہ فوراً ایک آدمی بن کر کھڑا ہو گیا۔ اللہ نے فرمایا، اے میرے بندے! تجھے کس بات نے اس پر آمادہ کیا کہ تو نے یہ کام کروایا؟ اس نے کہا، تیرے خوف نے۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی سزا نہیں دی، بلکہ اس پر رحم کیا۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ یریدون أن یبدلوا ...... الخ ﴾ : ۷۵۰۸۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ ...... الخ : ۲۷۵۶/۲۵]

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝

”بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اپنے آگے (آنے والے دنوں میں بھی) نافرمانی کرتا رہے۔ وہ پوچھتا ہے اٹھ کھڑے ہونے کا دن کب ہوگا؟“

یعنی قیامت کے انکار کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ اپنے آگے یعنی آنے والے دنوں میں بھی نافرمانی اور گناہ کرتا رہے۔ اب اگر وہ قیامت پر ایمان لائے تو اس کا تقاضا ہے کہ گناہ چھوڑ دے اور گناہ چھوڑنے پر وہ آمادہ نہیں۔ گویا وہ عقل کی وجہ سے قیامت کا انکار نہیں کر رہا، بلکہ ہوس نے اسے اندھا کر رکھا ہے، اس

لیے وہ تیاری کے لیے نہیں، بلکہ مذاق اڑانے اور جھٹلانے کے لیے پوچھتا ہے کہ قیامت کا وقت کب ہو گا؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾ [بني إسرائيل : ٤٩ تا ٥١] ”اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی (معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہو گا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۠ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـــَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴾ [الملك : ٢٥ تا ٢٧] ”اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہو گا، اگر تم سچے ہو؟ کہہ دے یہ علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو بس ایک کھلا ڈرانے والا ہوں۔ پس جب وہ اس کو قریب دیکھیں گے تو ان لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں گے جنھوں نے انکار کیا اور کہا جائے گا یہی ہے وہ جو تم مانگا کرتے تھے۔“

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝

”پھر جب آنکھ پتھرا جائے گی۔“

انسان بار بار پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا، قیامت کا دن کب آئے گا؟ تو وہ سن لے کہ قیامت جس دن آئے گی اس دن آنکھیں پتھرا جائیں گی، آنکھوں سے مارے خوف و دہشت کے دیکھا نہ جائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ڛ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـــِٕدَتُهُمْ هَوَاۗءٌ ﴾ [إبراهيم : ٤٢، ٤٣] ”اور تو اللہ کو ہرگز اس سے غافل گمان نہ کر جو ظالم لوگ کر رہے ہیں، وہ تو انھیں صرف اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔ اس حال میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے، ان کی نگاہ ان کی طرف نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔“

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝

”اور چاند گہنا جائے گا۔ اور سورج اور چاند اکٹھے کر دیے جائیں گے۔“

یعنی اس دن ماہتاب ہمیشہ کے لیے اپنی روشنی کھو دے گا اور یہ نظام فلکی جس میں چاند سورج سے لاکھوں میل کے فاصلے پر ہے، درہم برہم ہو جائے گا اور سورج و چاند اکٹھے کر دیے جائیں گے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سورج اور چاند لپیٹے ہوئے ہوں گے۔'' [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر : ۳۲۰۰]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سورج نزدیک کیا جائے گا، یہاں تک کہ ایک میل پر آ جائے گا۔'' (پھر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ (اپنے اپنے اعمال کے موافق) پسینے میں ڈوبے ہوں گے، کوئی تو وہ ہوگا جو اپنے پسینے میں ٹخنوں تک ڈوبا ہوگا، کوئی ان میں سے نصف پنڈلی تک، کوئی ان میں سے اپنے گھٹنوں تک، کوئی ان میں سے اپنی سرین تک، کوئی ان میں سے پہلو تک، کوئی ان میں سے اپنے کندھوں تک، کوئی ان میں سے اپنی گردن تک اور کوئی ان میں سے اپنے منہ تک (اپنے پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا)۔'' [مسند أحمد : ۱۵۷/۴، ح : ۱۷۴۴۹، ۲۵۴/۵، ح : ۲۲۲۴۸]

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝۱۰ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝۱۱ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ ۝۱۲

''انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ہرگز نہیں، پناہ کی جگہ کوئی نہیں۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا ٹھہرنا ہے۔''

یہ انسان، جو آج پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا، اس دن ایسا حیران اور خوف زدہ ہوگا کہ بھاگنے کے لیے جگہ تلاش کرے گا، مگر اس دن کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی، سب لوگوں کو اپنے رب کے سامنے پیش ہونا پڑے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ﴾ [الانشقاق : ٦] ''اے انسان! بے شک تو مشقت کرتے کرتے اپنے رب کی طرف جانے والا ہے، سخت مشقت، پھر اس سے ملنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴾ [الكهف : ٤٧، ٤٨] ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم انھیں اکٹھا کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔ اور وہ تیرے رب کے سامنے صفیں باندھے ہوئے پیش کیے جائیں گے، بلاشبہ یقیناً تم ہمارے پاس اسی طرح آئے ہو جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ تم نے گمان کیا تھا کہ ہم تمھارے لیے کبھی وعدے کا کوئی وقت مقرر نہیں کریں گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کو تین گروہوں میں (میدان محشر میں) اکٹھا کیا جائے گا، ایک گروہ وہ ہوگا جو (جنت کا) شوق رکھنے والا ہوگا، دوسرا گروہ وہ ہوگا، جو (جہنم سے) ڈر رکھنے والا ہوگا۔ (یہ دونوں گروہ مسلمانوں کے ہوں گے ان میں سے کچھ تو) ایک اونٹ پر دو کی تعداد میں سوار ہو کر میدان محشر میں پہنچیں گے، جبکہ کچھ ایک اونٹ پر تین سوار ہو کر، کچھ ایک اونٹ پر چار اور کچھ ایک اونٹ پر دس سوار ہو کر پہنچیں گے اور باقی لوگوں (یعنی کافروں) کو آگ ہانک کر میدان محشر میں لے جائے گی۔ جہاں کہیں یہ لوگ (تھک ہار کر) آرام کے لیے

ٹھہریں گے، آگ بھی وہاں ان کے ساتھ ٹھہر جائے گی، جہاں وہ رات بسر کرنے کے لیے ٹھہریں گے آگ بھی وہاں ان کے ساتھ ٹھہر جائے گی، جہاں وہ صبح کریں گے آگ بھی وہاں ان کے ساتھ صبح کرے گی اور جہاں وہ شام کریں گے، آگ بھی وہاں ان کے ساتھ شام کرے گی۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٢]

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ﴿۱۳﴾

''اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔''

''جو آگے بھیجا'' سے مراد وہ اعمال ہیں جو اس نے موت سے پہلے کیے اور ''جو پیچھے چھوڑا'' سے مراد وہ اچھے یا برے اعمال ہیں جو اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال : ۷، ۸] ''تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الكهف : ٤٩] ''اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے مگر تین عمل (اس کے جاری رہتے ہیں) صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے اور صالح بیٹا جو اس کے لیے دعا کرے۔'' [مسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ١٦٣١]

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کر دیا پھر اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو جاری کرنے والے کے لیے بھی عمل کرنے والے کے مثل ثواب لکھا جائے گا اور ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوگا، اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کر دیا، پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جاری کرنے والے کے لیے بھی عمل کرنے والے کے مثل گناہ لکھا جائے گا اور ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوگا۔'' [مسلم، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ...... الخ : ١٠١٧، قبل الحديث : ٢٦٧٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی تو اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا اس ہدایت کی پیروی کرنے والے کو اور یہ چیز ان کے ثواب میں سے کچھ کمی نہیں کرے گی، اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی تو اس کو بھی اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا اس گمراہی کی پیروی کرنے والے کو اور ان کے گناہوں میں سے ذرا سا بھی (بوجھ) کم نہیں ہوگا۔'' [مسلم، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ...... الخ : ٢٦٧٤]

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿۱۵﴾

''بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب دیکھنے والا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے بہانے پیش کرے۔''

یعنی اس دن انسان کو اس کے پہلے اور پچھلے اعمال بتائے جانے کا مطلب یہ نہیں کہ اسے معلوم نہیں کہ وہ کیا کرتا رہا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو اپنے متعلق خوب معلوم ہے کہ وہ اچھا کام کر رہا ہے یا برا۔ پھر دوسروں کے سامنے اپنے کفر و شرک، خالق کی نافرمانی، اس کی مخلوق پر ظلم و ستم اور اپنی خواہش پرستی کے جواز کے لیے مجبوری یا مصلحت کے لاکھ بہانے گھڑے، مگر خود اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے اور بہانے بازی کر رہا ہے۔ اس کے نفس کی ملامت بھی اس بات پر دلیل ہے کہ وہ اپنے کرتوتوں سے آگاہ ہے، وہ اپنے اعمال کا انکار نہیں کر سکے گا، اگرچہ اپنے آپ کو بچانے کے لیے وہ کتنے ہی عذر پیش کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۞ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۳، ۱۴] ”اور ہر انسان کو، ہم نے اسے اس کا نصیب اس کی گردن میں لازم کر دیا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے، جسے وہ کھولی ہوئی پائے گا۔ اپنی کتاب پڑھ، آج تو خود اپنے آپ پر بطور محاسب کافی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾ [المؤمن : ۵۲] ”جس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا اور انھی کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے بدترین گھر ہے۔“

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۞۱۶ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۞۱۷ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۞۱۸ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۞۱۹

”تو اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے، تاکہ اسے جلدی حاصل کر لے۔ بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر۔ پھر بلاشبہ اسے واضح کرنا ہمارے ذمے ہے۔“

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تشریح و توضیح رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اقدس سے ہوگی، لیکن اس تشریح و توضیح کو نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ وہی تشریح و توضیح فرمائیں گے جو اللہ تعالیٰ آپ کو بتائے گا۔ گویا قرآن مجید بھی وحی ہے اور احادیث بھی وحی ہیں۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں اور احادیث میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کے احکام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے جو احکام ان دونوں میں بیان کیے گئے ہیں ان کی اطاعت فرض ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی جتنی حفاظت ضروری ہے اتنی ہی حفاظت حدیث کی بھی ضروری ہے۔ محض قرآن مجید کے الفاظ کی حفاظت سے اللہ تعالیٰ کا منشا پورا نہیں ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ کا منشا پورا نہیں ہوگا تو قرآن مجید کا نزول بے مقصد ہو جائے گا اور یہ ہو نہیں سکتا۔ دین کو اسی وقت محفوظ کہا جا سکتا ہے، جب حکم اور اس کی تشریح دونوں محفوظ ہوں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید بھی محفوظ اور حدیث بھی محفوظ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن کے وقت بہت سختی محسوس کیا کرتے تھے اور اس (کی علامتوں) میں سے ایک یہ تھی کہ یاد کرنے کے لیے آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾ [القیامۃ : ١٦ تا ١٨] ”تو اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے، تا کہ اسے جلدی حاصل کر لے۔ بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر۔“ چنانچہ ان آیات کے نزول کے بعد جب جبریل علیہ السلام آتے تو آپ خاموش رہتے اور جب چلے جاتے تو آپ اسی طرح پڑھ کر سنا دیتے جس طرح اللہ نے آپ کو سنایا ہوتا۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی ...... الخ : ٥۔ مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الاستماع للقراءۃ : ٤٤٨]

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝

”ہرگز نہیں، بلکہ تم جلدی ملنے والی کو پسند کرتے ہو۔ اور بعد میں آنے والی کو چھوڑ دیتے ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو فکر آخرت کی نصیحت کی ہے اور کہا ہے کہ تم دنیا، اس کی لذتوں اور شہوتوں کے پیچھے دوڑتے ہو، فکر آخرت سے غافل ہو گئے ہو، اس لیے کہ دنیا کی لذتیں فوراً حاصل ہو جاتی ہیں اور آخرت کی نعمتیں نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ حالانکہ اگر تم عقل وخرد سے کام لیتے اور دائمی انجام پر تمھاری نگاہ ہوتی تو آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے اور قیامت کے دن تمھیں ایسی دائمی خوشی ملتی کہ جس کے بعد کبھی بدبختی، دکھ اور مصیبت تمھارے قریب نہ پھٹکتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى﴾ [الأعلی : ١٦، ١٧] ”بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔“

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝

”اس دن کئی چہرے تر وتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا اور اس خوشی میں ان کے چہرے تر وتازہ اور چمک رہے ہوں گے۔ اللہ کی مخلوق میں، انسان ہوں یا حیوان، نباتات ہوں یا جمادات، ایسا حسن و جمال ہے کہ جسے دیکھ کر خوشی سے چہروں پر تازگی اور رونق آ جاتی ہے۔ جب حسن و جمال کے خالق کی ذات کو دیکھیں گے تو ان کی خوشی اور ان کے چہروں کی تازگی کا کیا ٹھکانا ہوگا؟ حقیقت یہ ہے کہ جنت کی سب سے بڑی نعمت ہی یہ ہوگی کہ جنتی اپنی آنکھوں سے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ

فرمائے گا، تمھیں کوئی چیز چاہیے جو میں تمھیں مزید عطا کروں؟ وہ کہیں گے، کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور آگ سے نجات نہیں دی (تو اب ہمیں اور کیا چاہیے)؟" پھر فرمایا: "پھر اللہ تعالیٰ پردہ ہٹا دے گا (اور وہ اپنے رب کا دیدار کریں گے)، تو انھیں کوئی بھی ایسی نعمت نہیں ملی ہوگی جو انھیں اپنے رب عزوجل کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔" پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ﴾ [یونس : ۲٦] "جن لوگوں نے نیکی کی انھی کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے۔" (اور کچھ زیادہ سے رب تعالیٰ کا دیدار مراد ہے)۔[مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات رؤیة المؤمنین ...... الخ : ۲۹۷، ۱۸۱/۲۹۸]

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا تو فرمایا: "تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس (چودھویں کے) چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس کے دیکھنے میں کوئی دھکم پیل نہیں ہوگی۔ لہٰذا اگر تم میں اس بات کی طاقت ہو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نمازوں میں کوتاہی نہ کرو تو اس کا التزام ضرور کرو۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ وجوه یومئذ ناضرہ، إلی ربها ناظرة ﴾ : ۷٤۳٤۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح والعصر ...... الخ : ٦۳۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں تمھیں کوئی دقت ہوتی ہے؟" لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا جب بادل نہ ہوں تو سورج کو دیکھنے میں تمھیں کوئی دقت ہوتی ہے؟" لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو پھر بے شک تم اللہ کو بھی اسی طرح (بغیر دقت کے) دیکھو گے۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ وجوه یومئذ ناضرہ، إلی ربها ناظرة ﴾ : ۷٤۳۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب معرفة طریق الرؤیة : ۱۸۲]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ مومنوں پر (قیامت کے دن) مسکراتا ہوا تجلی فرمائے گا۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنٰی أهل الجنة منزلة فیها : ۱۹۱]

وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ۝۲۴ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝۲۵

"اور کئی چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ وہ یقین کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑنے والی (سختی) کی جائے گی۔"

جو لوگ دنیا اور اس کی عارضی لذتوں کو جنت اور اس کی دائمی خوشیوں پر ترجیح دیتے ہیں، تو قیامت کے دن ان کے چہرے غم والم کے مارے نہایت بے رونق اور اداس ہوں گے۔ ان پر کرب و اذیت کے سبب سیاہی چھائی ہوگی، اس لیے کہ انھیں یقین ہو جائے گا کہ آج ان کے لیے کوئی خیر نہیں۔ انھیں ایسی سزا دی جائے گی جو ان کی ریڑھ کی ہڈی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی، یعنی وہ انتہائی شدید عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا: ﴿ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۙ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴾ [عبس : ۴۰ تا ۴۲]
”اور کچھ چہرے، اس دن ان پر ایک غبار ہوگا۔ ان کو سیاہی ڈھانپتی ہوگی۔ یہی ہیں جو کافر ہیں، نافرمان ہیں۔“ اور فرمایا:
﴿ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۰۶، ۱۰۷] ”جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو عذاب چکھو، اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔ اور رہے وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے، سو اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۙ۝۲۶ وَ قِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ۙ۝۲۷ وَّ ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۙ۝۲۸ وَ الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۙ۝۲۹ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ا۟لْمَسَاقُ ۝۳۰ ع

”ہرگز نہیں، (وہ وقت یاد کرو) جب (جان) ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی۔ اور کہا جائے گا کون ہے دم کرنے والا؟ اور وہ یقین کرلے گا کہ یقیناً یہ جدائی ہے۔ اور پنڈلی، پنڈلی کے ساتھ لپٹ جائے گی۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف روانگی ہے۔“

یعنی تمھارا جلدی حاصل ہونے والی دنیا سے محبت کرنا اور آخرت کو چھوڑ دینا ہرگز درست نہیں۔ تمھارے سامنے کتنے لوگ دنیا سے رخصت ہوئے، ان کا آخری وقت یاد کرو، جب جان پیروں سے اور تمام جسم سے نکل کر ہنسلیوں تک پہنچ جاتی ہے اور حکیموں اور ڈاکٹروں سے مایوس ہو کر کسی دم کرنے والے کی تلاش شروع ہوتی ہے کہ شاید دم ہی سے اچھا ہو جائے۔ ادھر بیمار کو زندگی سے ناامیدی ہوگئی، مرنے کا گمان قوی ہوگیا۔ پکے دنیا داروں کو جان بہت پیاری ہوتی ہے، مرنا نہیں چاہتے، آخری وقت تک ان کو زندگی کی توقع رہتی ہے، اس لیے یقین کی جگہ گمان کا لفظ فرمایا، لیکن آخر یہ گمان یوں یقین کے درجے کو پہنچ گیا کہ پاؤں کا دم نکل گیا، پنڈلیاں سوکھ کر ایک دوسرے سے لپٹ گئیں، یہاں تک کہ ٹانگوں کو کوئی دوسرا آدمی سیدھا نہ کرے تو سمٹی ہوئی رہ جائیں۔ آخر سارے جسم سے سمٹ کر جو جان حلق میں آ گئی تھی اس نے بھی جسم کو چھوڑ دیا اور پھر اس کی روانگی اس رب تعالیٰ کی طرف ہوگئی جس نے پہلے جسم میں وہ جان ڈالی تھی۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۶۱، ۶۲] ”اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تمھارے کسی ایک کو موت آتی ہے اسے ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے، جو ان کا سچا مالک ہے، سن لو! اسی کا حکم ہے اور وہی سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے۔“

وَقِيْلَ مَنْ ﵫ رَاقٍ : سیدنا جابر بن عبد اللہ ﷠ بیان کرتے ہیں کہ میرا ماموں بچھو کا منتر کیا کرتا تھا، پھر جب رسول اللہ ﷺ نے منتروں سے منع کر دیا تو وہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ! آپ نے منتروں سے منع کر دیا ہے اور میں بچھو کا منتر کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے اسے پہنچانا چاہیے۔'' [مسلم، کتاب السلام، باب استحباب رقية من العين...... الخ : ٢١٩٩/٦٢]

سیدنا عوف بن مالک ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ہم جاہلیت کے زمانہ میں منتر کیا کرتے تھے، ہم نے کہا، یا رسول اللہ! اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اپنے منتروں کو میرے سامنے پیش کرو، اگر اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔'' [مسلم، كتاب السلام، باب لا بأس بالرقٰى ما لم يكن فيه شرك : ٢٢٠٠]

سیدہ عائشہ ﷞ بیان کرتی ہیں کہ جب کوئی گھر میں بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس پر معوذات پڑھ کر پھونکتے۔ پھر جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو میں آپ پر معوذات پڑھ کر پھونکتی اور آپ ہی کا ہاتھ آپ پر پھیرتی، کیونکہ آپ کے ہاتھ میں میرے ہاتھ سے زیادہ برکت تھی۔ [مسلم، كتاب السلام، باب رقية المريض ...... الخ : ٢١٩٢]

ابو بشیر انصاری ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور لوگ اپنی اپنی آرام والی جگہ میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ یہ پیغام کہلا بھیجا: ''اگر کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا گنڈا یا (فرمایا) گنڈا (ہار) ہو تو کاٹ دیا جائے۔'' [بخاری، كتاب الجهاد، باب ما قيل فى الجرس ونحوه فى أعناق الإبل : ٣٠٠٥]

سیدنا عقبہ بن عامر جہنی ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دس آدمیوں پر مشتمل ایک وفد بیعت کے لیے حاضر ہوا، آپ نے ان میں سے نو سے بیعت لے لی مگر ایک سے بیعت نہ لی۔ انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے نو آدمیوں سے بیعت لے لی اور ایک کو چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا: ''اس نے تعویذ پہنا ہوا ہے۔'' اس نے اپنا ہاتھ ڈال کر تعویذ کاٹ ڈالا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے بھی بیعت لے لی، نیز فرمایا: ''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔'' [مسند أحمد : ١٥٦/٤، ح : ١٧٤٣٢۔ مستدرك حاكم : ٢١٩/٤، ح : ٧٥١٣]

فَلَا صَدَّقَ وَ لَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَ لٰكِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾

''سو نہ اس نے سچ مانا اور نہ نماز ادا کی۔ اور لیکن اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا۔ یہی تیرے لائق ہے، پھر یہی لائق ہے۔ پھر تیرے لائق یہی ہے، پھر یہی لائق ہے۔''

انسان روزانہ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتا ہے کہ لوگ بے بسی کے عالم میں مر جاتے ہیں اور کوئی انھیں بچا نہیں پاتا۔ ان کی روحیں جسد خاکی سے نکل کر اپنے خالق کے پاس چلی جاتی ہیں۔ حق تو یہ تھا کہ وہ آخرت کو سچ مانتا اور اس

دن کی نجات کے لیے نماز پڑھتا اور اللہ کی زمین پر عجز و بندگی اختیار کرتا مگر اس نے نہ عقیدہ کی اصلاح کی، نہ عمل صالح کیا اور نہ لوگوں کے ساتھ اپنی روش درست کی، بلکہ آخرت کو اور پیدا کرنے والے کو جھٹلایا اور ماننے کے بجائے منہ پھیر کر چلا گیا، عجز و بندگی اختیار کرنے کے بجائے گھر کو گیا تو اکڑتا ہوا گیا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اس کافر و متکبر انسان کا انجام بتا دیا کہ اس کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔ لفظ "اَوْلٰى" کو چار بار ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اس کے لیے ہلاکت و بربادی زندگی میں بھی ہے، مرنے کے بعد بھی ہے اور جس دن وہ دوبارہ اٹھایا جائے گا اور جب وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیات: ﴿ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴾ [القیامۃ : ۳٤، ۳۵] ان کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ابوجہل سے فرمائے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں قرآن مجید میں نازل فرما دیا۔ [السنن الکبرٰی للنسائی، کتاب التفسیر، قولہ تعالٰی : ﴿ وجوہ یومئذ ......الخ ﴾ : ۱۱٦۳۸]

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝۳۶

"کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے بغیر پوچھے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟"

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق بے غرض و غایت نہیں کی ہے، اس نے اسے اپنی اطاعت و بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس لیے وہ یہ نہ سمجھے کہ اسے اس دنیا میں جانوروں کی طرح آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝ وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۱۵ تا ۱۱۷] "تو کیا تم نے گمان کر لیا کہ ہم نے تمھیں بے مقصد ہی پیدا کیا ہے اور یہ کہ بے شک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟ پس بہت بلند ہے اللہ، جو سچا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عزت والے عرش کا رب ہے۔ اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے، جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب صرف اس کے رب کے پاس ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔"

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝۳۷ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝۳۸ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ۝۳۹

"کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو گرایا جاتا ہے۔ پھر وہ جما ہوا خون بنا، پھر اس نے پیدا کیا، پس درست بنا دیا۔ پھر اس نے اس سے دو قسمیں نر اور مادہ بنائیں۔"

حشر و نشر کے منکر اس بات کو ناممکن قرار دیتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں دوبارہ زندہ ہوں گی اور ان کا محاسبہ ہوگا۔ ان

آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوبارہ زندہ کر کے اس سے حساب لینے کی دلیل بیان فرمائی ہے کہ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے پوچھے بغیر ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ نہیں یہ سوچ غلط ہے۔ جس قادر مطلق نے پانی جیسی پتلی چیز کی ایک بوند کو رحم مادر میں جمے ہوئے خون میں بدلنے کے بعد گوشت، ہڈیاں اور تمام اعضا مکمل کر کے روح پھونک کر مرد یا عورت کی صورت والا زندہ انسان بنا دیا، اس کے لیے اسی کی مٹی کو دوبارہ اصل شکل میں لے آنا کیا مشکل ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [السجدة : ۷ تا ۱۱] ’’جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔ اور انھوں نے کہا کیا جب ہم زمین میں گم ہو گئے، کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں۔ کہہ دے تمھیں موت کا فرشتہ قبض کرے گا، جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔‘‘

اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ۝۴۰ ع ۱۸

’’کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟‘‘

یعنی کیا جس ہستی نے پہلی مرتبہ انسان کو پیدا کیا، وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کر دے، کیوں نہیں، وہ یقیناً قادر ہے کہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کر دے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۴۹ تا ۵۱] ’’اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی (معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔‘‘

سورۃ الدھر مدنیۃ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ ﴿ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ ﴾ اور دوسری رکعت میں سورۃ : ﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ﴾ کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ [مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی یوم الجمعة : ۸۸۰۔ بخاری، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلوة الفجر یوم الجمعة : ۸۹۱]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا ، نہایت مہربان ہے۔‘‘

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ①

’’کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں تھا جس کا (کہیں) ذکر ہوا ہو؟‘‘

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انھیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ ان کے خیال میں یہ ممکن ہی نہیں کہ انسان کے خاک ہو جانے کے بعد اسے دوبارہ پیدا کیا جا سکے۔ یہاں ایسے لوگوں کو قائل کرنے کے لیے سوال کیا گیا ہے کہ کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا وقت گزرا ہے جب وہ کوئی ایسی چیز ہی نہ تھا جس کا ذکر ہوتا ہو؟ صاف ظاہر ہے کہ ان کا جواب ہوگا کہ یقیناً انسان پر ایسا وقت گزرا ہے، تو جب اس وقت اللہ تعالیٰ نے اسے بنا لیا، جب یہ کچھ بھی نہ تھا، بلکہ کہیں اس کا ذکر بھی نہ تھا تو پیدا کرنے کے بعد دوبارہ وہ کیوں نہیں بنا سکتا؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ۝ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴾ [مریم : ۶۶، ۶۷] ’’اور انسان کہتا ہے کیا جب میں مر گیا تو کیا واقعی عنقریب مجھے زندہ کر کے نکالا جائے گا؟ اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ بے شک ہم نے ہی اسے اس سے پہلے پیدا کیا، جب کہ وہ کوئی چیز نہ تھا۔‘‘

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ ۖ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٢﴾ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ﴿٣﴾

''بلاشبہ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، سو ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا۔ بلاشبہ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ وہ شکر کرنے والا بنے اور خواہ ناشکرا۔''

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو گندے اور حقیر پانی کے ایک مخلوط قطرے سے پیدا کیا ہے۔ "أَمْشَاجٍ" سے مراد وہ مخلوط قطرہ ہے جو مرد اور عورت دونوں کی منی سے بنتا ہے۔ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے اور عورت کی منی پیلی اور پتلی ہوتی ہے۔ دونوں کے امتزاج سے آدمی کی تخلیق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو احکام و شرائع کا پابند بنایا، تاکہ اسے آزمائے اور دیکھے کہ وہ اپنے رب کا مطیع و فرماں بردار بندہ بنتا ہے، یا نافرمانی کرتا ہے۔ اسے سننے اور دیکھنے کی قوت دی اور عقل سے نوازا، تاکہ وہ خیر و شر اور ہدایت و گمراہی کے درمیان تمیز کرے۔ اب اس کے اختیار میں ہے کہ وہ راہ ہدایت پر چل کر اللہ کا شکر گزار بندہ بنے، یا اس سے روگردانی کر کے ناشکری کرے اور ہلاکت و بربادی کی راہ پر چل پڑے۔

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ : " أَمْشَاجٍ " کے معنی اختلاط کے ہیں، اس سے مراد مرد اور عورت کا پانی ہے، جب وہ دونوں جمع ہو کر آپس میں مل جاتے ہیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مرد کا پانی سفید گاڑھا اور عورت کا پانی پتلا زرد ہوتا ہے، ان میں سے جو غالب آ جائے یا سبقت کر جائے اسی سے (بچے کی) مشابہت ہوتی ہے۔'' [مسلم، كتاب الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة ...... الخ : ۳۱۱]

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا : یعنی ہم نے خیر و شر کے راستے کو واضح کر دیا، اب اس کی مرضی ہے، خواہ شقاوت اختیار کرے یا سعادت، جیسا کہ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر شخص صبح کے وقت اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتا ہے، یا تو وہ اسے ہلاک کر دیتا ہے یا آزاد کرا لیتا ہے۔'' [مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء : ۲۲۳۔ مسند أحمد : ۳۴۲/۵، ح : ۲۲۹۶۸]

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَا وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا ﴿٤﴾

''یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کی خبر دی ہے جو اس نے کافروں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ فرمایا کہ ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں، بیڑیاں اور بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ﴿٣٢﴾ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ﴾ [الحاقة : ۳۰ تا ۳۳] ''اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر

میں، جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے، پس اسے داخل کردو۔ بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔'' اور فرمایا:
﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ۝ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ۶۹ تا ۷۲] ''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات کے بارے میں جھگڑتے ہیں، کہاں پھیرے جا رہے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے کتاب کو اور جو کچھ ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا اسے جھٹلا دیا، سو عنقریب جان لیں گے۔ جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں، گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے پانی میں، پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔''

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝

''بلاشبہ نیک لوگ ایسے جام سے پییں گے جس میں کافور ملا ہوا ہوگا۔ وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پییں گے، وہ اسے بہا کر لے جائیں گے، خوب بہا کر لے جانا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کی خبر دی ہے جو اس نے مومنین وصالحین کے لیے تیار کر رکھی ہیں، فرمایا کہ ایسے لوگ نہایت لذیذ شراب پییں گے جس میں کافور ملا ہوگا، تاکہ اسے ٹھنڈا کر دے اور اس کی تیزی کو زائل کر دے۔ یہ کافور نہایت ہی لذیذ ہوگا، دنیاوی کافور کی خرابیوں سے پاک ہوگا اور وہ لذیذ شراب کبھی ختم نہیں ہوگی، اس لیے کہ وہ ہمیشہ جاری رہنے والا چشمہ ہوگا، جسے اہل جنت اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق جب اور جہاں چاہیں گے جاری کر لیں گے۔ ادھر ان کا ارادہ ہوگا اور ادھر چشم زدن میں ان کے سامنے جاری ہو جائے گا۔ ''تَفْجِيْرًا'' کے معنی نہر نکالنے کے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۹۰] ''اور انھوں نے کہا ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ تو ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴾ [الکھف : ۳۳] ''اور ہم نے دونوں کے درمیان ایک نہر جاری کر دی۔''

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝

''جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہوگی۔''

اہل جنت کو یہ بہت سی نعمتیں اس سبب سے ملیں گی کہ وہ جن اعمال صالحہ کو اپنے اوپر واجب کر لیتے تھے، انھیں ضرور پورا کرتے تھے۔ وہ اپنی نذر پوری کرتے ہیں، یعنی وہ کام ان پر واجب نہیں، لیکن جب وہ اللہ کی رضا کے لیے اسے اپنے آپ پر واجب کر لیتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں۔ پھر جو کام اللہ کی طرف سے پہلے ہی واجب ہیں، ان پر کتنے اہتمام

سے عمل کرتے ہوں گے؟ پھر وہ اس دن کے عذاب سے ڈرتے تھے جس کا شر زمین و آسمان کو بھر دے گا اور اسی خوف کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے ہر اس برے عمل سے کنارہ کشی کر لی تھی جو قیامت کے دن عذاب کا سبب بنتا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نذر کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ کو بڑا محبوب ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کے فعل کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴾ [الحج : ۲۹] ”پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو اللہ کی اطاعت کی نذر مانے تو وہ اللہ کی اطاعت کرے (یعنی اپنی نذر پوری کرے) اور جو اللہ کی نافرمانی کی نذر مانے تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے (یعنی نذر پوری نہ کرے)۔“ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب النذر فی الطاعة ...... الخ : ٦٦٩٦]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں (یعنی میرے صحابہ)، پھر جو ان کے قریب ہیں (یعنی تابعین)، پھر جو ان کے قریب ہیں (یعنی تبع تابعین)۔“ حدیث کے راوی عمران کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ آپ نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین کا، پھر فرمایا: ”پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو نذریں مانیں گے لیکن پوری نہیں کریں گے، خیانت کریں گے اور ان پر اعتماد نہیں رہے گا، وہ بغیر گواہی طلب کیے گواہی دیں گے اور ان میں موٹاپا عام ہو جائے گا۔“ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب إثم من لا یفی بالنذر : ٦٦٩٥]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ آپ نے ایک آدمی کو (دھوپ میں) کھڑے دیکھا۔ آپ نے اس کا حال پوچھا، تو لوگوں نے کہا، یہ شخص ابو اسرائیل ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ کھڑا رہے گا، نہ بیٹھے گا نہ سائے میں آئے گا، نہ بات کرے گا (نہ کھائے پیے گا، بلکہ) روزہ رکھے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس سے کہو کہ بات کرے، سائے میں آئے، بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔“ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب النذر فیما لا یملك ...... الخ : ٦٧٠٤]

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝۸ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ۝۹

”اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں) ہم تو صرف اللہ کے چہرے کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔“

مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلانا ان اہم ترین مواقع میں سے ہے جہاں صدقہ کرنے کا حق ہے، کیونکہ مسکین وہ

ہے جس کی کمائی سے اس کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں، یتیم اس سے بھی عاجز ہے، کیونکہ اس کا کمانے والا فوت ہو چکا ہے اور وہ کم عمر ہونے کی وجہ سے کمائی نہیں کر سکتا اور قیدی ان سب سے زیادہ عاجز ہے، کیونکہ اسے کسی چیز کا اختیار ہی نہیں، وہ مکمل طور پر دوسروں کے رحم و کرم پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسیروں اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور ابرار کی صفت بیان فرمائی کہ وہ خود ضرورت مند ہونے کے باوجود مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں، جیسا کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری وصیت میں فرمایا: ''نماز (کی حفاظت کرو) اور اپنے غلاموں کا خیال رکھو۔'' [ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ما جاء في ذكر مرض رسول الله ﷺ : ١٦٢٥۔ السنن الكبرىٰ للنسائي : ٧١٠٠۔ مسند أحمد : ١١٧/٣، ح : ١٢١٧٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو اس حال میں صدقہ کرے کہ تو صحیح اور تندرست ہو، (تجھے اس مال کو باقی رکھنے کی خواہش بھی ہو، امیری کی تمھیں امید ہو اور (اسے خرچ کرنے کی صورت میں) محتاجی کا ڈر ہو۔'' [بخاري، كتاب الوصايا، باب الصدقة عند الموت : ٢٧٤٨۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب بيان أن أفضل الصدقة ...... الخ : ١٠٣٢]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیدیوں کو آزاد کراؤ، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور بیمار کی عیادت کرو۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب فكاك الأسير : ٣٠٤٦]

اگلی آیت میں فرمایا کہ وہ کھانا کھلاتے ہوئے یہ بات دل میں کہتے ہیں، یا زبان سے انھیں اطمینان دلانے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم تمھیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلا رہے ہیں، تم سے نہ یہ خواہش ہے کہ تم اس کا بدلہ دو اور ہمارے کسی کام آؤ، نہ یہ کہ ہمارا شکریہ ادا کرو اور لوگوں کے سامنے ہماری سخاوت کا ذکر کرو، تاکہ وہ اپنے آپ پر احسان کا بوجھ محسوس نہ کریں۔

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ﴿۱۰﴾

''یقیناً ہم اپنے رب سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بہت منہ بنانے والا، سخت تیوری چڑھانے والا ہوگا۔''

وہ ابرار لوگ دنیا میں یہ بھی کہتے تھے کہ ہم اپنے رب کی طرف سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو اپنی ہولناکیوں کے سبب بڑا ہی شدید اور ناقابل برداشت ہوگا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، بغیر ختنہ کے جمع کیے جائیں گے۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مرد اور عورت ایک ساتھ ہوں گے تو کیا وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! (اس دن) ایسی مصیبت طاری ہوگی کہ کوئی کسی کو نہیں دیکھے گا۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا ...... الخ : ٢٨٥٩]

﴿ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ﴾ (۱۱)

''پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچالیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔''

اللہ تعالیٰ اخلاص اور خوف کے ساتھ مذکورہ اعمال کرنے والے نیک لوگوں کو اس دن کی برائی سے بچا لے گا اور انھیں تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا۔ تازگی چہرے کی اور خوشی دل کی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ [القیامة : ۲۲، ۲۳] ''اس دن کئی چہرے تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔'' اور فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴾ [عبس : ۳۸، ۳۹] ''کچھ چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے ہوئے، بہت خوش۔''

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی لمبی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خوشی ہوتی تو آپ کا چہرہ چمکنے لگتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک ...... الخ : ۴۴۱۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش خوش تشریف لائے کہ چہرۂ اقدس کے خطوط جگمگا رہے تھے۔ [بخاری، کتاب الفرائض، باب القائف : ۶۷۷۰۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب العمل بإلحاق القائف الولد : ۱۴۵۹/۳۹]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(جو لوگ صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے وہ جہنم سے نکال لیے جائیں گے اور جنت میں داخل کر دیے جائیں گے) لیکن ایک شخص بہشت اور دوزخ کے درمیان میں رہ جائے گا۔ یہ جنت میں داخل ہونے والا آخری دوزخی شخص ہوگا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا۔ وہ عرض کرے گا، میرے مالک! میرا منہ دوزخ کی جانب سے پھیر دے، کیونکہ اس کی بد بو نے میری حالت خراب کر دی ہے اور اس کا شعلہ مجھے جلائے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا اگر میں ایسا کر دوں تو پھر تو تو کوئی درخواست نہیں کرے گا؟ وہ عرض کرے گا، تیری بزرگی کی قسم! (ہرگز) نہیں۔ پھر وہ عہد و پیمان کرے گا، جیسے عہد و پیمان اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے گا، جب وہ بہشت کی طرف منہ کرے گا تو وہاں کی بہار (تر و تازگی) دیکھ کر جتنی دیر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا خاموش رہے گا، پھر عرض کرے گا، اے میرے رب! مجھ کو بہشت کے دروازے تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے تو عہد و پیمان کیا تھا کہ تو اور کوئی درخواست نہیں کرے گا۔ وہ عرض کرے گا، اے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سب سے بد بخت نہیں ہونا چاہتا۔ ارشاد ہوگا، اگر میں یہ درخواست بھی پوری کر دوں تو پھر تو اور کوئی درخواست تو نہیں کرے گا؟ وہ عرض کرے گا، ہرگز نہیں، تیری بزرگی کی قسم! اب کچھ نہیں مانگوں گا۔ پھر جو اللہ کو منظور ہوگا وہ عہد و پیمان کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کے دروازے پر پہنچا دے گا۔ تو وہاں کی بہار، تر و تازگی اور فرحت دیکھ

کر جتنی دیر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا وہ خاموش رہے گا، پھر عرض کرے گا، اے میرے رب! مجھے بہشت میں داخل کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آدم کے بیٹے! تجھ پر افسوس! تو کیسا بد عہد ہے، کیا تو نے عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ اب تو کوئی اور چیز نہیں مانگے گا۔ وہ عرض کرے گا (بے شک عہد و پیمان کیا تھا لیکن) اے میرے رب! مجھے اپنی ساری مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ بنا۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ ہنس پڑے گا اور اس کو بہشت میں جانے کی اجازت دے دے گا اور فرمائے گا، آرزو کر، چنانچہ وہ اپنی تمنائیں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) رکھے گا اور جب اس کی سب آرزوئیں ختم ہو جائیں گی، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ بھی تو مانگ، یہ بھی تو مانگ۔ اللہ تعالیٰ خود اس کو یاد دلائے گا۔ جب اس کی سب آرزوئیں پوری ہو جائیں گی، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ سب چیزیں تجھے دیں اور اتنی ہی اور۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل السجود : ۸۰۶]

وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ﴿۱۲﴾

”اور انھیں ان کے صبر کرنے کے عوض جنت اور ریشم کا بدلہ عطا فرمایا۔“

چونکہ وہ صبر و استقلال کے ساتھ اللہ کی بندگی کرتے رہے، گناہوں سے پرہیز کرتے رہے، دعوت الی اللہ کا کام کرتے رہے اور اس کی راہ کی اذیتوں کو برداشت کرتے رہے، اس لیے اللہ تعالیٰ انھیں جنت دے گا اور پہننے کے لیے ریشم کے کپڑے دے گا، جسے انھوں نے دنیا میں اللہ کا حکم مانتے ہوئے نہیں پہنا تھا۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾

”وہ اس میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اس میں سخت دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی۔“

یعنی جنت کا موسم نہایت خوشگوار اور معتدل ہو گا۔ اس میں نہ تکلیف دہ گرمی ہو گی نہ سردی، اس کے برعکس جہنم میں شدید گرمی یعنی آگ کا عذاب بھی ہو گا اور شدید سردی کا بھی، بلکہ دنیا میں شدید گرمی اور شدید سردی کی اصل وجہ بھی جہنم ہی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آگ نے اپنے رب کے پاس شکایت کی اور کہا، اے رب! میرے بعض حصے بعض کو کھا گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دے دی۔ ایک سانس گرمی میں اور ایک سردی میں، تو یہ اس کی وجہ سے ہے جو تم سخت گرمی محسوس کرتے ہو اور جو تم سخت سردی محسوس کرتے ہو۔“ [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب مواقیت الصلوۃ : ۵۳۷]

وَ دَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾

”اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے خوشے تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا۔“

یعنی جنت کے درختوں کے سائے نہایت گھنے اور جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے پھلوں کے خوشے جنتیوں کے

تابع اور ان کی دسترس میں ہوں گے۔ کھڑے، بیٹھے، لیٹے، غرض جس طرح چاہیں گے توڑ سکیں گے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں سوار سو برس تک چلتا رہے گا تو بھی اسے طے نہیں کر سکے گا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۵۱]

وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾

''اور ان پر چاندی کے برتن اور آبخورے پھرائے جائیں گے، جو شیشے کے ہوں گے۔ ایسا شیشہ جو چاندی سے بنا ہوگا، انھوں نے ان کا اندازہ رکھا ہے، خوب اندازہ رکھنا۔''

جب اہل جنت کو پینے کی خواہش ہوگی تو چھوٹی عمر کے بچے اور خدمت گار چاندی کے برتن لیے ان کے پاس پہنچ جائیں گے۔ ان کے ہاتھوں میں شیشے کے پیالے ہوں گے اور وہ شیشے چاندی کے بنے ہوں گے، یعنی وہ چاندی شیشے کی طرح صاف و شفاف ہوگی۔ وہ برتن اور پیالے اسی حجم و شکل کے ہوں گے جس کی وہ خواہش کریں گے، نہ اس سے بڑے ہوں گے اور نہ چھوٹے، یعنی ان کے ذوق و خواہش کی پوری رعایت ہوگی، تاکہ پیتے وقت ان کے کام و دہن انتہائی لذت و سرور پائیں۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پہلے گروہ کے لوگ جو جنت میں جائیں گے، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ ان کے بعد جو لوگ جائیں گے ان کے چہرے آسمان پر موتی کی طرح چمکنے والے ستاروں میں سے جو سب سے زیادہ روشن ستارہ ہوتا ہے اس جیسے روشن ہوں گے۔ ان کے دل ایک ہی آدمی کے دل کی طرح ہوں گے۔ ان میں باہم نہ بغض ہوگا اور نہ حسد۔ ان میں سے ہر ایک کو موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے دو بیویاں ملیں گی، حسن کی وجہ سے ان کی پنڈلی کا گودا گوشت اور ہڈیوں کے پیچھے سے دکھائی دے گا۔ وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں گے، نہ ان کو کوئی بیماری لاحق ہوگی، نہ ان کی ناک میں آلائش آئے گی اور نہ انھیں تھوک آئے گا۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن ''الوہ'' (یعنی عود ہندی) کا ہوگا اور ان کا پسینا مشک جیسا ہوگا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة ...... الخ : ۳۲۴۶، ۳۲۵۴]

وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾

''اور اس میں انھیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ ملی ہوگی۔ وہ اس میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا جاتا ہے۔''

اہل جنت کو جنت میں ایسی شراب پلائی جائے گی جس میں زنجبیل ملی ہوگی۔ عرب کے لوگ زنجبیل کی خوشبو سے لطف اندوز ہونے کے لیے اسے شراب میں ملا کر پینا پسند کرتے تھے، یہ زنجبیل ملی شراب جنت میں ایک سلسبیل نامی چشمے سے جاری ہوگی، جس کی شراب نہایت لذیذ ہوگی۔

وَ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُورًا ﴿١٩﴾

''اور ان کے اردگرد لڑکے گھوم رہے ہوں گے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، جب تو انھیں دیکھے گا تو انھیں بکھرے ہوئے موتی گمان کرے گا۔''

یعنی جنتیوں کی مجلس میں خدمت کے لیے ایسے لڑکے گردش کرتے رہیں گے جن میں دو وصف نمایاں ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ وہ ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، کیونکہ خدمت کے لیے بڑی عمر کے آدمی کے بجائے بچے زیادہ مستعد اور موزوں ہوتے ہیں اور انھیں خدمت کے لیے کوئی کام کہنے میں حجاب نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ کہ وہ اتنے خوبصورت ہوں گے کہ جب تم انھیں آتے جاتے دیکھو گے تو گمان کرو گے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ ان کی خدمت کے لیے ہر طرف پھیلے ہوئے ہونے کو موتیوں کے بکھرنے سے تشبیہ دی ہے۔ یہ لڑکے کوئی الگ مخلوق ہوگی جو اللہ تعالیٰ اہل جنت کی خدمت کے لیے پیدا فرمائے گا، یا جنتیوں کے اپنے لڑکے ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ﴾ ''اور ان پر چکر لگاتے رہیں گے انھی کے لڑکے، جیسے وہ چھپائے ہوئے موتی ہوں۔'' [الطور : ٢٤]

وَ إِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَّ مُلْكًا كَبِيرًا ﴿٢٠﴾

''اور جب تو وہاں دیکھے گا تو نعمت ہی نعمت اور بہت بڑی بادشاہی دیکھے گا۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ جب جنت اور اہل جنت پر نگاہ ڈالیں گے تو وہاں لاتعداد نعمتیں اتنے وسیع و عریض علاقے میں پھیلی ہوئی دیکھیں گے کہ جس کی وسعتوں کا آپ اندازہ نہیں لگا پائیں گے۔ ہر جنتی کے لیے الگ الگ خوبصورت محلات و قصور، سرسبز و شاداب باغات، لذیذ ترین میوہ جات، بہتی نہریں، چہچہاتے پرندے اور خوب صورت حوریں ہوں گی اور ان کے اردگرد پھیلے ہوئے غلمان ہوں گے، جو خدمت کے لیے ان کے اشاروں کے منتظر رہیں گے اور ان تمام نعمتوں سے بڑی نعمت اہل جنت کو یہ ملے گی کہ ان کا رب ان سے راضی ہوگا۔ انھیں اس کا قرب حاصل ہوگا اور وہ جنت سے کبھی نہیں نکالے جائیں گے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے گروہ کے لوگ جو جنت میں جائیں گے، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ ان کے بعد جو لوگ جائیں گے ان کے چہرے آسمان پر

موتی کی طرح چمکنے والے ستاروں میں سے جو سب سے زیادہ روشن ستارہ ہوتا ہے اس جیسے روشن ہوں گے۔ ان کے دل ایک ہی آدمی کے دل کی طرح ہوں گے۔ ان میں باہم نہ بغض ہوگا اور نہ حسد۔ ان میں سے ہر ایک کو موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے دو بیویاں ملیں گی، حسن کی وجہ سے ان کی پنڈلی کا گودا گوشت اور ہڈیوں کے پیچھے سے دکھائی دے گا۔ وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں گے، نہ ان کو کوئی بیماری لاحق ہوگی، نہ ان کی ناک میں آلائش آئے گی اور نہ انھیں تھوک آئے گا۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن ''الوہ'' (یعنی عود ہندی) کا ہوگا اور ان کا پسینا مشک جیسا ہوگا۔'' [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة ...... الخ : ۳۲٤٦، ۳۲٥٤]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ سب سے آخر میں جو آدمی جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں بھیجا جائے گا، اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''جا جنت میں داخل ہو جا، میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو مثل دنیا کے ہے، بلکہ اس سے بھی دس گنا زیادہ۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار ...... الخ : ٦٥٧١]

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّ حُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾

''ان کے اوپر باریک ریشم کے سبز کپڑے اور گاڑھا ریشم ہوگا اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انھیں نہایت پاک شراب پلائے گا۔''

اہل جنت ایسے لباس زیب تن کیے ہوں گے جو سبز باریک ریشم کے بنے ہوں گے اور کچھ دوسرے دبیز ریشم کے بنے ہوں گے اور وہ چاندی کے کنگن پہنے ہوں گے۔ اہل جنت کو ان کا رب ایک دوسری قسم کی شراب بھی پلائے گا، جو نہایت پاک ہوگی، یعنی وہ نہ دنیا کی شراب کی مانند ناپاک ہوگی اور نہ اس میں کسی قسم کی کثافت و کدورت ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۭ وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾ [الحج : ۲۳] ''بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، انھیں اس میں کچھ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی بھی اور ان کا لباس اس میں ریشم ہوگا۔''

سیدنا عبد اللہ بن قیس اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(جنتوں میں) دو باغ ایسے ہیں کہ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب چاندی کا ہے اور دو باغ ایسے ہیں کہ ان کے برتن اور ان میں جو کچھ ہے سونے کا ہے۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ وجوه يومئذ ناضرة ، إلى ربها ناظرة ﴾ : ٧٤٤٤]

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ ع ۲۲ ۱۹

”بلاشبہ یہ تمھارے لیے ہمیشہ کا بدلہ ہے اور تمھاری کوشش ہمیشہ قدر کی ہوئی ہے۔“

یعنی جب اہل جنت ان تمام نعمتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور ان سے لطف اندوز ہونے لگیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ یہ سب کچھ تمھارے ایمان وتقویٰ کا بدلہ ہے اور تمھارے عمل صالح کو اللہ نے ضائع نہیں کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴾ [الحآقة : ۲٤] ”کھاؤ اور پیو مزے سے، ان اعمال کے عوض جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آگے بھیجے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٤٣] ”اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔“

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾

”یقیناً ہم نے ہی تجھ پر یہ قرآن اتارا، تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا۔ پس اپنے رب کے فیصلے تک صبر کر اور ان میں سے کسی گناہ گار یا بہت ناشکرے کا کہنا مت مان۔ اور اپنے رب کا نام صبح اور پچھلے پہر یاد کیا کر۔ اور رات کے کچھ حصہ میں پھر اس کے لیے سجدہ کر اور لمبی رات تک اس کی تسبیح کیا کر۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قرآن کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے اور اسے آپ نے نہیں گھڑا ہے، جیسا کہ مشرکین آپ پر اتہام دھرتے ہیں۔ اس لیے آپ اپنے رب کی پیغامبری کی ذمہ داری کو قبول کیجیے اور اسے بے کم و کاست لوگوں تک پہنچائیے۔ مشرکین قریش میں سے ابوجہل اور عتبہ بن ربیعہ جیسے گناہ گاروں اور ولید بن مغیرہ جسے نافرمانوں اور ناشکروں کی بات نہ مانیے اور اپنی دعوت کو لے کر آگے بڑھتے رہیے۔ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے، تسبیح و ذکر میں مشغول رہیے اور ہاتھ پھیلا کر اس کے سامنے گریہ وزاری کیجیے۔ راتوں کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھیے اور دیر تک اپنے رب کی پاکی بیان کرتے رہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴾ [قٓ : ٤٠] ”اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کی تسبیح کر اور سجدے کے بعد کے اوقات میں بھی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾ [بني إسرائيل : ۷۹] ”اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہ، اس حال میں کہ تیرے لیے زائد ہے۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴾ [المزمل : ۱ تا ٤] ”اے کپڑے

میں لپٹنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑا۔ آدھی رات (قیام کر)، یا اس سے تھوڑا سا کم کر لے۔ یا اس سے زیادہ کر لے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو (اتنا طویل) قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پھٹنے لگتے۔ میں عرض کرتی، اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف فرما دی ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کیا پھر میں شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں؟" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر ...... الخ ﴾ : ۴۸۳۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل رات کی نماز ہے۔" [مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم : ۱۱۶۳]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "صرف دو آدمی ہی قابل رشک ہیں، ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا (اسے حفظ کرنے کی توفیق دی) اور وہ اس کے ساتھ دن اور رات کے اوقات میں قیام کرتا ہے اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور وہ اسے دن اور رات کے اوقات میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتا ہے۔" [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن و یعلمہ ...... الخ : ۸۱۵]

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ يَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾

"یقیناً یہ لوگ جلد ملنے والی چیز سے محبت کرتے ہیں اور ایک بھاری دن کو اپنے پیچھے چھوڑ رہے ہیں۔"

کفارِ مکہ اور دیگر کافروں کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ یہ لوگ دنیا کے عارضی فائدوں کو پسند کرتے ہیں اور انھی کے حصول کے لیے ان کی ساری تگ و دو ہے جبکہ قیامت کے دن کی ہولناکیوں کو بھول بیٹھے ہیں۔ دنیا کی طرف ایسی دوڑ لگا رہے ہیں کہ آخرت کی طرف پیچھے مڑ کر دیکھتے بھی نہیں، گویا کہ دنیا کے حصول ہی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور انھیں موت نہیں آئے گی۔

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [ھود : ۱۵، ۱۶] "جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو ہم انھیں ان کے اعمال کا بدلہ اسی (دنیا) میں پورا دے دیں گے اور اس (دنیا) میں ان سے کمی نہ کی جائے گی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہو گیا جو کچھ انھوں نے اس میں کیا اور بے کار ہے جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔"

وَ يَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا : قیامت کو بھاری دن اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ بہت ہولناک دن ہو گا، جیسا کہ

ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ١ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [الحج : ١، ٢] ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔“

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْ١ۚ وَ اِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَاۤ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا۝۲۸

”ہم نے ہی انھیں پیدا کیا اور ہم نے ان (کے اعضا) کا بندھن مضبوط باندھا اور ہم جب چاہیں گے بدل کر ان جیسے اور لوگ لے آئیں گے، بدل کر لانا۔“

یعنی ہم نے ان کے اعضا کا بندھن مضبوطی سے باندھا ہے، ہڈیوں اور پٹھوں کے جوڑ نہایت مضبوط بنائے ہیں، یعنی یہ لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو عقل کے خلاف سمجھتے ہیں، لیکن اتنا نہیں سوچتے کہ ہم نے ہی انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے، ان کے نرم و نازک رگ و ریشے، گوشت پوست، جوڑوں اور ہڈیوں کو مضبوطی سے باندھ دیا تو ہم دوبارہ انھیں کیوں زندہ نہیں کر سکتے؟ ہم تو جب چاہیں انھیں ختم کر کے ان کی جگہ ان جیسے اور لوگ لا سکتے ہیں تو ان کا بنانا ہمیں کیا مشکل ہے؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَ يَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ١ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴾ [النساء : ١٣٣] ”اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اے لوگو! اور کچھ دوسروں کو لے آئے اور اللہ ہمیشہ سے اس پر پوری طرح قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ١ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍۙ۝ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴾ [إبراھیم : ١٩، ٢٠] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر ہرگز کچھ مشکل نہیں۔“

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ١ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا۝۲۹ وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًاۗۖ۝۳۰

”یقیناً یہ ایک نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف (جانے والا) راستہ اختیار کر لے۔ اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، یقیناً اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے عبرتوں اور نصیحتوں سے بھری ہوئی اس سورت کے آخر میں فرمایا کہ مذکورہ بالا آیتیں عبرتوں سے پر

ہیں، اب جو چاہے ایمان و بندگی کی راہ پر چل کر اپنے رب کو راضی کر لے، تاکہ آخرت میں سرخرو ہو اور عذاب نار سے بچ جائے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ لوگو! صراطِ مستقیم پر چلنے کی تمھاری مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے، یعنی جب اللہ تعالیٰ تمھیں ہدایت دینا چاہے گا اور تمھیں خیر کی توفیق دے گا، تبھی تم اس راہ پر چل سکو گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [التکویر : ۲۹] ”اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، جو سب جہانوں کا رب ہے۔“

سیدہ قتیلہ رضی اللہ عنہا، جو قبیلہ جہینہ کی ایک عورت ہیں، بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا، تم اللہ کا شریک بناتے ہو اور تم اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ تم کہتے ہو جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں اور تم کہتے ہو کعبہ کی قسم! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ایمان والوں کو حکم دیا کہ جب وہ قسم کھایا کریں تو اس طرح کہا کریں: ”کعبہ کے رب کی قسم!“ اور ہر شخص کو چاہیے کہ اس طرح کہے ”جو اللہ چاہے پھر جو آپ چاہیں۔“ [نسائی، کتاب الأیمان والنذور، باب الحلف بالکعبۃ : ۳۸۰۴]

ع ۲۰

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۟۳۱

”وہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ظالم لوگ، اس نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔“

فرمایا کہ وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے، اس کی مشیت میں کوئی دخل انداز نہیں ہو سکتا اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا : یہاں ظالموں سے مراد مشرک ہیں، کیونکہ سب سے بڑے ظالم وہی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ”بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔“

سورة المرسلٰت مكية

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم منیٰ کی ایک غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ پر سورۂ مرسلات نازل ہوئی اور آپ اس کی تلاوت کرنے لگے اور میں آپ کی زبان سے اسے سیکھنے لگا، ابھی آپ نے تلاوت ختم بھی نہیں کی تھی کہ اتنے میں ایک سانپ نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے ماردو۔'' ہم لوگ اسے قتل کرنے کے لیے دوڑے، لیکن وہ بھاگ گیا، تو آپ نے فرمایا: ''وہ تمھاری برائی سے بچا لیا گیا، جس طرح تم اس کی برائی سے بچا لیے گئے۔'' [بخاری، كتاب جزاء الصيد، باب ما يقتل المحرم من الدواب : ١٨٣٠ ۔ مسلم، كتاب السلام، باب قتل الحيات وغيرها : ٢٢٣٤]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے انھیں سورۂ مرسلات پڑھتے ہوئے سنا تو کہا، بیٹا! تم نے یہ سورت پڑھ کر مجھے یاد دلا دیا کہ یہ وہ آخری سورت ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی، آپ نے اسے نماز مغرب میں تلاوت فرمایا تھا۔ [بخاری، كتاب الأذان، باب القراءة فى المغرب : ٧٦٣ ۔ مسلم، كتاب الصلاة، باب القراءة فى الصبح : ٤٦٢]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَ الْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّ النّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ

ذِكْرًا ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾

''قسم ہے ان (ہواؤں) کی جو جانے پہچانے معمول کے مطابق چھوڑی جاتی ہیں! پھر جو تند ہو کر تیز چلنے والی ہیں! اور جو (بادلوں کو اٹھا کر) پھیلا دینے والی ہیں! خوب پھیلانا۔ پھر جو (انھیں) پھاڑ کر جدا جدا کر دینے والی ہیں! پھر جو (دلوں میں) یاد (الٰہی) ڈالنے والی ہیں! عذر کے لیے، یا ڈرانے کے لیے۔ بے شک تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جاتا ہے یقیناً ہو

کر رہنے والی ہے۔“

ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ ان پانچ صفات والی ہواؤں میں زبردست شہادت ہے کہ قیامت، جس کا وعدہ دیا جاتا ہے، ضرور آنے والی ہے۔ آپ دیکھیں کہ ہوائیں کبھی نرم رفتار سے چلتی ہیں، کبھی تند و تیز ہو کر آندھیاں بن جاتی ہیں، پھر بادلوں کو اٹھا کر لاتی اور پھیلا دیتی ہیں، پھر ان کے قطعے جدا جدا کر کے بارش برسانا شروع کر دیتی ہیں، لیکن کہیں ایک قطرہ برسائے بغیر آگے گزر جاتی ہیں۔ ہواؤں کے یہ مختلف اطوار کبھی آہستہ چلنا، کبھی تند و تیز آندھی بن جانا، پھر بادلوں کو اٹھانا، انھیں پھیلا کر برسانا اور منتشر کر دینا اور کہیں خوفناک طوفان کی صورت میں عذاب بن کر آنا وغیرہ، یہ سب کچھ دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آ جاتا ہے۔ اسی طرح یہ ہوائیں اللہ کی طرف توجہ مبذول کرواتی ہیں، کبھی ترغیب کے ساتھ اور کبھی ترہیب کے ساتھ۔ ہوائیں اگر خوش گوار اور نفع بخش ہیں تو اللہ کی نعمت ہیں اور ان کا اثر بندے پر یہ پڑنا چاہیے کہ وہ شکر ادا کرے اور اپنے عمل کی کوتاہی کا عذر پیش کرے اور اگر اس کے برعکس خوفناک طوفان اور بجلیوں کی صورت میں ہیں تو ان کا اثر بندے پر یہ ہونا چاہیے کہ وہ ڈر کر گناہوں سے توبہ کی طرف متوجہ ہو۔ ان مختلف اطوار والی ہواؤں کو پیدا کرنے والے اور ان کا بندوبست کرنے والے پروردگار کے لیے قیامت برپا کرنا اور تمام فوت شدہ لوگوں کو زندہ کر کے باز پرس کرنا کون سا مشکل کام ہے۔

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝ وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝

”پس جب ستارے مٹا دیے جائیں گے۔ اور جب آسمان کھولا جائے گا۔ اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں گے۔ اور جب (وہ وقت آ جائے گا) جو رسولوں کے ساتھ مقرر کیا گیا۔“

جب قیامت واقع ہو جائے گی تو ستارے بکھر جائیں گے اور اپنی روشنی کھو دیں گے۔ آسمان پھٹ جائیں گے اور اس کے اطراف و جوانب جھک جائیں گے۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور غبار بن کر فضا میں اڑنے لگیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴾ [طٰہٰ : ١٠٥] ”اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴾ [الکہف : ٤٧] ”اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم انھیں اکٹھا کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔“

اس دن انبیاء و رسل کے لیے مقرر کیا ہوا وقت آ جائے گا، تاکہ ان کے اور ان کی امتوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔

لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

”(یہ سب چیزیں) کس دن کے لیے مؤخر کی گئی ہیں؟ فیصلے کے دن کے لیے۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔“

انبیاء و رسل کے لیے فیصلے کا مقرر کیا ہوا وقت ایک بہت ہی ہیبت ناک اور خطرناک دن تک مؤخر کر دیا گیا ہے۔ یہ وہ دن ہوگا جب کافروں کو رسوا کیا جائے گا اور وہ شدید عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے، جبکہ اس کے برعکس مومنوں کی تکریم ہوگی اور انھیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس دن آخرت سے متعلق وہ تمام باتیں کھل کر سامنے آ جائیں گی جن سے انبیاء اپنی قوموں کو ڈرایا کرتے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اس فیصلے کے دن کو جھٹلاتے ہیں، ان کے لیے اس دن ہلاکت و بربادی ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ [المطففين : ١٠، ١١] ”اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔“

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٦ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝١٧ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝١٨ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٩

”کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا؟ پھر ہم ان کے پیچھے دوسروں کو بھیجتے رہتے ہیں۔ ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔“

قوم نوح سے لے کر فرعون تک کے لوگوں کو اولین فرمایا اور زمانۂ رسول ﷺ اور اس کے بعد کے لوگوں کو آخرین فرمایا۔ پہلے لوگوں کی بربادی کا سبب بھی یہ تھا کہ وہ آخرت پر یقین نہیں رکھتے تھے اور اس دنیا کی زندگی ہی کو اصل زندگی سمجھتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ آخر کار تباہ و برباد ہو گئے، قیامت کے دن ایسے لوگوں پر جو ہلاکت آئے گی، وہ اس دنیاوی بربادی کے علاوہ ہے اور ان کی اصل بربادی کا دن وہی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴾ [الرعد : ٣٤] ”ان کے لیے ایک عذاب دنیا کی زندگی میں ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور انھیں اللہ سے کوئی بھی بچانے والا نہیں۔“

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝٢٠ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝٢١ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝٢٢ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝٢٣ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٢٤

”کیا ہم نے تمھیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے ایک مضبوط ٹھکانے میں رکھا۔ ایک معلوم اندازے تک۔ پس ہم نے اندازہ کیا تو ہم اچھے اندازہ کرنے والے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، لوگو! کیا ہم نے تمھیں حقیر پانی کے ایک قطرہ سے پیدا نہیں کیا؟ ہم نے اس قطرے کو رحم مادر تک پہنچایا، جہاں جا کر وہ قرار پا گیا اور ایک مدت معلوم تک ٹھہرا رہا، یہاں تک کہ وہ ایک مکمل ذی روح بچہ بن کر رحم مادر سے باہر نکل آنے کے قابل بن گیا۔ اللہ نے فرمایا، وہ اللہ کی ذات ہے جس نے اس قطرۂ منی کو رحم کی تاریکیوں میں مختلف مراحل سے گزارا اور اس میں روح پھونک کر اسے باہر نکالا، وہ برحق اللہ بڑا ہی زبردست قدرت والا ہے اور وہی تمام تعریفوں کا تنہا حق دار ہے۔ اس لیے ہلاکت و بربادی ہے ان مجرموں کے لیے جو اللہ کے قادر مطلق اور علام الغیوب ہونے کا انکار کرتے ہیں، یا اس بارے میں شبہ کرتے ہیں کہ وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

سیدنا بسر بن جحاش القرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہتھیلی پر اپنا لعاب ڈالا اور انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! بھلا تو مجھے کیا عاجز کر سکے گا، میں نے تو تجھے اس جیسی (حقیر) چیز سے پیدا کیا ہے۔“ [مسند أحمد : ٤/ ٢١٠، ح : ١٧٨٦٠۔ ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب النهي عن الإمساك في الحيوة وتبذير عند الموت : ٢٧٠٧]

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّ جَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾

”کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟ زندوں کو اور مردوں کو۔ اور ہم نے اس میں بلند پہاڑ بنائے اور ہم نے تمھیں نہایت میٹھا پانی پلانے کے لیے دیا۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔“

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بعض نعمتیں یاد دلائی ہیں، جن کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے رب کا شاکر و ذاکر بندہ بنتا۔ اللہ نے فرمایا، لوگو! کیا ہم نے زمین کو تمھارے زندوں اور مُردوں کے لیے جائے سکونت نہیں بنایا ہے؟ تمھارے زندے زمین پر بنے منازل و مساکن میں پناہ لیتے ہیں اور تمھارے مُردہ افراد کو زمین اپنے اندر جگہ دیتی ہے۔ جس طرح محلات و قصور اللہ کی نعمت ہیں، اسی طرح قبریں بھی اللہ کی نعمت ہیں کہ جن میں مُردے دفن کر دیے جاتے ہیں، تاکہ جانور اور دوسری چیزیں ان کی اہانت نہ کریں۔

آگے فرمایا، لوگو! کیا ہم نے زمین پر بڑے اونچے پہاڑوں کے کھونٹے نہیں گاڑ دیے، تاکہ اس میں حرکت نہ پیدا ہو اور تم اس پر بآسانی زندگی گزار سکو؟ کیا ہم نے تمھیں میٹھا صاف پانی نہیں پلایا؟ ان تمام سوالوں کا جواب ایک ہے کہ ہاں! یقیناً یہ ساری نعمتیں اللہ کی دی ہوئی ہیں۔ تو پھر اے کافرو! تم کیوں اللہ کی نعمتوں کو جھٹلاتے ہو؟ کیوں اس کے رسول اور اس کی کتاب کی تکذیب کرتے ہو؟ یاد رکھو کہ قیامت کے دن ہلاکت و بربادی ہے ایسے جھٹلانے والوں کے لیے۔

اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾

لَّا ظَلِيلٍ وَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾

’’اس چیز کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے تھے۔ایک سائے کی طرف چلو جو تین شاخوں والا ہے۔نہ سایہ کرنے والا ہے اور نہ وہ شعلے سے کسی کام آتا ہے۔بلاشبہ وہ (آگ) محل جیسے شرارے پھینکے گی۔جیسے وہ زرد اونٹ ہوں۔اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

جو لوگ دنیا کی زندگی میں آخرت اور عذابِ نار کو جھٹلاتے تھے،تو قیامت کے دن ان سے جہنم پر مامور فرشتے کہیں گے کہ جس جہنم کی تم تکذیب کرتے تھے اس میں داخل ہو جاؤ۔تم لوگ جہنم کے دھویں کے اس سائے کی طرف بڑھتے چلے جاؤ جو اوپر اٹھتا چلا گیا ہے اور اوپر جا کر اپنی شدت کی وجہ سے تین مہیب شاخوں میں بٹ گیا ہے۔وہ سایہ کسی درخت یا دیوار کے سائے کی مانند نہیں ہوگا، جو آدمی کو دھوپ کی تمازت سے بچاتا ہے، اس لیے وہ جہنمی کو آگ کی تمازت سے نہیں بچائے گا۔وہ آگ ایسی ہوگی جس سے محلات وقصور کی مانند عظیم انگارے چھوٹتے رہیں گے۔جو اپنی سیاہی اور زردی کی وجہ سے زردی مائل کالے اونٹوں کی مانند ہوں گے،یعنی وہ انگارے نہایت ہی ہیبت ناک ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ﴾ [الزمر: ۱۶] ’’ان کے لیے ان کے اوپر سے آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی سائبان ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ﴾ [الأعراف: ٤١] ’’ان کے لیے جہنم ہی کا بچھونا اور ان کے اوپر کے لحاف ہوں گے۔‘‘

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہلاکت و بربادی ہے ان کے لیے جو دنیا میں روزِ آخرت، جنت، جہنم اور اللہ کے رسول اور اس کے قرآن کی تکذیب کرتے ہیں۔

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾

’’یہ دن ہے کہ وہ نہیں بولیں گے۔اور نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر کریں۔اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

فرمایا کہ جھٹلانے والے لوگ قیامت کے دن نہ بولیں گے اور نہ انھیں عذر کرنے کی اجازت ہوگی۔جب کہ قرآن میں دوسرے مقامات پر مذکور ہے کہ وہ اپنے عذر پیش کریں گے۔حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ایک طویل دن ہے۔وقوعِ قیامت کے وقت وہ ہیبت سے بول نہیں سکیں گے، پھر اپنی جانیں بچانے کے لیے جھوٹے عذر پیش کرنے لگیں گے، بلکہ اپنے مجرم ہونے ہی سے انکار کر دیں گے۔قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم نے کبھی شرک نہیں

کیا اور مطالبہ کریں گے کہ ہمارے خلاف کوئی ثبوت ہو تو پیش کیا جائے۔ جب ان کے اعمال نامے پیش ہوں گے، ان کو حق پہنچانے والوں کی شہادتیں پیش ہوں گی اور زبانوں پر مہر لگا کر انھی کے اعضا کی گواہی پیش کر دی جائے گی، تو پھر ان کا بولنا بند ہو جائے گا اور اب اجازت نہیں ہو گی کہ خواہ مخواہ عذر گھڑتے جائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴾ [النبا : ۳۷] ’’(اس رب کی طرف سے) جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے، بے حد رحم والا، وہ اس سے کوئی بات کرنے کی قدرت نہیں رکھیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ﴾ [ھود : ۱۰۵] ’’جس دن وہ (وقت) آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا بات نہیں کرے گا، پھر ان میں سے کوئی بد بخت ہوگا اور کوئی خوش قسمت۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۱۱] ’’جس دن ہر شخص اس حال میں آئے گا کہ اپنی طرف سے جھگڑ رہا ہوگا اور ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کیا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔‘‘

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾ ع ۲۱

’’یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمھیں اور پہلوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ تو اگر تمھارے پاس کوئی خفیہ تدبیر ہے تو میرے ساتھ کر لو۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

یہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خطاب فرمائے گا کہ اس نے اپنی قدرت کے ساتھ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کر دیا ہے، اب اگر تم کوئی چال چل سکتے ہو تو میرے خلاف چلو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ ہے کہ اگر تم اپنے آپ کو میرے قبضے سے چھڑا سکتے ہو اور میرے حکم سے بچ سکتے ہو تو زور لگا لو، مگر تم ایسا نہیں کر سکتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴾ [الرحمٰن : ۳۳] ’’اے جن و انس کی جماعت! اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا نہیں نکلو گے۔‘‘

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! (نہ تو تمھیں نفع پہنچانے کا اختیار ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا) نہ تم میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو اور نہ تم مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو۔‘‘ [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٥﴾

’’یقیناً پرہیز گار لوگ اس دن سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اور پھلوں میں، جس قسم میں سے وہ چاہیں گے۔ مزے سے کھاؤ اور پیو، اس کے عوض جو تم کیا کرتے تھے۔ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو لوگ اللہ کی گرفت سے ڈرتے ہوئے فرائض کو ادا کرتے ہیں اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں تو وہ گھنے درختوں کے سایوں میں ہوں گے اور ان درختوں کے درمیان سے نہریں جاری ہوں گی۔ وہ جن پھلوں کی خواہش کریں گے انھیں اپنے سامنے پائیں گے۔ ان کی غایت تکریم کے لیے اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ تم لوگ دنیا میں کیے گئے اپنے اعمال صالحہ کے بدلے جو چاہو کھاؤ اور پیو اور راحت و آسائش کی زندگی گزارو۔ ہم ڈرنے والوں اور ایمان و عمل صالح والی زندگی گزارنے والوں کو ایسا ہی اچھا بدلہ دیتے ہیں۔ بیٹھنے کے لیے سایہ دار مقامات ہوں گے، پینے کے لیے چشمے ہوں اور کھانے کے لیے پھل اور میوے ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴾ [الذاريات : ١٥، ١٦] ’’بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۙ فٰكِهِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۙ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴾ [الطور : ١٧ تا ٢٠] ’’بے شک متقی لوگ باغوں اور بڑی نعمت میں ہیں۔ لطف اٹھانے والے اس سے جو ان کے رب نے انھیں دیا اور ان کے رب نے انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا لیا۔ کھاؤ اور پیو خوب مزے سے، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جو قطاروں میں بچھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیا، جو بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴾ [محمد : ١٥] ’’اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا اور کئی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور کئی نہریں خوب صاف کیے ہوئے شہد کی ہیں اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے بڑی بخشش ہے۔ (کیا یہ متقی لوگ) ان جیسے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں اور جنھیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، تو وہ ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔‘‘

كُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٧﴾

’’(اے جھٹلانے والو!) تھوڑا سا کھالو اور فائدہ اٹھا لو، یقیناً تم مجرم ہو۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

مشرکین مکہ سے بطور دھمکی کہا جا رہا ہے کہ اے مجرمو! کھاؤ پیو اور تھوڑے دن کے لیے خوب عیش کر لو، عنقریب تم اپنے انجام کو پہنچنے والے ہو۔ چنانچہ اکثر سردارانِ قریش میدان بدر میں مارے گئے اور قیامت کے دن ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ہلاکت و بربادی ہو گی ان کے لیے جو اللہ، اس کے رسول، اس کی کتاب اور روزِ آخرت کو جھٹلاتے ہیں۔

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴾ [لقمان : ٢٤] ’’ہم انھیں تھوڑا سا سامان دیں گے، پھر انھیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ [یونس : ٧٠] ’’دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔‘‘

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھک جاؤ تو وہ نہیں جھکتے۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

ان مشرکین مکہ سے جب کہا جاتا تھا کہ تم لوگ دینِ حق کو قبول کر لو، اللہ کے لیے نماز پڑھو اور اس کے لیے خشوع و خضوع اختیار کرو، تو ان کی گردنیں اکڑ جاتی تھیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ہلاکت و بربادی ہو گی اس دن ان جیسوں کے لیے جو اللہ، اس کے رسول، اس کی کتاب اور روزِ آخرت کو جھٹلاتے ہیں۔

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع ٢/٢٢

’’پھر اس کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار قریش نے جب اس قرآن کو جھٹلا دیا ہے کہ جس کے اللہ کی کتاب ہونے کے دلائل روزِ روشن کی طرح واضح ہیں، تو پھر وہ کس کتاب پر ایمان لائیں گے؟ یعنی اگر وہ اس کتاب پر ایمان نہیں لائیں گے تو کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہیں گے، یہاں تک کہ موت انھیں آ دبوچے گی اور ہمیشہ کے لیے جہنم رسید ہو جائیں گے۔ ایک انسان کی اس سے بڑھ کر کیا بدنصیبی ہو سکتی ہے کہ اس کی موت کفر پر ہو اور مرنے کے بعد اس کا ٹھکانا جہنم ہو؟

سورۃ النبا مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ۙ﴿۲﴾

''کس چیز کے بارے میں وہ آپس میں سوال کر رہے ہیں؟ (کیا) اس بڑی خبر کے بارے میں؟''

اس سورت میں قیامت کے حق ہونے کے دلائل اور اس کے کچھ احوال بیان کیے گئے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے توحید و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت کے ساتھ ساتھ یہ بتایا کہ ایک دن تمھیں زندہ ہو کر اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور تمام نیک و بد اعمال کی جزا ملنی ہے، تو سننے والوں نے آپس میں سوال شروع کر دیے کہ کیا واقعی قیامت ہوگی؟ آیا یہ ممکن بھی ہے؟ پھر وہ قیامت کس طرح ہوگی؟ وغیرہ، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ : قیامت سے متعلق ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک بڑی آفت ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ ۝ یَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَ تَرَی النَّاسَ سُكٰرٰی وَ مَا هُمۡ بِسُكٰرٰی وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیۡدٌ ﴾ [الحج : ۱، ۲] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ یَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرۡسٰهَا ؕ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ رَبِّیۡ ۚ لَا یُجَلِّیۡهَا لِوَقۡتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ لَا تَاۡتِیۡكُمۡ اِلَّا بَغۡتَةً ؕ یَسۡـَٔلُوۡنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنۡهَا ؕ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴾ [الأعراف : ۱۸۷] ''وہ تجھ سے

قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اس کا قیام کب ہوگا؟ کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں جیسے تو اس کے بارے میں خوب تحقیق کرنے والا ہے۔ کہہ دے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ﴿۳﴾

"وہ کہ جس میں وہ اختلاف کرنے والے ہیں۔"

اس میں اختلاف یہ ہے کہ کوئی تو مانتا ہی نہیں کہ قیامت ہوگی، کوئی شک کا اظہار کرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ ہو سکتے ہیں؟ یہ تو عقل کے خلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے جسم زندہ نہیں ہوں گے، سب خوشی اور غم روح پر ہی گزرے گا، وغیرہ وغیرہ۔

كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾

"ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔ پھر ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔"

قیامت کے بارے میں پوچھنے والے وہ کفار تھے جو اس کا انکار کرتے تھے۔ اس لیے کہ ان دونوں آیتوں میں موجود دھمکی اور شدید وعید صرف کافروں کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی روح نکلتے وقت تکذیب قیامت اور انکار توحید وسنت کا انجام اچھی طرح جان لیں گے۔ جب اپنی قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور جہنم کی طرف بھیجے جائیں گے تو انھیں اپنے کفر وانکار کا نتیجہ خوب معلوم ہو جائے گا۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿۶﴾ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿۷﴾ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴿۸﴾ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿۹﴾ وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾

"کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا۔ اور پہاڑوں کو میخیں۔ اور ہم نے تمھیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور ہم نے تمھاری نیند کو (باعث) آرام بنایا۔ اور ہم نے رات کو لباس بنایا۔ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، لوگو! کیا ہم نے تمھارے لیے زمین کو فرش نہیں بنایا ہے، جس پر تم کھیتی باڑی کرتے ہو، آرام سے زندگی گزارتے اور اس پر موجود راستوں پر چل کر دور دراز کے سفر کرتے ہو؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۱۰] "وہ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں تمھارے لیے راستے بنائے، تاکہ تم راہ پاؤ۔"

آگے فرمایا کہ کیا ہم نے پہاڑوں کو زمین کے لیے کھونٹا نہیں بنایا، تاکہ اس میں حرکت پیدا نہ ہو اور تم اس پر راحت و سکون کے ساتھ زندگی بسر کر سکو؟ زمین کو ثابت و ساکن رکھنے کے لیے پہاڑوں کی حیثیت وہی ہے جو خیموں کے لیے لکڑیوں کی ہوتی ہے۔ ورنہ زمین اپنے داخلی مادوں میں جوش و خروش کی وجہ سے ہر وقت ہلتی رہتی اور مخلوق اس پر زندگی نہ گزار سکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْهٰرًا ؕ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الرعد : ٣] ''اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور ندیاں بنائیں اور اس میں تمام پھلوں میں سے ایک ایک جوڑا دو، دو قسم کا بنایا، وہ رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔''

آگے فرمایا کہ ہم نے تمھیں مذکر و مؤنث بنایا ہے، تاکہ تمھارے درمیان انس و محبت پیدا ہو اور زندگی کے مسائل حل کرنے اور نسل انسانی کی افزائش اور اس کی تعلیم و تربیت میں تم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ تخلیق انسانی اور ان کا مذکر و مؤنث ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے علم اور اس کی حکمت و رحمت کے مظاہر ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ [النساء : ١] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔''

آگے فرمایا کہ ہم نے تمھارے لیے نیند کو راحت و سکون کا سبب بنایا ہے۔ اگر نیند نہ آتی تو آدمی کا بدن تھک کر چور ہو جاتا، اس کا سکون چھن جاتا اور اسے جنون لاحق ہو جاتا۔ نیند اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس کے ذریعے سے آدمی کی کھوئی ہوئی طاقت واپس آ جاتی ہے اور وہ تازہ دم ہو کر دوبارہ کاروبار حیات میں سرگرم ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴾ [الروم : ٢٣] ''اور اس کی نشانیوں میں سے تمھارا دن اور رات میں سونا اور تمھارا اس کے فضل سے (حصہ) تلاش کرنا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔''

آخر میں فرمایا کہ ہم نے رات کو تمھارے لیے لباس بنایا ہے، جس طرح لباس آدمی کے جسم کو ڈھانپ لیتا ہے، اسی طرح رات کی تاریکی اسے ڈھانپ لیتی ہے اور اسے سکون و راحت پہنچاتی ہے۔ ہم نے ہی دن کو تلاش معاش کا وقت بنایا ہے، انسان دن کی روشنی میں اپنی اور اپنے بال بچوں کی روزی حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں چلاتا ہے، ایک جگہ

سے دوسری جگہ جاتا ہے اور مشاغل زراعت وتجارت میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ پھر رات آجاتی ہے۔ یہ تمام چیزیں باری تعالیٰ کی قدرت، اس کے علم اور اس کی حکمت ورحمت کے مظاہر ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾ [يونس : ٦٧] ''وہی ہے جس نے تمھارے لیے رات بنائی، تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن۔ بے شک اسی میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔''

وَ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۪ۙ﴿۱۳﴾ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۙ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ؕ﴿۱۶﴾

''اور ہم نے تمھارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے۔ اور ہم نے ایک بہت روشن گرم چراغ بنایا۔ اور ہم نے بدلیوں سے کثرت سے برسنے والا پانی اتارا۔ تاکہ ہم اس کے ساتھ غلہ اور پودے اگائیں۔ اور گھنے باغات۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مزید مظاہر قدرت بیان کرتے ہوئے فرمایا، لوگو! ہم نے تمھارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں جن کی ساخت بہت ہی محکم اور مضبوط ہے۔ زمانے کی گردش ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ جب سے اللہ نے انھیں بنایا ہے، اب تک ان میں کوئی سوراخ یا شگاف پیدا نہیں ہوا ہے۔ جوں کے توں ہیں اور رہیں گے، یہاں تک کہ جب قیامت آئے گی تو وہ اللہ کے حکم سے زوال پذیر ہو جائیں گے۔

ہم ہی نے آفتاب کو پیدا کیا ہے جو دنیا والوں کو دن میں روشنی دیتا ہے۔ اس میں تمازت وحرارت ہے، جس کے سبب پھل پکتے ہیں اور دیگر کئی منافع ہیں۔ ہم بادلوں سے موسلا دھار بارش برساتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعے سے گیہوں، جو، باجرہ، چاول اور دیگر دانے نکالیں جنھیں انسان کھاتے ہیں اور ان پودوں کو نکالیں جنھیں ان کے مویشی کھاتے ہیں اور گھنے درختوں کو پیدا کریں جن کی ڈالیاں آپس میں گتھی ہوتی ہیں اور جن سے مختلف الانواع پھل پیدا ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ يَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ [الأنعام : ٩٩] ''اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَهُوَ

ﯼ یُرۡسِلُ الرِّیٰحَ بُشۡرًۢا بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتۡ سَحَابًا ثِقَالًا سُقۡنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنۡزَلۡنَا بِهِ الۡمَآءَ
ٔخۡرَجۡنَا بِهٖ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ کَذٰلِکَ نُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰی لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ﴾ [الأعراف : ٥٧] ''اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی
ت سے پہلے بھیجتا ہے، اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل اٹھاتی ہیں تو ہم
ے کسی مُردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، پھر اس سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے
۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

یَوۡمَ الۡفَصۡلِ کَانَ مِیۡقَاتًا ﴿۱۷﴾ یَّوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ فَتَاۡتُوۡنَ اَفۡوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ
فَکَانَتۡ اَبۡوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّ سُیِّرَتِ الۡجِبَالُ فَکَانَتۡ سَرَابًا ﴿۲۰﴾

یقیناً فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے۔ جس دن صور میں پھونکا جائے گا، تو تم فوج در فوج چلے آؤ گے۔ اور آسمان کھولا
ئے گا تو وہ دروازے ہو جائے گا۔ اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب بن جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مخلوق کے درمیان فیصلے کا دن اللہ کی جانب سے سب کے لیے مقرر ہے، اس دن اللہ کے
ے کے مطابق سب اپنے اعمال کا ثواب اور عقاب پائیں گے۔ یہ وہ دن ہو گا جب اسرافیل دوسرا صور پھونکیں گے، تو
م روحیں اپنے جسموں میں لوٹ جائیں گی اور لوگ میدانِ محشر کی طرف مختلف جماعتوں اور گروہوں کی شکل میں دوڑ
یں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ ۘ یَوۡمَ یَدۡعُ الدَّاعِ اِلٰی شَیۡءٍ نُّکُرٍ ۙ خُشَّعًا اَبۡصَارُهُمۡ یَخۡرُجُوۡنَ
نَ الۡاَجۡدَاثِ کَاَنَّهُمۡ جَرَادٌ مُّنۡتَشِرٌ ۙ مُّهۡطِعِیۡنَ اِلَی الدَّاعِ ؕ یَقُوۡلُ الۡکٰفِرُوۡنَ هٰذَا یَوۡمٌ عَسِرٌ ﴾ [القمر : ٦ تا ٨] ''سو ان
ے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے
یں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے
بڑا مشکل دن ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دونوں صور پھونکے جانے کی درمیانی مدت چالیس
گی۔'' لوگوں نے پوچھا، کیا اے ابو ہریرہ! چالیس دن؟ کہا، مجھے معلوم نہیں۔ پوچھا، کیا چالیس مہینے؟ کہا، مجھے خبر نہیں۔
چھا، کیا چالیس سال؟ فرمایا، مجھے معلوم نہیں۔ بہر حال (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید) فرمایا: ''پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے
ی برسائے گا اور جس طرح سبزی اگتی ہے ویسے ہی لوگ زمین سے اگیں گے۔ انسان کا تمام بدن گل سڑ جاتا ہے
ائے ایک ہڈی کے اور وہ ریڑھ کی ہڈی ہے، بعد ازاں اسی ہڈی سے قیامت والے دن لوگ پیدا کیے جائیں گے۔''

خاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ یوم ینفخ فی الصور فتأتون أفواجا ﴾ : ٤٩٣٥۔ مسلم، کتاب الفتن، باب ما بین
فختین : ٢٩٥٥]

آسمان پھٹ کر اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے کہ ان میں بے شمار دروازے بن جائیں گے۔ پہاڑ اپنی جگہوں سے اکھاڑ کر ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے اور ہوا میں غبار کی طرح بکھیر دیے جائیں گے، جسے دیکھ کر لوگ سراب تصور کریں گے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴾ [المزمل : ١٤] ”جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ گرائی ہوئی ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ﴾ [طٰهٰ : ١٠٥ تا ١٠٧] ”اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر انھیں ایک چٹیل میدان بنا کر چھوڑے گا۔ جس میں تو نہ کوئی کجی دیکھے گا اور نہ کوئی ابھری جگہ۔“

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝٢١ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ۝٢٢ لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ۝٢٣ لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝٢٤ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۝٢٥ جَزَاءً وِفَاقًا ۝٢٦

”یقیناً جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کے لیے ٹھکانا ہے۔ وہ مدتوں اسی میں رہنے والے ہیں۔ نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔“

اس دن اللہ تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلہ کرے گا اور جہنم کی آگ تیز کر دی جائے گی، جو سرکشوں کے لیے شدید انتظار میں تھی، جو ان کا ٹھکانا بنے گی اور جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ جب ایک زمانہ گزرے گا تو دوسرا زمانہ شروع ہو جائے گا اور ان کا عذاب کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اس جہنم میں انھیں کوئی ٹھنڈی چیز نہیں ملے گی۔ جو آگ کی گرمی کو کم کر سکے اور نہ کوئی ایسی پینے کی چیز ملے گی جو ان کی پیاس بجھا سکے۔ انھیں پینے کے لیے شدید گرم پانی اور اہل جہنم کے جسموں کی پیپ ملے گی۔ انھوں نے دنیا میں جو جرائم اور برے اعمال کیے تھے، ان کا انھیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اللہ ان پر ظلم نہیں کرے گا، بلکہ وہ اپنے حق میں خود ہی ظالم تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴾ [المؤمن : ١٧] ”آج ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا، آج کوئی ظلم نہیں۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۖ وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ ﴾ [الأنبياء : ٤٧] ”اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔“

إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۝٢٧ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۝٢٨ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝٢٩

فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾

''بلاشبہ وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اور انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، بری طرح جھٹلانا۔ اور ہر چیز، ہم نے اسے لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے۔ پس چکھو کہ ہم تمھیں عذاب کے سوا ہرگز کسی چیز میں زیادہ نہیں کریں گے۔''

انھوں نے اپنے آپ پر ظلم اس طرح کیا تھا کہ انھیں آخرت پر یقین نہیں تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ حساب اور جزا و سزا کا کوئی دن آنے والا نہیں، اسی لیے انھوں نے آخرت میں نجات پانے کے لیے کوئی کار خیر نہیں کیا، بلکہ ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور ہمارے انبیاء جو نشانیاں لے کر ان کے پاس آئے ان کا انکار کیا۔ لیکن ہم ان کے چھوٹے بڑے گناہوں کو احاطۂ تحریر میں لاتے رہے، اس لیے کہ مجرم آج یہ نہ سمجھیں کہ ہم ان پر ظلم کر رہے ہیں اور انھیں ناکردہ گناہوں کی سزا دے رہے ہیں۔ ہم تو ایک ایک ذرہ کو ضبط تحریر میں لاتے رہے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الكهف : ٤٩] ''اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان مجرموں سے ان کا ذہنی کرب و الم بڑھانے کے لیے کہے گا کہ اب جہنم کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو، اب تو ہم تمھارے عذاب میں اضافہ ہی کرتے رہیں گے۔ اب تمھارے لیے چین و آرام کہاں ہے؟ جب بھی تمھارے چمڑے جل جائیں گے، ہم انھیں بدل دیں گے اور جب بھی آگ دھیمی ہوگی ہم اس کی تیزی کو بڑھا دیں گے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾

''یقیناً پرہیز گاروں کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔ باغات اور انگور۔ اور ابھری چھاتیوں والی ہم عمر لڑکیاں۔ اور چھلکتے ہوئے پیالے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنے رب کی خاطر اس کی بندگی کریں گے اور گناہوں سے بچیں گے، وہ نارِ جہنم سے نجات اور جنت کی نعمتیں پا کر فائز المرام ہوں گے۔ اس جنت میں ان کے لیے انواع و اقسام کے پھل دار درخت ہوں گے، انگوروں کے باغ ہوں گے، نوخیز ہم عمر بیویاں ہوں گی اور نہایت لذیذ شراب سے بھرے پیالے ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءً

﴿بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الواقعة : ١٧ تا ٢٤] ”ان پر چکر لگا رہے ہوں گے وہ لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے۔ ایسے کوزے اور ٹونٹی والی صراحیاں اور لبالب بھرے ہوئے پیالے لے کر جو بہتی ہوئی شراب کے ہوں گے۔ وہ نہ اس سے دردسر میں مبتلا ہوں گے اور نہ بہکیں گے۔ اور ایسے پھل لے کر جنھیں وہ پسند کرتے ہیں۔ اور پرندوں کا گوشت لے کر جس کی وہ خواہش رکھتے ہیں۔ اور (ان کے لیے وہاں) سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتیں ہیں، جو فراخ آنکھوں والی ہیں۔ چھپا کر رکھے ہوئے موتیوں کی طرح۔ اس کے بدلے کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿وَأَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿٢٧﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿٢٨﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿٢٩﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿٣٠﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿٣١﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿٣٣﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿٣٤﴾ إِنَّآ أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَآءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّأَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾ [الواقعة : ٢٧ تا ٣٨] ”اور دائیں ہاتھ والے، کیا (ہی اچھے) ہیں دائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایسی بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے ہوئے ہیں۔ اور ایسے کیلوں میں جو تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں۔ اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے۔ اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے۔ اور بہت زیادہ پھلوں میں۔ جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے کوئی روک ٹوک ہوگی۔ اور اونچے بستروں میں۔ بلاشبہ ہم نے ان (بستروں والی عورتوں) کو پیدا کیا، نئے سرے سے پیدا کرنا۔ پس ہم نے انھیں کنواریاں بنا دیا۔ وہ خاوندوں کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔ دائیں ہاتھ والوں کے لیے۔“

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا كِذّٰبًا ﴿٣٥﴾

”وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ (ایک دوسرے کو) جھٹلانا۔“

جنت کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت یہ ہے کہ آدمی کے کان وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ کوئی کسی سے جھگڑے گا کہ اس کی بات کو جھٹلائے۔ گالی گلوچ اور دنگا فساد کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا ﴿٢٥﴾ إِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا﴾ [الواقعة : ٢٥، ٢٦] ”وہ اس میں نہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات۔ مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔“

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾

”تیرے رب کی طرف سے بدلے میں ایسا عطیہ ہے جو کافی ہوگا۔ (اس رب کی طرف سے) جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے، بے حد رحم والا، وہ اس سے کوئی بات کرنے کی قدرت نہیں رکھیں گے۔ جس دن

روح اور فرشتے صف بنا کر کھڑے ہوں گے، وہ کلام نہیں کریں گے، مگر وہی جسے رحمان اجازت دے گا اور وہ درست بات کہے گا۔"

یہ ساری نعمتیں ان کے لیے ان کے رب کی طرف سے ان کے نیک اعمال کا بدلہ ہوں گی اور دراصل یہ سب کچھ ان کے رب کا ان پر احسانِ عظیم ہوگا کہ اس نے انھیں دنیا میں نیک عمل کی توفیق دی، جو اللہ کے فضل و کرم کا بہانہ بنا۔ آگے فرمایا کہ ان کے جس رب نے ان پر یہ احسان کیے، وہی آسمانوں اور زمین میں اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے، اسی نے انھیں پیدا کیا ہے، وہی ان کا نگران و محافظ اور مدبر و کارساز ہے۔ وہ رحمٰن ہے، اس کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔ وہی سب کا پالن ہار ہے۔ وہ شہنشاہِ دو جہاں قیامت کے دن جب مخلوق کا حساب لے گا، تو ساری مخلوق اس کے سامنے اس کی عظمت و جلال سے ایسی مرعوب ہوگی کہ کسی کو اس کے سامنے زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوگی، ایک مدت کے بعد صرف وہ لوگ دوسروں کی شفاعت کے لیے اللہ سے بات کریں گے جنھیں وہ جبار و قہار بات کرنے کی اجازت دے گا، جیسا کہ اگلی آیت میں فرمایا کہ جس دن روح اور فرشتے صفیں باندھ کر کھڑے ہوں گے، تو کوئی کلام نہیں کر سکے گا مگر جسے رحمٰن اجازت دے دے اور وہ ٹھیک بات ہی زبان سے نکالے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴾ [طٰہٰ : ۱۰۹] "اس دن سفارش نفع نہ دے گی مگر جس کے لیے رحمان اجازت دے اور جس کے لیے وہ بات کرنا پسند فرمائے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس دن (یعنی قیامت کے دن) سوائے رسولوں کے کوئی بات نہیں کر سکے گا اور رسول بھی صرف یہ کہیں گے، اے اللہ! مجھے محفوظ رکھنا، اے اللہ! مجھے بچانا۔" [بخاري، كتاب الأذان، باب فضل السجود : ۸۰٦۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية : ۱۸۲]

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾

"یہی دن ہے جو حق ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف لوٹنے کی جگہ بنا لے۔"

فرمایا کہ جس روزِ قیامت کا ذکر اوپر ہوا ہے اس کا آنا یقینی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں، اس لیے جو شخص اس دن سرخرو ہونا چاہتا ہے، تو وہ اللہ، اس کے رسول اور آخرت پر ایمان لا کر گناہوں سے بچے اور عمل صالح کر کے رب العالمین سے قربت حاصل کر لے۔

اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۖۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ع ۲

"بلاشبہ ہم نے تمھیں ایک ایسے عذاب سے ڈرا دیا ہے جو قریب ہے، جس دن آدمی دیکھ لے گا جو اس کے دونوں

ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا اے کاش کہ میں مٹی ہوتا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ازراہ کرم اپنے بندوں کو سورت کے آخر میں پھر تنبیہ کر دی کہ لوگو! ہم نے تمھیں اس عذاب سے ڈرایا ہے جو بالکل قریب ہے، موت آتے ہی وہ گھڑی آ جائے گی اور قیامت بھی قریب ہی ہے، اس لیے کہ ہر آنے والی چیز قریب ہی ہوتی ہے، اس دن ہر آدمی اپنے اچھے اور برے عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا اور اچھے عمل والے کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا، جبکہ برے عمل والے کو جہنم کی آگ کی طرف۔ تب کافر پر حسرت و یاس کے گہرے بادل چھا جائیں گے، اس کی آنکھیں مارے رعب و دہشت کے پتھرا جائیں گی اور کچھ بھی نہ بن پڑے گا تو کہنے لگے گا، کاش! میں بھی جانوروں کی طرح مٹی ہو گیا ہوتا، تاکہ اس عذاب نار سے بچ جاتا، لیکن ان حسرتوں کا اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اور وہ جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ : یعنی اس کی زندگی کے تمام اچھے و برے اور پرانے و نئے اعمال اس کے سامنے پیش کر دیے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ﴾ [الکھف : ٤٩] ’’اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ﴾ [القیامۃ : ١٣] ’’اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال : ٧، ٨] ’’تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔‘‘

سورۃ النّٰزعٰت مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَ النّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ﴿۱﴾ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ۙ﴿۲﴾ وَّ السّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ﴿۴﴾
فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ﴿۵﴾

''ان (فرشتوں) کی قسم جو ڈوب کر سختی سے (جان) کھینچ لینے والے ہیں! اور جو بند کھولنے والے ہیں! آسانی سے کھولنا۔ اور جو تیرنے والے ہیں! تیزی سے تیرنا۔ پھر جو آگے نکلنے والے ہیں! آگے بڑھ کر۔ پھر جو کسی کام کی تدبیر کرنے والے ہیں!''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان فرشتوں کی قسم، جو کافر انسانوں کی روحوں کو پوری قوت و شدت کے ساتھ نکالتے ہیں! اور ان فرشتوں کی قسم، جو مومنوں کی روحوں کو تیزی اور نرمی کے ساتھ نکالتے ہیں! اور ان فرشتوں کی قسم، جو آسمانوں سے اللہ کے احکام و اوامر لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں! گویا کہ وہ تیرتے ہیں اور ان فرشتوں کی قسم، جو اللہ کی وحی کی طرف لپکتے ہیں اور شیاطین سے سبقت کر کے اسے اللہ کے رسولوں تک بحفاظت پہنچاتے ہیں! تاکہ شیاطین انھیں چوری چھپے سن نہ لیں اور ان فرشتوں کی قسم، جنھیں اللہ تعالیٰ نے عالم بالا و زیریں کے بہت سے کام سپرد کر رکھے ہیں! جیسے بارش برسانا، پودے اگانا، ہواؤں، سمندروں، حیوانات، رحم مادر میں بچوں کی نگہداشت اور جنت و جہنم کا انتظام و انصرام۔ ان پانچوں قسم کے فرشتوں کی قسم! تم دوبارہ ضرور زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن آدمی جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے ...... تو ملک الموت اس کے سر کے پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے پاکیزہ جان! اللہ کی مغفرت اور رضا کی طرف نکل آ، چنانچہ وہ اس طرح نکل آتی ہے جس طرح مشکیزے سے پانی کا قطرہ بہ

نکلتا ہے...... اور جب کافر دنیا سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے...... تو موت کا فرشتہ اس کے بھی سر کے پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے خبیث جان! اللہ کی ناراضی اور غصہ کی طرف نکل آ۔ اس پر وہ اس کے جسم میں پھیل جاتی ہے (عذاب کے ڈر کی وجہ سے نکلنا نہیں چاہتی) تو وہ اسے اس طرح سختی سے کھینچ کر نکالتا ہے جس طرح بھیگی ہوئی اون میں سے گرم سلاخ کھینچ کر نکالی جاتی ہے۔'' [مسند أحمد : ٤/٢٨٧، ٢٨٨، ح : ١٨٥٦١]

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۟ۙ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۟ؕ

''جس دن ہلا ڈالے گا سخت ہلانے والا (زلزلہ)۔ اس کے بعد ساتھ ہی پیچھے آنے والا (زلزلہ) آئے گا۔''

جب اسرافیل علیہ السلام پہلا صور پھونکیں گے، تو اس کے زیر اثر تمام مخلوق مر جائے گی، پھر جب وہ دوسرا صور پھونکیں گے تو سارے لوگ زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ دونوں صوروں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔ پہلے صور کو ''الرَّاجِفَةُ'' اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ ایک ایسی خطرناک اور ہیبت ناک چیخ ہو گی کہ جس سے سارا عالم اضطراب میں مبتلا ہو جائے گا اور سب پر ایک کپکپی طاری ہو جائے گی، پھر سب مر جائیں گے۔ دوسرے صور کو ''الرَّادِفَةُ'' اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ پہلے صور کے بعد ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦٨] ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔''

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۟ۙ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۟ۘ

''کئی دل اس دن دھڑکنے والے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔''

یعنی اس دن کئی دل ترساں، ہراساں اور خوف زدہ ہوں گے۔ کئی دل اس لیے فرمایا کہ صالح مومن اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ رہیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ١٠٣] ''انھیں سب سے بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور انھیں (آگے سے) لینے کے لیے فرشتے آئیں گے۔ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔''

کفار کی نظریں مارے خوف و دہشت کے جھکی ہوں گی۔ دلوں اور آنکھوں کا حال بیان کرنے سے ان کی ظاہری اور باطنی پریشانی کی مکمل تصویر سامنے آ گئی۔

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۟ؕ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۟ؕ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ

خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾

’’یہ لوگ کہتے ہیں کیا بے شک ہم یقیناً پہلی حالت میں لوٹائے جانے والے ہیں؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے۔ انھوں نے کہا یہ تو اس وقت خسارے والا لوٹنا ہوگا۔‘‘

جو مشرکینِ مکہ بعث بعد الموت کا انکار کرتے تھے، ان کی حالت بیان کی گئی ہے۔ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ تم لوگ دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے، تو وہ حیران ہوتے اور کہتے یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ مرنے سے پہلے ہماری جو حالت تھی، مرنے کے بعد دوبارہ پھر اسی حالت میں لوٹا دیے جائیں گے، یعنی زندہ کیے جائیں گے۔ انھوں نے بعث بعد الموت کا مزید مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ جب ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گی، تو کیا وہ دوبارہ جمع کر کے نئے سرے سے ہڈیاں بنا دی جائیں گی؟ اگر بفرضِ محال ایسا ہوگا تو یہ بڑے خسارے کی بات ہوگی، جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ﴾ [ق : ۳] ’’کیا جب ہم مر گئے اور ہم مٹی ہو گئے؟ یہ واپس لوٹنا بہت دور ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۙ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴾ [الصافات : ۱۶، ۱۷] ’’کیا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو چکے تو کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟‘‘

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾

’’پس وہ تو صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی۔ پس یک لخت وہ زمین کے اوپر موجود ہوں گے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ تم کتنے نادان ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے، جو خالق ارض و سما ہے، اس بات کو مشکل سمجھتے ہو کہ وہ تمھیں دوبارہ زندہ کرے۔ ارے! وہ تو صرف ایک چیخ ہوگی، جس کے بعد تم سب زندہ ہو کر زمین پر ظاہر ہو جاؤ گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۙ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۙ﴿۴۳﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ﴾ [ق : ۴۱ تا ۴۴] ’’اور کان لگا کر سن جس دن پکارنے والا ایک قریب جگہ سے پکارے گا۔ جس دن وہ چیخ کو حق کے ساتھ سنیں گے، یہ نکلنے کا دن ہے۔ یقیناً ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ جس دن زمین ان سے پھٹے گی، اس حال میں کہ وہ تیز دوڑنے والے ہوں گے، یہ ایسا اکٹھا کرنا ہے جو ہمارے لیے نہایت آسان ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾ [القمر : ۶ تا ۸] ’’سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے

نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔‘‘

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾

’’کیا تیرے پاس موسیٰ کی بات پہنچی ہے؟ جب اس کے رب نے اسے مقدس وادی طویٰ میں پکارا۔ فرعون کے پاس جا، یقیناً وہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ پس کہہ کیا تجھے اس بات کی کوئی رغبت ہے کہ تو پاک ہو جائے؟ اور میں تیرے رب کی طرف تیری راہ نمائی کروں، پس تو ڈر جائے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! کیا آپ کو موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے واقعے کی خبر ہے، جب انھوں نے پاک اور مقدس وادی طویٰ میں اپنے رب کو پکارا، تو ان کے رب نے انھیں بتایا کہ اس کے سوا ان کا کوئی معبود نہیں اور انھیں صرف اپنی عبادت کا حکم دیا۔ پھر انھیں حکم دیا کہ وہ شاہِ مصر فرعون کے پاس جائیں، جس نے سرکشی کی راہ اختیار کر لی ہے اور اللہ کے بندوں کو اپنی بندگی پر مجبور کر رہا ہے۔ اس سے کہیں کہ میں تمھیں دعوت دیتا ہوں کہ تم ظلم و سرکشی اور شرک باللہ سے تائب ہو جاؤ۔ میں تمھیں تمھارے رب کی راہ دکھاتا ہوں، تاکہ تم اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس پر ایمان لا کر فرائض کو بجا لاؤ اور گناہوں سے بچو۔

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَ عَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾

’’چنانچہ اس نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔ تو اس نے جھٹلا دیا اور نافرمانی کی۔ پھر واپس پلٹا، دوڑ بھاگ کرتا تھا۔ پھر اس نے اکٹھا کیا، پس پکارا۔ پس اس نے کہا میں تمھارا سب سے اونچا رب ہوں۔‘‘

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے اپنے دو بڑے معجزے ید بیضا اور عصائے موسوی کا اظہار کیا۔ ان کی لاٹھی سانپ بن کر زمین پر دوڑنے لگی، لیکن فرعون نے ان کے معجزات کی تکذیب کی، انھیں جادوگر کہا، اللہ کی نافرمانی کی، کبر و غرور کا اظہار کرتے ہوئے مجلس سے اٹھ کر چل دیا اور دل میں ٹھان لی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پیش کردہ معجزوں کا شیطانی سازشوں اور حیلوں کے ذریعے سے مقابلہ کرے گا، پھر اس نے اپنی قوم اور اپنی فوج کو جمع کیا۔ ان کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ توحید باری تعالیٰ کا انکار اور اپنے معبود ہونے کا یوں اعلان کیا کہ لوگو! میں ہی تمھارا سب سے بڑا معبود ہوں، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ

وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۞ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۞ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۞ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴾ [الزخرف : ٥١ تا ٥٤] ''اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کی، اس نے کہا اے میری قوم! کیا میرے پاس مصر کی بادشاہی نہیں ہے؟ اور یہ نہریں میرے تحت نہیں چل رہیں؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟ بلکہ میں اس شخص سے بہتر ہوں، وہ جو حقیر ہے اور قریب نہیں کہ وہ بات واضح کرے۔ پس اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے، یا اس کے ہمراہ فرشتے مل کر کیوں نہیں آئے؟ غرض اس نے اپنی قوم کو ہلکا (بے وزن) کر دیا تو انھوں نے اس کی اطاعت کر لی، یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔''

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى ۞ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۞ ع

''تو اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔''

جب فرعون نے اپنی قوم اور اپنے لشکر کے سامنے اس بات کا اعلان کیا کہ میں ہی تمھارا بڑا معبود ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے اس قدر سخت انتقام لیا کہ اسے دنیا میں اس جیسے سرکش اور باغی لوگوں کے لیے نمونۂ عبرت بنا دیا اور روزِ قیامت بھی وہ نمونۂ عبرت ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴾ [هود : ٩٩] ''اور ان کے پیچھے اس (دنیا) میں لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ برا عطیہ ہے جو کسی کو دیا جائے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴾ [القصص : ٤١] ''اور ہم نے انھیں ایسے پیشوا بنایا جو آگ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔''

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا ۞ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۞

''کیا پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اس نے اسے بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔''

یہاں خطاب قریش کے ان لوگوں سے ہے جو بعث بعد الموت کو نہیں مانتے، فرمایا کہ جو قادرِ مطلق آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر قادر ہے، جس نے رات اور دن بنائے ہیں، زمین سے پانی کے چشمے جاری کیے ہیں، نباتات پیدا کیے ہیں اور پہاڑوں کو زمین پر جمایا ہے، اس کے لیے تمھیں اور تم جیسوں کو پیدا کرنا بہت ہی آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بنی نوع انسان! تمھاری تخلیق بڑی بات ہے یا عظیم وقوی اور بلند و بالا آسمان کی؟ جسے اللہ نے بنایا ہے، اسے اونچا اٹھایا اور اسے اتنا مضبوط و محکم بنایا ہے کہ انسانی عقل ہمیشہ سے محوِ حیرت رہی ہے اور رہے گی، جیسا کہ دوسری جگہ

ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ ﴾ [الملك : ۳، ٤] ''وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا فرمائے۔ رحمان کے پیدا کیے ہوئے میں تو کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا۔ پس نگاہ کو لوٹا، کیا تجھے کوئی کٹی پھٹی جگہ نظر آتی ہے؟ پھر بار بار نگاہ لوٹا، نظر ناکام ہو کر تیری طرف پلٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی۔''

وَ اَغْطَشَ لَیْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝۲۹ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝۳۰ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ۝۳۱ وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝۳۲ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ۝۳۳

''اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔ اور زمین، اس کے بعد اسے بچھا دیا۔ اس سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا۔ اور پہاڑ، اس نے انھیں گاڑ دیا۔ تمھاری اور تمھارے چوپاؤں کی زندگی کے سامان کے لیے۔''

فرمایا کہ اس نے رات کو تاریک بنایا ہے، جس کی تاریکی آسمان و زمین کو ڈھانپ لیتی ہے، جبکہ اس نے آفتاب کی روشنی کے ذریعے سے دن کو ظاہر کیا ہے، تاکہ لوگ اس پر زندگی گزار سکیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کر سکیں۔ اسی نے زمین سے چشمے جاری کیے ہیں اور اسی نے زمین سے دانے، پھل، پودے اور درخت اگائے ہیں جو انسانوں اور حیوانات کے کام آتے ہیں۔ جو قادرِ مطلق اللہ مذکورہ بالا اشیاء کی تخلیق پر قادر ہے وہ یقیناً اس کی قدرت رکھتا ہے کہ وہ تمام بنی نوع انسان کو دوبارہ زندہ کر کے انھیں میدانِ محشر میں جمع کرے اور ان کے اعمال کا انھیں بدلہ دے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰی ۝۳۴ یَوْمَ یَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی ۝۳۵ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی ۝۳۶

''پھر جب وہ ہر چیز پر چھا جانے والی سب سے بڑی مصیبت آ جائے گی۔ جس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی۔ اور جہنم (ہر) اس شخص کے لیے ظاہر کر دی جائے گی جو دیکھتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب وہ عظیم ترین آفت رونما ہو جائے گی جس کا نام قیامت ہے اور جس کا کفارِ قریش انکار کرتے ہیں، تو ہر انسان کے سامنے اس کے تمام اعمال پیش کر دیے جائیں گے۔ وہ اپنے ایک ایک عمل کو یاد کرنے لگے گا اور کافر کو یقین ہو جائے گا کہ یہی وہ دن ہے جس کا وہ انکار کرتا تھا۔ اس دن جہنم تمام اہل محشر کے سامنے لائی جائے گی، جو جہنمیوں کو اپنا لقمہ بنانے کے لیے اپنے رب کے حکم کی منتظر ہوگی اور جسے دیکھ کر اہل جنت اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کریں گے۔ اس کے برعکس اہل جہنم کا غم اور نجات سے ناامیدی حد سے تجاوز کر جائے گی، جیسا کہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک ضرور اللہ تعالیٰ سے اس حال میں کلام کرے گا

کہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ بندہ دائیں دیکھے گا تو اسے اپنے اعمال نظر آئیں گے، بائیں دیکھے گا تو اپنے اعمال نظر آئیں گے، پھر اپنے آگے دیکھے گا تو سوائے آگ کے کچھ نہیں دیکھ پائے گا، جو اس کے چہرے کے سامنے ہوگی۔ سو تم آگ سے بچو، چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ ...... الخ : ۶۷/۱۰۱۶]

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾

''پس لیکن جو حد سے بڑھ گیا۔ اور اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بے شک جہنم ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے اس دنیا میں اللہ سے سرکشی کی ہوگی، کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا ہوگا، دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی ہوگی، اس کی ساری کوششیں اسی کے حصول میں رہی ہوں گی اور آخرت کو بھول گیا ہوگا، تو اس دن اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا : یعنی دنیا کو دین سے مقدم اور دین کو مؤخر کر دیا۔ دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے والوں کے متعلق دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴾ [التوبۃ : ۳۸] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں نہیں ہے مگر بہت تھوڑا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ وَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۣ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اُولٰٓىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴾ [إبراھیم : ۲، ۳] ''اور کافروں کے لیے سخت عذاب کے باعث بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں، یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔''

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾

''اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اس نے نفس کو خواہش سے روک لیا۔ تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔''

یعنی جس نے اللہ کے خوف کو اپنے دل میں جگہ دی ہوگی اور اس ایمان کے ساتھ دنیا میں زندگی گزاری ہوگی کہ اسے اپنے رب کے سامنے میدانِ محشر میں کھڑا ہونا ہے اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے، پھر اس ایمان کے زیر اثر اس نے اپنے آپ کو خواہش نفس کی اتباع سے دور رکھا ہوگا، تو اس دن اس کی جائے رہائش جنت ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

ارشاد فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۵] ”اے آدم کی اولاد! اگر کبھی تمھارے پاس واقعی تم میں سے کچھ رسول آئیں، جو تمھارے سامنے میری آیات بیان کریں تو جو شخص ڈر گیا اور اس نے اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔“

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾

”وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔“

فرمایا کہ منکرین قیامت آپ سے پوچھتے ہیں کہ آخر وہ بھاری اور مشکل دن کب آئے گا؟ حالانکہ آپ اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے ہیں۔ اس کی آمد کا وقت تو صرف آپ کے رب کو معلوم ہے۔ اسے ہی معلوم ہے کہ وہ سفینہ کب گھاٹ لگے گا؟ جو لوگوں کو ان کی دنیاوی زندگی سے منتقل کر کے اخروی زندگی میں پہنچا دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۸۷] ”وہ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اس کا قیام کب ہوگا؟ کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں جیسے تو اس کے بارے میں خوب تحقیق کرنے والا ہے۔ کہہ دے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اس کا جواب یہ دیا تھا: ”اس کے بارے میں مسئول کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب سؤال جبريل النبى صلى الله عليه وسلم ...... الخ : ۵۰۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الإيمان ما هو؟ و بيان خصاله : ۹]

اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾

”تو تو صرف اسے ڈرانے والا ہے جو اس سے ڈرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کا کام پیغام رسانی ہے، آپ کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ لوگوں کو قیامت کی آمد کا یقینی وقت بتائیں، اس کا علم تو صرف آپ کے رب کو ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۸۸] ”کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں

اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔‘‘

ع ۲ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾

’’گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے، مگر دن کا ایک پچھلا حصہ، یا اس کا پہلا حصہ۔‘‘

یعنی وہ قیامت جسے یہ بہت دور سمجھ رہے ہیں جب آئے گی تو انھیں ایسے معلوم ہوگا جیسے وہ دنیا میں صرف دن کا پچھلا حصہ یا پہلا حصہ ہی رہے ہیں، یعنی پورا ایک دن بھی نہیں۔

دنیا کی بے حقیقت زندگی کے متعلق ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [المؤمنون: ۱۱۲ تا ۱۱۴] ’’فرمائے گا تم زمین میں سالوں کی گنتی میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، سو شمار کرنے والوں سے پوچھ لے۔ فرمائے گا تم نہیں رہے مگر تھوڑا ہی، کاش کہ واقعی تم جانتے ہوتے۔‘‘

سورة عبس مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤی ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ② وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰۤی ③ اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ④ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ⑤ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ⑥ وَ مَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی ⑦ وَ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی ⑧ وَ هُوَ یَخْشٰی ⑨ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ⑩ كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ⑪ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ⑫

"اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔ اس لیے کہ اس کے پاس اندھا آیا۔ اور تجھے کیا چیز معلوم کرواتی ہے شاید وہ پاکیزگی حاصل کر لے۔ یا نصیحت حاصل کرے تو وہ نصیحت اسے فائدہ دے۔ لیکن جو بے پروا ہو گیا۔ سو تو اس کے پیچھے پڑتا ہے۔ حالانکہ تجھ پر (کوئی ذمہ داری) نہیں کہ وہ پاک نہیں ہوتا۔ اور لیکن جو کوشش کرتا ہوا تیرے پاس آیا۔ اور وہ ڈر رہا ہے۔ تو تو اس سے بے توجہی کرتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں چاہیے، یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے۔ تو جو چاہے اسے قبول کر لے۔"

سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ایک نابینا صحابی تھے، ان کے اندر دین سیکھنے کی لگن بہت زیادہ تھی۔ وہ آپ ﷺ سے مسائل کی دریافت کے لیے سوال پوچھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ سردارانِ قریش کو دعوت دے رہے تھے کہ اتنے میں عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آ گئے۔ آپ نے ان کی آمد کو ناپسند کیا اور منہ پھیر لیا اور اس سے بات نہ کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی طرف توجہ دینے سے وہ صنادید قریش برا مان جائیں، جن کے سامنے آپ ﷺ ایمان و اسلام کی تشریح فرما رہے تھے۔ آپ کا یہ اعراض دعوتی نقطۂ نگاہ سے مفید نہیں تھا، اس لیے کہ وہ اخلاص و رغبت کے ساتھ

قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرنے آیا تھا، اس کی خواہش تھی کہ آپ سے علم حاصل کر کے اپنی روح کا تزکیہ کرے، برے اخلاق سے اجتناب کرے اور اخلاق حمیدہ کو اپنائے، یا آپ سے نصیحت کی باتیں سن کر ان سے مستفید ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیحت کی کہ جو شخص اپنی دولت اور قوم میں اپنے جاہ ومنزلت کی وجہ سے گردن اکڑائے ہوئے ہے اور ایمان و اسلام اور وحی ورسالت کی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہے، اسی کی طرف آپ لپکے جا رہے ہیں اور اسی پر آپ اپنی پوری توجہ مرکوز کیے ہوئے ہیں، حالانکہ اگر وہ متکبر اسلام کو قبول نہیں کرتا اور اس کا تزکیۂ نفس نہیں ہوتا، تو آپ کا کیا نقصان ہو گا؟ آپ کی ذمہ داری تو صرف پیغام رسانی ہے، اس لیے جو کفار اسلام سے اظہار استغنا کرتے ہیں، آپ ان کی فکر نہ کریں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے مزید فرمایا کہ جو شخص خوفِ الٰہی اور تقویٰ کے زیر اثر کوشش کرتا ہوا آپ کے پاس آیا ہے، تاکہ آپ اسے دین کی تعلیم دیں اور اسے اپنی پیغمبرانہ نصیحتوں سے نوازیں، تو اس سے آپ نے منہ پھیر لیا ہے اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہیں جو کبر وغرور میں مبتلا ہو کر آپ کی باتوں پر دھیان نہیں دے رہے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ کی جانب سے یہ ایک بہت بڑی نصیحت ہے، جس سے جو چاہے اس پر عمل کر کے فائدہ اٹھا لے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سورۂ عبس ایک نابینے صحابی ابن ام مکتوم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ ابن ام مکتوم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ہدایت کی بات بتلایئے، جبکہ اس وقت رسول اللہ کے پاس مشرکین میں سے ایک بڑا آدمی بیٹھا تھا، تو آپ ﷺ نے اس صحابی سے اعراض کیا اور اس (مشرک) کی طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا: ''کیا تو میری باتوں میں کوئی حرج معلوم کرتا ہے؟'' اس نے کہا، نہیں! سو اس واقعہ سے متعلق یہ سورت نازل ہوئی۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة عبس : ۳۳۳۱۔ مستدرك حاكم : ۵۱۴/۲، ح : ۳۸۹۶۔ ابن حبان : ۵۳۵]

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾

''ایسے صحیفوں میں ہے جن کی عزت کی جاتی ہے۔ جو بلند کیے ہوئے، پاک کیے ہوئے ہیں۔''

ان آیات میں قرآن مجید کی عظمت بیان کی گئی ہے کہ یہ ایسے اوراق میں لکھا ہوا ہے جن کی عزت کی جاتی ہے، جو بلند شان والے اور پاک ہیں۔ اس سے قرآن مجید کے وہ اوراق مراد ہیں جن میں سے فرشتوں نے لوحِ محفوظ سے نقل کر کے لکھا اور وہ بھی جن میں قرآن کے کاتب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھا اور وہ بھی جن میں ان سے نقل کر کے لکھا گیا اور قیامت تک لکھا جائے گا۔

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾

''ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جو معزز ہیں، نیک ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید لکھنے والوں کی تعریف فرمائی ہے، خواہ وہ فرشتے ہوں، کاتبین وحی صحابہ ہوں، یا دوسرے لوگ۔ فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے ہاں بہت عزت والے اور نہایت نیک ہیں۔ اسی طرح کتابت کے علاوہ اس کا پڑھنا پڑھانا بھی سب سے بہتر اور نیک ہونے کی دلیل ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔“ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیر کم من تعلم القرآن و علمه : ٥٠٢٧]

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ : امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے مراد صرف فرشتے ہیں، وہ کہتے ہیں، ”سَفَرَةٍ“ کا معنی ہے فرشتے، یہ ”سَافِرٌ“ کی جمع ہے، عرب لوگ کہتے ہیں: ”سَفَرْتُ بَيْنَ الْقَوْمِ“ یعنی میں نے قوم کے لوگوں میں صلح کرا دی، تو جو فرشتے اللہ تعالیٰ کی وحی لے کر پیغمبروں تک پہنچاتے ہیں، وہ ایسے ہی ہیں جیسے لوگوں میں صلح کرانے والے سفیر ہوا کرتے ہیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ﴿ عبس ﴾، قبل الحدیث : ٤٩٣٧]

كِرَامٍ بَرَرَةٍ : یعنی وہ خلقت کے اعتبار سے بہت کریم، حسین اور شریف ہیں اور اخلاق و افعال کے اعتبار سے بھی بڑے نیکوکار اور مکمل طور پر پاک صاف ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حافظ قرآن کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے افعال و اقوال کے اعتبار سے رشد و بھلائی کا پیکر ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کی مثال جو قرآن مجید پڑھتا ہے اور اس کا حافظ بھی ہے، مکرم اور نیک لکھنے والے (فرشتوں) جیسی ہے (یعنی وہ ان کے ساتھ ہوگا) اور جو شخص قرآن مجید بار بار پڑھتا ہے، پھر بھی وہ اس کے لیے دشوار ہے تو اسے (مایوس نہیں ہونا چاہیے، اسے) دوگنا ثواب ملے گا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ﴿ عبس ﴾ : ٤٩٣٧۔ مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب فضل الماهر بالقرآن والذی یتتعتع فیه : ٧٩٨]

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾

”مارا جائے انسان! وہ کس قدر ناشکرا ہے۔ اس نے اسے کس چیز سے پیدا کیا۔ ایک قطرے سے، اس نے اسے پیدا کیا، پس اس کا اندازہ مقرر کیا۔ پھر اس کے لیے راستہ آسان کر دیا۔ پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں رکھوایا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافر انسان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے، اسے کبر و غرور پر کون سی بات ابھارتی ہے؟ کیا اسے اپنی حقیقت معلوم نہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ نے ایک نطفۂ حقیر سے پیدا کیا ہے؟ پیدا کرنے کے دوران میں اس کی ہر چیز کا اندازہ مقرر فرمایا کہ اتنی مدت نطفہ رہے گا، پھر علقہ، پھر مضغہ بے روح، پھر جاندار، خوبصورت انسان بنے گا، پھر اس کی ہر چیز اندازے کے ساتھ بنائی، کوئی چیز بے ڈھب نہیں۔ پھر ماں کے شکم ہی میں وہ سب کچھ فرشتے کو لکھوا دیا جو

اس نے زندگی بھر کرنا تھا۔ پھر اس کے لیے راستہ آسان کر دیا، یعنی ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا اور یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے لیے خیر وشر کے راستے واضح کر دیے، پھر اسے موت دی جو آخرت کی مصلحت کے تحت ضروری تھی، پھر اسے قبر میں رکھوایا، اگر وہ یہ احسان نہ کرتا تو یہ جانوروں کی طرح زمین پر پڑا رہتا، متعفن ہو کر اللہ کی مخلوق کے لیے باعث آزار بنتا، اس کی بے حرمتی ہوتی، بے پردہ ہوتا اور درندے نوچتے۔

انسان کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴾ [طٰه : ٥٥] ”اسی سے ہم نے تمھیں پیدا کیا اور اسی میں تمھیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمھیں ایک اور بار نکالیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١٢ تا ١٥] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو حقیر مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک قطرہ بنا کر ایک محفوظ ٹھکانے میں رکھا۔ پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو کچھ گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔ پھر بے شک تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو۔“

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝۲۲

”پھر جب وہ چاہے گا اسے اٹھائے گا۔“

اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کے مختلف ادوار کا ذکر کیا۔ اس ذکر سے اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ جب یہ سب کام میں کرتا ہوں تو میرے لیے کیا مشکل ہے کہ انسان کو دوبارہ پیدا نہ کر سکوں؟ وہ قادر ہے، وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی کے سارے جسم کو مٹی کھا جاتی ہے، سوائے ڈھڈی (یعنی مقعد کے اوپر) کی ہڈی کے، اسی (ڈھڈی کی ہڈی) سے اسے پیدا کیا گیا اور اسی سے اسے دوبارہ جوڑا جائے گا۔“ [مسلم، کتاب الفتن، باب ما بین النفختین : ۱۴۲/۲۹۵۵۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ یوم ینفخ فی الصور ﴾ : ٤٩٣٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا، حالانکہ یہ اس کے لیے مناسب نہیں تھا اور ابن آدم نے مجھے گالی دی، حالانکہ یہ بھی اس کے لیے مناسب نہیں تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جس طرح پہلی بار اللہ نے مجھے پیدا کیا ایسے ہی وہ پھر نہیں لوٹائے گا، حالانکہ میرے لیے

اسے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ نے اپنا بیٹا بنایا ہے، حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں، نہ میری کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب : ٤٩٧٤]

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾

''ہرگز نہیں، ابھی تک اس نے وہ کام پورا نہیں کیا جس کا اس نے اسے حکم دیا۔''

یعنی کافر انسان جو سمجھتا ہے کہ اس کے مال و جان پر اللہ کا جو حق تھا وہ اس نے ادا کر دیا ہے، یہ ہرگز درست نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی انسان نے بھی ابھی تک وہ فرائض پورے ادا نہیں کیے جن کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا تھا، حق کا ادا کرنا تو بہت دور ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ کسی بھی شخص نے یہ کام پورا نہیں کیا، جس کا اسے حکم دیا گیا تھا (کمی رہ ہی جاتی ہے)۔ [بخاري، كتاب التفسير، سورة عبس، تعليقًا، قبل الحديث : ٤٩٣٧]

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾

''تو انسان کو لازم ہے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے۔ کہ بے شک ہم نے پانی برسایا، خوب برسانا۔ پھر ہم نے زمین کو پھاڑا، ایک عجیب طریقے سے پھاڑنا۔ پھر ہم نے اس میں اناج اگایا۔ اور انگور اور ترکاری۔ اور زیتون اور کھجور کے درخت۔ اور گھنے باغات۔ اور پھل اور چارا۔ تمھارے لیے اور تمھارے مویشیوں کے لیے زندگی کا سامان۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان اپنے کھانے کے بارے میں غور کرے جسے وہ ہر روز کئی بار کھاتا ہے کہ ہم نے اسے کن مراحل سے گزار کر صالح اور مفید غذا بنایا ہے۔ پہلے ہم نے زمین پر بارش برسائی، پھر اسے زراعت کے قابل بنایا، پھر اس سے مختلف قسم کے دانے اگائے، جیسے گیہوں، جو، باجرا اور دیگر دانے۔ انگور اور سبزیاں اگائیں، جیسے ککڑی اور کھیرے، زیتون اگایا جس کا پھل کھایا جاتا ہے اور جس کا تیل لگایا جاتا ہے، کھجور اگائی جسے تازہ اور خشک کھایا جاتا ہے۔ باغات اگائے جن کے درخت آپس میں ایک دوسرے سے گتھے ہوئے ہیں، نیز دیگر قسم کے پھل اگائے جنھیں آدمی کھاتا ہے اور گھاس اگائی جسے جانور کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ساری چیزیں ہم نے تمھارے لیے اور تمھارے جانوروں کے لیے پیدا کی ہیں۔ ان نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے رب کی عظیم قدرت اور یوم آخرت پر ایمان لے آؤ۔ اس کے شکر گزار بندے بنو اور اعمال صالحہ والی زندگی اختیار کرو، نیز انسان کی پیدائش اور اس کی تمام ضروریات کی

چیزوں کو پیدا کرنے کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے انسان کی دوبارہ پیدائش پر دلیل قائم کی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ نَحْنُ
خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝۵۷ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝۵۸ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝۵۹ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا
نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝۶۰ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَ نُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۱ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا
تَذَكَّرُوْنَ ۝۶۲ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝۶۳ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝۶۴ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝۶۵ اِنَّا
لَمُغْرَمُوْنَ ۝۶۶ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝۶۷ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝۶۸ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝۶۹ لَوْ
نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝۷۰ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝۷۱ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝۷۲ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا
تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴾ [الواقعة : ۵۷ تا ۷۳] ”ہم نے ہی تمھیں پیدا کیا تو تم (دوبارہ اٹھنے کو) کیوں سچ نہیں
مانتے؟ تو کیا تم نے دیکھا وہ (نطفہ) جو تم ٹپکاتے ہو؟ کیا تم اسے پیدا کرتے ہو، یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم نے ہی تمھارے درمیان موت کا وقت مقرر کیا ہے اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں۔ اس بات سے کہ تمھاری جگہ تمھارے جیسے اور لوگ لے آئیں اور نئے سرے سے تمھیں ایسی صورت میں پیدا کر دیں جو تم نہیں جانتے۔ اور بلاشبہ یقیناً تم پہلی دفعہ پیدا ہونے کو جان چکے ہو تو تم کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اگاتے ہو، یا ہم ہی اگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ضرور اسے ریزہ ریزہ کر دیں، پھر تم تعجب سے باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ بے شک ہم تو تاوان ڈال دیے گئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔ پھر کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے، یا ہم ہی اتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے سخت نمکین بنا دیں، پھر تم شکر ادا کیوں نہیں کرتے؟ پھر کیا تم نے دیکھی وہ آگ جو تم سلگاتے ہو؟ کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا، یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم نے ہی اسے مسافروں کے لیے ایک نصیحت اور فائدے کی چیز بنایا ہے۔“

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝۳۳ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝۳۴ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ۝۳۵ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ
بَنِيْهِ ۝۳۶

”پس جب کانوں کو بہرا کرنے والی (قیامت) آ جائے گی۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ (سے)۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب قیامت آ جائے گی، جس کے صور کی آواز اتنی تیز اور کرخت ہو گی کہ لوگوں کے کان بہرے ہو جائیں گے، تو رعب و دہشت کے مارے ہر آدمی اپنے حال میں پریشان ہو گا اور ہر ایک کو اپنی نجات کی ایسی فکر لاحق ہو گی کہ وہ انتہائی قریبی رشتہ داروں کو بھی میدانِ محشر میں دیکھ کر راہِ فرار اختیار کرے گا۔ اس ڈر سے بھاگے گا کہ کہیں وہ اس سے کسی حق کا مطالبہ نہ کر دے، یا اس لیے کہ کوئی اس کی پریشانی اور بے چینی کو نہ دیکھ لے، یا

اس لیے کہ اسے معلوم ہوگا کہ آج کوئی اس کے کام نہیں آئے گا، تو پھر اس کی طرف التفات کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ﴾ [المعارج : ۸ تا ۱٤] ''جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔ حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے خاندان کو، جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔ اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، پھر اپنے آپ کو بچا لے۔''

شفاعت سے متعلق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے، جس کا ماحاصل یہ ہے کہ روزِ قیامت جب اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرے گا، تو لوگ شفاعت کے لیے کئی انبیاء کے پاس جائیں گے، لیکن ہر نبی ایک ہی جواب دے گا: ''میرا رب عزوجل آج اتنا زیادہ غصے میں ہے کہ اتنا پہلے کبھی غصے میں نہیں آیا اور نہ آج کے بعد کبھی اتنا غصے میں آئے گا، نفسی، نفسی، نفسی (یعنی آج مجھے تو اپنی جان کی فکر لاحق ہے، پتا نہیں میرے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا) تم میرے علاوہ کسی اور نبی کے پاس جاؤ۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ذرية من حملنا مع نوح إنه كان عبدًا شكورًا﴾ : ٤٧١٢۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ١٩٤]

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝۳۷

''اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔''

یعنی وہ ایسی پریشانی و مشغولیت میں ہوگا جس کی وجہ سے وہ کسی اور کی طرف توجہ نہ دے سکے گا، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ننگے پاؤں، ننگے جسم، بغیر ختنہ کی حالت میں اٹھائے جاؤ گے۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! پھر تو مرد اور عورتیں ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: '' (اے عائشہ!) اس وقت معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا، اس بارے میں تو کوئی سوچ بھی نہیں سکے گا۔''

[بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٧]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم (میدانِ محشر میں) ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنہ کی حالت میں اکٹھے کیے جاؤ گے۔'' ایک عورت نے کہا، (اے اللہ کے رسول!) تو کیا لوگ (یعنی مرد اور عورتیں) ایک دوسرے کی شرم گاہ کو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے بی بی! ﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴾ [عبس : ۳۷] ''اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا

دے گی۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة عبس : ۳۳۳۲]

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾
تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

ع ۱ / ۵

''کچھ چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے ہوئے، بہت خوش۔ اور کچھ چہرے، اس دن ان پر ایک غبار ہوگا۔ ان کو سیاہی ڈھانپتی ہوگی۔ یہی ہیں جو کافر ہیں، نافرمان ہیں۔''

اس دن لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے، جو نیک بخت ہوں گے اور جن کے لیے رب العالمین جنت کا فیصلہ کر دے گا، ان کے چہرے مارے خوشی کے دمک رہے ہوں گے اور اس کے برعکس جن بدبختوں کے لیے رب العالمین جہنم کا فیصلہ کر دے گا، ان کے چہروں پر حسرت و یاس کی وجہ سے ہوائیاں اڑ رہی ہوں گی اور ان پر سیاہی چھائی ہوگی۔ یہ بدترین انجام ان لوگوں کا ہوگا جنھوں نے کفر و سرکشی اور فسق و فجور کی زندگی گزاری ہوگی اور بغیر توبہ کیے اسی حال میں موت نے انھیں آ دبوچا ہوگا۔

<u>وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ [القيامة : ۲۲، ۲۳] ''اس دن کئی چہرے تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔''

<u>وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿٣﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴾ [الغاشية : ۲ تا ٤] ''اس دن کئی چہرے ذلیل ہوں گے۔ محنت کرنے والے، تھک جانے والے۔ گرم آگ میں داخل ہوں گے۔''

سورة التکویر مکیة

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے یہ بات پسند ہو کہ وہ قیامت کے دن کو اس طرح دیکھے گویا آنکھ سے دیکھ رہا ہو تو وہ ﴿ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴾، ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴾ اور ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴾ کی تلاوت کر لے۔'' [مسند أحمد : ۲۷/۲، ح : ٤٨٠٥۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة ﴿ إذا الشمس كورت ﴾ : ۳۳۳۳۔ مستدرك حاكم : ٥٧٦/٤، ح : ٨٧١٩]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۞ (۱)

''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔''

یعنی سورج، اس کی شعاعوں اور اس کی روشنی کو لپیٹ دیا جائے گا اور وہ بالکل بے نور ہو جائے گا۔ چاند کا بھی یہی حال ہو گا۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سورج اور چاند قیامت کے دن لپیٹ دیے جائیں گے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر : ۳۲۰۰]

وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۞ (۲)

''اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔''

ستارے بکھر جائیں گے، ان کی روشنی ختم ہو جائے گی اور وہ بے نور ہو جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴾ [الانفطار : ۲] ''اور جب ستارے بکھر کر گر جائیں گے۔''

وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳

’’اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو زمین کے اندر گاڑ رکھا ہے اور زمین میں وہ قوت رکھی ہے جو انھیں باندھ کر رکھے ہوئے ہے۔ قیامت کے دن اللہ کے حکم سے وہ قوت ختم ہو جائے گی اور یہ جامد پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ذرہ ذرہ ہو کر بادلوں کی طرح چل پڑیں گے، حتیٰ کہ سراب کی طرح ہو جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴾ [النبا : ۲۰] ’’اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب بن جائیں گے۔‘‘

وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴

’’اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی۔‘‘

لوگ شدت رعب وخوف سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنیوں سے غافل ہو جائیں گے، جو عربوں کے نزدیک سب سے اچھی اور قیمتی دولت ہوتی ہے، تو پھر دوسری چیزوں سے ان کی غفلت کا کیا حال ہوگا ؟ یعنی لوگ نہایت پریشان اور بدحال ہوں گے، انھیں اپنی جان کے بچاؤ کے سوا کسی چیز کی فکر نہیں ہوگی۔

وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵

’’اور جب جنگلی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔‘‘

شدت زلزلہ اور ٹوٹ پھوٹ کے زیر اثر زمین پر پائے جانے والے تمام وحشی جانور اپنے چھپنے کی جگہوں سے نکل کر مارے رعب و دہشت کے اکٹھے ہو جائیں گے اور انسانوں کے قریب آ کر پناہ لینے کی کوشش کریں گے، پھر مر کر ڈھیر ہو جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓىِٕرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۳۸] ’’اور زمین میں نہ کوئی چلنے والا ہے اور نہ کوئی اڑنے والا، جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے مگر تمھاری طرح امتیں ہیں، ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی، پھر وہ اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن تم ضرور حق داروں کے حقوق ادا کرو گے، حتیٰ کہ بے سینگ والی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا (یعنی اگر ایک سینگ والی بکری نے بے سینگ بکری کو مارا ہوگا تو اسے اس کا بھی بدلہ دلایا جائے گا)۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۲]

وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶

''اور جب سمندر بھڑکائے جائیں گے۔''

سمندروں کے بھڑکائے جانے کی صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ زمین کے نیچے جو بے پناہ حرارت اور آگ ہے، جو آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے کی صورت میں کبھی کبھی ظاہر ہوتی رہتی ہے، وہ اللہ کے حکم سے سمندروں کو بھڑکا کر بھاپ بنا کر اڑا دے گی۔ پھر پہاڑوں کی بلندی اور سمندروں کی گہرائی ختم ہو کر زمین ایک چٹیل میدان بن جائے گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پانی جو آکسیجن اور ہائیڈروجن دو گیسوں کا مرکب ہے، ان میں سے ایک جلانے والی اور دوسری جلنے والی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی عجیب قدرت ہے کہ ان دونوں کو ملا کر آگ بجھانے والا پانی بنا دیا ہے۔ قیامت کے وقت اللہ کے حکم سے ان دونوں کا ملاپ ختم ہو جائے گا اور وہ اپنے اصل کی طرف لوٹ کر بھڑکانے اور بھڑکنے لگیں گی، جس سے سمندروں کا یہ بے حساب پانی چشم زدن میں اڑ جائے گا، بہر حال اللہ کا حکم ہوگا تو سمندر آگ سے بھڑکنے لگیں گے۔

وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷

''اور جب جانیں ملائی جائیں گی۔''

یہاں سے دوسرے نفخہ کے بعد کے حالات ہیں۔ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں، پہلی یہ کہ جانیں جسموں کے ساتھ ملائی جائیں گی تو سب دوبارہ زندہ ہو جائیں گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ [الواقعة : ۴۹، ۵۰] ''کہہ دے بے شک تمام پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر یقیناً اکٹھے کیے جانے والے ہیں۔''

دوسری یہ کہ جانوں کی قسمیں بنائی جائیں گی، نیکوں کو نیکوں کے ساتھ اور بروں کو بروں کے ساتھ ملا دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴾ [الصافات : ۲۲] ''اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔'' دوسری تفسیر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر ﴿ إذا الشمس كورت ﴾، بعد الحدیث : ۴۹۳۷]

وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝۸ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹

''اور جب زندہ دفن کی گئی (لڑکی) سے پوچھا جائے گا۔ کہ وہ کس گناہ کے بدلے قتل کی گئی؟''

بعض قبائل عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کے گھر بچی پیدا ہوتی تو عار سے بچنے کے لیے اسے زندہ درگور کر دیتے۔ یہ ایک بہت بڑا مجرمانہ فعل تھا کہ جس کا وہ اپنی شدید جہالت و نادانی کے سبب ارتکاب کرتے تھے۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ

قیامت کے دن شدید غضب ناک ہوگا اور شدتِ غیظ و غضب کی وجہ سے ان کی طرف سے منہ پھیر لے گا۔ پھر ان زندہ درگور کی گئی بچیوں سے پوچھے گا کہ ان ظالموں نے تمھیں کس جرم کی پاداش میں زندہ درگور کر دیا تھا؟ لڑکیوں کو زندہ زمین میں درگور کر دینے کے دو اسباب تھے، مفلسی اور بدنامی و رسوائی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۱] ''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔'' رسوائی کے سلسلہ میں قتل کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [النحل : ۵۸، ۵۹] ''اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔''

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ماؤں کی نافرمانی (یعنی ان کے ستانے) کو، بیٹیوں کو زندہ گاڑ دینے کو اور دینے سے انکار کرنے اور لینے کے لیے تیار رہنے کو تم پر حرام کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے قیل و قال (یعنی تمھاری فضول باتوں) کثرت سوال اور مال کے ضائع کرنے کو بھی ناپسند کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الاستقراض، باب ما ینھی عن إضاعة المال …… الخ : ۲۴۰۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ان لڑکیوں (کی پیدائش) سے آزمائش میں ڈالا جائے اور پھر وہ صبر کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لیے جہنم کے عذاب سے بچاؤ کا ذریعہ بن جائیں گی۔'' [ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی النفقة علی البنات والأخوات : ۱۹۱۳]

سیدہ جزامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عزل (بیوی سے مباشرت کے وقت مادہ منویہ کو باہر گرانے) سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ تو خفیہ طریقے کا دفن کرنا ہی ہے اور یہ فعل اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وعید کی زد میں آتا ہے: ﴿ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ﴾ [التکویر : ۸] ''جب زندہ دفن کی گئی (لڑکی) سے پوچھا جائے گا۔'' [مسلم، کتاب النکاح، باب جواز الغیلة وھی وطء المرضع وکراھة العزل : ۱۴۴۲/۱۴۱]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیس بن عاصم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے زمانۂ جاہلیت میں اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر ایک کی طرف سے ایک گردن آزاد کرو۔'' انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں تو اونٹوں والا ہوں (یعنی ان کے بارے میں کوئی حکم دیجیے)، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بیٹی کی طرف سے ایک اونٹ ذبح کرو۔'' [السنن الکبریٰ للبیھقی : ۱۱۶/۸، ح : ۱۶۴۲۴۔ کشف الأستار عن زوائد البزار : ۷۸/۳، ح : ۲۲۸۰۔ طبرانی کبیر : ۳۳۷/۱۸، ح : ۸۶۳]

﴿ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ ﴾

’’اور جب اعمال نامے پھیلائے جائیں گے۔‘‘

قیامت کے دن لوگوں کے اعمال نامے حساب کے لیے کھول کر ان کے سامنے رکھ دیے جائیں گے اور ہر شخص اپنے اچھے اور برے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴾ [بني إسرائيل : ١٤] ’’اپنی کتاب پڑھ، آج تو خود اپنے آپ پر بطور محاسب کافی ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الكهف : ٤٩] ’’اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔‘‘

﴿ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ ﴾

’’اور جب آسمان کی کھال اتاری جائے گی۔‘‘

اس دن آسمان اپنی جگہوں سے اس طرح الگ کر دیے جائیں گے جس طرح مذبوح جانوروں کے چمڑے ادھیڑ دیے جاتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ﴾ [الأنبياء : ١٠٤] ’’جس دن ہم آسمان کو کاتب کے کتابوں کو لپیٹنے کی طرح لپیٹ دیں گے۔‘‘ اس کے بعد عالم بالا سب کے سامنے آشکارا ہو جائے گا۔

﴿ وَ اِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ ﴾

’’اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی۔ اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔‘‘

اس دن جہنم کی آگ اللہ کے دشمنوں کے لیے پوری طرح تیز کر دی جائے گی، جبکہ جنت اہل تقویٰ سے قریب کر دی جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴾ [قٓ : ٣١] ’’اور جنت پرہیز گاروں کے لیے قریب کر دی جائے گی، جو کچھ دور نہ ہوگی۔‘‘

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تمھاری یہ (دنیا کی) آگ جسے ابن آدم جلاتا ہے، جہنم کی آگ کی گرمی کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔‘‘ صحابہ نے عرض کی، واللہ! یا رسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو) یہی آگ کافی تھی۔ آپ نے فرمایا: ’’وہ آگ تو دنیا کی آگ سے انہتر درجے زیادہ گرم ہے اور اس

کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر (گرم) ہے۔" [مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۳]

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾

"ہر جان، جان لے گی جو لے کر آئی۔"

یہ جواب ہے، یعنی مذکورہ بالا امور واقع ہوں گے تو اس وقت ہر شخص جان لے گا جو اس نے عمل کیے اور آج کے اس دن کے لیے کیا لے کر آیا؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ﴾ [آل عمران : ۳۰] "جس دن ہر شخص حاضر کیا ہوا پائے گا جو اس نے نیکی میں سے کیا اور وہ بھی جو اس نے برائی میں سے کیا، چاہے گا کاش! اس کے درمیان اور اس کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا۔" اور فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴾ [القيامة : ۱۳] "اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔"

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾

"پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ان (ستاروں) کی جو پیچھے ہٹنے والے ہیں! جو چلنے والے ہیں، چھپ جانے والے ہیں! اور رات کی جب وہ جانے لگتی ہے! اور صبح کی جب وہ سانس لیتی ہے! بے شک یہ یقیناً ایک ایسے پیغام پہنچانے والے کا قول ہے جو بہت معزز ہے۔ بڑی قوت والا ہے، عرش والے کے ہاں بہت مرتبے والا ہے۔ وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے، امانت دار ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان ستاروں کی قسم، جو دن کے وقت چھپ جاتے ہیں! یہ ستارے آفتاب و مہتاب کے ساتھ چلتے رہتے ہیں اور آفتاب کی روشنی کے وقت چھپے رہتے ہیں۔ رات کی قسم! جب وہ دن کو پیچھے چھوڑ کر آگے آ جاتی ہے اور ہر چیز پر اپنی سیاہ چادر ڈال دیتی ہے، صبح کی قسم! جس کی روشنی پھیلتی جاتی ہے، یہاں تک کہ پورا دن نکل آتا ہے، بے شک وہ قرآن جو انسان کے سامنے بعث بعد الموت کا عقیدہ پوری شرح و بسط کے ساتھ پیش کرتا ہے، اسے اللہ کے معزز و مکرم رسول جبریل امین نے اپنے رب کی جانب سے نبی اکرم ﷺ پر نازل کیا ہے، وہ جبریل امین جنھیں ان کے رب نے ایسی زبردست قوت عطا کی ہے کہ کوئی انسان یا جن ان کے پاس موجود وحی ان سے نہ چھین سکتا ہے اور نہ اس میں کوئی نقص و اضافہ کر سکتا ہے۔ وہ روح الامین فرشتہ عرش والے کے نزدیک بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں اور آسمان میں رہنے والے سبھی ان کی بات مانتے ہیں اور وہ اپنے رب کی وحی اور اسرارِ رسالت کے بڑے ہی امانت دار ہیں۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ : یعنی اس قرآن کو ایک عالی مقام فرشتے نے پہنچایا ہے جو بہت ہی شریف، حسن خلق کا پیکر اور مجسم حسن و جمال ہے اور وہ جبریل علیہ السلام ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۹۷] ”کہہ دے جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو بے شک اس نے یہ کتاب تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتاری ہے، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور مومنوں کے لیے سراسر ہدایت اور خوشخبری ہے۔“

ذِيْ قُوَّةٍ : وہ قوت والے ہیں، یعنی وہ خلقت کے اعتبار سے بھی بہت شدید ہیں اور گرفت اور فعل کے اعتبار سے بھی شدید ہیں۔ ایک اور مقام پر جبریل علیہ السلام کی قوت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ﴾ [النجم : ۵، ۶] ”اسے نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے سکھایا۔ جو بڑی طاقت والا ہے۔“

مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ : یہ جبریل علیہ السلام کی صفت امانت ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول جبریل کا تزکیہ فرما رہا ہے، یعنی وہ احکام الٰہی اور آیات ربانی کو بے کم و کاست رسولوں تک پہنچاتے ہیں۔ اسی لیے انھیں روح الامین بھی کہا جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴾ [الشعراء : ۱۹۲ تا ۱۹۵] ”اور بے شک یہ یقیناً رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں سے ہو جائے۔ واضح عربی زبان میں۔“

وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝۲۲ وَ لَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝۲۳

”اور تمھارا ساتھی ہرگز کوئی دیوانہ نہیں ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے اس (جبریل) کو (آسمان کے) روشن کنارے پر دیکھا ہے۔“

اے اہل مکہ! تمھارے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیوانے نہیں ہیں۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، کسی دیوانے کی بڑ نہیں ہے، دیوانہ تو کجا صاحب عقل و ہوش اور ذی علم اشخاص بھی اس جیسا کلام نہیں بنا سکتے اور اے اہل مکہ! تمھارے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معزز و مکرم فرشتے یعنی جبریل علیہ السلام کو آسمان کے صاف و شفاف کنارے پر دیکھا بھی ہے، یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے نہ صرف کلام الٰہی کو پڑھا ہے، بلکہ انھیں افق پر ان کی اصل شکل میں دیکھا بھی ہے۔ اس سے مراد وہ پہلی رویت ہے جو بطحا میں ہوئی تھی اور جس کا ذکر ان آیات میں ہے: ﴿ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝ وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴾ [النجم : ۵ تا ۱۰] ”اسے نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے سکھایا۔ جو بڑی طاقت والا ہے، سو وہ بلند ہوا۔ اس حال میں کہ وہ آسمان کے مشرقی کنارے پر تھا۔ پھر وہ نزدیک ہوا، پس اتر آیا۔ پھر وہ دو کمانوں کے فاصلے پر ہو گیا، بلکہ زیادہ قریب۔ پھر اس نے

وحی کی اس (اللہ) کے بندے کی طرف جو وحی کی۔‘‘

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ تک وحی بند رہنے کے بعد نبی کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہوئی، تو آپ نے اس کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا: ’’میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو حرا میں میرے پاس آیا تھا، آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا تھا، میں اس سے ڈر گیا اور واپس آ کر کہا: ((زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ)) (مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ [المدثر : ۱ تا ۵] پھر تو وحی کا سلسلہ تیز اور متواتر ہو گیا۔‘‘ [بخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي .... الخ : ٤۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ : ١٦١]

دوسری رؤیت کا ذکر ان آیات میں ہے: ﴿ وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴾ [النجم : ۱۳ تا ۱٦] ’’حالانکہ بلاشبہ یقیناً اس نے اسے ایک اور بار اترتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ آخری حد کی بیری کے پاس۔ اسی کے پاس ہمیشہ رہنے کی جنت ہے۔ جب اس بیری کو ڈھانپ رہا تھا جو ڈھانپ رہا تھا۔‘‘

وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝۲۴

’’اور وہ غیب کی باتوں پر ہرگز بخل کرنے والا نہیں۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ انھیں غیب کی جو بات بتاتا ہے وہ اسے اپنے پاس ہی نہیں رکھ لیتے بلکہ امت تک پہنچا دیتے ہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو شخص تمھیں یہ بتائے کہ نبی ﷺ نے اپنے آپ پر نازل ہونے والی کوئی بات چھپائی ہے، تو اس نے یقیناً جھوٹ بولا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ [المائدۃ : ٦٧] ’’اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب التفسير، بابٌ : ﴿ يأيها الرسول بلغ ما أنزل إليك من ربك ﴾ : ٤٦١٢]

وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝۲۵

’’اور وہ ہرگز کسی مردود شیطان کا کلام نہیں۔‘‘

یعنی تمھارا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ محمد (ﷺ) کاہن ہیں اور قرآن کسی مردود شیطان کا کلام ہے، جسے وہ محمد (ﷺ) کو سکھاتا رہتا ہے۔ شیاطین تو جھوٹے اور گناہ گار لوگوں پر نازل ہوتے ہیں۔ یہ الصادق الامین پر کیسے نازل ہو سکتے ہیں؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَ اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴾

[الشعراء : ۲۲۱ تا ۲۲۳] ''کیا میں تمھیں بتاؤں شیاطین کس پر اترتے ہیں۔ وہ ہر زبردست جھوٹے، سخت گنہگار پر اترتے ہیں۔ وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴾ [الشعراء : ۲۱۰ تا ۲۱۲] ''اور اسے لے کر شیاطین نہیں اترے۔ اور نہ یہ ان کے لائق ہے اور نہ وہ یہ کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ وہ تو سننے ہی سے الگ کیے ہوئے ہیں۔''

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع

''پھر تم کہاں جا رہے ہو؟ یہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔ اس کے لیے جو تم میں سے چاہے کہ سیدھا چلے۔ اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، جو سب جہانوں کا رب ہے۔''

اے اہل قریش! تم نے میرے نبی اور میرے قرآن پر جتنے اتہامات دھرے، سب کی نفی ہو چکی اور سب کی تردید کی جا چکی، اس کے بعد بھی اگر تم حق کو قبول نہیں کرتے تو تمھارے لیے ضلالت و گمراہی کے سوا کوئی راہ باقی نہیں رہ گئی ہے۔ اس لیے تم ہٹ دھرمی سے باز آ جاؤ اور حق کو قبول کر لو، قرآن پر ایمان لے آؤ جو سارے عالم کے لیے عبرت و موعظت کا خزانہ ہے، لیکن اس خزانے سے وہی مستفید ہو گا جو راہِ حق پر چلنا چاہے گا اور اس حق کو وہی قبول کرتا ہے اور اس راہ پر وہی چلتا ہے جسے اللہ اپنی مرضی سے اس کی توفیق دیتا ہے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ : سیدہ قتیلہ رضی اللہ عنہا، جو قبیلہ جہینہ کی ایک عورت ہیں، بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا، تم اللہ کا شریک بناتے ہو اور تم اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ تم کہتے ہو جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں اور تم کہتے ہو کعبہ کی قسم! تو رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت ایمان والوں کو حکم دیا کہ جب وہ قسم کھایا کریں تو اس طرح کہا کریں: ''کعبہ کے رب کی قسم!'' اور ہر شخص کو چاہیے کہ اس طرح کہے ''جو اللہ چاہے پھر جو آپ چاہیں۔'' [نسائی، کتاب الأیمان والنذور، باب الحلف بالکعبة : ۳۸۰۴]

سورۃ الانفطار مکیۃ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جسے یہ بات پسند ہو کہ وہ قیامت کے دن کو اس طرح دیکھے گویا آنکھ سے دیکھ رہا ہو تو وہ ﴿ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴾، ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴾ اور ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴾ پڑھ لے۔“ [مسند أحمد : ۲۷/۲، ح : ٤٨٠٥۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ﴿ إذا الشمس كورت ﴾ : ۳۳۳۳۔ مستدرك حاكم : ٥٧٦/٤، ح : ٨٧١٩]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ۝۵

”جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب ستارے بکھر کر گر جائیں گے۔ اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے۔ اور جب قبریں الٹ دی جائیں گی۔ ہر شخص جان لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس دن آسمان پھٹ پڑے گا اور جب ستارے گر کر بکھر جائیں گے اور جب کھارے سمندروں کا پانی میٹھے دریاؤں کے پانی سے مل جائے گا، یعنی زمین اتنی شدت کے ساتھ ہلے گی اور ایسا مہیب زلزلہ واقع ہوگا کہ ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے گی اور زمین پر موجود پانی ایک دوسرے کے ساتھ مل جائے گا۔ قبریں الٹ دی جائیں گی اور تمام مردے زندہ ہو کر اوپر آ جائیں گے۔ فرمایا کہ جب یہ حادثات ظہور پذیر ہوں گے، تو اس وقت ہر آدمی یقینی طور پر جان لے گا کہ اس نے دنیا میں کیسے اعمال کیے تھے؟ نیک آدمی کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے کیا عمدہ زادِ آخرت اپنے لیے آگے بھیج دیا تھا اور گناہ گار کو بھی خوب معلوم ہو جائے گا کہ کن گناہوں کے ارتکاب کے سبب اسے آج ذلت و رسوائی

اور ہلاکت و بربادی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ﴾ [القیامۃ : ۱۳] ''اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الکہف : ۴۹] ''اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین اعمال کے، صدقہ جاریہ، یا وہ علم جس سے بعد ازاں بھی لوگ فائدہ اٹھائیں، یا وہ صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔'' [مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ۱۶۳۱]

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورج طلوع ہو چکا تھا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن اور ننگے پیر تھے۔ انھوں نے گلے میں چمڑے کی عبائیں پہنی ہوئی تھیں اور اپنی تلواریں اپنی گردنوں میں حمائل کی ہوئی تھیں۔ یہ تمام لوگ قبیلہ مضر سے تھے۔ ان کی اس فقر و فاقہ کی حالت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کی رنگت کو متغیر کر دیا۔ آپ گھر تشریف لے گئے، پھر باہر آئے اور بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم دیا، چنانچہ اذان ہوئی، پھر اقامت ہوئی، آپ نے نماز پڑھائی اور خطبہ شروع فرمایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ [النساء : ۱] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔'' پھر سورۂ حشر کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الحشر : ۱۸] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔'' اور لوگوں کو خیرات دینے کی رغبت دلائی، جس پر لوگوں نے صدقہ دینا شروع کیا۔ کسی نے اشرفی دی، کسی نے درہم، کسی نے ایک صاع گیہوں اور کسی نے ایک صاع کھجور دینا شروع کیے، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ''اگر آدھی کھجور بھی دے سکتے ہو تو

لے آؤ۔'' ایک انصاری ایک وزنی تھیلی، جسے وہ بمشکل اٹھائے ہوئے تھے، لے آئے، پھر تو لوگوں نے لگا تار جو کچھ دستیاب ہوا، لانا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ہر چیز کے ڈھیر لگ گئے اور رسول اللہ ﷺ کا اداس چہرہ کھل اٹھا اور مثل سونے کے چمکنے لگا، تب آپ نے فرمایا: ''جو بھی اسلام میں کسی کارِ خیر کو شروع کرے تو اسے اپنے عمل کا ثواب بھی ملتا ہے اور جو لوگ (اس کی دیکھا دیکھی) اس کے بعد وہ عمل کریں گے ان کا ثواب بھی اسے ملتا ہے اور اس سے ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ اسی طرح جو اسلام میں کسی برے (اور خلاف شرع) طریقے کو جاری کرے اس پر اسے اپنا گناہ بھی ملتا ہے اور ان لوگوں کا گناہ اسے ملتا ہے جو اس کے بعد (اس کی دیکھا دیکھی) وہ برا کام کرتے ہیں اور اس سے ان کے گناہ میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة أو کلمة طیبة ...... الخ : ۱۰۱۷۔ مسند أحمد : ۴/ ۳۵۸، ۳۵۹، ح : ۱۹۱۹۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس نے کافی مال چھوڑا ہے، لیکن وصیت نہیں کی ہے، تو کیا اگر اس کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے تو یہ اس کی طرف سے کفارہ ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' [مسلم، کتاب الوصیة، باب وصول ثواب الصدقات إلی المیت : ۱۶۳۰]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، میری ماں اچانک فوت ہو گئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اسے بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ (ضرور) صدقہ کرتی، تو اب اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا مجھے بھی اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' [مسلم، کتاب الوصیة، باب وصول ثواب الصدقات إلی المیت : ۱۰۰۴، بعد الحدیث : ۱۶۳۰]

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ﴿۶﴾ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ﴿۷﴾ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴿۸﴾

''اے انسان! تجھے تیرے نہایت کرم والے رب کے متعلق کس چیز نے دھوکا دیا؟ وہ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست کیا، پھر تجھے برابر کیا۔ جس صورت میں بھی اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔''

یہاں خطاب ان فاسق و فاجر انسانوں سے ہے جو دنیا میں معصیت کی زندگی گزارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے انسان! تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا ہے کہ تو اپنی فطرت سے منحرف ہو گیا ہے اور اپنے اس رب کی نافرمانی کر رہا ہے، جو عظیم و جلیل اور کامل و قادر ہے۔ جس نے تم پر یہ احسان کیا ہے کہ تمھیں کامل الخلقت انسان بنایا ہے، عقل و حواس اور اپنی گوناگوں نعمتوں سے نوازا ہے۔ تم کچھ بھی نہیں تھے تو اس نے تمھیں ایک نطفۂ حقیر سے پیدا کیا۔ کان، آنکھ اور عقل جیسی نعمت دی، ہاتھ اور پاؤں دیے، سینے میں دھڑکتا ہوا دل دیا اور ہر طرح سے ایک کامل آدمی بنایا۔ اس کا کمالِ

قدرت دیکھو کہ اس نے تم میں سے کسی کو گورا کسی کو کالا بنایا، کسی کو لمبا اور کسی کو پست قد بنایا اور پھر تم میں سے کسی کو مذکر اور کسی کو مؤنث بنایا۔ یہ سب اس کی قدرت کی کاری گری اور اس کی کمال صناعی ہے۔ ان ساری چیزوں کا تقاضا ہے کہ تم اپنے رب کی نافرمانی نہ کرو، ہر دم اسی کی بندگی میں لگے رہو اور کسی حال میں بھی اس کے احکام سے سرتابی نہ کرو۔

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ : یعنی اس رب کریم کے بارے میں کس چیز نے تجھے دھوکے میں مبتلا کر دیا جس نے تجھے ٹھیک ٹھیک حالت میں، نہایت اچھے توازن اور اعتدال کے ساتھ، خوبصورت قد و قامت اور حسین و جمیل شکل و صورت میں پیدا فرمایا۔ سیدنا بسر بن جحاش قرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنی ہتھیلی پر تھوکا اور اس پر انگلی رکھ کر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! تو مجھے کیسے عاجز کر سکتا ہے؟ حالانکہ میں نے تجھے اس جیسی چیز (نطفے) سے پیدا کیا ہے، یہاں تک کہ جب میں نے تجھے ٹھیک (پیدا) کر دیا اور تجھے اعتدال میں رکھا، تو تو دو چادروں کے درمیان (تکبر کرتا ہوا)، چلنے لگا، تاہم بالآخر تیرا ٹھکانا زمین کے اندر ہے۔ تو نے خوب دولت جمع کی اور پھر (میری راہ میں) دینے سے باز رہا، یہاں تک کہ جب دم حلق میں آ گیا تو تو کہنے لگا، میں صدقہ کرتا ہوں۔ بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟'' [مسند أحمد : ۴/ ۲۱۰، ح : ۱۷۸۶۰۔ ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب النهى عن الإمساك فى الحياة والتبذير عند الموت : ۲۷۰۷]

فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا، اے اللہ کے رسول! میرے ہاں جو بچہ پیدا ہوا ہے، وہ سیاہ فام ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟'' اس نے کہا، ہاں! آپ نے فرمایا: ''کس رنگ کے؟'' اس نے کہا، سرخ رنگ کے، فرمایا: ''ان میں سے کوئی سفید سیاہی مائل بھی ہے؟'' اس نے کہا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''بھلا اس رنگ کا بچہ (سرخ نر اور مادہ کے درمیان) کیسے پیدا ہو گیا؟'' کہنے لگا، شاید اس کی نسل کی طرف کوئی رگ کھینچ لے گئی ہو (یعنی اپنی نسل کے کسی بہت پہلے کے اونٹ پر یہ پڑا ہو گا)۔ آپ نے فرمایا: ''اسی طرح تیرے بچے کے سیاہ رنگ ہونے کی وجہ بھی ممکن ہے یہی ہو۔'' [بخاري، كتاب الطلاق، باب إذا عرض بنفي الولد : ۵۳۰۵۔ مسلم، كتاب اللعان : ۱۵۰۰]

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ﴿۹﴾ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ﴿۱۱﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

''ہرگز نہیں، بلکہ تم جزا کو جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ بلاشبہ تم پر یقیناً نگہبان (مقرر) ہیں۔ جو بہت عزت والے ہیں، لکھنے والے ہیں۔ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔''

فرمایا، اے انسان! حقیقت یہ ہے کہ کوئی چیز نہیں جو تمھیں تمھارے رب کی جانب سے دھوکے میں ڈالے اور تمھیں

تمھاری فطرت سے منحرف کر دے، بلکہ تمھارے رب کے بے پایاں احسانات تو تمھاری اس جانب راہنمائی کرتے ہیں کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ ضرور اٹھائے جاؤ گے، تا کہ تمھارے نیک و بد اعمال کا تمھیں بدلہ دیا جائے، لیکن تم محض کبر و عناد کی وجہ سے بعث بعد الموت اور روزِ قیامت جزا و سزا کا انکار کرتے ہوئے کفر و ظلم اور دیگر معاصی کا ارتکاب کرتے ہو۔ یاد رکھو کہ ہم نے تمھارے اعمال کی گنتی اور ان کا ریکارڈ رکھنے کے لیے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں، جو تمھارے ایک ایک عمل کو لکھ رہے ہیں۔ تم پوشیدہ یا ظاہر میں جو کچھ اچھے یا برے اعمال کرتے ہو، وہ فرشتے ان سب کو جانتے ہیں۔ تمھارے کسی قول و عمل سے غافل نہیں ہیں اور وہ سارے نیک و بد اعمال روزِ قیامت اچانک تمھارے سامنے آ جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴾ [قٓ : ۱۷، ۱۸] ”جب (اس کے ہر قول و فعل کو) دو لینے والے لیتے ہیں، جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہیں۔ وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ہنس دیے، آپ نے فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟“ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”میں بندے کی اس گفتگو سے ہنس رہا ہوں جو وہ اپنے رب سے کرے گا۔ بندہ کہے گا، اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ اللہ فرمائے گا، کیوں نہیں۔ بندہ کہے گا، تو اب پھر میں اپنے نفس پر (کسی کی گواہی) نہیں مانتا، سوائے اپنی ذات کی گواہی کے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا تو تیری ہی ذات کی گواہی تجھ پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی۔ چنانچہ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا سے کہا جائے گا کہ وہ گواہی دیں۔ اب اس کے اعضا اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ پھر جب بندے کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی تو وہ (اپنے اعضا سے) کہے گا، تمھارے لیے ہلاکت و بربادی ہو، چلو (مجھ سے) دور ہو جاؤ، میں تمھارے ہی لیے تو جھگڑا کر رہا تھا۔“ [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ۲۹۶۹]

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝۱۳ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝۱۴ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝۱۵ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآىِٕبِيْنَ ۝۱۶

”بے شک نیک لوگ یقیناً بڑی نعمت میں ہوں گے۔ اور بے شک نافرمان لوگ یقیناً بھڑکتی آگ میں ہوں گے۔ وہ اس میں جزا کے دن داخل ہوں گے۔ اور وہ اس سے کبھی غائب ہونے والے نہیں ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فرائض ادا کریں گے، گناہوں سے اجتناب کریں گے اور صلاح و تقویٰ

کی زندگی اختیار کریں گے، وہ جنت کی نعمتوں کے مستحق بنیں گے۔ اس کے برعکس جو لوگ اللہ کے اوامر کی مخالفت کریں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جس میں وہ جزا و سزا کے دن ڈال دیے جائیں گے۔ اس کی گرمی، اس کا عذاب اور اس کی سختی جھیلتے رہیں گے، نہ مریں گے اور نہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ﴾ [الشورىٰ : ۷] ''ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔'' یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ وہ قیامت کے دن جہنم میں داخل ہوں گے مگر اس سے پہلے قبر میں بھی انھیں آگ کا عذاب دیا جاتا ہے، جیسے آل فرعون کے متعلق فرمایا: ﴿ وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۝ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾ [المؤمن : ٤٥، ٤٦] ''اور آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا۔ جو آگ ہے، وہ اس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔''

وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٨﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ﴿١٩﴾

''اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ پھر تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ جس دن کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہوگا۔''

روزِ قیامت کی ہیبت ناکی اور سختی بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ اس دن کی سختی و ہیبت ناکی کو پوری طرح نہیں جانتے، حالانکہ یہ تو وہ چیز ہے جس کا صحیح علم حاصل کرنا نہایت ہی اہم ہے۔ اس کی خطرناکی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اس دن کوئی شخص کسی دوسرے کے ہرگز کام نہیں آئے گا۔ اس دن اللہ کے سوا کوئی ایک ذرے کا بھی مالک نہیں ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ هُم بَارِزُونَ ۖ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴾ [المؤمن : ١٦] ''جس دن وہ صاف ظاہر ہوں گے، ان کی کوئی چیز اللہ پر چھپی نہ ہوگی۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ ہی کی جو ایک ہے، بہت دبدبے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴾ [سبا : ٤٢] ''سو آج تمھارا کوئی کسی کے لیے نہ نفع کا مالک ہے اور نہ نقصان کا اور ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے ظلم کیا چکھو اس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴾ [الشعراء : ٢١٤] تو رسول اللہ ﷺ صفا پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا: ''اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبد المطلب! اے بنی عبد المطلب! میں اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے تمھیں نہیں بچا سکتا، البتہ تم (آج) میرے مال میں سے جو چاہو مجھ

سے مانگ لو۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله تعالى : ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ۲۰۵]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے بنی ہاشم ! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا لو، اے بنی عبد المطلب ! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا لو، اے (میری بیٹی) فاطمہ ! تو بھی اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا لے، کیونکہ میں (روزِ قیامت) اللہ تعالیٰ سے تمھارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں (یعنی اگر وہ تمھیں عذاب دینا چاہے تو میں تمھیں بچا نہیں سکتا)، البتہ تم مجھ سے جو رشتہ داری رکھتے ہو میں اسے جوڑتا رہوں گا (یعنی دنیا میں تمھارے ساتھ احسان کرتا رہوں گا)۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله تعالى : ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ۲۰٤]

سورة المطففين مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ﴿۲﴾ۖ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ﴿۳﴾ؕ

''بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر، یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔''

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہلاکت و بربادی کی خبر دی ہے، جو ناپ تول میں لوگوں کے ساتھ بے ایمانی کرتے ہیں۔ ان کے لینے کا پیمانہ اور ہوتا ہے، اور دینے کا اور جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پیمانے کو خوب بھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ناپ تول کرتے وقت آدمی کو پورا دینا چاہیے اور جب لوگوں کو دیتے ہیں تو کوشش کرتے ہیں کہ پیمانہ لبالب نہ ہو اور کہتے ہیں کہ یہی صحیح پیمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی کئی دیگر آیتوں میں بھی پورے ناپ تول کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ۳۵] ''اور ماپ کو پورا کرو، جب ماپو اور سیدھی ترازو کے ساتھ وزن کرو۔ یہ بہترین ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت زیادہ اچھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴾ [الرحمٰن : ۹] ''اور

انصاف کے ساتھ تول سیدھا رکھو اور ترازو میں کمی مت کرو۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس وقت اہل مدینہ ماپ تول کے اعتبار سے بہت برے تھے، تاہم بعد ازاں جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ﴾ [المطففین : ۱] ”بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔“ تو پھر انھوں نے ناپ تول درست کر لیا۔ [ابن ماجه، كتاب التجارات، باب التوقى فى الكيل والوزن : ۲۲۲۳۔ السنن الكبرىٰ للنسائى : ۵۰۸/۶]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”اے مہاجرین کی جماعت! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہو گئے (تو تمھیں اس کی سزا ضرور ملے گی) اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ (بری چیزیں) تم تک پہنچیں، (وہ یہ کہ) جب بھی کسی قوم میں بے حیائی (بدکاری وغیرہ) علانیہ ہونے لگتی ہے تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گزرے ہوئے لوگوں میں نہیں ہوتی تھیں، اور جب بھی وہ ماپ تول میں کمی کرتے ہیں، تو ان کو قحط سالی، روزگار کی تنگی اور بادشاہ کے ظلم کے ذریعے سے سزا دی جاتی ہے۔“ (ان کے علاوہ تین برائیوں کا اور ذکر کیا)۔ [ابن ماجه، كتاب الفتن، باب العقوبات : ۴۰۱۹۔ مستدرك حاكم : ۵۳۹/۴، ح : ۸۶۲۳]

أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ۝۴ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝۵ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۶

”کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ ایک بڑے دن کے لیے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔“

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا صفت کے ساتھ متصف لوگوں کو دھمکی دی ہے کہ کیا انھیں اس بات کا یقین نہیں ہے کہ وہ اپنی قبروں سے زندہ اٹھائے جائیں گے؟ قیامت کے خطرناک اور مہیب دن میں یہ لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ رب العالمین کے سامنے نہایت ہی ذلت و انکسار کے ساتھ کھڑے ہوں گے اور اپنے بارے میں اس کے فیصلے کا انتظار کریں گے۔

لِيَوْمٍ عَظِيمٍ : قیامت کا دن بہت بڑا اور سخت دن ہوگا، جیسا کہ سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ”قیامت کے دن سورج مخلوق کے قریب ہو جائے گا، یہاں تک کہ ان سے ایک میل کی مسافت تک ہوگا۔ تو لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ پسینا ان میں سے بعض کے ٹخنوں تک ہوگا، بعض کے گھٹنوں تک، بعض کی کمر تک اور بعض کو وہ لگام کی طرح لگام ڈالے ہوگا۔“ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کے ساتھ منہ کی طرف اشارہ کیا۔ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فى صفة يوم القيامة...... الخ : ۲۸۶۴]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن سورج ایک میل تک (مخلوق کے) قریب ہو جائے گا اور اس کی گرمی کی شدت بہت بڑھا دی جائے گی۔ اس کی وجہ سے کیڑے مکوڑے اس طرح ابلیں گے جس طرح ہنڈیا ابلتی ہے۔ لوگ اپنے اپنے گناہوں کے مطابق اس گرمی میں اپنے پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔ پسینا ان میں سے کچھ کی پنڈلی تک پہنچا ہوگا، کچھ کے جسم کے درمیان (یعنی کمر) تک اور کچھ کو پسینا لگام ڈالے ہوئے ہوگا۔'' [مسند أحمد : ٥/ ٢٥٤، ح : ٢٢٢٤٨۔ اتحاف المهرة لابن حجر : ٦/ ٢٤٦، ح : ٦٤٣٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر سونے اور چاندی والے کے لیے جو اس سونے اور چاندی سے اس کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہ کرتا ہو، قیامت کے دن آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی اور پھر ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا۔ پھر ان سے اس شخص کے پہلو، اس کی پیشانی اور اس کی پیٹھ کو داغا جائے گا۔ جب بھی وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی تو اس کے لیے ان کو دوبارہ تپایا جائے گا، ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہو گی (یہ عمل بار بار ہوتا رہے گا)۔'' [مسلم، كتاب الزكوة، باب إثم مانع الزكوة : ٩٨٧]

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت: ﴿ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المطففين : ٦] اس کی تفسیر میں فرمایا: ''(لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے) یہاں تک کہ بعض لوگ اپنے آدھے آدھے کانوں تک اپنے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب قول الله تعالٰى ﴿ ألا يظن أولئك أنهم مبعوثون ...... الخ ﴾ : ٦٥٣١۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفة يوم القيامة ...... الخ : ٢٨٦٢]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز (میدان حشر میں) کھڑے ہونے کی تنگی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ [أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء : ٧٦٦]

كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۟ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۟ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۟ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۟ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۟

''ہرگز نہیں، بے شک نافرمان لوگوں کا اعمال نامہ یقیناً دائمی سخت قید کے دفتر میں ہے۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ دائمی سخت قید کا دفتر کیا ہے؟ ایک کتاب ہے، واضح لکھی ہوئی۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔''

یعنی یہ بات ہرگز نہیں کہ تم جس طرح چاہو اللہ کے احکام کی نافرمانی کرتے ہوئے ماپ تول میں کمی کرتے رہو اور وہ وقت ہی نہ آئے کہ تم سے اس ظلم سے متعلق باز پرس ہو۔ نہیں! بلکہ نافرمان لوگوں کا اعمال نامہ ''**سِجِّيْنٍ**'' میں ہے، یہ ''سِجْنٌ'' سے مبالغ کا صیغہ ہے جس کا معنی قید خانہ ہے، یعنی یہ وہ کتاب ہے جس میں ہمیشہ جہنم میں رہنے والوں

کے نام اور ان کے عمل محفوظ ہیں، گویا یہ دائمی قید والوں کا رجسٹر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود "سِجِّيْنٍ" کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴾ کہ وہ ایک واضح لکھی ہوئی کتاب ہے جس میں کوئی کمی بیشی یا رد و بدل نہیں ہو سکتا کہ کوئی نام داخل کر دیا جائے یا مٹا دیا جائے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس دن اللہ، اس کی آیتوں اور روزِ قیامت کی تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت و بربادی ہوگی، یا انھیں جہنم کی وادیٔ ویل میں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ : "وَيْلٌ" سے مراد تباہی و بربادی اور ہلاکت ہے۔ بہز بن حکیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد (حکیم) نے اپنے والد (معاویہ بن حمیدہ قشیری رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ویل (وادیٔ جہنم یا تباہی) ہے اس شخص کے لیے جو اس غرض سے جھوٹ بولے کہ اس سے لوگ ہنسیں۔ ویل (یعنی ہلاکت) ہے اس کے لیے! ویل (یعنی ہلاکت) ہے اس کے لیے۔" [أبو داؤد، كتاب الأدب، باب التشديد في الكذب : ٤٩٩٠۔ ترمذی، كتاب الزهد، باب ما جاء من تكلم بالكلمة ليضحك الناس : ٢٣١٥۔ مسند أحمد : ٥/٥، ٦، ح : ٢٠٠٧٧]

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝١٢ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٣

"اور اسے کوئی نہیں جھٹلاتا مگر ہر حد سے نکل جانے والا، سخت گناہ گار۔ جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، روزِ قیامت کی تکذیب وہی شخص کرتا ہے جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والا اور انواع و اقسام کے جرائم و معاصی کا ارتکاب کرنے والا ہوتا ہے۔ اس کی ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ جب اس کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے تو یہ کہہ کر انکار کر دیتا ہے کہ یہ تو گزشتہ قوموں کے قصے اور افسانے ہیں، یہ وحیٔ الٰہی نہیں ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ۝ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ [النمل : ٦٧، ٦٨] "اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا بھی تو کیا واقعی ہم ضرور نکالے جانے والے ہیں؟ بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے ہم سے یہ وعدہ کیا گیا اور ہمارے باپ دادا سے بھی، یہ نہیں ہیں مگر پہلے لوگوں کی فرضی کہانیاں۔"

كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝١٤

"ہرگز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔"

یہاں لفظ "كَلَّا" اس زعم باطل کی تردید ہے کہ قرآن کریم گزشتہ قوموں کے قصے اور واقعات ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ تو اللہ کی برحق اور کھلی کتاب ہے، جس پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا روحانی امراض کے لیے شفا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفر و معاصی نے ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیا ہے، جس کے سبب وہ معرفت حق سے محروم ہو گئے ہیں۔ گناہ

کا خاصہ ہے کہ اگر بار بار کیا جائے اور توبہ نہ کی جائے تو پورے دل کو گھیر لیتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب مومن کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لے، باز آ جائے اور (اللہ سے) بخشش کی درخواست کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے، اگر مزید گناہ کر لے تو سیاہی کا نقطہ زیادہ ہو جاتا ہے (حتیٰ کہ ہوتے ہوتے دل سیاہ ہو جاتا ہے) یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں (اس فرمان میں) کیا ہے: ﴿ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾ [المطففين : ١٤] ”ہرگز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔“ [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة ويل للمطففين : ٣٣٣٤۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب : ٤٢٤٤۔ مسند أحمد : ٢٩٧/٢، ح : ٧٩٧١]

كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ ⑮ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ⑯ ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ⑰

”ہرگز نہیں، بے شک وہ اس دن یقیناً اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔ پھر بے شک وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں یقیناً داخل ہونے والے ہیں۔ پھر کہا جائے گا یہی ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔“

یہ کافر جو کہتے ہیں کہ اگر قیامت ہوئی بھی تو دنیا کی طرح وہاں بھی پروردگار کی نوازشیں ہم ہی پر ہوں گی، تو ان کا یہ کہنا ہرگز درست نہیں۔ انھیں تو پروردگار کے قریب تک نہیں آنے دیا جائے گا، بلکہ وہ حجاب میں رکھے جائیں گے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس دن نافرمان اللہ تعالیٰ سے پردے میں ہوں گے اور اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نظر آئے گا۔ اگر دیدار الٰہی کے منکروں کے کہنے کے مطابق اللہ تعالیٰ کسی کو بھی نظر نہیں آئے گا، تو یہ آیت بے معنی ہو جاتی ہے۔ دوسری جگہ صریح الفاظ میں فرمایا: ﴿ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ⑳ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ [القيامة : ٢٢، ٢٣] ”اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔“ نافرمانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اگلی آیت میں فرمایا کہ پھر وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا، یہی وہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، اب اس جھٹلانے کا مزہ چکھو۔

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ⑱ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ⑲ كِتَابٌ مَرْقُومٌ ⑳ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ㉑

”ہرگز نہیں، بے شک نیک لوگوں کا اعمال نامہ یقیناً بہت ہی اونچے لوگوں کے دفتر میں ہے۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ بہت ہی اونچے لوگوں کا دفتر کیا ہے؟ ایک کتاب ہے، واضح لکھی ہوئی۔ جس کے پاس مقرب (فرشتے) حاضر رہتے ہیں۔“

فرمایا کہ نیک لوگ ہرگز ناکام و نامراد نہیں ہوں گے۔ نیک لوگوں کے اعمال نامے علیین میں ہوں گے۔ اے رسول! آپ کو کیا معلوم کہ علیین کیا چیز ہے؟ وہ ایک رجسٹر ہے، جس میں نیک لوگوں کے اعمال ناموں کا اندراج کیا جاتا ہے۔ اس مقدس کتاب کا مشاہدہ صرف مقرب فرشتے کرتے ہیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ﴿۲۴﴾ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾

”بے شک نیک لوگ یقیناً بڑی نعمت میں ہوں گے۔ تختوں پر (بیٹھے) دیکھ رہے ہوں گے۔ تو ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچانے گا۔ انھیں ایسی خالص شراب پلائی جائے گی جس پر مہر لگی ہوگی۔ اس کی مہر کستوری ہوگی اور اسی (کو حاصل کرنے) میں ان لوگوں کو مقابلہ کرنا لازم ہے جو (کسی چیز کے حاصل کرنے میں) مقابلہ کرنے والے ہیں۔“

جن اہل تقویٰ اور اہل خیر کے نامۂ اعمال ”مقام علیین“ میں ہوں گے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں نعمتوں والی جنت میں جگہ دے گا اور وہ گاؤ تکیے پر ٹیک لگائے آرام کریں گے۔ ان کا رب انھیں جن نعمتوں سے نوازے گا اور جو عزت بخشے گا، وہ اس کے بارے میں سوچ سوچ کر دل ہی دل میں نہایت خوش ہوں گے اور ان بیش بہا نعمتوں کی وجہ سے خوشی کے آثار ان کے چہروں پر عیاں ہوں گے۔ انھیں خالص شراب پلائی جائے گی، جس میں تلچھٹ کا نام و نشان نہیں ہوگا اور وہ شراب خالص ایسے برتنوں میں ہوگی جو سربمہر ہوں گے، یعنی پہلے انھیں کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا اور وہ مہر مشک کے ذریعے سے لگائی گئی ہوگی۔ اس مٹی کی مانند جس کے ذریعے سے شیشوں اور برتنوں کو سربمہر کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی ان نعمتوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں، انھیں اس کی اطاعت و بندگی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ﴿۲۷﴾ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾

”اور اس کی ملاوٹ تسنیم سے ہوگی۔ جو ایک چشمہ ہے، جس سے مقرب لوگ پییں گے۔“

اس شراب طہور کی تیاری میں جنت کے ”تسنیم“ نامی چشمے کا صاف و شفاف پانی ملا ہوگا اور وہ پانی اللہ کے ان مقرب بندوں کے لیے خاص ہوگا جو جنت کے اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾

”بے شک وہ لوگ جنھوں نے جرم کیے، ان لوگوں پر جو ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ مجرموں اور کافروں کے بارے فرما رہا ہے کہ وہ دنیا میں مومنوں پر ہنستے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے کہ ان پر کیا پاگل پن سوار ہے کہ دنیا کی نقد لذتوں کو چھوڑ کر کل کی ان دیکھی خیالی لذتوں کے وعدوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [البقرة : ٢١٢] ''ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، دنیا کی زندگی خوشنما بنا دی گئی ہے اور وہ ان لوگوں سے مذاق کرتے ہیں جو ایمان لے آئے، حالانکہ جو لوگ ڈر گئے وہ قیامت کے دن ان سے اوپر ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١٠٩ تا ١١١] ''بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ لوگ تھے جو کہتے تھے اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے۔ تو تم نے انھیں مذاق بنالیا، یہاں تک کہ انھوں نے تم کو میری یاد بھلا دی اور تم ان سے ہنسا کرتے تھے۔ بے شک میں نے انھیں آج اس کے بدلے جو انھوں نے صبر کیا، یہ جزا دی ہے کہ بے شک وہی کامیاب ہیں۔''

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾

''اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کیا کرتے تھے۔ اور جب اپنے گھر والوں کے پاس واپس آتے تو خوش گپیاں کرتے ہوئے واپس آتے تھے۔ اور جب انھیں دیکھتے تو کہا کرتے تھے بلاشبہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔ حالانکہ وہ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔''

یعنی اللہ کے یہ نیک بندے جب مکہ کی سڑکوں اور گلیوں میں ان کے پاس سے گزرتے تھے تو وہ کبر و غرور میں آ کر ان کا مذاق اڑاتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کی طرف آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔ جب اپنی مجلسوں سے اٹھ کر اپنے گھروں اور بال بچوں کی طرف چلتے تھے تب بھی مومنوں کا مذاق اڑاتے تھے، ان کی عیب جوئی کرتے تھے اور خوب چٹخارے لیتے تھے۔ مشرکین قریش جب مسلمانوں کو دیکھتے تو ان کی طرف اشارہ کرکے کہتے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آبا و اجداد کا دین چھوڑ دیا ہے اور محمد (ﷺ) کا دین قبول کرکے راہِ حق سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، حالانکہ وہ مجرم لوگ ان مومنوں کے محافظ و نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے کہ ان کے اعمال پر نظر رکھتے اور ان کی ہدایت و گمراہی کی گواہی دیتے۔

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع ۸

''سو آج وہ لوگ جو ایمان لائے، کافروں پر ہنس رہے ہیں۔ تختوں پر (بیٹھے) نظارہ کر رہے ہیں۔ کیا کافروں کو اس کا بدلہ دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں مومنوں کا مذاق اڑانے کا بدلہ قیامت کے دن کافروں اور مجرموں کو یہ ملے گا کہ مومن لوگ ان کی ذلت و رسوائی دیکھ کر خوش ہوں گے اور گاؤ تکیے پر بیٹھے اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے اور اس عذاب الیم کو بھی دیکھ رہے ہوں گے جس میں مجرم مبتلا ہوں گے۔ تب رب ذوالجلال مومنوں کو مخاطب کر کے کہے گا، کیا اب تم نے دیکھ لیا ہے کہ ہم نے کافروں کو ان کے کفر و ظلم اور ان کے دیگر برے اعمال کا کیسا بدلہ دیا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ [المؤمنون : ۱۰۸ تا ۱۱۱] ''فرمائے گا اس میں دور دفع رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ لوگ تھے جو کہتے تھے اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے۔ تو تم نے انھیں مذاق بنا لیا، یہاں تک کہ انھوں نے تم کو میری یاد بھلا دی اور تم ان سے ہنسا کرتے تھے۔ بے شک میں نے انھیں آج اس کے بدلے جو انھوں نے صبر کیا، یہ جزا دی ہے کہ بے شک وہی کامیاب ہیں۔''

سورۃ الانشقاق مکیۃ

ابو رافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی تو انھوں نے سورۃ: ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ کی قراءت کی اور سجدہ کیا، میں نے اس بارے میں ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کرتے ہوئے اس سورت میں سجدہ کیا تھا، لہٰذا میں سجدہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں۔ [بخاری، کتاب سجود القرآن و سنتها، باب من قرأ السجدة فی الصلوة فسجد بها : ۱۰۷۸]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۙ﴿۳﴾ وَ اَلۡقَتۡ مَا فِیۡهَا وَ تَخَلَّتۡ ۙ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتۡ ؕ﴿۵﴾

”جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا اور یہی اس کا حق ہے۔ اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔ اور اس میں جو کچھ ہے اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور یہی اس کا حق ہے۔“

فرمایا کہ آسمان اپنے رب کا حکم سنتے ہی پھٹ جائے گا، اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، ستارے بکھر جائیں گے اور شمس و قمر کی روشنی غائب ہو جائے گی، زمین تیزی کے ساتھ ہلنے لگے گی، اس پر موجود پہاڑ، مکانات اور دیگر تمام چیزیں ختم ہو جائیں گی اور زمین ایک چٹیل میدان بن جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۙ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۙ۝ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴾ [طٰہٰ : ۱۰۵ تا ۱۰۷] ”اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر انھیں ایک چٹیل میدان بنا کر چھوڑے گا۔ جس میں تو نہ کوئی کجی دیکھے گا اور نہ کوئی ابھری جگہ۔“

زمین اپنے تمام خزانوں اور مُردوں کو باہر نکال پھینکے گی اور ان سے بالکل خالی ہو جائے گی۔ اس کے اندر کچھ بھی باقی نہیں رہے گا اور زمین اپنے رب کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے گی۔ اسے ایسا ہی کرنا تھا، اس لیے کہ رب العالمین کے حکم سے سرتابی کون کر سکتا ہے؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ۝ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴾ [الزلزال : ۱، ۲] ”جب زمین سخت ہلا دی جائے گی، اس کا سخت ہلایا جانا۔ اور زمین اپنے بوجھ نکال باہر کرے گی۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”زمین اپنے پوشیدہ خزانے اگل دے گی اور وہ سونے اور چاندی کے ستونوں کی مانند ہوں گے۔ قاتل آئے گا اور (ان کو دیکھ کر) کہے گا، (افسوس صد افسوس!) میں نے اسی کے لالچ میں (فلاں کو) قتل کیا تھا۔ رشتے ناتے قطع کرنے والا آئے گا اور کہے گا (افسوس!) میں نے اسی کے لالچ میں توڑا تھا۔ چور آئے گا اور کہے گا، (افسوس!) اسی کے لالچ میں میرا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر وہ سب اسے چھوڑ کر چلے

جائیں گے اور وہ اس میں سے کچھ بھی نہیں لیں گے۔" [مسلم، کتاب الزکوة، باب الترغیب فی الصدقة قبل أن لا یوجد من یقبلها : ۱۰۱۳]

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝۶

"اے انسان! بے شک تو مشقت کرتے کرتے اپنے رب کی طرف جانے والا ہے، سخت مشقت، پھر اس سے ملنے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمھاری زندگی جہد و عمل سے عبارت ہے، تم جب تک زندہ رہو گے دن رات کوئی نہ کوئی کام کرتے رہو گے، چاہے وہ کام اچھا ہو یا برا اور ساتھ ہی ساتھ تمھاری ہر سانس تمھیں موت سے قریب کرتی جاتی ہے، یہاں تک کہ ایک دن تمھاری موت آ جائے گی اور تم اپنے خالق حقیقی سے جا ملو گے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اے انسان! مرنے کے بعد تم اپنے عمل سے ضرور ملو گے، چاہے وہ اچھا ہو یا برا۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝۷ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝۸ وَّ يَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۹

"پس لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش واپس آئے گا۔"

فرمایا کہ اس دن جن نیک بختوں کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے، تو رب العالمین ان کا حساب آسان کر دے گا، ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے گا۔ وہ اپنے اہل و عیال اور خویش و اقارب کے پاس خوشی کے ساتھ آئیں گے۔ اس لیے کہ انھیں جہنم سے آزادی کا پروانہ مل چکا ہوگا اور جنت میں حوروں، اپنی نیک بیویوں اور صالح اولاد کے ساتھ جا ملیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴾ [الحاقة : ۱۹ تا ۲۴] "سو جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا لو پکڑو، میرا اعمال نامہ پڑھو۔ یقیناً میں نے سمجھ لیا تھا کہ بے شک میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔ پس وہ ایک خوشی والی زندگی میں ہوگا۔ ایک بلند جنت میں۔ جس کے میوے قریب ہوں گے۔ کھاؤ اور پیو مزے سے، ان اعمال کے عوض جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آگے بھیجے۔"

آسان حساب کا مطلب یہ ہے کہ کرید کرید کر حساب نہیں ہوگا، فقط اعمال نامہ پیش ہوگا، غلطیاں بھی سامنے لائی جائیں گی، پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے معاف فرما دے گا، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص سے حساب لیا جائے گا وہ (تو ضرور) ہلاک ہوگا۔" میں نے کہا، اللہ مجھے آپ پر فدا کرے، کیا

اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتے: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴾ [الانشقاق : ۷، ۸] ''پس لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ صرف پیشی ہے (جس میں) لوگ صرف پیش کیے جائیں گے اور وہ جس سے حساب میں پڑتال کر لی گئی، وہ تو ہلاک ہو گیا۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ فسوف يحاسب حساباً يسيرًا ﴾ : ٤٩٣٩۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب إثبات الحساب : ٢٨٧٦]

جن بندوں پر اللہ کی نظر عنایت ہو گی ان کے آسان حساب کی ایک صورت وہ ہو گی جسے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''تم میں سے ایک (بندہ) اپنے رب کے قریب ہو گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے ڈھانپ لے گا (یعنی اپنی رحمت میں لے لے گا) پھر فرمائے گا، کیا تو نے فلاں فلاں (گناہ کا) کام کیا؟ وہ کہے گا، ہاں! اللہ تعالیٰ اس سے (گناہوں کا) اقرار کروائے گا اور پھر فرمائے گا، میں نے دنیا میں تجھ پر پردہ ڈالا، سو آج میں تمھیں وہ گناہ معاف کرتا ہوں۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب ستر المؤمن على نفسه : ٦٠٧٠]

آسان حساب کی ایک صورت یہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا تھوڑی نیکی کا ثواب بہت زیادہ عطا فرما دے گا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان کرتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی امت کے ایک آدمی کے گناہوں کے حد نگاہ تک پھیلے ہوئے ننانوے (۹۹) دفتر کاغذ کے ایک پرزے کے مقابلے میں ہلکے ہو جائیں گے، جس پر «اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ» لکھا ہو گا۔ [ترمذی، كتاب الإيمان، باب ما جاء فيمن يموت وهو يشهد أن لا إله إلا الله : ٢٦٣٩]

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝۱۰ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝۱۱ وَّ يَصْلٰى سَعِيْرًا ۝۱۲ اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۱۳ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝۱۴ بَلٰۤى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝۱۵

''اور لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا۔ تو عنقریب وہ بڑی ہلاکت کو پکارے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں داخل ہو گا۔ بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا۔ یقیناً اس نے سمجھا تھا کہ وہ کبھی (اپنے رب کی طرف) واپس نہیں لوٹے گا۔ کیوں نہیں! یقیناً اس کا رب اسے خوب دیکھنے والا تھا۔''

یعنی جن بدبختوں کے نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں ان کی پیٹھ کی طرف سے دیے جائیں گے، رب العالمین ان سے شدید ناراض ہو گا اور شدت غضب کی وجہ سے ان کی طرف دیکھے گا بھی نہیں۔ ان بدبختوں کو جب اپنی حرماں نصیبی کا یقین ہو گا اور معلوم ہو جائے گا کہ ان کے لیے جہنم کا فیصلہ کر دیا گیا ہے، تو دھاڑیں مار مار کر میدانِ محشر میں روئیں گے اور کہیں گے، ہائے ہماری ہلاکت و بربادی! پھر وہ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے، جہاں وہ ہمیشہ جلتے رہیں گے۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل جہنم دنیا کی زندگی میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ خوب عیش پرستی کرتے تھے۔ انھوں نے قیامت اور جنت وجہنم کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ یہ لوگ یہی سمجھتے رہے کہ بعث بعد الموت اور اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر حساب دینے سے بڑھ کر کوئی جھوٹ نہیں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سراسر غلطی پر ہو، تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے۔ تمھارا رب تمھارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے، وہ تمھیں ضرور ان کا بدلہ دے گا اور تم ضرور جہنم رسید ہو گے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو اس حالت میں لایا جائے گا گویا وہ ایک چتکبرا مینڈھا ہے۔ اسے جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ دیا جائے گا، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا کرے گا، اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی۔ ہر شخص ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا جس حالت میں وہ اب ہے۔ یہ سن کر جنتیوں کی خوشی اور بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٤٨ ـ مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ٢٨٤٩، ٢٨٥٠]

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّیۡلِ وَ مَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَ الۡقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرۡکَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾

”پس نہیں، میں شفق کی قسم کھاتا ہوں! اور رات کی اور اس چیز کی جسے وہ جمع کرتی ہے! اور چاند کی، جب وہ پورا ہوتا ہے! کہ تم ضرور ہی ایک حالت سے دوسری حالت کو چڑھتے جاؤ گے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں شفق کی قسم کھاتا ہوں! اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو وہ جمع کر لیتی ہے! اس سے مراد انسان اور جانور ہیں، جو رات کے وقت اپنے اپنے مکانات، باڑوں اور گھونسلوں میں جمع ہو جاتے ہیں، ان سب کی قسم کھاتا ہوں اور چاند کی قسم کھاتا ہوں! جب وہ پورا ہو جائے۔ یہ تمام قسمیں کھا کر اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ باور کرانا چاہا ہے کہ موت کے بعد تم ہمیشہ کے لیے ختم نہیں ہو جاؤ گے، بلکہ بلاشبہ تم کئی احوال و اطوار سے گزرو گے۔ موت کے بعد تم دوبارہ زندہ کر کے میدانِ محشر میں اکٹھے کیے جاؤ گے، پھر تمھارا حساب ہو گا اور تم اپنے نیک و بد اعمال کا بدلہ دیے جاؤ گے، پھر جنت یا جہنم تمھارا ٹھکانا بنے گا۔ یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ تم منزل بمنزل سفر زندگی طے کرو گے، کبھی تمھاری کچھ حالت ہو گی اور کبھی کچھ حالت ہو گی۔ زندگی کے حالات بدلتے رہیں گے، کبھی بچپن، کبھی جوانی، کبھی بڑھاپا، کبھی صحت، کبھی مرض، کبھی خوشی و راحت، کبھی رنج و تکلیف، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آیت: ﴿ لَتَرۡکَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ ﴾ [الانشقاق : ١٩] ”کہ تم ضرور ہی ایک حالت سے دوسری حالت کو چڑھتے جاؤ گے۔“ یعنی تم کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے اور کہا کہ یہاں مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (کہ آپ کو کامیابی رفتہ رفتہ

حاصل ہوگی)۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لتركبن طبقًا عن طبق ﴾ : ٤٩٤٠]
سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا (آپ نے فرمایا): ''صبر کرو، کیونکہ تم پر جو دور بھی آتا ہے تو اس کے بعد آنے والا دور اس سے بھی برا ہوگا، یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو۔'' [بخاری، کتاب الفتن، باب لا يأتي زمان إلا الذي بعدهٗ شر منه : ٧٠٦٨]
سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طور طریقوں پر چلو گے، بالکل برابر برابر، یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کرو گے۔'' ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! پہلوں سے (آپ کی) مراد کیا یہود و نصاریٰ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اگر وہ نہیں تو) پھر اور کون؟'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لتتبعن سنن من كان قبلكم : ٧٣٢٠۔ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن اليهود و النصارىٰ : ٢٦٦٩]
فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ : شفق اس سرخی کو کہتے ہیں جو افق آسمان پر مغرب کے وقت نظر آتی ہے۔ مغرب کا وقت غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور شفق غائب ہونے تک رہتا ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مغرب کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب سورج غروب ہو جائے (اور اس وقت تک رہتا ہے) جب تک شفق غائب نہ ہو جائے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس : ٦١٢/١٧٤]

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ السجدۃ

''تو انھیں کیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔''
جب قیامت کا آنا یقینی ہے، اس دن نیک و بد اعمال کی جزا و سزا یقینی ہے اور جنت و جہنم وہم و خیال نہیں، بلکہ امر واقع اور موجود ہیں، تو پھر ان مشرکین قریش کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اللہ، اس کے رسول اور قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور اپنے گناہوں سے تائب ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہو جاتے؟ انھیں کیا ہو گیا ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو رب العالمین کے لیے عجز و انکسار کا اظہار کرتے ہوئے سجدے میں نہیں گرتے؟
سیدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے جب سورۃ: ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴾ پڑھی تو اس میں سجدۂ (تلاوت) کیا۔ میں نے کہا، اے ابو ہریرہ! کیا میں نے تمھیں سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟ (تم نے یہ سجدہ کیوں کیا ہے؟) انھوں نے فرمایا، اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی سجدہ نہ کرتا۔ [بخاری، کتاب سجود القرآن و سنتها، باب سجدة ﴿ إذا السماء انشقت ﴾ : ١٠٧٤]

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾

''بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا جھٹلاتے ہیں۔ اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ جمع کر رہے ہیں۔''

یعنی کافروں کی تو عادت ہی یہ ہے کہ وہ حق کو جھٹلاتے، اس سے عناد رکھتے اور اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں کفر و افترا پردازی، بغض و حسد اور کبر و غرور نے گھر کر لیا ہے، جس کے سبب اللہ نے انھیں ایمان کی توفیق سے محروم کر دیا ہے۔

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۲۴ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۲۵

''پس انھیں ایک دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ ان متکبر کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے، البتہ ان میں سے جو لوگ ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے، انھیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پورے اجر وثواب سے نوازے گا اور انھیں جنت دے گا، جس کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔

لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ : یعنی انھیں نہ ختم ہونے والا اجر ملے گا، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک منادی (جنتیوں کو مخاطب کر کے) اعلان کرے گا کہ اب تم تندرست رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے، تم زندہ رہو گے کبھی مرو گے نہیں، تم جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، تم خوشحال رہو گے کبھی بدحال نہیں ہو گے۔'' یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۴۳] ''اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی دوام نعیم أهل الجنة ...... الخ : ۲۸۳۷]

سورة البروج مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَ الْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ۝۳ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ
النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶ وَّ هُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ

وَ مَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ۸ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؕ۹

''قسم ہے برجوں والے آسمان کی! اور اس دن کی جس کا وعدہ دیا گیا ہے! اور حاضر ہونے والے کی اور جس کے پاس حاضر ہوا جائے! مارے گئے اس خندق والے۔ جو سراسر آگ تھی بہت ایندھن والی۔ جب وہ اس کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ اس پر جو وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے، گواہ تھے۔ اور انھوں نے ان سے اس کے سوا کسی چیز کا بدلہ نہیں لیا کہ وہ اس اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو سب پر غالب ہے، ہر تعریف کے لائق ہے۔ وہ کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اسی کی ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آسمان کی قسم جس میں شمس و قمر اور نجوم و کواکب کی منازل پائی جاتی ہیں، جن میں وہ اپنے خالق کی مقرر کردہ نہایت دقیق تنظیم و ترتیب کے مطابق چلتے رہتے ہیں اور ان سے سرمو انحراف نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴾ [الفرقان : ٦١] ''بہت برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا۔''

آگے فرمایا کہ اس روزِ قیامت کی قسم، جس میں اللہ نے اپنے بندوں کے درمیان فیصلے صادر کرنے کا وعدہ کیا ہے! اور جو پورا ہو کر رہے گا۔ تمام مذکورہ بالا چیزوں کی قسم! کہ اصحاب اخدود اللہ کی لعنت کے مستحق بن گئے کہ جنھوں نے ایک بہت بڑی آگ سلگائی اور ان مومنوں کو اس کے پاس لے آئے جنھوں نے شرک سے تائب ہو کر توحید کی دعوت قبول کر لی اور ان سے کہا یا تو تم دوبارہ کافر ہو جاؤ یا تمھیں اس آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ تو انھوں نے کفر کے بجائے آگ میں ڈالا جانا قبول کر لیا۔

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ مشرک اتنے سخت دل تھے کہ اس آگ کے کنارے بیٹھ کر مومنوں اور مومنات کے جسموں کے جلنے کا نظارہ کرتے تھے۔ ان کافروں کے نزدیک ان مومنوں کا جرم اس کے سوا کچھ بھی نہیں تھا کہ وہ اس اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور تمام تعریفوں کا تنہا سزاوار ہے اور جو آسمانوں اور زمین کا تنہا مالک اور بادشاہ ہے۔ جو اپنے بندوں کے ہر قول و عمل پر مطلع ہے، آسمانوں اور زمین کے درمیان ایک ذرہ بھی اس کے علم سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے اور وہ یقیناً قیامت کے دن ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ : سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پچھلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا۔ جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب جب کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں (اور میری موت کا وقت قریب آ رہا ہے تو) مجھے کوئی بچہ سونپ دو، تاکہ میں اسے جادو سکھا دوں۔ چنانچہ بادشاہ نے اس

کے پاس ایک لڑکا بھیجا اور وہ اسے جادو کی تعلیم دینے لگا۔ لڑکا اس کے پاس جاتا تو راستے میں ایک راہب (کا گھر) پڑتا۔ لڑکا اس کے پاس بیٹھتا اور اس کا کلام سنتا تو اس کو بھلا لگتا۔ جب لڑکا جادوگر کے پاس جاتا تو اس راہب کے پاس سے ہو کر اور اس کے پاس بیٹھ کر جاتا۔ پھر جب جادوگر کے پاس پہنچتا تو وہ اسے (دیر سے آنے کی وجہ سے) مارتا۔ اس نے راہب سے اس کی شکایت کی تو اس نے اسے کہا کہ جب تو جادوگر سے ڈرے تو اسے کہہ دیا کر کہ مجھے میرے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں (کی مار) سے ڈرے تو کہہ دیا کر کہ مجھے جادوگر نے روک لیا تھا۔ چنانچہ اسی طرح ایک زمانہ گزر گیا کہ (ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا رہا اور دوسری طرف اللہ کا کلام اور اس کا دین سیکھتا، پھر) ایک دن وہ کیا دیکھتا ہے کہ راستے میں ایک زبردست و ہیبت ناک جانور پڑا ہوا ہے اور اس نے لوگوں کی آمدورفت بند کر رکھی ہے۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ آج موقع ہے کہ میں امتحان کرلوں کہ آیا راہب کا دین اللہ کو پسند ہے یا جادوگر کا؟ یہ سوچ کر اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا، اے اللہ! اگر تیرے نزدیک راہب کا دین اور اس کی تعلیم جادوگر کے امر سے زیادہ محبوب ہے، تو تو اس جانور کو (اس پتھر سے) ہلاک کردے، تاکہ لوگ (اس بلا سے نجات پائیں اور وہ) گزر سکیں۔ پھر اس نے پتھر پھینکا تو پتھر لگتے ہی وہ جانور ہلاک ہو گیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا۔ پھر جب بچے نے جا کر راہب کو اس واقعہ کی خبر دی تو اس نے کہا، پیارے بچے! آج تو مجھ سے افضل ہے۔ تیرا رتبہ یہاں تک پہنچا جو میں دیکھتا ہوں۔ اب اللہ کی طرف سے تیری آزمائش ہو گی، اگر تیری آزمائش ہوئی تو تو کسی کو میری خبر نہ کرنا۔ اب یہ لڑکا (اللہ کے حکم سے) اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا اور ہر قسم کی بیماری کا علاج کرتا۔ بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کے کان میں بھی یہ آواز پڑی۔ وہ بڑے تحائف لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا، اگر تو مجھے شفا دے دے تو میں یہ سب کچھ تجھے دے دوں گا۔ اس نے کہا، (شفا میرے ہاتھ میں نہیں ہے) میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا دینے والا تو اللہ وحدہٗ لاشریک لہ ہے، اگر آپ اس پر ایمان لانے کا وعدہ کریں تو میں اس سے دعا کروں گا، وہ آپ کو شفا دے دے گا۔ وہ اللہ پر ایمان لایا، بچے نے اس کے لیے دعا کی اور اللہ نے اسے شفا دے دی۔ اب وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور بادشاہ کے پاس بیٹھا، جیسا کہ بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے (متعجب ہو کر) اس سے پوچھا، تجھے آنکھیں کس نے دیں؟ اس نے کہا، میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا، اچھا تو کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب ہے؟ وزیر نے کہا، ہاں! میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے۔ اس پر وہ اسے طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانے لگا، حتیٰ کہ اس نے اس بچے کے بارے میں بتا دیا۔ اس نے اسے بلوایا اور کہا، اب تو تم جادو میں خوب کامل ہو گئے کہ اندھوں کو بینا اور کوڑھی کو تندرست کرنے لگے ہو اور بڑے بڑے کام کرنے لگے ہو۔ اس نے کہا، میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا تو صرف اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے اب اسے بھی پکڑ لیا اور طرح طرح کی سزائیں دینا شروع کیں، یہاں تک کہ اس نے راہب کے بارے میں بتا دیا۔ اب راہب کو بلا کر اس نے کہا کہ تو اسلام چھوڑ دے اور اس دین سے پلٹ جا۔ اس نے انکار کیا تو بادشاہ نے آرے سے اسے سر کے

درمیان سے چیر دیا اور ٹھیک دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ اس کے بعد اپنے درباری کو بلایا اور اسے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ۔ اس نے انکار کر دیا، بادشاہ نے اس کے سر کی مانگ پر آرا رکھا اور اسے بھی دو ٹکڑوں میں کاٹ کر رکھ دیا۔ پھر اس نوجوان کو لایا گیا اور اسے کہا گیا کہ تو بھی اس دین سے پھر جا، مگر اس نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جائیں اور اس کی بلند چوٹی پر پہنچ کر (اسے اپنا دین چھوڑنے کو کہیں) اگر یہ اپنا دین چھوڑ دے تو اچھا، ورنہ وہیں سے اسے نیچے لڑھکا دیں۔ وہ لوگ اسے لے گئے اور جب وہاں سے دھکا دینا چاہا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: «اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ» ”اللہ! جس طرح چاہے تو مجھے ان سے نجات دے۔“ اس دعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور وہ سب سپاہی تو لڑھک گئے، تاہم بچہ بچا رہا۔ وہ وہاں سے اترا اور ہنسی خوشی پھر اس ظالم بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا، تیرے ساتھی کہاں گے؟ اس نے کہا، میرے اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا۔ اب اس نے کچھ اور سپاہی بلائے اور ان سے بھی یہی کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر سمندر کے بیچ میں لے جاؤ، اگر اپنے دین سے پھرے تو ٹھیک، ورنہ سمندر کے بیچ میں اسے ڈبو کر چلے آؤ۔ یہ اسے لے کر چلے اور بیچ میں پہنچ کر جب سمندر میں پھینکنا چاہا تو اس نے پھر وہی دعا کی کہ یا اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا۔ تو وہ کشتی الٹی ہو گئی اور وہ سپاہی سارے کے سارے سمندر میں ڈوب گئے (صرف وہ بچہ ہی زندہ رہا)۔ یہ پھر بادشاہ کے پاس آیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تیرے ساتھی کہاں گئے؟ اس نے کہا کہ میرے رب نے مجھے ان سے بچا لیا۔ پھر بچے نے بادشاہ سے کہا کہ اے بادشاہ! تو مجھے اس وقت تک قتل نہیں کر سکتا جب تک تو وہ کام نہ کرے جو میں تجھے کہوں، اگر تو نے وہ کام کر لیا جو میں تجھے کہوں تو تو مجھے قتل کر لے گا، ورنہ تو مجھے قتل نہیں کر سکے گا۔ بادشاہ نے پوچھا، وہ کیا کام ہے؟ تو اس نے کہا، تو لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر، پھر مجھے کھجور کے تنے پر سولی چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر میری کمان پر چڑھا اور ” بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ “ ”اللہ کے نام سے جو اس بچے کا رب ہے) کہہ کر وہ تیر میری طرف پھینک، اگر تو ایسے کرے گا تو مجھے قتل کر لے گا۔ تو بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کیا اور اس لڑکے کو کھجور کے تنے پر سولی دی، پھر اس کے ترکش میں سے ایک تیر لیا اور تیر کو کمان کے اندر رکھ کر کہا: ” بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ “ ”میں اس اللہ کے نام سے (یہ تیر مارتا ہوں) جو اس بچے کا رب ہے۔“ اور تیر مارا، تو وہ تیر بچے کی کنپٹی میں لگا، اس نے اپنا ہاتھ تیر لگنے کی جگہ رکھا اور شہید ہو گیا۔ (اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی سچائی کا یقین آ گیا) اب لوگ پکار اٹھے کہ ہم اس بچے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس بچے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس بچے کے رب پر ایمان لائے۔ تو کسی نے بادشاہ سے کہا، کیا تو اسی بات سے ڈرتا تھا؟ اللہ کی قسم! وہ ڈر تو سچ بن کر سامنے آ چکا ہے اور سب لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو بادشاہ نے راستوں کے کناروں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا، سو خندقیں کھود دی گئیں اور ان میں خوب آگ بھڑکائی گئی، اب اس بادشاہ نے کہا کہ جو اس (لڑکے کے) دین سے نہ پھرے اسے ان خندقوں میں پھینک دو۔ تو لوگوں

نے ایسا ہی کیا، اتنے میں ایک عورت آئی، اس کے ساتھ اس کا ایک دودھ پیتا بچہ بھی تھا، وہ عورت آگ میں گرنے سے ہچکچائی تو اس (دودھ پیتے) بچے نے کہا، اے ماں! تو صبر کر، یقیناً تو سچے دین پر ہے۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب قصة أصحاب الأخدود والساحر والراهب والغلام : ۳۰۰۵۔ مسند أحمد : ۱۷/۶، ۱۸، ح : ۲۳۹۸۷]

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝۱۰

''یقیناً وہ لوگ جنھوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو آزمائش میں ڈالا، پھر انھوں نے توبہ نہیں کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب اخدود کا انجام بیان فرمایا ہے، جنھوں نے اللہ پر ایمان لانے والے اس کے نیک بندوں اور بندیوں کو آگ میں ڈال دیا اور اپنے گناہوں سے تائب ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے، فرمایا کہ قیامت کے دن ان کے کفر کے سبب اللہ تعالیٰ انھیں جہنم کا عذاب دے گا اور مومنوں کو آگ میں جلانے کے سبب انھیں جہنم کے دوہرے عذاب میں مبتلا کرے گا، یعنی پہلے انھیں جہنم میں زمہریر یعنی شدید ترین ٹھنڈک کے ذریعے سے عذاب دیا جائے گا، پھر وہ آگ کے عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ۬ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝۱۱

''بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اس آیت کریمہ میں ان مومنوں کا بہترین انجام بیان کیا گیا ہے جو آگ میں ڈال دیے گئے تھے اور اللہ کا یہ وعدہ ہر دور میں اس کے تمام نیک بندوں کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے عمل صالح کیا، ان کو اللہ ایسی جنتیں دے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہی وہ عظیم کامیابی ہے جس کے برابر اور کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ انھیں جہنم سے نجات مل جائے گی اور جنت میں داخل کر دیے جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [آل عمران : ۱۸۵] ''پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

﴿ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝۱۲ ﴾

"بے شک تیرے رب کی پکڑ یقیناً بہت سخت ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ ظالموں اور سرکشوں کے لیے آپ کے رب کی گرفت بہت ہی سخت ہوتی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ جو مشرکین قریش نبی کریم ﷺ اور صحابہ کو اذیت پہنچانے میں پیش پیش ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی شدید گرفت کرے گا۔ اس لیے کہ ان جیسے ظالموں کو اللہ بڑا ہی شدید عذاب دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۲] "اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔"

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے مگر جب اس کی گرفت فرماتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا۔" اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۲] "اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔"
[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وكذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۳]

﴿ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ ۝۱۳ ﴾

"بے شک وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور (وہی) دوبارہ پیدا کرے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے لیے ظالموں کی گرفت کرنا کوئی بڑی بات نہیں، اس لیے کہ وہ بے پایاں قدرت کا مالک ہے، وہ جب بھی کوئی چیز چاہتا ہے پلک جھپکتے وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔ اس کی قدرت بے پایاں کا مظہر یہ بھی ہے کہ وہ نا صرف ہر چیز کو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے، بلکہ اسے ہلاک کرنے کے بعد وہ جب چاہے گا اسے دوبارہ وجود میں لے آئے گا۔ کوئی چیز اس کی مشیت کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [النمل : ٦٤] "یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ کہہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔"

﴿ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝۱۴ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝۱۵ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝۱۶ ﴾

"اور وہی ہے جو بے حد بخشنے والا، نہایت محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک ہے، بڑی شان والا ہے۔ کر گزرنے والا ہے جو چاہتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے قہر و جلال کے ذکر کے ساتھ ہی اس کی صفت رحمت کا تذکرہ ہے۔ فرمایا کہ وہی اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا، وہ اپنے مخلص بندوں سے بڑی محبت کرنے والا ہے اور وہ عرش پر مستوی شہنشاہِ دو جہاں ہے، وہ عظمت و کبریائی والا ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی نہیں جو اس کی مرضی کی راہ میں حائل ہو۔ اس لیے وہ جب چاہتا ہے کافروں اور سرکشوں کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنے مخلص بندوں کی مدد کرتا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾

"کیا تیرے پاس ان لشکروں کی خبر پہنچی ہے؟ جو فرعون اور ثمود تھے۔ بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اللہ ان کے پیچھے سے (انھیں) گھیرنے والا ہے۔"

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے اور صبر و شکیبائی کی تلقین کی جا رہی ہے کہ آپ کو فرعونیوں اور قوم ثمود کے عناد اور ان کی سرکشی کی خبر دی جا چکی ہے اور ان کے پاس بھیجے گئے رسولوں کے صبر و ضبط کی بات بھی بتائی جا چکی ہے کہ انھوں نے ہر تکلیف برداشت کی اور ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی، اس لیے آپ بھی صبر کیجیے اور میرا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہیے اور یہ جان لیجیے کہ جو لوگ آپ کی تصدیق نہیں کریں گے اور آپ پر ایمان نہیں لائیں گے ان کا انجام انھی فرعونیوں اور قوم ثمود کی طرح ہلاکت و بربادی ہوگا۔

آگے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کی قوم کے کفار حق کو جھٹلانے میں فرعونیوں اور قوم ثمود سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں کہ روشن دلائل آ جانے کے بعد بھی اپنے کفر و شرک پر اصرار کر رہے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ وہ ان کے کارہائے بد کو ایک ایک کر کے لکھ رہا ہے، ان کی کوئی حرکت اور ان کا کوئی عمل اس سے مخفی نہیں ہے، وہ لوگ ہر وقت اور ہر حال میں اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور اس سے بھاگ کر ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

"بلکہ وہ ایک بڑی شان والا قرآن ہے۔ اس تختی میں (لکھا ہوا) ہے جس کی حفاظت کی گئی ہے۔"

اگر ان کا جھٹلانا اس خیال سے ہے کہ یہ کلامِ الٰہی نہیں، یا اس میں شیطان کا کچھ دخل ہے تو ان کی یہ بات بھی غلط ہے، بلکہ یہ بڑی شان والا قرآن ہے۔ اس لوح محفوظ سے اتارا گیا ہے جس کی فرشتوں کے ذریعے سے حفاظت کی جاتی ہے۔ کسی شیطان کا اس میں دخل نہیں ہو سکتا اور اس کے کلامِ الٰہی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اگر انھیں شبہ ہے تو وہ بھی اس جیسا کوئی کلام بنا کر لے آئیں۔ جب یہ نہیں کر سکتے تو اس کے کلامِ الٰہی ہونے میں کیا شبہ رہ گیا؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۙ۝ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۙ۝ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ۝ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؕ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۙ۝ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ [الواقعة : ۷۵ تا ۸۲] ”پس نہیں! میں ستاروں کے گرنے کی جگہوں کی قسم کھاتا ہوں! اور بلاشبہ یہ یقیناً ایسی قسم ہے کہ اگر تم جانو تو بہت بڑی ہے۔ کہ بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت پڑھی جانے والی چیز ہے۔ ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ اسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا مگر جو بہت پاک کیے ہوئے ہیں۔ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ پھر کیا اس کلام سے تم بے توجہی کرنے والے ہو؟ اور تم اپنا حصہ یہ ٹھہراتے ہو کہ بے شک تم جھٹلاتے ہو۔“

سورة الطارق مكية

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء کی تلاوت کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”معاذ! کیا تم (لوگوں کو) فتنے میں ڈالتے ہو؟ کیا تمھیں یہ کافی نہ تھا کہ تم ﴿ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴾، ﴿ وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ﴾ اور اس طرح کی دیگر سورتیں پڑھ لو؟“ [السنن الكبرى للنسائي، كتاب التفسير، باب سورة الطارق : ٥١٢/٦، ح : ١١٦٦٤]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ۝۱ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ۝۲ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ۝۳ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ؕ۝۴

”قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی! اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ نہیں کوئی جان مگر اس کے اوپر ایک حفاظت کرنے والا ہے۔“

قسم کسی بات کی تاکید کے لیے اٹھائی جاتی ہے اور عموماً اس بات کی شہادت ہوتی ہے جس کے لیے قسم اٹھائی گئی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور چمک دار ستارے کی قسم اٹھا کر فرمایا کہ ہر جان کے اوپر ایک حفاظت کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان اور ستاروں کا یہ عظیم الشان سلسلہ جو بغیر کسی سہارے کے قائم ہے اور جس میں کوئی خرابی یا حادثہ پیش نہیں آتا، اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ جس قادر مطلق نے ان کی حفاظت کا انتظام کر رکھا ہے وہی ہر جان کی بھی حفاظت کر رہا ہے۔ ہر چیز کا اصل محافظ وہی ہے، اگر وہ ایک لمحہ کے لیے اپنی توجہ ہٹا لے تو سب کچھ فنا ہو جائے۔ جس طرح اس نے شیطانوں سے آسمانوں کی حفاظت ستاروں کے ذریعے سے کی ہے، اسی طرح آفات سے حفاظت کے لیے ہر شخص پر باری باری آنے والے فرشتے مقرر کیے ہیں۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ : ستارے کا نام طارق اس لیے رکھا ہے کہ وہ رات کو نظر آتا ہے اور دن کو چھپ جاتا ہے، اس کی تائید ایک حدیث کے ان الفاظ سے ہوتی ہے، جسے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص (سفر سے واپسی پر) رات کے وقت (اچانک) اپنے گھر میں آئے۔ [بخاری، كتاب النكاح، باب لا يطرق أهله ليلاً ...... الخ : ۵۲۴۳۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب كراهة الطروق ...... الخ : ۱۸۳/ ۷۱۵، بعد الحديث : ۱۹۲۸]

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝۶ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝۷ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝۸ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝۹ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍ ۝۱۰

”پس انسان کو لازم ہے کہ دیکھے وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ وہ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو پیٹھ اور پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ بے شک وہ اسے لوٹانے پر قادر ہے۔ جس دن چھپی ہوئی باتوں کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ تو اس کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ کوئی مددگار۔“

ایک مقرر وقت تک انسان کی ذات کی حفاظت اور اعمال کی نگہداشت یوم حساب کے لیے ہے۔ اگر اسے اپنا دوبارہ زندہ کیا جانا محال معلوم ہوتا ہے تو اپنی پیدائش پر غور کر لے کہ کس چیز سے ہوئی ہے؟ ایک اچھلنے والے پانی سے۔ جب اللہ تعالیٰ نے پانی جیسی مائع چیز پر صورت گری کر کے کسی نمونے کے بغیر ایک کامل انسان پیدا کر دیا، جس میں مکمل اعضائے جسم، حیات، قوت، عقل اور ادراک سب کچھ موجود ہے، تو یقیناً وہ اس انسان کو اس کی مٹی سے دوبارہ پہلی صورت میں پیدا کرنے پر قادر ہے۔ بتاؤ انسان کو پانی سے بنانا مشکل ہے یا اسی کی خاک سے دوبارہ بنا دینا؟ انسان کو اپنی تخلیق کی حقیقت پر غور کرنا چاہیے کہ جس اللہ نے اسے حقیر منی کے ایک قطرے سے پیدا کیا ہے، جو مرد کی پیٹھ اور عورت کے سینے کے درمیان سے نکلتا ہے، وہ یقیناً اس پر قادر ہے کہ اسے دوبارہ زندہ کرے اور میدانِ محشر میں جمع

کر کے اس کے کرتوتوں کا اس سے حساب لے۔ اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اگلی آیات میں یوں بیان فرمایا ہے کہ وہ رب ذوالجلال جو تمام انسانوں کا نگران و محافظ ہے، وہ یقیناً انھیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور یہ بعث و نشور اور حساب کتاب اس دن ہو گا جب دلوں کی تمام چھپی باتیں ظاہر کر دی جائیں گی۔ لوگوں کے صحیح اور غلط عقائد اور نیتیں کھل کر سامنے آ جائیں گی اور کافر انسان کے پاس نہ خود کوئی قوت ہو گی جس کے ذریعے سے اللہ کے عذاب کو ٹال سکے اور نہ اس کا کوئی مددگار ہو گا جو آگے بڑھ کر اسے عذاب سے نجات دلا سکے۔ اس کی بے بسی انتہا کو پہنچی ہو گی اور انتہائی بے چارگی میں اپنے برے انجام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو گا۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ : یعنی قیامت کے دن دلوں کے بھید ظاہر اور نمایاں کر دیے جائیں گے اور پوشیدہ چیزیں آشکارا اور چھپی ہوئی باتیں مشہور ہو جائیں گی، ارشاد فرمایا: ﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [البقرة : ۲۸۴] ''اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور اگر تم اسے ظاہر کرو جو تمھارے دلوں میں ہے، یا اسے چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا، پھر جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو گی اور جو شخص دنیا کمانے کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت انھی کاموں کے لیے ہو گی (اسے اس کا کوئی ثواب نہیں ملے گا)۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية والحسبة : ۵۴۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ : إنما الأعمال بالنية : ۱۹۰۷]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر عہد شکن و دغا باز کی پیٹھ پر قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے گا اور اعلان ہو گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی کا نشان ہے۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب ما يدعى الناس بآبائهم : ۶۱۷۸۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب تحريم الغدر : ۱۷۳۵/۱۵]

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍ : یعنی قیامت کے دن نہ تو انسان کے اپنے ہی نفس میں کوئی قوت ہو گی اور نہ باہر ہی سے کوئی اس کا مددگار ہو گا۔ اس لیے نہ تو وہ خود ہی اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچا سکے گا اور نہ کوئی اور اسے اس عذاب سے بچانے کی طاقت رکھے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۴۸] ''اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''

اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۖ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴾ [الانفطار : ۱۹] ”جس دن کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہوگا۔“

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾

”قسم ہے آسمان کی جو بار بار بارش برسانے والا ہے! اور زمین کی جو پھٹنے والی ہے! کہ بے شک یہ یقیناً ایک دوٹوک بات ہے۔ اور یہ ہرگز مذاق نہیں ہے۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صداقت و حقانیت پر اس آسمان کی قسم کھائی ہے جس سے وہ انسانوں اور دیگر حیوانات کی زندگی اور بقا کے لیے بارش بھیجتا رہتا ہے اور اس زمین کی قسم کھائی ہے جس میں وہ مختلف الانواع پودے اگاتا رہتا ہے، یعنی آسمان سے بار بار برسنے والی بارش اور اس کی نمی سے بیج کو اگا کر باہر لے آنے والی زمین شاہد ہے کہ تمھارے دوبارہ زندہ کیے جانے والی بات دوٹوک ہے۔ قیامت کے دن تم بھی اسی طرح زندہ ہو کر زمین سے نکل آؤ گے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو نفخوں کے درمیان چالیس (سال) کا فاصلہ ہو گا، پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا تو لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے اور انسان کے سارے جسم کو مٹی کھا جاتی ہے سوائے ایک ہڈی کے اور وہ ڈھڈی (یعنی مقعد کے اوپر) کی ہڈی ہے، اسی (ڈھڈی کی ہڈی) سے اسے پیدا کیا گیا اور اسی سے قیامت والے دن اسے دوبارہ جوڑا جائے گا۔“ [مسلم، کتاب الفتن، باب ما بین النفختین : ۲۹۵۵]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک قرآن کریم اس کا کلام ہے جو حق و باطل کے درمیان تفریق کرتا ہے اور برملا اعلان کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور قیامت کی آمد امر یقینی ہے۔ مزید تاکید کے طور پر اللہ نے فرمایا کہ یہ قرآن کوئی باطل اور لغو کلام نہیں ہے کہ جس کی کوئی غرض و غایت نہ ہو۔

ع ۱۶
اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

”بے شک وہ خفیہ تدبیر کرتے ہیں، ایک خفیہ تدبیر۔ اور میں بھی خفیہ تدبیر کرتا ہوں، ایک خفیہ تدبیر۔ سو کافروں کو مہلت دے، مہلت دے انھیں تھوڑی سی مہلت۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کو جھٹلانے اور حق کو مٹانے کے لیے خفیہ تدبیریں کر رہے ہیں اور میں خفیہ طور پر ان کے توڑ کے لیے ان سے بھی بڑی تدبیر کر رہا ہوں۔ آپ نہ ان کی مخالفت سے گھبرائیں اور نہ جلد عذاب کی دعا کریں، میرے کہنے پر انھیں تھوڑی سی مہلت دیں۔ آخر انھوں نے میرے ہی پاس آنا ہے، پھر میں جانوں اور یہ جانیں۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴾ [لقمان : ۲۴] ”ہم انھیں تھوڑا سا سامان دیں گے، پھر انھیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔“

﴿ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝ وَأَكِيدُ كَيْدًا ﴾ : یعنی میں ان کی تدبیروں اور سازشوں کا توڑ کرتا رہتا ہوں اور میں انھیں ناکام کر دیتا ہوں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴾ [النمل : ۵۰ تا ۵۲] ”اور انھوں نے ایک چال چلی اور ہم نے بھی ایک چال چلی اور وہ سوچتے تک نہ تھے۔ پس دیکھ ان کی چال کا انجام کیسا ہوا کہ بے شک ہم نے انھیں اور ان کی قوم، سب کو ہلاک کر ڈالا۔ تو یہ ہیں ان کے گھر گرے ہوئے، اس کے باعث جو انھوں نے ظلم کیا۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو جانتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ ﴾ [فاطر : ۱۰] ”جو شخص عزت چاہتا ہو سو عزت سب اللہ ہی کے لیے ہے۔ اسی کی طرف ہر پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے اور جو لوگ برائیوں کی خفیہ تدبیر کرتے ہیں ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور ان لوگوں کی خفیہ تدبیر ہی برباد ہوگی۔“

سورة الاعلیٰ مکیة

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب رسول میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما آئے، انھوں نے ہمیں قرآن مجید پڑھانا شروع کیا، پھر عمار، بلال اور سعد رضی اللہ عنہم آئے، پھر عمر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ بیس ساتھیوں کو لے کر آئے، پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے اہل مدینہ کو کسی چیز پر اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا وہ رسول اللہ ﷺ کی آمد پر خوش ہوئے، یہاں تک کہ چھوٹے بچے اور بچیاں بھی پکار اٹھے کہ یہ ہیں اللہ کے (سچے) رسول ﷺ، جو (ہمارے پاس) تشریف لائے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ہی سورت ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴾ اور اس جیسی اور سورتیں یاد کر لی تھیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ﴿ سبح اسم ربك الأعلى ﴾ : ۴۹۴۱]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لمبی قراءت کرنے کی شکایت پر معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تو نے ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴾، ﴿ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ﴾ اور ﴿ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ﴾ (جیسی چھوٹی سورتوں) کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھائی؟“ [بخاری، کتاب الأذان، باب من شكا إمامه إذا طول : ۷۰۵۔ مسلم، كتاب الصلوة، باب القراءة في العشاء : ۴۶۵]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾ سورتوں کو دونوں عیدوں اور جمعہ کی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے اور اگر جمعہ والے دن عید ہوتی تو بھی عید اور جمعہ دونوں کی نمازوں میں انھی سورتوں کو پڑھتے۔ [مسلم، کتاب الجمعة، باب ما يقرأ في صلوة الجمعة : ۸۷۸۔ مسند أحمد : ۴/ ۲۷۷، ح : ۱۸۴۷۱]

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز وتر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾، ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھا کرتے تھے۔[مسند أحمد : ۵/ ۱۲۳، ح : ۲۱۱۹۹۔ أبو داؤد، كتاب الوتر، باب ما يقرأ في الوتر ؟ : ۱۴۲۳۔ ترمذي، كتاب الوتر، باب ما جاء في ما يقرأ به في الوتر : ۴۶۳]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝۱

”اپنے رب کے نام کی تسبیح کر جو سب سے بلند ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے رب کی پاکی بیان کریں، اعلان کریں کہ باری تعالیٰ اولاد، بیوی اور شریک سے پاک ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں اور نہ اس کا کوئی ہم نام ہے۔ اس کا نام کسی گندی جگہ پر نہ لیا جائے اور جب بھی اس کا نام لیا جائے تو عزت و احترام کے ساتھ، کیونکہ وہ اپنی مخلوقات سے ارفع و اعلیٰ ہے اور وہ ہر چیز پر قاہر و غالب ہے۔ سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ [الواقعة : ۷۴] نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسے تم اپنے رکوع میں کرو“ (یعنی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ پڑھا کرو) اور جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾ [الأعلى : ۱] نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: ”اسے اپنے سجدے میں کرو (یعنی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھا کرو)۔“ [أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده : ۸۶۹۔ ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب التسبيح في الركوع والسجود : ۸۸۷]

الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝۲ وَ الَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝۳ وَالَّذِيْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝۴ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝۵

”وہ جس نے پیدا کیا، پس درست بنایا۔ اور وہ جس نے اندازہ ٹھہرایا، پھر ہدایت کی۔ اور وہ جس نے چارا اگایا۔ پھر اس نے اسے سیاہ کوڑا کرکٹ کر دیا۔“

اس ارفع و اعلیٰ رب کی ایک صفت یہ ہے کہ اس نے تمام مخلوقات کو پہلی بار پیدا کیا اور ہر مخلوق کو اس کے حسب حال

مناسب شکل وصورت دی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سب حکیم وعلیم باری تعالیٰ کی صناعی اور کاری گری ہے جس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

آگے فرمایا کہ اس ذاتِ بابرکت نے ہر چیز کے متعلق اندازہ لگا کر پہلے لکھ دیا کہ وہ کیا کرے گا، اس کا رزق، عمر، سعادت یا شقاوت سب کچھ لکھ دیا۔ اسی کا نام تقدیر ہے اور ہر مخلوق کے لیے جو کچھ مقدر فرمایا اسے پانے کے لیے اس کی راہنمائی فرمائی۔ چنانچہ وہ اس کے متعین زمان ومکان میں اسے پا کر رہتا ہے۔ باری تعالیٰ نے زمین میں مختلف قسم کی گھاس پیدا کی جو جانوروں کے لیے چارا بنتی ہے، وہ ہری گھاس کچھ دنوں کے بعد اپنی تروتازگی کھو دیتی ہے اور خشک ہو کر ایسی ہلکی پھلکی اور سیاہ ہو جاتی ہے کہ ہوائیں اسے اڑائے پھرتی ہیں۔

الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی : یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور پھر مخلوق میں سے ہر ایک کو بہت احسن شکل وصورت میں پیدا کیا، ارشاد فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِیۡمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِیۡ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾ فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴾ [الانفطار : ٦ تا ٨] ”اے انسان! تجھے تیرے نہایت کرم والے رب کے متعلق کس چیز نے دھوکا دیا؟ وہ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست کیا، پھر تجھے برابر کیا۔ جس صورت میں بھی اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔“

وَالَّذِیۡ قَدَّرَ فَهَدٰی : یعنی اس نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر دیا اور پھر مخلوق کی اس کی طرف رہنمائی فرمائی۔ یہ آیت کریمہ اسی طرح ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے فرعون سے کہا تھا: ﴿ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیۡۤ اَعۡطٰی كُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ﴾ [طٰہٰ : ٥٠] ”کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر راستہ دکھایا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”زمین اور آسمانوں کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی تقدیریں لکھیں اور تب اس کا عرش پانی پر تھا۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی اللہ علیهما وسلم : ٢٦٥٣]

سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤی ۙ﴿۶﴾

”ہم ضرور تجھے پڑھائیں گے تو تو نہیں بھولے گا۔“

فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کو بشارت دی جاتی ہے کہ جو قرآن کریم جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے آپ پر نازل ہوتا ہے، اسے آپ ہرگز نہیں بھولیں گے۔ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ابدی کلام ہے، جسے رہتی دنیا تک باقی رہنا ہے، تاکہ انسانیت اس سے راہنمائی حاصل کرے۔ ابتدائے اسلام میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ اسے یاد کر لینے کے لیے جلدی کرتے، تو اللہ نے آپ کو اطمینان دلایا کہ یہ قرآن آپ کے دل پر نقش ہو جائے گا، آپ اسے ہرگز

نہیں بھولیں گے، اس لیے آپ جلدی نہ کیجیے اور نہایت سکون و اطمینان سے اسے سنتے رہیے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ [القیامۃ : ۱۶، ۱۷] ''تو اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے، تاکہ اسے جلدی حاصل کر لے۔ بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ﴾ [طٰہٰ : ۱۱۴] ''اور قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کر، اس سے پہلے کہ تیری طرف اس کی وحی پوری کی جائے۔''

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا يَخْفٰى ؕ۝

''مگر جو اللہ چاہے۔ یقیناً وہ کھلی بات کو جانتا ہے اور اس بات کو بھی جو چھپی ہوئی ہے۔''

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ : یعنی ہم آپ کو جو پڑھائیں گے آپ اسے نہیں بھولیں گے، مگر جس بات کو اللہ تعالیٰ اٹھانا چاہے گا تو اسے اگر آپ چھوڑ دیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا﴾ [البقرۃ : ۱۰۶] ''جو بھی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں، یا اسے بھلا دیتے ہیں، اس سے بہتر، یا اس جیسی (اور) لے آتے ہیں۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) ہم ایک سورت پڑھا کرتے تھے جو طول میں اور سخت وعیدوں میں سورۂ توبہ کے برابر تھی، پھر میں اسے بھول گیا، مگر اتنی بات یاد رہی کہ (اس میں تھا): « لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰى وَادِيًا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ » ''اگر آدمی کے لیے مال و دولت کی دو وادیاں ہوتیں، تب بھی وہ تیسری وادی ڈھونڈتا اور (حقیقت یہ ہے کہ) آدمی کا پیٹ صرف مٹی ہی بھرے گی۔'' اور ہم ایک سورت اور پڑھتے تھے اور اس کو مسبحات میں سے ایک سورت کے برابر سمجھتے تھے، میں وہ بھی بھول گیا ہوں، مگر اس میں سے یہ آیت یاد ہے : « يَاۤ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ فَتُكْتَبُ شَهَادَةً فِيْ أَعْنَاقِكُمْ فَتُسْأَلُوْنَ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ » ''اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے، تو وہ تمھاری گردنوں میں لکھ دی جاتی ہے، گواہی کے طور پر کہ اس کا تم سے قیامت کے دن سوال ہوگا۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب لو أن لابن آدم وادیین لابتغٰی ثالثا : ۱۰۵۰]

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى : یعنی باری تعالیٰ سے کوئی بات مخفی نہیں ہے، وہ ظاہر و پوشیدہ سب کچھ جانتا ہے، اسے خوب معلوم ہے کہ اس کے بندوں کی مصلحت کس امر میں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ [الرعد : ۱۰] ''برابر ہے تم میں سے جو بات چھپا کر کرے اور جو اسے بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو بالکل چھپا ہوا ہے اور (جو) دن کو ظاہر پھرنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَهُوَ

اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۳] ”اور آسمانوں میں اور زمین میں وہی اللہ ہے، تمھارے چھپے اور تمھارے کھلے کو جانتا ہے اور جانتا ہے جو تم کماتے ہو۔“

وَ نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝۸ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝۹ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝۱۰ وَ يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝۱۱ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝۱۲ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى ۝۱۳

”اور ہم تجھے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ سو تو نصیحت کر، اگر نصیحت کرنا فائدہ دے۔ عنقریب نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے۔ اور اس سے علیحدہ رہے گا جو سب سے بڑا بدنصیب ہے۔ وہ جو سب سے بڑی آگ میں داخل ہو گا۔ پھر وہ نہ اس میں مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کو یہ بشارت بھی دی جاتی ہے کہ جو شریعت اسلامیہ آپ کو دی گئی ہے اس کی بنیاد سہولت و آسانی پر ہے، اس میں تکلیف مالا یطاق والی کوئی بات نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحج : ۷۸] ”اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴾ [الانشراح : ۵، ۶] ”پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ ایک آسانی ہے۔ بے شک اسی مشکل کے ساتھ ایک اور آسانی ہے۔“

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى : یعنی جہاں نصیحت نفع دے، وہاں نصیحت کریں۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کے پھیلانے میں یہ ادب ملحوظ رہے کہ نا اہل کو علم نہ سکھایا جائے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب تو لوگوں سے ایسی حدیثیں بیان کرے جو ان کی عقل میں نہ آئیں تو بعض لوگوں میں فتنہ ہوگا (یعنی وہ گمراہ ہو جائیں گے، اس لیے ہر شخص سے اس کی عقل کے موافق بات کرنی چاہیے)۔ [مسلم، المقدمۃ، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع : ۵/۱۴]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، لوگوں سے ایسی بات کرو جسے وہ سمجھ سکتے ہوں، کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب کی جائے۔ [بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قوم ...... الخ، قبل الحدیث : ۱۲۷]

آگے فرمایا، اے میرے نبی! آپ لوگوں کے سامنے اللہ کی شریعت اور اس کی آیتوں کو بیان کرتے رہیے، چاہے اس سے سارے لوگ نفع اٹھائیں یا نہ اٹھائیں۔ آپ کا کام تو دین کی تبلیغ کرتے رہنا ہے۔ جو لوگ اس سے نفع اٹھائیں گے وہ اللہ سے ڈرتے ہوئے برائیوں سے بچیں گے اور اچھائیوں کی طرف سبقت کریں گے اور جو اس سے نفع نہیں اٹھائیں گے وہ شریعت اسلامیہ اور آپ کی نصیحتوں سے دوری اختیار کریں گے، جس کے نتیجے میں وہ قیامت کے دن جہنم

کی خطرناک آگ میں ڈال دیے جائیں گے، جو دلوں تک پہنچ جائے گی۔ جس میں جہنمی کو نہ موت آئے گی اور نہ وہ زندہ رہے گا، یعنی ہر وقت دردناک عذاب میں مبتلا رہے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا﴾ [فاطر : ۳٦] ''نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ﴾ [إبراهيم : ١٦، ١٧] ''اور اسے اس پانی سے پلایا جائے گا جو پیپ ہے۔ وہ اسے بمشکل گھونٹ گھونٹ پیے گا اور قریب نہ ہوگا کہ اسے حلق سے اتارے اور اس کے پاس موت ہر جگہ سے آئے گی، حالانکہ وہ کسی صورت مرنے والا نہیں اور اس کے پیچھے ایک بہت سخت عذاب ہے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اصل جہنمی ہیں انھیں نہ تو موت آئے گی اور نہ (کار آمد) زندگی ملے گی اور وہ لوگ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا ارادہ کریں گے انھیں اللہ تعالیٰ آگ میں موت دے دیں گے اور جب آگ انھیں کوئلہ بنا دے گی، تو پھر سفارش کرنے والے جائیں گے تو (ہر سفارش کرنے والا) آدمی (اپنے) اپنے واقف کار کو لے آئے گا، تو وہ نہر حیات میں ڈال دیے جائیں گے، یا جنتی نہروں کا پانی ان پر ڈالا جائے گا اور وہ اس طرح اگیں گے جس طرح دانہ اس مٹی میں اگتا ہے جسے پانی بہا کر لاتا ہے۔'' (پھر) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم درخت کو نہیں دیکھتے کہ پہلے سبز ہوتا ہے، پھر زرد، یا (فرمایا) پہلے زرد ہوتا ہے اور پھر سبز۔'' یہ سن کر بعض لوگوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گویا جنگل میں رہے ہیں۔ [مسند أحمد : ۵/۳، ۱۱، ح : ۱۱۰۲۲، ۱۱۰۸۳۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب إثبات الشفاعة و إخراج الموحدين من النار : ۱۸۵]

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝

''بے شک وہ کامیاب ہوگیا جو پاک ہوگیا۔ اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا، پس نماز پڑھی۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مومن بندے کو کامیابی و کامرانی کی خبر دی ہے جو اپنے نفس کو شرک و معاصی سے پاک کرتا ہے، ہر وقت اپنے رب کو یاد کرتا رہتا ہے اور عمل صالح کرتا رہتا ہے، بالخصوص نماز کی پابندی کرتا ہے جو ایمان کی کسوٹی ہے۔ یہاں فوز و فلاح سے مراد جہنم سے نجات اور جنت میں داخل ہونا ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ [آل عمران : ۱۸۵] ''پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہو گیا۔'' اور فرمایا: ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا﴾ [الشمس : ۷ تا ۱۰] ''اور نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا! پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیزگاری (کی پہچان) اس کے دل میں ڈال دی۔ یقیناً وہ کامیاب ہو گیا

جس نے اسے پاک کر لیا۔ اور یقیناً وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے مٹی میں دبا دیا۔“

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى ﴿۱۹﴾

”بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔ بے شک یہ بات یقیناً پہلے صحیفوں میں ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔“

گزشتہ آیات میں فرمایا کہ کامیابی ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے نفس کا تزکیہ کرتے ہیں، اپنے رب کو یاد کرتے اور عمل صالح کرتے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ لوگ دنیا کی فانی لذتوں کو اخروی نعمتوں پر ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ آخرت کی نعمتیں بہتر اور لازوال ہیں۔ یہ باتیں صحائف ابراہیم اور صحیفہ موسیٰ یعنی تورات میں بھی مذکور ہیں۔ یہ آیت اسی طرح ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴾ [النجم : ٣٦ تا ٤٢] ”یا اسے اس بات کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔ اور ابراہیم کے (صحیفوں میں) جس نے (عہد) پورا کیا۔ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔ اور یہ کہ یقیناً اس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی۔ پھر اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ۔ اور یہ کہ بے شک تیرے رب ہی کی طرف آخر پہنچنا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اُولٰٓىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴾ [إبراهيم: ٣] ”وہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں، یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو دنیا کا طلب گار بنا، اس نے آخرت کو نقصان پہنچایا اور جو آخرت کا طلب گار بنا، اس نے دنیا کو نقصان پہنچایا، چنانچہ تم باقی رہنے والی (آخرت) کی خاطر ختم ہو جانے والی (دنیا) کو نقصان پہنچاؤ۔“ [كتاب الزهد لابن أبي عاصم، ح : ١٦١۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة : ٨٤٩/٢/٧، ح: ٣٢٨٧]

سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! آخرت (کے مقابلے) میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اس انگلی (یعنی شہادت والی انگلی) کو سمندر میں ڈبوئے پھر دیکھے کہ وہ کس چیز کے ساتھ لوٹتی ہے۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة : ٢٨٥٨]

سورة الغاشية مكية

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور ﴿هَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ﴾ سورتوں کو دونوں عیدوں اور جمعہ کی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے اور اگر جمعہ والے دن عید ہوتی تو بھی عید اور جمعہ دونوں کی نمازوں میں انھی سورتوں کو پڑھتے۔ [مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلوة الجمعة : ۸۷۸۔ مسند أحمد : ۲۷۷/۴، ح : ۱۸٤۷۱]

ضحاک بن قیس بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ جمعہ میں سورۂ جمعہ کے ساتھ اور کون سی سورت تلاوت کیا کرتے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا، آپ ﷺ: ﴿هَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ﴾ کی تلاوت کیا کرتے تھے۔[مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الجمعة : ۸۷۸/۶۳]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ①

”کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والی کی خبر پہنچی؟“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے قیامت کے بعض احوال بیان کیے ہیں، فرمایا، اے میرے نبی! آپ کے پاس قیامت سے متعلق یقینی خبریں آ گئی ہیں۔ قیامت کو لفظ ”الْغَاشِيَةِ“ سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس کی ہولنا کی بڑی وسیع ہوگی اور سب پر چھا جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾ [الدھر : ۷] ”جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہوگی۔“ اور فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيدٌ﴾ [الحج : ۱، ۲] ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے

والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔''

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲

''اس دن کئی چہرے ذلیل ہوں گے۔''

جو لوگ دنیا میں دین حق کا انکار کرتے ہیں، قیامت کے دن ان کے چہرے ذلت و رسوائی کے مارے جھکے ہوں گے، وہ بہت ہی شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے اور آگ میں انھیں ان کے چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا۔ وہ جہنم کی زنجیروں اور بھاری بیڑیوں میں بندھے ہوں گے، وہ نہایت ہی مشکل میں ہوں گے اور ان کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴾ [المعارج : ٤٤] ''ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی، ذلت انھیں گھیرے ہوئے ہوگی، یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳

''محنت کرنے والے، تھک جانے والے۔''

وہ عمل کرنے والے اور عمل کرتے کرتے تھک جانے والے ہوں گے۔ وہ عبادت شاقہ کرتے ہوں گے، بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہوں گے، بڑے بڑے وظیفے پڑھتے ہوں گے، چلے کاٹتے ہوں گے، نفس کشی کرتے ہوں گے، الا اللہ کی ضربیں لگاتے ہوں گے، ساری ساری رات جاگتے ہوں گے۔ اس کے باوجود قیامت کے روز ان کے چہرے جھکے ہوں گے۔ اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے معتدل طریقے پر عمل نہیں کیا ہوگا اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل نہیں کرتا اس کے عمل قبول نہیں ہوتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۳] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور اس رسول کا حکم مانو اور اپنے اعمال باطل مت کرو۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمی نبی ﷺ کی بیویوں کے گھروں کی طرف آئے اور آپ کی عبادت کا حال پوچھنے لگے، جب ان کو (آپ کی عبادت کے بارے میں) بتایا گیا تو انھوں نے گویا (رسول اللہ ﷺ کی) اس عبادت کو (اپنے لیے) کم خیال کیا۔ کہنے لگے، کہاں ہم اور کہاں نبی ﷺ ؟ (ہم کو آپ سے کیا نسبت) آپ کی تو اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ (جذبات میں آ کر) ان میں سے ایک کہنے لگا، میں تو ساری عمر رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرا کہنے لگا، میں ہمیشہ روزے رکھوں گا، کبھی بن روزے کے نہیں رہوں گا۔ تیسرا کہنے لگا، میں عمر بھر عورتوں سے الگ رہوں گا، کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا:

’’کیا تم ہی وہ لوگ ہو جنھوں نے اس اس طرح کہا ہے؟ تو سن لو، اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، تو جو شخص میری سنت سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح ...... الخ : ۵۰۶۳]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس کے اس کی امت میں حواری اور اصحاب نہ ہوں، جو اس کے طریقے پر چلتے تھے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے۔ پھر ان لوگوں کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہو جاتے تھے جو زبان سے جو کہتے تھے وہ کرتے نہیں تھے اور ان کاموں کو کرتے تھے جن کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ تو جو کوئی ایسے لوگوں سے ہاتھ سے لڑے وہ مومن ہے، جو کوئی زبان سے لڑے وہ بھی مومن ہے اور جو کوئی دل سے ان لوگوں کو برا سمجھے وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں رہتا۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الإیمان ...... الخ : ۵۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے تو انھیں حوض سے روک دیا جائے گا، میں کہوں گا، اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی چیزیں شروع کر دیں؟ یہ لوگ الٹے قدموں دین سے پھر گئے تھے۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب الحوض : ۶۵۸۵]

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝۴ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝۶ لَّا يُسْمِنُ وَ لَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝۷

’’گرم آگ میں داخل ہوں گے۔ وہ ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پلائے جائیں گے۔ ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوگا مگر ضریع سے۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے کچھ فائدہ دے گا۔‘‘

بدنصیب اہل کفر قیامت کے دن شدید گرم آگ میں جلتے رہیں گے، جو انھیں ہمہ وقت ہر جانب سے گھیرے رہے گی اور انھیں کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ﴾ [الکھف : ۲۹] ’’اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انھیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا، جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ۝۲۴ اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا ﴾ [النبا : ۲۴، ۲۵] ’’نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝۵۵ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴾ [الواقعۃ : ۵۵، ۵۶] ’’پھر پیاس کی بیماری والے اونٹوں کے پینے کی طرح پینے والے ہو۔ یہ جزا کے دن ان کی

مہمانی ہے۔‘‘

جہنمیوں کا کھانا ایک کانٹے دار درخت کا خشک پھل ہوگا جو نہایت بدبودار، نہایت بدشکل، نہایت بدمزہ اور نہایت زہریلا ہوگا۔ اسے اہل حجاز ’’ضریع‘‘ کہتے ہیں، اسے اونٹ بھی نہیں کھا پاتا۔ اس کھانے سے نہ ان کے جسم فربہ ہوں گے اور نہ ان کی بھوک ہی ختم ہوگی، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴾ [الواقعة : ٥١ تا ٥٣] ’’پھر بے شک تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کے پودے میں سے کھانے والے ہو۔ پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴾ [الدخان : ٤٣ تا ٤٦] ’’بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔‘‘

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝

’’کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔ اپنی کوشش پر خوش۔ بلند جنت میں ہوں گے۔ وہ اس میں بے ہودگی والی کوئی بات نہیں سنیں گے۔‘‘

اس دن خوش قسمت اہل جنت کے چہرے گوناگوں نعمتوں کے زیر اثر شاداب اور دمکتے ہوئے ہوں گے اور دنیا کی زندگی میں انھوں نے جو نیک اعمال کیے ہوں گے، انھیں یاد کر کے وہ نہایت شاداں و فرحاں ہوں گے۔ اپنے رب کی بنائی ہوئی بلند و بالا جنتوں میں آرام کریں گے اور وہاں وہ کوئی فضول اور لغو بات نہیں سنیں گے کہ جس سے ان کی آسائش متاثر ہو۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ : یعنی ان کے چہروں سے مسرت و شادمانی جھلکتی ہوگی اور یہ ان کی سعی و کوشش اور اللہ کی رحمت کی وجہ سے انھیں حاصل ہوگی، وہ اپنے اعمال سے خوش ہوں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ [القيامة : ٢٢، ٢٣] ’’اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔‘‘

لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً : یعنی وہ اس جنت میں کوئی ایک بھی لغو کلمہ نہیں سنیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴾ [الواقعة : ٢٥، ٢٦] ’’وہ اس میں نہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات۔ مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴾ [الطور : ٢٣] ’’جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالنا۔‘‘

فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ﴿١٣﴾ وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿١٤﴾ وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ﴿١٥﴾
وَّ زَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴿١٦﴾

''اس میں ایک بہنے والا چشمہ ہے۔ اس میں اونچے اونچے تخت ہیں۔ اور رکھے ہوئے آبخورے ہیں۔ اور قطاروں میں لگے ہوئے گاؤ تکیے ہیں۔ اور بچھائے ہوئے مخملی قالین ہیں۔''

جنت میں ایسی نہریں ہوں گی جنھیں اہل جنت اپنی مرضی سے جہاں اور جب چاہیں گے جاری کر لیا کریں گے اور وہاں اہل جنت کے لیے اونچے عالی شان بستر لگے ہوں گے، جن پر لیٹے ہوئے وہ جنت کی دیگر نعمتوں کا نظارہ کرتے رہیں گے۔ ان کے سامنے سونے اور چاندی کے پیالے ہوں گے، جو انواع و اقسام کی لذیذ شرابوں سے بھرے ہوں گے۔ ان کے لیے ریشم و دیباج کے بنے تکیے بستروں اور رہائش کی جگہوں پر قطار در قطار لگے ہوں گے، جن پر وہ جب چاہیں گے ٹیک لگا کر آرام کریں گے اور ہر طرف بیش بہا قالین بچھے ہوں گے۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَ اِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَ اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ
نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾

''تو کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے۔ اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا۔ اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے نصب کیے گئے۔ اور زمین کی طرف کہ وہ کیسے بچھائی گئی۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ بعث بعد الموت اور جنت و جہنم کے منکر ہیں، کیا وہ غور نہیں کرتے کہ اس نے اونٹ کو کیسی عجیب شکل میں پیدا کیا ہے اور کس طرح اسے انسانوں کے لیے مسخر کر دیا ہے کہ وہ اس کا دودھ پییں، اس پر سواری کریں اور اس کا گوشت کھائیں؟ کیا وہ لوگ آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کہ اس نے اسے بغیر ظاہری ستونوں کے قائم کر رکھا ہے اور اسے شمس و قمر اور کواکب کے ذریعے سے زینت بخشی ہے؟ کیا وہ لوگ پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر میخ گاڑ رکھی ہے اور کس طرح اس نے زمین کو پھیلا دیا ہے، تاکہ اس کے بندے اس پر بآسانی زندگی گزار سکیں، اس پر چل پھر سکیں، کھیتی باڑی کر سکیں، مکانات بنا سکیں اور دیگر امور زندگی کو پورا کر سکیں۔ باری تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے یہ مظاہر ذی ہوش انسانوں کو اس ایمان و ایقان پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ قادر مطلق گلی سڑی ہڈیوں کو جمع کر کے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر یقیناً قادر ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا، تو تب ہماری خواہش ہوتی تھی کہ کہیں سے کوئی باہر کا عقل مند شخص آ کر سوال کرے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جواب سنیں۔ چنانچہ ایک دن ایک بادیہ نشین آیا اور کہنے لگا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کا قاصد ہمارے پاس آیا اور اس نے ہم سے کہا کہ آپ

فرماتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔'' وہ کہنے لگا، یہ بتائیے! آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے۔'' اس نے پوچھا، زمین کو کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے۔'' اس نے پوچھا، ان پہاڑوں کو کس نے گاڑا؟ اور ان میں کس نے یہ فائدے کی چیزیں پیدا کیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے۔'' اس نے پوچھا، تو آپ کو قسم اس اللہ کی، جس نے آسمان و زمین پیدا کیے اور ان پہاڑوں کو گاڑ دیا! یہ بتائیے کہ کیا اللہ نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' اس نے کہا کہ آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔'' اس نے کہا، آپ کو اس اللہ کی قسم، جس نے آپ کو بھیجا ہے! کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' کہنے لگا، آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا کہ ہمارے مالوں میں ہم پر زکوٰۃ فرض ہے۔ فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔'' اس آدمی نے پھر کہا، آپ کو بھیجنے والے اللہ کی قسم! کیا یہ بھی اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے؟ فرمایا: ''ہاں!'' اس آدمی نے کہا کہ آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم پر سال میں رمضان کے مہینے کے روزے بھی فرض ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ''اس نے سچ کہا۔'' اس آدمی نے کہا کہ آپ کو اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو بھیجا ہے! کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' اس آدمی نے کہا، آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم میں سے اس پر اللہ تعالیٰ کے گھر کا حج فرض ہے جو اس تک جانے کی طاقت رکھے۔ آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔'' اس نے یہ سب سنا تو یہ کہتا ہوا چل دیا کہ اس اللہ واحد کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! نہ میں ان چیزوں میں کوئی اضافہ کروں گا اور نہ ان میں کوئی کمی کروں گا۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب السؤال عن أركان الإسلام : ۱۲۔ بخاری، کتاب العلم، باب القرائة والعرض علی المحدث : ٦٣]

فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ إِلَيْنَآ إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ﴿٢٦﴾ ع

''پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔ مگر جس نے منہ موڑا اور انکار کیا۔ تو اسے اللہ عذاب دے گا، سب سے بڑا عذاب۔ یقیناً ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے۔ پھر بے شک ہمارے ہی ذمے ان کا حساب ہے۔''

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے ان کی ذمہ داری یاد دلائی ہے کہ آپ کا کام محض تبلیغ و دعوت ہے، آپ اسے پورا کرتے رہیے، کسی کو ایمان لانے اور راہِ راست اختیار کرنے پر مجبور کرنا آپ کا کام نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ ۖ وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكِّرْ بِالْقُرْءَانِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ ﴾

[ق : ٤٥] ’’ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں جو یہ کہتے ہیں اور تو ان پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں، سو قرآن کے ساتھ اس شخص کو نصیحت کر جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے۔‘‘

نبی کریم ﷺ کی دعوت توحید جس شخص تک پہنچ گئی اور اس نے اسلام قبول نہ کیا، بلکہ کفر و سرکشی کی راہ اختیار کی، تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی ہے کہ ہم انھیں قیامت کے دن شدید عذاب میں مبتلا کریں گے، وہ ہم سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ موت کے بعد انھیں ہر حال میں ہمارے پاس ہی آنا ہے۔ اس دن ہم دنیا میں ان کے کیے کا ان سے حساب لیں گے اور اس کا انھیں بدلہ چکائیں گے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ ’’ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ‘‘ کی گواہی دیں، تو جب انھوں نے ’’لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ‘‘ کی گواہی دے دی تو انھوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو بچا لیا، سوائے اس (کلمے) کے حق کے اور ان کا حساب اللہ عزوجل کے سپرد ہے۔‘‘ پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿ فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشية : ۲۱، ۲۲] ’’پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔‘‘ [مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس ...... الخ : ۲۱/۳۵۔ ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة الغاشية : ۳۳٤۱]

سورة الفجر مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝۴

’’قسم ہے فجر کی! اور دس راتوں کی! اور جفت اور طاق کی! اور رات کی جب وہ چلتی ہے!‘‘

اللہ تعالیٰ نے ابتدائی چار آیتوں میں چار چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ پہلی چیز فجر ہے جس سے مراد اکثر لوگوں کے نزدیک فجر کا وقت ہے، دوسری چیز ’’دس راتیں‘‘ ہیں، اس سے ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن مراد ہیں۔ تیسری چیز ’’شفع‘‘ اور ’’وتر‘‘ ہے۔ اس سے وہ تمام مخلوقات مراد ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے جوڑا یا مفرد پیدا کیا ہے۔ چوتھی چیز ’’رات‘‘ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے یہاں قسم کھائی ہے، جو چلتی رہتی ہے، یہاں تک کہ گزر جاتی ہے اور پھر لوٹ کر آتی ہے۔ رات اور دن

کی یہ گردش اللہ تعالیٰ کے کمالِ قدرت پر دلالت کرتی ہے۔ مذکورہ بالا قسموں کا جواب قسم محذوف ہے یعنی مذکورہ بالا چیزوں کی قسم! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ : ذوالحجہ کے ابتدائی عشرے کے بارے میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی عبادت ان دس دنوں میں کی گئی عبادت سے افضل نہیں۔“ لوگوں نے پوچھا، کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ فرمایا: ”وہ بھی نہیں، سوائے اس شخص کے جو مال و جان لے کر نکلا اور پھر کچھ بھی ساتھ لے کر نہ پلٹا۔“ [بخاری، كتاب العيدين، باب فضل العمل في أيام التشريق : ۹۶۹]

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے ایک کم ایک سو یعنی ننانوے نام ہیں، جس نے انھیں یاد کیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور وہ وتر ہے اور وتر کو دوست رکھتا ہے۔“ [بخاری، كتاب الدعوات، بابٌ : لله مائة اسم غير واحدة : ٦٤١٠ـ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب في أسماء الله ...... الخ : ٢٦٧٧]

هَلْ فِي ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ۝

”یقیناً اس میں عقل والے کے لیے بڑی قسم ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ قسموں کی عظمت کا احساس دلایا ہے اور کہا ہے کہ جو بھی صاحب عقل آدمی ہوگا وہ جان لے گا کہ یہ عظیم قسم ہے اور جس بعث بعد الموت کی یقین دہانی کے لیے یہ قسمیں کھائی گئی اس کی آمد میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کس طرح کیا۔ (وہ عاد) جو ارم (قبیلہ کے لوگ) تھے، ستونوں والے۔ وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔“

ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ کیا آپ نے قرآن کریم میں مذکور تاریخی جھروکوں سے جھانک کر نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قومِ عاد کا کیا حال بنایا، جن کا لقب ”ارم“ تھا؟ ان لوگوں کے جسم بہت لمبے چوڑے ہوتے تھے اور انھیں اللہ نے بڑا قوی اور تنومند بنایا تھا۔ وہ لوگ جسمانی قوت و جبروت میں دوسری قوموں سے بہت بڑھے ہوئے تھے اور عزت و شرف میں بھی اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھتے تھے، اس لیے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جب ہود علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا تو انھوں نے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور کفر کی راہ اختیار کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت ہی تند و تیز آندھی سے ان کو ہلاک کر دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ

﴿ كَذَّبَتْ عَادُ ِالْمُرْسَلِيْنَ ۚ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوْهُمْ هُوْدٌ أَلَا تَتَّقُوْنَ ۚ إِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ۚ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ أَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۙ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴾ [الشعراء : ۱۲۳ تا ۱۲۹] ''عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔ کیا تم ہر اونچی جگہ پر ایک یادگار بناتے ہو؟ اس حال میں کہ لاحاصل کام کرتے ہو۔ اور بڑی بڑی عمارتیں بناتے ہو، شاید کہ تم ہمیشہ رہو گے۔''

انھی میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا، مگر انھوں نے ان کی تکذیب اور مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات دی اور قوم عاد کو نہایت تیز آندھی کے ساتھ تباہ و برباد کر دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ أَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ﴾ [الحاقۃ : ۷، ۸] ''اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟''

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ۱۵] ''پھر جو عاد تھے وہ زمین میں کسی حق کے بغیر بڑے بن بیٹھے اور انھوں نے کہا ہم سے قوت میں کون زیادہ سخت ہے؟''

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۙ ﴿۹﴾

''اور ثمود کے ساتھ (کس طرح کیا) جنھوں نے وادی میں چٹانوں کو تراشا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے میرے نبی! آپ نے قوم ثمود کا حال نہیں دیکھا جنھیں ہم نے بڑا ہی قوی بنایا تھا، جو پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر مکان بناتے تھے۔ ان کی ہدایت و راہنمائی کے لیے ہم نے اپنے بندے صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر مبعوث کیا۔ انھوں نے انھیں اللہ کی طرف بلایا اور ایمان کی دعوت دی تو انھوں نے ان کی دعوتِ توحید و ایمان کا انکار کر دیا۔ چنانچہ انجام کار ہم نے انھیں ہلاک کر دیا۔

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۙ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۙ ﴿۱۱﴾ فَأَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۙ ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۚ ﴿۱۳﴾

’’اور میخوں والے فرعون کے ساتھ (کس طرح کیا)۔ وہ لوگ جو شہروں میں حد سے بڑھ گئے۔ پس انھوں نے ان میں بہت زیادہ فساد پھیلا دیا۔ تو تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔‘‘

اللہ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ نے فرعون کا حال نہیں دیکھا جس نے زمین میں سرکشی کی اور اللہ کے بندوں کو قتل کیا اور انھیں نوع بہ نوع عذاب سے دوچار کیا۔ جو شخص اس کی نافرمانی کرتا اور وہ اسے قتل کرنا چاہتا تو اس کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں لوہے کی کھونٹیاں ٹھونک دیتا تھا اور پھر اسے قتل کر دیتا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۲۷] ’’اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھے گا، تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دے؟ اس نے کہا ہم ان کے بیٹوں کو بری طرح قتل کریں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے اور یقیناً ہم ان پر قابو رکھنے والے ہیں۔‘‘

جب اس کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی اور اس کے خلاف حجت تمام ہوگئی تو اللہ نے اسے سمندر میں ڈبو کر ہلاک کر دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴾ [الحاقة : ۹، ۱۰] ’’اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور الٹ جانے والی بستیوں نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ پس انھوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اس نے انھیں ایک سخت گرفت میں پکڑ لیا۔‘‘

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ؕ ﴿۱۴﴾

’’بے شک تیرا رب یقیناً گھات میں ہے۔‘‘

اس آیت میں فرمایا کہ آپ کا رب ہر کافر و سرکش کی گھات میں بیٹھا ہوا ہے اور ان کے اعمال بد کو اکٹھا کر رہا ہے، تاکہ انھیں دنیا میں سزا دے اور آخرت میں انھیں جہنم رسید کرے۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ؕ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَكْرَمَنِ ؕ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَهَانَنِ ۚ ﴿۱۶﴾

’’پس لیکن انسان جب اس کا رب اسے آزمائے، پھر اسے عزت بخشے اور اسے نعمت دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت بخشی۔ اور لیکن جب وہ اسے آزمائے، پھر اس پر اس کا رزق تنگ کر دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔‘‘

یعنی اکثر و بیشتر لوگوں کی نگاہوں میں دنیا ہی سب کچھ ہوتی ہے، وہ آخرت سے یکسر غافل ہوتے ہیں۔ اسی لیے

اللہ تعالیٰ جب انھیں مال و جائداد دے کر آزماتا ہے، تو بجائے اس کے کہ وہ اپنے قول و عمل کے ذریعے سے اللہ کا شکر ادا کریں اور اس کے لیے تواضع اختیار کرتے ہوئے جھک جائیں، خوشی میں آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور اترانے لگتے ہیں۔ لوگوں سے کہنے لگتے ہیں کہ ہم اللہ کے نزدیک باعزت ہیں، اسی لیے تو اس نے ہمیں ان نعمتوں سے نوازا ہے۔ انھیں یہ بات سوچنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی کہ رب العالمین انھیں آزما رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انھیں بطور آزمائش فقر و فاقہ سے دوچار کر دیتا ہے، تو وہ فوراً شکوہ کرنے لگتے ہیں کہ اللہ نے محتاجی میں مبتلا کر کے ہمیں ذلیل و رسوا کر دیا۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ وَ لَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾

’’ہرگز ایسا نہیں، بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ اور نہ تم آپس میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔ اور تم میراث کھا جاتے ہو، سب سمیٹ کر کھا جانا۔ اور مال سے محبت کرتے ہو، بہت زیادہ محبت کرنا۔‘‘

یعنی یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جسے ہم نے دنیا کی نعمتوں سے نوازا ہے، وہ ہمارا چہیتا ہے اور ہر وہ آدمی جس پر ہم نے روزی کا دروازہ تنگ کر دیا ہے، اسے ہم نے ذلیل کر دیا ہے، بلکہ دونوں ہی حالتوں میں مقصود بندوں کو آزمانا ہے کہ کون صابر و شاکر بنتا ہے اور کون ناشکری و بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھی انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمھاری فکر و نظر کی جو خرابی اوپر بیان کی گئی ہے اس سے بڑھ کر قبیح تمھارا یہ عمل ہے کہ تمھیں اپنی ذات سے بالاتر ہو کر دوسروں کے لیے بھلائی سوچنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ تمھاری خود غرضی اور مادہ پرستی کا عالم یہ ہے کہ تم یتیموں کا بالکل خیال نہیں کرتے۔ انھیں تم اپنا مال کیا دو گے، تم تو ان کا مال بھی کھا جاتے ہو اور فقرا و مساکین کو کھانا کھلانے کی تم ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دلاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ تم مال سے شدید محبت کرتے ہو، اسی لیے تو اسے تجوریوں میں تہ بہ تہ جما کر رکھتے ہو اور غریبوں، بیواؤں، یتیموں اور بے کسوں پر خرچ نہیں کرتے ہو۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ : اس آیت میں درحقیقت یتیم کی عزت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میں اور یتیم کو پالنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔‘‘ آپ نے (اس منظر کشی کے لیے) درمیان والی اور شہادت والی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔ [بخاري، كتاب الأدب، باب فضل من يعول يتيمًا : ٦٠٠٥۔ أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب في من ضم يتيماً : ٥١٥٠]

كَلَّاۤ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَ جِايْٓءَ يَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾

”ہرگز نہیں، جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے جو صف در صف ہوں گے۔ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور (اس وقت) اس کے لیے نصیحت کہاں۔“

”کَلَّآ“ یعنی تمھیں ہرگز ایسے نہیں کرنا چاہیے، بلکہ وہ وقت سامنے رکھنا چاہیے جب قیامت کے پہلے نفخہ کے ساتھ زمین ہموار چٹیل میدان بنا دی جائے گی اور رب العالمین اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے سامنے آ جائے گا اور ظہور قیامت میں ادنیٰ سا بھی شائبہ نہیں رہے گا۔ آسمانوں پر موجود تمام فرشتے اپنے رب کے حضور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ قطار اندر قطار کھڑے ہو جائیں گے۔ اس دن فرشتے جہنم کو زنجیروں کے ذریعے سے کھینچ کر مخلوق کے سامنے لائیں گے۔ اس دن ہر آدمی دنیا میں کیے گئے گناہوں کو یاد کرے گا اور اپنے رب کی اطاعت و بندگی اور اعمال صالحہ میں سستی اور تقصیر کا سوچ سوچ کر حسرت و ندامت میں ڈوب جائے گا اور اپنے آپ سے کہے گا، اے کاش! میں نے اپنی اس آخرت کی زندگی کے لیے دنیا میں اچھے کام کیے ہوتے، لیکن ان حسرتوں اور ندامتوں کا اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴾ [الفرقان : ٢٧، ٢٨] ”اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا، کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ کچھ راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری بربادی! کاش کہ میں فلاں کو دلی دوست نہ بناتا۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴾ [النازعات : ٣٤ تا ٣٦] ”پھر جب وہ ہر چیز پر چھا جانے والی سب سے بڑی مصیبت آ جائے گی۔ جس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی۔ اور جہنم (ہر) اس شخص کے لیے ظاہر کر دی جائے گی جو دیکھتا ہے۔“

وَجِايْٓءَ يَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے، جو دوزخ کو کھینچ رہے ہوں گے۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب جهنم أعاذنا اللّٰه منها : ٢٨٤٢]

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝

”کہے گا اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے آگے بھیجا ہوتا۔“

یعنی اگر وہ گناہ گار ہوگا تو ماضی میں کیے ہوئے اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کرے گا اور اگر اطاعت گزار ہوگا تو وہ یہ خواہش کرے گا کہ اے کاش! اس نے کچھ اور نیکیاں بھی کی ہوتیں، جیسا کہ سیدنا محمد بن ابو عمیرہ رضی اللہ عنہ، جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے تھے، بیان کرتے ہیں (کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) : ”اگر کوئی شخص پیدا ہونے سے لے کر بوڑھا ہو کر مرنے تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سربسجود رہے تو وہ بھی اس (قیامت کے) دن اپنی اس عبادت کو

حقیر جانے گا اور خواہش کرے گا کہ اسے دنیا میں (ایک بار پھر) لوٹا دیا جائے، تا کہ وہ اور زیادہ اجر و ثواب حاصل کر سکے۔'' [مسند أحمد : ۱۸۵/٤، ح : ۱۷٦٦۸]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن تم میں سے ہر شخص سے اللہ بات کرے گا اور اللہ اور اس کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے سوائے اپنے اعمال کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پھر وہ اپنی بائیں طرف دیکھے گا تو (ادھر بھی) اسے سوائے اپنے اعمال کے اور کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو آگ اس کا استقبال کرے گی۔ تو تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ دوزخ سے بچے، خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی (اللہ کے راستہ میں دے کر) سہی۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب : ٦٥٣٩۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ...... الخ : ۱۰۱٤/٦٧]

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّ لَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾

''پس اس دن اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی نہیں کرے گا۔ اور نہ اس کے باندھنے جیسا کوئی باندھے گا۔''

قیامت کے دن اہل کفر کے لیے عذاب اور قید و بند کی سختی بیان کی گئی ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ انھیں ایسا سخت عذاب دے گا جس کی نظیر انھوں نے دنیا میں نہیں دیکھی ہوگی۔ انھیں آگ کی زنجیروں کے ذریعے سے باندھ کر چہروں کے بل جہنم میں گھسیٹا جائے گا اور وہ ہمیشہ اسی حال میں رہیں گے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴾ [الحاقة : ۳۰ تا ۳۷] ''اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے، پس اسے داخل کر دو۔ بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ سو آج یہاں نہ اس کا کوئی دلی دوست ہے۔ اور نہ اس کے لیے زخموں کے دھوون کے سوا کوئی کھانا ہے۔ جسے گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْۤ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [سبا : ۳۳] ''اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں جنھوں نے کفر کیا، طوق ڈال دیں گے۔ انھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾ ع ۱٤

''اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ تو راضی ہے، پسند کی ہوئی ہے۔ پس میرے (خاص) بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔''

جو لوگ دنیا میں ایمان لائے ہوں گے اور انھوں نے نیک عمل کیا ہوگا، ان کا انجام اس دن اچھا ہوگا۔ انھیں رب العالمین آواز دے گا کہ اے پاکیزہ روح! جس نے دنیا میں اپنے رب کو یاد کیا، اس سے محبت کی اور اس کی اطاعت و بندگی کے ذریعے سے سکون و اطمینان حاصل کیا، تو آج اس کے جوار میں چلی جا، درآں حالیکہ تو اس کی عطا کردہ نعمتوں سے راضی ہے اور وہ اب تجھ سے ہمیشہ کے لیے راضی ہو گیا۔

اے پاکیزہ روح! تو آج میرے ان بندوں میں شامل ہو جا کہ جنھیں نہ کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ کوئی حزن و ملال اور تو ان کے ساتھ میری جنت میں داخل ہو جا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴾ [النساء: ٦٩، ٧٠] ''اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کافی ہے سب کچھ جاننے والا۔''

سورۃ البلد مکیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝

''نہیں، میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں! اور تو اس شہر میں رہنے والا ہے۔''

اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے جس میں اس وقت، جب اس سورت کا نزول ہوا، نبی کریم ﷺ کا قیام تھا۔ آپ کا مولد بھی یہی شہر تھا، یعنی اللہ نے آپ ﷺ کے مولد و مسکن کی قسم کھائی۔

دوسری آیت کے دو معانی ہیں۔ اگر ''حِلٌّ'' کا معنی ''رہنے والا'' کیا جائے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ میں اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں، بحالیکہ آپ اس میں قیام پذیر ہیں، یعنی یہ شہر خود بھی بڑی فضیلت والا ہے، لیکن اس کی فضیلت اس لحاظ سے دو چند ہو گئی ہے کہ آپ اس میں قیام پذیر ہیں۔ اگر اس آیت کا معنی یہ کیا جائے ''اور تیرے لیے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے'' تو پھر اس آیت میں آپ کو فتح و کامرانی کی خوشخبری دی گئی ہے کہ عنقریب آپ بحیثیت فاتح

داخل ہوں گے اور مشرکین میں سے کچھ کو قتل کریں گے اور کچھ کو قید کر لیں گے۔ یہ استثنائی حکم آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھا۔ مکہ نہ آپ سے پہلے کسی کے لیے حلال بنایا گیا اور نہ آپ کے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شہر (مکہ) کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت عطا کر دی تھی جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا، اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی حرمت کی وجہ سے قیامت تک کے لیے حرمت والا ہے۔ مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس شہر میں لڑنا جائز نہیں تھا، میرے لیے بھی صرف دن کی ایک گھڑی کے لیے لڑنا جائز ہوا تھا۔ اس کے بعد اب پھر اللہ کی عطا کی ہوئی حرمت کی وجہ سے اس کی حرمت قیامت تک کے لیے قائم ہو گئی۔'' [بخاری، کتاب جزاء الصید، باب لا یحل القتال بمکۃ ...... الخ : ۱۸۳٤۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکۃ...... الخ : ۱۳۵۳]

سیدنا ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرمت بخشی ہے، لوگوں نے اسے حرمت نہیں بخشی، لہٰذا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ مکہ میں خون ریزی کرے اور وہاں کے درخت کاٹے، پھر اگر کوئی شخص اللہ کے رسول ﷺ کے قتال سے رخصت کی دلیل لے تو اس سے کہو کہ اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی، تم کو اجازت نہیں دی اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے بھی دن کی ایک گھڑی کے لیے اجازت ملی تھی اور آج اس کی حرمت لوٹ کر ویسی ہی ہو گئی ہے جیسی کل تھی۔'' [بخاری، کتاب جزاء الصید، باب لا یعضد شجر الحرم : ۱۸۳۲۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکۃ .... الخ : ۱۳۵٤]

سیدنا عبد اللہ بن عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حزورہ کے مقام پر کھڑے ہوئے دیکھا، آپ یہ فرما رہے تھے: ''(اے مکہ!) اللہ کی قسم! تو اللہ کی ساری زمین سے بہتر اور افضل ہے اور اللہ کے نزدیک اللہ کی ساری زمین سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! اگر مجھے تیرے اندر سے نکالا نہ جاتا تو میں (کبھی) نہ نکلتا۔'' [ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل مکۃ : ۳۹۲۵۔ ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب فضل مکۃ : ۳۱۰۸]

وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝

اور جننے والے کی قسم! اور اس کی جو اس نے جنا! بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔''

اس آیت میں جننے والے ماں باپ اور ان کے جنم دیے ہوئے بچے کی قسم کھائی ہے۔ ماں باپ کو اولاد کے حصول کی جستجو سے لے کر ان کی پرورش تک جن مصائب سے گزرنا پڑتا ہے اور ان کے جنم دیے ہوئے بچے پر حالت نطفہ سے لے کر ولادت تک، پھر ولادت سے بچپن، جوانی اور بڑھاپے تک جو کچھ گزرتا ہے وہ سب کچھ اس حقیقت کو ثابت کرتا ہے۔ اس تمام عرصے میں وہ شروع سے آخر تک سختیاں اور مصیبتیں ہی جھیلتا رہتا ہے۔ کبھی بیماری میں گرفتار ہے، کبھی رنج میں، کبھی فقر و فاقہ میں، کبھی کسی اور فکر میں۔ اگر کبھی کسی خوشی یا راحت کا کوئی لمحہ آتا بھی ہے تو اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی

مصیبت ضرور ہوتی ہے۔کوئی اور نہ ہو تو اس کے زوال کا فکر ہی اسے مکدر کرنے کے لیے کافی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (زمین پر) ایک مربع شکل بنائی اور پھر اس کے بیچ میں ایک لکیر کھینچی، جو مربع شکل سے باہر نکل گئی، پھر اس لکیر کے اردگرد کئی چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچیں اور پھر فرمایا: ”یہ (مربع کے اندر) جو لکیر ہے یہ آدمی (کی مثل) ہے اور یہ مربع شکل جو اسے گھیرے ہوئے ہے اس کی موت ہے اور یہ لکیر جو مربع شکل کے باہر چلی گئی ہے اس کی آرزو ہے اور یہ چھوٹی چھوٹی لکیریں آفات ہیں۔ اگر ایک آفت سے بچ گیا تو دوسری نے آ دبوچا، اگر اس سے بھی بچ گیا تو تیسری نے دبوچ لیا۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الأمل و طوله : ٦٤١٧]

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ۝

”کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کبھی کوئی قادر نہیں ہوگا؟ کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال برباد کر ڈالا۔ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا؟“

جن سختیوں اور مصیبتوں میں آدمی زندگی بسر کرتا ہے، ان کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اپنی حقیقت کو پہچانتا اور اس میں عجز وانکسار کا جذبہ پیدا ہوتا، لیکن اس کی حالت یہ ہے کہ اکڑفوں دکھاتا ہے اور سمجھتا ہے مجھ پر کون قابو پا سکتا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴾ [القیامة : ۳۱ تا ۴۰] ”سو نہ اس نے سچ مانا اور نہ نماز ادا کی۔ اور لیکن اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا۔ یہی تیرے لائق ہے، پھر یہی لائق ہے۔ پھر تیرے لائق یہی ہے، پھر یہی لائق ہے۔ کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے بغیر پوچھے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو گرایا جاتا ہے۔ پھر وہ جما ہوا خون بنا، پھر اس نے پیدا کیا، پس درست بنا دیا۔ پھر اس نے اس سے دو قسمیں نر اور مادہ بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟“

اگلی آیت میں فرمایا کہ دین حق کی مخالفت یا جاہلانہ رسوم ورواج میں روپیہ لٹانے کو بڑا کمال سمجھتا ہے اور اسے فخریہ بیان کرتا ہے۔ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ جب وہ فخر وریا کے لیے مال لٹا رہا تھا تو کسی نے اسے نہیں دیکھا؟ یقیناً ہم سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔

﴿ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۙ۸ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ ۙ۹ وَ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۚ۱۰ ﴾

''کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں۔ اور ایک زبان اور دو ہونٹ۔ اور ہم نے اسے دو واضح راستے دکھا دیے۔''

اس نے یہ گمان کیسے کر لیا کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا اور نہ کوئی اس سے پوچھنے والا ہے؟ حالانکہ جن آنکھوں سے وہ دیکھ رہا ہے وہ ہم نے بنائی ہیں۔ زبان اور ہونٹ جن سے ڈینگیں مار رہا ہے وہ بھی ہم نے پیدا کیے ہیں، پھر ہم نے اسے خیر و شر کے راستے کا شعور بھی عطا فرمایا ہے۔ تو کیسے ہو سکتا ہے کہ اسے آنکھیں عطا کرنے والا خود ہی نہ دیکھ رہا ہو؟ اور اسے زبان اور ہونٹ دینے والا اسے پوچھ بھی نہ سکتا ہو؟ اور خیر و شر کا شعور عطا کرنے والا اس سے اس شعور کے استعمال کے متعلق باز پرس نہ کرے؟ اس آیت کی نظیر حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖۗ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۲ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ﴾ [الدھر : ۲، ۳] ''بلاشبہ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، سو ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا۔ بلاشبہ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ وہ شکر کرنے والا بنے اور خواہ ناشکرا۔''

﴿ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۖ۱۱ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ؕ۱۲ فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ۱۳ ﴾

''پھر (بھی) وہ مشکل گھاٹی میں نہ گھسا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ مشکل گھاٹی کیا ہے؟ (وہ) گردن چھڑانا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مال کی جو نعمت عطا فرمائی ہے اس کا تقاضا یہ نہیں تھا کہ اسے ناحق اڑاتا، بلکہ یہ تھا کہ وہ بلندیاں جو سخت جد و جہد سے حاصل ہوتی ہیں، انھیں سر کرنے کے لیے مشکل گھاٹی میں بے دریغ گھس جاتا۔ مگر اس نے اس مشکل گھاٹی میں گھسنے کی جرأت نہیں کی۔ مال دار کے لیے مشکل گھاٹی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کسی کی گردن سے طوق غلامی اتار پھینکنے میں اس کی مدد کرنا ہے، یعنی اسے خرید کر آزاد کر دینا، یا جزوی طور پر اس کام میں اس کی مدد کرنا ہے۔

<u>فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ</u> : ''عقبہ'' گھاٹی، دو پہاڑوں کے درمیان دشوار گزار راستے کو کہتے ہیں۔ جس طرح اس میں سے ہو کر گزرنا اور اس کو پار کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اسی طرح غلام کو آزاد کرنا اور بھوکے رشتہ دار یتیم یا خاک نشیں غریب کو کھانا کھلانا دشوار ہوتا ہے، بخل انسان کو ان کاموں میں مال خرچ کرنے سے باز رکھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۱۶ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴾ [التغابن : ۱۶، ۱۷] ''اور خرچ کرو، تمھارے اپنے لیے بہتر ہوگا اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے جائیں سو وہی کامیاب ہیں۔ اگر تم اللہ کو قرض دو گے، اچھا قرض تو وہ اسے تمھارے لیے کئی گنا کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بڑا قدر دان، بے حد بردبار ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَ يُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ۳۷ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ

نَفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴾ [محمد : ٣٧، ٣٨]

''اگر وہ تم سے ان کا مطالبہ کرے، پھر تم سے اصرار کرے تو تم بخل کرو گے اور وہ تمھارے کینے ظاہر کر دے گا۔ سنو! تم وہ لوگ ہو کہ تم بلائے جاتے ہو، تاکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تو تم میں سے کچھ وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ ہی بے پروا ہے اور تم ہی محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے، جو لوہے کے دو کرتے چھاتیوں سے ہنسلیوں تک پہنے ہوئے ہوں۔ خرچ کرنے والا جب کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ کرتا پھیل جاتا ہے اور لمبا چوڑا ہو کر سارا بدن ڈھانپ لیتا ہے، یہاں تک کہ انگلیوں کی پوریں بھی چھپ جاتی ہیں اور کرتا (لمبا ہونے کی وجہ سے) قدموں کے نشانات بھی مٹا دیتا ہے۔ لیکن بخیل جب کچھ خرچ کرنا چاہتا ہے تو ہر حلقہ اپنی جگہ چمٹ کر رہ جاتا ہے، وہ اس کو کشادہ کرنا چاہتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہوتا۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب مثل البخیل و المتصدق : ١٤٤٣۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب مثل المنفق و البخیل : ١٠٢١]

فَكُّ رَقَبَةٍ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی اولاد اپنے والد کا بدلہ نہیں دے سکتی، سوائے اس کے کہ اسے غلامی کی حالت میں پائے اور خرید کر آزاد کر دے۔'' [مسلم، کتاب العتق، باب فضل عتق الوالد : ١٥١٠]

ابو امامہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی، آپ ہمیں ایک ایسی حدیث سنائیں جسے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو اور اس میں کوئی کمی بیشی اور وہم نہ ہو۔ تو آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص کے اسلام کی حالت میں تین بچے پیدا ہوئے اور وہ سن بلوغت کو پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کی وجہ سے اسے بھی جنت میں داخل فرما دے گا اور جو شخص اللہ کے راستے میں بوڑھا ہوا تو یہ بڑھاپا روزِ قیامت اس کے لیے نور ہو گا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) ایک تیر پھینکا، خواہ وہ دشمن کو لگا یا نہ لگا، تو اسے ایک گردن آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا، اور جس نے ایک مومن گردن کو آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے میں اس کے ایک ایک عضو کو جہنم کی آگ سے آزادی عطا فرما دے گا اور جس نے اللہ کے راستے میں (کسی چیز کا) ایک جوڑا خرچ کیا تو بلاشبہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، یہ ان میں سے جس دروازے سے بھی داخل ہونا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے داخل فرما دے گا۔'' [مسند أحمد : ٣٨٦/٤، ح : ١٩٤٥٦۔ نسائی، کتاب الجهاد، باب ثواب من رمی بسهم فی سبیل الله عزوجل : ٣١٤٤]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمیوں کو دوہرا ثواب ملے گا، ایک تو

اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے پیغمبر پر ایمان لایا اور پھر محمد (ﷺ) پر ایمان لایا، دوسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی حق ادا کرے اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو، وہ تربیت دے تو اچھی تربیت دے، تعلیم دے تو عمدہ تعلیم دے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اسے دوہرا ثواب ملے گا۔" [بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته و أهله : ۹۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ ...... الخ : ۱۵٤]

علی بن حسین کے ساتھی سعید بن مرجانہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے بھی کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے جسم کے ہر عضو کی آزادی کے بدلے میں اس شخص کے جسم کے بھی ایک ایک عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔" سعید بن مرجانہ کہتے ہیں کہ میں یہ حدیث سن کر علی بن حسین کے پاس گیا (اور ان سے یہ حدیث بیان کی) تو علی بن حسین اپنے اس غلام کی طرف متوجہ ہوئے جسے انھوں نے عبد اللہ بن جعفر سے ہزار دینار کے بدلے خریدا تھا، سو اسے آزاد کر دیا۔ [بخاری، کتاب العتق، باب فی العتق و فضله ...... الخ : ۲۵۱۷۔ مسلم، کتاب العتق، باب فضل العتق : ۱۵۰۹/۲٤]

اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾

"یا کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلانا ہے۔ کسی قرابت والے یتیم کو۔ یا مٹی میں ملے ہوئے کسی مسکین کو۔"

یعنی جب لوگ سخت قحط سالی میں مبتلا ہوں، شدید بھوک سے دو چار ہوں اور کھانا نہ ملنے کی وجہ سے وہ ہلاک ہو رہے ہوں، تو اس وقت کسی یتیم رشتہ دار کو، یا کسی نہایت غریب و نادار مسکین کو کھانا کھلانا۔ یوں تو قحط اور بھوک کے وقت کسی بھی یتیم کو کھانا کھلانا ثواب کا کام ہے، لیکن جو یتیم رشتہ دار بھی ہو، اس کی خبر گیری کرنا مزید اجر کا باعث ہے، جیسا کہ سیدنا سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: "مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہے (یعنی اس کا صرف ایک ثواب ہے) جبکہ رشتے داروں کو (صدقہ) دینا دو نیکیاں ہیں، صدقہ بھی اور صلہ رحمی بھی۔" [مسند أحمد : ۲۱٤/٤، ح : ۱۷۸۹۰۔ ابن ماجه، کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقة : ۱۸٤٤۔ ترمذی، کتاب الزکوۃ، باب ما جاء فی الصدقة علی ذی القرابة : ٦٥٨]

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۱۸﴾

"پھر (یہ کہ) ہو وہ ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور جنھوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی۔ یہی لوگ دائیں ہاتھ والے ہیں۔"

جنت کی راہ میں واقع دشوار گھاٹی کو عبور کرنے کے ضمن میں یہ بھی ہے کہ وہ طالبانِ جنت اللہ پر صدق دل سے

ایمان لاتے اور اپنے اعضا و جوارح کے ذریعے سے عمل صالح کرتے ہیں، اللہ کی بندگی اور دعوت الی اللہ کی راہ میں انھیں جو صعوبتیں لاحق ہوتی ہیں ان پر صبر کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ شفقت و رحمت کی نصیحت کرتے ہیں۔ جو لوگ مذکورہ بالا پانچوں باتوں پر عمل پیرا ہوں گے، وہی گھاٹی عبور کر جائیں گے، جہنم سے نجات پا جائیں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ : یعنی ان مومنوں میں داخل ہوا جو نیک عمل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو لوگوں کی تکلیفوں پر صبر کرنے اور ان کے ساتھ شفقت کرنے کی وصیت کرتے ہیں، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔'' [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب في الرحمة : ۴۹۴۱۔ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة الناس : ۱۹۲۴]

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگوں پر رحم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تبارك و تعالٰی : ﴿ قل ادعوا الله أو ادعوا الرحمٰن ...... الخ ﴾ : ۷۳۷۶۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمته صلی اللہ علیہ وسلم الصبيان والعيال ...... الخ : ۲۳۱۹]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے (یعنی ان کی تکریم نہ کرے) وہ ہم میں سے نہیں۔'' [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب في الرحمة : ۴۹۴۳۔ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة الصبيان : ۱۹۲۰]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک مومن دوسرے مومن کے لیے اس طرح ہے جیسے عمارت کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تھامے رہتا ہے (گرنے نہیں دیتا)۔'' پھر آپ نے اپنی انگلیوں کو قینچی کی طرح کر لیا (یعنی ملا لیا)۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب تعاون المؤمنين بعضهم بعضًا : ۶۰۲۶]

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾ ع ۱۵

''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا وہی بائیں ہاتھ والے ہیں۔ ان پر (ہر طرف سے) آگ بند کی ہوئی ہوگی۔''

یعنی جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کریں گے، ایمان نہیں لائیں گے، عمل صالح نہیں کریں گے اور جذبۂ رحمت سے محروم ہونے کے باعث اللہ کے بندوں پر رحم نہیں کریں گے، تو وہ بدبختوں میں سے ہوں گے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جس میں ان کے داخل ہو جانے کے بعد اس کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند ہو جائیں گے اور وہ اس سے کبھی نہیں نکل پائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۸﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴾ [الهمزة : ۸، ۹] ''یقیناً وہ ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی ہے۔ لمبے لمبے ستونوں میں۔''

سورة الشمس مكية

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی قراءت کرنے کی شکایت پر معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ’’تو نے ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾، ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ اور ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ (جیسی چھوٹی سورتوں) کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھائی؟‘‘ [بخاری، كتاب الأذان، باب من شكا إمامه إذا طول : ۷۰۵۔ مسلم، كتاب الصلوة، باب القراءة في العشاء : ٤٦٥]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝۴
وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا
وَتَقْوٰهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝۱۰

’’قسم ہے سورج کی! اور اس کی دھوپ کی! اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آئے! اور دن کی جب وہ اس (سورج) کو ظاہر کر دے! اور رات کی جب وہ اس (سورج) کو ڈھانپ لے! اور آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا! اور زمین کی اور اس ذات کی جس نے اسے بچھایا! اور نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا! پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیز گاری (کی پہچان) اس کے دل میں ڈال دی۔ یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے اسے پاک کر لیا۔ اور یقیناً وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے مٹی میں دبا دیا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آفتاب کی اور زمین پر اس کی ضیا باریوں کی قسم! جس کے سبب رات کی تاریکی چھٹ جاتی ہے اور دن نکل آتا ہے۔ ماہتاب کی قسم! جب وہ چودھویں رات کو غروب آفتاب کے بعد ماہِ کامل بن کر طلوع ہوتا ہے اور ہر طرف اس کی روشنی پھیل جاتی ہے۔ دن کی قسم! جب وہ آفتاب کو پورے طور پر ظاہر کر دیتا ہے، تاریکی رخصت ہو جاتی

ہے اور رات کے پردے میں چھپی تمام چیزیں آشکارا ہو جاتی ہیں۔ رات کی قسم! جب وہ آفتاب کو چھپا دیتی ہے یا آفاقِ عالم کو یا زمین کو ڈھانپ لیتی ہے۔ آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم! یا زمین اور اس کے بنانے والے کی قسم! زمین کو اللہ نے ہر چہار جانب پھیلا دیا ہے، تاکہ اس کی مخلوقات اس پر زندگی گزار سکے۔ انسان اور اس کے پیدا کرنے والے کی قسم! جس نے اسے بہترین شکل و ہیئت میں پیدا کیا، پھر اس کے لیے خیر و شر کو بیان کر دیا، تاکہ نیک عمل کرے اور گناہ سے بچے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا: یعنی جس نے اسے صحیح، برابر اور سلیم الفطرت پیدا فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الروم : ٣٠] ”پس تو ایک طرف کا ہو کر اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا رکھ، اللہ کی اس فطرت کے مطابق، جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں، جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جانور صحیح سالم بچہ جنتا ہے، کیا تم نے کوئی کان کٹا ہوا بچہ بھی دیکھا ہے؟۔“ [بخاری، کتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبی فمات هل يصلى عليه ...... الخ : ۱۳۵۸۔ مسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ ...... الخ : ۲٦٥٨]

سیدنا عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے سب بندوں کو مسلمان پیدا کیا، پھر ان کے پاس شیطان آئے اور انھوں نے انھیں دین سے ورغلا دیا۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنيا ...... الخ : ۲۸٦٥]

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا: یعنی اللہ تعالیٰ نے نیک اور بد دونوں راستے بتائے اور سمجھا دیا کہ نیک راستہ اختیار کرنے کے کیا فوائد ہیں اور برا راستہ اختیار کرنے کے کیا نقصانات ہیں۔

ابو الاسود دیلی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے پوچھا، یہ بتایئے کہ لوگ آج جس چیز کے لیے عمل کر رہے ہیں اور مشقت اٹھا رہے ہیں، کیا یہ کوئی ایسا معاملہ ہے جس کا (اللہ کے ہاں) فیصلہ کر دیا گیا ہے اور تقدیر میں اسے لکھ دیا گیا ہے، یا یہ ایسا معاملہ ہے جس کا فیصلہ آگے (آخرت کے روز) ہونے والا ہے اس چیز کے مطابق جو ان کے رسول ان کے پاس لے کر آئے ہیں اور اس دلیل و حجت کے مطابق جو ان پر قائم کی گئی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ وہ معاملہ ہے جس کے بارے میں پہلے سے فیصلہ کر دیا گیا ہے (یعنی ہر چیز کے متعلق تقدیر میں فیصلہ ہو چکا ہے)۔ تو انھوں نے کہا، کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ میں یہ بات سن کر بہت زیادہ گھبرا گیا اور میں نے کہا کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق اور اس کی

ملکیت ہے، وہ جو کام بھی کرے اس سے پوچھا نہیں جا سکتا، جبکہ بندوں سے پوچھا جائے گا۔ تو انھوں نے مجھے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، میں نے آپ کی عقل کا اندازہ لگانے کے لیے آپ سے یہ سوال پوچھا تھا۔ بات یہ ہے کہ قبیلہ مزینہ یا جہینہ کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی تھی، اے اللہ کے رسول! یہ فرمائیں کہ لوگ آج جس چیز کے لیے عمل کر رہے ہیں اور مشقت اٹھا رہے ہیں، کیا یہ کوئی ایسا معاملہ ہے جس کا (اللہ کے ہاں) فیصلہ کر دیا گیا ہے اور تقدیر میں اسے لکھ دیا گیا ہے۔ یا یہ ایسا معاملہ ہے جس کا فیصلہ آگے (روزِ قیامت) ہونے والا ہے اس چیز کے مطابق جو ان کے رسول ان کے پاس لے کر آئے ہیں اور اس دلیل و حجت کے مطابق جو ان پر قائم کی گئی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے (یعنی جو ہونا تھا وہ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے)۔'' اس نے عرض کی، تو اے اللہ کے رسول! پھر ہم عمل کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''جسے اللہ نے دو مرتبوں (یعنی جنت و جہنم) میں سے کسی ایک کے لیے پیدا کیا ہو تو وہ اسے اس کے لیے عمل کی توفیق دے دیتا ہے اور کتاب اللہ میں اس بات کی تصدیق بھی موجود ہے: ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا﴾ [الشمس : ۷، ۸] ''اور نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا! پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیز گاری (کی پہچان) اس کے دل میں ڈال دی۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی .... الخ : ۲۶۵۰۔ مسند أحمد : ۴۳۸/۴، ح : ۱۹۹۵۸]

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا : یعنی یقیناً وہ شخص کامیاب ہو گیا جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا اور یقیناً وہ ناکام و نامراد ہو گیا، جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے خاک میں ملا دیا۔ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَعِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا » ''یا اللہ! میں عاجزی، سستی، بڑھاپے، بزدلی، کنجوسی اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میرے دل کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اسے پاک کر دے، تو ہی اسے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا والی اور مولیٰ ہے۔ اے اللہ! مجھے ایسے دل سے بچا جس میں تیرا ڈر نہ ہو اور ایسے نفس سے بچا جو آسودہ نہ ہو اور ایسے علم سے بچا جو نفع نہ دے اور ایسی دعا سے بچا جو قبول نہ کی جائے۔'' راویٔ حدیث سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا ہمیں سکھائی اور ہم تمھیں سکھاتے ہیں۔ [مسند أحمد : ۳۷۱/۴، ح : ۱۹۳۲۹۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الأدعیۃ : ۲۷۲۲]

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا ۝۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝۱۲ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ

وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ۬ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾

ع ۱ ۱۵ ۱۶

"(قوم) ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے جھٹلا دیا۔ جب اس کا سب سے بڑا بد بخت اٹھا۔ تو ان سے اللہ کے رسول نے کہا اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری (کا خیال رکھو)۔ تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا، پس اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں، تو ان کے رب نے انھیں ان کے گناہ کی وجہ سے پیس کر ہلاک کر دیا، پھر اس (بستی) کو برابر کر دیا۔ اور وہ اس (سزا) کے انجام سے نہیں ڈرتا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قومِ ثمود نے اللہ کے نبی صالح علیہ السلام کو سرکشی و بغاوت کی وجہ سے جھٹلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جب قومِ ثمود کی طلب کے مطابق صالح علیہ السلام کی صداقت کی دلیل کے طور پر پہاڑ سے ایک اونٹنی نکال دی، تو صالح علیہ السلام نے انھیں نصیحت کی کہ کوئی آدمی اسے ایذا نہ پہنچائے، یہ آزادی کے ساتھ جہاں چاہے گی جائے گی، لیکن انھوں نے صالح علیہ السلام کی بات نہ مانی اور بد بخت قدار بن سالف نے ان کے ایما پر اونٹنی کو قتل کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گناہ کے سبب پوری قوم کو ہلاک کر دیا اور ان میں سے ایک فرد بھی نہ بچا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے ان کی ہلاکت و بربادی کے سبب کسی کا خوف نہیں ہے، اس لیے کہ وہ سب کا مالک اور سب کا رب ہے اور وہ اپنے بندوں پر غالب و قاہر ہے۔

__اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا__ : یعنی قبیلے کا سب سے بڑا بد بخت، اس سے مراد قدار بن سالف ہے جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں، یہ قوم ثمود کا سردار تھا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ﴾ [القمر : ۲۹] "تو انھوں نے اپنے ساتھی کو پکارا، سو اس نے (اسے) پکڑا، پس کونچیں کاٹ دیں۔"

یہ آدمی اپنی قوم میں بڑا معزز اور سردار تھا، اس کی بات مانی جاتی تھی، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے (صالح علیہ السلام کی) اونٹنی کا اور اس آدمی کا ذکر فرمایا، جس نے اس کی کونچیں کاٹ دی تھیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی: "﴿اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا﴾ [الشمس : ۱۲] "جب اس کا سب سے بڑا بد بخت اٹھا۔" پھر فرمایا: "اس (اونٹنی) کو مارنے کے لیے ایک شخص اٹھا جو بدخلق، زور آور اور ابو زمعہ کی طرح اپنی قوم میں بڑا طاقتور تھا۔" [بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ﴿والشمس وضحٰها﴾ : ۴۹۴۲۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون ...... الخ : ۲۸۵۵]

سورة اللیل مکیة

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی قراءت کرنے کی شکایت پر معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تو نے ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾، ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ اور ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ (جیسی چھوٹی سورتوں) کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھائی؟'' [بخاری، کتاب الأذان، باب من شکا إمامه إذا طول : ۷۰۵۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب القراءة فی العشاء : ٤٦٥]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۙ﴿۳﴾ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ؕ﴿۴﴾

''قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے! اور دن کی جب وہ روشن ہو! اور اس کی جو اس نے پیدا کیا نر اور مادہ! بے شک تمھاری کوشش یقیناً مختلف ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے لوگو! رات کی قسم! جب وہ اپنی تاریکی کے ذریعے سے دن کو ڈھانپ لیتی ہے اور دن کی قسم! جب وہ پورے طور پر ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کی روشنی سارے عالم کو منور کر دیتی ہے اور نر و مادہ کی قسم! کہ تمھارے اعمال اور تمھاری کوشش مختلف ہوتی ہے، کچھ تو نیکیاں ہوتی ہیں جو تمھاری سعادت و نیک بختی کا سبب بنتی ہیں اور کچھ گناہ اور معاصی ہوتے ہیں جو تمھاری ہلاکت و بربادی کا سبب ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ﴾ [السجدة : ۱۸] ''تو کیا وہ شخص جو مومن ہو وہ اس کی طرح ہے جو نافرمان ہو؟ برابر نہیں ہوتے۔'' اور فرمایا: ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ [الجاثية : ۲۱] ''یا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، انھوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا

مرنا برابر ہو گا؟ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔‘‘

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝

’’پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔‘‘

یعنی جس شخص میں بھلائی کے یہ تین جامع وصف ہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے فراخ دل ہے، اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی اور ہر حرام کام سے بچتا ہے اور سب سے اچھی بات یعنی اللہ کے ایک ہونے کو اور اس کی نازل کی ہوئی ہر بات کو سچ مان کر اس کا تابع ہو جاتا ہے، تو اس کے اس میلان اور رجحان کے مطابق ہم بھی اس کے لیے نیکی اور جنت کے راستے پر چلنا آسان کر دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [الزمر : ۳۳ تا ۳۵] ’’اور وہ شخص جو سچ لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ بچنے والے ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔ تاکہ اللہ ان سے وہ بدترین عمل دور کر دے جو انھوں نے کیے اور انھیں ان کا اجر ان بہترین اعمال کے مطابق دے جو وہ کیا کرتے تھے۔‘‘

وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝

’’اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔‘‘

یعنی جس میں شر کے یہ تین جامع وصف ہیں کہ وہ بخل کرتا ہے، اخروی انجام اور حلال و حرام کی پروا ہی نہیں کرتا اور سب سے اچھی بات یعنی اللہ کے ایک ہونے اور اس کی نازل کردہ باتوں کو جھٹلاتا ہے، تو ہم بھی اسے اس کی خواہش کے مطابق اس راستے پر چلنے دیتے ہیں جو مشکلات و مصائب کا راستہ ہے اور جہنم کی طرف لے جانے والا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ [الزمر : ۳۲] ’’پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور سچ کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا، کیا ان کافروں کے لیے جہنم میں کوئی ٹھکانا نہیں؟‘‘

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازے میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف

لائے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ نے سر جھکایا اور چھڑی کے ساتھ زمین پر لکیریں کھینچنا شروع کر دیں، پھر آپ نے فرمایا: ”سنو! تم میں سے ہر ایک کی اور ہر جان کی جگہ جنت اور دوزخ میں لکھ دی گئی ہے اور اس کا خوش بخت اور بد بخت ہونا بھی لکھ دیا گیا ہے۔“ ایک آدمی نے کہا، اے اللہ کے رسول! پھر کیوں نہ ہم اپنی تقدیر پر بھروسا کر کے بیٹھ رہیں اور عمل چھوڑ دیں؟ کیونکہ ہم میں سے جو آدمی نیک بخت لوگوں میں سے ہوگا تو وہ ضرور نیک بخت لوگوں والے کام کرے گا اور ہم میں سے جو آدمی بدبختوں میں سے ہوگا تو وہ ضرور برے لوگوں والے کام ہی کرے گا۔ آپ نے فرمایا: ”عمل کرتے رہو کیونکہ ہر شخص کے لیے آسانی پیدا کی گئی ہے، اگر وہ نیک بختوں میں سے ہے تو اس کے لیے نیک بختوں والے کام آسان کیے گئے ہیں اور اگر وہ اہل شقاوت میں سے ہے تو اس کے لیے برے لوگوں والے عمل آسان کیے گئے ہیں۔“ پھر آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴾ [الليل : ٥ تا ١٠] ”پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔“ [بخاري، كتاب الجنائز، باب موعظة المحدث عند القبر ...... الخ : ١٣٦٢۔ مسلم، كتاب القدر، باب كيفية خلق الأدمي ...... الخ : ٢٦٤٧]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی، یا رسول اللہ! ہمیں ہمارے دین کے متعلق بتایئے، گویا ہم ابھی پیدا ہوئے ہیں، آپ بتایئے کہ ہم جو عمل کرتے ہیں، آیا اس مقصد کے لیے کرتے ہیں، جس کو لکھ کر قلم سوکھ گئی اور اس کے متعلق تقدیر جاری ہو چکی، یا اس مقصد کے لیے جو آگے ہونے والا ہے (اور پہلے سے اس کی نسبت کچھ طے نہیں پایا)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ اس مقصد کے لیے عمل کرو جسے لکھ کر قلم سوکھ گئی اور تقدیر جاری ہو چکی۔“ سراقہ رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر عمل کرنے کا کیا فائدہ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر عمل کرنے والے کو اس عمل کی توفیق دے دی جاتی ہے۔“ [مسلم، كتاب القدر، باب كيفية خلق الأدمي ...... الخ : ٢٦٤٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر دن جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا (اچھا) بدلہ دے اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! بخل کرنے والے کا مال تلف کر دے۔“ [بخاري، كتاب الزكوة، باب قول الله تعالى : ﴿ فأما من أعطى و اتقى ...... الخ ﴾ : ١٤٤٢۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب في المنفق والممسك : ١٠١٠]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میت کے ساتھ تین چیزیں (قبرستان میں) جاتی ہیں، پھر دو لوٹ آتی ہیں اور ایک ساتھ رہ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل جاتے ہیں۔ سو اس کے گھر والے اور اس کا مال تو لوٹ آتے ہیں جبکہ اس کا عمل اس کے ساتھ رہتا ہے۔'' [مسلم، كتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ۲۹۶۰]

وَ مَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ﴿۱۱﴾

''اور اس کا مال اس کے کسی کام نہ آئے گا جب وہ (گڑھے میں) گرے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص بخل کی وجہ سے ہماری راہ میں مال خرچ نہیں کرے گا، طلب رضائے الٰہی کی کوشش نہیں کرے گا اور ہماری راہ میں خرچ کردہ مال کے عوض اچھے بدلے کا یقین نہیں رکھے گا، تو جب وہ قیامت کے دن جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا، اس وقت وہ مال اس کے کسی کام نہیں آئے گا اور اسے سر کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴾ [الهمزة : ۱ تا ٤] ''بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لیے۔ وہ جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ وہ گمان کرتا ہے کہ بے شک اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں، یقیناً وہ ضرور حطمہ میں پھینکا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴿۲﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ﴾ [التكاثر : ۱ تا ٦] ''تمھیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے۔ ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ پھر ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ ہرگز نہیں، کاش! تم جان لیتے، یقین کا جاننا۔ کہ یقیناً تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔''

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿۱۲﴾ وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَ الْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِيْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۱۶﴾

''بلاشبہ ہمارے ہی ذمے یقیناً راستہ بتانا ہے۔ اور بلاشبہ ہمارے ہی اختیار میں یقیناً آخرت اور دنیا ہے۔ پس میں نے تمھیں ایک ایسی آگ سے ڈرا دیا ہے جو شعلے مارتی ہے۔ جس میں اس بڑے بدبخت کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔ جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔''

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا تو راہِ حق کی طرف ان کی راہنمائی بھی کی۔ چنانچہ اس نے ابتدائے آفرینش سے انبیاء مبعوث کیے، کتابیں نازل فرمائیں، عقل و خرد سے نوازا اور حق و باطل کے درمیان تمیز کی قوت

سے نوازا۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ آخرت اور دنیا کی تمام چیزوں کا وہی تنہا مالک ہے اور وہی ان میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا ہے، ساری مخلوق عاجز و درماندہ ہے اور محتاج و فقیر ہے۔ ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے، اس لیے دنیا و آخرت کی کوئی بھی بھلائی صرف اسی سے مانگنی چاہیے اور طغیان و سرکشی کرنے والے کو اس کے عقاب و عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

آگے فرمایا کہ لوگو! میں تمھیں جہنم کی اس آگ سے ڈرائے دے رہا ہوں جو ہمیشہ بھڑکتی رہے گی، کبھی سرد نہیں پڑے گی۔ اس میں نہایت بدنصیب آدمی داخل ہوگا، جو رب العالمین کے دین حق کی تکذیب کرے گا اور کفر و عناد کے سبب اس سے روگردانی کرے گا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جس نے اس سے انکار کر دیا۔'' لوگوں نے پوچھا، بھلا جنت میں جانے سے کون انکار کرنے والا ہے؟ فرمایا: ''جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے گویا جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔'' [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ۷۲۸۰]

فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ : سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمھیں آگ سے ڈراتا ہوں، میں تمھیں آگ سے ڈراتا ہوں۔'' (یہ بات آپ نے اتنی بلند آواز سے کہی کہ) اگر کوئی آدمی بازار کے آخری کنارے پر بھی تھا تو اس نے سن لی اور جب آپ منبر پر بیٹھ کر کوئی بات کہتے تو (اتنی بلند آواز سے کہتے کہ) بازار والے اسے سن لیتے۔ [مسند أحمد : ۲۷۲/۴، ح : ۱۸۴۲۹۔ ابن حبان : ٦٤٤۔ مستدرك حاكم : ۲۸۷/۱، ح : ۱۰۵۸]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی قیامت کے دن وہ ہوگا کہ جس کے دونوں قدموں تلے انگارا رکھ دیا جائے گا اور اس سے اس کا دماغ ابل رہا ہوگا۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٦١۔ مسند أحمد : ۲۷۱/۴، ح : ۱۸۴۲۰]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہلکے عذاب والا جہنمی وہ ہوگا جس کی دونوں جوتیاں اور دونوں تسمے آگ کے ہوں گے، جن کے باعث اس کا دماغ اس طرح ابل رہا ہوگا، جس طرح ہنڈیا جوش کھا رہی ہو، باوجودیکہ سب سے ہلکے عذاب والا یہی ہے، لیکن اس کے خیال میں اس سے زیادہ عذاب والا اور کوئی نہ ہوگا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابا : ۲۱۳/۳٦٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھاری یہ آگ جسے بنو آدم جلاتے ہیں جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا، اے اللہ کے رسول! (یہ اگرچہ اس کا سترواں حصہ

ہے لیکن پھر بھی) یہی کافی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''جہنم کی آگ اس سے انہتر حصے زیادہ شدید ہے اور ان میں سے ہر حصے کی گرمی اتنی ہے جتنی اس دنیا کی آگ کی ہے۔'' [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ۳۲٦٥۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸٤۳]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت والے دن جہنمیوں میں سے اس آدمی کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال تھا، اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی خوشحالی دیکھی تھی؟ اور کیا تو کبھی آسودہ حال رہا تھا؟ تو وہ کہے گا، نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! (میں نے کبھی کوئی خوشحالی نہیں دیکھی تھی اور نہ میں کبھی آسودہ حال رہا تھا)۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار ...... الخ : ۲۸۰۷]

وَ سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَ لَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾ ع ۱ ۱۷

''اور عنقریب اس سے وہ بڑا پرہیز گار دور رکھا جائے گا۔ جو اپنا مال (اس لیے) دیتا ہے کہ پاک ہو جائے۔ حالانکہ اس کے ہاں کسی کا کوئی احسان نہیں ہے کہ اس کا بدلہ دیا جائے۔ مگر (وہ تو صرف) اپنے اس رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے (دیتا ہے) جو سب سے بلند ہے۔ اور یقیناً عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔''

اس بھڑکتی ہوئی آگ سے وہ مومن بچا لیا جائے گا، جو اپنے رب سے غایت درجہ ڈرتا ہوا زندگی گزارے گا اور اپنے نفس کو بخل اور دیگر معاصی سے پاک کرنے کے لیے اپنا مال بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتا رہے گا۔ وہ بندۂ مومن اپنا جو مال بھی خرچ کرتا ہے، وہ محض اپنے رب کی رضا کے لیے کرتا ہے، ایسا نہیں کہ کوئی شخص اس پر احسان کیے ہوئے ہوتا ہے کہ جس کا بدلہ چکانے کے لیے وہ اپنا مال اسے دیتا ہے اور جب ایسی بات ہے کہ وہ محض اپنے رب کی رضا کے لیے خرچ کرتا ہے تو اسے اپنے رب کی طرف سے ایسا بدلہ ملے گا جس سے وہ خوش ہو جائے گا، یعنی رب العالمین اسے جنت میں داخل کر دے گا۔

کئی ایک مفسرین نے ذکر فرمایا ہے کہ سورۂ لیل کی آخری پانچ آیات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، حتیٰ کہ بعض نے اس پر تمام مفسرین کا اجماع بیان کیا ہے۔ یہ آیات کریمہ بطور خاص سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل نہ بھی ہوئی ہوں تو پھر بھی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ ان میں داخل ہیں، بلکہ ان آیات کے عموم کے ساری امت میں بڑھ کر مصداق ہیں۔ آپ صدیق تھے، متقی اور پرہیز گار تھے، پیکر جود و سخا تھے، آپ نے اپنے رب کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لیے بے حد و حساب درہم و دینار خرچ کیے۔ لوگوں میں سے کسی کا آپ کے اوپر احسان بھی نہ تھا کہ آپ اس کے احسان کا بدلہ چکانے کے لیے مجبور ہوں، بلکہ تمام قبیلوں کے سادات و رؤسا آپ کے

زیر بار احسان تھے، اسی لیے تو خاندانِ ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود نے صلح حدیبیہ کے دن کہا تھا کہ اللہ کی قسم! اگر آپ کا مجھ پر احسان نہ ہوتا، جس کا بدلہ میں ابھی تک چکا نہیں سکا تو میں آپ کو ضرور جواب دیتا۔ اس نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سخت لہجے میں اس سے بات کی تھی۔ [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد و المصالحة ......الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲، عن المسور بن مخرمة و مروان رضی الله عنهما]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص (کسی چیز کا) جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو اسے جنت کے (سب) دروازوں سے پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! (ادھر سے آؤ) یہ دروازہ سب سے اچھا ہے۔'' ......تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، جسے کسی بھی دروازے سے پکار لیا جائے تو اس کے لیے کوئی اور ضرورت تو نہیں، لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہے جسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! اور مجھے اللہ سے امید ہے کہ تم انھی میں سے ہو۔'' [بخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین : ۱۸۹۷۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل من ضم إلی الصدقة غیرها من أنواع البر : ۱۰۲۷]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس بیماری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس کا ذکر ہے کہ آپ ایک کپڑے سے اپنا سر باندھے ہوئے باہر نکلے اور پھر آپ منبر پر بیٹھے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: ''کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس نے ابوبکر بن ابو قحافہ سے زیادہ مجھ پر اپنی جان و مال کے ذریعے سے احسان کیا ہو اور اگر میں لوگوں میں سے کسی کو جانی دوست بنانے والا ہوتا تو ابوبکر ہی کو بناتا، مگر اسلام کا تعلق افضل ہے۔ دیکھو! ابوبکر کی کھڑکی کے سوا مسجد میں جتنی کھڑکیاں کھلتی ہیں سب بند کر دو۔'' [بخاری، کتاب الصلوة، باب الخوخة والممر فی المسجد : ٤٦٧]

سورة الضحیٰ مکیة

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَ الضُّحٰی ۙ﴿۱﴾ وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی ؕ﴿۳﴾

''قسم ہے دھوپ چڑھنے کے وقت کی! اور رات کی جب وہ چھا جائے! نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! صبح کی قسم! جب اس کی روشنی پھیل جاتی ہے اور رات کی قسم! جب اس کی تاریکی گہری ہو جاتی ہے کہ آپ کے رب نے ہمیشہ آپ کی دیکھ بھال کی ہے، آپ کا خیال رکھا ہے، ایک لحہ کے لیے بھی آپ کو نظر انداز نہیں کیا اور نہ آپ کو مبغوض جانا ہے، بلکہ آپ سے غایت درجہ محبت کی ہے۔

سیدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے اور دو یا تین راتوں کو آپ (تہجد کی نماز کے لیے) نہ اٹھ سکے، تو ایک عورت آئی اور کہنے لگی، اے محمد! میں سمجھتی ہوں کہ تمھارے شیطان نے تمھیں چھوڑ دیا ہے، کیونکہ دو تین رات سے میں نے اسے تمھارے پاس آتے نہیں دیکھا۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں: ﴿وَالضُّحٰى ۙ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴾ [الضحٰی : ۱ تا ۳] ”قسم ہے دھوپ چڑھنے کے وقت کی! اور رات کی جب وہ چھا جائے! نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ ما ودعك ربك وما قلى ﴾ : ۴۹۵۰۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب ما لقى النبى ﷺ من أذى المشركين والمنافقين : ۱۷۹۷/۱۱۵]

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝

”اور یقیناً پیچھے آنے والی حالت تیرے لیے پہلی سے بہتر ہے۔“

یعنی آپ کے لیے آخرت کا گھر دنیا کے گھر سے کہیں بہتر ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے اور اسے سب سے بڑھ کر چھوڑنے والے تھے، جیسا کہ آپ کی سیرت طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اپنی عمر مبارک کے آخر میں یہ اختیار دیا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو ابھی دنیا ہی میں رہیں اور اگر چاہیں تو اپنے رب تعالیٰ کے پاس تشریف لے جائیں، تو آپ نے اس عارضی و فانی دنیا کے بجائے اپنے رب تعالیٰ کے پاس تشریف لے جانے کو پسند فرما لیا تھا، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور جو اس کے پاس ہے اس میں اختیار دیا (کہ وہ جسے چاہے اختیار کر لے) تو اس بندے نے وہ پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے (یعنی آخرت)۔“ یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اللہ نے اپنے کسی بندے کو دنیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کو کہا اور اس بندے نے اسے پسند کر لیا جو اللہ کے پاس ہے تو اس میں ان بزرگوں کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ لیکن بات یہ تھی کہ بندے سے مراد رسول اللہ ﷺ ہی تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ جاننے والے تھے۔ [بخاری، کتاب الصلوة، باب الخوخة والممر فى المسجد : ۴۶۶۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبى بكر الصديق رضى الله عنه : ۲۳۸۲]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ چٹائی پر (آرام کرنے کے لیے) لیٹے تو اس

کے نشان آپ کے جسم مبارک پر ظاہر ہو گئے۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر آپ ہمیں فرماتے تو ہم آپ کے لیے کوئی چیز (بستر وغیرہ) بچھا دیتے جس کے ساتھ اس (چٹائی کی سختی) سے بچاؤ ہو جاتا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرا دنیا سے کیا تعلق! میری اور دنیا کی مثال تو ایسے ہے جیسے کوئی سوار (یعنی مسافر) سائے کے لیے کسی درخت کے نیچے ٹھہرا، پھر اسے چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔“ [ترمذی، کتاب الزھد، باب حدیث : ما الدنیا إلا کراکب استظل : ۲۳۷۷۔ ابن ماجه، کتاب الزھد، باب مثل الدنیا : ۴۱۰۹]

وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿۵﴾

”اور یقیناً عنقریب تیرا رب تجھے عطا کرے گا، پس تو راضی ہو جائے گا۔“

یہ روزِ قیامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ وہ آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دے گا اور آخرت میں آپ کو جو مقام ملے گا اور جن نعمتوں سے آپ نوازے جائیں گے، ان کی تعبیر انسانی الفاظ میں ممکن نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تلاوت فرمائی: ﴿ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [إبراھیم : ۳۶] ”اے میرے رب! بے شک انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، پھر جو میرے پیچھے چلا تو یقیناً وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ اور عیسیٰ علیہ السلام کا قول (جو قرآن میں منقول ہے اس کی تلاوت کی): ﴿ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [المائدۃ : ۱۱۸] ”اگر تو انھیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“ پھر نبی ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا: ”اے میرے رب! میری امت، میری امت۔“ اور آپ رونے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے جبرائیل! تم محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور اگرچہ تیرا رب خوب جانتا ہے، تاہم پھر بھی تم جا کر ان سے پوچھو کہ وہ کیوں رو رہے ہیں؟ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کے پاس آ کر پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو آپ نے سب حال بیان کیا اور جبرائیل نے اللہ تعالیٰ سے جا کر عرض کی، حالانکہ وہ تو خوب جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے جبرائیل! محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور کہہ دو کہ ہم تمھیں تمھاری امت کے بارے میں خوش کر دیں گے، ناراض نہیں کریں گے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب دعاء النبی ﷺ لأمته و بکائه شفقة علیھم : ۲۰۲]

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴿۶﴾

”کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا، پس جگہ دی۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کو آپ کے رب نے یتیم پایا تو آپ کو پناہ دی۔ آپ کے والد عبد اللہ کا انتقال آپ کے پیدا ہونے سے تین ماہ پہلے ہی ہو گیا تھا، پھر جب آپ چھ سال کے تھے تو آپ کی والدہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ آپ کی پرورش آپ کے دادا عبد المطلب کر رہے تھے، تو جب آپ آٹھ سال کے ہوئے تو وہ بھی انتقال کر گئے۔ ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابو طالب کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی۔ انھوں نے آپ کی دیکھ بھال کی اور ہر طرح خیال رکھا، یہاں تک کہ آپ بڑے ہو گئے۔ نبوت ملنے کے بعد جب آپ نے اپنی دعوت اہل مکہ کے سامنے پیش کی اور انھوں نے آپ کو اذیت پہنچانا شروع کی، تو ابو طالب نے جان و مال کے ذریعے سے آپ کا ساتھ دیا۔ مگر ابو طالب نے آپ کے دین کو قبول نہیں کیا، بلکہ وہ اپنی قوم کے دین، یعنی بتوں کی عبادت ہی پر رہے، حتیٰ کہ ہجرت سے کچھ عرصہ قبل ان کا انتقال ہو گیا۔

سعید بن مسیب رحمہ اللہ اپنے باپ مسیب بن حزن رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں ابو جہل بھی بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے میرے چچا! ایک مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دو، تو میں اللہ کی بارگاہ میں تمھارے لیے اس کی گواہی دوں گا۔“ اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا، اے ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟ یہ دونوں اسی بات پر زور دیتے رہے اور آخری کلمہ جو ان کی زبان سے نکلا، وہ یہ تھا کہ میں عبد المطلب کے دین پر قائم ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمھارے لیے اس وقت تک دعائے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہیں کر دیا جاتا۔“ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴾ [التوبة : ۱۱۳] ”اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہو گیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں۔“ اور یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [القصص : ٥٦] ”بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔“ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب قصة أبي طالب : ۳۸۸٤۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على صحة إسلام من حضره الموت ...... الخ : ٢٤]

وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝

”اور اس نے تجھے راستے سے ناواقف پایا تو راستہ دکھا دیا۔“

نبوت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی برائی سے آپ کی حفاظت فرمائی، حتیٰ کہ فرمایا: ﴿ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ

﴿قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ [یونس : ۱۶] ”پس بے شک میں تم میں اس سے پہلے ایک عمر رہ چکا ہوں، تو کیا تم نہیں سمجھتے ؟“ مگر اللہ کی عبادت کیسے کی جائے، قرآن کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ ان کا آپ کو علم نہیں تھا، ان کا علم اس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ﴾ [الشوریٰ : ۵۲] ”اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔“ اس آیت میں اس احسان کا ذکر ہے کہ تم راستے سے ناواقف تھے، وہ تمھیں ہم نے بتایا، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا اچھے اور پاکیزہ خوابوں سے ہوئی، آپ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا، پھر (اللہ کی طرف سے) آپ کے لیے تنہائی محبوب بنا دی گئی۔ تو آپ نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور آپ وہاں کئی کئی راتیں عبادت میں مشغول رہتے اور جب تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا آپ توشہ ہمراہ لیے وہاں رہتے۔ توشہ ختم ہونے پر آپ اپنی اہلیہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور کچھ توشہ ہمراہ لے کر پھر وہاں خلوت گزیں ہو جاتے۔ یہی طریقہ جاری رہا، یہاں تک کہ آپ کے پاس حق آ گیا، اس وقت آپ غار حرا ہی میں تشریف فرما تھے۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی ...... الخ : ۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے زندگی بھر صرف دو دفعہ ان باتوں کا قصد کیا کہ جن کا قصد جاہل لوگ زمانۂ جاہلیت میں کیا کرتے تھے (یعنی کسی شادی کی محفل کو دیکھنے کا)، مگر دونوں دفعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا۔ ایک دن میں نے اپنے ساتھی قریشی نوجوان سے، جو میرے ساتھ مکہ کے بالائی علاقے میں بکریاں چرایا کرتا تھا، کہا کہ میری بکریوں کا بھی دھیان رکھنا، تاکہ میں یہ رات مکہ میں اس طرح گزاروں جس طرح مکہ کے دوسرے نوجوان گزارتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ تو میں وہاں سے نکلا اور جب مکہ کے گھروں میں سے نزدیکی گھر کے قریب پہنچا تو میں نے گانے بجانے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ فلاں مرد نے فلاں عورت سے شادی کی ہے اور قریش کے ایک مرد اور عورت کا نام لیا۔ سو میں اس گانے بجانے اور آوازوں کی طرف متوجہ ہوا، تو میری آنکھوں نے مجھ پر غلبہ پا لیا اور میں سو گیا، پھر مجھے سورج کی روشنی ہی نے جگایا۔ میں اپنے ساتھی کے پاس لوٹا۔ اس نے پوچھا کہ تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ایک دوسری رات میں نے ایسی ہی کسی محفل کے بارے میں سنا تو میں نے پھر ایسے ہی کیا۔ میں نکلا تو ویسی ہی آوازیں میں نے سنیں اور مجھے وہی بتایا گیا جو پہلے بتایا گیا تھا (یعنی ایک آدمی نے ایک عورت سے شادی کی ہے) اب پھر میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو میری آنکھوں نے مجھ پر غلبہ پا لیا اور مجھے سورج کی روشنی ہی نے جگایا۔ پھر میں اپنے ساتھی کے پاس آیا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کیا کیا؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔“ یہ بیان کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اللہ کی قسم! ان دو مواقع کے علاوہ میں نے جاہل لوگوں کے کام کا ارادہ کبھی نہیں کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت کے ساتھ عزت دے دی۔‘‘ [ابن حبان : ٦٢٧٢۔ مستدرك حاكم : ٢٤٥/٤، ح : ٧٦١٩]

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى ﴿۸﴾

’’اور اس نے تجھے تنگدست پایا تو غنی کر دیا۔‘‘

نبی ﷺ کے والد نے میراث میں صرف ایک اونٹنی اور ایک لونڈی چھوڑی تھی، پھر آپ چند قیراط پر اہل مکہ کی بکریاں چراتے رہے، لیکن آپ نے کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ اتنے افلاس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس طرح غنی کر دیا کہ مکہ کی سب سے مال دار خاتون خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہو گیا اور اس نے اپنا تمام مال آپ کے حوالے کر دیا۔ جب مدنی زندگی میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو اموال غنائم، زکوٰۃ و خراج اور اموال جزیہ کے ذریعے سے اللہ نے آپ کی اور آپ کے صحابہ کی غربت و محتاجی دور کر دی۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اپنے علاوہ ہر ایک سے بے نیاز کر دیا، تو آپ فقر میں صابر اور غنا میں شاکر رہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ سے کہا کہ اے بھانجے! ہم آل محمد ﷺ دو ماہ میں تین چاند دیکھ لیتے، لیکن رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں چولھا نہیں جلتا تھا۔ عروہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ کے زندہ رہنے کا دارومدار کس چیز پر تھا؟ انھوں نے کہا کہ دو کالی چیزوں پر، یعنی پانی اور کھجوروں پر گزارا تھا، تاہم بعض انصاری جو ہمارے قریبی محلہ میں رہتے تھے، ان کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے، وہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں دودھ بھیجتے تھے۔ وہ دودھ آپ (خود بھی نوش فرماتے تھے اور) ہمیں (بھی) پلاتے تھے۔ [بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ و أصحابه ...... الخ : ٦٤٥٩۔ مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ٢٩٧٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جو کی روٹی اور بطور سالن تھوڑا سا متغیر تیل لے کر حاضر ہوئے اور (اس وقت حالت یہ تھی کہ) رسول اللہ ﷺ نے اپنی زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے ہاں گروی رکھی ہوئی تھی اور اس کے بدلے میں آپ نے اپنے گھر والوں کے لیے، جو، ادھار لے رکھے تھے۔ میں نے آپ کو ایک دن یہ کہتے ہوئے سنا: ’’محمد (ﷺ) کے گھرانے میں کوئی شام ایسی نہیں آئی جس میں ان کے پاس ایک صاع گیہوں، یا ایک صاع کوئی غلہ موجود رہا ہو۔‘‘ حالانکہ آپ کی بیویوں کی تعداد اس وقت نو تھی۔ [بخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئة : ٢٠٦٩]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ محمد ﷺ کے اہل خانہ، جب سے مدینہ میں آئے ہیں، انھوں نے مسلسل تین دن تک گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپ ﷺ آغوش موت میں چلے گئے۔ [بخاری، کتاب الرقاق،

باب كيف كان عيش النبي ﷺ و أصحابه ...... الخ : ٦٤٥٤۔ مسلم، كتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ٢٩٧٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تونگری یہ نہیں کہ مال و اسباب وافر ہو، بلکہ حقیقی تونگر و غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہو۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب الغنى غنى النفس ...... الخ : ٦٤٤٦۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل القناعة والحث عليها : ١٠٥١]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے فلاح پائی جسے اسلام نصیب ہوا اور بقدر کفایت رزق بھی ملا اور اللہ کے دیے ہوئے پر قناعت کی توفیق بھی ملی۔'' [مسلم، كتاب الزكاة، باب في الكفاف و القناعة : ١٠٥٤]

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝

''پس لیکن یتیم، پس (اس پر) سختی نہ کر۔ اور لیکن سائل، پس (اسے) مت جھڑک۔''

آپ نے یتیمی دیکھی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں بھی دیکھی ہیں۔ اب دونوں چیزوں کا تقاضا ہے کہ آپ یتیم کے ساتھ برا برتاؤ نہ کیجیے، اس سے تنگ دل نہ ہوئیے، نہ اسے ڈانٹیے، بلکہ اس کا خیال کیجیے اور اس کے ساتھ ایسا اچھا برتاؤ کیجیے، جیسا آپ چاہیں گے کہ آپ کی وفات کے بعد دوسرے آپ کی اولاد کے ساتھ کریں۔ مانگنے والے محتاج و مساکین کے ساتھ سخت کلامی کے ساتھ نہ پیش آیئے، بلکہ جو میسر ہو اسے دے دیجیے، یا اچھے انداز میں اسے واپس کر دیجیے۔

سیدنا عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سلیمان، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم کے پاس چند افراد کی موجودگی میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ آئے تو انھوں نے (ابوسفیان کو دیکھ کر) کہا، اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن (یعنی ابوسفیان) سے اپنا حق وصول نہیں کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تم یہ بات قریش کے بزرگ اور ان کے سردار کے متعلق کہہ رہے ہو؟ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو یہ بات بتلائی۔ آپ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! شاید تو نے ان کو ناراض کر دیا ہے؟ اگر (واقعی) تو نے ان کو ناراض کر دیا تو (یاد رکھ) تو نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔'' (یہ سن کر فوراً) ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور ان سے کہا، اے میرے بھائیو! کیا میں نے تمھیں ناراض کر دیا ہے؟ انھوں نے کہا، نہیں اے ہمارے بھائی! اللہ تعالیٰ تمھاری مغفرت فرمائے۔ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل سلمان و صهيب و بلال رضي الله عنهم : ٢٥٠٤]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔'' آپ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی کے اشارہ سے (قرب کو) بتایا۔ [بخاري، كتاب الأدب، باب فضل من يعول يتيمًا : ٦٠٠٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یتیم کی کفالت کرنے والا، وہ یتیم اس کا قریبی ہو یا غیر، جنت میں میں اور وہ کفالت کرنے والا ان دو انگلیوں کی طرح (اکٹھے) ہوں گے۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب فضل الإحسان إلی الأرملة ...... الخ : ۲۹۸۳۔ مسند أحمد : ۳۷۵/۲، ح : ۸۹۰۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بدترین کھانا ولیمے کا وہ کھانا ہے جس میں امیروں کو بلایا جائے اور فقراء و مساکین کو چھوڑ دیا جائے اور جس نے (ولیمہ کی) دعوت قبول نہ کی، اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب من ترك الدعوة فقد عصی الله ورسوله : ۵۱۷۷۔ مسلم، کتاب النکاح، باب الأمر بإجابة الداعي إلی دعوة : ۱۴۳۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی اور اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں، میں نے اسے کھانے کے لیے تین کھجوریں دیں، تو اس نے دو کھجوریں تو اپنی دو بیٹیوں کو دے دیں اور ایک کھجور اس نے کھانے کے لیے اپنے منہ کی طرف بڑھائی کہ وہ بھی اس سے اس کی بیٹیوں نے مانگ لی، تو اس نے وہ کھجور بھی، جسے وہ خود کھانا چاہتی تھی، اس کے دو حصے کر کے دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی۔ مجھے اس کی یہ بات بڑی اچھی لگی، میں نے اس واقعہ کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کے لیے جنت واجب فرما دی ہے، یا فرمایا، اس کی وجہ سے اسے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الإحسان إلی البنات : ۲۶۳۰]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی سائل آتا یا کوئی شخص اپنی حاجت بیان کرتا تو آپ صحابہ سے فرماتے: ''تم بھی سفارش کرو، تمھیں اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جو چاہے گا حکم دے گا۔'' [بخاری، کتاب الزکوة، باب التحریض علی الصدقة والشفاعة فیها : ۱۴۳۲]

ع ۱ ۱۱ ۱۸ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

''اور لیکن اپنے رب کی نعمت، پس (اسے) بیان کر۔''

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ آپ کے رب نے آپ پر جو احسانات کیے ہیں، ان کا ذکر کر کے اپنے رب کی خوب تعریف بیان کیجیے اور قول و فعل کے ذریعے سے ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے رہیے، تاکہ رب العالمین آپ کو مزید نعمتوں سے نوازے، آپ سے خوش ہو اور آپ سے محبت کرے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔'' [أبو داؤد، کتاب الأدب، باب في شکر المعروف : ۴۸۱۱۔ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في الشکر لمن أحسن إلیك : ۱۹۵۴]

سورۃ الانشراح مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ۙ﴿۱﴾

"کیا ہم نے تیرے لیے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔"

سینہ کھول دینے سے مراد اسلام کے حق ہونے پر اطمینان، دل کا نور ہدایت سے روشن ہونا اور ذکر الٰہی سے نرم ہونا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ یَّهۡدِیَهٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ ﴾ [الأنعام : ۱۲۵] "تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ فَوَیۡلٌ لِّلۡقٰسِیَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِکۡرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴾ [الزمر : ۲۲] "تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے (کسی سخت دل کافر جیسا ہو سکتا ہے؟) پس ان کے لیے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔"

اس کے علاوہ شرح صدر سے مراد طبیعت کا رسالت کی ذمہ داریاں اٹھانے کے لیے خوش دلی کے ساتھ آمادہ ہونا ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا تو انھوں نے کہا: ﴿ وَیَضِیۡقُ صَدۡرِیۡ ﴾ [الشعراء : ۱۳] "میرا سینہ تنگ پڑتا ہے۔" تو اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ دعا سکھلائی: ﴿ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ﴾ [طٰہٰ : ۲۵] "اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔"

وَ وَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ ۙ﴿۳﴾

"اور ہم نے تجھ سے تیرا بوجھ اتار دیا۔ وہ جس نے تیری پیٹھ توڑ دی۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے دل سے اس بوجھ کو اتار دیا ہے جو آپ کی پیٹھ کو توڑ رہا تھا۔ بوجھ اتار دینے

سے مراد وحی الٰہی برداشت کرنے کی استعداد پیدا کرنا ہے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ﴾ [المزمل : ٥] ''یقیناً ہم ضرور تجھ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترتی تو اس کے بوجھ سے اونٹنی، جس پر آپ سوار ہوتے، بیٹھ جاتی۔[مسند أحمد : ٦/١١٨، ح : ٢٤٩٢١]

اس کے علاوہ نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی مراد ہے، جسے آپ بڑی شدت سے محسوس کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ اَلَّا یَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ﴾ [الشعراء : ٣] ''شاید تو اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہے، اس لیے کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔'' اللہ تعالیٰ نے تبلیغ دین کا طریقہ سکھا کر یہ بوجھ بھی اتار دیا۔

وَ رَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ؕ﴿۴﴾

''اور ہم نے تیرے لیے تیرا ذکر بلند کر دیا۔''

یعنی دنیا و آخرت میں آپ کا نام بلند کیا، زمین کے مشرق و مغرب تک آپ کی امت کی حکومت پھیلا دی، کلمۂ شہادت، اذان، اقامت، خطبہ، تشہد وغیرہ میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ کا نام لیا جاتا ہے۔ اللہ کی اطاعت کے ساتھ آپ کی اطاعت فرض ہے۔ کوئی وقت ایسا نہیں جس میں کہیں نہ کہیں آپ کا ذکر خیر نہ ہو رہا ہو۔ قیامت کو اولاد آدم کی سیادت، کوثر، لواء الحمد، مقام محمود اور شفاعت کبریٰ کے ساتھ آپ کا ذکر بلند ہوگا۔

فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ؕ﴿۶﴾

''پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ ایک آسانی ہے۔ بے شک اسی مشکل کے ساتھ ایک اور آسانی ہے۔''

اس میں آپ اور آپ کے ساتھیوں کے لیے بشارت ہے کہ مشکلات کے دن تھوڑے ہیں، ہر مشکل کے بعد بلکہ اس کے ساتھ ہی آسانی شروع ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی نظام حیات ہے کہ وہ تنگی کے بعد آسانی لاتا ہے۔ آدمی جب اپنی فکر و نظر استعمال کر کے مشکلات سے نکلنا چاہتا ہے اور پھر اللہ پر بھروسا کر کے آگے بڑھتا جاتا ہے اور ہمت نہیں ہارتا، تو طوفان رک جاتے ہیں، آندھیاں بند ہو جاتی ہیں اور بالآخر سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یہی حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ ابتدائے نبوت میں آپ کو اور آپ کے اصحاب کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن مرور زمانہ کے ساتھ حالات نے پلٹا کھایا اور تنگی آسانی میں بدلتی چلی گئی۔

ع ۱ ۸ ۱۹ ## فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۙ﴿۷﴾ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارۡغَبۡ ٪﴿۸﴾

''تو جب تو فارغ ہو جائے تو محنت کر۔ اور اپنے رب ہی کی طرف پس رغبت کر۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نصیحت کی کہ آپ کے دنیا کے کام ہوں یا تبلیغ دین یا جہاد فی سبیل اللہ، اگرچہ یہ عبادات اور نیکیاں ہیں مگر ان میں پھر بھی مخلوق سے کچھ نہ کچھ رابطہ رہتا ہے۔ جب بھی ان کاموں سے کچھ فراغت ملے، تو ہر چیز سے منقطع ہو کر اپنے رب سے تعلق جوڑ کر ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اور قیام، رکوع و سجود میں خوب محنت کریں اور اپنی تمام رغبت اپنے رب ہی کی طرف رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ عموماً دن کو دعوت و جہاد کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ لہٰذا دن کے وقت آپ کو فرصت نہیں ملتی تھی کہ اللہ تعالیٰ سے یکسوئی سے لو لگائیں اور یکسوئی سے عبادت کریں۔ اس مصروفیت کا ذکر کرتے ہوئے اور پھر یکسوئی سے عبادت کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ۝ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝ وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴾ [المزمل : ۱ تا ۸] ''اے کپڑے میں لپٹنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑا۔ آدھی رات (قیام کر)، یا اس سے تھوڑا سا کم کر لے۔ یا اس سے زیادہ کر لے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔ یقیناً ہم ضرور تجھ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے۔ بلاشبہ رات کو اٹھنا (نفس کو) کچلنے میں زیادہ سخت اور بات کرنے میں زیادہ درستی والا ہے۔ بلاشبہ تیرے لیے دن میں ایک لمبا کام ہے۔ اور اپنے رب کا نام ذکر کر اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جا۔''

اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ ﷺ رات کو بڑی بڑی دیر تک نماز پڑھا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے قدموں پر ورم آ جاتا تھا، جیسا کہ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بہت لمبا قیام کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے قدم اور آپ کی پنڈلیاں سوج جاتی تھیں۔ جب آپ سے اس حوالے سے عرض کی جاتی (کہ آپ اتنا طویل قیام کیوں کرتے ہیں؟ آپ کی تو اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف ہو چکی ہیں)، تو آپ فرماتے: ''تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' [بخاری، کتاب التھجد، باب قیام النبی ﷺ اللیل : ۱۱۳۰]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان ہو یا اور کوئی مہینا، گیارہ رکعت سے زیادہ (رات کی) نماز نہیں پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعتیں پڑھتے، ان کے حسن و طوالت کا کیا پوچھنا، آپ پھر چار رکعتیں پڑھتے، تو ان کے حسن و طوالت کے متعلق بھی کیا پوچھنا، پھر (ان کے بعد) آپ تین رکعتیں پڑھتے تھے۔ [بخاری، کتاب التھجد، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان و غیرہ : ۱۱۴۷]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (ایک رات) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے لمبی نماز پڑھی، یہاں تک کہ میں نے برے کام کا ارادہ کیا۔ کہا گیا، آپ نے کس برے کام کا ارادہ کیا تھا۔ انھوں نے کہا، میں نے ارادہ کیا تھا کہ بیٹھ جاؤں اور آپ کو چھوڑ دوں۔ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراءۃ فی صلوۃ اللیل : ۷۷۳]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صحت اور فراغت دو ایسی نعمتیں ہیں کہ جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکا کھائے ہوئے ہیں (یعنی ان کی قدر نہیں کرتے)۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب الصحة والفراغ ...... الخ : ٦٤١٢]

سورة التين مكية

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، تو آپ نے عشاء کی (پہلی) دو رکعتوں میں سے ایک میں سورۃ: ﴿ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ﴾ کی قراءت فرمائی اور میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کی اچھی آواز یا قراءت نہیں سنی۔ [بخاري، كتاب الأذان، باب الجهر في العشاء : ٧٦٧، ٧٦٩۔ مسلم، كتاب الصلوة، باب القراءة في العشاء : ١٧٥، ٤٦٤/١٧٧]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ﴿۲﴾ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۫﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ؕ﴿۶﴾ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ؕ﴿۷﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۧ﴿۸﴾ ع ۱ / ۸ / ۲۰

”قسم ہے انجیر کی! اور زیتون کی! اور طور سینین کی! اور اس امن والے شہر کی! بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو سب سے اچھی بناوٹ میں پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اسے لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔ پس اس کے بعد کون سی چیز تجھے جزا کے بارے میں جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے؟ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟“

ابتدائی تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انجیر، زیتون، طور سینا اور امن والے شہر مکہ مکرمہ کی قسم کھانے کے بعد فرمایا کہ ہم نے انسان کو سب سے اچھی شکل و صورت میں پیدا کیا ہے، لیکن اس نے اللہ کی اس نعمت کا اور دیگر بے شمار اور بیش بہا نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا اور اپنی زندگی لہو و لعب میں لگا دی، تو وہ اللہ کی نگاہ میں گرتا چلا گیا، یہاں تک کہ اس کا ٹھکانا جہنم

کی آخری کھائی میں بنا دیا گیا۔ البتہ اس بدترین انجام سے وہ لوگ بچا لیے گئے ہیں جن پر اللہ نے یہ احسان کیا کہ انھیں ایمان، عمل صالح اور اخلاق حسنہ کی توفیق دی۔ انھیں اللہ تعالیٰ جہنم سے دور کر دے گا اور جنت میں اعلیٰ مقام پر فائز کرے گا، جس کی نعمتیں اور خوشیاں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ : یعنی یہ وہ بات ہے جس پر مذکورہ بالا قسمیں کھائی گئی ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت ہی احسن شکل و صورت، متوازن قامت اور حسین و جمیل اور معتدل و مناسب اعضا کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ وہ لوگ جو ہاتھ یا کیمرے سے تصاویر بناتے ہیں، وہ اللہ کی تخلیق کی مانند تخلیق کی کوشش کرتے ہیں۔ احادیث میں ایسے لوگوں کے لیے شدید وعید آئی ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس میرے ہاں تشریف لائے اور میں نے تب اپنے طاقچے پر ایک پردہ لٹکا رکھا تھا، جس میں تصویریں تھیں۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو آپ نے اس پردے کو پھاڑ ڈالا اور فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں وہ لوگ مبتلا ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مانند تخلیق کی کوشش کرتے ہیں۔'' [بخاري، كتاب اللباس، باب ما وطئ من التصاوير : ۵۹۵۴۔ مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ...... الخ : ۲۱۰۷/۹۲]

ابو زرعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں ایک مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ مکان کے اوپر ایک مصور تصویر بنا رہا ہے، تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے (اس سے) کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''(اللہ فرماتا ہے) اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میری تخلیق کی مانند تخلیق کی کوشش کرے، یہ لوگ ایک دانہ یا ایک چیونٹی تو بنا کر دکھائیں۔'' [بخاري، كتاب اللباس، باب نقض الصور : ۵۹۵۳۔ مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ...... الخ : ۲۱۱۱]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک گدا خریدا، جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ دروازے ہی میں کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہ ہوئے، میں نے عرض کی، میں اللہ سے توبہ کرتی ہوں، اس گناہ سے جو میں نے کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ گدا کس لیے ہے؟'' میں نے عرض کی، یہ اس لیے ہے کہ آپ اس پر تشریف رکھیں اور اس پر ٹیک لگائیں، تو آپ نے فرمایا: ''ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے بنایا ہے اسے زندہ کرو اور (سنو!) فرشتے کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔'' [بخاري، كتاب اللباس، باب من كره القعود على الصور : ۵۹۵۷۔ مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ...... الخ : ۲۱۰۷/۹۶]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے ایک کنیسے کا ذکر کیا، جو انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اور جس میں تصویریں تھیں۔ انھوں نے اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب ان

میں کوئی نیک شخص مر جاتا تو وہ اس کی قبر پر ایک عبادت گاہ بناتے اور اس میں یہی تصویریں بنا لیا کرتے۔ یہ لوگ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام مخلوق میں سے برے ہوں گے۔'' [بخاری، كتاب الصلوة، باب هل تنبش قبور المشركی الجاهلية ...... الخ : ٤٢٧۔ مسلم، كتاب المساجد، باب النهی عن بناء المساجد علی القبور ...... الخ : ٥٢٨۔ مسند أحمد : ٥١/٦، ح : ٢٤٣٠٦]

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ : یعنی اسے جہنم رسید کر دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴾ [البينة : ٦] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، جہنم کی آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی لوگ مخلوق میں سب سے برے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَ يَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَ السُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [النحل : ٢٧] ''پھر قیامت کے دن وہ انھیں رسوا کرے گا اور کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم لڑتے جھگڑتے تھے؟ وہ لوگ جنھیں علم دیا گیا کہیں گے کہ بے شک رسوائی آج کے دن اور برائی کافروں پر ہے۔''

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [التحريم : ٨] ''جس دن اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے، رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرفوں میں دوڑ رہا ہوگا، وہ کہہ رہے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر اور ہمیں بخش دے، یقیناً تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ [البينة : ٧، ٨] ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔''

سورة العلق مكية

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ﴿۳﴾
الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ﴿۵﴾

''اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب ہی سب سے زیادہ کرم والا ہے۔ وہ جس نے قلم کے ساتھ سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ ان پر جو قرآن کریم بذریعہ وحی نازل ہوتا ہے اس کی تلاوت کیجیے، نیز انسان کو خبر دی ہے کہ تمام مخلوقات کا خالق وہی تنہا ہے اور اس نے انسان کو لوتھڑے یعنی ایک منجمد خون سے پیدا کیا، جو چالیس دن تک رحم مادر میں نطفہ کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر منجمد خون کا ایک لوتھڑا بن کر رحم مادر سے چپک جاتا ہے، پھر چالیس دن کے بعد گوشت کا ایک ٹکڑا بن جاتا ہے۔ پھر یا تو امر الٰہی کے مطابق اس کی تخلیق مکمل ہو جاتی ہے، یا رحم سے گوشت کے ایک ٹکڑے کی شکل میں باہر نکل آتا ہے۔

چونکہ نبی کریم ﷺ جبریل علیہ السلام کو اچانک اپنے سامنے پا کر گھبرا گئے تھے، اسی لیے بطور تاکید آپ سے کہا گیا کہ آپ پڑھیے اور چونکہ نبی کریم ﷺ نے نہیں پڑھا تھا، بلکہ کہا تھا کہ مجھے پڑھنا نہیں آتا، اس لیے آپ سے کہا گیا کہ آپ کا وہ رب آپ کو پڑھنے کا حکم دے رہا ہے جو بے پایاں کرم و احسان والا ہے، جس کے جود و عطا کی کوئی انتہا نہیں، جس نے پڑھنا لکھنا سکھا کر انسان پر احسان عظیم کیا ہے اور جس نے قلم کے ذریعے سے اسے وہ سب سکھایا جو وہ پہلے سے نہیں جانتا تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا کا سلسلہ سچے خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ جو خواب بھی دیکھتے تھے وہ صبح کی روشنی کی مثل واضح ہو جاتا تھا۔ پھر آپ کے لیے گوشہ نشینی کو پسندیدہ بنا دیا گیا، تو آپ نے غار حرا

میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور وہاں کئی کئی راتیں عبادت کرتے تھے، جب تک گھر آنے کو جی نہ چاہتا توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے پھر آپ اپنی بیوی کے پاس آتے اور وہاں رہنے کے لیے مزید کھانے پینے کا سامان لے جاتے۔ (ختم ہونے پر) دوبارہ پھر آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور اتنا ہی توشہ اور ہمراہ لے جاتے۔ حتیٰ کہ آپ اس وقت غار حرا ہی میں تھے جب حق آپ کے پاس آیا۔ آپ کے پاس فرشتہ آیا، اس نے کہا، پڑھیے! آپ نے فرمایا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ تو اس نے مجھے پکڑا اور خوب بھینچا، یہاں تک کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا، پڑھیے! میں نے کہا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے پھر مجھے پکڑا اور خوب بھینچا، یہاں تک کہ مجھے سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا، پڑھیے! میں نے کہا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اب اس نے پھر تیسری مرتبہ مجھے پکڑا اور (خوب) بھینچا، یہاں تک کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا: ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴾ [العلق : ۱ تا ۳] پس یہی آیات سن کر رسول اللہ ﷺ گھر لوٹے، (خوف سے) آپ کا دل دھڑک رہا تھا۔ آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔'' گھر والوں نے کمبل اوڑھا دیا۔ جب خوف چلا گیا تو آپ نے خدیجہ کو سارا واقعہ سنایا اور فرمایا: ''مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔'' خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، معاشرہ پر جو لوگ بار ہیں ان کا بوجھ اٹھاتے ہیں، نادار کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان کی خاطر تواضع کرتے ہیں، حق کے کاموں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس گئیں، ورقہ ایام جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے۔ عبرانی زبان میں کتابیں لکھا کرتے تھے اور جتنا اللہ نے چاہا انجیل کو بھی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے، بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا، اے میرے چچا کے بیٹے! ذرا اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ ورقہ نے کہا، اے بھتیجے! تم نے کیا دیکھا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔ ورقہ نے کہا، یہ تو وہی فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا، اے کاش! میں اس وقت جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت تک زندہ رہوں، جس وقت آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟'' ورقہ نے کہا، ہاں ہر اس شخص سے جو ایسی چیز لے کر آیا ہے جیسی آپ لے کر آئے ہیں، دشمنی کی گئی اور اگر مجھے آپ کا وہ زمانہ نصیب ہوا تو میں ہر طرح سے آپ کی مدد کروں گا۔ [بخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ ...... الخ : ۳۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ : ۱۶۰]

كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى ۝۶ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝۷ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝۸

''ہرگز نہیں، بے شک انسان یقیناً حد سے نکل جاتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ غنی ہو گیا ہے۔ یقیناً تیرے

رب ہی کی طرف لوٹنا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو انسان ایمان اور معرفتِ الٰہی کی دولت سے محروم ہوتا ہے، تو جب اللہ تعالیٰ اسے مال و دولت اور حکومت وسلطنت سے نوازتا ہے تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اب وہ کسی کا محتاج نہیں۔ رب العالمین کو یکسر بھول کر طغیان وسرکشی پر آمادہ ہو جاتا ہے، کبر وظلم اس کی صفت بن جاتی ہے اور کمزوروں کو حقیر سمجھنا اور دوسروں کا مذاق اڑانا اس کا شیوہ بن جاتا ہے۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ابوجہل ہو یا کوئی اور ظالم وسرکش، بہرحال اسے لوٹ کر آپ کے رب کے پاس ہی آنا ہے اور ہم اس سے ضرور انتقام لیں گے۔

أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ﴿٩﴾ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ﴿١٠﴾ أَرَءَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ﴿١١﴾ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ﴿١٢﴾ أَرَءَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٣﴾ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ﴿١٤﴾

"کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ کیا تو نے دیکھا اگر وہ ہدایت پر ہو۔ یا اس نے پرہیزگاری کا حکم دیا ہو۔ کیا تو نے دیکھا اگر اس (منع کرنے والے) نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔ تو کیا اس نے یہ نہ جانا کہ یقیناً اللہ دیکھ رہا ہے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ابوجہل کی بدسلوکی پر شدید اظہار تعجب کرتے ہوئے کہا کہ کتنا برا اور لائق نفرت ہے وہ انسان جو اللہ کے بندے، یعنی محمد ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے؟ کیا اللہ کے لیے نماز پڑھنا کوئی جرم ہے؟ نماز پڑھنے سے اس مجرم کو کیا تکلیف پہنچتی ہے کہ وہ آپ کو روکتا ہے۔ وہ نبی جو راہِ ہدایت پر قائم ہے اور دوسروں کو صلاح وتقویٰ کی دعوت دیتا ہے، اس کی مخالفت کرنا، اسے ایذا پہنچانا اور اسے طرح طرح کی دھمکیاں دینا اللہ کو ہرگز گوارا نہیں۔

وہ کافر ومجرم انسان جو میرے بندے اور رسول کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے، ایمان واسلام سے روگردانی کرتا ہے اور بعث بعد الموت اور حساب وسزا کا انکار کرتا ہے، اس کا اس دن کیا حال ہوگا جب وہ میدانِ محشر میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوگا؟ کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام کرتوتوں سے باخبر ہے اور آپ کو ڈرانے اور دھمکانے کے لیے وہ جو بھی حرکتیں کرتا ہے اس سے اچھی طرح واقف ہے؟

أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ﴿٩﴾ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ : احادیث میں شانِ نزول کے علاوہ ایک اور واقعہ ایسا ملتا ہے جس میں ابوجہل کا رسول اللہ ﷺ کو نماز سے روکنے کا ذکر ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے (اپنے ساتھیوں سے) پوچھا، کیا محمد (ﷺ) تمھارے سامنے اپنا چہرہ زمین پر رکھتے ہیں؟ (یعنی وہ تمھارے سامنے ایک اللہ کو سجدہ کرتا ہے) کہا گیا، ہاں! ابوجہل نے کہا، لات اور عزیٰ کی قسم! اگر میں نے انھیں ایسا کرتے دیکھ لیا تو ان کی گردن روند ڈالوں

گا، یا ان کے چہرے کو مٹی میں لتھیڑ دوں گا۔ (پھر ایسا ہوا کہ) وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، تو اس نے آپ کی گردن روندنے کا ارادہ کیا، لیکن اچانک وہ آپ سے دور ہو گیا اور اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ گیا اور وہ اپنے ہاتھوں سے (کسی چیز سے) بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس سے کہا گیا، تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا، میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق تھی، بڑا ہولناک منظر تھا اور (فرشتوں کے) بازو تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کے ایک ایک عضو کو اچک لیتے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب قوله : ﴿ إن الإنسان ليطغى ، أن رآه استغنى ﴾ : ۲۷۹۷]

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ ۥ لَنَسْفَعًۢا بِٱلنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ نَاصِيَةٍ كَـٰذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُۥ ﴿١٧﴾ سَنَدْعُ ٱلزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾

''ہرگز نہیں، یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اسے پیشانی کے بالوں کے ساتھ گھسیٹیں گے۔ پیشانی کے ان بالوں کے ساتھ جو جھوٹے ہیں، خطا کار ہیں۔ پس وہ اپنی مجلس کو بلا لے۔ ہم عنقریب جہنم کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ابوجہل ہمارے رسول کی ایذا رسانی سے باز نہ آیا اور اس نے انھیں مسجد حرام اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنے کی دوبارہ کوشش کی تو ہم اسے اس کی جھوٹی اور گناہوں میں لتھڑی پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینک دیں گے۔ اس وقت اگر وہ اپنی مجلس اور قوم کے لوگوں کو بلانا چاہے تو بلا لے، جن کے بل بوتے پر وہ آپ کو نماز سے روکنا چاہتا ہے، ہم بھی جہنم کے داروغوں کو بلا لیں گے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل آیا، اس نے کہا، کیا میں نے تمھیں اس سے منع نہیں کیا؟ کیا میں نے تمھیں اس کام سے منع نہیں کیا؟ کیا میں نے تمھیں اس کام سے منع نہیں کیا؟ پھر جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے آپ کو دھمکایا۔ ابوجہل نے کہا، تمھیں معلوم ہے کہ اس شہر میں مجھ سے زیادہ کسی کے اصحاب مجلس نہیں ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں: ﴿ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُۥ ﴿١٧﴾ سَنَدْعُ ٱلزَّبَانِيَةَ ﴾ [العلق : ۱۷، ۱۸] سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر وہ اپنے ہم نشین بلاتا تو اللہ کے فرشتے اسے پکڑ لیتے۔ [ترمذی، کتاب تفسير القرآن، باب و من سورة اقرأ باسم ربك : ۳۳۴۹]

كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَٱسْجُدْ وَٱقْتَرِب ۩ ﴿١٩﴾

ع ۱۹/۱ السجدۃ ۱۳ / ۲۱

''ہرگز نہیں، اس کا کہنا مت مان اور سجدہ کر اور بہت قریب ہو جا۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا کہ وہ آپ کو نماز سے روکتا ہے تو آپ اس کا کہنا ہرگز نہ مانیں، بلکہ آپ نماز پڑھتے رہیں، سجدہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے رہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: ’’بندہ اللہ کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے، جب وہ سجدے میں ہو، تو (سجدے میں) دعا زیادہ کیا کرو۔‘‘ [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب ما یقال فی الرکوع و السجود ؟ : ۴۸۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿ إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴾ اور ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ﴾ میں سجدہ کیا۔ [مسلم، کتاب المساجد، باب سجود التلاوۃ : ۵۷۸/۱۰۹]

سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں رات کو رہا کرتا اور آپ کے پاس حاجت اور وضو کے لیے پانی لایا کرتا۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا: ’’مانگ (کیا مانگتا ہے)؟‘‘ میں نے عرض کی، جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ آپ نے پوچھا: ’’کچھ اور بھی؟‘‘ میں نے عرض کی، بس یہی کچھ چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ’’اچھا، تو کثرت سجود کے ساتھ اپنے نفس پر میری مدد کرو۔‘‘ [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل السجود والحث علیه : ۴۸۹]

سورة القدر مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝۱ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ
شَهْرٍ ۝۳ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝۴ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى
مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝۵ ع

’’بلاشبہ ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ قدر کی رات کیا ہے؟ قدر کی رات ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر امر کے متعلق اترتے ہیں۔ وہ رات فجر طلوع ہونے تک سراسر سلامتی ہے۔‘‘

ارشاد فرمایا: ﴿ حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴾ [الدخان : ۱ تا ۵] ’’حٰمٓ۔ اس بیان کرنے والی کتاب کی قسم! بے شک ہم نے اسے ایک بہت برکت والی رات میں اتارا، بے شک ہم ڈرانے والے تھے۔ اسی میں ہر محکم کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہماری

طرف سے حکم کی وجہ سے۔ بے شک ہم ہی بھیجنے والے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ﴾ [البقرة : ١٨٥] ''رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ہدایت کی اور (حق و باطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ایمان کے ساتھ ساتھ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے لیلۃ القدر کا قیام کرے، تو اس کے تمام سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔'' [بخاری، كتاب فضل ليلة القدر، باب فضل ليلة القدر : ٢٠١٤۔ مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب الترغيب فى قيام رمضان وهو التراويح : ٧٦٠]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرے کا اعتکاف فرمایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا، تو آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے کہا کہ آپ کو جس کی تلاش ہے وہ (رات) تو آگے ہے۔ پھر آپ نے درمیانی عشرے کا اعتکاف فرمایا، ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا تو پھر جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے کہا کہ آپ کو جس کی تلاش ہے وہ (رات) تو آگے ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی بیسویں تاریخ کی صبح یہ خطبہ ارشاد فرمایا: ''جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ پھر لوٹ آئے (یعنی اعتکاف کرے)، کیونکہ میں نے لیلۃ القدر کو دیکھا تھا، مگر وہ مجھے بھلا دی گئی ہے۔ بہر حال وہ آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے۔ میں نے دیکھا کہ گویا میں مٹی اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔'' اس وقت مسجد نبوی کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی، مطلع بالکل صاف تھا کہ اتنے میں ایک بادل آیا اور بارش ہو گئی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی تو میں نے مٹی اور پانی کے نشانات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر دیکھے جس سے آپ کے خواب کی تصدیق ہو گئی۔ [بخاری، كتاب الأذان، باب السجود على الأنف فى الطين : ٨١٣۔ مسلم، كتاب الصيام، باب فضل ليلة القدر .... الخ : ١١٦٧/٢١٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔'' [بخاری، كتاب فضل ليلة القدر، باب تحرى ليلة القدر فى الوتر من العشر الأواخر : ٢٠١٧۔ مسلم، كتاب الصيام، باب فضل ليلة القدر ...... الخ : ١١٦٥/١٠٧، عن ابن عمر رضى الله عنهما]

هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ : سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی کہ اس (یعنی لیلۃ القدر) کی صبح کو آفتاب اس حالت میں نکلتا ہے کہ اس میں شعاع نہیں ہوتی۔ [مسلم، كتاب الصيام، باب فضل ليلة القدر...... الخ : ٧٦٢، بعد الحديث : ١١٦٩]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اگر مجھے لیلۃ القدر مل جائے تو میں (اپنے رب سے) کیا دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا: ''یہ دعا کرنا: « اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ » ''اے اللہ! تو درگزر کرنے والا ہے اور درگزر کو پسند فرمانے والا ہے، سو مجھ سے بھی درگزر فرما۔'' [ابن ماجه، كتاب الدعاء، باب الدعاء بالعفو و العافية : ٣٨٥٠۔ ترمذی، كتاب الدعوات، باب فى فضل سؤال العافية والمعافاة : ٣٥١٣]

سورة البينة مدنية

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمھارے سامنے سورۃ: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ کی تلاوت کروں۔'' انھوں نے عرض کی، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' تو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (یہ سن کر خوشی سے) رونے لگے۔ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب مناقب أبي بن كعب رضي الله عنه : ۳۸۰۹۔ مسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب قراءة القرآن على أهل الفضل ....الخ : ۷۹۹/۲۴۶]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ
الْبَيِّنَةُ ﴿۱﴾ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿۲﴾ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴿۳﴾

''وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، باز آنے والے نہ تھے، یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے۔ اللہ کی طرف سے ایک رسول، جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے۔ جن میں لکھے ہوئے مضبوط احکام ہوں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہود و نصاریٰ اور بتوں کے پجاری کفر و ضلالت کی وادیوں میں بھٹکتے رہے اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ان کا کفر بڑھتا ہی گیا، یہاں تک کہ اللہ کی طرف سے واضح دلیل آگئی۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت نبی و رسول مبعوث ہوئے اور ان پر اللہ کی کتاب نازل ہوئی۔ تب انھوں نے حق کو پہچانا، ان میں سے کچھ لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور کچھ کفر ہی پر قائم رہے، یہاں تک کہ ان کی موت واقع ہو گئی۔ آگے فرمایا کہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن عظیم کی تلاوت فرماتے ہیں جو ملائے اعلیٰ میں پاک صحیفوں میں لکھا ہوا ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ﴾ [عبس : ۱۳ تا ۱۶] ''ایسے صحیفوں میں ہے جن کی عزت کی جاتی ہے۔ جو بلند کیے ہوئے، پاک کیے ہوئے ہیں۔ ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں

ہیں۔ جو معزز ہیں، نیک ہیں۔‘‘

آخری آیت میں فرمایا کہ ان پاک صحیفوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی آیات کریمہ لکھی ہوئی ہیں جو بڑی مستحکم، مبنی بر عدل، سیدھی اور صاف صاف ہیں کہ ان میں غلطی کا کوئی امکان نہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہیں۔ قرآن مجید کے مضامین کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ وَّ اَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [بني إسرائيل : ۹، ۱۰] ’’بلاشبہ یہ قرآن اس (راستے) کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ اور یہ کہ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔‘‘

وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۴

’’اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی، جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیل آ گئی۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہل کتاب کے ایک جرم کا ذکر فرمایا ہے۔ اہل کتاب کا یہ جرم ان کا باہمی تفرقہ تھا اور اس جرم کا ارتکاب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے بھی کیا اور آپ کی آمد پر بھی۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے وہ بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ چکے تھے۔ اس آیت میں وضاحت فرمائی کہ ان کے الگ الگ بہتر (۷۲) فرقے بننے کی وجہ یہ نہ تھی کہ انھیں اللہ کے حکم کا علم نہ تھا، بلکہ ’’الْبَيِّنَةُ‘‘ یعنی کھلی دلیل اور واضح حکم موجود ہونے کے باوجود باہمی ضد اور عناد کی وجہ سے کسی نے احبار و رہبان میں سے کسی ایک کے اقوال کو حجت مان کر اس کے نام پر فرقہ بنا لیا، کسی نے دوسرے کے نام پر، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [البقرة : ۲۱۳] ’’لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے، اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اس میں اختلاف انھی لوگوں نے کیا جنھیں وہ دی گئی تھی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں، آپس کی ضد کی وجہ سے، پھر جو لوگ ایمان لائے اللہ نے انھیں اپنے حکم سے حق میں سے اس بات کی ہدایت دی جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔‘‘

اور فرمایا: ﴿ وَ مَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى

لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴾ [الشورى : ١٤] ''اور وہ جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس کی ضد کی وجہ سے اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے ایک مقرر وقت تک پہلے طے ہو چکی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک وہ لوگ جو ان کے بعد اس کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کے متعلق یقیناً ایسے شک میں مبتلا ہیں جو بے چین رکھنے والا ہے۔''

سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: ''خبردار! تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے اور بے شک یہ امت عنقریب تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ بہتر دوزخی ہوں گے اور ایک جنتی اور وہ ہے الجماعۃ۔'' [أبوداوٗد، كتاب السنة، باب لزوم السنة : ٤٥٩٧۔ مسند أحمد : ۱۰۲/٤، ح : ١٦٩٤٠]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہودی اکہتر یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور عیسائی بھی اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گی۔'' [أبوداوٗد، كتاب السنة، باب شرح السنة : ٤٥٩٦۔ ترمذی، كتاب الإيمان، باب ما جاء في افتراق هذه الأمة : ٢٦٤٠]

وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝

''اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط ملت کا دین ہے۔''

اس آیت میں دین کا خلاصہ بیان فرما دیا کہ پہلی امتیں ہوں یا یہ امت، سب میں ایک ہی حکم ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کریں، جو ہر قسم کے شرک اور ریا سے پاک اور خالص اللہ کے لیے ہو اور باطل پر چلنے والے تمام گروہوں سے ہٹ کر ایک اللہ کی طرف یکسو ہو جائیں، جس طرح ابراہیم علیہ السلام ہو گئے تھے اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ توحید اور تمام عبادتوں کو صرف اللہ کے لیے خالص کرنا ہی اللہ کا صحیح دین ہے، جو آدمی کو اللہ کی جنت تک پہنچا دیتا ہے۔ جبکہ اس کے سوا تمام راستے جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اخلاص نیت اختیار کرنا اور نمود و نمائش اور ریا کاری سے بچنے کو اعمال کی بنیاد قرار دیا گیا ہے اور اس پر بے شمار احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہیں، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی (اچھی یا بری) نیت کے مطابق (اچھا یا برا) بدلہ ملے گا۔ پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہو گی اس کی ہجرت انھی کی طرف سمجھی جائے گی اور جس نے دنیا حاصل کرنے کے لیے، یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت انھی مقاصد کے لیے ہو گی (اللہ کے ہاں اس کے لیے کوئی اجر

نہیں)۔'' [بخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ ...... الخ : ۱۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ : إنما الأعمال بالنية ...... الخ : ۱۹۰۷]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا: ''یقیناً مدینے میں کچھ لوگ ہیں کہ تم نے جتنا بھی سفر کیا ہے اور جو بھی وادی طے کی ہے وہ تمھارے ساتھ رہے ہیں۔'' صحابہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! وہ تو مدینہ میں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بجا کہ وہ مدینہ میں ہیں، لیکن انھیں بیماری نے روک رکھا ہے۔'' [بخاري، كتاب المغازي، بابٌ : ٤٤٢٣۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض أو عذر آخر : ۱۹۱۱]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی بہادری کے جوہر دکھانے کے لیے، دوسرا (خاندانی، قبائلی) حمیت کے لیے اور ایک تیسرا ریاکاری کے لیے لڑتا ہے، ان میں سے اللہ کی راہ میں لڑنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جو شخص صرف اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، وہی اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله : ۱۹۰٤/۱۵۰۔ بخاري، كتاب العلم، باب من سأل وهو قائم عالمًا جالسًا : ۱۲۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے دن جن لوگوں کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا ان میں ایک وہ آدمی ہوگا جو شہید ہو گیا تھا، پس اسے (بارگاہ الٰہی میں) پیش کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد کروائے گا، تو وہ انھیں پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے ان کے بدلے میں کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا، میں نے تیری راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے جھوٹ کہا، تو تو اس لیے لڑا تھا تاکہ تجھے بہادر کہا جائے، سو تجھے (دنیا میں) بہادر کہہ لیا گیا۔ پھر اس کی بابت حکم دیا جائے گا تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ دوسرا وہ شخص ہوگا جس نے (دین کا) علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور قرآن پڑھا، پس اس کو پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد کروائے گا، تو وہ انھیں پہچان لے گا، اب اللہ تعالیٰ پوچھے گا، تو نے ان کے بدلے میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا، میں نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھلایا اور تیری رضا کے لیے قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے جھوٹ کہا، تو نے تو علم اس لیے حاصل کیا تھا تاکہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا تھا تاکہ تجھے قاری کہا جائے۔ سو یہ سب تجھے (دنیا میں) کہہ لیا گیا۔ چنانچہ اس کی بابت حکم صادر فرمایا جائے گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور (تیسرا) وہ شخص ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے کشادگی عطا فرمائی تھی اور اسے مختلف قسم کے مال سے نوازا تھا، پس اسے پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد کروائے گا، تو وہ انھیں پہچان لے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے ان کے بدلے میں کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا، میں نے تو کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑی کہ جہاں خرچ کیے جانے کو تو پسند کرتا تھا مگر یہ کہ میں نے اس جگہ تیری خاطر

ضرور خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے جھوٹ بولا، تو نے تو یہ اس لیے کیا تھا کہ کہا جائے کہ وہ بڑا سخی ہے، سو یہ کہہ لیا گیا۔ پھر اس کی بابت حکم صادر فرمایا جائے گا اور اسے بھی منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار : ١٩٠٥]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہاد دو قسم کا ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہی، امام کی اطاعت کی، عمدہ مال خرچ کیا، اپنے شریک کار سے نرمی کا برتاؤ کیا اور فساد سے بچتا رہا، تو بلاشبہ ایسے مجاہد کا سونا اور جاگنا سبھی اجر و ثواب کا کام ہے، لیکن جس نے فخر، دکھلاوے اور شہرت کی نیت سے جہاد کیا، امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد کیا تو بلاشبہ ایسا آدمی (ثواب تو کیا) برابری کے ساتھ بھی نہیں پلٹا (بلکہ الٹا عذاب کا مستحق ہوا)۔'' [أبو داود، كتاب الجهاد، باب فيمن يغزو ويلتمس الدنيا : ٢٥١٥۔ نسائي، كتاب الجهاد، باب فضل الصدقة في سبيل الله عزوجل : ٣١٩٠]

سیدنا شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ آپ پر ایمان لایا، آپ کی اتباع کی۔ پھر اس نے کہا، میں بھی آپ کے ساتھ (سفر جہاد میں) چلوں گا۔ آپ نے ایک صحابی کو (اس کی دیکھ بھال رکھنے کی) وصیت فرمائی، جب غزوۂ خیبر میں آپ نے غنیمت کا مال تقسیم فرمایا تو اس دیہاتی کا حصہ بھی نکالا اور اس کا حصہ اس کے ساتھیوں کو دے دیا، اس وقت یہ ساتھیوں کے جانور چرانے گیا ہوا تھا۔ جب یہ وہاں سے واپس آیا اور ساتھیوں نے اس کو اس کا حصہ دیا تو اس نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے کہا، یہ غنیمت کا حصہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم میں تمھیں دیا ہے۔ اس نے وہ مال لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور کہنے لگا، یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ میں نے تمھارا حصہ نکالا ہے۔'' اس نے کہا، میں نے اس وجہ سے آپ کی اتباع نہیں کی تھی، میں نے تو آپ کی اتباع اس وجہ سے کی تھی کہ میرے یہاں تیر لگے اور اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا، تاکہ میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو نے سچ کہا ہے تو اللہ تجھے سچا کر دکھائے گا۔'' پھر ان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے عرصے بعد دشمنوں سے جہاد کیا، حتیٰ کہ وہ دیہاتی تیر لگنے سے شہید ہو گیا۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اٹھا کر لایا گیا، اسے وہاں ہی تیر لگا ہوا تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا، آپ نے پوچھا: ''یہ وہی ہے؟'' صحابہ نے عرض کی، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''اس نے اللہ کے ساتھ سچا معاملہ رکھا تو اللہ نے اسے سچا کر دکھایا۔'' آپ نے اسے اپنے مبارک جبہ میں کفن دیا، پھر آپ نے آگے بڑھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی نمازِ جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچی آواز میں پڑھائی، آپ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے، ہجرت کر کے تیرے راستے میں نکلا تھا اور اب (تیرے راستے میں لڑتا لڑتا) شہید ہو گیا ہے اور میں اس پر گواہ ہوں۔'' [نسائي، كتاب الجنائز، باب الصلوة على الشهداء : ١٩٥٥]

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ؕ ﴿۶﴾

’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، جہنم کی آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی لوگ مخلوق میں سب سے برے ہیں۔‘‘

جو اہل کتاب اور مشرکین نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم پر ایمان نہیں لائے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ صادر فرمایا کہ وہ لوگ اللہ کی بدترین مخلوق ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جہاں وہ لوگ ہمیشہ جلتے رہیں گے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؕ ﴿۷﴾ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴿۸﴾

’’بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔‘‘

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور عمل صالح کیا، فرائض کو ادا کیا اور نواہی سے بچتے رہے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ صادر فرمایا کہ وہ اللہ کی بہترین مخلوق ہیں، اس لیے کہ انھوں نے اپنے رب کو پہچانا، اس کی عبادت کی اور شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا ہونے کے سبب ان کی روح کو بالیدگی ملی اور بلند اخلاق و کردار سے انھیں حظ وافر ملا۔ موت کے بعد جب وہ اپنے رب سے ملیں گے تو رہائش کے لیے انھیں باغات عدن ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ان جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہاں سے کبھی نہیں نکلیں گے اور نہ انھیں موت آئے گی۔ ان کے ایمان اور اطاعت و بندگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا ان پر جو فضل و کرم ہوگا اور انھیں جو جنت اور اس کی بیش بہا نعمتیں ملیں گی، اس کے سبب وہ بندگانِ نیک بھی اپنے رب سے راضی ہو جائیں گے۔

آخر میں فرمایا کہ یہ جزائے عظیم اس بندے کو ملے گا جو دنیا میں اپنے رب سے ڈرتا رہے گا، اس کی نافرمانی نہیں کرے گا اور اس کی طاعت و بندگی میں اپنی زندگی گزارے گا، یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا، اے اہل جنت! وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے، ہمیں کیا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں؟ حالانکہ تو نے ہمیں ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں، جو اپنی ساری مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، اب ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ایک اور نعمت سے میں تمھیں سرفراز کرتا ہوں۔ وہ عرض کریں گے، اے رب! ان سے بڑھ کر کون سی نعمت ہو گی؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، میں اپنی رضا مندی تم پر نازل کرتا ہوں، اب میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٤٩۔ مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة ...... الخ : ٢٨٢٩]

سورة الزلزال مدنية

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! مجھے کچھ قرآن پڑھایئے۔ آپ نے فرمایا: ''تین سورتیں پڑھو جن کی ابتدا میں ''الٓرٰ'' آتا ہے (یعنی یونس، ہود اور یوسف)۔'' اس نے کہا، میری عمر بڑی ہو گئی ہے، دل سخت ہو گیا ہے (یعنی نسیان غالب ہے) اور زبان موٹی ہو گئی ہے (اس وجہ سے میں یہ بڑی بڑی سورتیں یاد نہیں کر سکتا)۔ آپ نے فرمایا: ''پھر تم ''حٰمٓ'' والی تین سورتیں پڑھ لیا کرو۔'' اس پر بھی اس نے اپنی پہلی بات ہی کہی۔ آپ نے فرمایا: ''تو مسبحات والی تین سورتیں یاد کر لو (جن کے شروع میں سَبَّحَ اور يُسَبِّحُ آتا ہے)۔'' اس پر بھی اس نے اپنی وہی بات دہرائی اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی جامع سورت پڑھا دیجیے۔ تو نبی ﷺ نے اسے سورۃ: ﴿ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ ﴾ پڑھائی، آخر تک۔ تب وہ شخص کہنے لگا، قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس سے کبھی زیادہ نہیں کروں گا، پھر وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو نبی ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا: ''اس آدمی نے نجات پائی۔'' [أبو داؤد، شهر رمضان، باب تحزيب القرآن : ١٣٩٩۔ مسند أحمد : ١٦٩/٢، ح : ٦٥٨٣]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ① وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ②

''جب زمین سخت ہلا دی جائے گی، اس کا سخت ہلایا جانا۔ اور زمین اپنے بوجھ نکال باہر کرے گی۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وقوع قیامت کے وقت زمین انتہائی سختی کے ساتھ ہلا دی جائے گی، اس پر موجود تمام مکانات منہدم ہو کر زمین بوس ہو جائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، تمام ٹیلے برابر کر دیے جائیں گے اور پوری زمین ایک چٹیل میدان بن جائے گی۔ نہ اس میں کوئی کجی رہے گی اور نہ اونچی نیچی جگہ۔ زمین کے اندر جتنے خزانے ہوں گے، وہ سب پہلے صور کے بعد باہر آ جائیں گے اور جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سارے مُردے زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ﴾ [القمر : ٦، ٧] ''سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ﴾ [الانشقاق : ۳، ٤] ''اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔ اور اس میں جو کچھ ہے اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زمین اپنے پوشیدہ خزانے اگل دے گی اور وہ سونے اور چاندی کے ستونوں کی مانند ہوں گے۔ قاتل آئے گا اور (ان کو دیکھ کر) کہے گا، (افسوس صد افسوس!) میں نے اسی کے لالچ میں (فلاں کو) قتل کیا تھا۔ رشتے ناتے قطع کرنے والا آئے گا اور کہے گا (افسوس!) میں نے اسی کے لالچ میں (ناتا) توڑا تھا۔ چور آئے گا اور کہے گا، (افسوس!) اسی کے لالچ میں میرا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر وہ سب اسے چھوڑ کر چلے جائیں گے اور وہ اس میں سے کچھ بھی نہیں لیں گے۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الترغیب فی الصدقة قبل أن لا یوجد من یقبلھا : ۱۰۱۳]

وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝

''اور انسان کہے گا اسے کیا ہے؟ اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی۔ اس لیے کہ بے شک تیرے رب نے اسے وحی کی ہوگی۔''

کافر انسان جو بعث بعد الموت اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا تھا، جب زمین کو نہایت شدت کے ساتھ ہلتا دیکھے گا تو مارے حیرت و دہشت کے کہے گا کہ آج اسے کیا ہو گیا ہے؟ لیکن مومن انسان ایسا سوال نہیں کرے گا، اس لیے کہ اس کا تو ایمان تھا کہ جب قیامت آئے گی تو زمین نہایت شدت کے ساتھ ہلا دی جائے گی۔ اس دن زمین پر انسان نے جو بھی عمل خیر و شر کیا ہوگا، زمین اس کی گواہی دے گی اور ایسا وہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں کرے گی اور اس کی ہرگز نافرمانی نہیں کرے گی۔

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ﴿۶﴾

”اس دن لوگ الگ الگ ہو کر واپس لوٹیں گے، تاکہ انھیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔“

جس دن زمین کی وہ حالت ہوگی جو اوپر بیان کی گئی ہے، اس دن لوگ اپنی قبروں سے نکل کر مختلف جماعتوں میں میدانِ محشر کی طرف دوڑیں گے، تاکہ وہ اپنے اعمال کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۪ۙ﴿۱۰﴾ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۪ۙ﴿۱۱﴾ وَ اِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۪ۙ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۪ۙ﴿۱۳﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ﴾ [التكوير : ۱۰ تا ۱۴] ”اور جب اعمال نامے پھیلائے جائیں گے۔ اور جب آسمان کی کھال اتاری جائے گی۔ اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔ ہر جان، جان لے گی جو لے کر آئی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴾ [النمل : ۸۳] ”اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک جماعت اکٹھی کریں گے، ان لوگوں سے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے، پھر ان کی قسمیں بنائی جائیں گی۔“

ع ۱ / ۸ / ۲۴ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾

”تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔“

انسان اس دنیا میں جو بھی عمل کرتا ہے وہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اس کا کوئی عمل بھی ضائع نہیں ہوتا اور وہ اسے قیامت کے دن اپنے سامنے پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی اچھا کام کیے ہوئے ہوگا، اس کا ثواب اسے آخرت میں ضرور ملے گا، جبکہ جو شخص ذرہ کے برابر بھی کوئی برائی کیے ہوئے ہوگا تو اسے بھی اس کا بدلہ مل کر رہے گا، الا یہ کہ اللہ اسے معاف کر دے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الكهف : ۴۹] ”اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ۴۷] ”اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں، کسی کے لیے باعث اجر، کسی کے لیے باعث ستر اور کسی کے لیے باعثِ بوجھ۔ جس شخص کے لیے وہ باعث اجر وثواب ہے وہ شخص ہے جس نے اسے اللہ کے راستہ میں (جہاد کے لیے) باندھا۔ پھر اس کی رسی کو کسی چراگاہ یا کسی باغ میں دراز کر دیا تو اس رسی کی لمبائی میں چراگاہ یا باغ سے گھوڑا جو بھی کھائے گا اتنی ہی اس کے لیے نیکیاں ہوں گی اور اگر وہ اپنی رسی تڑا کر ایک ٹیلے یا دو ٹیلوں پر چڑھ جاتا ہے تو اس کی لید اور قدموں کے نشان بھی اس کے لیے نیکیاں ہوں گی اور اگر وہ کسی دریا پر سے گزرے، پھر پانی پیے، اگرچہ مالک نے پانی پلانے کی نیت نہ کی ہو، تاہم (اس کا پینا) اس کے لیے نیکیاں ہوں گی۔ دوسرا وہ شخص جس نے گھوڑا اس لیے باندھا کہ وہ اس کے ذریعے سے غنا حاصل کرے اور سوال سے بچے اور اس کی گردن اور پیٹھ کے معاملہ میں اللہ کے حق کو نہ بھولے تو وہ اس کے لیے باعث پردہ ہو گیا، اور تیسرا وہ شخص جس نے فخر، ریا اور اسلام دشمنی کے لیے گھوڑا باندھا تو وہ اس کے لیے بوجھ ہو گا۔“ پھر آپ سے گدھوں کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”اس سلسلہ میں مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوا، سوائے اس جامع اور بے مثل آیت کے: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ ”تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ فمن يعمل مثقال ذرة خيرًا يره ﴾ : ٤٩٦٢۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب إثم مانع الزكوة : ٩٨٧/٢٦]

سیدنا عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آگ سے بچ جاؤ، خواہ آدھی کھجور کے ساتھ۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٦٣]

سیدنا جابر بن سلیم ہجیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جانو، خواہ اپنے ڈول سے پانی طلب کرنے والے کے برتن میں پانی ہی ڈال دو، خواہ اپنے بھائی سے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ بات ہی کر لو۔“ [مسند أحمد : ٦٣/٥، ح : ٢٠٦٦٠۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء : ٢٦٢٦، عن أبي ذر رضي الله عنه]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے مسلمان عورتو! ہرگز کوئی پڑوسن اپنی دوسری پڑوسن کے لیے (معمولی ہدیے کو بھی) حقیر نہ سمجھے، خواہ بکری کے کھر ہی کا کیوں نہ ہو۔“ [بخاري، كتاب الهبة و فضلها و التحريض عليها، باب فضل الهبة : ٢٥٦٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ! معمولی اور حقیر سمجھے جانے والے گناہوں سے بچنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بھی مؤاخذہ ہو گا۔“ [مسند أحمد : ١٥١/٦، ح : ٢٥٢٣١۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب : ٤٢٤٣]

سورة العدیت مکیة

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَ الۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ۙ﴿۲﴾ فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرۡنَ بِہٖ نَقۡعًا ۙ﴿۴﴾
فَوَسَطۡنَ بِہٖ جَمۡعًا ۙ﴿۵﴾

''قسم ہے ان (گھوڑوں) کی جو پیٹ اور سینے سے آواز نکالتے ہوئے دوڑنے والے ہیں! پھر جو سم مار کر چنگاریاں نکالنے والے ہیں! پھر جو صبح کے وقت حملہ کرنے والے ہیں! پھر اس کے ساتھ غبار اڑاتے ہیں۔ پھر وہ اس کے ساتھ بڑی جماعت کے درمیان جا گھستے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان گھوڑوں کی قسم! جو نہایت شدت کے ساتھ دشمن کی طرف دوڑتے ہیں اور جس کے سبب ان کے سینے سے ایک خاص قسم کی آواز نکلنے لگتی ہے۔ ان گھوڑوں کی قسم! جن کے تیز دوڑنے کے سبب ان کے کھروں کی رگڑ سے راہ کے پتھروں سے چنگاریاں اڑنے لگتی ہیں اور ان گھوڑوں کی قسم! جو صبح کے وقت دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں، تاکہ انھیں اچانک جالیا جائے اور انھیں دفاع کرنے یا بھاگنے کا موقع نہ دیا جائے۔ ورنہ دشمن پر حملہ اور گھوڑوں کے ذریعے سے ان پر فوج کشی کسی بھی مناسب وقت میں کی جا سکتی ہے۔ وہ گھوڑے اپنی تیز رفتاری اور دشمن پر حملے کی شدت کے سبب فضا کو غبار آلود بنا دیتے ہیں اور مجاہدین اسلام کو لے کر دشمن کی صفوں میں گھس جاتے ہیں اور انھیں تہس نہس کر دیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَعِدُّوۡا لَہُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّۃٍ وَّ مِنۡ رِّبَاطِ الۡخَیۡلِ تُرۡہِبُوۡنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَ عَدُوَّکُمۡ وَ اٰخَرِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِہِمۡ ۚ لَا تَعۡلَمُوۡنَہُمۡ ۚ اَللّٰہُ یَعۡلَمُہُمۡ ؕ وَ مَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیۡکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ ﴾ [الأنفال : ٦٠] ''اور ان کے (مقابلے کے) لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، جتنی کر سکو، جس کے ساتھ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ کچھ دوسروں کو ڈراؤ گے، جنھیں تم نہیں جانتے، اللہ انھیں جانتا ہے اور تم جو چیز بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ تمھاری طرف پوری لوٹائی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا

جائے گا۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے اللہ پر ایمان اور اس کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں (جہاد کے لیے) گھوڑا پالا، تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کا پیشاب ولید سب کا سب قیامت کے دن اس کی ترازو میں رکھ کر تولا جائے گا (اور سب پر اسے ثواب ملے گا)۔" [بخاري، كتاب الجهاد، باب من احتبس فرسًا في سبيل الله ...... الخ : ٢٨٥٣]

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑے کی پیشانی کے بال اپنی انگلی سے مروڑتے ہوئے یہ فرماتے سنا: "خیر قیامت تک کے لیے گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ بندھی ہوئی ہے یعنی اجر وثواب اور مال غنیمت۔" [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الخيل و أن الخير معقود بنواصيها : ١٨٧٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مقابلہ صرف تین چیزوں میں جائز ہے، اونٹ دوڑ، گھڑ دوڑ یا تیر اندازی۔" [ترمذي، كتاب الجهاد، باب ما جاء في الرهان و السبق : ١٧٠٠۔ أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب في السبق : ٢٥٧٤]

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا: یعنی صبح کے وقت چھاپا مارتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا کہ آپ بوقت فجر چھاپا مارا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صبح فجر کے وقت دشمنوں پر حملہ کیا کرتے تھے، تو آپ (جب کسی علاقے پر حملے کے لیے جاتے تو) اذان کی آواز پر کان لگائے رکھتے تھے اور اگر وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی آواز سنائی دیتی تو آپ ان پر حملہ نہیں کرتے تھے، ورنہ ان پر حملہ کر دیتے تھے۔ [مسلم، كتاب الصلوة، باب الإمساك عن الإغارة على قوم في دارالكفر ...... الخ : ٣٨٢]

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴿۶﴾ وَ اِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ﴿۷﴾ وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ﴿۸﴾

"بے شک انسان اپنے رب کا یقیناً بہت ناشکرا ہے۔ اور بے شک وہ اس بات پر یقیناً (خود) گواہ ہے۔ اور بے شک وہ مال کی محبت میں یقیناً بہت سخت ہے۔"

اس سورت کی پہلی پانچ آیات میں قسمیں اٹھانے کے بعد اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ انسان یقیناً اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ یہ پانچوں قسمیں اس دعویٰ کی دلیل اور شاہد کے طور پر لائی گئی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ گھوڑے اپنے اس مالک کے لیے اتنی تگ و دو کرتے ہیں جو ان کی تھوڑی بہت خدمت کرتا ہے، جس نے نہ انھیں پیدا کیا ہے اور نہ حقیقی رازق ہے۔ تو کیا انسان اللہ تعالیٰ کے کہنے پر جو اس کا خالق بھی ہے، مالک اور رازق بھی، اتنی تگ و دو کرنے اور قربانی دینے پر تیار ہے؟

اگلی آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ بے شک انسان اپنے ناشکرا ہونے پر خود گواہ ہے، یعنی اس کے اقوال اور افعال سے ظاہر ہے کہ وہ ناشکرا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ﴾ [التوبة : ١٧] ''مشرکوں کا کبھی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔''

آخری آیت میں فرمایا کہ انسان مال و دولت سے بے انتہا محبت کرتا ہے، اس کے حصول کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا اور اپنی جان جوکھم میں ڈال دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾ [الفجر : ٢٠] ''اور مال سے محبت کرتے ہو، بہت زیادہ محبت کرنا۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بحرین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سا مال آیا، تو آپ نے فرمایا: ''اسے مسجد میں رکھ دو۔'' اور یہ مال اس سب مال سے زیادہ تھا جو اب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ چکا تھا، پھر آپ نماز کے لیے تشریف لائے اور اس مال کی طرف دیکھا تک نہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ اس مال کے پاس آ بیٹھے اور جس کسی پر آپ کی نظر پڑی اسے دینا شروع کیا۔ اتنے میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے، یا رسول اللہ! مجھے بھی عطا کیجیے، کیونکہ میں نے (غزوۂ بدر میں) اپنا بھی فدیہ ادا کیا تھا اور عقیل کا بھی (اور اب زیر بار ہوں)۔ آپ نے فرمایا: ''(جتنا چاہو) لے لو۔'' تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ لپیں بھر بھر کر اپنے کپڑے میں ڈالنے لگے، پھر اسے اٹھانے لگے تو اٹھا نہ سکے۔ کہنے لگے، یا رسول اللہ! کسی کو حکم دیجیے کہ مجھے اٹھوا دے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں (یہ نہیں ہو سکتا)۔'' سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اچھا، پھر ذرا خود ہی اٹھوا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں (یہ بھی نہیں ہو گا)۔'' آخر انھوں نے اس میں سے کچھ مال نکال دیا، پھر اٹھانے لگے تو بھی نہ اٹھا سکے اور کہا، یا رسول اللہ! کسی کو حکم دیجیے کہ مجھے اٹھوا دے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں (یہ نہیں ہو سکتا)۔'' پھر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ ہی ذرا تعاون فرما دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' پھر انھوں نے اس میں سے مزید کچھ مال نکال دیا اور (باقی کو) اپنے کندھے پر لاد کر چل دیے۔ آپ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی حرص پر تعجب کرتے ہوئے انھیں اس وقت تک دیکھتے رہے جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہوئے۔ غرض آپ وہاں سے اس وقت اٹھے جب ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ [بخاري، كتاب الصلوة، باب القسمة و تعليق القنو في المسجد : ٤٢١]

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ۝۹ وَ حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ۝۱۰ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝۱۱

''تو کیا وہ نہیں جانتا جب قبروں میں جو کچھ ہے باہر نکال پھینکا جائے گا۔ اور جو کچھ سینوں میں ہے ظاہر کر دیا جائے گا۔ بے شک ان کا رب اس دن ان کے متعلق یقیناً خوب خبر رکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا مغرور انسان کو معلوم نہیں کہ جس دن اللہ تعالیٰ قبروں سے تمام مُردوں کو باہر نکال دے گا اور انسانوں کے سینوں میں جو بھی خیر و شر چھپا ہوگا وہ تمام ظاہر کر دیا جائے گا اور کوئی چیز چھپی نہیں رہے گی۔ اس دن ان کا رب ان کے ظاہر و باطن تمام اعمال سے خوب باخبر ہوگا اور ان اعمال کا انھیں پورا پورا بدلہ دے گا۔

سورة القارعة مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اَلْقَارِعَةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ۚ﴿۲﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ؕ﴿۳﴾

’’وہ کھٹکھٹانے والی۔ کیا ہے وہ کھٹکھٹانے والی؟ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ کھٹکھٹانے والی کیا ہے؟‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا، قیامت کا دن، جو اپنی ہولناکیوں اور دہشت کے ذریعے سے لوگوں کے دلوں کو نہایت سختی کے ساتھ جھنجھوڑ دینے والا ہوگا، آپ کو کیا معلوم کہ وہ کیسی بلائے ناگہانی ہے، اس کی ہولناکیاں کس قدر شدید ہیں اور اس کی آوازیں کس قدر دہشت ناک ہیں؟ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴾ [عبس : ۳۳ تا ۳۷] ’’پس جب کانوں کو بہرا کرنے والی (قیامت) آجائے گی۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ (سے)۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔‘‘

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ﴿۴﴾

’’جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے۔‘‘

جس طرح پروانے بے شمار تعداد میں ایک دوسرے کے گرد اڑتے، گھومتے، آپس میں ٹکراتے ہوئے آگ کی طرف تیزی سے جا رہے ہوتے ہیں، اسی طرح سب لوگ ایسی ہی پریشانی اور تیزی کے ساتھ میدانِ محشر میں بلانے والے کی طرف جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى

الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ [القمر : ۷، ۸] ’’ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴾ [ابراهيم : ۴۳] ’’اس حال میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے، ان کی نگاہ ان کی طرف نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔‘‘

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے، وہ اپنے دادا (یعنی عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن متکبر لوگ آدمیوں کی صورتوں میں چیونٹیوں کی مانند اکٹھے کیے جائیں گے۔ ہر طرف سے ذلت انھیں گھیرے ہوئے ہوگی۔ وہ جہنم کی ایک ’بولس‘ نامی کوٹھڑی کی طرف ہانکے جائیں گے۔ آگوں کی آگ ان پر مسلط ہوگی۔ انھیں جہنمیوں کا پسینا اور ان کے زخموں کی پیپ پلائی جائے گی۔‘‘ [ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب ما جاء فی شدة الوعيد للمتكبرين : ۲۴۹۲۔ مسند الحميدی بتحريفات الأعظمی : ۲/ ۲۷۲، ۲۷۳، ح : ۵۹۸]

وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵

’’اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔‘‘

قیامت کے دن پہاڑ دھنک کر اون یا روئی کے گالوں کی طرح کر دیے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴾ [طٰهٰ : ۱۰۵] ’’اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔‘‘ چونکہ پہاڑ سرخ، سفید، سیاہ اور بے شمار رنگوں والے ہیں، اس لیے جب وہ دھنکے جائیں گے تو مختلف رنگوں میں رنگی اور دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱

’’تو لیکن وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے۔ تو وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا۔ اور لیکن وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے۔ تو اس کی ماں ہاویہ ہے۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ کیا ہے؟ ایک سخت گرم آگ ہے۔‘‘

اس دن جب لوگ قبروں سے نکل کر میدانِ محشر میں جمع ہوں گے اور ان کے نامۂ اعمال رب العالمین کے سامنے پیش ہوں گے، تو جس کی نیکیوں کا پلڑا جھک جائے گا وہ جہنم سے نجات پا جائے گا اور اسے جنت میں دائمی خوشگوار زندگی مل جائے گی۔ اس کے برعکس جس کی نیکیاں کم ہو جائیں گی اور گناہ زیادہ ہو جائیں گے، یا اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی جیسے کافر و مشرک، تو اس کا ٹھکانا جہنم کی کھائی ہوگی، جس میں وہ سر کے بل ڈال دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا: ﴿ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿١٠١﴾ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴾ [المؤمنون : ۱۰۱ تا ۱۰٤] ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان نہ کوئی رشتے ہوں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوگئے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوگئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔''

آخر میں اللہ تعالیٰ نے جہنم کی ہولناکیوں اور اس کے عذاب کی سختی کا احساس دلانے کے لیے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ کو کیا معلوم کہ وہ '' هَاوِيَةٌ '' کیا ہے؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ وہ تو جہنم کی دھکتی ہوئی آگ ہے، جس کی گرمی دنیا کی آگ کی گرمی سے انہتر گنا زیادہ ہوگی، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری یہ (دنیا کی) آگ جہنم کی آگ کے مقابلے میں (اپنی گرمی اور ہلاکت خیزی میں) سترواں حصہ ہے۔'' کسی نے کہا، یا رسول اللہ! (جلانے کے لیے تو) یہ ہماری دنیا کی آگ ہی کافی تھی۔ فرمایا: ''ہاں، لیکن آتش دوزخ تو اس سے انہتر حصے تیز ہے اور اس کا ہر حصہ اس اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ۳۲٦٥۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب جهنم أعاذنا اللہ منها : ۲۸٤۳]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جہنمیوں میں سے سب سے ہلکا عذاب قیامت والے دن اسے ہوگا جس کے پاؤں کے تلوں کے نیچے دو انگارے رکھے جائیں گے اور انھی دو انگاروں (کی شدت حرارت) کی وجہ سے اس کا دماغ کھولے گا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب أهون أهل النار عذابًا : ۲۱۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آگ نے اپنے رب سے شکایت کی، اے اللہ! میرا ایک حصہ دوسرے حصے کو کھائے جا رہا ہے، لہٰذا مجھے سانس لینے کی اجازت دیجیے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی، ایک سردی میں اور ایک گرمی میں۔ پس سخت سردی، جو تم پاتے ہو اس کا سرد سانس ہے اور سخت گرمی جو پڑتی ہے اس کے گرم سانس کا اثر ہے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الإبراد بالظهر فی شدة الحر......الخ: ۱۸۷/٦۱۷۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ۳۲٦۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب گرمی شدت کی پڑے تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو، بلاشبہ گرمی کی سختی جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔'' [بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب الإبراد بالظهر فی شدة الحر : ۵۳٦۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الإبراد بالظهر فی شدة الحر ...... الخ : ٦۱۵]

سورة التكاثر مكية

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے: ((لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَادِيَانِ وَ لَنْ يَمْلَأَ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ)) ''اگر ابن آدم کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کے پاس (ایسی) دو وادیاں ہو جائیں اور (سنو!) انسان کا منہ (قبر کی) مٹی کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کرے۔'' سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم ان الفاظ کو قرآن کا حصہ ہی سمجھتے تھے، یہاں تک کہ (اللہ تعالیٰ نے) یہ سورة: ﴿ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ﴾ نازل فرمائی۔ [بخاري، كتاب الرقاق، باب ما يتقى من فتنة المال : ٦٤٣٩، ٦٤٤٠]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱

''تمھیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! تمھیں کثرت اور زیادہ کی چاہت نے اللہ اور اس کی محبت سے غافل کر دیا ہے۔ یہاں صرف کثرت اور زیادہ کی چاہت کا ذکر کیا گیا اور ان چیزوں کا ذکر نہیں کیا گیا جن میں آدمی نام و نمود کی خاطر زیادہ کا خواہاں ہوتا ہے۔ اس لیے اس ''تکاثر'' میں ہر وہ چیز شامل ہو گی جس میں کثرت کی خواہش فخر و مباہات کے لیے ہوتی ہے، چاہے وہ مال ہو یا اولاد، نوکر چاکر ہوں یا جاہ و حشمت۔ ہر وہ چیز جس میں طلب کثرت سے مقصود طلب رضائے الٰہی نہ ہو، اس میں داخل ہو گی۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کے پاس اگر مال و دولت سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کو تلاش کرے گا، (کیونکہ) آدمی کا پیٹ کوئی چیز نہیں بھر سکتی سوائے (قبر کی) مٹی کے اور اللہ تعالیٰ اسی کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب ما يتقى من فتنة المال : ٦٤٣٦۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب لو أن لابن آدم واديين لابتغى ثالثًا ...... الخ : ١٠٤٨]

سیدنا عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سورۃ: ﴿ اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ﴾ کی تلاوت کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: ''ابن آدم کہتا رہتا ہے، میرا مال میرا مال، اے ابن آدم! تیرا مال تو صرف وہ ہے جسے تو نے کھا کر فنا کر دیا، یا پہن کر پرانا کر دیا، یا صدقہ دے کر باقی رکھ لیا۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنۃ للکافر : ۲۹۵۸]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میت کے ساتھ (قبرستان میں) تین چیزیں جاتی ہیں، جن میں سے دو تو واپس آ جاتی ہیں، صرف ایک ساتھ رہ جاتی ہے، اس کے ساتھ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل جاتے ہیں، پھر اس کے گھر والے اور اس کا مال تو لوٹ آتے ہیں، صرف اس کا عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت : ٦٥١٤۔ مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنۃ للکافر : ۲۹٦۰]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جوں جوں انسان کی عمر بڑھتی جاتی ہے توں توں اس کے اندر دو چیزوں کی خواہش بڑھتی جاتی ہے، ایک مال کی محبت اور دوسری عمر کی درازی۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنۃ فقد أعذر اللہ إلیه فی العمر ...... الخ : ٦٤٢١۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب کراھۃ الحرص علی الدنیا : ۱۰٤۷]

سب سے نقصان دہ حرص دو چیزوں کی ہے، سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر دو بھوکے بھیڑیے بکریوں میں چھوڑ دیے جائیں، تو وہ انھیں اتنا نقصان نہیں پہنچاتے، جتنا نقصان آدمی کے دین کو اس کی مال اور بڑا بننے کی حرص پہنچاتی ہے۔'' [ترمذی، کتاب الزھد، باب حدیث : ما ذئبان جائعان أرسلا فی غنم ...... الخ : ۲۳۷٦۔ طبرانی کبیر : ۱۹/ ۹٦، ح : ۱۸۹]

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲

''یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! تم اللہ کی یاد اور فکر آخرت سے یکسر غافل رہو گے، یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچ جاؤ۔ اس وقت تمھاری آنکھوں کا پردہ ہٹ جائے گا اور حقیقت تمھارے سامنے کھل کر آ جائے گی، لیکن اس وقت ایمان و یقین کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہاں ہم زیارت قبور کے احکام و مسائل کے حوالے سے چند احادیث رسول پیش کرتے ہیں۔

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے تمھیں قبروں پر جانے سے منع کیا تھا، اب مجھے اپنی والدہ محترمہ کی قبر پر جانے کی اجازت مل گئی ہے، لہٰذا تم بھی قبروں کی زیارت کرو، کیونکہ یہ آخرت یاد کرواتی ہے۔'' [ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الرخصۃ فی زیارۃ القبور : ۱۰۵٤۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربه ...... الخ : ۱۰۸/ ۹۷٦، ۹۷۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو قبر پر روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''اللہ سے ڈر اور صبر کر۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور : ۱۲۸۳]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ دعا سکھایا کرتے تھے کہ جب وہ قبرستان کی طرف جائیں تو یوں کہیں: ((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَ إِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَلَاحِقُوْنَ، أَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ)) ''اے ان گھروں کے مسلمان اور مومن باسیو! السلام علیکم، ہم ان شاءاللہ تمھارے پاس آنے ہی والے ہیں، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمھارے لیے خیر و عافیت کا طلب گار ہوں۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور...... الخ : ۹۷۵]

سیدنا ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قبروں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ قبروں پر (مجاور بن کر) بیٹھو۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر ...... الخ : ۹۷۲/۹۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات کی علامتیں ظاہر ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (شدت تکلیف سے) اپنی چادر بار بار چہرۂ مبارک پر ڈالتے اور جب کچھ افاقہ ہوتا تو چہرۂ مبارک سے چادر ہٹا دیتے اور آپ نے اسی اضطراب و پریشانی کی حالت میں فرمایا: ''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ مسلمانوں کو ایسے کاموں سے ڈرا رہے تھے۔ [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب : ۴۳۵، ۴۳۶۔ مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور ...... الخ : ۵۳۱]

سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پانچ روز قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میں اللہ کے علاوہ تم میں سے کسی کو اپنا خلیل نہیں بنا سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لوگو! غور سے سنو! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا کرتے تھے۔ خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ، میں تمھیں اس سے منع کرتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور ...... الخ : ۵۳۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کوئی انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے جلا دے تو یہ اس کے لیے اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر (مجاور بن کر) بیٹھے۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر ...... الخ : ۹۷۱]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پکی بنانے، قبر پر (مجاور بن کر) بیٹھنے اور قبر پر کسی بھی قسم کی عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ [مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن تجصیص القبر والبناء علیه : ۹۷۰]

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴿۵﴾

”ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ پھر ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ ہرگز نہیں، کاش! تم جان لیتے، یقین کا جاننا۔“

فرمایا کہ دنیا کی حرص و ہوس والے اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں، ورنہ قیامت کے دن وہ اس کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اگر وہ حبِ دنیا اور فخر و مباہات میں لگے رہے اور اللہ کی یاد سے غافل رہے تو عنقریب روزِ قیامت اپنا برا انجام دیکھ لیں گے۔ آخر میں فرمایا کہ موت کے بعد جن حالات کا تم سامنا کرنے والے ہو، اگر اس کا یقینی علم تمھارے دلوں کو چھو لیتا، تو تم دنیا کی حرص و ہوس میں نہ پڑتے، بلکہ زہد و تقویٰ اور عمل صالح والی زندگی کو اپنا لیتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾ [النازعات : ۳۵ تا ۳۹] ”جس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی۔ اور جہنم (ہر) اس شخص کے لیے ظاہر کر دی جائے گی جو دیکھتا ہے۔ پس لیکن جو حد سے بڑھ گیا۔ اور اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بے شک جہنم ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔“

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ (روزِ قیامت) بات کرے گا اور ربّ اللہ کے اور اس شخص کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہو گا۔ آدمی اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اس کو کچھ نظر نہیں آئے گا سوائے ان اعمال کے جو اس نے آگے بھیج دیے ہوں گے، بائیں طرف دیکھے گا تو اسے کچھ نظر نہیں آئے گا، سوائے ان اعمال کے جو اس نے آگے بھیج دیے ہوں گے اور اپنے آگے دیکھے گا، تو کچھ دکھائی نہیں دے گا سوائے آگ کے، جو اس کے منہ کے سامنے ہو گی، لہٰذا آگ سے بچو، اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی۔“ [مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ...... الخ : ۱۰۱۶]

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ﴿۷﴾

”کہ یقیناً تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر یقیناً تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم لوگ جہنم کو قیامت والے دن ضرور دیکھو گے۔ مشرک اسے دیکھے گا اور اس میں پھینک دیا جائے گا اور مومن اسے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے نجات دے دے گا۔ آگے فرمایا کہ تمھارا جہنم کو دیکھنا ایسی یقینی بات ہے جس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں ہے، اسے سامنے لایا جائے گا اور تمام اہل موقف اسے دیکھیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَ رَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَ لَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا﴾ [الکھف : ۵۳] ”اور مجرم لوگ آگ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ بے شک وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔“

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿٨﴾ ع ١/ ٢٧

''پھر یقیناً تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! جس دن تم لوگ جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے، اس دن تم سے ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جو اللہ نے تمھیں دنیا میں دی تھیں۔ نعمتوں کے بارے میں بندوں سے سوال یہ کیا جائے گا کہ انھوں نے ان پر اپنے خالق و مالک کا شکر ادا کیا یا نہیں؟ تو جس نے دنیا میں اس کا شکر ادا کیا ہو گا وہ نجات پا جائے گا اور جس نے ناشکری کی ہو گی وہ اس کی گرفت میں آ جائے گا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے، یعنی صحت اور فراغت۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الصحة والفراغ ...... الخ : ٦٤١٢]

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ لوگ ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں اور ان کے شکر کو ادا نہیں کرتے اور جو اپنے اوپر لازم حق کو ادا نہ کرے وہ غافل ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت والے دن بندے سے جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہو گا وہ (اللہ کی عطا کی ہوئی) نعمتیں ہوں گی، بندے سے پوچھا جائے گا کہ کیا ہم نے تجھے صحت مند و توانا جسم نہیں دیا تھا؟ اور کیا ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة ألهاكم التكاثر : ٣٣٥٨۔ مستدرك حاكم : ١٣٨/٤، ح : ٧٢٠٣۔ ابن حبان : ٧٣٦٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴾ [التکاثر : ۸] ''پھر یقیناً تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔'' تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یا رسول اللہ! ہم سے کس نعمت کے بارے میں سوال ہو گا (ہماری خوراک) یہی دو کالی چیزیں (کھجور اور پانی) ہیں، دشمن سر پر ہے اور تلواریں ہمارے کندھوں پر رہتی ہیں (پھر باز پرس کس چیز کی ہو گی؟) آپ نے فرمایا: ''تاہم یہ ضرور ہو گا۔'' [ترمذی، کتاب تفسير القرآن، باب و من سورة ألهاكم التكاثر : ٣٣٥٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دن یا رات کا وقت تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (گھر سے) باہر تشریف لے گئے، دیکھا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی وہاں موجود ہیں۔ آپ نے پوچھا: ''تمھیں تمھارے گھروں سے اس وقت کس چیز نے نکالا؟'' انھوں نے جواب دیا، اے اللہ کے رسول! بھوک نے۔ آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے بھی وہی چیز (گھر سے) باہر لے آئی ہے، جس نے تمھیں نکالا ہے، تو (میرے ساتھ) چلو۔'' وہ دونوں آپ کے ساتھ چل پڑے، آپ ایک انصاری صحابی کے گھر آئے، لیکن وہ صحابی گھر میں موجود نہیں تھا، اس کی بیوی نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہا، اہلاً وسہلاً ومرحبا (یا رسول اللہ!) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا:

”فلاں شخص (یعنی تمھارا خاوند) کہاں ہے؟“ اس نے کہا، وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری صحابی بھی آ گیا۔ اس نے جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا تو کہا، الحمد للہ! آج کسی کے پاس اتنے عزت والے مہمان نہیں ہیں، جتنے میرے پاس ہیں، پھر وہ گیا اور کھجوروں کا ایک خوشہ لے کر آیا، جس میں نیم پختہ، سوکھی اور تازہ کھجوریں تھیں اور کہنے لگا، اس میں سے کھائیے۔ پھر اس نے چھری پکڑی، تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔“ الغرض، اس نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے لیے ایک بکری ذبح کی (اور اسے پکایا) تو سب نے اس کا گوشت کھایا، کھجوریں کھائیں اور (میٹھا) پانی پیا۔ جب سب نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا اور پانی پی لیا تو رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ضرور بضرور تم سے قیامت والے دن ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، تم بھوک کی وجہ سے اپنے گھروں سے نکلے تھے تو تمھارے واپس لوٹنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ نعمتیں عطا کیں۔“ [مسلم، کتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره ...... الخ : ۲۰۳۸]

سورة العصر مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

وَ الْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳ ع ۲۸

”زمانے کی قسم! کہ بے شک ہر انسان یقیناً گھاٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔“

وَ الْعَصْرِ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کی عصر کی نماز ضائع ہو گئی گویا کہ اس کے اہل و عیال اور اس کا مال سب کچھ تباہ ہو گیا۔“ [ترمذی، کتاب الصلوة، باب ما جاء فی السهو عن وقت صلوة العصر : ۱۷۵]

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ : اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھا کر فرمایا کہ قیامت کے دن تمام انسان خسارے میں رہیں

گے اور انھیں فلاح نصیب نہیں ہوگی۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنی دنیاوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، شیطان کی اطاعت کرتے رہے، ایمان نہیں لائے، نیک عمل نہیں کیے، حق کی تبلیغ نہیں کی اور صبر کی تلقین نہیں کی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴾ [النساء : ۱۱۹] ''اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔'' اور فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَيَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۷] ''وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو، اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو قطع کرتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ٞ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [المائدة : ۵] ''اور جو ایمان سے انکار کرے تو یقیناً اس کا عمل ضائع ہوگیا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہے۔''

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : ایمان لانا بڑا ضروری ہے، ایمان کے بغیر نجات نہیں، بغیر ایمان کے تمام اعمال صالحہ بیکار ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴾ [بني إسرائيل : ۱۹] ''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی، جو اس کے لائق کوشش ہے، جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قدر کی ہوئی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۴] ''اور جو شخص نیک کاموں میں سے (کوئی کام) کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے نقطے کے برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ : نیک اعمال کرنا بھی ضروری ہے، قیامت کے روز نیک اعمال ہی کام آئیں گے، جس کا نیک اعمال والا پلڑا جھک جائے گا وہ جنت میں جائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ۝ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۷ تا ۲۰] ''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔ تو کیا وہ شخص جو مومن ہو وہ اس کی طرح ہے جو نافرمان ہو؟ برابر نہیں ہوتے۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور رہے وہ لوگ جنھوں نے نافرمانی کی تو ان کا ٹھکانا آگ ہی ہے، جب کبھی چاہیں گے کہ اس سے نکلیں اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا آگ

کا وہ عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔‘‘

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ : یعنی جو حق اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اس کو لوگوں تک پہنچانا، اس کے مطابق عمل کرنے کی نصیحت اور وصیت کرنا۔ اگر کوئی شخص ایمان بھی لاتا ہے اور نیک عمل بھی کرتا ہے لیکن اسلام کی تبلیغ نہیں کرتا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام نہیں دیتا تو وہ نقصان میں رہے گا۔ صرف مسلمان ہونا کافی نہیں، بلکہ اسلام کی دعوت دینا، نیک کام کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ [التحریم : ٦] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔‘‘

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ’’جو یہاں موجود ہے وہ اسے جو یہاں موجود نہیں (میری بات) پہنچا دے، کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جسے بات پہنچائی جائے وہ (اسے) سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الحج، باب الخطبة أيام منًى : ۱۷٤۱]

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ : حق کی وصیت یعنی تبلیغ کا کام بہت مشکل ہے، اس راہ میں بہت سی رکاوٹیں آتی ہیں، بہت سی تکلیفیں جھیلنا پڑتی ہیں اور بہت سی دل آزار باتیں سننا پڑتی ہیں۔ ان مصائب کو برداشت کرنا صبر کے بغیر ممکن نہیں اور یہ چیز بغیر اللہ کی توفیق کے ممکن نہیں۔ اس راہ میں بہت سے لوگوں کے پیر پھسل جاتے ہیں، بہت سے ڈگمگانے لگتے ہیں اور ہمت ہار جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں ایسے لوگوں کو صبر کی تلقین کرنا بہت ضروری ہے۔ یعنی صرف تبلیغ کرنا ہی کافی نہیں، بلکہ تبلیغ کرنے والوں کو صبر و استقامت کی نصیحت کرنا بھی ضروری ہے، تاکہ وہ پامردی کے ساتھ تبلیغ میں مصروف رہیں۔

جس معاشرہ میں اور اس کے افراد میں یہ چاروں صفات پائی جائیں ان کے متعلق یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کے لمحات سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور آخرت میں وہ خسارے سے محفوظ رہیں گے۔

سورة الهمزة مکیة

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

وَیۡلٌ لِّکُلِّ ہُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ ۙ﴿۱﴾

’’بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لیے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جہنم کی وادی ویل، یا ہلاکت و عذاب کی دھمکی ہر اس شخص کو دی ہے جو لوگوں کی عیب جوئی اور منہ پر یا پیٹھ پیچھے غیبت کرتا پھرتا ہے۔ "ہُمَزَۃٍ" سے مراد وہ آدمی ہے جو کسی کی اس کے منہ پر برائی بیان کرتا ہے اور "لُّمَزَۃِ" اس کو کہتے ہیں جو کسی کی پیٹھ پیچھے برائی بیان کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تُطِعۡ کُلَّ حَلَّافٍ مَّہِیۡنٍ ۙ﴿۱۰﴾ ہَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیۡمٍ ﴾ [القلم : ۱۰، ۱۱] ’’اور تو کسی بہت قسمیں کھانے والے ذلیل کا کہنا مت مان۔ جو بہت طعنہ دینے والا، چغلی میں بہت دوڑ دھوپ کرنے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡہُمۡ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُنَّ خَیۡرًا مِّنۡہُنَّ ۚ وَ لَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ لَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ ؕ بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِیۡمَانِ ۚ وَ مَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴾ [الحجرات : ۱۱] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی قوم سے مذاق نہ کرے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ کوئی عورتیں دوسری عورتوں سے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں کے ساتھ پکارو، ایمان کے بعد فاسق ہونا برا نام ہے اور جس نے توبہ نہ کی سو وہی اصل ظالم ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوۡا وَ لَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا فَکَرِہۡتُمُوۡہُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیۡمٌ ﴾ [الحجرات : ۱۲] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں اور نہ جاسوسی کرو اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جبکہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ

سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟‘‘ لوگوں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’(غیبت یہ ہے کہ) تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو کہ (اگر وہ سنے تو) اسے ناگوار گزرے۔‘‘ کسی نے کہا، اے اللہ کے رسول! اگر اس میں وہ عیب موجود ہو جو میں کہہ رہا ہوں، تب؟ فرمایا: ’’اگر اس میں وہ عیب موجود ہے جو تم کہہ رہے ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ عیب موجود نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة : ۲۵۸۹]

الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾

’’وہ جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ وہ گمان کرتا ہے کہ بے شک اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔‘‘

یعنی لوگوں کی عیب جوئی، ان پر طعنہ زنی اور ان کی تحقیر کا اصل باعث اس کی مال جمع کرنے کی حد سے بڑھی ہوئی خواہش اور شدید بخل ہے۔ اس بخل نے چونکہ اس میں فراخ دلی یا ہمدردی وغیرہ کی کوئی خوبی باقی نہیں چھوڑی، اس لیے وہ اپنی خست وکمینگی پر پردہ ڈالنے کے لیے ہر صاحب خیر پر طعن کرتا اور اس کی عیب جوئی کرتا ہے، تاکہ کوئی اس کے بخل وحرص کی مذمت کی طرف متوجہ ہی نہ ہو سکے۔ منافقین بھی یہی کام کرتے تھے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾ [التوبة : ۷۹] ’’وہ لوگ جو صدقات میں خوش دلی سے حصہ لینے والے مومنوں پر طعن کرتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے، سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔ اللہ نے ان سے مذاق کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔‘‘

اس کے علاوہ وہ زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کے لیے دوسروں کی بدگوئی اور عیب جوئی کرتا ہے اور اپنے آپ کو صاف ستھرا ظاہر کرتا ہے، تاکہ لوگ ہر سودے اور ہر کام میں کسی اور سے معاملہ کرنے کے بجائے صرف اس سے معاملہ کریں اور اس کا مال بڑھتا رہے۔ اس کا طرزِ عمل بتاتا ہے کہ وہ مال کو موت سے بچانے والا سمجھتا ہے، کیونکہ اتنی عمر ہونے کے باوجود وہ مال جمع ہی کرتا جاتا ہے، نہ اللہ کا حق ادا کرتا ہے اور نہ بندوں کا، تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ جمع کیا ہوا مال اسے مرنے نہیں دے گا، بلکہ ہمیشہ زندہ رکھے گا۔

كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۫ۖ﴿۴﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ؕ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ﴿۷﴾

’’ہرگز نہیں، یقیناً وہ ضرور حطمہ میں پھینکا جائے گا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ حطمہ کیا ہے؟ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ وہ جو دلوں پر جھانکتی ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا گمان غلط ہے، اسے موت ضرور آئے گی اور اس عارضی زندگی کے بعد دائمی زندگی آئے گی، جس میں اسے اپنے برے اعمال کی سزا بھگتنا ہوگی اور قیامت کے دن اسے اس آگ میں ڈال دیا جائے گا جو اپنے اندر ڈالی جانے والی ہر چیز کو نیست و نابود کر دے گی۔ آگے فرمایا کہ اے نبی! آپ کو کیا معلوم کہ وہ ’’حطمہ‘‘ یعنی جہنم کیا چیز ہے؟ پھر کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جلائی ہوئی آگ ہوگی، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور جو اپنی شدت اور تیزی کے سبب جسموں کو جلاتی ہوئی دلوں تک پہنچ جائے گی۔

الْحُطَمَةِ : یعنی بہت ہی توڑ پھوڑ دینے والی، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا» ’’میں نے جہنم کو دیکھا کہ اس کے اپنے حصے ایک دوسرے کو توڑ رہے تھے۔‘‘ [بخاری، کتاب العمل فی الصلوة، باب إذا انفلت الدابة فی الصلوة : ۱۲۱۲]

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ : ’’اللہ کی آگ‘‘ کہنے میں اس آگ کی جو ہولناکی بیان ہوئی ہے وہ کسی اور لفظ میں بیان ہو ہی نہیں سکتی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم جانتے ہو یہ آواز کیسی ہے؟‘‘ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’یہ ایک پتھر ہے جو ستر (۷۰) سال پہلے دوزخ میں پھینکا گیا تھا، وہ دوزخ میں گرتا رہا، یہاں تک کہ اب اس وقت وہ اس کی تہ میں پہنچا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها ، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۴]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’آگ ان میں سے بعض کے ٹخنوں تک پہنچے گی، بعض کے گھٹنوں تک، بعض کی کمر تک اور بعض کی ہنسلی تک پہنچے گی۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۵/۳۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تمھاری یہ (دنیا کی) آگ جہنم کی آگ کے مقابلے میں (اپنی گرمی اور ہلاکت خیزی میں) سترواں حصہ ہے۔‘‘ کسی نے کہا، یا رسول اللہ! (جلانے کے لیے تو) یہ ہماری دنیا کی آگ ہی کافی تھی۔ فرمایا: ’’ہاں، لیکن آتش دوزخ تو اس سے انہتر حصے تیز ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ۳۲۶۵۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب جهنم أعاذ نا الله منها : ۲۸۴۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن دوزخ کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے، جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۲]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن جہنمیوں میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال تھا، پھر اسے دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی خیر دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی خوشحالی کا کوئی لمحہ گزرا؟ وہ کہے گا، نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! (میں نے کوئی خیر نہیں دیکھی) پھر جنتیوں میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب لوگوں سے زیادہ برے حال میں تھا۔ اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی تنگی و مصیبت دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی مشکل و تکلیف دہ لمحہ بھی آیا؟ وہ کہے گا، نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! اللہ کی قسم، مجھ پر کبھی کوئی تنگی و مصیبت نہیں آئی اور نہ میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار...... الخ : ۲۸۰۷]

اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝۸ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝۹

''یقیناً وہ ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی ہے۔ لمبے لمبے ستونوں میں۔''

آگ کو بند کر دیا جائے گا، یعنی اس کی بھاپ کو بھی باہر نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا، دوزخ کی پوری گرمی اندر ہی رہے گی، باہر نہیں نکلنے پائے گی۔ دوزخ میں لمبے لمبے ستون ہوں گے جن کے درمیان کی جگہ کو بند کر کے آگ کو بند کر دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝۱۹ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴾ [البلد : ۱۹، ۲۰] ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا وہی بائیں ہاتھ والے ہیں۔ ان پر (ہر طرف سے) آگ بند کی ہوئی ہوگی۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝۱۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [هود : ۱۵، ۱۶] ''جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو ہم انھیں ان کے اعمال کا بدلہ اسی (دنیا) میں پورا دے دیں گے اور اس (دنیا) میں ان سے کمی نہ کی جائے گی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہو گیا جو کچھ انھوں نے اس میں کیا اور بے کار ہے جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔''

سورة الفيل مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝٢ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝٣ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝٤ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝٥

''کیا تونے نہیں دیکھا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کس طرح کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر کو بے کار نہیں کر دیا؟ اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیج دیے۔ جو ان پر کھنگر (پکی ہوئی مٹی) کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ تو اس نے انھیں کھائے ہوئے بُھس کی طرح کر دیا۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل قریش پر احسان جتاتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے فرمایا، کیا آپ نے اللہ کی قدرت، اس کی عظمت، بندوں پر اس کی رحمت اور اس کی توحید اور اس کے رسول کی صداقت کے دلائل کا اصحاب فیل کے واقعے میں نظارہ نہیں کیا کہ اس نے خانہ کعبہ کے خلاف اصحاب فیل کی سازش کو کس طرح ناکام بنا دیا؟ ان کو ہلاک و برباد کرنے کے لیے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیے جو سمندر کی طرف سے آئے تھے۔ اہل مکہ نے، جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے تھے، انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ ابرہہ کی فوج کے اوپر آئے اور اپنی چونچوں اور پنجوں میں موجود کنکریوں کو ان پر برسانے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے، تو اس نے انھیں کھائے ہوئے بُھس کی طرح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کو جو حرمت عطا فرمائی تھی اس کو برقرار رکھا اور تخریبی کارروائی کی نیت سے آنے والوں کو تباہ و برباد کر دیا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمانوں اور زمین

کو پیدا کیا، اسی دن سے مکہ مکرمہ کو حرمت والا قرار دے دیا۔ اب اللہ تعالیٰ کا اسے حرمت والا قرار دینے کی وجہ سے وہ قیامت تک حرمت والا رہے گا۔ (اس میں قتال وغیرہ) مجھ سے پہلے بھی کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور میرے لیے جو حلال ہوا تو وہ بھی صرف ایک گھڑی کے لیے۔'' [بخاري، كتاب المغازي، بابٌ : ٤٣١٣۔ مسلم، كتاب الحج، باب مكة و تحريم صيدها ...... الخ : ١٣٥٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مکہ فتح کروا دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: ''یقیناً اللہ نے ہاتھیوں (کے لشکر) کو مکہ سے روک دیا تھا، لیکن اپنے رسول اور مومنوں کو مکہ پر غلبہ دیا۔ تو (اس میں قتال وغیرہ) مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک گھڑی کے لیے حلال ہوا ہے، اب میرے بعد کسی کے لیے حلال نہیں ہوگا۔'' [بخاري، كتاب في اللقطة، باب كيف تعرف لقطة أهل مكة ؟ : ٢٤٣٤۔ مسلم، كتاب الحج، باب تحريم مكة و صيدها ...... الخ : ١٣٥٥]

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے موقع پر (مکہ جانے کے لیے مدینہ سے) باہر نکلے اور جب آپ راستے میں ایک جگہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خالد بن ولید قریش کے (دوسو) سواروں کے ساتھ ہماری نقل و حرکت کا اندازہ لگانے کے لیے غمیم میں فروکش ہیں، لہٰذا تم دائیں طرف کا راستہ اختیار کرو۔'' اللہ کی قسم! خالد کو خبر ہی نہیں ہوئی، یہاں تک کہ (اسلامی) لشکر کا غبار انھیں دکھائی دیا۔ تو (ان میں سے) ایک شخص فوراً قریش کو اطلاع دینے کے لیے روانہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر چلتے رہے، یہاں تک کہ آپ اس گھاٹی پر پہنچے کہ جہاں سے ان پر اترا جائے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے (اسے اٹھانے کے لیے) کہا، حَلْ حَلْ، لیکن وہ نہیں اٹھی، تو لوگوں نے کہا، قصوا اڑ گئی، قصوا اڑ گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قصوا نہیں بیٹھی اور نہ یہ اس کی عادت ہے، بلکہ اسے اس ہستی نے روک دیا جس ہستی نے ہاتھی (والوں) کو روک دیا تھا۔'' [بخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد ...... الخ : ٢٧٣١، ٢٧٣٢]

سورۃ قریش مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ﴿۱﴾ اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیۡفِ ﴿۲﴾ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ ہٰذَا الۡبَیۡتِ ﴿۳﴾ الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ﴿۴﴾

''قریش کے دل میں محبت ڈالنے کی وجہ سے۔ ان کے دل میں سردی اور گرمی کے سفر کی محبت ڈالنے کی وجہ سے۔ تو ان پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ وہ جس نے انھیں بھوک سے (بچا کر) کھانا دیا اور خوف سے (بچا کر) امن دیا۔''

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے قریش پر اپنے کئی احسانات ذکر فرمائے ہیں۔ قریش مکہ معظمہ میں رہتے تھے اور کعبہ کے متولی تھے۔ یہ لوگ سال میں دو تجارتی سفر کرتے تھے، گرمی کے موسم میں شام کی طرف، کیونکہ وہ سرد علاقہ ہے اور سردی میں یمن کی طرف، کیونکہ وہ گرم علاقہ ہے۔

پہلا احسان تو یہ کہ ان کے دل میں سفر کی محبت ڈال دی۔ نہ انھیں سردی کے سفر میں مشقت محسوس ہوتی ہے اور نہ گرمی میں۔ سفر ہی دنیا میں وسیلۂ ظفر ہے، اگر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو سفر سے مانوس نہ کرتا تو وہ بھی اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے اور سفر سے جو مال و دولت، تجربہ و علم اور دنیا بھر کے لوگوں اور علاقوں سے واقفیت حاصل ہوتی ہے وہ کبھی حاصل نہ ہوتی۔ سفر سے مانوس ہونے کی یہی نعمت مسلمانوں کو آگے چل کر ہجرت کے سفر میں کام آئی، پھر کفار کے ساتھ لڑائی میں اور اس کے بعد روم و شام، عراق و فارس، ہند و سندھ، مصر و افریقہ بلکہ مشرق و مغرب کی فتوحات میں کام آئی۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلم قوم کے دنیا پر غالب آنے اور غالب رہنے کے لیے پہلا قدم یہ ہے کہ وہ سفر سے نہ گھبرائیں اور جب نکلنے کا موقع ہو تو زمین کے ساتھ چمٹ ہی نہ جائیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کافر اقوام ہی بری، بحری اور فضائی سفروں کی اجارہ دار ہیں، جبکہ مسلمان اکثر و بیشتر یہ سبق بھول چکے ہیں۔

دوسرا احسان یہ کہ اس وقت تمام عرب میں سخت بدامنی تھی، کسی کو خبر نہ تھی کہ کب اس پر حملہ ہو جائے اور اسے قتل کر دیا جائے؟ اٹھا لیا جائے، مال لوٹ لیا جائے یا عورتیں اور بچے غلام بنا لیے جائیں۔ ایسے حالات میں صرف اہل مکہ ہی کو یہ امن حاصل تھا کہ کوئی ان کی طرف میلی آنکھ سے بھی نہیں دیکھتا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٦٧] ”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے ایک حرم امن والا بنا دیا ہے، جب کہ لوگ ان کے گرد سے اچک لیے جاتے ہیں، تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟“

تیسرا احسان یہ کہ حرم کے باشندے ہونے کی وجہ سے تجارتی سفروں میں کوئی نہ ان کا قافلہ لوٹتا اور نہ ان سے وہ ٹیکس لیے جاتے، جو ہر قبیلہ اور ہر قوم اپنے علاقے سے گزرنے والوں سے لیتی تھی۔ انھیں کہیں آنے جانے سے بھی نہیں روکا جاتا تھا۔ چوتھا احسان یہ کہ تمام دنیا کے لوگ حج اور عمرہ کے لیے مکہ میں آتے اور دنیا بھر کا سامانِ تجارت یہاں پہنچتا۔ اس کے علاوہ ہر قسم کے پھل ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں یہاں پہنچتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [القصص : ٥٧] ”اور انھوں نے کہا اگر ہم تیرے ہمراہ اس ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنی زمین سے اچک لیے جائیں گے۔ اور کیا ہم نے انھیں ایک با امن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں، ہماری طرف سے روزی کے لیے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔“

ان تجارتی سفروں اور مکہ کی تجارت کے مالک ہونے کی وجہ سے قریش بڑے مال دار تھے اور حرم کی برکت سے امن و امان سے بھی بہرہ ور تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام نعمتیں اللہ کے گھر کی برکت سے ہیں اور صرف اور صرف رب تعالیٰ کا عطیہ ہیں۔ لہٰذا انھیں بھی یہ چاہیے کہ صرف اور صرف اسی وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کریں اور اس کے سوا کسی بھی صنم، شریک اور بت کی عبادت نہ کریں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بجا لاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں امن سے نوازتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دونوں جہانوں میں امن سے محروم کر دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴾ [النحل : ١١٢، ١١٣] ”اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو امن والی، اطمینان والی تھی، اس کے پاس اس کا رزق کھلا ہر جگہ سے آتا تھا، تو اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا، اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس انھی میں سے ایک رسول آیا تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا، تو انھیں عذاب نے اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ ظالم تھے۔“

سورة الماعون مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ﴿١﴾ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ﴿٢﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿٣﴾

''کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو جزا کو جھٹلاتا ہے۔تو یہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے میرے نبی! وہ آدمی لائق صد حیرت ہے جو قیامت کے دن کو اور جزا وسزا کو جھٹلاتا ہے اور کہتا ہے کہ موت کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے کہ جس میں انسانوں کو ان کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ چکایا جائے گا۔ وہ آدمی سنگ دل اور بے رحم ہے، یتیموں کو بری طرح ڈانٹتا ہے، انھیں دھکے دے کر بھگا دیتا اور ان کا حق ہڑپ کر جاتا ہے۔ چونکہ اس کا آخرت اور جزا وسزا پر ایمان نہیں، اسی لیے نہ وہ خود مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہے اور نہ دوسروں کو اس کی ترغیب دیتا ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ ۥ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ﴿١٦﴾ كَلَّا ۖ بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ﴿١٧﴾ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾ [الفجر : ١٦ تا ١٨] ''اور لیکن جب وہ اسے آزمائے، پھر اس پر اس کا رزق تنگ کر دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔ ہرگز ایسا نہیں، بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔اور نہ تم آپس میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔''

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ﴿٤﴾ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿٥﴾

''پس ان نمازیوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔وہ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔''

ان آیات میں منافقین کا ذکر ہے۔آخرت پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ نماز نہیں پڑھنا چاہتے تھے، مگر اپنے

آپ کو مسلمان ثابت کرنے کے لیے انھیں پڑھنا پڑھتی تھی۔ حقیقت میں وہ اپنی نماز سے غافل تھے۔ یہ غفلت کئی طرح سے تھی، صرف دکھاوے کے لیے پڑھتے تھے، لوگوں کے سامنے ہوتے تو پڑھ لیتے ورنہ چھوڑ ہی دیتے اور پڑھتے بھی تو وقت ضائع کر کے پڑھتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ أَضَاعُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُواْ ٱلشَّهَوَٰتِۖ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا ۝ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحٗا فَأُوْلَٰٓئِكَ يَدۡخُلُونَ ٱلۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُونَ شَيۡـٔٗا ﴾ [مریم : ۵۹، ۶۰] ”پھر ان کے بعد ایسے نالائق جانشین ان کی جگہ آئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے تو وہ عنقریب گمراہی کو ملیں گے۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ نماز منافق کی نماز ہے کہ وہ بیٹھا ہوا سورج کو دیکھتا رہتا ہے اور جب سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ اٹھ کر چار ٹھونگے مار لیتا ہے اور اس میں اللہ کو یاد نہیں کرتا مگر تھوڑا۔“ [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التبکیر بالعصر : ۶۲۲]

ان کا نماز ادا کرنے کا انداز بتاتا تھا کہ انھیں اپنی نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ ٱلۡمُنَٰفِقِينَ يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَهُوَ خَٰدِعُهُمۡ وَإِذَا قَامُوٓاْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ قَامُواْ كُسَالَىٰ يُرَآءُونَ ٱلنَّاسَ وَلَا يَذۡكُرُونَ ٱللَّهَ إِلَّا قَلِيلٗا ﴾ [النساء : ۱۴۲] ”بے شک منافق لوگ اللہ سے دھوکا بازی کر رہے ہیں، حالانکہ وہ انھیں دھوکا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔“

نماز میں بھول تو مخلص مسلمان سے بھی ہو سکتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہو گئی تھی، جب ظہر کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا تھا، مگر نماز ہی سے بھول ہو جائے، یہ نفاق ہے۔ اس لیے یہ نہیں فرمایا: ”هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ“ کہ ان سے ان کی نماز میں بھول ہو جاتی ہے۔ بلکہ فرمایا: ﴿ هُمۡ عَن صَلَاتِهِمۡ سَاهُونَ ﴾ یعنی وہ اپنی نماز ہی سے بھولے ہوئے ہیں، انھیں خیال ہی نہیں کہ ہمیں نماز پڑھنی ہے۔ پڑھتے ہیں تو یاد ہی نہیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں، نہ خشوع ہے اور نہ خضوع۔ ڈاڑھی اور کپڑوں سے کھیل رہے ہیں، جمائیاں لے رہے ہیں، ادھر ادھر دیکھ رہے ہیں۔ غرض ساری نماز پڑھ جاتے ہیں، مگر کچھ پتا نہیں کہ کیا پڑھا؟

ٱلَّذِينَ هُمۡ يُرَآءُونَ ۝٦

”وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی حقیقت کھول دی کہ ان کی نماز لوگوں کے دکھاوے کے لیے ہوتی ہے۔ چونکہ

وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اس لیے وہ اپنی اس نماز سے ثواب کی امید رکھتے ہیں، نہ عذاب وعقاب کا خوف۔ سیدنا عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اپنا عمل لوگوں کو سنانے (یعنی دکھلاوے) کے لیے کیا تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے سننے والے (چھوٹے بڑے) سب لوگوں کو اس کے عمل سے آگاہ کر دیتا ہے اور پھر (لوگوں کی نظروں میں) اسے حقیر اور ذلیل کر دیتا ہے۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۲۲۳، ۲۲٤، ح : ۷۱۰٤]

سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے زیادہ خوف والی چیز جس کا مجھے تم پر ڈر ہے وہ شرک اصغر ہے۔'' لوگوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا: ''دکھاوا اور ریاکاری، جس دن بندوں کو ان کے اعمال کا بدلا دیا جائے گا اس دن اللہ تعالیٰ ان (ریاکاروں) سے فرمائے گا، جاؤ! ان لوگوں کے پاس جنھیں دکھانے کے لیے تم دنیا میں عمل کرتے تھے اور دیکھو! کہ کیا تمھیں ان کے ہاں کوئی بدلہ ملتا ہے۔'' [مسند أحمد : ٥/ ٤٢٩، ح : ۲۳٦۹۹]

وَ يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ ۷ ع ۳۲

''اور عام برتنے کی چیزیں روکتے ہیں۔''

یعنی یہ لوگ نہ تو اپنے رب کی عبادت ہی اچھے طریقے سے بجا لاتے ہیں اور نہ اس کی مخلوق ہی سے حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے ہیں، حتیٰ کہ ان عام برتنے کی چیزوں کو عاریتاً بھی نہیں دیتے جو ضرورت کے وقت ایک دوسرے سے مانگ لی جاتی ہیں اور پھر استعمال کے بعد واپس کر دی جاتی ہیں۔ یہ لوگ جب استعمال کی چیزیں اس طرح عاریتاً نہیں دے سکتے، تو یہ زکوۃ کیا ادا کریں گے اور تقرب الٰہی کے حصول کے لیے کوئی اور مالی قربانی کیا دیں گے؟

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اونٹ والا، گائے والا اور بکری والا ان کا حق ادا نہیں کرتا، اسے قیامت کے دن ایک چٹیل زمین پر بٹھا دیا جائے گا، تو کھروں والا جانور اس کو اپنے کھروں سے روندے گا اور سینگوں والا اسے اپنے سینگوں سے مارے گا۔ اس دن کوئی جانور بے سینگ نہیں ہو گا اور نہ کوئی سینگ ٹوٹا۔'' ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ان کا حق کیا ہے؟ فرمایا: ''ان کے نر کو جفتی کے لیے دینا، اس کے ڈول کو عاریتاً دینا، اور اس کو دودھ پینے کے لیے عاریتاً دینا اور جب پانی پلانے لے جائیں تو اس کا دودھ دھو کر (غریبوں کو) پلانا (اونٹوں کو چوتھے پانچویں دن پانی پلانے کے لیے لایا جاتا ہے اور وہاں دودھ ملنے کی امید پر فقرا بھی جمع ہوتے ہیں) اور اللہ کی راہ میں سواری اور بوجھ لادنے کے لیے دینا اور جو صاحب مال اپنے مال کی زکوۃ نہیں دیتا وہ مال قیامت کے دن ایک گنجا سانپ بن جائے گا اور مالک جہاں بھی جائے گا تو یہ اپنے مالک کے پیچھے دوڑے گا۔ مالک اس سے بھاگے گا، اس وقت کہا جائے گا، یہ وہی مال ہے جس میں تو بخل کرتا تھا، پھر جب وہ دیکھے گا کہ یہ میرا پیچھا نہیں

چھوڑتا تو اس کے منہ میں اپنا ہاتھ ڈال دے گا، اژدہا اس کا ہاتھ اس طرح چبا دے گا جس طرح اونٹ چباتا ہے۔'' [مسلم، كتاب الزكوة، باب إثم مانع الزكوة : ۹۸۸/۲۸]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کے ہاں قیام پذیر تھے کہ کسی دوسری بیوی نے کھانے کی رکابی بھیجی، تو اس بیوی نے جس کے ہاں آپ ٹھہرے ہوئے تھے (از راہ رقابت) خادم کے ہاتھ کو جھٹکا دیا، رکابی گر کر ٹوٹ گئی، آپ رکابی کے ٹکڑے اور جو کھانا اس میں تھا اسے جمع کرنے لگے اور فرمایا: ''تمھاری ماں کو غیرت آ گئی۔'' پھر خادم کو روکے رکھا، آخر اس بیوی سے ایک سالم رکابی لے کر (اس خادم کے ہاتھ) اس بیوی کے ہاں بھجوا دی جس نے بھیجی تھی اور یہ ٹوٹی ہوئی رکابی اسی گھر میں رکھ لی، جہاں ٹوٹی تھی۔ [بخاري، كتاب النكاح، باب الغيرة...... الخ : ۵۲۲۵]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مانگی ہوئی چیز واپس کرنا، ضامن کو تاوان بھرنا اور قرض کی ادائیگی لازم ہے۔'' [ترمذي، كتاب البيوع، باب ما جاء في أن العارية مؤداة : ۱۲۶۵]

سورة الكوثر مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱

''بلاشبہ ہم نے تجھے کوثر عطا کی۔''

یعنی دشمن تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ کے پاس کچھ نہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آپ کو بہت کچھ دیا ہے۔ کوثر میں وہ ساری خیر کثیر شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی۔ مثلاً اسلام، نبوت، اخلاق حسنہ، بہترین فرماں بردار امت، جنت اور دوسری نعمتیں جو شمار نہیں ہو سکتیں۔ لغت کے لحاظ سے کوثر کے معنی یہی ہیں۔

البتہ بہت سی صحیح احادیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ اسی طرح آپ نے محشر میں آپ کو عطا کیے جانے والے حوض کا نام بھی کوثر بتایا، اس لحاظ سے یہ تفسیر مقدم ہے، مگر ترجیح کی ضرورت تب ہے جب دونوں تفسیروں میں تعارض ہو، جو یہاں ہے ہی نہیں۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انھوں نے کوثر کے متعلق فرمایا، اس سے مراد وہ

خیر ہے جو اللہ نے آپ ﷺ کو عطا فرمائی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے تو انھوں نے کہا، جنت میں جو نہر ہے وہ بھی اس خیر میں شامل ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، بابٌ : ٤٩٦٦]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہماری مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر اونگھ طاری ہوئی، پھر مسکراتے ہوئے آپ نے سر اٹھایا۔ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کس چیز نے آپ کو ہنسایا؟ ارشاد فرمایا: ”مجھ پر ابھی ابھی قرآن کی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔“ پھر آپ نے اس کی تلاوت کی : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿ اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴾ پھر فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟“ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں؟ فرمایا: ”کوثر ایک نہر ہے، جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، اس میں بہت خیر ہے، روز محشر میرے امتی اس حوض کا پانی پینے کے لیے آئیں گے۔ اس حوض پر اتنے گلاس ہوں گے جتنے آسمان کے تارے۔ ان میں سے ایک شخص کو وہاں سے بھگا دیا جائے گا، میں کہوں گا، اے اللہ! یہ میرا امتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آپ نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے بعد کیسی کیسی بدعتیں نکالی تھیں۔“ [مسلم، كتاب الصلوة، باب حجة من قال : البسملة آية من أول كل سورة سوى براءة : ٤٠٠]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ برس کے بعد احد کے شہیدوں پر اس طرح نماز پڑھی جیسے کوئی زندوں اور مُردوں کو رخصت کرتا ہے، پھر آپ منبر پر چڑھے اور فرمایا: ”میں تمھارا پیش خیمہ ہوں، تمھارے اعمال کا گواہ ہوں اور مجھ سے (قیامت کے دن) تمھاری ملاقات حوض (کوثر) پر ہوگی۔ میں اپنے اس مقام سے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔“ [بخاری، كتاب المغازی، باب غزوه أحد ...... الخ : ٤٠٤٢۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ و صفاته : ٢٢٩٦]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوثر جنت کی ایک ایسی نہر ہے جس کے کنارے سونے سے بنے ہوئے ہیں، وہ یاقوت اور موتیوں پر بہتی ہے۔ اس کی مٹی کستوری سے زیادہ عمدہ اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔“ [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة الكوثر : ٣٣٦١۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب صفة الجنة : ٤٣٣٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”وہ ایک نہر ہے جو میرے رب نے جنت میں مجھے عطا فرمائی ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اس میں ایسے پرندے ہوں گے جن کی گردنیں اونٹوں کی طرح ہوں گی۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ پرندے بڑے خوش و خرم ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ”عمر! ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ خوش و خرم ہوں گے۔“ [مسند أحمد : ٢٣٦/٣، ح : ١٣٤٨٦]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! حوض کے برتن کیسے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس کے برتن آسمان کے تاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ یاد رکھو! تارے بھی اس رات کے، جو تاریک ہو اور بادل کے بغیر ہو۔ جنت کے برتن ایسے ہیں کہ جو ان سے پیے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا، اس وقت کے آخر تک جو اس پر گزرے گا۔ اس حوض میں جنت سے دو پرنالے گرتے ہیں۔ جو اس سے پیے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ اس کا عرض طول کے برابر ہے، جتنا عمان سے ایلہ تک فاصلہ ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔'' [مسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته : ۲۳۰۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے واقعۂ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''میں ایک نہر پر پہنچا، اس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ تو جبریل علیہ السلام نے کہا، یہ کوثر ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، بابٌ : ٤٩٦٤]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرا حوض ایک ماہ کی مسافت کے برابر لمبا ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے، اس کی خوشبو مشک سے زیادہ خوشگوار ہے، اس پر رکھے ہوئے آب خوروں کی تعداد آسمان کے ستاروں جیسی ہے۔ جو شخص اس حوض کا پانی پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض ...... الخ : ٦٥٧٩۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته : ۲۲۹۲]

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿۲﴾

''پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر کثیر یا کوثر عطا کرنے کی جو خوشخبری دی ہے اس آیت میں آپ کو اس پر شکر ادا کرنے کی نصیحت کی ہے اور کہا ہے کہ آپ صرف اپنے رب کی خوشنودی اور اس کی رضا کے حصول کے لیے نماز پڑھتے رہیے اور صرف اسی کے نام سے قربانی کیا کیجیے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ [الأنعام : ١٦٢، ١٦٣] ''کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ کے دن پہلے نماز پڑھتے تھے، پھر قربانی کرتے تھے اور اسی ترتیب کا حکم دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد خطبہ دیا، فرمایا: ''جو شخص ہماری نماز جیسی نماز پڑھے اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کرے، اس کی قربانی صحیح ہوئی اور جو شخص نماز سے

پہلے قربانی کرے وہ نماز سے پہلے (ہی گوشت کھاتا) ہے، اس کی کوئی قربانی نہیں۔" [بخاری، کتاب العیدین، باب الأکل یوم النحر : ۹۵۵]

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴿۳﴾

"یقیناً تیرا دشمن ہی لاولد ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے ہر دور میں اور ہر جگہ ذلیل و خوار ہوں گے۔ انھی کی نسل باقی نہیں رہے گی اور انھی کا نام دنیا سے مٹ جائے گا۔ نبی کریم ﷺ تو تمام صفات و کمالات میں ان حدوں کو چھو چکے تھے جو خاتم النّبیین کے لیے اللہ نے مقرر کر دی تھیں۔ ان کے ذکر جمیل نے سارے عالم کو بھر دیا تھا اور ان کے انصار و مددگار اور ان کے پیروکار پوری دنیا میں پھیل گئے تھے۔

سورة الكٰفرون مكية

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما حجۃ الوداع کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ مقام ابراہیم پر آئے اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾ [البقرۃ : ۱۲۵] "اور تم ابراہیم کی جائے قیام کو نماز کی جگہ بناؤ۔" پھر آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان کر لیا، پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور ان میں ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ اور ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ کی تلاوت کی۔ [مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ : ۱۲۱۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی دو سنتوں میں ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ اور ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ کی تلاوت فرمائی۔ [مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر والحث علیهما ...... الخ : ۷۲۶]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱﴾ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲﴾ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ﴿۳﴾ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ﴿۴﴾ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ﴿۵﴾ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴿۶﴾

’’کہہ دے اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم نے کی۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا، اے میرے نبی! آپ ان کافروں سے جو آپ کو مشورہ دے رہے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کی پرستش کیجیے اور وہ آپ کے معبود کی پرستش کریں، کہہ دیجیے کہ میں ہرگز تمھارے معبودوں کی پرستش نہیں کروں گا اور نہ تم میرے اللہ کی پرستش کرو گے، تمھارے بارے میں اللہ کا ایسا ہی فیصلہ ہے۔ میں مستقبل میں بھی تمھارے معبودوں کی پرستش نہیں کروں گا اور نہ تم میرے اللہ کی مستقبل میں پرستش کرو گے۔ اس لیے کہ میرے رب کا تمھارے بارے میں تمھاری نیت اور عمل کے فساد کے سبب یہی فیصلہ ہے کہ تمھاری موت کفر پر ہو، تا کہ تم جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ اسی قسم کا جواب اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [یونس : ٤١] ’’اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٣٩] ’’کہہ دے کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو، حالانکہ وہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال اور ہم اسی کے لیے خالص کرنے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾ [الشوریٰ : ١٥] ’’سو تو اسی کی طرف پھر دعوت دے اور مضبوطی سے قائم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی مت کر اور کہہ دے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل فرمائی میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔‘‘

سورۃ النصر مدنیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕؔ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

''جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے۔ اور تو لوگوں کو دیکھے کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس سے بخشش مانگ، یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے میرے نبی! اب جبکہ آپ اپنے دشمنوں کے خلاف ہر معرکے میں غالب آنے لگے ہیں، مکہ کو فتح کر لیا ہے اور وہ دار الکفر سے دار الاسلام بن گیا ہے اور قبائل عرب گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں، جب یہ سب نعمتیں حاصل ہو گئیں تو آپ اپنے رب کا شکر بجالانے کے لیے اس کی پاکی اور اس کی حمد وثنا بیان کیجیے اور اس سے مغفرت طلب کرتے رہیے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے بندوں کی توبہ کو بہت جلد قبول کرتا ہے، ان کے گناہوں کو معاف کر دیتا اور ان کے حال پر رحم کرتا ہے۔

اس سورت میں نبی کریم ﷺ کے لیے ایک خوشخبری ہے کہ اللہ اپنے رسول کی مدد کرے گا، مکہ مکرمہ فتح ہوگا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے۔ ایک تنبیہ بھی ہے کہ چونکہ دنیا سے آپ کے رخصت ہونے کا وقت قریب آ چکا ہے، اس لیے آپ کو چاہیے کہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اس کی یاد میں لگائیں، تا کہ عمر کا آخری حصہ اس کی یاد میں گزرے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بڑی عمر والے بدری صحابہ کے ساتھ مجھے بھی (اپنی مجلس میں) شامل کر لیا کرتے تھے، تو اس پر بعض صحابہ (یعنی عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) کو اعتراض ہوا، انھوں نے کہا، آپ اس نوجوان کو ہمارے ساتھ مجلس میں کیوں بٹھاتے ہیں؟ اس کی عمر کے تو ہمارے بچے ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس کی وجہ تم خوب جانتے ہو۔ پھر ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں بلایا اور مجھے بھی بلایا، میں سمجھ گیا کہ آج مجھے اس لیے بلایا،

تاکہ آپ انھیں میرے بارے میں بتا سکیں، پھر امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا، سورۃ: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ کی نسبت تمھیں کیا علم ہے؟ بعض نے کہا، اس میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد وثنا بیان کریں اور اس سے استغفار کریں کہ اس نے ہماری مدد کی اور ہمیں فتح عنایت فرمائی اور بعض بالکل خاموش رہے، کچھ جواب نہ دیا تو آپ نے میری طرف توجہ فرمائی اور کہا، اے ابن عباس! کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا، نہیں۔ فرمایا، تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح حاصل ہوگئی یعنی فتح مکہ، تو یہ آپ کی وفات کی نشانی ہے۔ اس لیے آپ اپنے رب کی حمد اور تسبیح کریں اور اس کی مغفرت طلب کریں کہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا وہی میں سمجھتا ہوں۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ فسبح بحمدك ربك ...... الخ ﴾ : ٤٩٧٠، ٤٢٩٤]

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ : فتح سے مراد یہاں فتح مکہ ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ فتح کرنے کے لیے) مدینہ منورہ سے نکلے، رمضان کا مہینا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دس ہزار کا لشکر تھا اور آپ کو مدینہ میں تشریف لائے ہوئے ساڑھے آٹھ سال ہونے کو تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ جو مسلمان تھے وہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے، تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی روزہ رکھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا۔[بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الفتح فی رمضان : ٤٢٧٦۔ مسلم، کتاب الصیام، باب جواز الصوم والفطر ...... الخ : ١١١٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کل ان شاء اللہ ہمارا قیام مقام خیف بنی کنانہ میں ہوگا، جہاں قریش کے لوگوں نے کفر پر قسم کھائی تھی۔“[بخاری، کتاب المغازی، باب أین رکز النبی ﷺ الرایة یوم الفتح؟ : ٤٢٨٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے، یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے ایک جانب زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور دوسری جانب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کا سردار بنایا جن کے پاس زرہیں نہ تھیں۔ انھوں نے گھاٹی کے اندر سے راستہ اختیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے ایک حصے میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ”ابو ہریرہ!“ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”صرف انصار کو بلاؤ کہ وہ میرے پاس آئیں۔“ میں نے انھیں آواز دی اور وہ سب آپ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ دوسری جانب (کفار) قریش کا منظر یہ تھا کہ انھوں نے ایک منصوبے کے تحت اپنے اوباش اور تابع دار اکٹھے کیے اور طے کیا کہ ہم مقابلے کے لیے ان کو مسلمانوں کے آگے کرتے ہیں۔ اگر کامیابی کے کوئی آثار پیدا ہوئے تو ہم بھی مدد کو ان کے ساتھ مل جائیں گے اور اگر کوئی آفت آئی (یعنی یہ مارے گئے) تو (مقابلہ کرنے کے جرم میں) جو ہم سے مانگا گیا وہ دے دیں گے۔ (اس صورت حال کا آپ کو علم ہوا تو) آپ نے فرمایا: ”تم دیکھتے ہو قریش کے اوباش چھوکروں اور ان

کے تابع داروں کو؟'' اور اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مارا (یعنی مارو مکہ کے کافروں کو اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑو)۔ اور فرمایا: ''(اس کے بعد) تم مجھے صفا پر ملو۔'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، پھر ہم چل پڑے، ہم میں سے جس کا دل چاہتا کہ کسی (کافر) کو قتل کر دے تو وہ اسے قتل کر ڈالتا، کسی (کافر) میں ہمارا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ تھی۔ [مسلم، كتاب الجهاد، باب فتح مكة : ١٧٨٠]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ کے سر پر خود تھا، جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ! عبداللہ بن خطل کعبے کے پردوں سے چمٹا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اسے (وہیں) قتل کر دو۔'' [بخاری، كتاب المغازی، باب أين ركز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الراية يوم الفتح؟ : ٤٢٨٦]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے گرد چاروں طرف تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، آپ اس کے ساتھ بت کو کچوکا مارتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے جاتے: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴾ [بنی إسرائيل : ٨١] ''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔'' اور یہ آیت: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴾ [سبا : ٤٩] ''حق آ گیا اور باطل نہ پہلی دفعہ کچھ کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔'' [بخاری، كتاب المغازی، باب أين ركز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الراية يوم الفتح ؟ : ٤٢٨٧، ٤٧٢٠۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب إزالة الأصنام من حول الكعبة : ١٧٨١]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت مکہ پہنچے تو بتوں کی موجودگی میں بیت اللہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان سب کو نکالنے کا حکم دیا، چنانچہ انھیں باہر نکال دیا گیا، ان میں سے ایک تصویر ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی بھی تھی، ان کے ہاتھوں میں فال کے تیر تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ ان مشرکوں کو ہلاک کرے، ان مشرکوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے کبھی ان تیروں کے ذریعے سے قسمت معلوم کرنے کے لیے فال نہیں نکالی۔'' [بخاری، كتاب المغازی، باب أين ركز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الراية يوم الفتح ؟ : ٤٢٨٨]

وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا : یعنی فتح مکہ کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے، جیسا کہ سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایسے چشمے کے پاس رہا کرتے تھے جو لوگوں کی عام گزرگاہ تھی، سوار ہمارے پاس سے گزرا کرتے تھے۔ ہم ان سے پوچھتے رہتے تھے، کہو! لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس شخص کی کیا کیفیت ہے؟ وہ کہتے، وہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ نے اس کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ اس پر وحی نازل کرتا ہے، یا، اللہ نے ان پر وحی نازل کی ہے (اور وہ قرآن کی کوئی آیت سناتے) تو میں اس وحی کو یاد کر لیتا تھا۔ گویا وہ میرے سینے میں جم جاتی تھی۔ ادھر سارے عرب والے فتح مکہ پر اپنے اسلام کو موقوف کیے ہوئے تھے۔ وہ کہتے تھے، انھیں اور ان کی قوم کو چھوڑ دو، اگر وہ ان پر غالب آ گئے تو وہ سچے پیغمبر ہیں۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قوم نے اسلام لانے میں سبقت کی۔ میرے

باپ نے بھی اسلام قبول کرنے میں میری قوم کے مقابلہ میں سبقت کی۔ جب وہ آئے تو کہنے لگے، اللہ کی قسم! میں سچے پیغمبر سے مل کر تمھارے پاس آ رہا ہوں، آپ نے فرمایا: ''فلاں وقت فلاں نماز پڑھو، فلاں وقت فلاں نماز پڑھو اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے اور جس کو زیادہ قرآن یاد ہو وہ نماز پڑھائے۔'' میری قوم کے لوگوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہ تھا، کیونکہ میں مسافر سواروں سے سن سن کر قرآن یاد کر لیا کرتا تھا۔ انھوں نے مجھ ہی کو امام بنایا، حالانکہ اس وقت میری عمر چھ یا سات سال کی تھی۔[بخاري، کتاب المغازي، بابٌ : ٤٣٠٢]

﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ﴾ : سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ یوں کہے: « اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ، فَاغْفِرْ لِيْ فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ » ''اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں جہاں تک طاقت رکھتا ہوں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں۔ میں نے جو کچھ کیا اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں ان نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں جو تو نے مجھ پر کیں اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں، پس تو مجھے معاف کر دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''جو شخص یہ کلمات استغفار دن میں یقین کے ساتھ پڑھے اور شام ہونے سے پہلے اسے موت آ جائے تو وہ جنتی ہے اور جو اسے یقین کے ساتھ رات کو پڑھے اور صبح ہونے سے پہلے اسے موت آ جائے تو وہ جنتی ہے۔''[بخاري، کتاب الدعوات، باب أفضل الاستغفار ...... الخ : ٦٣٠٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدے میں یہ دعا کثرت سے پڑھا کرتے تھے: « سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ » ''پاک ہے تو اے اللہ! اے ہمارے رب! اپنی تعریف کے ساتھ، اے ہمارے رب مجھے بخش دے۔'' آپ قرآن (میں جو حکم دیا گیا تھا اس) کی تعمیل کرتے تھے۔[بخاري، کتاب التفسير، بابٌ : ٤٩٦٨۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب ما يقال في الركوع والسجود ؟: ٤٨٤]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے: « سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ » میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں دیکھتی ہوں کہ آپ یہ دعا: « سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ » بہت زیادہ پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''مجھ سے میرے رب نے بیان کیا کہ تم اپنی امت میں ایک نشانی دیکھو گے تو جب میں نے اس نشانی کو دیکھ لیا تو میں نے کثرت سے یہ تسبیح پڑھنا شروع کر دی: « سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ » یعنی وہ نشانی میں نے دیکھ لی (اور وہ یہ ہے): ﴿ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ﴾ ''جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے۔'' یعنی فتح مکہ اور: ﴿ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ

بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ﴾ ''اور تو لوگوں کو دیکھے کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس سے بخشش مانگ، یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' [مسلم، کتاب الصلوة، باب ما يقال في الركوع والسجود؟ : ۴۸۴/۲۲۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں اس کی غپ شپ اور لغو باتیں زیادہ ہو جائیں اور وہ اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لے: « سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ » ''اے اللہ! تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔'' تو اس مجلس میں اس سے جو کچھ ہوا وہ معاف کر دیا جاتا ہے۔'' [ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما يقول إذا قام من مجلسه : ۳۴۳۳]

سورۃ اللھب مکیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

تَبَّتْ يَدَآ أَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝١ مَآ أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّ امْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥

''ابو لہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا۔ نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا۔ عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی (بھی آگ میں داخل ہوگی) جو ایندھن اٹھانے والی ہے۔ اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابولہب ہلاک و برباد ہوا، شقاوت و بدبختی نے اسے گھیر لیا اور وہ کبھی کامیاب نہیں ہوا۔ اس کا جمع کیا ہوا مال اور اولاد اس کے کسی کام نہیں آئے اور اسے اس عذاب سے نہ بچا سکے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر نازل ہوا۔ وہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی عداوت کی وجہ سے عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی ام جمیل جو زبردست چغل خور تھی، لوگوں کے درمیان آگ لگاتی پھرتی تھی، قیامت کے دن اس کی گردن میں مونج کی رسی بندھی ہو

گی جس کے ذریعے سے اسے جہنم میں گھسیٹا جائے گا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی : ﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ [الشعرآ : ۲۱٤] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطحا کی طرف تشریف لے گئے اور پہاڑی پر چڑھ کر پکارا : « يَا صَبَاحَاهُ! » تو (اس آواز پر) آپ کے پاس قریش جمع ہو گئے، تو آپ نے فرمایا: ''بتاؤ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ دشمن تم پر صبح کے وقت یا شام کے وقت حملہ کرنے والا ہے، تو کیا تم میری بات سچ مانو گے؟'' سب نے جواب دیا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''سنو! میں تمھیں اللہ کے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمھارے سامنے ہے۔'' تو ابولہب نے کہا، تو تباہ ہو جائے! کیا اسی لیے تو نے ہمیں جمع کیا تھا؟ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کی : ﴿ تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴾ آخر تک مکمل۔[بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و تب ما أغنى عنه ماله وما كسب ﴾ : ٤٩٧٢، ٣٥٢٥]

ابوزناد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے قبیلہ بنو دیل کے ایک شخص نے بتایا، جس کا نام ربیعہ بن عباد رضی اللہ عنہ تھا اور وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانۂ جاہلیت میں ذوالمجاز بازار میں دیکھا، آپ فرما رہے تھے : « يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا » ''لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو، تم فلاح پا جاؤ گے۔'' لوگ آپ کی بات سننے کے لیے جمع ہو جاتے مگر آپ کے پیچھے پیچھے ایک شخص تھا، اس کا چہرہ روشن، آنکھیں بھینگی اور سر پر بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں۔ وہ (آپ کے بارے میں) کہتا، (لوگو! اس کی بات نہ سننا) یہ بے دین اور کذاب ہے۔ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے، وہ آپ کے پیچھے پیچھے ہوتا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب بتایا اور انھوں نے مجھے بتایا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابولہب ہے۔[مسند أحمد : ٣٤١/٤، ح : ١٩٠٢٨]

مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ : آخرت میں نہ دولت کام آئے گی اور نہ جاہ و حشمت، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴾ [الحاقة : ٢٥ تا ٢٩] ''اور لیکن جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔ اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش کہ وہ (موت) کام تمام کر دینے والی ہوتی۔ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری حکومت مجھ سے برباد ہو گئی۔''

اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ﴾ [آل عمران : ١٠] ''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد انھیں اللہ (کی پکڑ) سے ہرگز کچھ کام نہ آئیں گے اور وہی آگ کا ایندھن ہیں۔''

سورۃ الاخلاص مکیۃ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تو اپنی قراءت ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پر ختم کرتا تھا۔ جب لشکر کے لوگ لوٹ کر (مدینہ میں) آئے تو انھوں نے نبی ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟'' لوگوں نے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے، لہٰذا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اسے پڑھوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس سے کہہ دو کہ اللہ بھی اس سے محبت رکھتا ہے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ أمته إلی توحید اللہ تبارك و تعالی : ۷۳۷۵۔ مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ قل ھو اللہ أحد : ۸۱۳]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک آدمی کو ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ بار بار پڑھتے ہوئے سنا، لہٰذا جب صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس واقعہ کا آپ سے ذکر کیا۔ وہ سننے والا اس کی قدر کم سمجھتا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ (سورت) تہائی قرآن کے برابر ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل ﴿ قل ھو اللہ أحد ﴾ : ۵۰۱۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری مسجد قبا میں نماز کی امامت کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے، تو وہ نماز میں جس سورت کی بھی قراءت کرنا چاہتے تو اس سے پہلے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ ضرور پڑھتے، حتیٰ کہ اس سورت کی قراءت سے فارغ ہو کر پھر کوئی دوسری سورت پڑھتے اور ہر رکعت میں اسی طرح کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھیوں نے اس سلسلے میں ان سے بات کی کہ آپ اس سورت کو شروع کر لیتے ہیں اور پھر سمجھتے ہیں کہ شاید یہ کافی نہیں جس کی وجہ سے آپ کوئی دوسری سورت بھی پڑھتے ہیں، لہٰذا یا تو اسی سورت پر اکتفا کیجیے، یا پھر اسے چھوڑ دیجیے اور اس کے بجائے کوئی دوسری سورت پڑھ لیا کریں۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں اس سورت کو ضرور پڑھوں گا، اب اگر تمھیں پسند ہے کہ اس سورت کے ساتھ میں تمھیں امامت کرواؤں تو میں کرواتا ہوں اور اگر تمھیں پسند نہیں تو میں نماز پڑھانا چھوڑ دیتا ہوں۔ لوگ انھیں اپنے میں سے افضل سمجھتے تھے، لہٰذا انھوں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ ان کے سوا کوئی اور نماز پڑھائے، جب نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ کی خدمت میں اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ''اے فلاں! تمھارے ساتھی جو کچھ کہتے ہیں، تم اس کے مطابق عمل کیوں نہیں کرتے اور ہر رکعت

میں باقاعدگی کے ساتھ اس سورت کو کیوں پڑھتے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا، (اے اللہ کے رسول!) بے شک مجھے اس سورت سے محبت ہے، تو آپ نے فرمایا: ''اس سورت کی محبت تمھیں جنت میں لے جائے گی۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الجمع بین السورتین فی رکعة ...... الخ : ۷۷٤]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''کیا تم اس بات سے عاجز ہو کہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھ لو؟'' تو یہ بات صحابہ پر گراں گزری، وہ کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''سنو!'' اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ '' (والی سورت ثواب کے اعتبار سے) تہائی قرآن ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل ﴿ قل ھو اللہ أحد ﴾ : ۵۰۱۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ جمع ہو جاؤ، تاکہ میں تمھارے سامنے تہائی قرآن مجید پڑھوں۔'' تو جن کو جمع ہونا تھا ہو گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کی تلاوت کی اور پھر اندر چلے گئے۔ ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے، شاید آسمان سے کوئی خبر آئی ہے، جس کی وجہ سے آپ اندر گئے ہیں، لیکن (کچھ دیر بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور آپ نے فرمایا: ''میں نے تم سے کہا تھا کہ تمھارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا، تو خبردار ہو جاؤ، یہ سورت تہائی قران کے برابر ہے۔'' [مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب فضل قراءة قل ھو اللہ أحد : ۸۱۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جب بستر پر جاتے تو ہر رات اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا کر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ کر ان پر پھونکتے اور پھر ان دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم مبارک پر پھیر لیا کرتے۔ آپ اپنے سر اور چہرے پر ہاتھ پھیرتے، پھر اپنے سامنے کے جسم پر ہاتھ پھیرتے اور تین مرتبہ اسی طرح کرتے۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات : ۵۰۱۷]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

''کہہ دے وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ ہی بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ کبھی کوئی ایک اس کے برابر کا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے میرے نبی! جو شخص آپ سے اللہ کے بارے میں پوچھے، اس سے کہہ دیجیے کہ اللہ ایک

ہے، تمام کمالات میں منفرد ہے، تمام اچھے اور پیارے نام، کامل اور اعلیٰ صفات اور مقدس افعال اسی کے لیے ہیں اور وہ بے نظیر و بے مثال ہے۔ سب کی حاجتیں وہی پوری کرنے والا ہے، اس کے در کے سوا کوئی در نہیں، سب اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں، اس لیے کہ وہ اپنی صفات میں کامل ہے۔ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، اس کا حلم اس کے غضب پر غالب ہے، اس کی رحمت ہر چیز کے لیے عام ہے۔ اسی طرح وہ اپنی تمام صفات میں کامل ہے، اس میں کوئی نقص و عیب نہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے اور نہ اس کا کوئی مدمقابل ہے اور نہ کوئی اس جیسا ہے، اس لیے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی کسی بھی عبادت کا سزاوار نہیں۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے کہا، اے محمد! اپنے رب کا نسب بیان کیجیے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کر دی: ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ [مستدرك حاكم : ٥٤٠/٢، ح : ٣٩٨٧]

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٩] ”کہہ کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ کہہ اللہ میرے درمیان اور تمھارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تاکہ میں تمھیں اس کے ساتھ ڈراؤں اور اسے بھی جس تک یہ پہنچے، کیا بے شک تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ بے شک اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے میں (یہ) گواہی نہیں دیتا، کہہ دے وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ١٠٨] ”کہہ دے میری طرف صرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو کیا تم فرماں برداری کرنے والے ہو؟“

لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ : ارشاد فرمایا: ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [الأنعام : ١٠١] ”وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہوگی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ؃ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ؃ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ؃ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ؃ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ؃ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ؃ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا ؃ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مريم : ٨٨ تا ٩٥] ”اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ کہ انھوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے

ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا، حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہیں اور اس نے مجھے گالی دی، حالانکہ یہ بھی اس کے لیے جائز نہیں۔ اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، جس طرح پہلی بار اللہ نے مجھے پیدا کیا ایسے ہی پھر نہیں لوٹائے گا۔ حالانکہ میرے لیے اسے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کی اولاد ہے، حالانکہ میں تنہا ہوں، میں بے نیاز ہوں، نہ میری اولاد ہے، نہ میرے ماں باپ اور نہ مجھ جیسا کوئی اور۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، بابٌ : ۴۹۷۴]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر تکلیف دِہ باتیں سن کر صبر کرنے والا اور کوئی نہیں۔ لوگ اس کی اولاد بتاتے ہیں اور وہ پھر بھی انھیں عافیت و تندرستی عطا فرماتا ہے اور انھیں رزق دیتا ہے۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ إن الله هو الرزاق ذو القوة المتين ﴾ : ۷۳۷۸۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب فی الکفار : ۲۸۰۴]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهٗ» ”اللہ تعالیٰ تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب ﴿ وكان عرشه على الماء ﴾ …… الخ : ۷۴۱۸]

سورة الفلق مكية

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم نے وہ آیات نہیں دیکھیں جو آج رات نازل کی گئی ہیں؟ جن کی مثل کبھی دیکھی ہی نہیں گئی، وہ ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ اور ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾ ہیں۔“ [مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ المعوذتین : ۸۱۴]

سیدنا ابن عابس جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ”اے ابن عابس! کیا میں تمھیں ان چیزوں میں سے سب سے بہتر چیز نہ بتاؤں جن کے ساتھ پناہ پکڑنے والے پناہ پکڑتے ہیں؟“ میں نے کہا، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا: ”﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ اور ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾ یہ وہ دو سورتیں ہیں (جن کے ساتھ جنات وغیرہ سے پناہ پکڑی جاتی ہے)۔“ [نسائی، کتاب الاستعاذۃ، باب ما جاء فی سورتی المعوذتین : ۵۴۳۴]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلا جا رہا تھا، آپ اس وقت (کسی سواری پر) سوار تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ کے قدم پر رکھا اور میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! مجھے سورۂ ہود اور سورۂ یوسف پڑھا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''تم ہرگز کوئی ایسی چیز نہیں پڑھو گے جو اللہ کے نزدیک ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ سے زیادہ (اللہ کے قریب) پہنچانے والی ہو۔'' [نسائی، کتاب الافتتاح، باب الفضل فی قرائة المعوذتین : ۹۵۴]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو اپنے آپ پر معوذات (یعنی سورۂ اخلاص، فلق اور ناس) پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ جب آپ کا درد بہت بڑھ گیا تو میں آپ پر (یہی سورتیں) پڑھ کر دم کرتی اور آپ ہی کا ہاتھ اس ہاتھ کی برکت کی امید سے (آپ کے جسم پر) پھیرتی تھی۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات : ۵۰۱۶۔ مسلم، کتاب السلام، باب رقیة المریض بالمعوذات والنفث : ۲۱۹۲/۵۱]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جب بستر پر جاتے تو ہر رات اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا کر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ کر ان پر پھونکتے اور پھر ان دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم مبارک پر پھیر لیا کرتے۔ آپ اپنے سر اور چہرے پر ہاتھ پھیرتے، پھر اپنے سامنے کے جسم پر ہاتھ پھیرتے اور تین مرتبہ اسی طرح کرتے۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات : ۵۰۱۷]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ① مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ② وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ③

''تو کہہ میں مخلوق کے رب کی پناہ پکڑتا ہوں۔ اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کہیے کہ میں صبح کے رب کی جناب میں پناہ لیتا ہوں، یا میں تمام مخلوقات کے رب کی پناہ مانگتا ہوں جن و انس اور دیگر تمام مخلوقات کے شر سے، چاہے وہ حیوانات ہوں یا جمادات یا اللہ کی کوئی بھی مخلوق ہو اور میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے ذریعے سے رات سے جب اس کی بھیانک تاریکی ہر جگہ داخل ہو جاتی ہے اور چاند کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں، جب اس کی روشنی مدھم ہو جاتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند دیکھا تو فرمایا: ''اے عائشہ! اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگا کرو، اس لیے کہ یہی

غاسق ہے، جب اس میں گہن لگے۔‘‘ [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة المعوذتين : ٣٣٦٦۔ مسند أحمد : ٦١/٦، ح : ٢٤٣٧٧۔ مستدرك حاكم : ٥٤٠/٢، ٥٤١، ح : ٣٨٨٩]

اس لیے کہ رات کے وقت جنوں اور انسانوں کے شیاطین چاروں طرف پھیل جاتے ہیں اور اس وقت کفر وفسق، شر و فساد، چوری، خیانت اور دیگر معاصی کا ارتکاب زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح مشرکین، اہل نجوم اور جادوگر چاند کی عبادت کرتے ہیں، اسے وسیلہ بناتے ہیں اور بے شمار جادو اور کفریہ باتوں کا تعلق چاند سے جوڑتے ہیں۔

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝۴

’’اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے۔‘‘

یعنی میں ان جادوگر عورتوں سے بھی پناہ طلب کرتا ہوں جو دھاگے پر جادو پڑھ کر پھونکتی ہیں اور ان میں گرہیں ڈالتی ہیں۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا، اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ نے فرمایا: ’’ہاں!‘‘ تو جبریل علیہ السلام نے یہ دعا (بطور دم) پڑھی: « بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ، بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ » ’’اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف دے اور ہر جان کی برائی اور ہر حاسد کی نگاہ سے، اللہ تمھیں شفا دے، اللہ کے نام کے ساتھ میں تمھیں دم کرتا ہوں۔‘‘ [مسلم، كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى : ٢١٨٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بنو زریق قبیلہ کے ایک شخص لبید بن اعصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا۔ اس کا اثر آپ پر بس اتنا ہوا کہ کبھی آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے فلاں کام کیا ہے، حالانکہ وہ کام آپ نے کیا نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن یا شاید رات کے وقت، جب آپ میرے پاس تھے، آپ نے خوب دعا کی، پھر آپ نے فرمایا: ’’اے عائشہ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ سے جو بات دریافت کی تھی اللہ نے وہ بات مجھے بتا دی ہے؟ دو آدمی میرے پاس آئے، ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا، ان کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا، ان پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے پوچھا، جادو کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے کہا، لبید بن اعصم نے۔ اس نے کہا، کس چیز میں جادو کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا، کنگھی اور کنگھی سے گرے ہوئے سر کے بالوں میں نر کھجور کے خوشے میں رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے پوچھا، وہ کہاں ہے؟ دوسرے نے کہا، ذروان کنویں میں۔‘‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کے ساتھ اس کنویں پر گئے، پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا: ’’اے عائشہ! اس کنویں کا پانی ایسا تھا گویا کہ اس میں مہندی گھول دی گئی ہو اور کھجور کے درخت

کی چوٹیاں ایسی معلوم ہو رہی تھیں گویا کہ وہ شیطانوں کے سر ہیں۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ! آپ نے اسے نکلوا کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ نے مجھے عافیت دے دی، لیے میں نے اس چیز کو پسند نہیں کیا کہ اس سلسلہ میں لوگوں کے درمیان کوئی برائی پھیلاؤں۔'' پھر آپ نے حکم دیا (کہ اسے نکال کر دفن کر دیا جائے) تو اسے دفن کر دیا گیا۔
[بخاری، کتاب الطب، باب السحر : ۵۷۶۳۔ مسلم، کتاب السلام، باب السحر : ۲۱۸۹]

جادو اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کے اثر کو زائل کرنے کے لیے بھی جادو نہیں کرنا چاہیے، یعنی جادو زدہ کا علاج جادو سے نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے نشرہ (جادو کے علاج کے لیے شرکیہ منتر پڑھنا) کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: ''یہ شیطانی کام ہے۔'' [أبو داؤد، کتاب الطب، باب فی النشرة : ۳۸۶۸]

ع ۲۸

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

''اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔''

حسد کرنے والا دوسرے کے لیے برائی اور زوال نعمت کا خواہاں ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے کوئی عملی قدم اٹھائے اور کسی قسم کی شرارت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس کی شرارت سے میری پناہ طلب کیا کرو۔ حسد بہت بری چیز ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب ما ینھی عن التحاسد والتدابر ...... الخ : ۶۰۶۴۔ مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم التحاسد والتباغض والتدابر : ۲۵۵۹]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رشک صرف دو آدمیوں پر کیا جا سکتا ہے، ایک تو اس آدمی پر جسے اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کا علم دیا اور وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا ہے اور وہ رات اور دن کی گھڑیوں میں اسے (بھلائی کے کاموں میں) خرچ کرتا رہتا ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن : ۵۰۲۵]

سورة الناس مكية

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِکِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ٪﴿۶﴾

"تو کہہ میں پناہ پکڑتا ہوں لوگوں کے رب کی۔ لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے معبود کی۔ وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے، جو ہٹ ہٹ کر آنے والا ہے۔ وہ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ جنوں اور انسانوں میں سے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے میرے نبی ! آپ کہہ دیجیے کہ میں لوگوں کے رب کی جناب میں لوگوں کے شاہ حقیقی کی جناب میں، لوگوں کے تنہا معبود کی جناب میں پناہ لیتا ہوں لوگوں کے سینوں میں وسوسہ پیدا کرنے والے شیطان کے شر سے۔ اس شیطان کی صفت یہ ہے کہ آدمی جب اپنے رب کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو وہ اس کے دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے، اور جب غفلت سے چوکنا ہوتا ہے اور اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو وہ شیطان فوراً پیچھے ہٹ جاتا ہے اور چھپ جاتا ہے۔ وہ شیطان جنوں میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴾ [الأعراف : ۲۰۰] "اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بے شک وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب نماز کے لیے اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا تیزی کے ساتھ پیٹھ موڑ کر دور بھاگ جاتا ہے، تا کہ وہ اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان مکمل ہو جاتی ہے تو واپس آ جاتا ہے، لیکن جب نماز کے لیے اقامت ہوتی ہے، تو وہ پھر پیٹھ موڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ جب اقامت مکمل ہوتی ہے تو واپس آ کر آدمی کے دل میں خیالات ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ کہتا ہے

کہ فلاں چیز یاد کر، فلاں چیز یاد کر، وہ چیزیں جو اسے یاد نہیں تھیں، یہاں تک کہ آدمی کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اسے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی؟'' [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل التأذین : ٦٠٨]

سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے مسجد میں آئیں، تھوڑی دیر تک باتیں کیں، پھر واپس ہونے کے لیے کھڑی ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے، جب مسجد کے دروازے کے قریب پہنچے، جہاں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ تھا، تو وہاں دو انصاری صحابی ملے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور تیزی سے آگے گزر گئے، آپ نے فرمایا: ''ذرا ٹھہر جاؤ، یہ (میری بیوی) صفیہ بنت حیی ہیں۔'' وہ کہنے لگے، سبحان اللہ! یا رسول اللہ! آپ کا یہ فرمانا ان پر شاق گزرا۔ آپ نے فرمایا: ''شیطان آدمی کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے، میں ڈرا کہ کہیں تمھارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔'' [بخاری، کتاب الاعتکاف، باب هل يخرج المعتكف لحوائجه إلى باب المسجد ؟: ٢٠٣٥۔ مسلم، کتاب السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رؤى خاليًا بامرأة ...... الخ : ٢١٧٥]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر اپنے دستے روانہ کرتا ہے، تو ان میں سے مرتبہ کے لحاظ سے اس کے سب سے زیادہ قریب وہ ہوتا ہے جو ان میں سے سب سے بڑا فتنہ برپا کرتا ہے۔ ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے، میں نے یہ کیا وہ کیا۔ ابلیس کہتا ہے، تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ان میں سے کوئی آتا ہے اور کہتا ہے، میں نے آدمی کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ کرا دی، تو ابلیس اس کو اپنے قریب کرتا ہے، اسے گلے سے لگاتا ہے اور کہتا ہے، ہاں تو نے (واقعی بہت بڑا) کارنامہ سرانجام دیا ہے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحريش الشيطان ...... الخ : ٢٨١٣/٦٧]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جنوں میں سے اس کا ایک ساتھی (یعنی ایک شیطان) مقرر کر دیا ہے۔'' لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی ہے۔ سو وہ مطیع ہو گیا ہے، اس لیے وہ مجھے نیکی اور اچھائی ہی کہتا رہتا ہے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه لفتنة الناس ...... الخ : ٢٨١٤]

شیطان انسان کے دل پر ڈیرہ ڈالے رکھتا ہے، جب انسان سہو و غفلت میں مبتلا ہو جائے تو وہ وسوسہ پیدا کرنے لگ جاتا ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگ جائے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ ان وسوسوں پر اگر عمل نہ کیا جائے تو یہ قابل مؤاخذہ نہیں ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری

خاطر میری امت کے سینوں میں پیدا ہونے والے وسوسے معاف فرما دیے ہیں۔ جب تک وہ (ان پر) عمل نہ کریں، یا منہ سے نہ نکالیں۔" [بخاری، کتاب العتق، باب الخطأ والنسیان فی العتاقة ...... الخ : ۲۵۲۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب تجاوز الله عن حدیث النفس ...... الخ : ۱۲۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شیطان تم میں سے کسی ایک کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے، یہ چیز کس نے پیدا کی؟ وہ کس نے پیدا کی؟ یہاں تک کہ وہ کہتا ہے، اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ تو جب شیطان کسی شخص کے دل میں ایسا وسوسہ ڈالے تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ فوراً اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرے اور شیطانی خیال سے باز رہے۔" [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبلیس و جنوده : ۳۲۷۶۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الوسوسة فی الإیمان ...... الخ : ۱۳٤/۲۱٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے پوچھتے رہیں گے (کہ فلاں چیز کس نے پیدا کی، فلاں چیز کس نے پیدا کی) حتیٰ کہ کہا جائے گا، اللہ نے تو سب کو پیدا کیا، اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ تو جو کوئی اس قسم کا وسوسہ دل میں پائے تو کہے: « آمَنْتُ بِاللّٰهِ » "میں اللہ پر ایمان لایا۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الوسوسة فی الإیمان ...... الخ : ۱۳٤]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت اچھی لگے اور اس کا خیال دل میں جاگزیں ہو جائے، تو اسے چاہیے کہ اپنی بیوی کے پاس آئے، اس سے جماع کرے، کیونکہ ایسا کرنے سے اس کے دل کا خیال ختم ہو جائے گا۔" [مسلم، کتاب النکاح، باب ندب من رأی امرأة فوقعت فی نفسه ...... الخ : ۱٤۰۳/۱۰]

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ : یعنی جن کے دلوں میں شیطان وسوسے ڈالتا ہے، وہ جن بھی ہیں اور انسان بھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں وہ شیاطین انسانوں اور جنوں دونوں میں سے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۱۲] "اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکا دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴾ [ق : ۱٦] "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم ان چیزوں کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔"

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ

نے اس کا ایک ساتھی جنوں میں سے اور اس کا ایک ساتھی فرشتوں میں سے مقرر کر دیا ہے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان ...... الخ : ۲۸۱۴]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! ہمارے دل میں کچھ خیالات آتے ہیں اور وہ اشارے کنائے سے کچھ اس طرح کہہ رہا تھا کہ ان خیالات کو زبان پر لانے کے بجائے کوئلہ ہو جانا اسے زیادہ پسند ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ حمد اس اللہ کی جس نے اس (ابلیس) کے مکر کو وسوسے کی طرف لوٹا دیا۔'' [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی رد الوسوسة : ۵۱۱۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ۱۰۵۰۴۔ عمل الیوم واللیلة : ۶۶۸]

Dar ul Andlus
Ph: +92-42-7230549
Fax: +92-42-7242639

Dar ul Andlus
Ph: +92-42-7230549
Fax: +92-42-7242639

دارالاندلس

اسلام کی نشرواشاعت کا عالمی مرکز